محبوب سبحانی قطب ربانی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی مایہ ناز تصنیف

غنیۃ الطالبین

(اردو)

مترجم: شمس بریلوی

مدینہ پبلشنگ کمپنی ایم اے جناح روڈ کراچی

تحفہ از
جناب علامہ مظفر عباسی

أفلت شموس الاولين وشمسنا ★ ابدا على افق العلى لا تغرب
ہوگئے اسلاف کے سورج غروب میرے سورج کو نہیں خوف زوال

غوث الثقلین محبوب سبحانی قطب ربانی
حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ
کی مشہورِ زمانہ تصنیف

الغنیۃ لطالب طریق الحق

مشہور بہ

غنیۃ الطالبین

کا

اردو ترجمہ

جس میں اندازِ بیاں کا لطف اور سلاست زبان کا کیف ہر ہر سطر میں موجود ہے
بہ تبویب و ترتیبِ خاص

— از —

ادیب شہیر حضرت شمس صدیقی بریلوی فاضلِ مشرقیات
(سابق صدر شعبۂ فارسی دارالعلوم منظر اسلام بریلی)

ناشر: مدینہ پبلشنگ کمپنی ایم اے جناح روڈ کراچی ۱

افلت شموس الاولین وشمسنا ★ ابداً علی افق العلی لا تغرب

حضرت غوث اعظم

ہوئے اسلاف کے سورج غروب ★ میرے سورج کو نہیں خوف زوال (شمس بریلوی)

غوث الثقلین محبوب سبحانی قطب ربانی
حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ
کی مشہورِ زمانہ تصنیف

الغنیۃ لطالب طریق الحق

مشہور بہ

غنیۃ الطالبین

کا

اردو ترجمہ

جس میں اندازِ بیان کا لطف اور سلاست زبان کا کیف ہر ہر سطر میں موجود ہے
بہ تبویب و ترتیب خاص

از

ادیب شہیر حضرت شمس صدیقی بریلوی فاضل مشرقیات
(سابق صدر شعبہ فارسی دار العلوم منظر اسلام بریلی)

ناشر: مدینہ پبلشنگ کمپنی ایم اے جناح روڈ کراچی

باراول ـــــ آفسٹ طباعت ـــــ ۱۹۸۰ء

کتاب ـــــ غنیۃ الطالبین

تصنیف ـــــ محبوب سُبحانی قطب ربانی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ

مترجم ـــــ ادیب شہیر شمس بریلوی

کاتب ـــــ منشی محمد الیاس خوشنویس

ناشر ـــــ مدینہ پبلشنگ کمپنی ایم۔اے جناح روڈ کراچی

تعداد طباعت ـــــ ایک ہزار

صفحات ـــــ سات سو

قیمت ـــــ اڑتالیس (۴۸) روپے

طابع ـــــ مشہور آفسٹ پریس کراچی
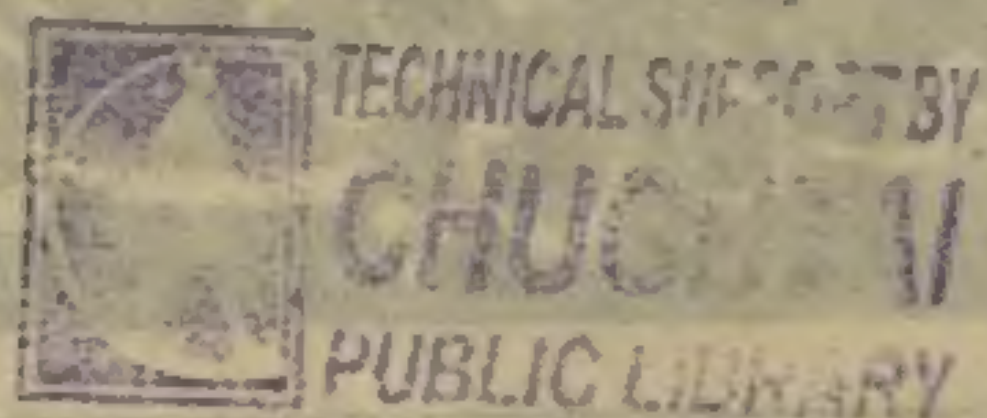
عرضِ ناشر

الحمد للہ کہ آپ کے اس ادارے نے آپ کے تعاون سے اب تک بہت سی دینی اور ادبی کتب شائع کی ہیں اور آپ نے ہمیشہ میری ہمت افزائی فرمائی ہے اور مجھے پاکیزہ ادب اور اسلامی کتب کی اشاعت پر آمادہ فرمایا ہے۔ یہ آپ کے حسن قبول ہی کا نتیجہ ہے کہ ان ناسازگار حالات میں بھی میں ان خدمات کو انجام دیتا رہا ہوں اور آپ کے تعاون سے انشاء اللہ آئندہ بھی سرگرم عمل رہوں گا۔

عرصہ سے میری خواہش تھی کہ محبوب سبحانی قطب ربانی حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی مشہور زمانہ کتاب کا جو "غنیۃ الطالبین" کے نام سے عام طور پر متعارف ہے جس میں حضرت والا نے ایمان اور اسلامی اخلاق، شریعت و طریقت کے مباحث ایسے دلنشیں انداز میں ہماری رہنمائی کے لئے پیش کئے ہیں کہ دنیائے اسلام مدتوں سے ان سے استفادہ کر رہی ہے اور بہت سی زبانوں میں اس گرانمایہ تصنیف کا ترجمہ ہو چکا ہے، اپنے معاونین اور سرپرستوں کے ایمان و ایقان کی تازگی اور بالیدگی کے لئے مذاق زمانہ کے تقاضوں سے ہم آہنگ ترجمہ پیش کروں!

میں نے آپ کے جانے پہچانے ادیب شہیر حضرت شمس بریلوی کو اس کام پر آمادہ کیا اور الحمد للہ کہ انہوں نے بڑی ژرف نگہی سے اصل کتاب سے اس کا اردو میں ایسا ترجمہ پیش کیا ہے جو دلنشینی اور شگفتہ بیانی میں آپ اپنی نظیر ہے۔ فاضل مترجم نے حضرت غوث اعظم کی سوانح مبارکہ بھی ایک عجیب اور انوکھے انداز میں پیش کی ہے۔ میرا خیال ہے کہ اس انداز پر حضرت والا کی سوانح مبارکہ آپ کی نظر سے نہیں گزری ہوگی مزید یہ کہ حضرت کے ارفع و اعلیٰ مقام کو بھی آپ کی تصانیف کی روشنی میں پیش کیا ہے اور میرے خیال میں جناب شمس اس کوشش میں منفرد ہیں۔ آپ مطالعہ کے بعد میرے اس خیال کی یقیناً تائید فرمائیں گے۔

ترجمہ کی ترتیب و تبویب میں بھی عصر حاضر کے ادبی تقاضوں کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ امید کہ آپ اپنے ادارے کی اس کوشش کو بھی بہ نظر استحسان دیکھیں گے اور "غنیۃ الطالبین" کے اردو ترجمے کو شرف قبولیت سے سربلند فرما کر مجھے مزید دینی و ادبی خدمات اور پاکیزہ ادب کی اشاعت پر سرگرم عمل فرمائیں گے۔ والسلام

آپ کا مخلص
حکیم محمد تقی عفی عنہ

مدینہ پبلشنگ کمپنی، ایم۔ اے جناح روڈ، کراچی

فہرست مضامین

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

حرفِ آغاز

الغنیہ لطالب طریق الحق

بارگاہِ احدیت میں ثنا و نیایش، دربارِ رسالت میں درود و سلام . . . اور حضرت رسالت پناہی صلی اللہ علیہ وسلم کے آل و اصحاب کی بارگاہ میں گلہائے مناقب و عقیدت نچھاور کرنے کے بعد معروض ہوں کہ حضرت سیدنا غوث اعظم رضی اللہ کی سوانح مبارکہ میں آپ کی تصانیف کے تعارف و تبصرہ کے سلسلہ میں عرض کیا گیا تھا کہ آپ کی مشہورِ زمانہ تصنیف غنیۃ الطالبین" (الغنیہ لطالب طریق الحق) پر مترجم دیباچہ کتاب میں کچھ عرض کرے گا کہ سوانح پاک کے چند صفحات میں اس کی گنجائش نہیں تھی۔

تمام مورخین اور حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے سوانح نگار حضرات کا اس امر پر اتفاق ہے کہ آپ کی تصانیف میں غنیۃ الطالبین الفتح الربانی اور فتوح الغیب بہت مشہور ہیں اور ان ہر سہ کتب میں آخر الذکر دو کتابیں آپ کی تقاریر کے ایمان افروز مجموعے ہیں، صرف غنیۃ الطالبین" ایک مستقل تصنیف کی حیثیت رکھتی ہے۔

مشہور مستشرق ڈی ایس مارگولیتھ نے اپنے مقالہ مندرجہ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام اشاعت ۱۹۱۲ء میں آپ کی تصانیف کی تعداد اس ترتیب سے ۹ بتائی ہے (۱) الغنیۃ لطالب طریق الحق (۲) الفتح الربانی (۳) فتوح الغیب (۴) حزب بشائر الخیرات (۵) جلاء الخاطر (۶) المواہب الرحمانیہ والفتوح الربانیہ فی مراتب الاخلاق السنیہ والمقالات العرفانیہ (۷) یواقیت الحکم (۸) الفیوضات الربانیہ (۹) وہ خطبے جو بہجۃ الاسرار اور دوسری کتب سوانح میں مذکور ہیں۔

ایک دوسرا مستشرق پروفیسر ڈبلو براؤنے (برن یونیورسٹی برلن) انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کی طبع جدید ۱۹۶۰ء میں اپنے مضمون میں حضرت کی تصانیف کے سلسلہ میں رقمطراز ہے کہ

> "یہ دور تھا جس میں (حضرت) عبد القادر (جیلانی رضی اللہ عنہ) نے اپنے مشن کا آغاز کیا وہ اپنی تصنیف الغنیۃ لطالب طریق الحق مطبوعہ قاہرہ ۱۳۰۴ھ میں ایک عالم نظر آتے ہیں۔ کتاب کی ابتدا میں وہ ایک سنی مسلمان کے اخلاقی اور سماجی فرائض بیان کرتے ہیں وہ حنبلی نقطۂ نظر سے ایک ایسا دستور العمل مرتب کرتے ہیں جس کا جاننا ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے اس میں ۷۳ فرقوں کا تذکرہ بھی کیا ہے اور کتاب کو طریق تصوف کے بیان پر ختم کیا ہے۔"*

---

* یہ مضمون میرے دوست محمد عفران صاحب ایم اے نے ترجمہ کرکے رسالہ خاتون پاکستان کے غوث اعظم نمبر میں شائع کرایا ہے۔

اس مستشرق نے آپ کی مزید دو کتابوں کا اور ذکر کیا ہے یعنی الفتح الربانی اور فتوح الغیب. ان کے علاوہ دوسری کتابوں کے ذکر سے گریز کیا ہے. مستشرقین کے علاوہ دیگر عربی اور فارسی زبان کے سوانح نگار حضرات اور مورخین نیز تذکرہ نگاروں نے آپ کی ان اولی الذکر تین کتابوں پر اتفاق کیا ہے جس کے باعث یہ برسہ کتب بار بار چھپی ہیں اور عقیدت کے ہاتھوں نے احترام کی آنکھوں سے ان کو لگایا ہے۔

اصل نام کیا ہے

حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی اس مبسوط کتاب کے سلسلہ میں تمام تذکرہ نویسوں کا اتفاق ہے جیسا کہ میں اس سے قبل تحریر کر چکا ہوں لیکن کتاب کے نام میں قدرے اختلاف ہے۔ عربی زبان میں جس قدر نسخے دستیاب اور موجود ہیں، تمام نسخوں میں یہ کتاب "الغنیۃ لطالب طریق الحق" کے نام سے موسوم ہے جس طرح حضرت مصنفؒ نے خود دیباچہ کے اختتام میں فرمایا ہے۔ "وَسَمَّیْتُہٗ اَلْغُنْیَۃُ لِطَالِبِ طَرِیْقِ الْحَقِّ عَزَّوَجَلَّ"۔ اس صراحت کے بعد مزید کسی بحث کی ضرورت اس سلسلہ میں باقی نہیں رہتی کہ کتاب کا اصل نام کیا ہے اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ غنیۃ الطالبین نام کیوں مشہور ہوا اس کی وجہ بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ چونکہ یہ نام بہت طویل تھا اور پورا نام بار بار لینا دشوار معلوم ہوتا تھا اس لئے "الغنیۃ لطالب" کو "غنیۃ الطالبین" سے بدل دیا گیا. گویا اصل نام کو مختصر کر دیا گیا ایک دوسری وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ ہندوستان میں جب اس کا پہلا ترجمہ مولانا عبد الحکیم سیالکوٹیؒ نے فارسی زبان میں کیا تو انہوں نے ترجمہ کو اصل نام سے مطابقت کلی کے طور پر "غنیۃ الطالبین" سے موسوم کر دیا۔

شاہزادہ دارا شکوہ حضرت مولانا عبد الحکیم سیالکوٹیؒ مرحوم کے معاصرین میں سے ہیں انہوں نے بھی اپنی کتاب "سفینۃ الاولیاء" میں اس کتاب کو "غنیۃ الطالبین" ہی سے موسوم کیا ہے اور میرا خیال ہے کہ ان کے پیش نظر اصل کتاب کا کوئی مخطوطہ نہیں تھا بلکہ اغلب ہے کہ انہوں نے حضرت مولانا عبد الحکیم سیالکوٹیؒ کا فارسی ترجمہ ہی دیکھا ہوا اور حسب صراحت اس کا نام "غنیۃ الطالبین" ہی تحریر کر دیا۔

اردو تراجم میں سب سے پہلا ترجمہ مطبع نولکشور لکھنؤ و کانپور سے متن کے ساتھ شائع ہوا جس کے مترجم مولوی محبوب الدین ابن منشی جمال احمد ہیں۔ یہ ترجمہ انیسویں صدی کے ربع آخر میں شائع ہوا اور اس کا نام بھی "غنیۃ الطالبین" ہی ہے. بہر حال "الغنیۃ لطالب طریق الحق" اور "غنیۃ الطالبین" ایک ہی چیز ہے. زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ کتاب اپنے تراجم کی کثرت کے باعث اپنے اصل نام کے بجائے تراجم کے نام سے مشہور ہو گئی. اب اس شہرت عام کی وجہ سے مترجم مجبور ہے کہ رفع اشتباہ کے لئے وہ بھی اسی نام کی پیروی کرے چنانچہ میں نے ترجمہ کی سرلوح پر دونوں ناموں کو اختیار کیا ہے۔ داوین میں اصل نام تحریر کیا ہے اور پیشانی پر مشہور نام۔

الغنیہ لطالب طریق الحق کا موضوع

جیسا کہ نام سے ظاہر ہے، "الغنیۃ لطالب طریق الحق" کا موضوع شریعت ہے جیسا کہ حضور والا نے دیباچہ میں صراحت فرمائی ہے کہ

"فلما رأیت صدق رغبتہ فی معرفۃ الآداب الشرعیۃ
من الفرائض والسنن والہیئات ومعرفۃ الصانع عزوجل
بالآیات والعلامات، ثم الاتعاظ بالقرآن والالفاظ النبویۃ
فی مجالس تذکرہا"

گویا ارکان اسلام و سنن نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) معرفت الٰہی، آداب اسلامی، اوامر و نواہی کی تعمیل و اطاعت اس کتاب کا موضوع ہے اور ان مباحث اور موضوعات کو نصوص قرآنیہ اور احادیث نبوی سے استدلال کے ساتھ پیش فرمایا ہے۔

علاوہ ازیں مسلمانوں کے مختلف فرقوں کے عقائد کی مکمل تشریح اور غلط عقائد کا رد فرمایا ہے۔ بعض آیات کی تفسیر بھی فرمائی ہے۔ اعمال و اذکار اور اشغال کا بھی بیان فرمایا ہے۔ کتاب کے آخر میں ایک مبسوط باب آداب المریدین پر مشتمل ہے جس میں طریقت کی تسنیم بڑے دل پذیر انداز میں دی گئی ہے اس طرح "الغنیہ لطالب طریق الحق" شریعت اور طریقت کی تعلیمات کا لباب اور جوہر ہے اور ایک دل نشین اور دل پذیر امتزاج۔ لیکن اس میں بھی آپ نے اپنی مجالس اور خطبات کی طرح شریعت کو مقدم رکھا ہے اور احکام الہیٰ و اتباع نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) پر بڑے ہی عجیب اسلوب اور دلوں کو خشیت الہیٰ سے ہیبت زدہ کر دینے والے انداز میں پیش فرمایا ہے۔

"الغنیہ لطالب طریق الحق" کی فہرست مضامین آپ کے پیش نظر ہے اس سے آپ کو اندازہ ہو جائے گا کہ حضرت سیدنا غوث اعظم نے احیاء دین متین کے لیے کس قدر مساعی جمیلہ فرمائی ہیں۔

شاید بعض کوتاہ بیں یہ خیال کریں کہ حضرت غوث الثقلین نے جن موضوعات پر قلم اٹھایا ہے وہ ایسے موضوعات ہیں جن پر حضرت کے اسلاف کرام اور معاصرین عظام نے بھی قلم اٹھایا ہے اور ان موضوعات پر کتب عربیہ کا ایک وافر ذخیرہ موجود ہے لیکن یہ شرف صرف حضرت والا کے ساتھ مخصوص ہے کہ آپ کے کلام کا سوز اور ارشادات کا گداز اور الفاظ کا جوش دلوں کو تڑپا دیتا ہے۔ آپ کی سوانح مبارکہ میں بہیں نے اس امر کی صراحت کی ہے کہ آپ کے زور بیان اور سوز کلام کا ہی یہ اثر تھا کہ فسق و فجور سے بھرپور اور ایک بگڑے ہوئے معاشرے میں آپ کی دعوت حق نے لاکھوں بندگان خدا کی کایا پلٹ دی اور ہزاروں لاکھوں گم کردہ منزل، منزل آشنا ہو گئے۔

الغنیہ لطالب طریق الحق کا انداز بیان

الغنیہ لطالب طریق الحق کا اسلوب بیان کیا ہے اور اپنے ہم عصر مصنفین سے حضرت والا کا انداز بیان کس قدر جداگانہ ہے، اس موضوع پر قلم اٹھانا اگرچہ حد ادب سے تجاوز کرنا ہے، میں کیا اور میری بساط علمی کی حقیقت کیا کہ میں حضرت کے اسلوب بیان پر قلم اٹھاؤں لیکن میں نے چونکہ الغنیہ لطالب طریق الحق کے علمی و ادبی پہلو کو بھی اپنا موضوع قرار دیا ہے اس لئے مجبوراً یہ جسارت کر رہا ہوں اور حضور غوثیت سے امداد کا خواہاں ہوں کہ بے قلم کج بیان کو یہ سلیقہ عطا ہو کہ اس سلسلہ میں کچھ عرض کر سکوں لیکن اس سلسلہ میں سب سے بڑی دشواری یہ ہے کہ حضرت والا کے اسلوب بیان کے سلسلہ میں کچھ عرض کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ میں آپ کی فصیح و بلیغ انشاء سے اقتباسات بطور استدلال پیش کروں۔ لیکن سوچتا ہوں کہ اردو ترجمہ کے ساتھ حضرت والا کی انشاء پردازی کی فصاحت و بلاغت، سلاست و روانی، شکوہ الفاظ اور حسن بیان کے پہلو اگر اجاگر کرتا ہوں تو قارئین ترجمہ کی سے دلچسپی پیدا نہیں ہو سکے گی

بحیثیت مجموعی بقول حضرت عامر بن وہب یہ کہنا بھی کہ

ان کی ذات گرامی ایک ایسی زندہ کتاب تھی جس میں تفسیر و حدیث و فقہ و ادب وغیرہ،
کوئی ایسا علم نہ تھا جس میں ید طولیٰ حاصل نہ ہو، بالخصوص تفسیر قرآن کے سلسلہ میں
جو مہارت حاصل تھی وہ اپنی نظیر آپ ہے۔ بایں ہمہ کمال ادب کے ایک گوشہ کو بھی بے نقاب
نہیں کرتا۔

الغنیہ لطالب طریق الحق کا ترجمہ آپ کے سامنے ہے اور ترجمہ میں اصل انشاء اور زبان کے محاسن و خصوصیات کو کسی طرح بھی

منتقل نہیں کیا جاسکتا۔ البتہ یہ آپ ضرور دیکھیں گے کہ حضرت والا جس موضوع پر قلم اٹھاتے ہیں وہ ایک سمندر ہے جو ٹھاٹھیں مار رہا ہے، اور ایک سرمستی اور جوش ہے جو ایک ایک لفظ سے پیدا ہو رہا ہے۔ حضرت والا جس موضوع پر قلم اٹھاتے ہیں اس کی تمام جزئیات کو پیش فرماتے ہیں لیکن اندازِ بیان میں وہ سرمدی کیف اور دل نشینی ہے کہ "کرشمہ دامنِ دل می کشد کہ جا اینجاست" روح میں ایک اہتزاز کی کیفیت پیدا ہوتی ہے، الفاظ کا جوش دلوں کو گرماتا ہے اور طبیعت میں گریز کی کیفیت پیدا نہیں ہوتی۔ دل چاہتا ہے کہ اسی طرح پرکیف انداز بیان میں کھویا رہے اور حسنِ بیان نے جو محویت بخشی ہے اس کا اختتام نہ ہو۔

حضرت والا جہاں عذاب الیم سے ڈراتے ہیں وہاں الفاظ کی ہیبت اور شکوہ سے دل لرز جاتے ہیں اور بداعمالیوں پر ندامت کا پسینہ بہنے لگتا ہے۔ اور جہاں انعامات خداوندی کا ذکر کرتے ہیں وہاں روحیں بالیدگی اور قلب میں ایک کیف و سرور پیدا ہوتا ہے۔ انعام الٰہی پر دل کے دریچے کھل جاتے ہیں اور الطاف الٰہی پر جبیں سجدہ ریز ہو جاتی ہے اور یہ سب کچھ نتیجہ ہے حضرت کے اس خلوص کا جو اصلاح معاشرے کے سلسلہ میں آپ کے پرنور قلب میں موجود تھا اور ثمر تھا اس سوز باطنی کا جو عشق الٰہی کی تپش نے آپ کو بخشا تھا۔

عام انداز بیان

حضور غوث اعظم کا یہ مخصوص انداز بیان ہے کہ آپ جو کچھ فرماتے ہیں اس کے لئے استعارے، تشبیہ یا مجاز کا سہارا نہیں ڈھونڈتے کہ اس صورت میں عبارت بے اثر ہو جاتی ہے اور سوز و گداز کی کیفیت ان پردوں کے پیچ و خم میں گم ہو جاتی ہے۔ سوز و گداز اور بیان کی صداقت اور خلوص کا تقاضا ہوتا ہے کہ جو کچھ کہا جائے وہ سیدھے سادھے طریقے سے کہا جائے چنانچہ حضرت والا جو کچھ فرماتے ہیں وہ چھوٹے چھوٹے جملوں میں مضبوط اور مسجع بندشوں کے ساتھ واضح الفاظ میں فرماتے ہیں اور پھر یہ کہ حضرت جہاں تک ممکن ہوتا ہے اپنے قول پر نص قرآنی یا حدیث نبویؐ سے استدلال فرماتے ہیں جس سے جملے کمال بلندی پر پہنچ جاتے ہیں۔ آپ کی انشاء لطیف میں اس کی بے حد و بے شمار مثالیں بھی موجود ہیں جہاں نص قرآنی اور حدیث نبویؐ سے استدلال نہیں فرماتے وہاں اکابرین صوفیا کے اقوال سے تائید لاتے ہیں۔ ان مقامات پر یہ محسوس ہوتا ہے کہ کندن پر کوئی نگینہ جڑ رہا ہے۔ اس طرح ہم کہہ سکتے ہیں کہ آپ کی انشاء عالی، مسجع و مقفیٰ ہونے کے ساتھ ساتھ مرصع بھی ہے۔ الغرض انشاء فصیح و بلیغ کی تمام خوبیاں آپ کی انشاء عالی میں موجود ہیں۔

مجھے افسوس کے ساتھ یہ بات تحریر کرنی پڑ رہی ہے کہ "الغنیۃ لطالب طریق الحق" کے کسی مترجم نے حضرت والا کی خصوصیات انشاء پردازی پر دو حرف بھی لکھنے کی زحمت گوارا نہیں فرمائی۔ راقم الحروف نے اس سلسلہ میں سب سے پہلے یہ جسارت کی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے لغزش قلم کے لئے توبہ کا خواہاں اور حضور غوثیت میں اپنی اس گستاخی پر عفو و درگزر کا طالب ہوں۔

الغنیۃ لطالب طریق الحق کے خلاف ایک شبہ کا ازالہ

میں نے جب سے الغنیۃ لطالب طریق الحق کا ترجمہ شروع کیا تھا، بعض اصحاب کی زبانی یہ بات بار بار سنی کہ حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے جہاں گمراہ فرقوں کو بیان فرمایا ہے ان میں فرقہ حنفیہ کا بھی ذکر کیا ہے اس بہتان تراشی نے حضور غوثیت سے جو عقیدت حنفیوں کے دلوں میں تھی اس میں تو کچھ کمی پیدا نہیں ہوئی لیکن ایک شبہ عظیم دلوں میں ضرور پیدا ہو گیا اور بہت سے لوگ تذبذب کا شکار ہو گئے۔ اب اس بہتان طرازی کی اصل سنیے۔

حضرت سیدنا غوث اعظم نے جن فرقہ ضالہ کی صراحت فرمائی ہے ان میں ایک عنوان "حنفیہ مرجیہ" کا قائم فرمایا ہے اور ارشاد

کیا کہ حضرت نعمان بن ثابت کے بعض پیرو حنفیہ مرجیہ کہلاتے ہیں کہ وہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا ہی کافی سمجھتے ہیں اور اسی کو اصل ایمان قرار دیتے ہیں جیسا کہ برہوتی نے اپنی کتاب "الشجرہ" میں اس کا ذکر کیا ہے۔ میں نے جہاں اس عبارت کا ترجمہ کیا ہے وہاں حاشیہ میں اس کی صراحت کردی ہے۔ خود حضرت مصنف نے اپنی کتاب میں دو تین مقامات پر حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کا ذکر فرمایا ہے اور وہاں ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے الفاظ سے آپ کا ذکر کیا ہے جس سے ثابت ہے کہ آپ نے فرقہ ضالہ میں صرف ان چند اصحاب کا ذکر کیا ہے جو خود کو حنفیہ مرجیہ کہتے ہیں اور ایمان کے لئے عمل کو ضروری نہیں سمجھتے۔ اس بہتان طرازی کی اصل یہ ہے کہ اس نکتہ کو ہوا دینے والے اور بڑھا چڑھا کر پیش کرنے والے وہی گمراہ فرقے ہیں جن کی تعداد اب بھی خاصی موجود ہے اور جن کے عقائد پر حضرت مصنف نے تنقیص فرمائی ہے۔

الغنیہ لطالب طریق الحق کا اردو ترجمہ

اس سلسلہ میں مزید کچھ کہنا ستائش خود بزبان خود کا مصداق ہوگا اس لئے اس باب میں صرف اتنا ہی کہنا کافی ہے کہ ترجمہ آپ کے سامنے موجود ہے ملاحظہ فرمائیں اور یہ دیکھیں کہ زبان کی سلاست و بیان کی روانی کہیں بھی قاری کے ذہن پر بار نہیں ہوگی۔ میں نے یہ بھرپور کوشش کی ہے کہ زبان کا لطف قائم رکھتے ہوئے حضرت مصنف کے الفاظ کے معنی سے گریز نہ کروں، مفہوم کے بدلنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اور ایک اہم خصوصیت یہ کہ میں نے اس کو اصل عربی نسخہ (مطبوعہ مصر) سے ترجمہ کیا ہے کسی فارسی یا اردو کے ترجمے سے استفادہ نہیں کیا ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ استخراج مسائل و مباحث کے لئے "فصل" کے لفظ کو ترک کرکے اہم موضوعات کی تبویب کی ہے اور ذیلی مباحث کے لئے ذیلی سرخیاں قائم کردی ہیں تاکہ حسن معنوی کے ساتھ ساتھ حسن صوری بھی پیدا ہو جائے۔ متن میں جہاں جہاں نصوص قرآنی اور احادیث نبوی یا اذکار و ادعیہ ماثورہ کو پیش کیا گیا ہے میں نے ان کو ایک کالم میں پیش کرکے مقابل میں ان کا ترجمہ دے دیا ہے تاکہ قاری کی نگاہیں اصل متن سے محروم نہ رہیں۔ امید کہ یہ ترجمہ قبولیت کا شرف حاصل کرے گا اور ارباب علم و ادب اس کو بہ نظر استحسان ملاحظہ فرمائیں گے۔

ترجمہ کے تکملہ کے سلسلہ میں اپنے محب و مکرم حضرت مولانا مولوی ابوبکر صاحب مولوی فاضل (پنجاب) خطیب جامع مسجد پی آئی اے ایئرپورٹ کراچی کا بے حد شکر گذار ہوں کہ انہوں نے ترجمہ کی مشکلات کے حل میں میری رہنمائی فرمائی اور دشواریوں کو دور فرمایا۔ اسی طرح اپنے مخلص مولانا مولوی غلام محی الدین صاحب نعیمی مراد آبادی کا بھی ممنون ہوں کہ جناب موصوف نے بڑی ژرف نگہی سے تصحیح پر توجہ فرمائی اور نصوص قرآنی اور احادیث نبوی و ادعیہ ماثورہ کے اصل متن کو کتابت کی اغلاط سے پاک فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

میں اپنے عزیز دوست جن سے میرے برادرانہ روابط قائم ہیں اور جو مجھ پر بے غایت شفقت فرماتے ہیں یعنی محبی محمد معین الدین احمد چشتی قادری ایڈمنسٹریٹو آفیسر ڈاؤ میڈیکل کالج کراچی، کا بھی سپاس گذار ہوں کہ انہوں نے اس ترجمہ کی تکمیل میں میری ہمت افزائی فرمائی۔ اور حضرت غوث الثقلین کی سوانح مبارکہ کا ایک ابتدائی خاکہ مجھے مرتب کرکے مرحمت فرمایا۔ اللہ تعالیٰ میرے ان تمام دوستوں کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ہم سب کی مساعی کو مشکور بنائے وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللّٰهِ۔

۲۵ دسمبر ۱۹۷۲ء ایئرپورٹ، کراچی

ناچیز
شمس صدیقی بریلوی
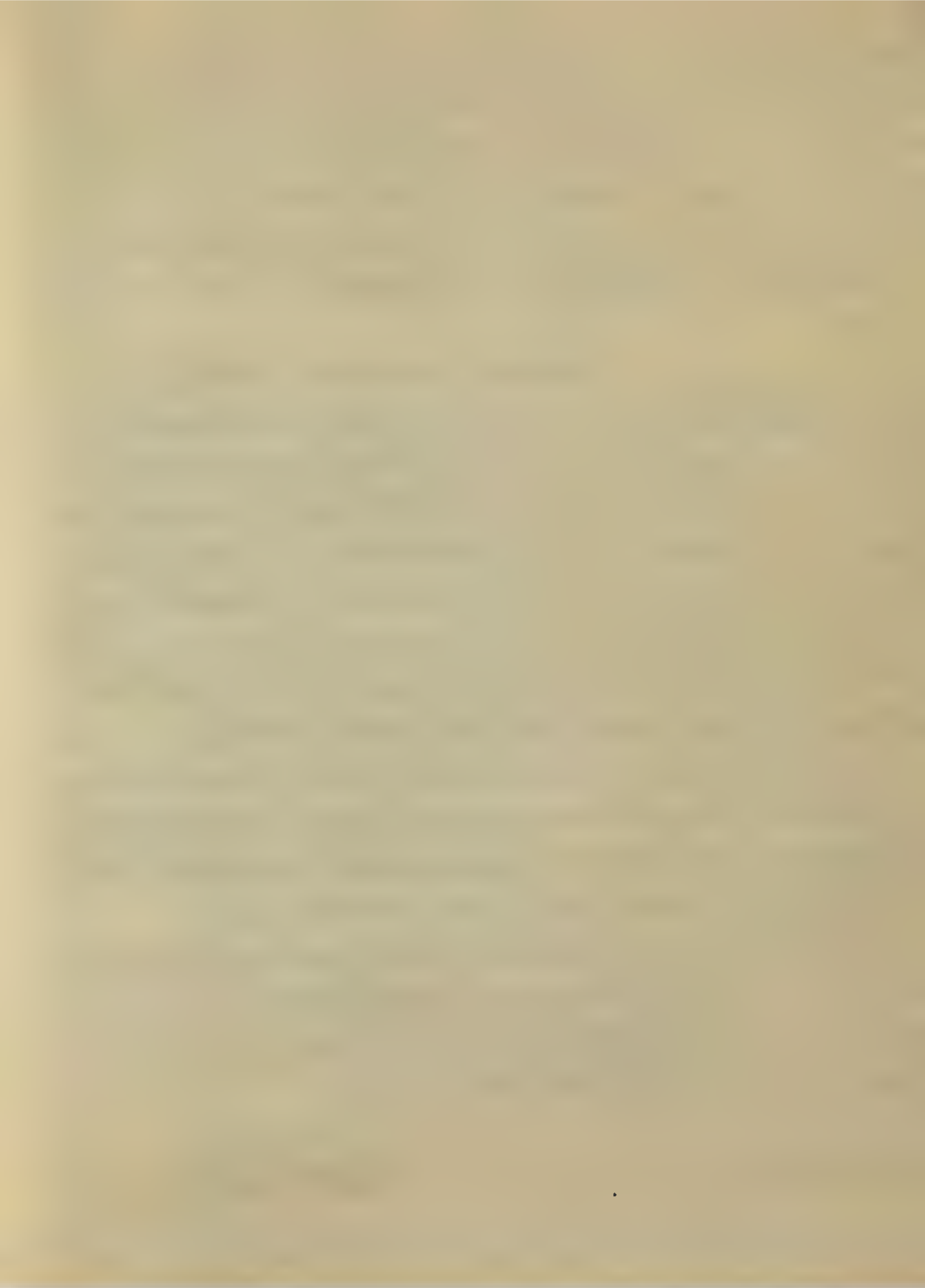
سوانح مبارکہ
حضرت سیدنا غوث اعظم
شیخ عبدالقادر جیلانی

جو

آپ کے عہد مسعود کی سیاسی، تمدنی اور معاشرتی تاریخ کے ساتھ ساتھ پہلی صدی ہجری سے چھٹی صدی ہجری تک کے فکری اور سیاسی انقلابات و رجحانات کا ایک مرقع بھی ہے۔

اور جس میں ———

اردو زبان میں پہلی مرتبہ حضرت والا کی تمام تصانیف کا ایک مختصر جائزہ لیا گیا ہے۔

اور ———

خصوصیات زبان و اسلوب بیان کو پیش کیا گیا ہے۔

مشہور قصیدہ غوثیہ اور منظوم اردو ترجمہ

از

شمس بریلوی مترجم الغنیۃ لطالب طریق الحق

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیدنا شفیعنا ونبینا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

نبی آخر الزماں سید دوراں فخر آدم و آدمیاں احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لائے، کفر و ضلالت کو جہاں جہاں آرا کی روشنی سے منور و مستنیر فرما کر فضائے عالم کو نور ایمان سے روشن فرمایا۔ حضور کی ذات گرامی کو نبوت کے ساتھ ساتھ بارگاہ ربوبیت سے ختم المرسلین و خاتم النبیین کے طرۂ بے مثال عطا ہوئے اور کلام حق نے اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا فرما کر دین اسلام کے تکملہ پر مہر تصدیق ثبت فرما دی اور ظاہر فرما دیا کہ اب کسی شارع کی ضرورت باقی نہیں۔

چونکہ سعادت و شقاوت، نور و ظلمت، طاعت و عصیان انسانی فطرت میں بطور جبلت ودیعت کی گئی ہیں پس جب دنیاوی راحتیں اور فانی آسائشیں، نفوس انسانی کی عناں گیر ہو کر اس کو راستی سے موڑ کر غلط راستوں پر ڈال دیتی ہیں اور یہ جبلتیں نفس بشری میں ہیجان برپا کر کے ایمان کی نورانی اور پاکیزہ فضاؤں میں سرکشی اور فتنوں کی تیرگی سے ان کے تکدر اور ظلمت کا باعث بن کر جب ہر طرف محیط ہو گئیں تو احیاء دین متین کے لیے صلحا و عرفا و اقطاب و ابدال کو پیدا کیا گیا تاکہ وہ اپنے پاکیزہ انفاس و اعمال مجاہدات اور مرکی اشغال سے ان خرابیوں اور فتنہ سامانیوں کا ازالہ کریں اور جب شخصی جبروت اور انفرادی سطوت عوام کیا بلکہ خواص سے بھی اعلاء کلمۃ الحق کی قوتوں کو سلب کر لے تو یہ نفوس قدسیہ "تماشہ می کنند خلقے و من بہ دار می رقصم" کا مصداق بن کر اس شخصی جبروت و انانیت کا طلسم توڑ دیں اور انانیت و استبداد کے مناروں کو "ذکر" کے گرز سے پارہ پارہ کر دیں۔

مسلمانوں کی تاریخ جس کو عام طور پر تاریخ اسلام سے تعبیر کیا جاتا ہے ایک ایسا صداقت نامہ ہے جس کو کوئی دوسری قوم پیش نہیں کر سکی۔ مسلمانوں کی یہ تاریخ حقائق نگاری کا ایک ایسا مرقع ہے کہ اقوام عالم میں کوئی دوسری قوم ایسی درایت اور حقیقت کا اظہار نہیں کر سکی۔ یہ تاریخ ایک ایسا مرقع ہے جس میں نگاہوں کو خیرہ کر دینے والے نقوش بھی ہیں اور مسخ شدہ خطوط بھی! مسلمانوں کے عدل و انصاف کے احسان و رافت اور بذل و کرم کے حیرت انگیز واقعات بھی ہیں ایک طرف تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عدل گستری رعیت پروری کے بے مثال کارنامے ہیں، حضرت عثمان غنی اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی سخاوت و شجاعت کی عدیم النظیر شہادتیں ہیں تو دوسری طرف خارجیوں کی فتنہ سامانیوں، مسلمانوں کی بے راہروی اور دنیا پرستی، ان کی چیرہ دستی اور ظلم و غارتگری کے المناک واقعات بھی ہیں۔ وہ کعبہ جس کے سامنے مسلمانوں کی جبیں ہائے نیاز جھکتی ہیں اور جس کا طواف ہر دل مسلم کی آرزو! اسی کعبہ کی دیواروں کو مسلمانوں نے اپنی منجنیق کے پتھروں سے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا! حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی گرفتاری کے لئے حرم کعبہ پر اس طرح یورش کی گئی کہ غلاف کعبہ بھی جل اٹھا۔ مدینۃ الرسول جس کی سربلندی اور عظمت کا یہ عالم کہ عاشقان رسول اس زمین مقدس کو سر کے بل طے کرتے تھے اس کو تین شبانہ روز لوٹنے والے شقی القلب شامی مسلمان تھے۔ اسلامی تاریخ نے اپنی ان ہولناکیوں اور تباہ کاریوں کو چھپایا نہیں بلکہ ان جیسے نرسا واقعات کے ایک ایک گوشے سے نقاب اٹھایا ہے اور بتایا ہے کہ مسلمان پستی اور کجروی میں کن حدوں کو چھو لیتا ہے۔

بنو امیہ اور بنو عباس نے اپنی سلطنت کے استحقاق و استحکام کے لئے عرب و عجم میں جس طرح خون کی ندیاں بہائیں وہ ایک تاریخی

حقیقت ہے۔ جنگ قادسیہ اور جنگ یرموک نے غیر مسلموں کے حوصلوں کو بالکلیہ شکست دے دی تھی اور پھر وہ کبھی ایران و روم میں اجتماعی طور پر نہ اُبھر سکے البتہ معمولی جھڑپیں مسلمانوں، مجوسیوں اور رومیوں کے مابین عرصہ دراز تک جاری رہیں۔ یہ تمام جنگیں مسلمانوں اور کافروں کے درمیان ہوئیں لیکن بنو امیہ اور خصوصاً بنو عباس کا دور سلطنت جو چار سو سال سے زیادہ کی مدت پر پھیلا ہوا ہے مسلمانوں کے مابین ہی کشمکش جنگ وجدل، سیاسی کشمکش اور حصول اقتدار کے لئے خونریزی اور دشمن کُشی کا ایک دور ہے کہ عراق و عجم میں دعوت عباسیہ کے سلسلہ میں لاکھوں مسلمانوں کی گردنیں مسلمانوں نے کاٹ کر پھینک دیں۔ عباسی سلطنت کے قیام کے بعد اس خونریزی کے سیلاب میں کچھ ٹھہراؤ پیدا ہوا لیکن مہدی کے بعد یہ سیل پھر تند رو ہو گیا۔ امین و مامون کی جنگ نے پچھلی تمام کسر پوری کر دی اس عرصہ میں کئی لاکھ مسلمان مسلمانوں کے ہاتھوں بیدریغ تہ تیغ کئے گئے۔ مامون فتح و کامرانی کے بعد بڑے کر و فر سے تخت سلطنت پر متمکن ہوا لیکن افسوس کہ اس کا علمی و ادبی دور بھی خوں آشامی سے محفوظ نہ رہ سکا۔ آل برمک پر جو کچھ تباہی نازل ہوئی وہ مامون کے ہاتھوں نازل ہوئی، عراق کی شورش، فتنہ مکہ فتنہ یمن، بغاوت زُط، بابک خرمی، اور فتنہ خلق قرآن مامون کے دور کی یادگاریں ہیں۔ علم و ادب کے اس عظیم سرپرست ہی کی پشت گرمی اور پشت پناہی نے مشاہیر اسلام کی گردنیں دبوچ لیں، حضرت امام احمد حنبل اور امام محمد جیسے سرخیل علما اور فقیہان عظام کو طوق و سلاسل پہنائے گئے اور ان پر جبر و تشدد روا رکھا گیا۔

اعتزال کی بڑھتی ہوئی سیل ایک طوفان بن کر آگے بڑھی اور بڑے بڑے ثابت قدموں سے پا توانی بات متوالی یا ان کے دوش بار سر سے سبکدوش کر دیئے گئے۔ فتنہ اعتزال نے عباسی خلیفہ واثق باللہ کے دور میں کچھ دم لیا تھا کہ فتنہ باطنیہ نے سر اٹھایا اور یہ بہت جلد ایک ایسی تحریک بن گیا کہ شیخ الجبال قلعہ الموت میں ایک ایسے اقتدار کا مالک بن گیا جس کے سامنے بڑے بڑے سرکشوں نے سر جھکا دیئے اس کی جنت ارضی نے ایک بار دیکھا ہے دوسری بار دیکھنے کی ہوس ہے کے پردے میں وہ قیامت ڈھائی کہ اسلامی شمع ایران و عراق میں ٹمٹمانے لگی وہ تو یہ کہیئے کہ ہلاکو خاں کے ہاتھوں اس کا استیصال ہو گیا ورنہ باطنی اور فدائی کسی غیر باطنی کو روئے زمین پر زندہ نہ چھوڑتے ان باطنیوں اور فدائیوں کے ہاتھوں اسلام کے رجال عظیم، مشاہیر علماء اور فقہاء مارے گئے۔ نظام الملک طوسی جیسا رجل عظیم اور وزیر با تدبیر بھی ان کی تحریک کا نشانہ بن گیا۔

اگر میں اس چار صد سالہ دور کی فتنہ سامانیوں کو تفصیل سے بیان کروں تو اس کے لئے سیکڑوں صفحات کی ضرورت ہو گی، مختصر یہ ہے کہ اس کشمکش جاہ و سطوت کے دور میں لاکھوں مسلمان مارے گئے۔ ہزاروں گھر اور قریے ویران ہوئے، ہر طرف تباہی و بربادی ہی بربادی تھی۔ علماء درباریوں کی ریشہ دوانیوں میں اس طرح جکڑے ہوئے تھے کہ ان سے فوز و فلاح کی توقعات ٹوٹ چکی تھیں چنانچہ یہی دیکھیے کہ فتنہ خلق قرآن کے سلسلہ میں دور مامون میں جب آزمائش کا وقت آیا تو حکومت کے خوف سے ایمان و انصاف کا سر رشتہ ان کے ہاتھوں سے نکل گیا اور خلیفہ وقت کی ہاں میں ہاں ملا کر اپنی جان بچالی۔

اس سیاسی ابتری اور انتشار نے لوگوں کے دلوں سے سکون و قرار چھین لیا تھا۔ ایک طوائف الملوکی کا سا عالم تھا۔ ایک خوف و ہراس ہر طرف طاری تھا علماء وقت مہر بہ لب تھے۔ اسلام کے رجال عظیم خانہ نشینی ہی میں اپنی عافیت سمجھتے تھے اس وقت اسلامی عَلَم اُٹھانے والا سوائے صوفیائے کرام کے اور کوئی نہیں تھا۔

تاریخ شاہد ہے کہ دوسری صدی ہجری سے چھٹی صدی ہجری تک اس مسلک تصوف نے عرب و عجم میں جس قدر ترقی کی اور اس کا دائرہ نفوذ جس قدر وسیع ہوا اور جس تعداد میں نفوس قدسیہ اس چار صد سالہ دور میں عامۃ المسلمین کی رہبری اور تزکیہ نفوس و قلوب کے لئے منصہ شہود پر آئے وہ کسی اور دور کو میسر نہیں ہو سکے۔ شہروں کے ہنگاموں اور سیاسی ریشہ دوانیوں سے محفوظ رہنے کے لئے

یہ حضرات آبادیوں سے منہ موڑ کر ویرانوں کو آباد کرتے اور شریعت محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی آبیاری میں ہمہ تن مصروف رہتے، ان حضرات کے قول و فعل کی صداقت، اور ان کا اخلاص بہت جلد ان ویرانوں کو انوار سے منور کر دیتا، یہی ویرانے آبادیوں میں بدل جاتے، یہاں دین کی اشاعت کے لیے دینی مدرسے اور ذکر حق کے لیے خانقاہیں خود بخود قائم ہو جاتیں۔

انہی ویرانوں سے ان پاک نفوس کے صدقہ میں خانقاہی نظام کا آغاز ہوا اور تصوف کے مشہور عالم خانوادے، سلاسل قادریہ سہروردیہ، نقشبندیہ اور چشتیہ پیدا ہوئے، ان سلاسل کے سرخیل اور صوفیائے کبار اسی دور پانصد سالہ میں ظہور میں آئے اور تمام پر اپنے زہد و اتقاء، صدق و صفا، صبر و قناعت اور احیاء شریعت و طریقت کے ایسے نقوش ثبت کر گئے جو رہتی دنیا تک مٹ نہیں سکتے۔ اس خانقاہی نظام کے جو دور رس نتائج برآمد ہوئے اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ان خانقاہوں سے تربیت پانے والے اپنے مرشد اعلیٰ کے حکم سے ہر اس جگہ پہنچ جاتے جہاں مسلمان اجتماعی طور پر ابتری کی زندگی گزار رہے ہوتے تھے، جہاں عیش و عشرت اور نفسانیت ان سے اسلامی خصائل چھین لیے ہوتے۔ گویا یہ خانقاہی نظام مسلمانوں کی اصلاح کا ایک اجتماعی مشن تھا۔ مرشد جہاں ضرورت محسوس فرماتا وہاں اپنے لائق و فائق اور معتمد مرید کو بھیج دیتا کہ جاؤ اور اس خطہ کے مسلمانوں کی اصلاح کا کام کرو۔ یہ حضرات سینکڑوں ہزاروں میل کا سفر کرتے، صعوبات سفر اٹھاتے، اور احیائے ملت و دین کی خاطر بے زاد و آذوقہ توکل علی اللہ اس مقصد اور مرشد کے حکم کی تعمیل کے لیے نکل کھڑے ہوتے۔ یہ وہاں پہنچتے، امراء و شیوخ سلطنت ان کا مذاق اڑاتے اور ان کی راہ میں حائل ہوتے، سیاسی ریشہ دوانیوں سے ان کے گرد دام کسا جاتا۔ لیکن یہ حضرات ان تمام خطرات سے بے پرواہ ہو کر اپنے مشن کی تکمیل میں سراپا محو ہو جاتے۔

ایران کا دور طوائف الملوکی ہو یا عراق و عرب کی خون آشام جنگیں، صلیبی جنگیں ہوں یا رومیوں سے جدال و قتال، اس سارے پرآشوب دور اور بے چینی اور بے اطمینانی کے ماحول میں اس وقت کی دینی درسگاہیں جو حقیقت میں صلحائے زمانہ کی خانقاہیں تھیں، صرف امن و امان کا گہوارہ ہی نہیں، یہاں صدق و یقین کا درس بھی ملتا تھا اور تزکیہ نفس کا سامان بھی تھا، احیاء دین متین کے لیے احکام یہیں سے صادر ہوتے تھے۔

تصوف یا خانقاہی نظام کو حجاز سے زیادہ پھلنے پھولنے کا موقع عجم میں نصیب ہوا۔ عجم کے مقابلہ میں عرب ان فتنہ سامانیوں سے نسبتاً محفوظ رہا جو شخصی اقتدار کے حصول کے لیے پانچ سو سالہ دور میں دنیائے اسلام میں پیدا ہوئیں۔ اگرچہ اموی دور کی لائی ہوئی تباہی کا ماتم مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ کے در و دیوار مدت تک کرتے رہے لیکن حجاز میں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے علاوہ مدنی زندگی اور عمرانی تہذیب کے آثار دوسرے مقامات پر بہت کم موجود تھے، عرب کی زندگی پر بدویت چھائی ہوئی تھی۔ حضریت کے نشان خال خال تھے یہی وجہ ہے کہ شہری زندگی کی وہ گہما گہمی یہاں مفقود تھی جو عراق و عجم کا طرہ امتیاز مدتوں تک بنی رہی، یہی وجہ ہے کہ ملک گیری کی تحریکوں کو ان بلاد مقدسہ اور جزیرہ نمائے عرب میں (یمن کے سوا) پروان چڑھنے کے مواقع بہت کم ملے اور ان کا رخ ہمیشہ عراق و عجم کی جانب رہا۔ ملک گیری کے لیے جو خون آشام جنگیں ہوئیں اور جن شورشوں نے سر اٹھایا ان کا مرکز ہمیشہ اصفہان، بغداد رہے یہی سبب ہے کہ خانقاہی نظام آپ عرب کے مقابل میں عراق و عجم میں زیادہ پائیں گے اگرچہ حضرت سلمان فارسی نے بہت سی شورشوں اور اختلافات سے بچنے کے لیے الگ تھلگ ایک ویرانے میں قیام کر کے اس خانقاہی نظام کا سنگ بنیاد رکھ دیا تھا لیکن وہ کسی ایسی تحریک کو شروع نہیں کر سکے تھے جس سے خانقاہی نظام کے ارتقاء کی کڑیاں ملائی جا سکیں۔ اسی طرح حضرت حسن بصریؒ اور رابعہ عدویہؒ حضرت سلمان فارسیؓ کے متبعین ضرور کہے جا سکتے ہیں لیکن وہ کسی ایسی تحریک کے محرک نہیں کہے جا سکتے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ حضرت سلمان فارسیؓ کی طرح یہ ہستیں

بھی درباری تعلقات اور سیاسی سرگرمیوں سے الگ تھلگ رہیں۔

خلیفۂ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں اپنے قبل از خلافت اور بعد از خلافت سے صرف عرب تک ہی حدودِ ملکی کو وسعت نہیں بخشی بلکہ انہوں نے جزیرہ نمائے عرب سے باہر بھی ایک اسلامی سلطنت کی بنیاد ڈالی تھی جس کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ نے بڑھا کر اس وقت کی سب سے عظیم الشان اور قوی ترین سلطنت بنا دیا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جنگ صفین و جنگ جمل اور فتنۂ خوارج کے سبب داخلی شورشوں ہی سے فرصت نہیں ملی جو وہ ان حدود کو اور وسعت بخشتے البتہ جب یہ دولت اسلامیہ بنی امیہ کے پاس آئی اور اس کا عنوان اموی سلطنت قرار پایا تو انہوں نے اس کے حدود مشرق و مغرب میں اور وسیع کر دیئے۔ اگرچہ ان کے دور میں بھی خون مسلم کی ارزانی رہی مگر حدود مملکت وسیع سے وسیع تر ہوتے چلے گئے۔ تقریباً سو برس بعد بنو امیہ کے زوال نے دولت عباسیہ کی طرح ڈالی تو انہوں نے اس کو ایک ایسی عظیم سلطنت بنا دیا جو صرف ایک دو ممالک پر پھیلی ہوئی نہیں تھی بلکہ عباسی دولت پندرہ ملکوں پر محتوی تھی اور ہر ایک قلمرو چند ولایتوں یا صوبوں پر مبنی۔ ذرا ان ممالک اور ان کے تحت ولایتوں یا صوبوں پر نظر ڈالیئے تاکہ آپ کو اندازہ ہو سکے کہ اسلام کے سہ صد سالہ دور میں مسلمانوں کے قدم کہاں سے کہاں تک پہنچ گئے تھے۔

مملکت یا اقلیم	تعداد ولایات	ولایات تحت مملکت
۱۔ جزیرۃ العرب	۴	حجاز۔ یمن۔ عمان۔ ہجر
۲۔ عراق یا بابل	۵	کوفہ۔ بصرہ۔ واسط۔ مداین۔ حلوان۔ سامرا
۳۔ جزیرہ	۳	دیار ربیعہ۔ دیار بکر۔ دیار مصر
۴۔ شام	۶	قنسرین۔ حمص۔ دمشق۔ اردن۔ فلسطین۔ شراۃ
۵۔ مصر	۶	جفار۔ حوف۔ ریف۔ اسکندریہ۔ مقدونیہ۔ صعید۔
۶۔ مغرب	۶	افریقہ۔ تاہرت۔ سجلماسہ۔ فاس۔ سوس اقصیٰ
۷۔ ماوراء النہر	۶	فرغانہ۔ اسبیجاب۔ شاش۔ اشروسنہ۔ صغد۔ بخارا
۸۔ خراسان	۹	بلخ۔ غزنین۔ لبت۔ سجستان (سیستان) ہرات۔ جوزجان۔ مرو شاہجہاں۔ نیشاپور۔ قہستان (ممالک عباسیہ میں سب سے زیادہ زرخیز و شاداب یہی ملک تھا)
۹۔ اقلیم دیلم	۵	قومس۔ جرجان۔ طبرستان۔ دیلمان۔ خزر
۱۰۔ باب	۳	آرمینیہ۔ آذربائجان۔
۱۱۔ الجبال	۳	رے۔ ہمدان۔ اصفہان
۱۲۔ خوزستان	۷	سوس۔ تستر (شوستر)۔ جندیساپور۔ عسکر مکرم۔ اہواز۔ دورق۔ رام ہرمز
۱۳۔ فارس	۶	ارجان۔ خرہ اردشیر۔ دارابجرد۔ شیراز۔ سابور۔ اصطخر۔
۱۴۔ کرمان	۵	بردسیر۔ سیرجان۔ نرماسیر۔ بم۔ جیرفت
۱۵۔ سندھ	۴	مکران (صدر مقام بنجبور جو آج کل پنجگور کے نام سے شہر ہے) توران خاص سندھ (منصورہ دارالسلطنت) ہند
	کل ۹۷ صوبے	

اس مجمل فہرست سے آپ کو یہ اندازہ تو کم از کم ہو جائے گا کہ ان عظیم ۸ ولایتوں یا صوبوں پر مشتمل یہ عریض و بسیط و چندرہ ممالک پر پھیلی ہوئی سلطنت عباسیہ اپنی شان و شوکت اور سطوت و جبروت کے اعتبار سے کیا ہوگی۔ اسی شان و شوکت کے ساتھ ساتھ حصول اقتدار اور جاہ و ثروت کی کشمکش جب پروان چڑھی اور عہد عباسیہ کے پانچ دوروں میں خون مسلم کی جو ارزانی ہوئی اس کی تفصیل آج بھی جب بیان کی جاتی ہے تو ہمارے سر شرم سے جھک جاتے ہیں۔

(حکومت عباسیہ (جس کو اسلامی تاریخ میں خلافت عباسیہ کہا جاتا ہے) کا آغاز ۱۳ ربیع الاول ۱۳۲ھ سے ہوا۔ اس دن عباسی خلیفہ سفاح کے ہاتھ پر بیعت ہوئی اور اس حکومت کا اختتام ۴ صفر ۶۵۶ھ کو آخری خلیفہ معتصم باللہ کے قتل پر ہوا۔ اس طرح عباسی سلطنت ۵۲۴ سال قائم رہی اور اس میں ۳۷ خلیفہ ہوئے۔

دولت عباسیہ کے اقتدار اور بے مثال شان و شوکت کا دور، اس کا پہلا دور ہے جو سفاح، منصور، مہدی، ہادی، ہارون امین، مامون، معتصم باللہ اور واثق باللہ کی پرسطوت و جبروت سلطنتوں پر مشتمل ہے۔ یہ دور ۱۳۲ھ سے ہو کر ۲۳۲ھ پر ختم ہوا۔ ایک طرف تو یہ دور عباسی حکومت کی شان و شکوہ اور ان کی بے مثال عظمت و جلال کا تابناک مرقع ہے تو دوسری طرف جنگ و جدل قتل و غارت گری، خونریزی اور سفاکی میں بھی آپ اپنا جواب ہے۔ مندرجہ بالا اقالیم اور مملکتوں کا قیام ظاہر ہے کہ امن و امان کے پرسکون ماحول میں تو ہوا نہیں ہوگا۔ بہت سی تحریکیں اس صد سالہ دور میں اٹھیں۔ بہت سے داعیان حکومت پیدا ہوئے۔ بہت سے طالع آزما تلوار لے کر مقابل میں آئے، چند سرداروں اور امیروں نے بغاوت پر کمر باندھی، اپنی حکومتوں کے قیام کے لئے سر توڑ کوششیں کیں، مسلمانوں کی تلواروں نے مسلمانوں کا بے دریغ لہو بہایا۔ عباسیوں نے اپنی دعوت کی تکمیل اور سلطنت کے استحکام کے لئے لاکھوں مسلمانوں کو تہ تیغ کیا تب کہیں وہ اس قدر وسیع مملکت کو قائم کر سکے۔

جیسا کہ میں اوپر ذکر کر چکا ہوں کہ دوسری صدی ہجری سے لے کر چھٹی صدی ہجری تک پانصد سالہ دور جس طرح خون آشامیوں اور خانہ جنگیوں کا دور ہے اسی طرح یہ دور تصوف کی عظمت اور سربلندی کا زمانہ بھی ہے۔ دولت عباسیہ کی وہ ولایات جن کا ذکر اختصار کے ساتھ کیا جا چکا ہے ہزاروں صوفیائے کرام کا مولد و منشا بنی رہیں۔ اور ارباب تصوف کے مشہور خانوادے اور سلاسل اسی پانصد سالہ دور میں پروان چڑھے۔ وہ دل جن میں خوف خدا، خلق خدا سے محبت، اور احکام الٰہی کی بجا آوری کا جذبہ زندہ ہوتا اور جو اَلشَّفَقَۃُ عَلٰی خَلْقِ اللّٰہِ وَالطَّاعَۃُ لِاَمْرِ اللّٰہِ کو اسلام، دین، عدل، انصاف، دیانت، صداقت اور معرفت حق کا ذریعہ سمجھتے تھے وہ شہروں کی اس پر آشوب زندگی سے کنارہ کش ہو کر ویرانوں کو آباد کرتے، ذکر حق کی محفلوں کو آراستہ کرتے اور دلوں کو نور معرفت سے چمکاتے۔

اب سلطنت عباسیہ کا چوتھا دور ہے۔ اور انحطاط کے بعد حکومت نے کچھ سنبھالا لیا ہے۔ بنی بویہ کے بعد آل سلجوق کی حکومت قائم ہو چکی ہے لیکن انہوں نے بغداد کی مرکزیت کو ختم کر کے رے کو اپنا مرکز اور مستقر خلافت بنا لیا ہے۔ آل سلجوق نے آل بویہ کے برخلاف عباسی خلیفہ کا احترام بحال کر دیا ہے۔ خلیفہ مستظہر باللہ، مقتدی باللہ یعنی ابوالقاسم عبداللہ بن ذخیرہ بن ابوالعباس بن قائم بامر اللہ عباسی تخت پر متمکن ہے (خلافت ۵ محرم ۴۸۷ھ سے ۱۶ ربیع الاول ۵۱۲ھ)۔ یہ وہ وقت ہے کہ سلطان سنجر ملکشاہ اس عہد کا سلطان ہے۔ حضرت حجۃ الاسلام امام غزالی ملک کے انتشار اور اہالیان ملک کی بے راہروی اور بد اعمالیوں سے بد دل ہو کر درس و تدریس کا سلسلہ بند کر کے بغداد سے ملک شام کی طرف روانہ ہو چکے ہیں۔ حسن بن صباح کی تلوار کو خون کا چسکا پڑ چکا ہے۔ اکابرین امت بغداد چھوڑ رہے ہیں۔ صباحی اور باطنی عقائد کے خلاف زبان کھولنا موت کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔ اندلس میں خانہ جنگیاں ہو رہی

ہیں۔ افریقہ میں موحدین اور مرابطین برسر پیکار ہیں۔ مصر پر قرامطہ قابض ہو چکے ہیں۔ صلیبی جنگیں شروع ہو چکی ہیں۔ ایران بہت سی ریاستوں میں تقسیم ہو چکا ہے۔ مشرق میں ماوراء النہر، خراسان اور پنجاب پر غزنوی خاندان کا بادشاہ سلطان ابراہیم حکمرانی کر رہا ہے۔ داتا گنج بخش (حضرت عثمان علی ہجویری) لاہور میں ارشاد کی مسند سے رہ گزار عالم باقی ہو چکے ہیں۔ ہر طرف ایک افراتفری کا عالم ہے۔ گہوارۂ مذہب یعنی بغداد معصیت میں مبتلا ہے کہ ایک ۱۸ سالہ نوجوان صالح ۴۸۸ھ میں گیلان کے قصبہ نیف سے علم کی تشنگی بجھانے کے لئے عازم بغداد ہوتے ہیں۔

گیلان کے محل وقوع کے سلسلہ میں اگرچہ مورخین میں کافی اختلاف پایا جاتا ہے اور بعض حضرات نے عجیب عجیب موشگافیاں اس سلسلہ میں کی ہیں لیکن ہمارے مشہور مورخین مسعودی اور جریر طبری کا بیان اس سلسلہ میں بہت زیادہ دقیع ہے۔ ان کا بیان ہے کہ گیلان جسے عرب جیلان کہتے ہیں ایران قدیم کا ایک صوبہ تھا جو اقلیم دیلم کے توابع میں تھا اس کے شمال میں بحیرۂ کیسپین، جنوب میں سلسلہ کوہ البرز اور مشرق میں مازندران تھا۔ اس عہد کی جدید اصلاحات کے بعد گیلان ایک آزاد مملکت بن گیا تھا اور اس کا دار السلطنت رشت تھا۔ آج کل بھی رشت شمالی ایران کا ایک مشہور شہر ہے لیکن گیلان کو صوبہ کہنا صحیح نہیں۔ گیلان ولایت طبرستان کا ایک مشہور شہر تھا اور طبرستان اقلیم دیلم کا ایک صوبہ تھا۔

شہر گیلان[۱] کے مشہور توابع، تولیشس، گرگان رود، لاہیجان، رود سر اور رشت آباد ہیں۔ گیلان کی یہ آزادی اور خود مختاری دور صفویہ میں ختم ہو گئی اور عباس اول (صفوی) نے اس کو ایران میں شامل کر لیا۔ ۱۸۱۳ء کے ایران روس معاہدے کے مطابق اس کا بہت سا علاقہ روسی حدود میں شامل کر لیا گیا اور آج ایران جدید میں اس نام کا کوئی صوبہ یا کوئی ولایت نہیں البتہ لاہیجان اور رشت موجود ہیں۔

اسی گیلان کے قصبہ نیف میں ایک خدا پرست ولی کامل حضرت ابو صالح موسیٰ (جنگی دوست) آباد تھے۔ حضرت ابو صالح موسیٰ[۱] کی ریاضت اور تقویٰ، ان کا زہد اور اتقا اس منزل پر تھا کہ عالم شباب ہی میں یہ خشیت الٰہی اور عصمت و عفت کی ان منزلوں پر پہنچ گئے تھے جہاں انسان، اگر توفیق الٰہی شامل حال ہو تو مدتوں کی ریاضتوں کے بعد پہنچا کرتا ہے۔ حضرت موسیٰ جنگی دوست کا عالم شباب تھا۔ ایک روز سخت گرسنگی کے عالم میں ایک سیب جو ایک ندی میں بہتا ہوا آ رہا تھا نکال کر کھا لیا۔ لیکن کھانے کے بعد معاً خیال آیا کہ باغ کے مالک سے اجازت لئے بغیر مجھے سیب کھانے کا حق نہیں تھا اور نہ وہ میرے لئے حلال تھا۔ سخت پشیمان ہوئے اور آخر کار باغ کے مالک کی تلاش میں ندی کے کنارے کنارے اس جانب چل کھڑے ہوئے جدھر سے سیب بہتا ہوا آیا تھا۔ دور دراز کی مسافت قطع کرنے کے بعد آخر کار ایک ایسے باغ کے قریب پہنچے جس کے سیب کے درختوں کی شاخیں پانی میں لٹک رہی تھیں۔ آپ کو یقین ہو گیا کہ یہی وہ باغ ہے جس کا بہتا ہوا سیب میں نے کھایا ہے۔ لوگوں سے دریافت کیا کہ اس باغ کا مالک کون ہے۔ لوگوں نے بتایا کہ حضرت عبد اللہ صومعی اس باغ کے مالک ہیں اور ان کا مسکن اسی باغ کے اندر ہے۔ آپ باغ کے اندر پہنچ کر حضرت عبد اللہ صومعی کی خدمت میں پہنچے اور

ص۱ آپ کے والد ماجد کے اسم گرامی کے سلسلہ میں بھی مورخین میں قدرے اختلاف پایا جاتا ہے۔ مشہور مورخ اور سیرت نگار الذہبی ابو صالح عبد اللہ جنگی دوست بتاتے ہیں۔ مغربی مورخین جیسے بروکلمان علی بن موسیٰ بن جنگی دوست بتاتا ہے۔ مارگولیتھ کی تحقیق کے مطابق ابن زنگی دوست کہنا زیادہ صحیح ہے۔ اس سلسلہ میں آپ کے سلسلہ کے نامور فرزند جو آپ کی اٹھارویں پشت میں ہیں یعنی سید طاہر علاؤ الدین صاحب سجادہ قادریہ ولقب زادہ نے جو سوانح حیات حضرت کی مرتب کی ہے اس میں حضرت پیران پیر کے والد ماجد کا اسم گرامی ابی صالح موسیٰ جنگی دوست لکھا ہے اور یہی زیادہ صحیح ہے۔

اپنے آنے کی غرض وغایت بیان کی۔ حضرت عبداللہ صومعی اس نوجوان کے زہد وتقا کو دیکھ کر حیران رہ گئے کہ اللہ اللہ ایک سیب اور اس
کی اجازت کے لئے اس قدر دور دراز کٹھن منزلوں کا سفر! حضرت موسیٰ جنگی دوست جب طالب معافی ہوئے تو حضرت عبداللہ صومعی
نے آپ کا حسب نسب دریافت کیا اور کچھ دیر خاموش رہ کر کچھ غور وتامل کیا اس کے بعد فرمایا کہ اے نوجوان میں تم کو اس وقت تک معاف
نہیں کروں گا جب تک تم میری ایک خواہش پوری نہ کرو۔ موسیٰ جنگی دوست نے عرض کیا کہ میں حصول معافی کے لئے آپ کی ہر خواہش پورا کرنے
حسب ہدایت کے لئے تیار ہوں۔ حضرت عبداللہ صومعی نے فرمایا کہ تم میری بیٹی ام الخیر فاطمہ کو اپنی زوجیت میں قبول کرلو۔ لیکن یہ سمجھ
لو کہ وہ گونگی، بہری، لولی، لنگڑی اور اندھی ہے۔ بولو کیا تمہیں منظور ہے۔ حضرت موسیٰ جنگی دوست کچھ دیر تو خاموش رہے لیکن پھر
خیال آیا کہ معافی اس شرط کو قبول کئے بغیر مل نہیں سکتی ورنہ جو کچھ صعوبات اب تک اٹھائی ہیں وہ اس معافی کے لئے۔ دل کا تقاضا بھی فوراً
کہہ اٹھا کہ حضرت عبداللہ صومعی کی شرط قبول کرلو۔ حضرت موسیٰ جنگی دوست نے عرض کیا کہ حضرت والا اگر حضرت کی معافی اس شرط
کی تکمیل پر مبنی منحصر ہے تو مجھے یہ رشتہ منظور ہے۔ حضرت شیخ نے فوراً خانقاہ عالیہ میں اعلان کرا دیا اور جب شادی کا سامان
مہیا ہو گیا تو حضرت شیخ نے خود خطبۂ نکاح پڑھایا اور ام الخیر فاطمہ کو اس نوجوان کی زوجیت میں دے دیا۔ جب موسیٰ جنگی دوست حجلۂ
عروسی میں پہنچے تو وہاں ایک پیکر حسن و جمال کو دیکھ کر تو استغفار کرتے ہوئے فوراً باہر آگئے اور حضرت عبداللہ صومعی کی خدمت میں پہنچ
کر عرض کیا کہ حضرت آپ نے میرا عقد جس لڑکی سے کیا تھا وہ معذور ہے جس کا ذکر آپ نے کیا تھا لیکن حجلۂ عروسی میں تو کوئی نامحرم موجود ہے جو
ان تمام عیوب سے مبرا ہے جن کو آپ نے ام الخیر سے منسوب فرمایا تھا۔ حضرت عبداللہ صومعی نے فرمایا کہ عزیزم حجلۂ عروسی میں جو دوشیزہ
موجود ہے وہی ام الخیر فاطمہ تمہاری زوجہ ہے۔ میں نے اس کو اندھی اس اعتبار سے کہا تھا کہ آج تک اس کی نظر کسی نامحرم پر نہیں پڑی۔ بہری اس
لحاظ سے کہ آج تک کوئی بری بات اس نے نہیں سنی۔ گونگی اس اعتبار سے کہا کہ کبھی اس نے جھوٹ نہیں بولا نہ کسی کی غیبت کی۔ لولی اس وجہ
سے کہا کہ کبھی اس نے اپنے ہاتھوں سے ایسا کام نہیں کیا جو شریعت کے خلاف ہو۔ لنگڑی یوں کہا کہ اس نے اللہ کی راہ کے سوا کسی اور راستہ
پر قدم نہیں رکھا۔ الغرض حضرت موسیٰ جنگی دوست کی خوش بختی کہ ایسی صالحہ اور زاہدہ خاتون ان کے عقد میں آئیں۔ حضرت موسیٰ
جنگی دوست شادی کے بعد کچھ عرصہ تو حضرت عبداللہ صومعی کی خانقاہ میں مقیم رہے پھر اپنی صالحہ اور عابدہ بیوی کو لے کر نیف واپس
چلے آئے:

انہی فرشتہ خصال صاحب تقویٰ و طہارت زوجین کے یہاں ۴۷۰ھ میں ایک فرزند تولد ہوئے جن کا نام نامی عبدالقادر
رکھا گیا اور احیاء ملت و دین کے باعث محی الدین کے لقب سے سربلند ہوئے۔ جب انہیں پاکیزہ خصال، تقویٰ و پرہیزگاری کی دلدادہ
ماں ہو اور ایسا زہد و تقا رکھنے والا باپ تو پھر یہ فرزند کن صفات بلند کو لے کر دنیا میں آیا ہوگا۔

حضرت ام الخیر فاطمہ کے یہاں یہ سعادت عمر ایسی یعنی ساٹھ برس کی عمر میں ہوئی تھی، رمضان المبارک کا مہینہ تھا، اور
سنت پاک زندوں میں ایک پاک باطن اور پاک طینت بچہ نے یہاں جہان فانی میں قدم رکھا اور ان روحانی کمالات سے غیر شعوری
طور پر بہرہ ور ہوا، چنانچہ جو دنیا میں قدرت نے ودیعت فرمائے تھے، لیکن اس عظیم فرزند نے ابھی زندگی کی چند منزلیں ہی طے کی تھیں
کہ زہد و اتقاء کے جبل عظیم یعنی حضرت موسیٰ جنگی دوست کا انتقال ہو گیا اور اس عالی یتیم فرزند کی تعلیم و تربیت کا تمام بوجھ عابدہ
صالحہ ضعیفہ خاتون ام الخیر فاطمہ کے کندھوں پر پڑا۔ بغداد اس دور میں دینی تعلیم کا مرکز تھا۔ مدرسہ نظامیہ بغداد کا چار دانگ عالم
میں شہرہ تھا۔ مدرسہ احناف بھی اسی طرح سے مشہور تھا۔

۴۸۸ھ میں جب کہ اس فرزند سعید نے عمر کی اٹھارہویں منزل میں قدم رکھا تھا ایک روز یہ والدہ محترمہ سے سفر کی اجازت کے طالب

ہوئے۔ صالحہ اور زاہدہ ماں نے ہونہار بیٹے کے اشتیاق کو دیکھتے ہوئے بغداد جانے کی اجازت مرحمت فرما دی۔ ہر چند کہ اس زمانہ میں جب کہ ہر طرف افراتفری پھیلی ہوئی تھی ملکی نظم و نسق درہم و برہم تھا طبرستان سے بغداد تک سینکڑوں کوس کی مسافت تھی، راستے پرخطر تھے، کسی کارواں کا سلامتی کے ساتھ اپنی منزل پر پہنچ جانا ایک بڑی بات سمجھی جاتی تھی حضرت ام الخیر نے تحصیل علوم کے لئے بادیدۂ اشکبار بیٹے کو گلے لگا کر رخصت کیا۔ بغداد میں مستنصر باللہ سریر آرائے سلطنت ہے، ایران میں سلجوقی سلطنت کی وہ آن بان باقی نہیں جو ملک شاہ اور نظام الملک کے دم سے تھی۔ ۴۸۵ھ میں نظام الملک ایک باطنی (فدائی) کے ہاتھ سے شہید ہو گئے اور ان کی شہادت کے بیس بائیس دن کے بعد ہی سلطنت سلجوقیہ کا نمائندہ سورج (ملک شاہ) بھی غروب ہو گیا۔ تخت سلجوق کے لئے ملک شاہ کے فرزند آپس میں الجھ رہے تھے۔ ولی عہد سلطنت، چونکہ نامزد نہیں ہوا تھا لہٰذا ترکان خاتون کی خواہش ہے کہ اس کا بیٹا محمود باپ کا جانشین ہو جو سلطان کا سب سے چھوٹا بیٹا ہے، اور حق ہے برکیارق کا۔ شاہزادہ محمد اور شاہزادہ سنجر بھی تخت کے دعویدار ہیں لیکن نظام الملک نے برکیارق کی ولی عہدی سلطان سے منظور کرائی تھی لہٰذا نظام الملک کے امرا کی مدد سے سلطان برکیارق تخت سلطنت پر رونق افروز ہوا لیکن ملک میں امن و امان قائم نہ ہو سکا۔

اس وقت ان ممالک میں کیفیت یہ تھی کہ رے، جبل، طبرستان، خوزستان، فارس، دیار بکر اور حرمین شریفین میں برکیارق کے نام کا خطبہ پڑھا جا رہا تھا۔ در آذربائیجان، آران، آرمینیہ، صفہان اور عراق میں سلطان محمد بن ملک شاہ سلجوقی کا، سنجر بن ملک شاہ نے ممالک شرقیہ میں یعنی جرجان سے ماوراءالنہر تک اپنے نام کا خطبہ شروع کر دیا تھا۔ فرنگی ملک شام پر اور بیت المقدس پر قبضہ کرنے کے لئے حملہ آور ہو چکے تھے۔

اس مختصر سے ملکی حالات سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ممالک اسلامیہ میں کیسی خانہ جنگی چھڑی ہوئی تھی۔ دلوں سے سکون رخصت تھا نہ شہروں میں امن و امان تھا نہ قریوں میں۔ کارواں کی گذرگاہیں پرخطر تھیں اہل قافلہ محفوظ و مامون نہ تھے منزل پر پہنچنے سے پہلے ہی لٹ جاتے تھے چنانچہ یہ قافلہ بھی جس میں علم و کمال کے جویا فرزند سعید ولی مادرزاد حضرت عبد القادر الملقب بہ محی الدین شریک تھے۔ نیف سے بغداد کو روانہ ہوا لیکن چند منزل طے کر پایا تھا کہ ڈاکوؤں نے گھیر لیا لیکن حضرت عبد القادر کے صدق و صفا نے اہل قافلہ کو تباہی سے محفوظ رکھا، اور حملہ آوروں نے دزدی اور رہزنی سے اس نوعمر صالح جوان کے ہاتھ پر توبہ کی۔

آخر کار قطع منازل کرتے ہوئے کئی ماہ کی مدت کے بعد حضرت شیخ عبد القادر بغداد پہنچے، جیسا کہ اس سے قبل عرض کیا جا چکا ہے اس وقت خلیفہ مستنصر باللہ بن ابو القاسم باللہ بن ذخیرہ ابو العباس ابن قائم بامر اللہ تخت خلافت پر رونق افروز تھا۔ لیکن آل بویہ کے اقتدار نے بغداد کی علمی عظمت کو گہن لگا دیا تھا۔ فسق و فجور اور معصیت کا دور دورہ تھا۔ چند پاکیزہ نفوس اس شہر میں ضرور موجود تھے لیکن ان کا حلقہ اثر محدود تھا کچھ اللہ والے بھی تھے اور وہ وعظ و نصیحت سے گمراہوں کو گرمانا چاہتے تھے لیکن ان کی مجلسیں سونی پڑی تھیں کوئی ان کے وعظ و نصیحت کی طرف کان دھرنے والا نہ تھا۔ ہر چند کہ خلیفہ المستظہر باللہ خود ایک مرد صالح کریم اور خلیق، نیک مزاج سخی اور پابند شریعت خلیفہ تھا اور علماء و فضلا اور فقراء و صلحاء سے محبت کرنے والا، لیکن رعیت کا مزاج تنعم و عیش پرستی نے اتنا بگاڑ دیا تھا کہ معصیت و سیاہ کاری بغداد کا مقدر بن چکی تھی، باطنی شورش عروج پر تھی اور صلیبی جنگ کی بنا پڑ چکی تھی۔

تحصیل علم و فن | حضرت محی الدین عبد القادر جیلانی کمال علمی کے حصول کے لئے جب مرکز علوم و فنون اور گہوارۂ تہذیب اسلامیہ یعنی بغداد میں وارد ہوئے تو آپ سب سے پہلے حضرت شیخ حماد بن مسلم دباس کی خدمت میں حاضر ہوئے اس وقت تمام بغداد ہی میں نہیں بلکہ اطراف و اکناف میں بھی حضرت حمادؒ دباس کی عرفان شناسی کا شہرہ تھا۔ حضرت حمادؒ دباس کی مجلس جو زیادہ تر ان کی دوکان پر قائم ہوتی تھی طالبان کا مرجع تھی۔ اس وقت کے صوفیائے کرام اور اسرار حقیقت کے جویا اس دوکان پر جمع ہوتے تھے جہاں بظاہر تو "راب"

فروخت ہوتی تھی لیکن بباطن دلوں کو معرفت کی شیرینی و حلاوت سے آسودہ کیا جاتا تھا۔ شیخ دباس نے اس رشتہ باز طریقت کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور پذیرائی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں فرمایا۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی نے شیخ طریقت کی تحریک اور خود تکمیل علوم شریعہ کے جذبہ کی سرشاری سے منازل سلوک طے کرنے سے پہلے یہ مناسب خیال فرمایا کہ علوم دینیہ و علوم متداولہ کی تکمیل کر لی جائے چنانچہ آپ قاضی ابوسعید المبارک المخزومی کی خدمت میں پہنچے۔ قاضی ابوسعید کا شمار اکابر فقہاء عصر میں ہوتا تھا انہوں نے مدرسہ باب الازج کے نام سے ایک درسگاہ قائم کر رکھی تھی جہاں علماء متبحرین درس کی مسندوں پر متمکن تھے چنانچہ آپ نے اس مدرسہ میں حضرت ابوزکریا تبریزی سے ادب کی تکمیل فرمائی حضرت ابوزکریا ادبیات میں منفرد مقام رکھتے تھے۔ متعدد کتابوں کے مصنف اور اس وقت کے شہرۂ آفاق ادیب تھے۔ ادبیات کی تکمیل کے ساتھ ساتھ آپ نے علم حدیث کی طرف توجہ فرمائی اور اس وقت کے مشاہیر محدثین جیسے ابو غالب محمد بن علی میمون الخراسانی، ابوالبرکات طلحہ العاقولی، ابو عثمان اسمٰعیل بن محمد اصبہانی، ابو بکر محمد عبدالرحمٰن ابن احمد، ابوالمنصور عبدالرحمٰن، ابوالمظفر محمد بن المختار ہاشمی۔

فقہ اور اصول فقہ میں آپ نے شیخ ابوالخطاب محفوظ الکلوذانی، ابوالوفا علی بن عقیل حنبلی، ابوالحسن محمد بن قاضی ابو یعلی، محمد بن الحسین بن محمد الفراء، قاضی ابوسعید المبارک المخزومی بانی مدرسہ باب الازج سے استفادہ فرمایا۔ آپ اپنی تصنیف "الغنیۃ لطالب طریق الحق" میں اکثر حدیث کی سند روایت میں "قال شیخنا مبارک" اور "قال ہبۃ اللہ بن مبارک" کا ذکر فرماتے ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ حدیث و فقہ میں ان دونوں حضرات سے کافی متاثر تھے اور ان کو سند تسلیم کرتے تھے۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کے اساتذہ کرام میں اکثریت ایسے علماء کی تھی جن کا فقہی مسلک حنبلی تھا۔ شاید یہی سبب ہے کہ آپ بھی اس مذہب سے متاثر ہوئے اور آپ نے بھی اس کو اختیار کیا۔ حدیث شریف پر آپ کی ژرف نگاہی اور دقت نظر کا یہ عالم تھا کہ آپ کے اساتذہ کرام سند دیتے وقت فرمایا کرتے تھے۔

"اے عبدالقادر ہم تو تم کو الفاظ حدیث کی سند دے رہے ہیں ورنہ حدیث کے معانی میں تو ہم تم سے استفادہ کرتے ہیں کیونکہ بعض احادیث کے مطالب جو تم نے بیان کیے ہیں ان تک ہماری فہم کی رسائی نہیں تھی۔"

درس و تدریس سے فراغت کے بعد آپ اپنے دینی جوش کے باعث مدتوں تک عراق کے ویرانوں اور خرابات کی طرف نکل جاتے اور کئی کئی روز تک بستی کا منہ نہ دیکھتے لیکن قدرت کو آپ سے ایک عظیم الشان دینی خدمت لینی تھی اس لئے آپ نے اپنے استاد گرامی قاضی ابوسعید المبارک المخزومی کے ارشاد کے بموجب مدرسہ باب الازج میں خدمت تدریس اپنے ذمہ لے لی۔ آپ نے جب مدرسہ میں درس شروع فرمایا تو طلباء کی تعداد کچھ زیادہ نہ تھی لیکن آپ کے تبحر علمی کی شہرت اس قدر جلد بغداد اور مضافات بغداد میں پہنچی کہ دور دراز مقامات کے طلباء جوق در جوق آپ کے درس میں شریک ہونے لگے اور مدرسہ باب الازج کی وسعتیں ان طالبان شوق کی گنجائش کے لئے کم ہو گئیں اور یہ حالت ہو گئی کہ جن طلباء کو مدرسہ میں جگہ نہ ملتی تھی وہ مدرسہ کے متصل بازار اور چوک میں بیٹھ کر آپ کی ان تقاریر سے استفادہ کرتے جو دوران درس آپ فرمایا کرتے۔

اس حالت سے متاثر ہو کر بغداد کے ارباب خیر نے مدرسہ کی وسعت میں زر کثیر صرف کیا یہاں تک کہ بعض نیک بندے بلا اجرت رات دن تعمیر میں لگے رہتے اور تھوڑی ہی مدت میں مدرسہ کو وسعت دے دی گئی۔ ۵۲۸ھ میں مدرسہ کی وسعت کا کام انجام کو پہنچ گیا اور ایک نہایت عالیشان عمارت تیار ہو گئی اس وقت یہ مدرسہ باب الازج کے بجائے مدرسہ قادریہ کے نام سے موسوم ہو کر اکناف عالم میں مشہور ہوا۔

درس و تدریس

مدرسہ میں آپ ایک سبق تفسیر کا، ایک حدیث شریف کا، ایک فقہ کا اور ایک اختلاف ائمہ اور ان کے دلائل کا آپ خود دیتے تھے۔ یوں صبح و شام تفسیر و حدیث، فقہ، اصول فقہ اور نحو کے اسباق ہوتے تھے۔ نحو کے بعد ظہر اور عصر کے درمیان علم تجوید کی تعلیم ہوتی تھی۔ فتویٰ نویسی کا شغل اس کے علاوہ تھا اور مواعظ حسنہ کی مجالس اس کے سوا۔

مواعظت و تلقین

۵۲۱ھ میں حضرت نے پہلی تقریر فرمائی[1]۔ ابتدا میں سامعین کی تعداد بہت کم تھی لیکن آپ کی پہلی تقریر نے بغداد میں تہلکہ مچا دیا۔ پھر تو ان کا ایک دریا امڈ آیا۔ ہر وعظ میں اس قدر ہجوم ہونے لگا کہ باب الازجیہ کی جامع مسجد حاضرین کے لئے تنگ ہو گئی۔ یہ دیکھ کر آپ نے عیدگاہ بغداد کے وسیع و عریض میدان کو اپنے مواعظ کے لئے پسند فرمایا اور پھر آپ عرصہ تک اسی مقام پر وعظ فرماتے رہے۔ بغدادیوں نے آپ کی خطابت اور موعظت سے متاثر ہو کر بغداد کے باہر ایک طویل و عریض رباط تعمیر کرائی اور یہ سلسلہ اس قدر وسیع ہوتا چلا گیا کہ مدرسہ باب الازج کی تعمیرات اس رباط کی تعمیرات سے متصل و ملحق ہو کر ایک عالی شان وسیع و عریض زاویہ یا خانقاہ کی شکل میں نظر آنے لگیں۔ حضرت یہاں دستور کے مطابق جمعہ، یکشنبہ اور دوشنبہ کو دعوت رشد و ہدایت فرمایا کرتے تھے۔

عربی زبان پر عبور پانا

حضرت کی مادری زبان فارسی تھی اور بغداد عربی ادب کا گہوارہ اور فصحائے عرب کا ملجا و ماویٰ۔ پس ضرورت تھی کہ آپ عربی زبان میں وعظ فرمائیں اس لئے باوجودیکہ آپ علوم دینیہ و ادبیہ پر عبور کامل حاصل کر چکے تھے اور حدیث شریف کے معانی میں ایسے ایسے نکات بیان فرماتے تھے کہ آپ کے اساتذہ بھی اس کے معترف تھے لیکن بایں ہمہ کمال تقریر کی ہمت آپ اپنے آپ میں نہیں پاتے تھے چنانچہ حضرت خود فرماتے ہیں کہ۔

"۵۲۱ھ میں ۱۶ شوال سہ شنبہ کے روز میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے عالم رؤیا میں مشرف ہوا۔ میں نے دیکھا کہ حضور مجھے وعظ کہنے کی ہدایت فرما رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ حضور میں عجمی ہوں۔ بغداد کے فصحا کے سامنے زبان کھولتے ہوئے ڈرتا ہوں۔ میں ان حضرات کے سامنے کیونکر کلام کروں۔ ایسا نہ ہو کہ بغداد کے فصیح و بلیغ حضرات مجھ پر یوں طعنہ زن ہوں کہ اولادِ نبی ہونے کے باوجود عربی سے نابلد ہے، اور پھر بھی وعظ و پند میں سرگرم ہے"۔

میری اس گزارش پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سات مرتبہ کچھ پڑھ کر میرے منہ پر دم فرمایا اور وعظ کا حکم دیا۔ دوسرے روز میں بعد نماز ظہر وعظ کہنے کے ارادے سے منبر پر بیٹھا اور سوچتا رہا کہ کیا کہوں۔ میرے اردگرد خلقت کا ہجوم تھا اور ہر ایک میرا وعظ سننے کا مشتاق تھا۔ ہر چند کہ میرے سینہ میں دریائے علم موجزن تھا مگر زبان نہیں کھلتی تھی کہ اس وقت میرے جد مجد حضرت علی کرم اللہ وجہہ تشریف لائے اور چند مرتبہ کچھ پڑھ کر میرے منہ پر دم کیا میری زبان

---

[1] حضرت سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے بعض سوانح نگاروں نے آپ کی پہلی تقریر کی تاریخ ۲ ربیع الاول ۵۱۱ھ لکھی ہے۔ لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔ صحیح یہی ہے کہ آپ نے ۵۲۱ھ سے مواعظ کا سلسلہ شروع فرمایا۔

فوراً کھل گئی اور میں نے وعظ شروع کر دیا۔ اب میری طاقت لسانی کی سارے بغداد میں دھوم مچ گئی۔ خود میرے دل میں جوش سخن کا یہ عالم تھا کہ اگر کچھ عرصہ خاموش رہتا اور وعظ نہ کہتا تو میرا دم گھٹنے لگتا تھا۔ اول اول میری محفل تذکیر میں تھوڑے لوگ ہوا کرتے تھے مگر آخر میں نوبت یہاں تک پہنچی کہ ہجوم کی مسجد میں گنجائش ناممکن ہو گئی بالآخر عید گاہ میں منبر رکھا گیا اور میں نے وہاں وعظ کہنا شروع کر دیا۔

آپ فرماتے ہیں کہ:۔

"ستر ہزار افراد میری مجلس میں شریک ہوا کرتے تھے۔ سوار اتنے آتے تھے کہ ان کی گردوں سے عید گاہ کے گرد ایک حلقہ بن جاتا تھا اور دور سے نظر آتا تھا۔"

حضرت شاہ عبد الحق محدث دہلوی اخبار الاخیار میں تذکرہ حضرت غوث الاعظم تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

"حضرت کے کلام معجز بیان میں وہ تاثیر تھی کہ جب آپ آیات وعید کے معانی ارشاد فرماتے تھے تو تمام لوگ لرز جاتے تھے۔ چہروں کا رنگ فق ہو جاتا تھا گریہ و زاری کا یہ عالم ہوتا تھا کہ اہل محفل پر بے ہوشی طاری ہو جاتی تھی۔
جب آپ رحمت الٰہی کے تشریح و توضیح اور اس کے مطالب بیان فرمانے لگتے تو لوگوں کے دل غنچوں کی طرح کھل جاتے تھے اکثر حاضرین تو بادۂ ذوق و شوق سے اس طرح مست و بے خود ہو جاتے تھے کہ بعد ختم محفل ان کو ہوش آتا تھا اور بعض تو محفل میں ہی جاں بحق تسلیم ہو جاتے۔"

حضرت محدث دہلوی اسی سلسلہ میں رقمطراز ہیں:۔

در مجلس وعظ حضرت غوث الثقلین
چہار صد نفر دوات و قلم گرفتہ می
نشستند و آنچہ از وے می شنیدند
املا می کردند (اخبار الاخیار)

"حضرت کی محفل وعظ میں چار سو
افراد قلم دوات لے کر بیٹھتے تھے
جو کچھ آپ سے سنتے اس کو لکھتے
جاتے۔"

حضرت کے مواعظ دلوں پہ بجلی کا اثر کرتے تھے۔ شیخ عمر کیمیانی کہتے ہیں کہ کوئی مجلس ایسی نہیں ہوتی تھی جس میں یہود و نصاریٰ اسلام قبول نہ کرتے ہوں، اور عامۃ الناس رہزنی، خونریزی، بدکاری اور جرائم سے توبہ نہ کرتے ہوں۔ فاسد الاعتقاد اپنے غلط عقائد سے آپ کی محفل میں توبہ کرتے تھے۔ مورخین کا اس پر اتفاق ہے کہ بغداد کی آبادی کے ایک بڑے حصہ نے آپ کے دست حق پرست پر اسلام قبول کیا۔

محقق وقت شیخ موفق الدین ابن قدامہ صاحب کتاب مغنی کے اس قول سے حضرت محقق محدث دہلوی کے ارشاد کی تائید ہوتی ہے حضرت موفق الدین فرماتے ہیں۔

"میں نے کسی شخص کو آپ سے بڑھ کر دین کے باعث تعظیم پاتے نہیں دیکھا۔ بادشاہ، وزراء اور امراء آپ کی مجلس میں نیازمندانہ طریقے پر حاضر ہوتے تھے اور آپ سے بیٹھ

جاتے تھے، علماء فقہا کا تو کچھ شمار ہی نہیں تھا ایک ایک دفعہ میں چار چار سو دواتیں شمار کی گئی ہیں جو آپ کے ارشادات قلم بند کرنے کے لیے موجود ہوتی تھیں۔

آپ پر بغداد کی معاشرتی، سماجی اور دینی زندگی کی بگڑتی ہوئی حالت پوشیدہ نہیں تھی۔ ظلم و ستم، جبر و استبداد، فواحش و تن آسانی عیش و طرب میں ڈوبی ہوئی زندگی کو بابرکت کے کھنڈر سے باہر نکال کر لانا ہی آپ کا مقصود اصلی تھا اور اسی لئے آپ نے بغداد کو اپنی دعوت کا مرکز بنایا تھا۔ آپ کے مواعظ کا اصل موجب یہی تھا کہ بندگان خدا کی اصلاح کی جائے چنانچہ آپ ہر وقت ان بگڑتے حال نفوس کی اصلاح میں مشغول و مصروف رہتے۔ بڑے بڑے لوگوں کو ان کی برائیوں پر بے دھڑک ٹوکتے اور صلاح کی طرف متوجہ فرماتے یعنی آپ سلاطین وقت (خلفائے بغداد) وزراء، امرائے سلطنت، اکابرین ملت، عامل و قاضی، واعظ و صوفی ہر ایک کو بے دھڑک ٹوکتے اور اس کی برائیوں سے آگاہ فرماتے اور کبھی کسی کی انفرادیت، وجاہت اور سطوت و شوکت سے مرعوب نہیں ہوتے تھے۔ بس اس سلسلہ میں آپ کے خطبات و مواعظ سے چند اقتباسات پیش کر رہا ہوں تاکہ آپ کو حضرت کی خطابت اور اصلاح کی شان کا اندازہ ہو سکے۔

ظالموں، عالموں، صوفیوں اور فقیہوں سے خطاب

تم رمضان میں اپنے نفسوں کو پانی پینے سے روکتے ہو اور جب افطار کا وقت آتا ہے تو مسلمانوں کے حزن سے افطار کرتے ہو اور ان پر ظلم کر کے جو مال حاصل کیا ہے اسے نگلتے ہو۔

اے لوگو! افسوس کہ تم سیر ہو کر کھاتے ہو اور تمہارے پڑوسی بھوکے رہتے ہیں اور پھر دعویٰ یہ کرتے ہو کہ ہم مومن ہیں، تمہارا ایمان صحیح نہیں۔

دیکھو! ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھ سے سائل کو دیا کرتے تھے اپنی اونٹنی کو چارہ ڈالتے، اس کا دودھ دوہتے اور اپنا کرتہ سیا کرتے۔ تم ان کی متابعت کا دعویٰ کیسے کرتے ہو، جب کہ اقوال و افعال میں ان کی مخالفت کر رہے ہو۔

اے مولویو! اے فقیہو! اے زاہدو! اے عابدو! اے صوفیو! تم میں کوئی ایسا نہیں جو توبہ کا حاجت مند نہ ہو، ہمارے پاس تمہاری موت اور حیات کی ساری خبریں ہیں۔ سچی محبت جس میں تغیر نہیں آسکتا وہ محبت الٰہی ہے، وہی ہے جس کو تم اپنے دل کی آنکھوں سے دیکھتے ہو اور وہی محبت روحانی.. صدیقوں کی محبت ہے۔

اے نفس، خواہش، طبیعت اور شیطان کے بندو! میں نہیں کہتا بتاؤں میرے پاس توحق در حق، مغز در مغز، در صفا در صفا توڑنے اور جوڑنے کے سوا کچھ بھی نہیں ہے یعنی توڑنا ماسوا اللہ سے اور جوڑنا اللہ سے۔

اے منافقو! اے دعویٰ کرنے والو! اے جھوٹو! میں تمہاری ہوس کا قائل نہیں

اہل دل کی صحبت اختیار کرو، تاکہ تم کو بھی دل نصیب ہو لیکن تمہارے پاس تو دل ہے ہی نہیں، تم تو ہمہ تن نفس و طبیعت اور ہوا و ہوس ہو!!

باشندگان بغداد سے خطاب

اے بغداد کے رہنے والو! تمہارے اندر نفاق زیادہ اور اخلاص کم ہو گیا ہے اور اقوال بلا اعمال بڑھ گئے ہیں اور عمل کے بغیر قول کسی کام کا نہیں۔

تمہارے اعمال کا بڑا حصہ جسم بے روح ہے کیونکہ روح، خلوص (توحید) اور سنت رسول اللہ پر قائم ہے۔ غفلت مت کرو، اپنی حالت کو پلٹو تاکہ تم کو راہ ملے۔

جاگ اٹھو اے سونے والو! اے غفلت شعار و بیدار ہو جاؤ! اے سونے والو جاگ اٹھو جس پر بھی تم نے اعتماد کیا وہ تمہارا معبود ہے اور جس پر نفع یا نقصان میں تمہاری نظر پڑے اور تم ایسا سمجھو کہ اس کے ہاتھوں حق تعالیٰ (نفع و نقصان) کو جاری کرتے رہا ہے وہ تمہارا معبود ہے عنقریب تمہیں اپنا انجام نظر آجائے گا!

درباری علماء، زہاد اور سلاطین سے خطاب

اے علم و عمل میں خیانت کرنے والو! تم کو ان سے کیا نسبت، اے اللہ اور اس کے رسول کے دشمنو! اے اللہ کے بندوں پر ڈاکہ ڈالنے والو! تم کھلے ظلم اور کھلے نفاق میں مبتلا ہو، یہ نفاق کب تک۔

اے عالمو اور زاہدو! بادشاہوں اور سلطانوں کے لئے تم کب تک منافق بنے رہو گے کہ تم ان سے اپنا زر و مال، شہوات و لذات حاصل کرتے رہو، تم اور اکثر بادشاہان وقت اللہ کے مال اور اس کے بندوں کے بارے میں ظالم اور خیانت کرنے والے ہو۔

اے الہٰی، منافقوں کی شوکت توڑ دے اور ان کو ذلیل فرما، یا ان کو توبہ کی توفیق عطا فرما اور ظالموں کا قلع قمع فرما دے، زمین کو ان سے پاک فرما دے یا ان کی اصلاح فرما (آمین) (اقتباسات از الفتح الربانی)

اس عمومی خطاب میں اکثر تخصیص بھی فرمایا کرتے تھے، اکثر امراء و سلاطین وقت آپ کی خدمت میں دعائے خیر کے حصول کے لئے حاضر ہوتے اس موقع پر آپ ان کو نصیحت فرماتے اور وعید الہٰی سے ڈراتے۔ ایک بار المستنجد باللہ آپ کی خدمت بابرکت میں باریاب ہوا اور حضرت کی خدمت میں دس توڑے اشرفیوں کے پیش کئے اور قبول فرمانے پر اصرار کیا۔ آپ نے دونوں ہاتھوں میں چند اشرفیوں کو لے کر رگڑا تو ان سے خون ٹپکنے لگا اس وقت حضرت نے المستنجد سے فرمایا۔

تمہیں اللہ سے شرم نہیں آتی کہ انسانوں کا خون کھاتے ہو اور اسے جمع کر کے میرے پاس لاتے ہو"

المستنجد یہ ماجرا دیکھ کر بے ہوش ہوگیا۔

آپ علیہ کلمۃ الحق میں کبھی باک نہیں فرماتے تھے غلط کار لوں پر آپ بادشاہ کو بھی کی طرح ڈانٹ دیا کرتے تھے جیسے کسی عامی کو۔ ایک بار بادشاہ وقت خلیفہ مقتفی لامر اللہ نے قاضی ابوالوفا یحییٰ بن سعید بن یحییٰ بن مظفر کو "قاضی بغداد" مقرر کردیا، یہ شخص اپنی دراز دستی، ظلم و ستم رانی کی بدولت "ابن المزحم الظالم" کے لقب سے پکارا جاتا تھا۔ لوگوں نے حضرت سے خلیفہ کی اس عوام دشمنی کی شکایت کی تو آپ نے برسر منبر خلیفہ (المقتفی لامر اللہ) جو آپ کی مجلس شریف میں موجود تھا اس طرح پکارا۔

"تم نے مسلمانوں پر ایک ایسے شخص کو حاکم بنایا ہے جو اظلم الظالمین ہے کل قیامت کے دن اس رب العالمین کو جو ارحم الرحمین ہے کیا جواب دوگے؟"

یہ سن کر خلیفہ لرزہ براندام ہوگیا اور اس پر خشیت الٰہی سے رقت طاری ہوگیا۔ اس نے اسی وقت قاضی مذکور کو قضاۃ کے عہدے سے معزول کردیا لیکن غربا اور فقرا کے ساتھ آپ کا سلوک بالکل مساویانہ تھا آپ ان کے ساتھ بیٹھ جاتے اور بڑی بے تکلفی سے ان سے گفتگو فرماتے اور ان کو آزادانہ گفتگو کا موقع دیتے۔ آپ کے انہی اخلاق اور فضائل نے عوام کو آپ کا گرویدہ اور خواص کو آپ کا والہ و شیدا بنا دیا تھا۔

آپ کے مواعظ کا اثر

آپ کے ان مواعظ حسنہ اور خطبات حکیمانہ کا یہ اثر ہوا کہ بغداد جو عیش و طرب کا گہوارہ، رندی و سرمستی کا ٹھکانہ تھا جہاں کے نوجوان رئیس زادے اور شرفا آداب شرافت و سیادت بھلا چکے تھے بہت جلد راہ راست پر آگئے ان کی سرمستیاں ماند پڑگئیں، ہزاروں افراد نے آپ کے دست حق پرست پر توبہ کی، صرف مسلمان ہی تائب نہیں ہوئے بلکہ صدہا یہودیوں اور عیسائیوں نے اسلام قبول کیا چنانچہ مورخین کا اس پر اتفاق ہے کہ بغداد کی آبادی کے بڑے حصے نے حضرت والا کے ہاتھ پہ توبہ کی اور بکثرت یہود و نصاریٰ اور اہل ذمہ مسلمان ہوئے۔

آپ کے ان مواعظ حسنہ کے تین مجموعے ہیں یعنی الفتح الربانی، فتوح الغیب، الغنیۃ لطالب طریق الحق (غنیۃ الطالبین) ان کتب میں آپ کے ارشادات حکیمانہ کو بلقید موضوع ضبط تحریر میں لایا گیا ہے ان تینوں کتابوں میں اول الذکر دو کتابیں مختصر ہیں اور تیسری یعنی غنیۃ الطالبین بہت مفصل ہے۔ میں انشاء اللہ آپ کی تصانیف پر تفصیلی بحث آپ کی تصانیف کے سلسلہ میں کروں گا۔

حضرت غوث اعظم اور تعلیمات باطنی

حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصانیف مبارکہ آپ کے مواعظ و ارشادات گرامی ہی اس بلند مرتبہ اور حکمت کے اس اعلیٰ درجہ پر ہیں کہ ان کی کما حقہٗ تعریف ان کا اثر اور ان کے فیضان کا احاطہ کرنا اور ان سے جو نتائج مرتب ہوئے ان کا بیان کرنا بہت ہی دشوار ہے۔ یہ مواعظ و درس اس بلندی اور اثر آفرینی کی اس منزل پر ہیں کہ آپ کی فضیلت اور آپ کے کمالات علمی پر دلیل قاطع ہیں لیکن کیا عرب اور کیا عجم، کیا ہند اور کیا شام و عراق تمام دنیا میں آپ کے نام نامی کی عظمت اور فیضان معرفت کی جو دھوم اور شان ہے وہ آپ کے کمالات باطنی اور آپ کے رشد و ہدایت کے سلسلہ یعنی سلسلۂ قادریہ کا فروغ اور اس کی عالمگیر اشاعت ہے۔ ذیل کی سطور میں اس پاک سلسلہ کے بارے میں مختصراً تحریر کر رہا ہوں۔

حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنی دعوت حق کے سلسلہ میں الفتح الربانی میں اس طرح ارشاد فرمایا ہے۔

"اے لوگو! دعوت حق قبول کرو، بیشک میں داعی الی اللہ ہوں کہ تم کو اللہ کے دروازے اور اس کی طاعت کی طرف بلاتا ہوں اپنے نفس کی طرف نہیں بلاتا کہ منافق ہی اللہ کی طرف مخلوق کو نہیں بلاتا بلکہ اپنے نفس کی طرف بلاتا ہے۔"

اس عظیم دعوت کے لئے آپ نے ان چند ہستیوں کو انتخاب فرمایا جن میں یہ جوہر قابل موجود تھا چنانچہ ان میں گل سرسبد حضرت شیخ شہاب الدین عمر بن محمد السہروردی صاحب عوارف المعارف ہیں۔ آپ عنفوان شباب میں علوم عقلیہ کے بڑے دلدادہ تھے اور آپ کی طبیعت کا رجحان منقولات کی طرف بہت کم تھا۔ یہ حال دیکھ کر آپ کے عم نامدار حضرت شیخ ابوالنجیب سہروردی جن کے ارشاد کا شہرہ دور دور تک پھیلا ہوا تھا اور ایک عظیم صاحب طریقت بزرگ شمار ہوتے تھے اپنے نوجوان برادر زادہ کو حضرت کی خدمت بابرکات میں لے کر حاضر ہوئے اور حضور غوثیت میں عرض کیا کہ میرا یہ برادر زادہ ہر وقت معقولات میں مشغول رہتا ہے ہر چند کہ میں روکتا ہوں لیکن یہ باز نہیں آتا۔ حضور نے شیخ سہروردی سے پوچھا، تم نے علم الکلام میں کون کونسی کتابیں پڑھی ہیں۔ شیخ سہروردی نے سبق آموختہ کی نام بنام نشان دہی کی، حضور غوث اعظم نے کتابوں کے نام سن کر اپنا دست مبارک سہروردی کے سینہ پر پھیرا ابھی ہاتھ پھیرنے نہ پایا تھا کہ معقولات سے بالکل صاف ہو گیا جو کچھ پڑھا تھا سب کا سب محو ہو گیا اور وہ دل اللہ تعالیٰ نے جس کو نور ہدایت، الہیات اور علم لدنی کی صلاحیت سے نوازا تھا معارف الہیہ سے معمور ہو گیا اور قال حال سے بدل گیا، دل و دماغ کی دنیا میں ایک انقلاب عظیم برپا ہو گیا اور آپ نے بڑھ کر دامن غوثیت کو تھام لیا۔ اللہ تعالیٰ نے شیخ سہروردی کے ذریعہ قادریت کو دنیا کے گوشہ گوشہ میں پھیلا دیا جس کا ذکر بہت اجمال کے ساتھ میں بیان کر رہا ہوں۔

حضرت شیخ سہروردی قدس سرہ العزیز کا سلسلہ طریقت مشرق سے مغرب تک بہت جلد پھیل گیا، شام، مصر، عرب، عجم، ترکستان اور ماوراءالنہر تک۔ اور اس برصغیر پاک و ہند میں سندھ، دلی اور مشرق میں مدناپور، بنگال اور آسام سب اس سلسلہ کے روشن ستاروں کی تابناکیوں سے جگمگا اٹھے۔

حضرت شیخ شہاب الدین قدس سرہ العزیز کے مرید خاص شیخ مصلح الدین المعروف سعدی شیرازی نے شیراز میں اس سلسلہ کو پھیلایا اور اپنی زندہ جاوید کتب گلستان و بوستان کے ذریعہ ان تمام ملکوں میں حکمت و معرفت کے چراغ روشن کئے جہاں فارسی زبان پڑھی اور سمجھی جا سکتی تھی۔

جب فتنہ تاتار نے بغداد کو تباہ کرنے کے بعد شام کی طرف اپنا رخ کیا تو سلسلہ قادریہ سہروردیہ کے شیخ اعظم حضرت عزالدین بن عبدالسلام کی ہدایت پر مجاہد اعظم ترک خطیب رکن الدین بیبرس نے اس فتنہ کا مقابلہ ایک آہنی دیوار بن کر کیا اور سیل بلا کو روک کر اور شام و عرب کی سرزمین سے اس کا منہ پھیر دیا۔ اس بطل حریت اور مجاہد اعظم نے شام میں تاتاریوں کو جو پے در پے شکستیں دیں وہ تاریخ کے صفحات پر ثبت ہیں مشہور ہیں...... سلطنت عباسیہ کا قیام انہی کی بدولت ظہور میں آیا۔

سلسلہ قادریہ اور سہروردیہ کے ایک اور درخشندہ آفتاب حضرت شیخ الاسلام شیخ بہاؤالدین ذکریا ملتانی ہیں جن کے ذریعہ سندھ و ہند کے ظلمت کدے میں ایمان و عرفان کے چراغ روشن ہوئے اور اسلام کی روشنی سے یہ سیاہ خانے جگمگا اٹھے، آج بھی اوچ اور ملتان اس آفتاب کی روشنی سے منور ہیں۔

بنگال کی وہ سرزمین جو کفر و شرک سے سیاہ خانہ بنی ہوئی تھی وہاں اسلام کے پہلے مبلغ حضرت شیخ جلال الدین تبریزی سہروردی ہیں۔ حضرت شیخ جلال الدین شیخ الشیوخ حضرت سہروردی کے خلیفہ اعظم تھے۔

اوچ میں اسی سلسلہ کا ایک آفتاب عزوجاہ جس کا نام نامی حضرت سید جلال سرخ سہروردی ہے جن کے صاحبزادے حضرت شیخ سید احمد کبیر بخاری تھے۔ انہوں نے اسلام کی اشاعت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ شاہ جلال مجرد جنہوں نے سلہٹ میں اسلام کی شمع فروزاں کی آپ ہی کے ولے ہیں۔

حضرت خواجہ حمید الدین ناگوری بھی اسی خانوادۂ سہروردیہ کی ایک شمع فروزاں ہیں جنہوں نے ہند کے مغربی حصہ میں اشاعت اسلام میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ الغرض ہندوستان اور دوسرے ممالک میں سہروردی سلسلہ کو جو قبول عام اور عظیم تبلیغی کامیاں حاصل ہوئیں وہ تمام تر حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی دعا کی برکات ہیں اس خاندان میں آپ کے لطف کرم سے صدہا فقراء کامل اور درویشان مخلص اور مبلغین اسلام پیدا ہوئے کہ آج بھی یہ آفتاب اس برصغیر پاک و ہند میں اپنی تمام تر تابانیوں کے ساتھ فروزاں ہے۔

اس سلسلہ سہروردیہ کے علاوہ بھی قادریت کے آفتاب نے کفر کی تاریک راتوں میں اُجالا فرمایا اور آپ سے اس قدر سلاسل طریقت جاری و ساری ہوئے کہ آج بھی دنیا میں جہاں جہاں مسلمان آباد ہیں وہاں یہ سلسلہ ضرور موجود ہے۔ ہر چند کہ آپ حنبلی فقہ کے پیرو اور اس کے شارح تھے آپ کی عظیم تصنیف "غنیۃ الطالب طریق الحق" فقہ حنبلی پر ایک مستند کتاب ہے لیکن چونکہ آپ محض اسلام کے داعی تھے اور کتاب الٰہی اور سنت محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے دین و مذہب، فکر و نظر اور وعظ و ارشاد کا مرکز و محور تھا اس لئے آپ کی عظمت کا سکہ حنفیوں کے دلوں پر بھی اسی طرح بیٹھا ہوا ہے جس طرح حنبلیوں کے دلوں پر، بلکہ میں تو یہ کہنے میں باک نہیں کروں گا کہ اس برصغیر پاک و ہند میں حنفی جس کثیر تعداد میں آپ کے غلاموں میں شامل ہیں اور آپ کے سلاسل حنفی بزرگوں میں جس قدر پائے جاتے ہیں وہ حنبلیوں سے کہیں زیادہ ہیں۔

حضرت کا طریقہ احسان و تعلیم و تلقین بھی تمام تر کتاب و سنت پر مبنی و منحصر ہے اس میں نہ فلسفہ و کلام کے غوامض و رموز ہیں اور نہ وحدت الوجود اور وحدت الشہود کے مباحث ہیں حضرت کا قلب نورانی سوز یقین، حضور و شہود، و عرفان الٰہی ہے اور سنت نبوی اس کا محور و مرکز ہے یہی باعث ہے کہ چار دانگ عالم میں آپ کا ڈنکا اب بھی بج رہا ہے۔

قادریت کے بہت سے سلاسل آپ کی اولاد امجاد سے جاری و ساری ہوئے جو قطعاً قادریت کہلاتے ہیں عرف عام میں ان میں سے ہر ایک نقیب الاشراف کہلاتا ہے۔

حضرت غوث اعظم کی ازدواجی زندگی

حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے مختلف اوقات میں چار شادیاں کیں اور ان چاروں ازواج سے آپ کے اولاد پیدا ہوئی۔ اولاد ذکور کے سلسلہ میں آپ کے سوانح نگار مختلف الخیال ہیں چنانچہ مولانا عبدالعلیم . . . . . . رقمطراز ہیں کہ آپ کے بیس اولاد نرینہ (فرزند) اور انیس لڑکیاں پیدا ہوئیں لیکن انہوں نے جب تفصیل بیان کی تو لڑکوں کی تعداد صرف ۱۶ لکھی ہے اور کسی لڑکی کا نام تحریر نہیں کیا ہے۔ اس سلسلہ میں سب سے زیادہ مستند بیان حضرت پیر طاہر علاؤ الدین القادری الجیلانی ابن نقیب الاشراف محمود حسام الدین قادری جو خاندان غوثیہ کے ایک خدا پرست، دیندار فرزند ہیں اور پاکستان میں جن کے مریدان با صفا کی ایک خاصی تعداد موجود ہے۔ حضرت شیخ طاہر علاء الدین، حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ کی چودھویں پشت میں ہیں اور حضرت شیخ سید عبدالعزیز قدس سرہٗ کی اولاد سے ہیں جو حضرت غوث پاک کے دوسرے فرزند ہیں اس سلسلہ میں سب سے زیادہ مستند قول آپ کا ہو سکتا ہے۔

حضرت شیخ سید طاہر علاؤ الدین صاحب اپنی تصنیف "تذکرہ قادریہ" (مطبوعہ استقلال پریس لاہور شائع کردہ حال دربار غوثیہ ۱۹۶۲ء) میں بعنوان "آپ کی اولاد اہل بیت مطہرہ کے اسمار گرامی" کے تحت فرزندان گرامی کے اسماء اس طرح تحریر فرماتے ہیں۔ [۱]

---

[۱] تذکرہ قادریہ

۱۔ السید الشیخ حسیب النسب الامام المقتدا حضرت عبدالرزاق قادری الجیلانی رضی اللہ عنہ، ولادت ۵۲۵ھ وفات ۶۵۳ھ

۲۔ 〃 〃 حضرت عبدالعزیز قادری الجیلانی رحمتہ اللہ علیہ ۵۳۴ 〃 ۶۰۲

۳۔ 〃 〃 حضرت عبدالجبار 〃 〃 〃 ۵۷۵

۴۔ 〃 〃 حضرت عبدالوہاب 〃 〃 〃 ۵۲۳ 〃 ۵۵۲

۵۔ 〃 〃 حضرت عبدالغفار 〃 〃 〃

۶۔ 〃 〃 حضرت عبدالغنی 〃 〃 〃

۷۔ 〃 〃 حضرت صالح 〃 〃 〃

۸۔ 〃 〃 حضرت محمد 〃 〃 〃 ۶۰۰

۹۔ 〃 〃 حضرت شمس الدین 〃 〃 〃

۱۰۔ 〃 〃 حضرت ابراہیم 〃 〃 〃 ۵۹۳

۱۱۔ 〃 〃 حضرت یحییٰ 〃 〃 〃 ۵۵۰ ۶۰۰

کل گیارہ فرزند اور ایک دختر نیک اختر سیدہ جنابہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ کل اولاد چودہ نفوس قدسیہ
اس سلسلہ میں مزید وضاحت اس طرح فرمائی ہے

"ان میں سے صرف تین حضرات سیدنا عبدالرزاق، سیدنا عبدالعزیز، سیدنا ابراہیم
رضی اللہ تعالےٰ عنہم کی اولاد ہوئی جو بغداد شریف کے علاوہ دیگر اطراف و اکناف میں بھی
پھیلی ہوئی ہے۔ اس اولاد پاک میں سے آپ قدس سرہ العزیز حضرت غوث پاک؛
کے صاحبزادے حضرت شیخ المشائخ حسیب النسب امام المقتدائے صاحب المولا
رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا عبدالعزیز صاحب زیادہ علم و فضل ارضاؤ توکل
ادب و آداب، زہد و تقویٰ میں مشہور ہوئے۔" (تذکرہ قادریہ ص۳، ص۳۱)

شاہزادہ دارا شکوہ سفینۃ الاولیاء میں لکھتے ہیں :۔

"حضرت غوث الثقلین کے دس صاحبزادوں میں پہلے شیخ سیف الدین عبدالوہاب
قدس سرہ ہیں ماہ شعبان ۵۱۲ ہجری میں ولادت ہوئی اور ۲۵ شوال ۶۰۳ ہجری میں
وفات پائی آپ کا مزار بغداد میں ہے۔

۲۔ شیخ شرف الدین عیسیٰ قدس سرہ ہیں آپ علم تصوف پر مشہور کتاب جواہر الاسرار
کے مصنف ہیں آپ کی وفات ۵۷۳ھ میں مصر میں ہوئی۔

۳۔ شیخ شمس الدین عبدالعزیز قدس سرہ، آپ سنجار (سنجر) کی طرف ہجرت فرما گئے
تھے اور وہیں سکونت اختیار فرمائی۔

۴۔ شیخ تاج الدین ابوبکر عبدالرزاق قدس سرہ، رسالہ جلاء الخاطر جو حضرت غوث اعظم
رضی اللہ عنہ کے ملفوظات ہیں آپ کی تصنیف ہے آپ کا مزار بغداد شریف میں ہے۔

۵۔ حضرت شیخ ابو اسحٰق ابراہیم قدس سرہٗ، آپ کی ولادت ۵۲۸ھ اور وفات ۶ رشعبان ۶۲۲ھ میں ہوئی آپ کا مزار حضور غوث پاک کے مزار کے قریب ہے۔

۶۔ حضرت شیخ ابو الفضل محمد قدس سرہٗ آپ کی وفات ۱۷ رصفر ۵۸۷ھ میں ہوئی آپ کا مزار بھی بغداد میں ہے۔

۷۔ حضرت شیخ ابو ذکریا یحییٰ، آپ کی ولادت ۶ ربیع الاول ۵۵۰ھ اور وفات ۱۱ رشعبان ۶۰۰ھ میں ہوئی۔ آپ کا مزار بھی بغداد شریف میں حضرت شیخ عبدالوہاب کے مزار کے قریب واقع ہے۔

۸۔ حضرت شیخ ابو نصر موسیٰ قدس سرہٗ آپ کی ولادت ۵۲۹ھ میں اور وفات جمادی الآخر ۶۰۰ھ میں دمشق میں ہوئی اور وہیں مدفون ہیں۔

شہزادہ دارا شکوہ نے صرف انہی آٹھ فرزندوں کا ذکر کیا ہے باقی دو صاحبزادوں کا ذکر نہیں کیا۔

آفتاب الدین احمد فتوح الغیب کے انگریزی ترجمہ کے دیباچہ میں تحریر کرتے ہیں کہ "حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے ۵۲ سال کی عمر تک تاہل زندگی اختیار نہ فرمائی اس کے بعد سنت نبوی کے خیال سے آپ نے مختلف زمانوں میں چار شادیاں کیں اور ان چاروں ازواج سے آپ کے یہاں ۱۱ صاحبزادے اور ۲۲ صاحبزادیاں پیدا ہوئیں ان صاحبزادوں میں سے صرف چار صاحبزادے مشہور ہوئے ۱۔ حضرت شیخ عبدالوہاب (۲) حضرت شیخ عیسیٰ (۳) حضرت شیخ عبدالرزاق اور (۴) حضرت شیخ موسیٰ۔ (دیباچہ فتوح الغیب انگریزی ترجمہ)"

لیکن جیسا کہ میں پہلے تحریر کر چکا ہوں کہ اس سلسلہ میں سب سے زیادہ مستند بیان جناب شیخ طاہر علاؤالدین صاحب کا ہے، جو حضور غوث اعظم کی چودھویں پشت میں ہیں۔

حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانی کے معمولات

آپ ہفتہ میں تین مرتبہ عوامی مجلس سے خطاب فرمایا کرتے تھے اور ہر روز صبح اور سہ پہر کے وقت آپ تفسیر حدیث اور سنت نبوی کا درس دیا کرتے تھے۔ ظہر کی نماز کے بعد آپ فتوے کا اہم کام انجام دیا کرتے یا دور دراز کے شہروں اور ملکوں سے جو کچھ سوالات آپ کی خدمت میں آیا کرتے تھے ان کے جوابات تحریر فرماتے۔

آپ کے صاحبزادے حضرت عبدالرزاق ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرت والد ماجد نے تیس سال تک یعنی ۵۲۸ھ سے ۵۵۸ھ تک درس و تدریس کے ساتھ ساتھ افتاء کا شغل جاری رکھا۔ مسائل فقہی پر عبور کا یہ عالم تھا کہ استخراج مسائل کے لئے آپ نے کبھی کتب سے مدد نہیں لی۔ آپ جو جواب لکھتے وہ قلم برداشتہ لکھتے آپ امام شافعی اور امام حنبل کے مذہب پر فتوی دیا کرتے تھے۔ ہر روز مغرب کی نماز سے قبل آپ غربا میں کھانا تقسیم فرماتے اور نماز مغرب کے بعد آپ کھانا کھانے کے لئے بیٹھ جاتے اور اپنے قرب و جوار کے ایسے تمام لوگوں کو کھانے میں شریک فرماتے جو نادار ہوتے۔ عشا کی نماز کے بعد آپ مجلس سے اٹھ جاتے اور اپنا زیادہ وقت قرآن خوانی اور یاد الٰہی میں صرف فرماتے۔

حضرت کا طریقہ تلقین و ارشاد

حضرت کے مواعظ دلوں پر بجلی کی طرح اثر کرتے تھے، آپ کا انداز بیان ایسا دلنشین اور موثر ہوتا تھا کہ دلوں میں انقلاب پیدا ہو جاتا تھا آپ کی کوئی مجلس ایسی نہ تھی جس میں یہود و نصاریٰ

اسلام قبول نہ کرتے ہوں۔ اور بدکار و بداعمال مسلمان آپ کے دست حق پرست پر تائب نہ ہوتے ہوں، ہر مجلس میں ہزاروں فاسد الاعتقاد اپنے غلط عقائد سے توبہ کرتے اور حضرت کی رہبری سے صراط مستقیم پر آجاتے۔

آپ کی مجلس میں چھوٹے بڑے، غریب، زاہد، آقا و غلام کی کوئی تخصیص نہیں تھی بادشاہ اور وزراء آپ کی مجلس میں نیاز مندانہ حاضر ہوتے اور باادب بیٹھتے آپ کو جو کچھ فرمانا ہوتا بے دھڑک ارشاد فرماتے، سلاطین وقت پر کڑی سے کڑی تنقید کی جاتی لیکن وہ اسی ادب اور سکون کے ساتھ اس کو سنتے جس طرح دوسرے عوام الناس۔ چنانچہ ان مجالس میں اکثر و بیشتر اس طرح سے عام تنقید فرماتے۔

اے علم و عمل میں خیانت کرنے والو! تم کو ان (خدا رسیدہ بزرگوں) سے کیا نسبت' اے اللہ اور اس کے رسول کے دشمنو! اے اللہ کے بندوں کے ڈاکوؤ، تم کھلے ظلم اور کھلے نفاق میں مبتلا ہو، یہ نفاق کب تک۔

"اے عالمو! اے زاہدو! شاہوں اور سلطانوں کے لئے تم کب تک منافق بنے رہو گے تاکہ ان سے دنیا کا مال و زر، شہوات و لذات حاصل کرتے رہو، تم اور اکثر شاہان وقت اللہ کے مال اور اس کے بندوں کے متعلق ظالم اور خائن ہو۔ بار الہا، منافقوں کی شوکت توڑ دے اور ان کو ذلیل فرما، ان کو توبہ کی توفیق دے اور ظالموں کا قلع قمع فرما دے۔ زمین کو ان سے پاک کر دے یا ان کی اصلاح فرما۔ (آمین)

اے اور مشاہر! اے فلاسو! اے ظالمو اور اے منصفو! اے منافقو اور اے مخلصو! دنیا ایک محدود وقت تک ہے اور آخرت غیر متناہی مدت تک ہے، اپنے مجاہدے اور زہد سے ماسوا اللہ کو چھوڑ دو، غیر سے طلب کو پاک کر دو۔ جس نے دنیا کے امیروں سے طمع یا خوف کو دل میں جگہ دی وہ موحد یا نائب رسول ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتا کیونکہ خالق کے بدلے مخلوق سے امید و خوف رکھنا شرک ہے۔"

اے منافق اے مخلوق اور اسباب کی پرستش کرنے والے حق تعالیٰ کو بھلانے والے گردن جھکا پھر توبہ کر اس کے بعد علم سیکھ اور عمل کر اور مخلص بن ورنہ ہدایت نہ پا سکے گا۔

"تم رمضان میں اپنے نفسوں کو پانی پینے سے روکتے ہو اور جب افطار کا وقت آتا ہے تو مسلمانوں کے خون سے افطار کرتے ہو، ان پر ظلم کر کے جو مال تم نے حاصل کیا اس کو نگلتے ہو۔"

اے لوگو! افسوس کہ تم سیر ہو کر کھاتے ہو اور تمہارے پڑوسی بھوکے ہیں اور پھر تم یہ دعویٰ کرتے ہو کہ ہم مومن ہیں۔ تمہارا ایمان صحیح نہیں۔ دیکھو ہمارے نبی (صلعم)

اپنے دست مبارک سے سائل کو دیا کرتے تھے اور اپنی اونٹنی کو خود چارہ ڈالتے تھے
اور اس کا دودھ دوہتے اور اپنا قمیض آپ سیا کرتے تھے تم ان کی متابعت کا
دعویٰ کیسے کرتے ہو حالانکہ اقوال و افعال میں ان کی مخالفت کر رہے ہو۔

(اقتباسات از مجالس فتوح الربانی)

حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ شخصی سلطنت غیر شرعی ملوکیت اور امارت کو حرام جانتے تھے بادشاہوں اور امیروں کی تعظیم و تکریم کو شرک خیال فرماتے تھے ان سے کبھی نہیں ملتے تھے مگر بادشاہ بڑے اصرار سے حاضری کی درخواست کرتے، جب یہ حاضر ہوتے تو حضرت مکان کے اندر تشریف لے جاتے تھے اور جب یہ آکر بیٹھ جاتے اس وقت آپ مجلس میں تشریف لاتے تاکہ بادشاہ کے لئے تعظیماً اٹھنے کا سوال پیدا نہ ہو) اسی طرح حضرت غوث اعظم بادشاہوں کے بیت المال کو غصب کیا ہوا مال سمجھتے تھے، اور بادشاہوں اور امیروں کو اللہ کے مال کا لوٹنے والا اور ڈاکو سمجھتے تھے۔ آپ ان کو بندگان خدا کا خائن خیال فرماتے تھے۔ آپ کے مواعظ میں جابجا ایسی صراحتیں ہیں اور سلاطین و امراء سے خطاب ہیں۔ فتوح الربانی میں خاص طور پر ایسے خطبات و مواعظ موجود ہیں۔

حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کی تحریک اصلاح و دعوتِ جہاد

چھٹی صدی ہجری اور عالم اسلام کی ابتری و بدحالی

اس سوانح مقدس کے آغاز میں مختصر طور پر میں نے پانچویں اور چھٹی صدی ہجری کی ان تباہ کاریوں اور بربادیوں کا ذکر کیا ہے جنہوں نے عرب، عراق، شام اور مصر کو تہ و بالا کر رکھا تھا۔ عالم اسلام میں قیامت صغرا برپا تھی امن و امان رخصت ہو چکا تھا ہر طرف افراتفری کا عالم تھا۔ خاص طور پر چھٹی صدی ہجری ایک بہت ہی پرآشوب اور پرفتن صدی گذری ہے۔ تمام عالم اسلام سیاسی انتشار کی زد میں تھا، بڑے بڑے فکری اور علمی بحران آئے اور اچھے اچھوں کے پیر اکھڑ گئے۔ بغداد جس کو کبھی عالم اسلام میں مرکزیت کا شرف حاصل تھا اس کی مرکزیت روبہ زوال تھی، سیاسی انتشار اور اقتدار کی کشاکش نے طوائف الملوکی کی صورت اختیار کر لی اور اس طوائف الملوکی نے اسلام کی عظیم سلطنت کے حصے بخرے کر دیئے تھے۔

بغداد کی مرکزیت دیلمیوں، سامانیوں، سلجوقیوں اور غزنیوں کے درمیان گھر کر ایک جسد بے روح بن گئی تھی مذکورہ سلطنتیں آپس میں جوع الارض کے باعث دست بگریباں تھیں خوارزم شاہیوں اور سامانیوں اور صفاریوں نے جنگ و جدل کا بازار گرم کر رکھا تھا۔ شام کی سرزمین فاطمین مصر کے زیر نگیں آچکی تھی، سرزمین حجاز کو کبھی فاطمیوں کو لبیک کہنا پڑتا اور کبھی عباسیوں کو۔

اس سیاسی انتشار نے مرکزیت کے تار و پود اس طرح بکھیر دیئے تھے کہ غیر مسلم حملہ آوروں کو اپنی ناقابل فراموش شکستوں کا انتقام لینے کا اس سے بہتر اور کوئی موقع نہیں مل سکتا تھا چنانچہ جب اسلام کی عظیم الشان سلطنت متعدد سرحدوں میں تقسیم ہوگئی تو وسط ایشیا کے خونخوار حملہ آور یعنی تاتاری اپنی ہوس ملک گیری کے لئے آگے بڑھے اور خوارزم شاہیوں کا نام صفحہ ہستی سے مٹا دیا ادھر رومی اور نصرانی حکمراں صلیبی جنگ کا زور و شور سے اہتمام کرنے لگے اور آفتاب غوثیت کے غروب ہوتے ہی تاتاریوں کے ہاتھوں بغداد

پر جو کچھ گذری وہ تاریخ کبھی فراموش نہیں کر سکتی اور صلیبی سورماؤں نے ارض فلسطین و شام کے امن و امان کو جس طرح تہ و بالا کیا وہ ایک تاریخی حقیقت ہے۔

اس سیاسی ابتری اور سیاسی مرکزیت کے پارہ پارہ ہو جانے سے عالم اسلام کے اقتدار اعلیٰ کو یہ نقصان پہنچا کہ مسلمان ایک ایسی طاقت نہ رہا جو غیر قوموں کو اپنے کردار و اخلاق اور جذبہ جہاد سے مرعوب، خوفزدہ اور ان کے عزائم کو متزلزل کر دیا کرتا تھا۔ جو اعلاء کلمۃ الحق کے وقت موت سے بے خطر کھیلتا تھا۔ وہ تلوار جو غیروں کے لئے وقف تھی اب اس کی تیزی اپنوں پر آزمائی جا رہی تھی۔ اس افتراق اور طوائف الملوکی نے اخلاقی حالت کو بھی تباہ کر دیا۔ وہی رذائل اخلاق جو غیر مسلموں کی تباہ کاریوں کا باعث اور ان کی رسوائی کا سبب بنے ہوئے تھے اب مسلمانوں کی شان بن گئے تھے۔ ریاکاری، خود غرضی، مکر و فریب، حرص و طمع، بزدلی، خوشامد، خیانت اور رذالت ان کا شعار بن گئے۔ اقتدار پرستی اور چند افراد کی بالادستی نے نئی نئی سازشوں کو جنم دیا۔ بحیثیت مجموعی نہ کوئی اجتماعی مقصد تھا اور نہ کوئی مشترکہ نصب العین۔ مذہب سے بیگانگی ایک پسندیدہ صفت بن گئی۔ مذہب سے جو شیفتگی پہلے تھی اس کی جگہ بے تعلقی نے لے لی اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ علم و عمل کے بجائے صرف چند کتابوں کے پڑھنے تک محدود و مختصر ہو گیا۔ کتاب و سنت کے موضوعات کے بجائے فلسفیانہ موشگافیوں کو جنم دیا گیا اور اس کے بانی ہوئے جو اپنے عقائد فاسدہ کی اشاعت کے لئے ایسے موقع کے انتظار میں تھے۔ علم الکلام کے نکات ادبی مجلسوں کی جان بن گئے اور فلسفہ و کلام کے مباحث و موضوع پر مناظرے اور بحث بحثیاں ادب پروری اور ادب نوازی کا نشان قرار پائے۔ چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ مامون رشید کے دربار میں خلق قرآن پر جو مباحثے اور مناظرے ہوئے وہ کسی دینی خدمت میں شمار نہیں ہو سکتے بلکہ اس کے دور رس مضر نتائج نکلے۔

شداد تو اپنی جنت ارم کے باعث مسلمانوں میں مطعون و مردود ہے لیکن ایک ہوشمند باطنی نے الموت میں ایک جنت بنا کر عالم اسلام میں عظیم فتنہ برپا کر دیا۔ ہزاروں لاکھوں مسلمانوں کو گمراہ کیا۔ مشاہیر اسلام اس کے متبع ہوئے۔ معتزلہ اور اشاعرہ کے مکاتب فکر کی بڑی دھوم دھام ہے۔ بے راہ روی اور اس بے دینی کی روایت خوب پروان چڑھی۔ نتیجہ ظاہر تھا کہ اشراقی اور باطنی رموز اور ان پر نکتہ آفرینیوں نے اسلامی تصورات اور بنیادی مسلمات تک کو نظروں سے اوجھل کر دیا۔ میں اس سلسلہ میں زیادہ تفصیل میں جانا نہیں چاہتا کہ میں ابتدائی صفحوں میں اس پر تفصیل سے لکھ چکا ہوں۔ مختصر یہ کہ مسلمانوں کے تمدنی نظام کے تار و پود اس طرح بکھر گئے کہ پھر ان کی شیرازہ بندی نہ ہو سکی۔

ہمارے علماء و فقہاء ان علمی بحثوں میں الجھے ہوئے تھے۔ امراء و شہزادے اور سلاطین ملک گیری کی ہوس کا شکار تھے اور جب وہ آخر شکار کے لئے نکلتے تو ہر ظلم روا اور ہر حیلہ مباح بلکہ عین انصاف بن جاتا تھا۔ اب صرف ایک ہی چارہ کار باقی رہ گیا تھا کہ اس تباہ حال امت میں ایک ایسا گروہ پیدا ہو جو سونے والوں کو جگائے، گم کردہ راہوں کو راستہ پر لگائے اور کتاب و سنت کا احیاء کرے۔ ظاہر ہے کہ یہ کام ایسی جماعت انجام دے سکتی تھی اور وہی افراد اس ناؤ کو پار لگا سکتے تھے جن کو نہ دنیا خرید سکتی تھی اور نہ سطوت و دبدبہ شاہی ان کی گردن کو ان کے آگے جھکا سکتا تھا۔

اصلاح نفس، تزکیہ باطن اور احیاء شریعت محمدیہ کی یہ تحریک ہر چند کہ کئی صدی پہلے شروع ہو چکی تھی اگر ہم تفحص سے کام لیں تو حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کے عہد مسعود تک جا پہنچتے ہیں گویا اس تحریک کا چشمہ ہم کو پہلی صدی ہجری میں رواں ملتا ہے لیکن کئی صدی تک یہ تحریک مقامیت کے حدود میں محدود رہی اور ایک عالمگیر تحریک نہ بن سکی ہر چند کہ ان قرون ماضیہ میں ایران، عراق اور شام و عرب میں زاویے اور خانقاہیں ملتی ہیں جہاں یہ پاکیزہ نفوس اپنے مقدس فریضہ کو سرانجام دیا کرتے تھے اور حلقہ بگوشان خانقاہ اطراف و اکناف میں عوام کی رہنمائی کا فریضہ ادا کرتے رہتے تھے لیکن پانچویں اور چھٹی صدی ہجری میں گمراہی اور ضلالت کے سائے اتنے طویل و عریض

ہو گئے کہ انہوں نے تمام دنیا پر ... کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ اس وقت اس امر کی بڑی شدت سے ضرورت تھی کہ اصلاحِ نفس، تزکیہ باطن اور احیاءِ دینِ متین کی یہ تحریک بھی اتنی ہی وسعت پذیر ہو جتنے ضلالت و گمراہی کے سائے۔

اللہ تعالیٰ نے یہ اہم اور دشوار کام اپنے محبوب اور مقدس بندے کے جو اس کے محبوب والا مقام سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت خاص رکھتا تھا سپرد فرمایا اور انہوں نے بڑی بے جگری اور مردانگی سے اس کو تمام پر پہنچایا۔ یہی وہ مسند نشین فقر اویسی اور صاحب وسادہ حسن بصری ہے جس نے دور پُر فتن اور ظلمت کدہ سراسر شرک و کفران میں اسوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چراغ روشن کیا اور اس کی ضیائے ایمان افروز کو ایک گوشے سے دوسرے گوشہ تک پہنچایا اور آج تک حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا روشن کیا ہوا وہ چراغ دنیائے اسلام کے گوشہ گوشہ میں ضیا بار ہے۔ حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا مسلک ارشاد و اصلاح اپنے معاصرین و اسلاف سے بہت زیادہ مختلف تھا۔ آپ کا مسلک و نہج ان حضرات سے بالکل جدا تھا۔ آپ امیروں وزیروں اور بادشاہوں کے دربار در بار سے کبھی وابستہ نہیں ہوئے آپ نے گوشہ نشینی اور خلوت گزینی، رہبانیت کو کبھی پسند نہیں فرمایا اگر آپ ایسا کرتے تو آپ کا مشن کامیاب نہیں ہو سکتا تھا۔ آپ نے بڑی جسارت اور شجاعت سے عوام و خواص کے لئے اپنی مجلس کے دروازے کھول دیئے جو کچھ کہا برملا کہا جو تنقید کی وہ براہ راست کی، اشاروں کنایوں سے کبھی کام نہیں لیا۔ جو کچھ ہدایت فرمائی صاف صاف فرمائی۔ امیروں، وزیروں اور بادشاہوں کے کردار و گفتار پر برملا تنقید کی، کھلم کھلا ان کے افعال ذمیمہ اور کردار ناپسندیدہ کو ہدف ملامت بنایا، ظلم و تعدی پر بے دھڑک ان کو ٹوکا اور واضح طور پر ان کو تنبیہات سے روکا۔ آپ جو کچھ فرماتے اس کا استدلال قرآن و حدیث سے فرماتے۔ تصوف کے رموز و نکات عمومی مجالس میں کبھی آپ کا موضوع نہیں رہے آپ نے اپنی تمام تر توجہ اس امر پر مبذول فرمائی کہ لوگوں کے دلوں میں قرآن و حدیث کا جذبہ احترام بیدار کیا جائے۔ ان میں ہر قسم کی قربانی اور جہاد فی سبیل اللہ کا ذوق و شوق پیدا ہو، امراء و سلاطین ملک گیری کی ہوس سے ہٹ کر عدل و انصاف اور احیاء و شریعت کے لئے کریں جو کچھ کریں ان کو مجبور کیا کہ ان کی زندگی آداب سچے اور باعمل مسلمان کی زندگی بنے تاکہ رعیت بھی **النّاس علی دین ملوکہم** کے مصداق سچے اور باعمل مسلمان بن جائے۔ علماء و زہاد کو ہدایت فرمائی کہ وہ حرص و آز سے اپنا دامن بچائیں اور زہد فروشی کا بازار گرم نہ کریں۔ عالموں کو نصیحت فرمائی کہ کبر و ریا، نخوت و غرور سے اپنے دلوں کو پاک کریں چنانچہ علی العموم آپ اپنے وعظ میں بالالتزام فرمایا کرتے تھے **اِتَّبِعُوا وَلَا تَبْتَدِعُوا وَاَطِيعُوا وَلَا تَمْرُقُوا وَاصْبِرُوا وَلَا تَجْزَعُوا وَانْتَظِرُوا وَلَا تَيْأَسُوا وَاجْتَمِعُوا عَلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَلَا تَفَرَّقُوا وَتَطَهَّرُوا بِالتَّوْبَةِ عَنِ الذُّنُوبِ وَلَا تَلَطَّخُوا عَنْ بَابِ مَوْلَاكُمْ فَلَا تَبْرَحُوا۔** یعنی اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرو اور بدعت نہ نکالو اور اطاعت کرو، نافرمانی نہ کرو، صبر کرو بے صبری مت کرو، سختی کے بعد آسانی اور مراد حاصل ہونے کا انتظار کرو، ناامید مت بنو۔ خدا کے ذکر پر مجتمع رہو۔ آپس میں پھوٹ مت ڈالو۔ گناہوں سے توبہ کر کے پاک بنو اور اپنے مولیٰ کے دروازے کو مت چھوڑو۔

آپ نے اپنے ان مواعظ و خطبات میں کبھی رہبانیت اور ترک دنیا کا مشورہ عوام یا خواص کو نہیں دیا بلکہ اس بات پر زور دیا کہ وہ اپنی دنیا کی اصلاح کریں تاکہ اچھی آخرت کا حصول ممکن ہو سکے۔ میرے اس بیان پر آپ کے خطبات و تقاریر اور موسومہ مجالس شاہد ہیں جن کے مجموعہ الفتح الربانی اور فتوح الغیب کے نام سے آج بھی مشہور ہیں۔ یہ بیان اگر ہر دو بلند پایہ مجموعوں کے موضوعات کو پیش کروں تو اس مختصر سوانح مبارکہ کے صفحات اس کے متحمل نہیں ہو سکتے ہیں۔ فتوح الغیب سے چند موضوعات پیش کر رہا ہوں تاکہ اندازہ ہو سکے کہ آپ مسلمانوں کی دنیا و دین کی اصلاح کا کس قدر خیال فرماتے تھے۔ آپ کی نظر میں مسلمانوں کی کامیابی و کامرانی کا راز صرف اتباع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور احکام شریعت کی پابندی میں مضمر تھا اسی لئے آپ نے دین کے احیاء کے لئے اس راہ کو اختیار فرمایا جس نے بہت جلد دنیا

لغہ وہیں کی نہیں بلکہ عراق، عجم اور شام و حجاز کے مسلمانوں کی بھی کایا پلٹ دی اور یہ آپ ہی کے مواعظ حسنہ اور زور بیان کا نتیجہ تھا کہ مسلمانوں کی بے عملی ختم ہوئی اور ان میں جذبہ جہاد فی سبیل اللہ ایک ایسا سیل تند رو بن گیا کہ دنیا نے بہت جلد مجاہد اعظم سلطان صلاح الدین ایوبی اور شہاب الدین غوری کو کفر و ضلالت کی ناقابل شکست قوتوں کو پاش پاش کرتے دیکھ لیا۔ حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے مسلک رشد و ہدایت میں ہر نکتہ پر ہم کو یہ جذبۂ عمل اور احیاء شریعت کار فرما نظر آتا ہے اس لئے غوث اعظم رضی اللہ عنہ کو اسی وقت محی الدین کے لقب سے نوازا گیا اور آج تک حضور والا کا یہ لقب جانفزا دلوں پر ...... نقش ہے اور قیامت تک ثبت رہے گا۔

آیئے اب چند عنوانات مجالس حضور غوث اعظم کے مقالات سے پیش کروں جن کا مجموعہ فتوح الغیب کے نام سے موسوم ہے تاکہ اندازہ ہو سکے کہ حضرت سیدنا غوث اعظم نے احیاء دین اور اتباع شریعت کی کس قدر کوشش فرمائی۔

فتوح الغیب کے چند عنوانات

مقالہ	عنوان
۱۔ مقالہ اول	مومن کے لئے تین چیزیں ضروری ہیں۔
۲۔ مقالہ دوم	بہتر کاموں کے لئے نصیحت
۳۔ مقالہ پنجم	دنیا کا حال اور اس کی طرف التفات نہ کرنے کی تاکید
۴۔ مقالہ دہم	نفس اور اس کے احوال
۵۔ مقالہ سیزدہم	احکام خداوندی کی بجا آوری
۶۔ مقالہ پانزدہم	خوف و رجاء
۷۔ مقالہ نوزدہم	ایمان کی قوت اور ضعف
۸۔ مقالہ بست دوم	مومن اور اس کا ایمان
۹۔ مقالہ سی دوم	محبت الٰہی میں کوئی شرک نہیں
۱۰۔ مقالہ سی و پنجم	تقویٰ اختیار نہ کرنے سے ہلاکت
۱۱۔ چہل و ششم	مومن کو اول کیا کام لازم ہے؟
۱۲۔ مقالہ پنجاہ و سوم	خوشنودیٔ الٰہی طلب کرنے کی تاکید
۱۳۔ مقالہ پنجاہ و نہم	بلا پر صبر اور نعمت پر شکر کی تاکید
۱۴۔ مقالہ شصت و چہارم	مرگ ابدی اور حیات ابدی
۱۵۔ مقالہ ہفتادم	خدا کے ساتھ کس طرح رہے اور کس مخلوق کے ساتھ کس طرح۔

حضور سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کے مقالات والا کا یہ مجموعہ اسی مقالات پر مشتمل ہے میں نے چند عنوانات پیش کر دیئے ہیں۔ فتوح الغیب کے مقالات سے چند اقتباسات ان شاء اللہ آئندہ اوراق میں بہ سلسلہ تصانیف حضور سیدنا غوث الاعظم پیش کروں گا۔

حضرت کی دوسری مشہور تصنیف "الفتح الربانی" ہے۔ ان تقاریر میں جو مجلس کے عنوان سے موسوم ہیں حضرت نے خاص طور پر امراء اور سلاطین سے خطاب فرمایا ہے اور ان کی بداعمالیوں، ریاکاریوں، شقاوت اور ظلم و ستم پر ان کو للکارا ہے۔ الفتح الربانی حضرت کی ۶۲ مجالس یا ۶۲ خطبات پر مشتمل ہے یہ خطبات بڑے بڑے عوامی جلسوں میں دیئے گئے تھے اور حقیقت یہ ہے کہ عوام کے ذہنی انقلاب اور ان کی سچی رہنمائی میں ان خطبات کا بڑا دخل ہے۔

یہ تھا مختصر سا جائزہ حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے ارشاد و دعوت کا۔ اپنے تو اپنے غیروں یعنی مستشرقین نے بھی آپ کی ان اصلاحی مساعی کا ذکر اور ان کا تاثر اور دلنشینی کا اعتراف کیا ہے۔

حضرت سیدنا الشیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی دعوت ارشاد و جہاد کے سلسلہ میں مختصراً میں نے ابھی ذکر کیا۔ اور اس سے قبل آپ کی دعوت طریقت و معرفت کو مختصراً پیش کر چکا ہوں وہاں میں نے ایک چیز کا ذکر نہیں کیا تھا یعنی ایک غوث کی کرامتیں، ہمارے زمانے ہی میں نہیں بلکہ قرون ماضیہ میں بھی پیر طریقت، قطب ابدال و ولی اللہ کی سوانح حیات اور اس کی ذات ستودہ صفات کو جب تک کرامتوں سے وابستہ نہ کیا جائے اس کے منصب والا کو مکمل نہیں سمجھا جاتا، ہر چند کہ حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالے عنہ سے بہت سی کرامتوں کا ظہور آپ کے سوانح نگاروں نے بیان کیا ہے اور شرح و بسط کے ساتھ ان پر روشنی ڈالی ہے۔ ان سب کا ماخذ آپ کے پہلے سوانح نگار عبدالقادر الشطنوفی کی بہجت الاسرار ہے جو آپ کے وصال کے سو سال بعد لکھی گئی تھی ان کرامتوں میں سے تمام تر کرامتیں حیرت انگیز اور محیر العقول ہیں اور ان کا صدور حضرت غوث اعظم جیسے ولی کامل اور غوث وقت سے ناممکن نہیں لیکن اس میں کسی ولی کامل کا ارادہ شامل نہیں ہوتا بلکہ جو کچھ ہوتا ہے وہ منشائے الٰہی کے تحت ہوتا ہے بقول حضرت مولانا رومی کے

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود　　　گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

اللہ تعالیٰ ان کو تمام کائنات پر متصرف فرما دیتا ہے۔

اولیا را ہست قدرت از الٰہ　　　تیر جستہ باز گرداند ز راہ

لیکن میری نظر میں حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی تمام کرامتوں کو اگر ایک پلہ میں رکھا جائے اور آپ کی ان اقدامات و مساعی مشکورہ کو دوسرے پلڑے میں جو احیاء دین کے لئے آپ سے ظہور میں آئیں اور شریعت کے تن بے جان میں آپ نے دوبارہ جان ڈالی۔ آپ کے مواعظ اور آپ کی تقاریر نے ہزاروں بھٹکے ہوؤں کو منزل پر پہنچایا، ہزاروں منکرین خدا آپ کے دست حق پرست پر ایمان کی دولت سے مشرف ہوئے تو کیا اس سے بڑی بھی کوئی کرامت ہو سکتی ہے ہرگز نہیں۔ غوث صمدانی کی یہ سب سے بڑی کرامت ہے کہ انہوں نے ظالموں کو ان کے ظلم پر ٹوکا۔ امارت و بادشاہت کے دبدبہ اور سطوت سے مرعوب نہ ہوئے اور سلاطین وقت کو بھی اسی طرح جھڑکا جس طرح ایک عامی کو، کیا اس سے بڑی بھی کوئی کرامت ہو سکتی ہے کہ جابروں اور سرکشوں نے اپنے سروں کو آپ کے سامنے خم کر دیا۔ اس لئے میں نے آپ کی ان کرامات کا ذکر کرنا ضروری نہیں سمجھا جو عام سوانح عمریوں میں موجود ہے۔ عقیدت کیش ان سوانح عمریوں سے استفادہ کر سکتے ہیں۔

سلسلہ قادریہ مسلک تصوف میں کسی مرشد کامل کے حلقہ ارادت میں داخل ہونا اس سلسلہ میں داخل ہونا کہلاتا ہے اور اوراد و وظائف اور مجاہدات کے بعد اگر پیر طریقت اپنے کسی مرید کو بیعت کی اجازت عطا فرما دیتا ہے تو اس کا اظہار اس طرح کیا جاتا ہے کہ مجلس خاص میں پیر طریقت اس کا اعلان فرماتا ہے اور اپنا خرقہ، جبہ یا دستار اس کو بطور اظہار نیابت

---

(۱) ملاحظہ کیجیے انسائیکلوپیڈیا آف اسلام لندن مطبوعہ ۱۹۱۳ء اور انسائیکلوپیڈیا آف اسلام طبع جدید۔

عطا فرمائیں یہی نیابت خلافت کہلاتی ہے۔ اور صاحب خلافت خلیفہ! چنانچہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کو بھی حضرت شیخ ابو سعید المبارک المخزومی رضی اللہ عنہ سے خرقۂ شریف ملا تھا۔ ہر چند کہ آپ کو تصوف کی طرف رغبت دلانے والے حضرت ابو الخیر حماد دباس (شیرہ فروش) ہیں جو اپنے وقت کے نہایت محترم اور مشہور صوفی تھے اور اپنے صوفیانہ تقدس اور مجاہدات کے لئے اطراف و اکناف میں مشہور تھے اور ظاہر ہے کہ حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ نے ان کی صحبت بابرکت میں جب ہی قدم رکھا ہوگا جب کہ ان کے کمالات باطنی اور صفات ظاہری سے متاثر ہوئے ہوں گے کہ جب حضرت عبدالقادر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو الخیر حماد دباس کی صحبت اختیار کی تو اس وقت وہ ایک بلند مفتی ذرت نگاہ مفسر، محدث، فقیہہ اور مبلغ بن چکے تھے بایں ہمہ خرقۂ خلافت آپ کو جیسا کہ ابھی ذکر کیا گیا حضرت شیخ ابو سعید المبارک المخزومی رضی اللہ عنہ نے عطا فرمایا اور آپ کا سلسلہ حضرت ابو سعید ہی کے واسطے سے حضرت رسالت پناہی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تک اس طرح پہنچتا ہے۔

شجرہ پیشوائے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ

۱۔ حضور سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم
۲۔ حضرت علی مرتضےٰ کرم اللہ وجہہ
۳۔ امام عالی مقام حسن بصری رضی اللہ عنہ
۴۔ حضرت شیخ حبیب عجمی رضی اللہ عنہ
۵۔ حضرت شیخ داؤد طائی رضی اللہ عنہ
۶۔ حضرت شیخ معروف کرخی رضی اللہ عنہ
۷۔ حضرت شیخ سری سقطی رضی اللہ عنہ
۸۔ حضرت شیخ جنید بغدادی رضی اللہ عنہ
۹۔ حضرت شیخ ابوبکر شبلی رضی اللہ عنہ
۱۰۔ حضرت شیخ عبدالواحد بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ
۱۱۔ حضرت شیخ ابوالحسن قرشی رضی اللہ عنہ
۱۲۔ حضرت شیخ ابوسعید مخزومی رضی اللہ عنہ
۱۳۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ[1]

برصغیر ہندو پاک میں آپ کے سلسلہ میں شجرہ پیشوائی اسی طرح سے مشہور و معروف ہے لیکن آپ کے سلسلہ اور خاندان کے عظیم فرزند شیخ طاہر علاؤالدین نقیب زادہ جن کا زاویہ اور خانقاہ کوئٹہ میں مرکزی حیثیت رکھتا ہے اپنی تصنیف "تذکرہ قادریہ" میں آپ کا شجرہ پیشوائی اس طرح تحریر فرماتے ہیں[2]

۱۔ حضرت سید الانبیاء سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم
۲۔ حضرت امام امیر المومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ

---

(۱) المتوفی ۵۲۳ھ۔ ۱۱۰۶ء۔ (۲) تذکرہ قادریہ مرتبہ پیر طریقت شیخ طاہر علاؤالدین صاحب ص ۲۹

۳۔ حضرت شہید کربلا امام حسین رضی اللہ تعالےٰ عنہ

۴۔ حضرت سید زین العابدین رضی اللہ تعالےٰ عنہ

۵۔ حضرت سید محمد باقر رضی اللہ تعالےٰ عنہ

۶۔ حضرت سید محمد جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۷۔ حضرت سید موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ

۸۔ حضرت سید ابوالحسن علی ابن موسیٰ رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۹۔ حضرت شیخ معروف کرخی رضی اللہ تعالےٰ عنہ

۱۰۔ حضرت شیخ سری سقطی رضی اللہ تعالےٰ عنہ

۱۱۔ حضرت شیخ ابوالقاسم جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۱۲۔ حضرت شیخ ابوبکر شبلی رضی اللہ تعالےٰ عنہ

۱۳۔ حضرت شیخ ابوالفضل عبدالواحد التمیمی رضی اللہ تعالےٰ عنہ

۱۴۔ حضرت شیخ ابوالفرح طرطوسی رضی اللہ تعالےٰ عنہ

۱۵۔ حضرت شیخ ابوالحسن علی بن محمد القرشی الہنکاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۱۶۔ حضرت شیخ ابوسعید المبارک المخزومی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ اوّل شجرۂ پیشوائی میں سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تک حضرت غوث اعظم بارہ واسطوں سے اور اس شجرۂ پیشوائی میں سولہ واسطوں سے پہنچتے ہیں۔

حضرت غوث اعظم کا حلیہ شریف

حضرت سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے مرید باصفا شیخ موفق الدین نور اللہ القدسی رقم فرماتے ہیں کہ ہمارے شیخ حضرت محی الدین ابومحمد عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ نحیف البدن تھے ان کا قد مبارک متوسط تھا ابرو باریک اور باہم پیوستہ تھے آپ کا سینہ جو گنجینۂ معرفت تھا کشادہ تھا ریش مبارک گھنی، طویل و عریض اور خوشنما تھی۔ آپ کی آواز بلند اور دلنشین تھی۔ (تذکرہ قادریہ از پیر طاہر علاؤالدین صاحب)

الکوکب الظاہر کے مصنف سید محمد الزاہد بن آفندی رفاعی اس سلسلہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ

"شیخ الاسلام محی الدین حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ بدن کے لاغر اور متوسط قامت تھے آپ کا سینہ کشادہ تھا اور ریش مبارک طویل اور عریض تھی آپ کا رنگ گندمی تھا اور ابروئیں ملی ہوئی تھیں اور آواز بہت بلند تھی۔ آپ خوش رفتار تھے۔"

حضور غوث اعظم کے اخلاق و عادات

آپ بہت خلوت پسند تھے اپنے مدرسہ سے سوائے جمعہ کے دن کے کبھی باہر تشریف نہیں لاتے تھے اور اس دن بھی آپ صرف جامع مسجد اور رباط کے کہیں اور تشریف نہیں لے جاتے۔ راست گوئی آپ کا شیوہ تھا۔ عمر بھر میں آپ نے کبھی جھوٹ نہیں بولا اور آپ کی اس صدق مقالی پر آپ کے عنفوانِ شباب کا وہ واقعہ شاہد ہے کہ جب ڈاکوؤں نے آپ کو گھیر لیا اور دریافت کیا کہ تمہارے پاس کتنا مال ہے تو آپ نے صاف صاف

کیدیا کہ چالیس دینار۔ قرآن پاک کی طرح آپ اپنے جدِ امجد احمد مجتبیٰ سرورِ انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کے بھی حافظ تھے۔ حنبلی المذہب تھے اور حنابلہ کے شیخِ وقت۔

آپ نہایت صالح اور رقیق القلب ہمیشہ ذکر و فکر میں محو رہتے تھے شریعت کی سختی سے پابندی فرماتے، خلوت گزینی، مجاہدہ، محنت و مشقت، مخالفتِ نفس، کم خوری اور کم خوابی آپ کا شیوہ تھا۔ مدرسہ کے تدریسی منصب کی تفویض اور عوامی جلسوں کے خطاب سے پہلے جنگلوں اور بیابانوں میں رہ کر عبادت کرنا آپ کا معمول تھا۔ زہد و ریاضت کے سلسلہ میں سخت سے سخت امور کو اپنے نفس کے لئے اختیار فرماتے تھے۔ آپ بہت ہی سخی اور صاحب اخلاق کریمانہ تھے آپ کا کلام بآواز بلند اور بسرعت ہوا کرتا تھا۔ نیک بات بتانے اور بری باتوں سے روکنے کے سوائے آپ اور کسی بات میں نہیں بولتے تھے۔

آپ کا دسترخوان بہت وسیع تھا لیکن آپ ہمیشہ بہت کم غذا استعمال فرماتے تھے اسی طرح لباس بھی معمولی ہوتا تھا آپ ہمیشہ مہمانوں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا تناول فرماتے تھے اور اس وقت کھانا ناپسند فرماتے جب قرب وجوار کے ناداروں اور ضرورت مندوں کی احتیاج پوری ہو جاتی۔ آپ غرباء اور مساکین کے ساتھ بیٹھنا پسند فرماتے تھے۔ طلباء کا آپ کے گرد ہجوم رہتا تھا اور آپ ہر ایک سے ایسا التفات فرماتے کہ ہر ایک یہی سمجھتا کہ حضور کی نظرِ خاص اسی کے ساتھ مخصوص ہے آپ نہ کبھی امراء و سلاطین کی تعظیم کے لئے اُٹھے، اور نہ کبھی ان کے دروازے پر تشریف لے گئے نہ کبھی ان کے غالیچوں اور قالینوں پر قدم رکھا اور نہ کبھی کسی امیر و وزیر یا سلطان کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھایا۔ اگر کسی شخص کی کاربرآری کے لئے خلیفۂ وقت کو نامہ تحریر فرماتے تو صرف اس قدر تحریر فرماتے کہ "عبدالقادر تم کو اس بات کا حکم دیتا ہے۔ تم پر اس کا حکم نافذ اور اس حکم کی اطاعت واجب ہے" رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

حضرت سیدنا غوث اعظم کی تصانیف

اس سوانحِ مبارکہ کے آغاز میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ حضرت غوث اعظم کا جیلان سے قطعِ مسافت فرما کر بغداد تشریف لانے کا مقصد یہی تھا کہ تشنگیٔ علم کو بجھائیں اور قدرت کو آپ سے یہ عظیم کام لینا تھا کہ آپ اپنے ارشادات اور خطبات سے کم گردہ راہوں کی رہبری کرنے ہے چنانچہ جب آپ بغداد تشریف لائے کہ اس عہد میں ممالکِ اسلامیہ کے عظیم شہروں میں اس کو مرکزیت حاصل تھی اور یہ شہر علمائے متبحرین و محدثین کا مرکز بنا ہوا تھا۔ بغداد کا مدرسہ نظامیہ کی شہرت دور دور تک پھیل چکی تھی آپ نے بھی اسی مدرسہ کو انتخاب کیا اور وہاں جن اساتذہ کرام سے آپ کو استفادہ کا موقع ملا ان میں سے ہر ایک سپہرِ علم کا ایک ضوفشاں آفتاب تھا چنانچہ آپ کے اساتذہ میں شیخ ابوالوفا علی بن عقیل، ابوغالب، محمد بن حسن باقلانی، ابوزکریا، یحییٰ بن علی تبریزی، ابوسعید بن عبدالکریم، ابوالغنائم، محمد بن علی بن محمد، ابوسعید بن مبارک مخزومی رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین، قابلِ ذکر ہیں ان میں سے بہت سے اساتذہ حضرات متعدد گرانمایہ کتابوں کے مصنف تھے، یعنی علامہ ابوزکریا تبریزی، باقلانی وغیرہ حضرات متعدد مذہبی و ادبی کتب کے مصنف تھے۔ آپ نے آٹھ سال تک ان مشاہیر اساتذہ سے کسبِ فیض فرمایا اور جب ۴۹۶ھ میں آپ نے علوم کی تکمیل کی سند حاصل کی تو ممالکِ اسلامیہ میں کوئی ایسا عالم نہ تھا کہ آپ سے ہمسری کا دعویٰ کر سکے۔

تحصیلِ علم کے بعد جب آپ نے اپنے استاد کے مدرسہ کی تدریسی خدمات ان کی فرمائش پر قبول فرما لیں تو آپ کے اوقات زیادہ تر مدرسہ میں گزرنے لگے لیکن قدرت کو آپ سے جو کام لینا تھا اب اس کا وقت آگیا تھا آپ کے درس میں اب طلباء کا ہجوم ہونے لگا تھا اور دور دراز کے شہروں سے آپ کے پاس فتوے آیا کرتے تھے اور آپ کا بہت سا وقت ان کے جوابات تحریر کرنے میں گذر جاتا تھا لیکن جب آپ بغداد کے عوام و خواص، وہاں کے امراء اور رئیس زادوں کی بگڑی ہوئی حالت اور تباہ حال معاشرت ملاحظہ فرماتے

تو آپ کو سخت تکدر رہوتا۔ آپ چاہتے تھے کہ عوام و خواص کو خطاب فرمائیں لیکن چونکہ فارسی آپ کی مادری زبان تھی اور عربی کسبی اور بغداد میں فارسی زبان میں وعظ و تذکیر کا فائدہ معلوم، عربی زبان میں آپ خطابت سے کتراتے تھے۔ اس سلسلہ میں الکوکب الظفر کے مصنف نے ایک روایت نقل کی ہے کہ

"شیخ رضی اللہ نے فرمایا کہ بغداد میں ایک شخص وارد ہوا لوگ اس کو شیخ یوسف ہمدانی کہتے تھے اور لوگ اس کو قطب وقت سمجھتے تھے وہ رباط میں قیام پذیر تھے جب میں نے ان کے بارے میں سُنا تو میں بھی رباط کی طرف گیا لیکن میں نے ان کو نہیں پایا۔ ایک شخص نے مجھے بتایا کہ وہ رباط کے تہ خانے میں ہیں شیخ کہتے ہیں کہ میں ان سے ملنے کے لئے وہیں تہ خانہ میں پہنچا جب انہوں نے مجھ کو دیکھا تو کھڑے ہو گئے اور میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے برابر بٹھایا اور سب حال ذکر کر دیا اور میری جو مشکلات تھیں وہ سب حل ہو گئیں پھر انہوں نے مجھ سے کہا کہ اے عبدالقادر، لوگوں کو نصیحت کرا ور وعظ سُنا، میں نے کہا کہ میں عجم کا رہنے والا ہوں بغداد کے فصحا کے سامنے میں کیا کلام کروں گا انہوں نے کہا کہ تم نے قرآن مجید حفظ کیا ہے، علم فقہ، علم اصول، تفسیر، حدیث اور علم لغت، صرف و نحو وغیرہ حاصل کیا ہے، کیا یہ تمہارا منصب نہیں ہے کہ لوگوں کو نصیحت کرو (وعظ سناؤ) جاؤ منبر پر بیٹھو اور وعظ کہو میں تم میں درخت کمال کی اصل دیکھ رہا ہوں اور قریب ہے کہ وہ نخل بار آور ہو گا۔"[۱]

اس تائید غیبی کے بعد آپ سے وہ تذبذب رفع ہو گیا اور آپ نے وعظ کہنا شروع کیا جس کی صراحت ہم حضور کے معمولات کے سلسلہ میں کر چکے ہیں آپ وعظ میں انواع علوم سے کلام کرتے تھے اور ہر طرح کے علمی نکات اور اسرار بیان کرتے تھے۔ جب آپ منبر پر وعظ کے لیے تشریف فرما ہوتے تو حاضرین میں سے کوئی بھی ادب کے باعث نہ کھانستا تھا نہ کھنکارتا تھا اور جب آپ وعظ کہتے کہتے منبر پر بیٹھے سے کھڑے ہو جاتے اور یہ کلمہ زبان سے ادا فرماتے ھنی القال وعطفنا بالحال۔ تو اس وقت لوگوں میں اضطراب اور بے قراری شروع ہو جاتی تھی۔ حاضرین پر وجد اور حال کی کیفیت طاری ہو جاتی تھی اور یہی وہ حال ہوتا تھا کہ بھٹکے ہوئے اپنی منزل کو پہنچتے اور ضلالت میں پھنسے ہوئے دین کی روشنی کا مشاہدہ کرتے اور آپ کے دست حق پرست پر تائب ہوتے اور اسلام قبول کرتے اس کیفیت میں آپ جو کچھ کہنا چاہتے بغیر کسی لحاظ کے کہتے۔ امیروں، وزیروں بادشاہوں اور غاصبوں کو علی الاعلان للکارتے اور وہ دم بخود بیٹھے رہتے، کسی کی مجال نہ تھی، جو اس وقت کچھ عرض کر سکے۔ اس وقت آپ کے لہجہ میں درشتی پیدا ہو جاتی اور الفاظ و معانی کا ایک ایسا دریا موجزن ہو جاتا کہ جو کچھ فرماتے دل پر نقش ہوتا چلا جاتا اسی حال میں لوگوں کے دلی خطرات پر بھی اشارے فرماتے اور قوت کشف سے فوراً ان کو مخاطب فرماتے ایسے موقع پر حاضرین میں سے ہر شخص آپ کے جلال باکمال کا مشاہدہ کرتا، اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب بندے کو یہ خوبی عطا فرمائی تھی کہ ہزاروں نفوس کے مجمع میں آپ کی آواز دور و نزدیک یکساں پہونچتی اور ہر ایک بقدر اہلیت و صلاحیت ان نصائح جان افزا و ایمان پرور سے استفادہ کرتا۔

حضرت شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

"در مجلس حضرت غوث الثقلین چہار صد نفر دوات و قلم گرفتہ می نشستند و آنچہ از وے می شنیدند املامی کردند۔" (اخبار الاخیار) یعنی حضرت غوث الثقلین کی مجلس وعظ میں چار سو افراد قلم دوات لے کر بیٹھ جاتے تھے اور جو کچھ وہ حضرت سے سنتے تھے لکھتے جاتے تھے۔

---

[۱] لیکن حضرت غوث اعظم نے خود اس واقعہ کو عالم رؤیا میں حضرت سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی سے منسوب کیا ہے۔

چنانچہ بہت کم مدت میں حضرت غوث اعظم کے مواعظ وارشادات کے دو عظیم مجموعے ۵۵۲ھ تک مرتب ہوگئے ایک فتوح الغیب اور دوسرا الفتح الربانی۔ ان دونوں مجموعوں کے سلسلہ میں مختصراً پہلے عرض کر چکا ہوں۔ فتوح الغیب کے موضوعات کو میں نے تفصیل سے گذشتہ صفحات میں ذکر کیا ہے۔ الفتح الربانی جو آپ کے مواعظ کا مجموعہ ہے اور جو متعدد مجالس میں تقسیم ہے۔ ان مجالس کے موضوعات بھی نہی عن المنکر اور امر بالمعروف ہیں بعض مجالس اخلاقی موضوعات پر بھی مشتمل ہیں ذیل میں الفتح الربانی کی چند متفرق مجالس سے اقتباسات پیش ہیں۔

"اے باشندگان بغداد! تمہارے اندر نفاق زیادہ اور اخلاص کم ہوگیا اور اقوال بلا اعمال بڑھ گئے، تمہارے اعمال کا بڑا حصہ جسد بے روح ہے کیونکہ روح اخلاص و توحید اور اللہ و سنت رسول اللہ پر قائم رہنے کا نام ہے۔ غفلت مت کرو، اپنی حالت کو بدلو تاکہ راہ پاؤ۔"

"اے سونے والو! جاگ اٹھو، بیدار ہو جاؤ، غفلت شعارو! جاگ اٹھو۔ اے سونے والو! جس پر بھی تم نے اعتماد کیا اور جس سے تم نے خوف کیا اور تم نے توقع رکھی وہ بھی تمہارا معبود ہے اور نفع و نقصان جس پر تمہاری نظر پڑے اور تم یوں سمجھو کہ حق تعالیٰ اس کے ہاتھوں اس نفع و نقصان کا جاری رکھنے والا ہے تو وہ تمہارا معبود ہے۔ عنقریب تم کو اپنا انجام نظر آجائے گا۔[1]"

"اے مولویو! اے فقیہو، اے زاہدو، اے عابدو، اے صوفیو! تم میں کوئی ایسا نہیں جو توبہ کا حاجت مند نہ ہو، ہمارے پاس تمہاری موت و حیات کی تمام خبریں ہیں۔ وہ محبت صادق جس میں تغیر نہ آئے وہ محبت الٰہی ہے وہی ہے جس کو تم اپنے قلب کی آنکھوں سے دیکھتے ہو اور وہی محبت روحانی صدیقوں کی محبت ہے۔"

الفتح الربانی کی یہ تمام باسٹھ مجالس ان ہی رشد و ہدایت کا مجموعہ ہیں آپ نے وقت کی دکھتی رگ پر دست مبارک رکھا تھا دلوں کے چور آپ نے ظاہر فرمائے تھے اس لئے آپ جو کچھ فرماتے تھے وہ دلنشیں ہوتا تھا آپ کا انداز بیان اس قدر موثر اور پرہیبت ہوتا تھا کہ دل لرز اٹھتے تھے جسموں پر رعشہ طاری ہو جاتا تھا اور ان پر در توبہ کھل جاتا تھا

الفتح الربانی کا انداز بیان اور اشاعت اول

الفتح الربانی کا تمام تر انداز بیان خطیبانہ ہے ایک والہانہ جوش ہے جو ہر نقطہ میں موجزن ہے چھوٹے چھوٹے جملے وسیع معانی اور مفہوم لئے ہوئے ہیں استعارہ اور تشبیہ سے خالی۔ جو کچھ کہتے ہیں واشگاف فرماتے ہیں۔ ایجاز و ابہام کو ان میں جگہ نہیں دیتے، بیان میں ایک عجیب و غریب دبدبہ اور طنطنہ ہے، الفاظ کا شور و زور بتاتا ہے کہ ان کا قائل ایک ایسی ہستی ہے جو زمانہ پرستی سے بے نیاز ہو کر صداقت کے راستہ پر گامزن ہے۔ فرماتے ہیں۔

یا قومِ اُجیبونی فانی داعی الی اللّٰہ عزّ وجلّ
ادعوکُم اِلیٰ بابہٖ وطاعتہٖ ولا ادعوکم الی نفسی
المنافقُ لیس یدعو الخلقَ الی اللّٰہ عزّ وجلّ
ھُو داعٍ اِلیٰ نفسہٖ۔

---

[1] اور حضرت شیخ غوث الاعظم کی وفات کے چند سال بعد ہی بغداد والوں نے تاتاریوں کے ہاتھوں اس انجام کو پالیا جس کی آپ نے پیشگوئی فرمائی تھی۔

ایک اور مجلس میں ارشاد فرماتے ہیں۔

> اِنِّی مُسَلَّطٌ عَلیٰ کُلِّ کَذَّابٍ مُنَافِقٍ دَجَّالٍ مُسَلَّطٌ
> عَلیٰ کُلِّ عَاصٍ لِلّٰہِ عَزَّوَجَلَّ اَکْبَرُھُمْ اِبْلِیْسُ
> اَصْغَرُھُمُ الْفَاسِقُ. اِنِّی مُحَارِبٌ لِکُلِّ ضَالٍّ مُضِلٍّ
> دَاعٍ اِلیَ الْبَاطِلِ مُسْتَعِیْنٌ عَلیٰ ذٰلِکَ بِلَا حَوْلَ
> وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ۔

الفاظ کا اختصار اور معنی کی وسعت کا اندازہ آپ کے اس ارشاد گرامی سے ہو کہ حضور نے کس قدر وسیع مفہوم کو چند جملوں میں بیان فرما دیا ہے۔

> اَلْخَیْرُ کُلُّہٗ فِیْ کَلِمَتَیْنِ اَلتَّعْظِیْمُ لِاَمْرِ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ
> وَالشَّفْقَۃُ عَلیٰ خَلْقِ اللّٰہِ۔

> وَاِیَّاکَ تَدَّعِیْ اَنَّکَ صُوْفِیٌّ وَاَنْتَ کَدِرٌ اَلتَّصَوُّفُ
> مِنْ صَفَا بَاطِنُہٗ وَظَاھِرُہٗ بِاِطَاعَۃِ کِتَابِ اللّٰہِ
> عَزَّوَجَلَّ وَسُنَّۃِ رَسُوْلِہٖ۔

مجھے افسوس ہے کہ اس مختصر سوانح حیات میں اس قدر گنجائش نہیں کہ میں حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی انشا اور زبان کی باریکیوں اور ان کی خصوصیات کو بیان کر سکوں اور نہ میں اپنے قلم میں یہ قدرت پاتا ہوں کہ ان کمالات کا استقصا کر سکوں جو سیدنا غوث اعظم کی انشا میں پائے جاتے ہیں سوائے اس کے کہ "دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے" حضرت غوث اعظم جو کچھ فرماتے تھے دلی جوش اور تائید الٰہی سے فرماتے تھے اس لئے آپ کا کلام موثر اور دلنشین تھا۔

الفتح الربانی کی اشاعت | الفتح الربانی جو سیدنا غوث اعظم کے ان خطبات اور ارشادات کا مجموعہ ہے جو آپ نے اپنی مجلس میں شوال ۵۴۵ھ سے رجب ۵۴۶ھ تک یعنی ایک سال کی مدت میں ارشاد فرمائے ان مجالس یا خطبات کی تعداد ۶۲ ہے الفتح الربانی سب سے پہلے مصر میں ۱۳۰۲ھ میں شائع ہوئی اس سے قبل اس مخطوطے کی متعدد نقول عقیدت مندوں کے کتب خانوں میں موجود تھیں۔ الفتح الربانی کے اب تک اردو، فارسی اور انگریزی میں متعدد ترجمے شائع ہو چکے ہیں لیکن ابھی تک متن کے ساتھ کوئی اردو ترجمہ میری نظر سے نہیں گذرا۔ اور نہ آپ کے سوانح نگار حضرات نے اس طرف کوئی توجہ کی ہے چنانچہ اگر آپ تفحص اور جستجو کریں تب بھی آپ کو حضور کی انشا پردازی اور زبان و بیان کے سلسلہ میں چند سطر بھی نہیں مل سکیں گی۔

فتوح الغیب | الفتح الربانی کی طرح فتوح الغیب بھی حضرت سیدنا غوث اعظم کے خطبات کا مجموعہ ہے اس میں ۸۰ خطبات ہیں یہ خطبات بھی احکام شریعت اور طریقت پر مشتمل ہیں۔ بعض مقالات کے عنوانات میں سابقہ صفحات میں ذکر کر چکا ہوں۔ فتوح الغیب کے دو آخری مقالے یعنی ۷۹ واں اور ۸۰ واں حضرت کے صاحبزادے عبدالوہاب نے مرض حال میں مرتب کئے گویا آپ کے اصل مقالات ۷۸ ہیں۔

فتوح الغیب کا انداز بیان | الفتح الربانی کی طرح فتوح الغیب کا انداز بیان بھی خطیبانہ ہے لیکن اس میں وہ ہیبت اور شدت خطاب

نہیں ہے جو الفتح الربانی میں ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ خطبات تہدیدیہ نہیں ہیں بلکہ اعلامیہ ہیں ان میں شریعت و طریقت کے مباحث ہیں جن کو آپ نے بڑے دلنشیں طریقے پر بیان فرمایا ہے میں یہاں صرف ایک خطبہ سے اقتباس پیش کر رہا ہوں۔

إذا مِتَّ عن الخلق قيل لك رحمك الله وأماتك عن الهوى. إذا مِتَّ عن الهوى قيل لك رحمك الله وأماتك عن ... إلى ذلك ومناك. إذا مِتَّ عن ... إلى ذلك ومناك قيل لك رحمك الله وأحياك فحينئذ تحيى حياة لا موت بعدها

(مقالہ چہارم، صدیقیت کا مقام اور مرگ معنوی)

جب تو (مخلوق کے) اعتبار سے مرجائیگا تو تجھے کہا جائے گا، تجھ پر اللہ کی رحمت ہو اور اللہ تعالیٰ تجھ کو خواہشاتِ نفسانی (کے اعتبار) سے مارے گا اور جب تو اپنی خواہشات سے مرجائے گا تو تیرے لئے کہا جائے گا کہ اللہ تجھ پر رحمت کرے اور اللہ تجھے تیری خواہش، آرزو اور ارادہ کے اعتبار سے مار دے گا پھر جب تو اپنے ارادے اور آرزو کے اعتبار سے مرجائے گا تو تجھے کہا جائے گا کہ اللہ تجھ پر رحم فرمائے پھر تجھے اللہ زندہ کرے گا اور اس وقت تو ایسی زندگی کے ساتھ زندہ کیا جائے گا جس کے بعد موت نہیں ہے۔

اس خطبہ میں ارشاد فرماتے ہیں:۔

وإليك تقصد وأبدال وبك تنكشف الكروب وبك تسقى الغيوث وبك تنبت الزروع وبك تدفع البلايا والمحن عن الخاص والعام وأهل الثغور والرعايا والأئمة والأمة وسائر البرايا.

تیرے پاس ابدال آئیں گے تجھ سے (دوسرے لوگوں کی) مشکلیں حل ہوں گی تیری دعا سے مینہ برسے گا اور تیری برکت سے کھیتیاں اگائی جائیں گی اور تیری دعا سے ہر خاص و عام، اہل سرحد، راعی، رعایا اور ائمہ امرداران (امت) اور امت اور تمام مخلوق سے مصیبتیں اور بلائیں دور کی جائیں گی (مقالہ چہارم)

فتوح الغیب کے اندازِ بیان میں بھی زور ہے لیکن الفتح الربانی کے مقابلہ میں انشا کی خصوصیات اور اسلوب بیان میں اس عصر کے محاسن انشا کو ابرا کرنے کے زیادہ آسان مواقع ہیں چنانچہ مندرجہ بالا اقتباسات میں سیدھی سادھی تراکیب ہیں بیان میں الجھاؤ نہیں ہے البتہ سجع کا التزام موجود ہے گویا مقفع و مسجع عبارت ہے لیکن آورد نہیں بلکہ آمد ہے ایک دریا ہے جو روانی اور زور و شور سے بہہ رہا ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ میں اختصار کے باعث مزید مثالیں پیش کرنے سے قاصر ہوں ورنہ میں آپ کی انشا پردازی پر اپنی بساط اور قوتِ قلم کے بقدر مزید تحریر کرتا۔

فتوح الغیب کی اشاعت اور فارسی اردو تراجم

فتوح الغیب بھی سب سے پہلے ۱۲۸۱ھ میں مصر میں طبع ہوئی اس سے قبل اطراف و اکناف میں اس کے مخطوطے اور قلمی نسخے موجود تھے۔ ہندوستان میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اپنے مرشد کامل اور پیر طریقت[۱] کے ارشاد کی تعمیل میں اس کا فارسی زبان میں ترجمہ کیا۔ یہ ترجمہ سترہویں صدی عیسوی میں کیا گیا اور جس قلمی نسخہ سے کیا گیا ہے باوجود کوشش مجھے وہ فارسی نسخہ دستیاب نہ ہو سکا۔ ورنہ میں ترجمہ کی صحیح تاریخ پیش کرتا۔ حضرت شیخ محدث دہلوی کے فارسی ترجمہ سے فتوح الغیب کے متعدد اردو اور انگریزی ترجمے شائع ہوتے ان اردو ترجموں میں مکتبہ مجتبائی دہلی کا ترجمہ قدیم ترین اردو ترجمہ کہا جا سکتا ہے نولکشور پریس لکھنؤ نے بھی فتوح الغیب کا اردو ترجمہ ۱۹ ویں صدی کے آخر میں شائع کیا اس کا ایک انگریزی ترجمہ میرے سامنے موجود ہے ڈاکٹر آفتاب الدین احمد اس انگریزی ترجمہ کے مولف و مترجم ہیں۔

حضرت سیدنا غوث اعظم کی اہم ترین تصنیف الغنیۃ لطالب طریق الحق (المعروف بہ غنیۃ الطالبین) ہے جس کا ترجمہ سلاست کے ساتھ عصرِ حاضر کے تقاضوں کے بموجب آپ کے سامنے پیش کیا جا رہا ہے اور یہ سوانح عمری بطور دیباچہ تحریر کی گئی ہے۔

الغنیۃ لطالب طریق الحق بھی دوسرے مخطوطات کی طرح ۱۲۸۸ھ میں مصر میں پہلی بار طبع ہوئی میں نے اس مطبوعہ نسخہ کے طبع سوم سے اس کا ترجمہ کیا ہے ہندوستان میں اس کا فارسی زبان میں سب سے پہلا ترجمہ ملا عبدالحکیم سیالکوٹی نے کیا ہے جو حضرت شیخ محدث دہلوی کے معاصرین علماء میں ہیں۔

---

[۱] حضرت شیخ محدث دہلوی کے پیر طریقت حضرت عبدالوہاب شاذلی قادری مکی ہیں۔

ایک ممتاز مقام رکھتے تھے۔ اور آج بھی درس نظامی کی کتابوں پر ان کے حواشی سند سمجھے جاتے ہیں۔

اردو میں غنیۃ الطالبین کا ترجمہ سب سے پہلے نولکشور پریس لکھنؤ نے شائع کیا۔ یہ اردو ترجمہ اسی عربی متن کا ہے جو نولکشور پریس نے شائع کیا تھا۔ یہ ترجمہ مولوی محبوب الدین اور مولوی جمال احمد صاحبان نے کیا ہے اس کے علاوہ بھی چند اور اردو ترجمے دہلی اور پنجاب میں شائع ہوئے لیکن صحت کا خیال کسی نسخہ میں بھی نہیں رکھا گیا۔ الغنیۃ الطالب طریق الحق ۱۴ ابواب پر مشتمل ہے اور ہر باب کے تحت متعدد فصلیں ہیں۔ کتاب کا ایک اہم باب "آداب المریدین" کے نام سے موسوم ہے .... الغنیۃ الطالب طریق الحق کا اسلوب بیان بہت دلکش ہے بجائے اجمال کے اس میں تفصیل موجود ہے حضرت نے ایمان و ارکان اسلام و عبادات کے سلسلہ میں جو کچھ بیان کیا ہے وہ تفصیل کے ساتھ دلکش انداز میں بیان فرمایا ہے اگرچہ آپ حنبلی مذہب کے پیرو تھے لیکن آپ نے دیگر مذاہب کے اختلافی مباحث کو بہت کم چھیڑا ہے آپ کی اس تصنیف گراں مایہ نے بھی اصلاحی تحریک میں بڑا کام کیا، اور فتوح الغیب اور الفتح الربانی سے زیادہ عوام و خواص میں مقبول ہوئی۔ میں یہاں اس قدر بیان ہی پر اکتفا کرتا ہوں کہ "حرف آغاز" میں غنیۃ الطالبین کے سلسلہ میں تفصیل سے پہلے لکھ چکا ہوں۔

حضرت کے سوانح نگاروں نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ ان مشہور و معروف ایمان افروز کتب کے علاوہ بھی عربی زبان میں آپ نے مندرجہ ذیل کتب تصنیف فرمائی تھیں۔ یعنی ان میں ایک حزب بشائر الخیرات ہے اس میں درود شریف کے فضائل و برکات سے بحث فرمائی ہے اس کے علاوہ الیواقیت و الحکم، الفیوضات الربانیہ، المواہب الرحمانیہ آپ کی تصانیف ہیں۔ حضرت کے مشہور فرزندان اخلاف میں حضرت شیخ طاہر علاؤالدین صاحب آپ کی تصانیف کے سلسلہ میں مندرجہ بالا کتب کے علاوہ ذیل کی چند کتب کی بھی نشاندہی فرماتے ہیں (۱) المواہب الرحمانیہ و الفتوحات الرحمانیہ (۲) جلاء الخاطر (۳) سر الاسرار، ہر دو مذکورہ کتب کے سامنے آپ نے یہ نوٹ تحریر کیا ہے "کشف الظنون حاجی نے ذکر کیا ہے جو خلیفہ تھے" [1] غالباً اس سے پیر طاہر علاؤالدین صاحب کی یہ مراد ہے کہ حاجی خلیفہ نے اپنی کتاب "کشف الظنون" میں ان کتب کا ذکر کیا ہے۔ (۴) رد الرافضہ (مدرسہ قادریہ میں اس کا قلمی نسخہ موجود ہے) تفسیر قرآن کریم دو جلد۔

عربی زبان میں حضرت کی ہر سہ کتب یعنی الفتح الربانی، فتوح الغیب اور الغنیۃ لطالب طریق الحق پر تمام سوانح نگار اور مورخین کا اتفاق ہے۔

حضرت سیدنا غوث اعظم کی شاعری

بزرگان دین و ملت، اکابرین صوفیائے کرام، مفکرین عظام کی شاعری، نام و نمود کے لئے نہ تھی اور نہ مذاق شاعری اور مجموعہ اشعار ان کے لئے سرمایہ فخر و امتیاز ہو سکتا ہے بلکہ خود ان حضرات کا شعری ادب پر احسان عظیم ہے کہ انہوں نے اپنے پاکیزہ جذبات و احساسات سے خواہ عربی زبان ہو یا فارسی ادبیات کو سر بلندی بخشی اور ادب کو اس قابل بنایا کہ پاکیزہ محفلوں اور مقدس مجلسوں میں پڑھا جا سکے۔ ان حضرات کے لئے فن شاعری کوئی ایسا دشوار گذار مرحلہ نہ تھا کہ کسی استاد کے سامنے زانوئے ادب طے کیا جاتا یا اس کے حصول میں عمر عزیز کو صرف کیا جاتا بلکہ ان حضرات کا تبحر علمی دوسرے فنون کی طرح اس فن میں بھی اظہار خیال کے راستے تلاش کر لیتا تھا۔

چنانچہ عم محترم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ابو طالب، حضرت حسان بن ثابت، حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم متقدمین شعراء عرب کی صف اول میں نمایاں حیثیت رکھتے۔ ہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اس فن کو شایان شان نہیں بنایا ورنہ حضور سے زیادہ بہتر حمد الٰہی پر مبنی شعر میں اور کون پیش کر سکتا تھا۔ سورہ الشعراء میں اللہ تعالیٰ نے دنیادار شعراء رفسق و فجور سے بھرپور شاعری کی مذمت فرمائی ہے لیکن اصحاب ایمان و ایقان کا اس سے استثنیٰ فرما دیا ہے۔ حضرت حسان و حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بعد پہلی صدی ہجری سے پانچویں صدی ہجری تک بہت سے عربی اور فارسی زبان میں شعر کہنے والے اکابرین ملت و علمائے امت موجود ہیں حضرت عبدالرحمان جامی، حضرت ہجویری (داتا گنج بخش)، حضرت خواجہ خواجگان

خواجہ معین الدین چشتی اجمیری، حضرت شیخ سعدی شیرازی قادری، حضرت شیخ اکبر محی الدینؒ المعروف بہ ابنِ عربی اور حضرت امیر خسرو بحیثیت عارف باللہ اور بطور شاعر کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ پس حضرت سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے بعض قصائد کے بارے میں بآسانی یہ کہہ دینا کہ آپ کا کلام نہیں کوئی دانشمندانہ قول نہیں ہے۔

چونکہ عربی شاعری صرف قصیدے اور مرثیہ کا نام ہے، اس زبان میں (زمانہ قدیم) نہ غزل تھی نہ رباعی نہ قطع تھا نہ مثنوی۔ یہ سب اصناف سخن فارسی شاعری کی پیداوار ہیں۔ عرب میں مدتوں تک قصیدے کی تشبیب ہی سے غزل کا کام لیا جاتا تھا اور بس۔ چنانچہ عارف باللہ غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی تمام تر شاعری چند حمدیہ قصیدوں پر مشتمل ہے۔ ان قصیدوں میں ایک قصیدہ خمریہ اور ایک قصیدہ لامیہ ہے جس کا مطلع ہے۔

شرعت بتوحید الالٰہ مبجلا ساختم بالذکر الحمید مجملا

انا القادری الحسنی عبد القادر دعیت بمحی الدین فی روحہ العلا

قصیدہ خمریہ کا یہ شعر خاص طور پر قابل تحریر ہے جس میں آپ نے ایک حقیقت کا اظہار فرمایا ہے۔

افلت شموس الاولین وشمسنا ابدًا علی افق العلی لا تغرب

افسوس کہ یہ قصیدہ میرے سامنے نہیں ہے ورنہ بقدر قوت ادراک و فہم اس سلسلہ میں کچھ عرض کرتا۔ ہاں قصیدۂ غوثیہ جو حضرت رضؓ کے واردات قلبی کا آئینہ دار اور آپ کے منصب جلیل کا ترجمان ہے میرے پیش نظر ہے اس سلسلہ میں اتنا عرض کروں گا کہ اس قصیدے کو تواتر کے ساتھ حضرت کے تمام سوانح نگار حضرات پیش کرتے آئے ہیں اور اس کے بعض اشعار کے سلسلہ میں بہت سے واقعات بزرگان دین سے منسوب کئے گئے ہیں وہ لوگ جو اس قصیدے کو حضرت کی تصنیف نہیں بتاتے وہ اپنے قول کی تائید اور ثبوت میں کوئی مسکت دلیل نہیں پیش کر سکے۔ بجز اس کے حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ بہت ہی متواضع اور منکسر المزاج تھے آپ ایسے اشعار جن میں علو مرتبت اور ترفع درجات کا ذکر بڑے فخریہ انداز میں کیا ہے کس طرح عوام کے سامنے پیش کر سکتے تھے۔ ایسے معترضین کی تعداد بہت کم ہے صرف ایک ہستی اس سلسلہ میں قابل ذکر ہے اور وہ ہے جناب رشید رضا مصری مدیر رسالہ المنار۔ لیکن انہوں نے بھی صرف اتنا کہا ہے کہ "یہ قصیدہ آپ کی طرف منسوب ہے" حقیقت یہ ہے کہ آپ کے اس قصیدے کا معنوی رنگ آپ کی تصانیف سے بالکل الگ ہے۔ میں زبان کے بارے میں عرض نہیں کر رہا ہوں بلکہ مضمون کی نوعیت کی طرف اشارہ ہے۔ آپ اپنی تصانیف میں ایک مبلغ، ایک ہادی و رہنما اور عذاب الیم سے ڈرانے والے اور خداوند سمیع و بصیر کی طاعت و بندگی پر آمادہ کرنے والے ایک صاحب دانش و بینش مرشد ہیں اور قصیدہ غوثیہ میں آپ جماعت اولیائے کرام اور گروہ صوفیائے عظام سے مخاطب ہیں اور اس منصب والا کی طرف اشارہ کرتے ہیں جو بارگاہ نبوت سے آپ کو تفویض کیا گیا ہے۔ حضرت مولانا جلال الدین رومی نے 'فیہ ما فیہ' میں اس قصیدے کے بارے میں تحریر کیا ہے کہ

"قصیدہ غوثیہ شریف بھی اسی مقام قرب کے ایک خود دار اور شکر یافتہ کی آواز ہے جس کو سیدنا غوث اعظم کے باطنی حال کی ایک اجتماعی تفسیر سمجھنا چاہیئے۔"

حضرت مولانا روم نے جو کچھ کہا ہے وہ حرف بحرف بجا ہے قصیدہ غوثیہ کی یہی حقیقت ہے نگاہ ظاہر بیں اور دل ظاہر پرست اس حقیقت کا ادراک اور اس کا فہم نہیں کر سکتا۔ اب میں قصیدہ غوثیہ کو ذیل میں درج کرتا ہوں اور اپنے فطری مذاق شاعری کی بدولت اس کا منظوم ترجمہ پیش کرنے کی اجازت چاہتا ہوں۔ ہر چند سمجھتا ہوں کہ میرا منظوم ترجمہ ان معارف و حقائق کا احاطہ نہیں کر سکتا جو حضرت سیدنا غوث اعظم کے کلام معجز نظام میں موجود ہے لیکن اس لحاظ سے کہ اردو شاعری میں اب تک یہ جسارت کسی شاعر نے نہیں کی ہے۔ شاید میری یہ کوشش بارگاہ غوثیت میں

شرف قبولیت پائے اور اس بیکار شاعری کا بدل ہوسکے جس کے لئے ہندوستان میں بہت سے ماہ و سال میں نے گنوا دیئے ہیں۔

قصیدۂ غوثیہ مع ترجمہ منظوم

سقانی الحب کاسات الوصال
ساغر بھرے ہیں عشق نے بزم وصال کے
فقلت لخمرتی نحوی تعالی
لا جس قدر بھی خم ہیں شراب و جمال کے

سعت ومشت لنحوی فی کؤوس
ساغر بھرے ہوئے مری جانب رواں ہوئے
فهمت بسکرتی بین الموالی
میں ہوں میان حلقۂ یاران حال کے

فقلت لسائر الاقطاب لموا
آواز دے رہا ہوں کہ اقطاب دہر.. آؤ
بحالی وادخلوا انتم رجالی
خواہاں ہو تم اگر ابھی اصلاح حال کے

وهموا واشربوا انتم جنودی
ہمت کرو، بڑھو، چلے آؤ، اٹھاؤ جام
فساقی القوم بالوافی ملالی
یہ خم بھرے ہیں شراب وصال کے

شربتم فضلتی من بعد سکری
میری بچی شراب تو پی تم نے دوستو!
ولا نلتم علوی واتصالی
لیکن ابھی تو دور ہیں زینے وصال کے

مقامکم العلی جمعا ولکن
تم سب کا بھی بلند اگرچہ مقام ہے
مقامی فوقکم ما زال عالی
شایاں نہیں ہو تم مری شان کمال کے

انا فی حضرة التقریب وحدی
میں تو غریق جلوۂ حسن قدیم ہوں
یصرفنی وحسبی .... ذوالجلال
کافی کرم ہیں مجھ کو مرے ذوالجلال کے

انا البازی اشهب کل شیخ
ہوں جرہ باز سارے شیوخان دہر کا
ومن ذا فی الرجال اعطی مثالی
کس کو ملے ہیں اوج یہ فضل و کمال کے

کسانی خلعة بطراز عزم
پہنے ہوئے ہوں عزم و عزیمت کی خلعتیں
وتوجنی بتیجان .... الکمال
کتنے ہی تاج ہیں میرے سر پر کمال کے

واطلعنی علی سر قدیم
راز قدیم سے مجھے آگاہ کر دیا...
وقلدنی واعطانی ... سؤالی
مجھ پر عطائیں کی ہیں عوض ہر سوال کے

وولانی علی الاقطاب جمعا
والی بنایا ہے مجھے اقطاب دہر کا
فحکمی نافذ فی کل حال
نافذ ہے میرا حکم اب ہر اک کے حال کے

فلو القیت سری فی بحار
پانی سمندروں میں نہ باقی رہے کہیں
لصار الکل غورا فی الزوال
میں ان پہ کھول دوں جو رموز اپنے حال کے

ولو القیت سری فی جبال
ہو جائے ان پہ فاش میرا راز عشق گر
لدکت واختفت بین الرمال
ہو جائیں ریزہ ریزہ یہ ٹوٹے جبال کے

وَلَوْ اَلْقَيْتُ سِرِّیْ فَوْقَ نَارٍ
لَخَمَدَتْ وَانْطَفَتْ مِنْ سِرِّ حَالِیْ
میں گر کروں بیان محبت کی داستان
ہو جائے آگ سرد بغیر اشتعال کے

وَلَوْ اَلْقَيْتُ سِرِّیْ فَوْقَ مَيْتٍ
لَقَامَ بِقُدْرَةِ الْمَوْلٰی تَعَالٰی
مُردہ اگر سُنے جو کبھی میرے راز کو
جی اٹھے یہ کرم ہوں مرے ذوالجلال کے

وَمَا مِنْهَا شُهُوْرٌ اَوْ دُهُوْرٌ
تَمُرُّ وَتَنْقَضِیْ اِلَّا .. اَتَالِیْ
مستقبل جہان کے منظر ہیں سامنے
پردے تمام اٹھ گئے ماضی و حال کے

وَتُخْبِرُنِیْ بِمَا يَاْتِیْ وَيَجْرِیْ
وَتُعْلِمُنِیْ فَاَقْصِرْ عَنْ جِدَالِیْ
آگاہ کرتے ہیں یہ زمانے مجھے ... مدام
یارو عبث ہیں قصدِ بحث و جدال کے

مُرِيْدِیْ هِمْ وَطِبْ وَاشْطَحْ وَغَنِّ
وَافْعَلْ مَا تَشَاءُ فَالْاِسْمُ .. عَالِیْ
ہے تشنگی میں لطف کر میں غنا ہے وہ
میرے مرید نام ہے بس ذوالجلال کے

مُرِيْدِیْ لَا تَخَفْ اَللّٰهُ رَبِّیْ
عَطَانِیْ رِفْعَةً نِلْتُ الْمَنَالِ
اللہ ربی، خوف نہ کر اے میرے مرید
ہے منزل مراد قریں میرے حال کے

طُبُوْلِیْ فِی السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ دُقَّتْ
وَشَاءُوْسُ السَّعَادَةِ قَدْ بَدَا لِیْ
میرے جلو میں خیر و کرم کے نقیب ہیں
چرچے ہیں آسماں سے زمیں تک کمال کے

بِلَادُ اللّٰهِ مُلْكِیْ تَحْتَ حُكْمِیْ
وَوَقْتِیْ قَبْلَ قَلْبِیْ قَدْ صَفَا لِیْ
اللہ کے شہر و ملک ہیں سب میری ملکیت
محکوم ہیں یہ سب مرے ماضی و حال کے

مُرِيْدِیْ لَا تَخَفْ وَاشٍ فَاِنِّیْ
عَزُوْمٌ قَاتِلٌ عِنْدَ الْقِتَالِ
جاسوس شاہ سے بھلا ڈرتا ہے کیوں مرید
جوہر نہاں ہیں مجھ میں جدال و قتال کے

نَظَرْتُ اِلٰی بِلَادِ اللّٰهِ جَمْعًا
كَخَرْدَلَةٍ عَلٰی حُكْمِ اتِّصَالِ
سب ملک میرے سامنے یوں ہیں کہ خاک پر
پھینکے ہوں جیسے رائی کے دانے اچھال کے

دَرَسْتُ الْعِلْمَ حَتّٰی صِرْتُ قُطْبًا
وَنِلْتُ السَّعْدَ مِنْ مَوْلَی الْمَوَالِیْ
سردار و قوم قطب کا درجہ مجھے دیا
مولائے کل کے لطف جو شامل تھے حال کے

فَمَنْ فِیْ اَوْلِيَاءِ اللّٰهِ مِثْلِیْ
وَمَنْ فِی الْعِلْمِ وَالتَّصْرِيْفِ حَالِیْ
ہوں اولیائے وقت میں بے مثل و بے نظیر
ہیں اختیارِ علم کے تصریف حال کے

رِجَالٌ فِیْ هَوَاجِرِهِمْ صِيَامٌ
وَفِیْ ظُلَمِ اللَّيَالِیْ كَاللَّآلِیْ
تپتے دنوں میں صوم سے رہ کر میرے مرید
رخشاں ہیں تیرگی میں یہ موتی کمال کے

وَكُلُّ وَلِیٍّ لَهٗ قَدَمٌ وَاِنِّیْ
عَلٰی قَدَمِ النَّبِیِّ بَدْرِ الْكَمَالِ
رکھتے ہیں اولیائے تقلید نقش پا
رہبر مرے ہیں چاند جہانِ کمال کے

نَبِیٌّ هَاشِمِیٌّ مَكِّیٌّ حِجَازِیٌّ
هُوَ جَدِّیْ بِهٖ نِلْتُ الْمَعَالِیْ
یعنی نبی ہاشمی، مکی، شہ حجاز
صدقہ انہی کا ہیں یہ مراتب کمال کے

أَنَا الْجِيْلِيُّ مُحْيِ الدِّيْنِ اِسْمِيْ — وَأَعْلَامِيْ عَلٰى رَأْسِ الْجِبَالِ
جیلی ہوں اور دین کا محی لقب میرا — کوہ و جبل پہ نصب ہیں پرچم جلال کے
أَنَا الْحَسَنِيُّ وَالْمَخْدَعُ مَقَامِيْ — وَأَقْدَامِيْ عَلٰى عُنُقِ الرِّجَالِ
میرا بڑا گھرانا ہے دادا حسن میرے — ہیں پاؤں گردنوں پہ تمامی رجال کے
وَعَبْدُ الْقَادِرِ الْمَشْهُوْرُ اِسْمِيْ — وَجَدِّيْ صَاحِبُ عَيْنِ الْكَمَالِ
موسوم ہوں میں بندہ قادر کے نام سے — جد میرے تاجدار ہیں عین الکمال کے

حضرت غوث اعظم کی فارسی شاعری اور فارسی مکتوبات

حضرت سیدنا غوث اعظم کے فارسی مکتوبات بھی موجود ہیں اور فارسی شاعری کا دیوان بھی۔ فارسی مکتوبات صرف چند ہیں اور ان میں بھی جا بجا آیات قرآنی سے استدلال ہے اور وہی زور بیان ہے جو الفتح الربانی اور فتوح الغیب کا انداز ہے فارسی دیوان کے بارے میں اکثر حضرات کا یہ خیال ہے کہ وہ دیوان آپ کا نہیں ہے ہر چند کہ قدیم تذکرہ نویسوں نے اس کو آپ ہی سے منسوب کیا ہے میں یہاں اس بحث کو نہیں چھیڑنا چاہتا ہاں یہ ضرور کہوں گا کہ یہ کہہ دینا بہت آسان ہے کہ فلاں دیوان فلاں ہستی سے غلط منسوب کر دیا گیا ہے جس طرح حافظ محمود شیرانی مرحوم نے اپنے ایک دو ورقی رسالہ میں خواجہ خواجگان چشت کے موجودہ فارسی دیوان سے انکار کر دیا اور دلائل نہایت کمزور اور بودے پیش کئے الحمد للہ کہ راقم الحروف اور میرے عزیز دوست برادرم قاضی معین الدین چشتی قادری نے پانچ سال کی متواتر کوشش سے ان کے اس خیال کو باطل کر دیا اور ہر ہر پہلو سے یہ ثابت کر دکھایا کہ وہ دیوان خواجہ اجمیری ہی کا ہے یہ کتاب "لمعات خواجہ" کے نام سے جلد آپ کے ہاتھوں میں پہنچے گی۔

حضرت غوث اعظم کا وصال

مشعل نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روشن ہونے والا چراغ جس کی ضیا باریاں عرب و عجم سے روم، مصر و شام تک پہنچیں ہند و ترکستان کے اندھیروں میں جس نے روشنی پھیلائی یعنی شریعت کے علمبردار طریقت و معرفت کے امام اور مجلس روحانیان کے صدر نشین حضرت سیدنا غوث اعظم نے ۹۱ سال کی عمر میں ۱۱ ربیع الثانی ۵۶۱ھ مطابق ۱۱۶۵ء واصل بحق ہوئے بعض سوانح نگاروں جن میں چند مستشرقین شامل ہیں آپ کی تاریخ وصال ۹ ربیع الثانی بتائی ہے آپ کی وفات نماز عشا کے بعد ہوئی تمام اطراف و اکناف میں رات بھر میں خبر پھیل گئی اور لوگوں کے اژدہام کا یہ عالم ہوا کہ دن میں آپ کی تدفین عمل میں نہ لائی جا سکی بلکہ دوسری شب میں آپ کو دفن کیا گیا رات بھر اور دن بھر لاکھوں عقیدت مند آپ کا آخری دیدار کرتے رہے۔ آپ کا وصال عباسی خلیفہ المستنجد باللہ کے عہد میں ہوا۔

وصال سے پہلے دنیا سے بے تعلقی کے کلمات برابر آپ کی زبان پر آتے رہتے تھے اور ہر وقت اللہ سے ڈرنے (تقویٰ) کی وصیت فرماتے رہتے تھے چنانچہ آپ کے فرزند حضرت شیخ عبدالوہاب نے جب آپ سے وصیت آخری کے سلسلہ میں عرض کیا تو آپ نے جواب میں فرمایا۔

"اللہ سے ڈرو اور اس کے سوا کسی سے خوف نہ کرو اور اللہ کے سوا کسی سے امید نہ رکھو اور سب کاموں کو اللہ کی طرف سونپ دے اور اس کے سوا کسی پر بھروسہ نہ کر اور سب حاجتیں اسی سے طلب کر اور اللہ کے سوا کسی پر توقف نہ کر، توحید کو لازمی طور پر اختیار کر، توحید کو لازمی طور پر اختیار کر۔"

اس طرح حضرت سیدنا غوث اعظم نے اپنے آخری سانسوں میں بھی اس مقصد کی تبلیغ کا خیال رکھا جو آپ کے سپرد بغداد میں کیا گیا تھا انا للہ وانا الیہ راجعون

مزار مبارک

حضرت غوث اعظم کا مزار مبارک بغداد کے شرقی میں واقع ہے یہ وہی محترم جگہ ہے جہاں وہ درس دیتے اور وعظ و ارشاد کی مجلس برپا فرماتے یہ جگہ مدرسہ کے نام سے موسوم تھی چونکہ بعد وصال آپ یہیں مدفون ہوئے اس لئے اس کے بعد یہ بارگاہ غوثیہ (مزار غوثیہ) کے نام سے موسوم چلا آ رہا ہے اس عمارت میں کئی عالیشان [illegible] آپ کے بعض فرزندوں کے مزار، مسجد، لنگر خانہ، کتب خانہ اور غیر ملکیوں اور ملکی طلبہ کی اقامت گاہیں بھی ہیں ۶۱۵ھ میں عباسی خلیفہ ناصر الدین اللہ نے اس عمارت میں مزید توسیع کی لیکن ۹۱۲ھ میں شاہ اسمٰعیل صفوی شاہ ایران کے ہاتھوں ان عمارات کو نقصان پہنچا اس کے بعد ۹۴۱ھ میں سلطان سلیمان عثمانی نے یہاں پر ایک خوبصورت اور عالیشان عمارت تعمیر کرائی ۱۲۱۸ھ میں سلطان عبدالعزیز خاں کے عہد میں از سر نو تعمیر ہوئی اور آج بھی عمارت اپنی شان و شکوہ کے ساتھ حضرت کے فیوض باطنی کی نشاندہی کر رہی ہے۔

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

الغنیۃ لطالبی طریق الحق

کے

تصنیف کا سبب

حمد کی سزاوار اسی اللہ کی ذات ہے جس سے ہر کتاب کی ابتدار اور جس کے ذکر سے ہر کلام کا آغاز ہوتا ہے۔ عالم تصرف میں راحت و آرام پانے والے اسی کی حمد و ثنا کا انعام حاصل کریں گے۔ اسی کے نام سے ہر بیماری سے شفا حاصل ہوتی ہے، اور ہر غم اور ہر مصیبت میں، سکھ ہو یا دکھ ہر حال میں اسی کے سامنے تضرع اور سوال کے لئے ہاتھ پھیلائے جاتے ہیں۔ اس کو بلانے والا خواہ کسی زبان میں اس کو پکارے اور بلائے وہ اس کی سنتا ہے اور عاجزوں کی دعائیں قبول کرتا ہے۔ ہر شے عطا کرنے والا اور مطلوب مقصود تک پہنچانے والا وہی ہے پس اسی کا شکر ہے کہ اس نے نعمت سے سرفراز فرمایا اور حق کا راستہ واضح فرما کر اس پر چلایا۔

اللہ کے برگزیدہ رسول (حضرت) محمد پر رحمت و سلام ہو جو دنیا میں گمراہوں کو ہدایت کا راستہ دکھانے کے لئے تشریف لائے آپ کی آل و اصحاب کرام اور برادران رسالت اور مقرب ملائکہ پر بھی درود و سلام ہو!!

حمد و صلوٰۃ کے بعد باعث نگارش یہ ہے کہ میرے بعض احباب نے جن کو میری صدق بیانی کے بارے میں حسن ظن تھا مجھ سے اس کتاب کی تصنیف کی پرزور درخواست کی۔ اللہ تعالیٰ ہی ہم کو قولی اور فعلی لغزشوں سے بچانے والا ہے اور وہی نیتوں اور ارادوں سے واقف ہے اور وہی میرے بعض احباب کی اس خواہش کی تکمیل میں سہولت عطا کرنے والا ہے، اتفاق سے دلوں کو ایک کرنے اور برائیوں کو نیکیوں سے بدل دینے کی اسی سے امید ہے۔ وہی گناہ اور قصور معاف کرنے۔ اور وہی اپنے بندوں کی توبہ قبول کرنے والا ہے۔

جب مجھ پر اس بات کی صداقت (بذریعہ کشف) ظاہر ہو گئی کہ ایک ایسی کتاب کی واقعی ضرورت ہے جو فرض و سنت اور اسلامی آداب کے سلسلے میں عوام کی رہنمائی کرے اور لوگ دلائل و براہین سے خالق کی معرفت حاصل کریں

اور قرآن مجید اور حدیث نبوی سے ہدایت یاب ہو کر راہِ حق اختیار کریں اور اس اصرار سے اس دوست کی غرض صرف یہ ہے کہ راہِ حق پر چلنے والے کو اوامر کی تعمیل اور نواہی سے گریز میں تعاون حاصل ہو، پس میں نے اس کی درخواست قبول کرلی۔

اُخروی نجات کی آرزو اور ثواب آخرت کی طلب کے ساتھ میں "تالیف کتاب کے لئے بڑی مستعدی سے تیار ہوگیا اور یہ سب کچھ اللہ تعالےٰ کی توفیق سے ہوا، جو دلوں میں حق بات کا القا فرماتا ہے۔

میں نے راہِ حق کے طلب گاروں کو تمام دوسری کتابوں سے بے نیاز بنانے کے لئے اس کتاب کو "الغنیۃ لطالب طریق الحق" کے نام سے موسوم کیا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

باب ۱

دین اسلام کے واجبات و فرائض

ایمان، نماز، زکوٰۃ، صدقۂ فطر، روزہ، اعتکاف، حج اور عمرہ

ایمان جو شخص اسلام قبول کرنا چاہے اس پر سب سے پہلے واجب ہے کہ وہ کلمۂ شہادت پڑھے یعنی لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کا زبان سے اقرار کرے اور اسلام کے سوا تمام مذاہب سے بے تعلق ہو جائے اور ان سے بیزاری کا اظہار کرے اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا دل میں یقین کامل رکھے، اس اعتقاد اور یقین کامل کی تشریح آئندہ مذکور ہوگی۔

دین اسلام اللہ تعالیٰ کے نزدیک سچا دین صرف دین اسلام ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ یعنی بلاشبہ سچا دین اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے۔ پھر فرمایا وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ اور جس نے اسلام کے سوا کوئی اور دین پسند کیا اسے قبول نہیں کیا جائے گا۔

نومسلم کے حقوق جس شخص نے سچے دل سے کلمہ شہادت پڑھ لیا[۱] اور اسلام میں داخل ہو گیا۔ اس کو قتل کرنا، اس کی اولاد کو قید کرنا اس کے مال و متاع کو لوٹنا (تمام مسلمانوں پر) حرام ہو گیا۔ اسلام لانے سے قبل اس سے جو گناہ سرزد ہوئے تھے اللہ تعالیٰ ان سب کو معاف فرما دے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ يَّنْتَهُوْا يُغْفَرْ لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ ۚ (اے نبی آپ ان کافروں سے فرما دیں کہ اگر یہ کفر سے باز آ گئے تو اُن کے پچھلے تمام

---

[۱] دل کا حال اللہ جانتا ہے، سچے دل سے کلمہ شہادت پڑھنے سے مراد یہ ہے کہ ایمان لانے والا صداقتِ قلب اور راستیٔ ایمان کا اظہار کرے۔

گناہ معاف کردیئے جائیں گے)۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے اس وقت تک جہاد کروں جب تک وہ لا اِلٰہَ اِلاَّ اللہ نہ کہدیں، جب انھوں نے کلمہ توحید پڑھ لیا تو انھوں نے اپنی جانوں اور اپنے مالوں کو مجھ سے بچا لیا بجز اس کے کہ ان کا کوئی حق واجب ہو سو اس کا حساب اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔" نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ: "اسلام ماقبل کے گناہوں کو فنا کر دیتا ہے۔"

نومسلم کا غسل

اسلام میں داخل ہونے والے شخص کے لئے غسل اسلام واجب ہو جاتا ہے۔ ایک روایت کے مطابق رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ثمامہ بن آثال اور قیس بن اصم کو جب وہ اسلام لائے تو حکم دیا کہ غسل کرو ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ "اپنے جسم سے کفر کے بالوں کو دور کر کے غسل کرو[1]۔"

نماز

اسلام میں داخل ہونے والے پر نماز فرض ہو جاتی ہے اس لئے کہ اسلام قول و عمل دونوں کا نام ہے، زبانی دعویٰ قول ہے اور عمل اس دعویٰ کا ثبوت ہے۔ بالفاظِ دیگر قول صورت ہے اور عمل اس کی روح ہے[2]۔

شرائطِ نماز

نماز کے لئے کچھ شرائط ہیں جن کا نماز سے قبل پورا کرنا ضروری ہے[3] اور وہ یہ ہیں۔

(۱) پاک پانی سے جسم کو پاک کرنا (اس سے مراد وضو ہے)۔ پانی نہ ملے تو تیمم کرنا۔

(۲) پاک کپڑے سے ستر پوشی کرنا (۳) پاک جگہ کھڑا ہونا (پاک جگہ پر نماز پڑھنا)

(۴) قبلہ کی طرف منہ ہونا (۵) نماز کا وقت ہونا (۶) نماز کے لئے نیت کرنا۔

طہارت

(جسم کی) طہارت کے لئے کچھ فرض اور کچھ سنتیں ہیں، اسلام میں دس فرض یہ ہیں۔

۱۔ نیت کرنا، یعنی ناپاکی کو دور کرنے کے لئے نیت کرے اور اگر تیمم کرنا ہو تو نماز کے مباح ہونے کا قصد کرے کہ تیمم سے حدث دور نہیں ہوتا[4]۔ پس زبانی نیت کے ساتھ ساتھ دل میں بھی اس کی گواہی دے تو یہ افضل ہے ورنہ صرف زبانی نیت بھی کافی ہے۔

۲۔ تسمیہ (بسم اللہ پڑھنا) یعنی طہارت کے لئے پانی لیتے وقت بسم اللہ پڑھے[5]۔

۳۔ کلی کرنا یعنی منہ میں پانی بھر کر اور اسے منہ میں پھرا کر منہ سے پانی نکال دینا۔

۴۔ ناک میں پانی ڈالنا: ناک کے دونوں نتھنوں میں پانی چڑھا کر انھیں صاف کرنا۔

۵۔ منہ دھونا: (پیشانی سے لیکر کنپٹیوں کے عرض میں ٹھوری کے نیچے تک) اس طرح کہ داڑھی کے بالوں کی جڑوں تک پانی پہنچ جائے

---

[1] کفر کے بالوں سے مراد سر کے بال ہیں جو حالت کفر میں بڑھے تھے، یعنی سر کے بال منڈا دو اور غسل کرو۔ (مترجم)

[2] جس طرح صورت بغیر روح کے بیکار ہے اسی طرح قول بغیر عمل کے بیکار ہے۔ [3] یہ شرائط صلوٰۃ خارج صلوٰۃ کہلاتے ہیں۔ ان کے علاوہ کچھ شرائط ایسے ہیں جو داخل صلوٰۃ ہیں۔ [4] حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک تیمم سے حدث اور ناپاکی دونوں دور ہو جاتے ہیں۔

[5] حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک تسمیہ فرض نہیں بلکہ سنت ہے۔

۶. ہاتھ دھونا :۔ دونوں ہاتھوں کو کہنیوں تک دھونا۔

۷. سر کا مسح :۔ مسح کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھ پانی میں ڈالے اور پھر خالی نکال کر انھیں سر کی اگلی جانب سے سر کی پچھلی جانب گردن تک لے جائے اور پھر اسی طرح وہاں تک واپس لائے جہاں سے مسح شروع کیا لیکن اس طرح کہ دونوں انگوٹھے کانوں کے سوراخوں میں رہیں۔ اس سے فارغ ہو کر کان کے دونوں کرّوں اور سوراخوں کا ان انگوٹھوں سے مسح کرے۔

۸. پاؤں دھونا :۔ دونوں پاؤں ٹخنوں تک دھوئے جائیں۔

مذکورہ بالا تمام فرائض یکے بعد دیگرے ایک ساتھ بجالانا فرض ہیں۔

۹. ان تمام اعضا کو دھوتے وقت ان کی ترتیب کا خیال رکھنا[1] خداوند تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَیْدِیَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ یعنی اے ایمان والو! جب تم نماز ادا کرنے کے لئے اٹھو تو اپنے منہ کو اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں تک دھولو، سر کا مسح کرو اور دونوں پاؤں کو ٹخنوں تک دھولو۔

۱۰. موالات یعنی ہر دوسرے عضو کو پہلے عضو کا پانی خشک ہونے سے پہلے دھونا۔

وضو میں دس سُنتیں : وضو کی دس سنتیں یہ ہیں :۔

(۱) وضو کے پانی میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے دونوں ہاتھوں کو دھولینا۔ (۲) مسواک کرنا۔ (۳) کُلّی (غرغرہ) کرنا۔ (۴) ناک کے دونوں سوراخوں میں پانی ڈال کر ان کو صاف کرنا، روزہ رکھا ہو تو کلی کرنے اور ناک میں پانی چڑھانے میں احتیاط برتے کہ پانی حلق سے نیچے نہ اُتر جائے (۵) داڑھی کا خلال کرنا (۶) دونوں آنکھوں کے اندر پانی ڈال کر انکو دھونا دائیں جانب سے (آنکھوں کا دھونا) شروع کرنا۔ (۷) دونوں کانوں کے مسح کے لئے تازہ پانی لینا۔ (۸) گردن کا مسح کرنا۔

(۹) دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں کی انگلیوں میں خلال کرنا (یعنی انگلیوں کو دوسری انگلیوں کے درمیان ڈالنا)

(۱۰) وضو کے ہر عضو کو تین دفعہ دھونا۔

تیمّم تیمّم کا طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھ ایسی پاک مٹی پر ماریں کہ گرد معمولی طریقہ پر دونوں ہاتھوں پر جم جائے۔ اس وقت فرض نماز کے مباح ہونے کی نیت کریں، تسمیہ پڑھیں، اپنی انگلیوں کو پھیلا کر مٹی پر ایک دفعہ ماریں، پھر ہاتھوں کے اندر کی طرف سے چہرے کو مسح کریں، پھر دونوں ہاتھوں کی پشت کا مسح کریں۔

(طہارت کبریٰ یعنی غسل کا بیان آداب خلا کے باب میں انشاء اللہ کیا جائے گا)

سترِ عورت[2] کسی پاکیزہ کپڑے سے ناف سے لیکر زانو تک اور کندھوں تک چھپانا ستر عورت ہے، ستر عورت کے لئے کپڑا ریشمی نہ ہو کیونکہ ریشمی کپڑے میں نماز نہیں ہوتی، کسی سے چھینے ہوئے یا چرائے ہوئے کپڑے میں نماز نہیں ہوتی۔

---

[1] ترتیب کا خیال رکھنا امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک سنت ہے۔ [2] عام طور پر اس کو ستر پوشی کہا جاتا ہے۔

نماز کی جگہ نماز (پڑھنے) کے لئے ایسی جگہ ہونا چاہئے جو نجاست اور پلیدی سے پاک ہو اور اگر کوئی ایسی جگہ ہو جس پر نجاست ہو مگر وہ نجاست ہوا اور آفتاب کی گرمی (دھوپ) سے خشک ہوگئی ہو تو ایسی جگہ کو صاف کرکے اس پر پاک کپڑا بچھا کر اس پر نماز پڑھی جاسکتی ہے۔

نماز کی سمت مکۂ مکرمہ اور اس کے قریبی علاقے میں اگر کوئی ہو تو وہ عین کعبہ کی طرف رخ کرلے اور اگر مکہ سے دور کسی اور جگہ پر ہو تو بھی کعبہ کی طرف رخ کرے اور کعبہ کا رُخ معلوم کرنے کے لئے اپنے اجتہاد، ستاروں آفتاب اور ہواؤں کے رُخ کے ذریعہ سے سمت کعبہ کی تحقیق کرکے اس طرف رُخ کرے۔

نماز کی نیت نیت کا مقام اصلی دل ہے (یعنی دل کے ارادے کا نام نیت ہے) چونکہ نماز اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرض کی گئی ہے اس پر دل سے یقین رکھنا اور اللہ تبارک و تعالیٰ کا حکم جانتے ہوئے اس کو ادا کرنا واجب ہے۔ دکھانے اور دوسروں کے سنانے کے لئے نہ ہو، نماز کے دَوران دل کو خداوند تعالیٰ کے حضور میں اس وقت تک پورے طور پر حاضر رکھا جائے جب تک نماز سے فراغت حاصل نہ ہوجائے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا۔ لَیْسَ لَكِ مِنْ صَلَاتِكِ اِلَّا مَا حَضَرَ فِیْهِ قَلْبُكِ (جس نماز میں تیرا دل حاضر نہ ہو وہ نماز ہی نہیں۔)

اوقاتِ نماز نماز کے وقت کا اندازہ اپنے یقین سے کرلیا جائے (جب کہ دن روشن اور صاف ہو، اور اگر ابر یا آندھی (غبار) وغیرہ ہو اور وقت کا تعین (اندازے سے) نہ ہوسکے تو پھر گمان غالب ہی سے اس کا اندازہ کرلیا جائے وقت کا تعین یا (گمان غالب سے) اندازہ کرلینے کے بعد اذان اس طرح کہی جائے۔

اذان اَللّٰهُ اَكْبَرُ - اَللّٰهُ اَكْبَرُ - اَللّٰهُ اَكْبَرُ - اَللّٰهُ اَكْبَرُ - اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ —— اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ - اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ - اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ - حَیَّ عَلَى الصَّلٰوةِ - حَیَّ عَلَى الصَّلٰوةِ - حَیَّ عَلَى الْفَلَاحِ - حَیَّ عَلَى الْفَلَاحِ - اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ - لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ -

اقامت (اذان کے بعد) اس طرح اقامت کہی جائے:۔ اَللّٰهُ اَكْبَرُ - اَللّٰهُ اَكْبَرُ - اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ، اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ، اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ ، اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۰ حَیَّ عَلَى الصَّلٰوةِ ، حَیَّ عَلَى الصَّلٰوةِ ، حَیَّ عَلَى الْفَلَاحِ ، حَیَّ عَلَى الْفَلَاحِ ، قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ ۰ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ ۰ اَللّٰهُ اَكْبَرُ ۰ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ۰

اقامت کہکر نماز کے لئے کھڑے ہوجاؤ:۔ اَللّٰهُ اَكْبَرُ کے علاوہ دوسرے تعظیمی الفاظ کا استعمال نماز شروع کرنے کے لئے جائز نہیں۔

نماز کے ارکان

نماز کے پندرہ رکن ہیں (۱) کھڑا ہونا (۲) تکبیر تحریمہ (اَللّٰہُ اَکْبَرُ) پڑھنا (۳) سورہ فاتحہ پڑھنا (۴) رکوع کرنا۔ (۵) رکوع میں ٹھہرنا۔ (۶) رکوع سے کھڑا ہونا۔ (۷) تھوڑا ٹھہرنا۔ (۸) سجدہ کرنا۔ (۹) سجدے میں قدرے ٹھہرنا (۱۰) دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنا۔ (۱۱) اس بیٹھک میں قدرے توقف کرنا۔ (۱۲) قعدہ آخیرہ (آخری مرتبہ بیٹھنا)۔ (۱۳) آخری قعدہ میں تشہد پڑھنا۔ (۱۴) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا۔ (۱۵) سلام پھیر کر نماز ختم کرنا۔

نماز کے واجب

نماز کے واجبات نو ہیں۔ (۱) تکبیر کہنا (تکبیر تحریمہ کے سوا)۔ (۲) رکوع سے اٹھتے وقت سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ کہنا اور (۳) رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ کہنا۔ (۴) رکوع میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ پڑھنا (۵) دونوں بار سجدوں میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کہنا (تین تین بار)۔ (۶) دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھتے وقت ایک بار رَبِّ اغْفِرْلِیْ کہنا (۷) پہلا التحیات پڑھنا۔ (۸) پہلے تشہد کے لئے بیٹھنا۔ (۹) سلام اس نیت سے پھیرنا کہ میں نماز سے فارغ ہوا۔

نماز کی چودہ سنتیں

نماز کی سنتیں چودہ ہیں۔ (۱) نماز شروع کرتے وقت اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ پڑھنا۔ (۲) اَعُوْذُ (اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ) پڑھنا۔ (۳) بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھنا (۴) سورہ فاتحہ کے ختم پر آمین کہنا۔ (۵) سورہ فاتحہ کے بعد کوئی سورۃ پڑھنا۔ (۶) رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ کے بعد مِلْأُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کہنا۔ (۷) رکوع اور سجدے میں تسبیحات کو ایک مرتبہ سے زیادہ پڑھنا (۸) دونوں سجدوں کے درمیان جلوس کی حالت میں رَبِّ اغْفِرْلِیْ پڑھنا۔ (۹) ایک روایت کے مطابق ناک پر سجدہ کرے (سجدے میں ناک زمین پر لگائے) (۱۰) دونوں سجدوں کے درمیان قدرے آرام کے لئے بیٹھنا (جلسہ استراحت کرنا) (۱۱) چار چیزوں سے پناہ مانگنا یعنی اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ عَذَابِ جَہَنَّمَ وَمِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ فِتْنَۃِ الْمَسِیْحِ الدَّجَّالِ وَمِنْ فِتْنَۃِ الْمَحْیَا وَالْمَمَاتِ۔ پڑھنا۔ (میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں جہنم کے عذاب سے، قبر کے عذاب سے، مسیح الدجال کے فتنے سے اور زندگی و موت کے فتنے سے)۔ (۱۲) آخری قعدہ میں درود (شریف) پڑھنے کے بعد وہ دعا پڑھنا جو حدیثوں میں آئی ہے۔ (۱۳) وتروں میں دعائے قنوت پڑھنا۔ (۱۴) دوسرا سلام پھیرنا (اس کا ثبوت ضعیف روایت سے ہے)

ہیئاتِ نماز

نماز کی ہیئات پچیس ہیں۔ (نماز کی ہیئت سے ان پچیس امور کا تعلق ہے)" نماز شروع کرتے وقت، رکوع میں جاتے وقت، رکوع سے سر اٹھانے کے بعد دونوں ہاتھوں کا اٹھانا (دونوں ہاتھ اس طرح اٹھائے جائیں کہ دونوں ہتھیلیاں دونوں کندھوں کے برابر ہوں اور دونوں انگوٹھے کانوں کے پاس اور انگلیوں کے پورے کانوں کی نرمہ تک پہنچ جائیں۔) ہاتھ اس طرح اٹھا کر پھر چھوڑ دیئے جائیں۔ (۲) ناف کے اوپر بایاں ہاتھ ہو اور اس ہاتھ کے اوپر دایاں ہاتھ رکھا جائے۔ (۳) سجدے کے مقام پر نظر رکھی جائے۔ (۴) جن نمازوں میں قرأت بلند آواز سے پڑھی جاتی ہے۔ ان میں بلند آواز سے قرأت پڑھنا اور آمین بھی بلند آواز سے کہنا اور جن نمازوں میں قرأت آہستہ پڑھی جاتی ہے ان میں آہستہ پڑھنا اور آمین بھی آہستہ کہنا۔ رکوع میں دونوں ہاتھ دونوں گھٹنوں پر رکھنا۔ رکوع کے بعد پیٹھ سیدھی کرنا۔ سجدے میں دونوں بازوؤں کو دونوں پہلوؤں سے الگ رکھنا۔ سجدے میں جاتے وقت گھٹنوں کو زمین پر پہلے رکھنا، پھر ہاتھوں کا رکھنا۔ سجدے میں دونوں رانوں کو پیٹ اور پسلیوں سے الگ رکھنا۔ سجدے میں دونوں گھٹنوں

کو الگ فاصلہ سے رکھنا، دونوں ہاتھوں کا دونوں مونڈھوں کے مقابل رکھنا۔ دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھتے وقت قعدۂ اولیٰ میں ایک پاؤں بچھاکر اس پر بیٹھنا اور قعدہ اخیرہ میں سُرین کے بل بیٹھنا، دائیں ران پر دایاں ہاتھ اور بائیں ران پر بایاں ہاتھ رکھنا۔ دائیں ہاتھ کی انگلیوں کو بند رکھنا۔ بند ہاتھ کی انگشتِ شہادت سے اشارہ کرنا۔ اس طرح کہ انگوٹھے سے درمیانی انگلی کے ساتھ حلقہ کیا ہو۔ بائیں ہاتھ کی انگلیاں کھلی ہوئی ران پر رکھی ہوں۔

اِن شرطوں میں سے کوئی شرط بھی کسی عذرِ شرعی کے سوا اگر ترک کردی جائے گی تو نماز باطل ہو جائے گی۔ اگر کسی رکن کو قصداً ترک کردیا یا غلطی سے کسی رکن کو چھوڑ دیا گیا تو نماز نہ ہوگی۔ اگر واجب کو غلطی سے ترک کردے تو سجدۂ سہو سے نماز ہو جائے اور اگر واجب کو جان بوجھ کر چھوڑ دیا جائے تو نماز باطل ہو جائے گی۔ کسی سُنّت یا نماز کی ہیئت کے ترک سے نہ نماز باطل ہوتی ہے اور نہ سجدۂ سہو لازم آئے گا۔

زکوٰۃ

مسلمان پر زکوٰۃ اس حالت میں واجب ہوتی ہے جب وہ صاحب نصاب ہو (جس کے پاس موجب زکوٰۃ مال ہو۔) زکوٰۃ کا نصاب یہ ہے۔ تیس مثقال سونا یا دو سو درہم چاندی یا ان دونوں میں سے کسی ایک کی قیمت کے برابر مال تجارت یا پانچ اونٹ یا تیس (راس) گائیں یا بھینیں یا چالیس بکریاں، بشرطیکہ یہ سب جانور پورے سال جنگل میں آزاد مفت چرتے ہوں۔ نصاب زکوٰۃ ہیں، غلام اور مکاتب پر زکوٰۃ واجب (فرض) نہیں ہے۔

نصاب } سونے یا چاندی پر چالیسواں حِصّہ ۱/۴۰ زکوٰۃ ہے یعنی بیس دینار پر نصف دینار، دو سو درہم پر پانچ درہم۔

اونٹوں کا نصاب

اگر پانچ اونٹ ہوں تو ایک بھیڑ یا بکری (بھیڑ شش ماہہ اور بکری ایک سالہ) دس اونٹ ہوں تو دو بکریاں یا دو بھیڑیں ۱۵ اونٹوں پر تین بکریاں (یا بھیڑیں) ۲۰ اونٹوں پر چار بھیڑ بکریاں دی جائیں پچیس اونٹوں کے مالک پر پورے سال بھر کی اونٹنی دینا واجب ہے (جو ایک سال کی پوری ہو) اگر سال بھر کی اونٹنی موجود نہ ہو تو دو برس سے زیادہ عمر کا ایک اونٹ دیا جائے۔

چھتیس ۳۶ اونٹوں کا مالک دو سال کی ایک اونٹنی زکوٰۃ میں دے۔ چھیالیس اونٹوں کا مالک تین سال کی عمر کا ایک اونٹ

زکوٰۃ دے، اکسٹھ (۶۱) اونٹوں پر ایک اونٹ زکوٰۃ دے جو چار سال پورے کرکے پانچویں سال میں داخل ہوگیا ہو، چھتر (۷۶) اونٹوں والا دو برس کی دو اونٹنیاں زکوٰۃ دے۔ اکیانوے سے ایک سو بیس اونٹوں تک تین تین برس کے دو اونٹ دینا ہونگے، اس سے زیادہ اگر ایک بھی بڑھ جائے تو ہر چالیس میں سے دو برس کی ایک اونٹنی زکوٰۃ دے اور ہر پچاس پر تین سال کا ایک اونٹ زکوٰۃ دے۔

گائے بھینس کا نصاب اگر تیس (۳۰) گائے یا بھینس کا مالک ہو تو ایک برس کا بچہ نر یا مادہ زکوٰۃ ہے، اگر چالیس ہوں تو ایک بچہ (نر یا مادہ) جو دو سال کا ہو اور ساٹھ گایوں پر دو بچے جن کی عمر ایک سال ہے زکوٰۃ ہے جب گائیں ستر تک پہنچ جائیں تو اس میں سے ایک بچہ سال بھر کا اور ایک بچہ دو سال زکوٰۃ ہے۔ اسی طرح ہر تیس گایوں سے ایک ایک بچہ ایک سال کا اور ہر چالیس سے ہر بچہ دو برس کا نکالے۔

بکریوں کا نصاب چالیس سے ایک سو بیس بکریوں تک ایک بکری زکوٰۃ ہے۔ اگر تعداد اس سے زیادہ ہو تو دو سو کی تعداد تک دو بکریاں یا دو بھیڑیں۔ اگر دو سو سے ایک بھی زیادہ ہو جائے تو تین سو تک تین بکریاں یا بھیڑیں زکوٰۃ ہیں۔ اس سے آگے ہر سیکڑے پر ایک دی جائے۔

مصرف زکوٰۃ

زکوٰۃ کے مستحق مال زکوٰۃ کے حقدار آٹھ قسم کے (لوگ) ہیں جن کا ذکر قرآن پاک میں آیا (اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰکِیْنِ وَالْعٰمِلِیْنَ عَلَیْھَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُھُمْ وَفِی الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِیْنَ وَفِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَابْنِ السَّبِیْلِ فَرِیْضَةً مِّنَ اللّٰہِ وَاللّٰہُ عَلِیْمٌ حَکِیْمٌ) یعنی فقرا (وہ نادار لوگ جن کے پاس گزر بسر کے لئے کچھ نہ ہو) مساکین (وہ مفلس جس کے پاس کچھ تو ہو مگر بقدر ضرورت نہ ہو)۔ زکوٰۃ کے عاملین یعنی کارندے اور کارکن (زکوٰۃ وصول کرنے اور بیت المال تک پہنچانے والے) مؤلفۃ القلوب (ایسے کافر جن کو اگر مال دیا جائے تو ان کے مسلمان ہو جانے کی امید اور توقع ہو یا کم از کم مسلمانوں کو ان کی شرارتوں سے محفوظ رکھا جاسکے)۔ غلاموں کو آزاد کرانے میں۔ ایسے قرضداروں کی اعانت میں جن کو ادائے قرض کی طاقت نہ ہو۔ وہ مجاہدین جو بغیر کسی عوض یا تنخواہ کے کافروں کے ساتھ جہاد میں مشغول ہیں۔ ایسا مسافر جس کے پاس سفر خرچ نہ ہو اور وہ پردیس میں اس کی وجہ سے پڑا ہو۔[1]

صدقۂ نافلہ فرض زکوٰۃ ادا کرنے کے بعد نفل خیرات ہر زمانے میں اور ہر وقت مستحب ہے، خصوصاً برکت والے مہینوں اور دنوں میں تو اور بھی افضل ہے۔ مثلاً رجب، شعبان اور رمضان کے مہینوں میں۔ عید کے ایام۔ محرم کے دس دن، قحط سالی اور تنگ حالی کے دنوں میں افضل ہے۔ صدقہ نفل ادا کرنے والوں کے مال میں خیر و برکت ہوتی ہے اور اس کے اہل و عیال امن و امان اور آرام سے رہتے ہیں اس کے علاوہ آخرت میں بڑا ثواب ملتا ہے۔

---

[1] جو شخص اپنے شہر سے کسی دوسرے شہر کے لئے سفر کا ارادہ کرے اس کو زکوٰۃ ادا کرنا واجب نہیں۔

صدقۂ فطر

جس شخص کے پاس اپنے اور اپنے بیوی بچوں کی ضروریات سے زیادہ روزی ہو تو اس پر صدقۂ فطر واجب ہے۔ عید کی رات یا عید کے دن اپنی ذات، اپنی اولاد، بیوی، غلام، باندی، ماں باپ، بھائی بہن، چچا اور چچا کی اولاد اور قریبی اعزا کی طرف سے بشرطیکہ ان کی کفالت اور نان نفقہ کی ذمہ داری اس پر ہو، صدقۂ فطر ادا کرے۔

صَدقہ فِطر کی مقدار کھجور، کشمش، گیہوں، جو یا ان کے ستو، آٹا ایک صاع[1] ہے جو وزن میں ساڑھے پانچ رطل عراقی ہے برقول صحیح پنسیری ہے (صدقۂ فطر میں دیا جاسکتا ہے) اگر کہیں یہ چیزیں نہ ہوں تو شہر میں جو غلہ عموماً استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً چاول، جوار، چنا وغیرہ اسی میں سے اتنی مقدار ادا کرے۔

روزہ

جب رمضان کا (مبارک) مہینہ آجائے تو ہر مسلمان پر اس کے روزے واجب ہو جاتے ہیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ (جو شخص تم میں سے رمضان کو پائے تو اس میں روزے رکھے)۔

اگر چاند دیکھکر یا کسی عادل ثقہ آدمی کی شہادت سے یا شعبان کی تیسویں رات کو بادل یا غبار کی وجہ سے چاند نہ دیکھنے یا ماہ شعبان کے تیس دن پورے ہو جانے سے رمضان کی آمد ثابت ہو جائے تو دوسرے دن سے روزے رکھے اور وقت مغرب سے صبح صادق کے طلوع ہونے تک جس وقت چاہے نیت کرے۔ روزانہ پورے مہینے اسی طرح نیت کیا کرے۔ ایک ضعیف روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ اگر رمضان کی پہلی رات میں مہینے بھر کے روزوں کی نیت ایک ساتھ کرلی تو کافی ہے۔

صبح سے لیکر پورے دن کھانے پینے اور جماع سے پرہیز کرے، کوئی شے بھی باہر کی طرف سے پیٹ کے اندر داخل نہ ہو۔ اپنے بدن سے خون نکالے نہ کسی دوسرے سے نکلوائے (پچھنے نہ خود لگائے نہ دوسرے سے لگوائے)۔ خود قے نہ کرے کوئی ایسی حرکت نہ کرے جس سے انزال کی صورت پیش آئے۔

قضا وکفّارہ اوپر بیان کی ہوئی احتیاطوں کو ملحوظ رکھنا ازبس ضروری ہے، اگر ان احکام میں سے کسی ایک کی خلاف ورزی کرے گا تو قضا لازم آئے گی (روزہ باطل ہو جائے گا) اور اس دن بھی شام تک ہر ممنوعہ چیز سے پرہیز رکھنا ضروری ہوگا۔ روزہ کے درمیان (روزے کی حالت میں) جماع کرنے سے کفّارہ بھی واجب ہو جاتا ہے۔ (۱) یعنی کسی مسلمان باندی یا غلام کو آزاد کرنا جو تندرست اور کام کاج کرنے کے قابل ہو (اندھا، لنگڑا، لولا، لنجہ یا بہرا نہ ہو)۔ (۲) اگر اس کی طاقت نہ ہو تو متواتر دو ماہ تک روزے رکھے (۳) یہ بھی نہ ہو سکے تو ساٹھ فقیروں کو کھانا کھلائے اس طرح کہ ہر مسکین یا فقیر کو کم از کم ۱/۴ ۳، اد ۱/۲ ہم ونی گیہوں دے یا ہر ایک کو نصف صاع (۱/۲ ۵، تولے) کھجور یا جو یا اس شہر میں جو غلہ کھایا جاتا ہو وہ دیدے لیکن اگر کچھ دینے کی توفیق نہ ہو تو اللہ تعالیٰ سے توبہ استغفار کرے اور دوسرے روز کوئی اچھا عمل کرے۔

---

[1] صاع کا مماثل وزن ہمارے ملک میں ۳۵۱ تولے ہے ، احتیاطاً ساڑھے چار سیر شمار کیا جاتا ہے۔

رمضان کے مہینے میں دن کے وقت کسی جوان عورت کے ساتھ خلوت (تنہائی) میں نہ رہے نہ بوسہ لے خواہ وہ اس کی محرم ہی کیوں نہ ہو، زوال آفتاب کے بعد مسواک سے پرہیز کرے، گوند چبانے، تھوک منہ میں جمع کر کے نگلنے، پکتے وقت کھانے کا مزا یا نمک چکھنے سے اجتناب کرے!

سحر و افطار کسی کی غیبت، برائی کرنے، جھوٹ بولنے اور گالی گلوچ سے پرہیز کرے۔ بادل والے دن افطار میں تاخیر کرے ورنہ افطار میں جلدی کرنا مستحب ہے، اگر ایسے لوگوں میں سے نہ ہو جن کو طلوع فجر کا اندازہ نہیں ہو سکتا۔ (جیسے نابینا، کمزور نظر والا) تو اسے سحری تاخیر سے نہیں کھانا چاہیئے بلکہ جلد کھائے ورنہ آخر رات تک توقف کر کے سحری کھانا افضل ہے۔

افطار افضل یہ ہے کہ کھجور یا پانی سے افطار کرے اور افطار کے وقت وہی دعا کرے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد فرمائی ہے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر کسی نے روزہ رکھا ہے اور (افطار میں) شام کا کھانا اس کے سامنے لایا جائے تو (افطار کرتے وقت) یہ دعا پڑھے۔ بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ لَكَ صُمْتُ وَعَلٰى رِزْقِكَ اَفْطَرْتُ سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنَّا فَاِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ[1]

اِعتکاف

مسلمان کے لئے اعتکاف میں بیٹھنا مستحب ہے، اعتکاف کے لئے اس مسجد میں بیٹھنا چاہیئے جس میں نماز باجماعت ادا ہوتی ہو، اس مقصد کے لئے سب سے بہتر جامع مسجد ہے کہ اگر اعتکاف کے دوران جمعہ کا دن آجائے تو معتکف نمازِ جمعہ بھی ادا کر سکے، اعتکاف کے لئے روزہ دار ہونا زیادہ بہتر ہے، مگر روزہ رکھے بغیر بھی اعتکاف کیا جا سکتا ہے۔ روزہ رکھنا اس لئے بہتر ہے کہ اعتکاف کرنے والے کو روزہ اس کی مقصد براری میں مدد دیتا ہے، یہ نفس امّارہ کی خواہشوں کا قلع قمع کرتا ہے۔ اعتکاف کے لغوی معنی ہیں "اپنے آپ کو کسی خاص مقام میں روک کے رکھنا، کسی چیز پر جمع رہنا اور کسی شے پر پابندی اختیار کرنا" اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا، مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ الَّتِيْٓ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ ۝ (یہ کیا مورتیاں ہیں تم جن کی پوجا، پر جمے ہوئے ہو۔

اعتکاف سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اور سنتِ صحابہؓ بھی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ماہ رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف فرمایا تھا اور وصال شریف کے وقت تک اسی سنت پر قیام فرمایا اور صحابہؓ کرام کو بھی اس کی دعوت فرمائی اور فرمایا جو کوئی اعتکاف کرنا چاہے تو رمضان کے آخری عشرہ (دس دن) میں کرے۔ اعتکاف کرنے والا حالت اعتکاف میں

---

[1] میں اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں۔ اے اللہ میں نے روزہ تیرے لئے رکھا اور تیرے ہی رزق سے اسے کھولا، تو پاک ہے اور تیرے ہی لئے حمد ہے۔ اے اللہ تو ہم سے (اس روزے کو) قبول کر۔ بیشک تو سننے اور جاننے والا ہے۔

ایسے کاموں میں مشغول رہے جو قربِ الٰہی حاصل کرنے کا ذریعہ ہیں مثلاً تلاوت قرآن پاک، تسبیح و تہلیل (سبحان اللہ اور لا إلٰہ إلّا اللہ پڑھنا) صفاتِ الٰہی میں غور و خوض اور مراقبہ میں مشغول رہے۔ اور بیکار قول و عمل سے بچے، اللہ کی یاد کے علاوہ ہر ذکر سے خاموش رہے، علم دین پڑھنا اور قرآن شریف پڑھانا جائز ہے چونکہ اس سے دوسروں کو بھی فائدہ پہنچتا ہے اس لئے یہ اس عبادت سے افضل ہے جس کا فائدہ تنہا عابد کو حاصل ہوتا ہے۔

غسلِ جنابت (ناپاکی)، کھانے پینے، قضائے حاجت (بول و براز) کے لئے اعتکاف سے باہر آنا جائز ہے اسی طرح فتنے، سخت بیماری اور جان جانے کے اندیشے کی صورت میں اعتکاف سے باہر آنا جائز ہے۔

حج اور عُمرَہ

شرائطِ حج ایک مسلمان پر جب تمام شرائطِ حج موجود ہوں تو فوراً حج اور عمرہ اس پر فرض ہو جاتا ہے، شرائطِ حج یہ ہیں: اسلام قبول کرنے کے بعد آزاد ہو (غلام نہ ہو) عاقل اور بالغ ہو۔ پاگل نہ ہو، حج کے اخراجات موجود ہوں۔ سفر کے دوران سواری کی طاقت ہو، راہ میں کسی قسم کا شدید خطرہ نہ ہو، وقت میں اتنی گنجائش ہو کہ جا کر حج کر سکے، اہل و عیال کے لئے اس قدر خرچ مہیا کر دیا ہو کہ حج کرنے والے کی غیر حاضری میں ان کے لئے کافی ہو اور رہنے کے لئے مکان ہو۔ اگر قرضدار ہو تو قرض ادا کر چکا ہو۔ واپس آنے کے بعد بھی گذر بسر کا کچھ سامان موجود ہو (کچھ اندوختہ ہو یا جائداد کا کرایہ وغیرہ)۔

اگر ان احکام کی خلاف ورزی کرے گا، اہل و عیال کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کرے، مقروض تھا اور قرض ادا کئے بغیر جانے کا ارادہ کرے تو ان صورتوں میں ثواب کے بجائے گناہ کمائے گا، اس پر اللہ کا غضب نازل ہوگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کَفٰی بِالْمَرْءِ إِثْمًا أَنْ يُّضَيِّعَ مَنْ يَّقُوْتُهٗ (آدمی کے لئے یہی گناہ کافی ہے کہ جن کی روزی اس کے ذمہ ہے انھیں ضائع کر دے) جس نے شرائطِ مذکورہ کے مطابق حج کیا اور خلافِ شریعت کوئی کام نہ کیا اور حج و عمرہ ادا کیا تو اس کا فرض ادا ہو گیا۔

میقاتِ[1] احرام

شرعی میقات مغرب والوں (مغربی ممالک کے لوگوں) کے لئے جُحْفَہ، مشرق والوں کے لئے ذاتِ عرق، اہل مدینہ کے لئے ذوالحلیفہ، اہل یمن کے لئے یلملم[2] اور نجد کے رہنے والوں کے لئے قرن مقرر ہے۔

جب میقات شرعی پر پہنچے تو غسل کرکے پاک صاف ہو اور اگر پانی میسر نہ ہو تو تیمم کرے پھر تہبند باندھ کر چادر اوڑھے۔ یہ دونوں کپڑے سفید اور پاکیزہ ہوں۔ پھر خوشبو لگا کر دو رکعت نماز پڑھ کر احرام باندھ لے، احرام کی نیت دل میں بھی کرے اور زبان سے

---

[1] میقات اس مقام کو کہتے ہیں جس سے آگے مکہ جانے والا بغیر احرام باندھے نہ جا سکے۔

[2] برصغیر ہند و پاک کے مسلمانوں کے لئے یلملم ہے۔

بھی۔ اگر تمتع[1] کرنا چاہے تو صرف عمرہ کے لئے اور صرف حج کرنا چاہے تو صرف حج کے لئے اور دونوں یکجا کرنا چاہے تو دونوں کیلئے یکجا نیت کرے، نیت کے الفاظ یہ ہیں۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اُرِیۡدُ الۡعُمۡرَۃَ یا اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اُرِیۡدُ الۡحَجَّ یا اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اُرِیۡدُ الۡعُمۡرَۃَ وَالۡحَجَّ جَمِیۡعًا فَیَسِّرۡ ذٰلِکَ لِیۡ وَتَقَبَّلۡ مِنِّیۡ۔ (الٰہی میں عمرہ کرنا چاہتا ہوں یا الٰہی میں حج کرنا چاہتا ہوں یا الٰہی میں عمرہ اور حج دونوں کرنا چاہتا ہوں مجھے اس کی توفیق عنایت کر اور قبول فرما) اس کے بعد تلبیہ کہے' تلبیہ (لبیک) کے الفاظ یہ ہیں۔

لَبَّیۡکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیۡکَ لَاشَرِیۡکَ لَکَ لَبَّیۡکَ اِنَّ الۡحَمۡدَ وَالنِّعۡمَۃَ لَکَ وَالۡمُلۡکَ لَکَ لَاشَرِیۡکَ لَکَ ۝ (میں تیرے لئے حاضر ہوں' الٰہی میں تیرے لئے حاضر ہوا۔ تیرا کوئی شریک نہیں' میں تیرے لئے حاضر ہوا، حمد اور فضل تیرے ہی لئے ہے' اور حکومت تیری ہے اور کوئی تیرا شریک نہیں ہے۔)

لبیک اونچی آواز سے کہے' احرام باندھنے کے بعد پانچوں وقت کی نماز کے بعد رات اور دن کے شروع ہونے کے وقت' جب کسی ساتھی سے ملاقات ہو یا جب کسی بلندی پر چڑھے یا بلندی سے نیچے آئے یا کسی اور کو تلبیہ پڑھتے سنے تو، مسجد حرام میں اور ہر عزت والے مقام پر تلبیہ کہے اور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام عرض کرکے اپنے اعزا و احباب کے لئے دعا مانگے۔

احرام کے مسائل احرام باندھنے کے بعد سر کو (کسی وقت) نہ ڈھانپے نہ سِلا ہوا کپڑا پہنے اور نہ موزا پہنے۔ اگر ان ممنوعات میں سے کسی امر کا مرتکب ہوگا تو ایک بکری کی قربانی دینا لازم ہوگی لیکن جب بغیر سِلا ہوا تہ بند نہ ملے اور نہ بغیر سلائی کے جوتے پہننے کو میسر آئیں تو ایسی صورت میں سِلا ہوا کپڑا اور جوتے پہن لے' احرام باندھ لینے کے بعد اپنے بدن اور کپڑوں پر کسی قسم کی خوشبو نہ لگائیں اگر قصداً ایسا کیا تو کپڑوں کو دھونا ہوگا اور ایک بکری کی قربانی دینا ہوگی

ناخن اور بال کٹوانا بھی منع ہیں، تین ناخن کاٹنے یا تین بال مونڈنے والے کو ایک بکری کی قربانی دینا ہوگی، اگر تین سے کم ناخن کاٹے یا تین سے کم بال[2] مونڈے یا تہائی سر سے کم مونڈا یا تو ہر ناخن اور ہر بال کے عوض دس چھٹانک گیہوں دینا ہونگے

جنسی قیود اِحرام کی حالت میں اپنا نکاح کرنا یا کسی اور کے نکاح میں شامل ہونا دونوں باتیں منع ہیں، اپنی منکوحہ یا لونڈی سے احرام کی حالت میں جماع بھی ممنوع ہے۔ البتہ بیوی کے پاس آنا جانا منع نہیں ہے اس کے خلاف۔۔ کرنے والے کا حج باطل ہو جائے گا بشرطیکہ یہ جماع عقبہ کے سنگریزے مارنے سے پہلے واقع ہوا ہو' اگر قصداً اپنی منی خارج کرے یا بار بار عورت کی طرف دیکھے اور اس صورت سے انزال ہو جائے گا تو کفارہ میں ایک بکری کی قربانی دینا ہوگی۔

حیوانات کا شکار اور کیڑے مکوڑے مارنا خود شکار کرنا یا کسی سے شکار کرانا (یعنی کسی کو شکار کی ترغیب دینا یا شکار میں مدد دینا)، شکار کے لئے رہنمائی کرنا، ذبح کرنے میں مدد دینا۔ شکار کے لئے ہتھیار مہیا کرنا، یہ سب باتیں منع ہیں۔

---

[1] تمتع حج کی اس صورت کو کہتے ہیں جس میں ایام حج میں پہلے عمرہ کا احرام باندھ کر عمرہ ادا کیا جائے اور پھر اسی سال اسی سفر میں حج کا احرام باندھ کر حج کیا جائے' ایسے شخص کو متمتع کہتے ہیں۔ [2] بدن کے کسی حصہ کے بال مراد ہیں۔

اگران باتوں میں سے کوئی کام کرے گا تو شکار کئے ہوئے جانور کی مانند جانوروں میں سے کفارہ دینا ہوگا یعنی اگر شتر مرغ شکار کیا ہے تو اس کے بدلے اونٹ کی قربانی دینی ہوگی، اسی طرح گورخر اور نیل گائے کے عوض گائے کی قربانی، ہرن یا لومڑی کے عوض بکری کی قربانی، بجو (کفتار) کے بدلے مینڈھا، خرگوش کے عوض بکری کا بچہ، گھونس (جنگلی چوہے) کے بدلے چار ماہ کی عمر کا بکری کا بچہ، سوسمار (گوہ) کے بدلے بکری کا بچہ، بڑی کے عوض بڑا اور چھوٹی سوسمار کے عوض چھوٹا بچہ، ہر کبوتر کے عوض ایک بکری، اگر مثلی جانور نہ ہو تو اس کی قیمت دو ثقہ مسلمانوں سے تجویز کرا کے خیرات کرنا لازم ہے۔

پالتو (اہلی) جانور کو محرم کے لئے ذبح کرنا اور کھانا جائز ہے، ہر موذی جانور کو بحالت احرام قتل کرنا (مار ڈالنا) جائز ہے جیسے سانپ، بچھو، کاٹنے والا کتا، شیر، چیتا، بھیڑیا، بھگڑا (پلنگ) ابلق کوا، چیل، باز۔ ان کے علاوہ بھڑ، مچھر، پسو، کھٹمل، چچڑی چھپکی، مکھی اور زمین کے رہنے والے (ہر موذی) جانور کا مارنا جائز ہے، چیونٹی اگر ایذا دے تو اسے بھی مارنا جائز ہے۔ جوؤں اور ان کے انڈوں کا بھی ایک روایت میں یہی حکم ہے۔ دوسری روایت میں بقدر ممکن کچھ خیرات کرنا لازم ہے۔ حرم[1] کے جانور کو غیر محرم بھی قتل نہ کرے اگر ایسا کرے گا تو بحالت احرام شکار کو قتل کرنے پر جو کفارہ اور قربانی کا حکم ہے وہی اس صورت میں بھی جاری رہیگا

درخت | حرم کے درختوں کو نہ کاٹے نہ اکھاڑے ورنہ بڑے درخت کے عوض گائے اور چھوٹے درخت کے بدلے بھیڑ کی قربانی دینا ہوگی۔

مدینہ منورہ کے جانوروں اور درختوں کے بارے میں بھی یہی حکم ہے۔ مگر فرق یہ ہے کہ تاوان میں صرف اس شخص کے کپڑے چھین لئے جائیں، چھینے ہوئے کپڑے چھیننے والے پر حلال ہیں۔

مسائل حج

اگر وقت میں گنجائش ہو اور یوم عرفہ سے کچھ دن پہلے مکہ میں داخل ہونے کا امکان ہو تو مستحب ہے کہ خوب اچھی طرح غسل کر کے مکہ کی بالائی جانب سے داخل ہو، جب مسجد حرام پر پہنچے تو باب بنی شیبہ سے حرم کے اندر داخل ہو اور خانہ کعبہ جب نظر کے سامنے آئے تو دونوں ہاتھ اٹھا کر بلند آواز سے یہ دعا پڑھے۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْکَ السَّلَامُ ۝ حَیِّنَا رَبَّنَا بِالسَّلَامِ ۝ اَللّٰھُمَّ زِدْ ھٰذَا الْبَیْتَ تَعْظِیْمًا وَّتَشْرِیْفًا وَّتَکْرِیْمًا وَّمَھَابَةً وَّ بِرًّا وَّزِدْ مَنْ شَرَّفَهٗ وَعَظَّمَهٗ مِمَّنْ حَجَّهٗ اَوِ اعْتَمَرَهٗ،	الہٰی بیشک تو عافیت بخشنے والا ہے، اور تیری ہی طرف سے سلامتی ہے، اے پروردگار ہم کو عافیت کے ساتھ زندہ رکھ، الہٰی اس گھر کی عظمت اور شرف و وقار اور خیر میں اضافہ فرما۔ اور جو حج اور عمرہ کرنے والے اس کی تعظیم و تکریم کریں

---

[1] مکہ معظمہ اور اس کے اردگرد کے مقامات کو حرم کہتے ہیں، حرم کے حدود ہر طرف سے یکساں نہیں ہیں بلکہ مختلف ہیں۔ مدینہ منورہ کی جانب مکہ سے تین میل کی مسافت تک حرم کے حدود ۳۰ ،۱۶۰ ،۱۸ ،۱۸۴ اور طائف کی طرف سات میل اور بذہ کی طرف سے دس میل تک حدود حرم ہیں۔

تَعْظِیْمًا وَّتَشْرِیْفًا وَّتَکْرِیْمًا وَّمَھَابَةً وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ
کَثِیْرًا کَمَا ھُوَ اَھْلُہٗ وَکَمَا یَنْبَغِیْ بِکَرَمِ وَجْھِکَ
وَعِزِّکَ وَجَلَالِکَ ۝ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ بَلَّغَنِیْ بَیْتَہٗ
وَرَآنِیْ لِذٰلِکَ اَھْلًا وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی کُلِّ حَالٍ،
اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ دَعَوْتَ اِلٰی حَجِّ بَیْتِکَ وَقَدْ جِئْنَاکَ
لِذٰلِکَ اَللّٰھُمَّ تَقَبَّلْ مِنِّیْ وَاعْفُ عَنِّیْ وَاَصْلِحْ لِیْ
شَانِیْ کُلَّہٗ، لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ ۝

الٰہی ان کی عظمت، شرف اور وقار میں بھی اضافہ فرما، اللہ
کے لئے بکثرت حمد وثنا ہے جیسا کہ وہ اس کا مستحق ہے اور جس طرح
کہ تیری ذات بزرگی اور عزت و جلال کے لئے مناسب ہے، اللہ کا شکر
ہے جس نے مجھے اپنے گھر تک پہنچایا اور مجھے اس کے لائق جانا اور ہر حال
میں اللہ کا شکر ہے' الٰہی تو نے مجھے اپنے گھر کا حج کرنے کے لئے بلایا ....
اور ہم تیری بارگاہ میں حاضر ہوگئے۔ الٰہی میرے حج کو قبول فرما اور میری
خطاؤں سے درگذر فرما اور میرا ہر حال درست فرمادے' تیرے سوا کوئی معبود نہیں!

طواف

اس کے بعد (یعنی یہ دعا پڑھنے کے بعد ابتدائی طواف (جس کو طواف قدوم کہتے ہیں) بجالائے' اپنی چادر سے اضطباع کرے یعنی اس طرح اوڑھے کہ دایاں شانہ کھلا رہے اور دائیں بغل کے نیچے سے نکال کر چادر کا پلو بائیں مونڈھے پر ڈال لے جس سے بایاں شانہ چھپ جائے' پھر حجرِ اسود کے پاس آئے اُسے ہاتھ سے چھوئے اور ممکن ہو تو بوسہ دے ورنہ ہاتھوں کو ہی بوسہ دے اگر ہجوم کے باعث حجرِ اسود کو نہ چھو سکے اور نہ اسکے قریب پہنچ سکے تو دور ہی سے اس کی طرف ہاتھ سے اشارہ ہی کر دے اور یہ الفاظ زبان سے ادا کرے۔

بِسْمِ اللّٰہِ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰھُمَّ اِیْمَانًا بِکَ وَتَصْدِیْقًا (ترجمہ) میں اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بزرگ ہے۔ اے اللہ
بِکِتَابِکَ وَوَفَاءً بِعَھْدِکَ وَاتِّبَاعًا لِّسُنَّةِ
نَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ۝

میں تجھ پر ایمان لایا' تیری کتاب کی دل سے تصدیق کی اور تیرے
عہد پر وفا کی اور تیرے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طریق کی پیروی کی۔

طواف دائیں جانب سے شروع کرے' اس کے بعد بیت اللہ کے دروازے کی طرف لوٹے پھر اس پتھر کی طرف جائے۔ جس کے اوپر خانہ کعبہ کا پرنالہ رکھا ہے۔ تیزی اور قوت کے ساتھ چھوٹے چھوٹے قدموں کے ساتھ گزرے رکن یمانی پر پہنچے تو اس کو ہاتھ سے چھولے اس کو بوسہ نہ دے' اسی طرح حجر اسود تک آئے' اس پورے طواف کو ایک پھیرا شمار کرے' دوبارہ اور سہ بارہ بھی اسی صورت سے چکر لگائے اور ہر طواف کے دوران یہ دُعا پڑھے: اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ حَجًّا مَّبْرُوْرًا وَّسَعْیًا مَّشْکُوْرًا وَّذَنْبًا مَّغْفُوْرًا ۝ (اے اللہ: حج قبول فرما اور اس کی کوشش کے عوض مجھے جزا دے اور میرے گناہ معاف فرما دے۔)

اس کے بعد آہستہ آہستہ چل کر باقی چار طواف پورے کرے' ان باقی چار طوافوں کے دوران یہ دعا پڑھے

رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاعْفُ عَمَّا تَعْلَمُ وَاَنْتَ الْاَعَزُّ الْاَکْرَمُ، اَللّٰھُمَّ۔ (اے پروردگار بخش دے اور رحم فرما اور میری خطا جو تجھے معلوم ہے اس سے درگذر فرما، تو بڑی عزت اور بزرگی والا ہے۔)

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ (اے ہمارے رب ہم کو دونوں جہان کی بھلائی عطا کر اور دوزخ کے عذاب سے بچا۔) اس کے علاوہ دنیا و دین کی بھلائی کے لئے جو دعا کرنا چاہے کرے۔

جو شخص طواف قدوم کی نیت کرے اس کو چاہیئے کہ وہ دنیادی نجاست اور پلیدی سے پاک ہو، ستر عورت کئے ہوئے ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، خانہ کعبہ کا طواف بھی نماز ہی ہے۔ (فرق صرف اتنا ہے کہ اللہ نے طواف کرنے والے کو بولنے کی اجازت دی ہے اور نماز میں بولنے کی اجازت نہیں ہے)۔

طواف کے بعد طواف سے فراغت کے بعد مقام ابراہیم کے پیچھے پہنچکر دو رکعتیں مختصر پڑھے پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد قل یا ایُّھا الکافرون اور دوسری رکعت میں قل ھو اللہ پڑھے پھر لوٹ کر حجراسود چھوکر دروازہ سے نکل کر کوہِ صفا کی جانب چلا جائے اور اتنا اونچا چڑھ جائے کہ بیت اللہ نظر آنے لگے اوپر چڑھ کر تین بار اَللّٰہُ اَکْبَرْ کہہ کر یہ الفاظ کہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی مَا ھَدَانَا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ صَدَقَ وَعْدَہٗ وَ نَصَرَ عَبْدَہٗ وَھَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَلَا نَعْبُدُ اِلَّآ اِیَّاہُ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ وَلَوْ کَرِہَ الْکَافِرُوْنَ ○

(ترجمہ) تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں کیونکہ اسی نے ہمیں ہدایت اور راستی کا راستہ دکھایا۔ کوئی معبود برحق نہیں مگر اللہ، اس کی ذات و صفات میں کوئی اس کا شریک نہیں اس نے اپنا وعدہ پورا کر دیا اپنے بندے کی مدد کی اور کافروں کو شکست دی وہ یکتا ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور ہم صرف اسی کی عبادت کرتے ہیں، خلوص کے ساتھ اسکی اطاعت کرتے ہیں اگرچہ ناگوار ہو کافروں کو

یہ دعا پڑھنے کے بعد کوہِ صفا سے اتر کر لبیک کہے، دوسری اور تیسری مرتبہ دعا پڑھے۔ پھر نیچے اتر کر اتنا پیدل چلے کہ اس سبز میل (میل اخضر) سے جو مسجد کے قریب کھڑا ہے، چھ ہاتھ کا فاصلہ رہ جائے پھر تیزی کے ساتھ چل کر باقی دو سبز نشانوں (پتھروں) تک جا پہنچے، اس کے بعد ہلکی رفتار سے چل کر مَرْوَہ تک پہنچکر اوپر چڑھ جائے اور جو عمل صفا پر کیا تھا وہی مروہ پر کرے پھر اس سے اتر کر سعی کرے اور دونوں سبز ستونوں کے درمیان دوڑے یہاں تک کہ کوہ صفا پر آجائے اس کے بعد دوبارہ پھر اسی طرح کرے، ایسا عمل سات بار کرے۔ (پہلا چکر صفا سے شروع کرے اور مروہ پر ختم کرے) جس طرح طواف کے وقت طہارت ضروری ہے اسی طرح صفا اور مروہ کے درمیان سعی کے وقت بھی پاک ہونا لازم ہے۔

۸ ذی الحجہ جب طواف کعبہ اور سعی سے فارغ ہو جائے تو اگر حج تمتّع کی نیت کی ہے تو اپنا سر منڈا دے یا بال ترشوائے بشرطیکہ قربانی کا جانور ساتھ نہ ہو، اس حلق و قصر کے بعد وہ ہر کام اس کے لئے جائز ہے جو غیر مُحرِم آدمی کر سکتا ہے جب ترویہ (۸ ذی الحجہ) کا دن آجائے تو اس روز مکہ سے حج کے لئے احرام باندھے اور منیٰ میں آئے۔ ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی نمازیں وہیں ادا کرے اور وہیں رات گزارے، اگلے دن فجر کی نماز بھی وہیں ادا کرے سورج طلوع ہونے کے بعد دوسروں کے ساتھ چل کر اس جگہ پہنچے جہاں عرفہ کے دن لوگ کھڑے ہوتے ہیں۔

سورج ڈھل جائے تو امام خطبہ پڑھے، خطبہ میں لوگوں کو بتائے کہ ان کو کیا کیا کرنا چاہیئے مثلاً وقوف کا حکم، وقوف کا وقت، وقوف کی جگہ، عرفات سے روانگی۔ مزدلفہ میں نماز کی ادائیگی اور شب باشی، کنکریاں مارنا، قربانی کرنا، سر منڈانا، بیت اللہ

کا طواف وغیرہ۔ پھر امام کے ساتھ ظہر و عصر کی نمازیں (ایک ساتھ جمع کرکے) پڑھے، مگر اقامت ہر نماز کی جدا جدا کہے پھر امام سے قریب ہوکر جبل رحمت اور صخرات (سنگریزوں) کی طرف بڑھے اور قبلہ رو ہوکر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا خوب کرے۔ اللہ کی یاد اکثر و بیشتر ان الفاظ میں کرے (یہ دعا پڑھے۔)

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ، لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَھُوَ حَیٌّ لَّا یَمُوْتُ بِیَدِہِ الْخَیْرُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ فِیْ قَلْبِیْ نُوْرًا وَّفِیْ بَصَرِیْ نُوْرًا وَفِیْ سَمْعِیْ نُوْرًا وَیَسِّرْ لِیْ اَمْرِیْ ۝

(ترجمہ) اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ وحدہ لا شریک ہے اسی کی حکومت ہے، اسی کے لئے ہر تعریف خاص ہے، وہی زندہ کرتا ہے اور وہی مارتا ہے، وہی زندہ ہے جس کو موت نہیں آئے گی۔ اسی کے ہاتھ میں ہر بھلائی ہے، وہ سب کچھ کرسکتا ہے۔ الٰہی میرے دل میں نور پیدا کردے میری آنکھوں میں نور پیدا کردے، میرے کانوں میں نور پیدا کردے اور میرا کام میرے لئے آسان فرمادے۔

اگر دن کے وقت امام کے ساتھ کھڑا نہیں ہوسکا (یعنی وقوف عرفہ نہیں مل سکا) مگر اگلے دن شب قربانی کی صبح صادق سے پہلے امام کے ساتھ شامل ہوگیا تو وقوف کا حکم قرار دیا جائے گا اور اگر اس وقت بھی امام کے پاس نہیں پہنچ سکا تو حج فوت ہوجائیگا

مزدلفہ کے راستے کی طرف امام کے ساتھ سکون اور آہستگی کے ساتھ چلنا چاہیے۔ مزدلفہ میں پہنچکر امام کے ساتھ مغرب و عشاء کی نماز باجماعت ادا کرے اگر امام کے ساتھ ادا نہ کرسکے اور وہ فوت ہوجائیں تو پھر تنہا ہی ادا کرے اور اپنا سامان وہیں رکھے۔ وہیں رات گزارے، یہاں سے سنگریزے آسانی سے دستیاب ہوجائیں وہاں سے ۷۰ (ستر) سنگریزے لے، یہ کنکریاں چنے سے بڑی اور فندق (بادام) سے چھوٹی ہوں۔ ان سنگریزوں کو دھولینا مستحب ہے۔

جب صبح صادق ہوجائے تو تڑکے نماز پڑھکر مشعر حرام کے پاس جاکر قیام کرے، اللہ کی حمد و ثنا اور تہلیل و تکبیر اور دعا میں بہت زیادہ مشغول رہے۔ مندرجہ ذیل دعا پڑھے۔

اَللّٰھُمَّ کَمَا اَوْقَفْتَنَا فِیْہِ وَاَرَیْتَنَا اِیَّاہُ فَوَفِّقْنَا لِذِکْرِکَ کَمَا ھَدَیْتَنَا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا کَمَا وَعَدْتَنَا بِقَوْلِکَ وَقَوْلُکَ الْحَقُّ فَاِذَا اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفٰتٍ فَاذْکُرُوا اللّٰہَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ وَاذْکُرُوْہُ کَمَا ھَدٰکُمْ وَاِنْ کُنْتُمْ مِّنْ قَبْلِہٖ لَمِنَ الضَّآلِّیْنَ ۝ ثُمَّ اَفِیْضُوْا مِنْ حَیْثُ اَفَاضَ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰہَ ط

(ترجمہ) اے اللہ تونے ہمیں اس جگہ کھڑا کیا ہے، تونے ہی ہمیں یہ جگہ دکھائی ہے، پس جسطرح تونے ہمیں یہ سیدھی راہ دکھائی ہے اس طرح ہم کو اپنے ذکر کی توفیق عطا کر اور ہماری بخشش فرما اور ہم پر رحم فرما جیسا کہ تونے اپنے فرمان کے مطابق ہم سے وعدہ کیا ہے۔ اور تیرا وعدہ سچا ہے۔ "پھر جب تم لوگ عرفات سے واپس آنے لگو تو مشعر حرام کے پاس اللہ کی یاد کرو اور اس طرح یاد کرو جس طرح تم کو بتلا رکھا ہے۔ اور حقیقت میں اس سے پہلے تم محض ناواقف تھے۔ پھر تم سب کو ضروری ہے کہ اس جگہ ہوکر واپس آؤ جہاں اور لوگ جاکر واپس آتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے

اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ سامنے توبہ کرو بیشک اللہ تعالیٰ معاف فرمادیگا اور مہربانی فرمائے گا۔

جب دن خوب نکل آئے تو منیٰ کو واپس جائے اور وادیٔ مُحَسِّر میں تیزی کے ساتھ چلے اور جب منیٰ میں پہنچ جائے تو جمرہ عقبہ پر سات کنکریاں مارے، ہر کنکری مارتے وقت تکبیر بھی کہے اور دونوں ہاتھوں کو اتنا اٹھائے کہ بغلوں کی سفیدی نمودار ہو جائے، اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سنگریزے اسی طرح مارے تھے۔ یہ کنکریاں طلوع آفتاب کے بعد اور زوال آفتاب سے قبل مارنا چاہیئے۔ البتہ ایام تشریق کے بقیہ دنوں میں کنکریاں زوال آفتاب کے بعد مارنا چاہیئے۔ کنکریاں مارنے کے بعد اگر اس کے ساتھ قربانی کا جانور ہے تو اسے ذبح کرے پھر سر منڈوائے۔ یا بال ترشوائے، اگر عورت ہے تو وہ اپنے سر کے بالوں کی لٹ انگلی کے پورے کے برابر کتروائے پھر مکہ کو چلا جائے اور غسل یا وضو کر کے طواف زیارت کرے (طواف زیارت کی نیت کرنا ضروری ہے) طواف کے بعد مقام ابراہیم کے نیچے دو رکعت نماز پڑھے اس کے بعد اگر چاہے تو صفا و مَروہ کی سعی کرے ورنہ طواف قدوم کے وقت جو سعی کر چکا ہے وہی کافی ہے، اب وہ تمام باتیں جو احرام کی وجہ سے ممنوع تھیں جائز ہو جائیں گی، اس کے بعد زمزم کی طرف جائے اور اس کا پانی پیئے، پانی پینے کے وقت کہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ لَنَا عِلْمًا نَافِعًا وَّرِزْقًا وَّاسِعًا وَّرِیًّا وَّشِبْعًا وَّشِفَاءً مِّنْ کُلِّ دَاءٍ وَّاغْسِلْ بِہٖ قَلْبِیْ وَامْلَأْہُ مِنْ خَشْیَتِكَ ۝ (بسم اللہ، الٰہی اس پانی کو میرے لئے نفع بخش علم، وسیع رزق، سیرابی اور شکم سیری اور ہر مرض سے شفا کا باعث بنائے اور میرے دل کو اس سے دھو کر اپنے محبت آمیز خوف سے بھر دے)

منیٰ میں اس کے بعد منیٰ کو لوٹ آئے اور تین رات وہیں رہے اور ایام تشریق میں تینوں جمروں پر کنکریاں اسی طرح مارے جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے۔ ہر روز اکیس (۲۱) کنکریاں مارے، سات سات کنکریاں تینوں جمروں پر، جمرہ اولیٰ سے شروع کرے یہ جمرہ دوسرے جمروں کی بہ نسبت مکہ سے زیادہ فاصلہ پر ہے۔ مسجد خیف کے قریب ہے۔ سب سے پہلے قبلہ رو ہو کر اس جمرہ پر کنکریاں مارے، مارتے وقت جمرۂ اولیٰ بائیں جانب ہونا چاہیئے۔ یہاں کنکریاں مارنے کے بعد جمرہ سے آگے کچھ بڑھ کر ٹھہر جائے تاکہ دوسروں کی کنکریاں اس کو لگ جائیں، یہاں اتنی دیر ٹھہر کر دعا کرتا رہے جتنی دیر میں سورۂ بقر پڑھی جاتی ہے۔ پھر جمرۂ وسطیٰ کے پاس پہنچکر اس سے بائیں طرف ٹھہر کر قبلہ رو ہو کر کنکریاں مارے اور حسب سابق دعا کرے پھر جمرۂ اخیر یعنی جمرۂ عقبیٰ کے پاس پہنچکر اس سے بائیں طرف کھڑا ہو اور قبلہ رو ہو کر کنکریاں مارے پھر وادی میں اتر جائے توقف نہ کرے مگر جلد فراغت پانا چاہے تو تیسرے دن سنگریزے نہ پھینکے بلکہ جو اس کے پاس ہوں ان کو زمین میں دفن کر دے، پھر اس جگہ سے مکہ کی جانب روانہ ہو، وادی اَبطح میں پہنچ کر ظہر۔ عصر۔ مغرب اور عشاء کی نمازیں ادا کرے، تھوڑی دیر کے لئے سو جائے پھر مکہ میں داخل ہو، پھر مکہ کے اندر یا کسی دوسری جگہ اس طرح ٹھہرے جیسے زاھریا البطح میں قیام کیا تھا:۔

خانہ کعبہ میں جب خانہ کعبہ میں داخل ہو تو برہنہ پا داخل ہو، اندر پہنچکر نماز نفل ادا کرے، اطمینان سے خوب سیر ہو کر آب زمزم پیئے۔ آب زمزم پیتے وقت زیادتی علم، بخشش گناہ اور رضائے الٰہی کے حصول کی نیت

کرے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "جس بات کے لئے زمزم کا پانی پیا جائے اسی کے لئے ہے"۔ اپنی توجہ اور نگاہ کو زیادہ تر خانۂ کعبہ ہی کی طرف رکھے، بعض احادیث میں آیا ہے کہ خانہ کعبہ کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔ خانہ کعبہ کو وداع کئے بغیر اس سے باہر نہ آئے طواف وداع اس طرح ہے کہ سات بار طواف کرے رکن یمانی اور خانہ کعبہ کے دروازے کے درمیان کھڑا ہو کر یہ دعا پڑھے:۔

اَللّٰهُمَّ هٰذَا بَيْتُكَ وَاَنَا عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ وَابْنُ اَمَتِكَ حَمَلْتَنِي عَلٰى مَا سَخَّرْتَ لِيْ مِنْ خَلْقِكَ وَسَيَّرْتَنِيْ فِيْ بِلَادِكَ حَتّٰى بَلَّغْتَنِيْ بِنِعْمَتِكَ وَاَعَنْتَنِيْ عَلٰى قَضَاءِ نُسُكِيْ فَاِنْ كُنْتَ رَضِيْتَ عَنِّيْ فَازْدَدْ عَنِّيْ رِضًا وَاِلَّا فَامْنُنْ عَلَيَّ الْاٰنَ قَبْلَ تَبَاعُدِيْ عَنْ بَيْتِكَ هٰذَا اَوَانُ انْصِرَافِيْ اِنْ اَذِنْتَ لِيْ غَيْرَ مُسْتَبْدِلٍ بِكَ وَلَا بِبَيْتِكَ وَلَا رَاغِبٍ عَنْكَ وَلَا عَنْ بَيْتِكَ اَللّٰهُمَّ فَاَصْحِبْنِيَ الْعَافِيَةَ فِيْ بَدَنِيْ وَالصِّحَّةَ فِيْ جِسْمِيْ وَالْعِصْمَةَ فِيْ دِيْنِيْ وَاَحْسِنْ مُنْقَلَبِيْ وَارْزُقْنِيْ طَاعَتَكَ مَا اَبْقَيْتَنِيْ وَاجْمَعْ لِيْ خَيْرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۔

(ترجمہ) اے اللہ یہ تیرا ہی گھر ہے اور میں تیرا بندہ ہوں اور تیرے بندے اور تیری لونڈی کا بیٹا ہوں۔ جس چیز پر تونے مجھے قدرت دی اس پر تونے مجھے سوار کرایا اور تونے مجھے اپنے شہروں کی سیر کرائی یہاں تک کہ مجھے اپنی نعمت تک پہنچا دیا — اور جو عبادت مجھ پر فرض تھی اس کے ادا کرنے میں میری مدد فرمائی، اگر تو مجھ سے راضی ہوا تو اور راضی ہو۔ اور اگر میری کسی کوتاہی کے باعث تو مجھ سے راضی نہیں ہوا تو اس سے پہلے کہ میں تیرے اس گھر سے واپس جاؤں، تو اپنی رضامندی سے مجھ پر احسان فرما، یہ میرے رخصت ہونے کا وقت ہے، اگر تو مجھے اس حالت میں اجازت دیدے کہ میں تیرے اور تیرے گھر کے عوض نہ کسی دوسرے گھر کو اختیار کروں گا اور نہ کسی دوسرے کو اپنا رب بناؤں گا۔ الٰہی میرے بدن کی عافیت، میرے جسم کی صحت اور میرے دین کی بھلائی عطا فرما میرے لئے دنیا اور آخرت کی خیر کو جمع فرما دے، بیشک تو ہر شے پر قدرت رکھنے والا ہے۔

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے اور روانہ ہو جائے۔ مکے میں قیام نہ کرے اگر قیام کرے تو بھیڑ ذبح کرے

عدم گنجائش وقت

اگر وقت کی گنجائش نہ ہو اور خطرہ ہو کہ عرفات کا قیام فوت ہو جائے گا تو اس صورت میں ابتدا عرفات ہی سے کرے بشرطیکہ میقات سے احرام باندھا ہو اور وہاں کھڑا رہے یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو جائے۔ غروب آفتاب کے بعد روانہ ہو کر وہی عمل کرے جو مزدلفہ میں شب باشی کے ضمن میں بیان ہو چکا ہے پھر منیٰ میں سنگریزے ڈال کر مکہ آجائے اور دو طواف کرے۔ اول طواف میں طوافِ قدوم کی نیت کرے اور دوسرے طواف میں زیارت کی۔ پھر صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرے، اب اس کے لئے ہر وہ چیز جو پہلے ممنوع تھی حلال ہو جائے گی، پھر تین دن تک کنکریاں مارنے کے لئے منیٰ میں لوٹ آئے اور بقیہ اعمال کی تکمیل کرے (یعنی وہ تمام افعال حج بجالائے جو پہلے بیان ہو چکے ہیں)

عُمرہ

عمرہ کی صورت

عمرہ کی صورت یہ ہے کہ غسل کرکے خوشبو لگائے اور شرعی میقات سے احرام باندھے، پھر مکہ پہنچ کر

بیت اللہ کا سات مرتبہ طواف کرے اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کرے، سعی کے بعد سر منڈوائے یا بال چھوٹے کروائے اگر قربانی کا جانور ساتھ نہ لایا ہو تو احرام کھول دے، اگر عمرہ کرنے والا مکہ مکرمہ میں موجود ہو تو مقام تنعیم میں جاکر وہاں سے احرام باندھ کر آئے اور مذکورہ بالا اعمال و افعال بجالائے۔

مباشرت کے احکام | حج میں عورت کے ساتھ جماع کرنا یا کسی دوسرے طریقے سے ایسی بات کرنا جس سے انزال ہو جائے تو حج باطل ہو جاتا ہے۔

حج کے ارکان، واجبات اور سنتیں

حج کے ارکان | حج کے ارکان چار ہیں۔ (۱) احرام۔ (۲) وقوفِ عرفات۔ (۳) طواف زیارت۔ (۴) سعی (بین صفا و مروہ) اگر کسی نے ان ارکان میں سے کسی ایک رکن کو ترک کردیا تو اس کا حج نہ ہوگا۔ (اور نہ کسی قسم کی قربانی دینے سے اس کی تلافی ہوگی) اور اسی سال یا اگلے سال دوبارہ احرام باندھ کر حج کرنا واجب ہو جاتا ہے۔

واجبات حج | حج کے واجبات پانچ ہیں۔ (۱) مزدلفہ میں نصف شب تک ٹھہرنا۔ (۲) ایک رات منیٰ میں قیام کرنا (۳) سنگریزے پھینکنا۔ (۴) سر منڈانا۔ (۵) طواف وداع۔ اگر ان میں سے کوئی واجب چھوٹ جائے۔ تو اس کے عوض ایک بکری ذبح کرے، اس سے ترک واجب کی تلافی اسی طرح ہو جائے گی جس طرح نماز میں ترک واجب پر سجدہ سہو سے تلافی ہو جاتی ہے۔

حج کی سنتیں | حج میں سنتیں پندرہ ہیں:۔ (۱) احرام باندھنے کے لئے، مکہ میں داخل ہونے کے لئے، عرفات میں قیام کے لئے، طواف زیارت اور طواف وداع کے لئے غسل کرنا۔ (۲) طواف قدوم۔ (۳) صفا اور مروہ کے درمیان دوڑنا۔ (۴) طواف میں اکڑ کر چلنا۔ (۵) طواف اور سعی کے وقت چادر کا اصطباع کرنا۔ (۶) دونوں رکنوں کو ہاتھ سے چھونا۔ (۷) سنگ اسود کا چومنا۔ (۸) صفا اور مروہ پر چڑھنا۔ (۹) منیٰ میں تین راتیں گزارنا۔ (۱۰) مشعر حرام کے پاس کھڑا ہونا۔ (۱۱) تینوں جمروں کے پاس کھڑا ہونا۔ (۱۲) خطبات کے وقت ٹھہرنا اور کھڑا ہونا۔ (۱۳) دوڑنے کے مقامات پر دوڑنا۔ (۱۴) آہستہ چلنے کے مقامات پر آہستہ چلنا۔ (۱۵) طواف کے بعد دو رکعتیں پڑھنا۔ اگر یہ تمام افعال یا ان میں سے کوئی ایک سنت ترک ہو گئی تو اس کا عوض (قربانی) لازم نہیں آتا، فضیلت ترک ہو جائے گی۔

عمرہ کے ارکان:۔ عمرہ کے ارکان تین ہیں: (۱) احرام باندھنا۔ (۲) خانہ کعبہ کا طواف کرنا۔ (۳) صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنا۔

عمرہ کے واجبات | عمرہ میں صرف ایک واجب ہے یعنی سر منڈوانا۔

عمرہ کی سنتیں | عمرہ کی سنتیں یہ ہیں:۔ احرام کے وقت غسل کرنا۔ طواف اور سعی میں مشروعہ دعاؤں اور اذکار کا پڑھنا سنتوں کے ترک پر وہی حکم ہے جو حج میں ترک سنت کے بارے میں آیا ہے۔

مدینہ (منوّرہ) کی زیارت

جب اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے تندرستی اور عافیت کے ساتھ مدینہ منورہ کی حاضری نصیب ہو تو مستحب یہ ہے۔
کہ مسجد نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) میں یہ درود پڑھتا ہوا داخل ہو۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّافْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِکَ وَکُفَّ عَنِّیْ اَبْوَابَ نَقْمَتِکَ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ٥

(ترجمہ) الٰہی، ہمارے آقا محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ہمارے آقا کی آل پر رحمتیں نازل فرما اور میرے لئے اپنے رحمت کے دروازے کھول دے اور اپنے عذاب کے دروازے بند کردے، تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جو جہانوں کا پالنے والا ہے۔

پھر روضہ مبارک پر حاضر ہو، منبر شریف کے قریب اس طرح کھڑا ہو کہ منبر (شریف) بائیں ہاتھ پر ہو، مزار مبارک سامنے ہو اور قبلہ والی دیوار پشت کے پیچھے، اس طرح زیارت شریف زائر اور قبلہ کے درمیان ہو جائے گی۔ پھر اس طرح عرض کرے۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ٥ اَللّٰھُمَّ اٰتِ سَیِّدَنَا مُحَمَّدَنِ الْوَسِیْلَۃَ وَالْفَضِیْلَۃَ وَالدَّرَجَۃَ الرَّفِیْعَۃَ وَالْمَقَامَ الْمَحْمُوْدَ الَّذِیْ وَعَدْتَّہٗ۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی رُوْحِ مُحَمَّدٍ فِی الْاَرْوَاحِ وَصَلِّ عَلٰی جَسَدِ مُحَمَّدٍ فِی الْاَجْسَادِ کَمَا بَلَّغَ رِسَالَتَکَ وَصَدَعَ بِاَمْرِکَ وَجَاھَدَ فِیْ سَبِیْلِکَ وَتَلٰی اٰیَاتِکَ وَاَمَرَ بِطَاعَتِکَ وَنَھٰی عَنْ مَعْصِیَتِکَ وَعَادٰی عَدُوَّکَ وَوَالٰی وَلِیَّکَ وَعَبَدَکَ حَتّٰی اَتَاہُ الْیَقِیْنُ ٥ اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ قُلْتَ فِیْ کِتَابِکَ لِنَبِیِّکَ وَلَوْ اَنَّھُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ جَآءُوْکَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰہَ وَاسْتَغْفَرَ لَھُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰہَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا ٥ وَاِنِّیْ اَتَیْتُ نَبِیَّکَ تَائِبًا مِّنْ ذُنُوْبِیْ مُسْتَغْفِرًا فَاَسْئَلُکَ اَنْ تُوْجِبَ

(ترجمہ) اے اللہ کے نبی آپ پر سلام ہو اور اللہ کی رحمت اور برکت الٰہی (حضرت) محمد اور آلِ محمد پر رحمت نازل فرما۔ جس طرح تو نے ابراہیم پر رحمت نازل فرمائی، حقیقت یہ ہے کہ تو ہی حمد اور بزرگی والا ہے، الٰہی ہمارے آقا اور سردار محمدؐ کو ہمارے لئے وسیلہ بنا اور دنیا و آخرت میں اُن کو بلند درجہ اور بزرگی عطا فرما، انھیں مقام محمود عنایت کر جس کا تو نے وعدہ کیا ہے، اے اللہ (عالم) ارواح میں محمدؐ کی روح پر اور (عالم) اجسام میں آپؐ کے جسم (اطہر) پر ایسی ہی رحمت نازل فرما جیسا انھوں نے تیرا پیغام پہنچایا اور تیری آیات کی تلاوت کی اور تیرے حکم کا بلند آہنگی سے اعلان کیا، تیری راہ میں جہاد کیا، تیری فرمانبرداری کا حکم دیا۔ اور نافرمانی سے روکا، تیرے دشمن سے دشمنی اور تیرے دوست سے دوستی فرمائی، وفات کے وقت تک تیری عبادت کی۔ بیشک الٰہی! تو نے اپنے پیغمبرؐ سے فرمایا کہ اگر لوگ اپنی جانوں پر بھی ظلم کر کے تیرے پاس آئیں اور اللہ سے بخشش چاہیں اور رسول ان کے لئے بخشش کی درخواست کریں تو وہ اللہ کو بخشنے والا اور مہربان پائیں گے، اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ میں تیرے پیغمبر کے پاس اپنے گناہوں سے توبہ کرتا ہوا معافی کا طلبگار ہو کر حاضر ہوا ہوں اور تجھ سے درخواست

لِي مَغْفِرَةً كَمَا أَوْجَبْتَهَا لِمَنْ أَتَاهُ فِي حَالِ حَيَاتِهٖ
فَأَقَرَّ عِنْدَهٗ بِذُنُوْبِهٖ فَدَعَا لَهٗ نَبِيُّهٗ
فَغَفَرْتَ لَهٗ۔ اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَتَوَجَّهُ
إِلَيْكَ بِنَبِيِّكَ عَلَيْهِ سَلَامُكَ
نَبِيِّ الرَّحْمَةِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنِّي أَتَوَجَّهُ بِكَ
إِلٰى رَبِّي لِيَغْفِرَ لِي ذُنُوْبِي وَيَرْحَمَنِي ۔
اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ مُحَمَّدًا أَوَّلَ الشَّافِعِيْنَ وَ
أَنْجَحَ السَّائِلِيْنَ وَأَكْرَمَ الْأَوَّلِيْنَ .....
وَالْآخِرِيْنَ ۔ اَللّٰهُمَّ كَمَا اٰمَنَّا بِهٖ وَلَمْ
نَرَهُ وَصَدَّقْنَاهُ وَلَمْ نَلْقَهُ فَأَدْخِلْنَا
مُدْخَلَهٗ وَاحْشُرْنَا فِي زُمْرَتِهٖ
وَأَوْرِدْنَا حَوْضَهٗ وَاسْقِنَا بِكَأْسِهٖ
مَشْرَبًا رَوِيًّا سَائِغًا هَنِيْئًا لَا نَظْمَأُ
بَعْدَهٗ أَبَدًا غَيْرَ خَزَايَا وَلَا نَاكِثِيْنَ
وَلَا فَارِقِيْنَ وَلَا جَاحِدِيْنَ وَلَا مُرْ
تَابِيْنَ وَلَا مَغْضُوْبًا عَلَيْهِمْ وَلَا
ضَالِّيْنَ وَاجْعَلْنَا مِنْ أَهْلِ شَفَاعَتِهٖ ۔

کرتا ہوں کہ تو میرے لئے مغفرت کو اسی طرح واجب کر دے جس
طرح تو نے ان لوگوں کے لئے واجب کر دی تھی جو تیرے نبی کی حیات
میں ان کی خدمت میں حاضر ہو کر معافی کے طلبگار ہوئے اور نبی نے
بھی ان کے لئے مغفرت طلب فرمائی۔ الٰہی میں تیرے نبی کے وسیلے
سے جو نبی الرحمۃ تھے تیری طرف رجوع کرتا ہوں۔ یا رسول اللہ میں
آپ کے وسیلے سے اپنے رب کی طرف رجوع کرتا ہوں کہ وہ میرے
گناہ معاف فرمائے اور مجھ پر رحم فرما۔ الٰہی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو شفاعت
کرنے والوں میں سب سے اوّل درجہ والا اور سب سے دعا کرنے والوں سے زیادہ
کامیاب اوّلین و آخرین میں سب سے زیادہ عزت والا بنا، الٰہی جس طرح
ہم بغیر دیکھے ان پر ایمان لائے اور بغیر ملے ہم نے ان کی تصدیق کر دی
تو ہمیں کو اس جگہ داخل کرنا جہاں تو نے ان کو داخل فرمایا اور ہمارا
حشر ان ہی کے گروہ میں فرما اور ہم کو ان کے حوض پر اتار اور انکے پیالے
سے ایسا پانی ہم کو پلا کر سیراب کر جو پیاس کو دور کرنے والا، لذیذ اور
خوشگوار ہو جس کے بعد ہم کبھی پیاسے نہ ہوں اور ہم کو رسوا، عہد شکن،
اطاعت سے خارج، اور دین کی صداقت میں شک کرنے والا نہ بنا۔
ہم کو ان میں سے نہ بنا جن پر تیرا غضب ہوا نہ ہم کو گم کردہ راہ بنا اور
ہم کو اپنے نبی کی شفاعت کے مستحقین میں سے کر دے۔

یہ دعا پڑھ کر دائیں طرف سے ہو کر آگے بڑھے اور یہ دعا پڑھے۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمَا يَا صَاحِبَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا
أَبَا بَكْرِ الصِّدِّيْقُ ۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا عُمَرُ الْفَارُوْقُ ۔
اَللّٰهُمَّ اجْزِهِمَا عَنْ نَبِيِّهِمَا وَعَنِ الْإِسْلَامِ خَيْرًا
وَاغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْإِيْمَانِ
وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا
إِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۔

(ترجمہ) اے اللہ کے رسول کے دونوں دوستو! آپ پر سلام ہو، اللہ کی رحمت
اور برکت ہو، اے (حضرت) ابوبکر صدیق آپ پر سلام ہو، اے حضرت
عمر فاروق آپ پر سلام ہو۔ اے اللہ تو ان دونوں حضرات کو ان
کے نبی اور دین اسلام کی طرف سے نیکی اور جزا دے۔ ہمیں اور ہمارے
بھائیوں کو جو ہم سے قبل ایمان کے ساتھ اس دنیا سے رخصت ہو گئے
انہیں بخش دے اور ہمارے دلوں میں ایمان لانے والوں کے حق میں
کینہ نہ ڈال اے ہمارے پالنے والے بیشک تو بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

اس کے بعد دو رکعتیں پڑھ کر بیٹھ جائے، روضہ مطہرہ کے اندر ہی مزار اقدس اور منبر شریف کے درمیان اگر نماز ادا کرے تو
مستحب ہے، حصول برکت کے لئے منبر شریف کو چھو لے۔

مسجد قبا میں بھی نماز پڑھنا مستحب ہے۔ اگر شہداء کے مزارات کی زیارت کا خواستگار ہو تو زیارت کر سکتا ہے۔ خوب دعائیں مانگے جب مدینہ منورہ سے رخصت ہونے کا ارادہ کرے تو مسجد نبوی میں حاضری دے۔ روضۂ مبارکہ کی طرف بڑھ کر اسی طرح سلام پیش کرے جس طرح پہلے پیش کیا تھا۔ صلوٰۃ وسلام کے بعد اجازت طلب کرے، دونوں صحابہؓ پر سلام پیش کرے اور پھر یہ دعا پڑھے۔

اَللّٰھُمَّ لَا تَجْعَلْ اٰخِرَ الْعَھْدِ مِنِّیْ بِزِیَارَۃِ قَبْرِ نَبِیِّکَ وَاِذَا تَوَفَّیْتَنِیْ فَتَوَفَّنِیْ عَلٰی مَحَبَّتِہٖ وَسُنَّتِہٖ اٰمِیْن یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ ہ	الٰہی! اپنے نبی کے مزار کی اس زیارت کو میرے لئے آخری زیارت نہ بنا دینا اور مرتے وقت مجھے آپ کی محبت اور سنت پر قائم رکھنا۔ آمین یا ارحم الراحمین۔

باب ۲

آداب

اسلامی اخلاق وتہذیب

سلام

ملاقات کے وقت پہلے سلام کرنا سنت ہے، اور سلام کا جواب دینا پہلے سلام کرنے سے زیادہ ضروری ہے۔ لفظ سلام پر چاہے تو الف لام زیادہ کرکے السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، کہے یا بغیر الف لام داخل کئے سلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، کہے دونوں طرح جائز ہے۔

سلام کے بارے میں ایک حدیث مروی ہے جو حضرت عمران بن حصین (رضی اللہ عنہ) سے منقول ہے کہ "ایک شخص نے خدمت گرامی میں حاضر ہوکر السلام علیکم کہا، حضورؐ والا نے جواب دے دیا وہ شخص بیٹھ گیا، حضور نے ارشاد فرمایا اس کو دس نیکیاں ملیں، کچھ دیر بعد ایک دوسرا شخص حاضر خدمت ہوا۔ اور اس نے عرض کیا" السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، حضور نے جواب دے دیا اور وہ بیٹھ گیا۔ سرکار نے ارشاد فرمایا اسے تیس نیکیاں ملیں۔ سنت یہ ہے کہ چلنے والا بیٹھنے والے کو، اور سوار پیادہ کو اور بیٹھے کو سلام کرے، جماعت میں سے اگر ایک نے بھی سلام کر لیا تو سب کی طرف سے کافی ہے اسی طرح اگر جماعت میں سے ایک نے جواب دے دیا تو وہ سب کی طرف سے کافی ہوگا، مشرک کو سلام کرنے میں ابتدا درست نہیں، اگر مشرک سلام میں خود پہل کرے تو جواب میں (صرف) "علیک" کہدے لیکن مسلمان کے سلام کے جواب میں وعلیک السلام کہنا چاہیئے۔ جس طرح اس نے السلام علیک کہا ہے اگر برکاتہٗ کا لفظ بڑھائے تو اور بھی اچھا ہے۔

اگر کوئی مسلمان دوسرے مسلمان کو صرف "سلام" کہے تو جواب نہ دیا جائے اور اس کو بتا دیا جائے کہ یہ اسلامی طریقہ نہیں ہے۔ عورتوں کو بھی باہم سلام کرنا مستحب ہے لیکن کسی مرد کا جوان عورت کو سلام کرنا مکروہ ہے (ہاں اگر عورت کا چہرہ کھلا ہو (بے پردہ ہو) تو ایسی حالت میں اگر اسے سلام کیا جائے تو کچھ حرج نہیں ہے۔ بچوں کو سلام کرنا مستحب ہے اس

(طریقہ) سے ان میں سلام کی عادت پیدا ہوتی ہے۔ جو شخص مجلس سے اٹھ کر جائے وہ جاتے وقت اہل مجلس کو سلام کرے یہ مستحب ہے۔ اگر دروازہ، دیوار یا کوئی اور چیز حائل ہو تب بھی سلام کرے، اگر کوئی سلام کر کے چلا گیا اور پھر دوبارہ آ کر ملا تب بھی سلام کرے۔

سلام کرنے کی ممانعت اگر کچھ لوگ شطرنج یا نرد (پانسہ) کھیل رہے ہوں، یا جوئے میں مصروف ہوں، شراب پی رہے ہوں تو ان کو السلام علیکم نہ کہے (ان کو سلام نہ کرے) ہاں اگر وہ خود سلام کریں تو جواب دیدے اگر یہ قوی امید ہو کہ جواب نہ دینے سے یہ لوگ متنبہ ہوں گے (اعمال پر شرمندہ ہوں گے) اور گناہوں سے باز آجائیں گے تو سلام کا جواب (اس صورت میں بھی) نہ دے۔

کوئی مسلمان اپنے مسلمان بھائی سے تین دن سے زیادہ ترک سلام نہ کرے، ہاں اگر وہ بدعتی ہو، گم کردہ راہ ہو یا معصیت میں مبتلا ہو تو ایسے شخص سے ترک تعلق کرے۔ جس مسلمان بھائی نے دوسرے مسلمان بھائی سے قطع تعلق کر لیا ہو اور پھر اس کو سلام کرے تو وہ ترک تعلق کے گناہ سے بچ جاتا ہے۔

مصافحہ

اسلام میں مصافحہ کرنا مستحب ہے، اگر مصافحہ کی ابتداء خود کی ہے تو جب تک دوسرا شخص مصافحہ سے اپنا ہاتھ الگ نہ کرے، اپنا ہاتھ الگ نہیں کرنا چاہیئے، اگر آپس میں بغل گیر ہو جائیں یا بطور تبرک دینداری ایک شخص دوسرے کے ہاتھوں یا سر کا بوسہ لے تو یہ جائز ہے، منہ چومنا مکروہ ہے۔

تعظیم

تعظیم کیلئے کھڑا ہونا بادشاہ عادل، والدین، دیندار اور پرہیزگار اور بزرگ لوگوں کی تعظیم کے لئے کھڑا ہونا... مستحب ہے اس کا اصل ثبوت اس روایت سے ملتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی قریظہ کے یہودیوں کے قضیہ کے فیصلے کے لئے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو طلب فرمایا حضرت سعد سفید گدھے پر سوار ہو کر (بیماری کی وجہ سے) آئے ان کے آنے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مجلس (حضرت سعدؓ کے قبیلہ والوں) سے فرمایا کہ اپنے سردار کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے یہاں تشریف لے جاتے تھے تو وہ آپ کی تعظیم کے لئے کھڑی ہو جاتی تھیں۔ اسی طرح جب کبھی حضرت فاطمہ (رضی اللہ عنہا) آنحضرتؐ کی خدمت میں تشریف لے جاتی تھیں تو آنحضرت ان کی طرف اٹھ کر (بڑھتے) اور ہاتھ پکڑ کر چومتے اور اپنی جگہ پر بٹھایا کرتے۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ حضورؐ والا نے ارشاد فرمایا جب کسی قوم کا سردار (بزرگ) تمہارے پاس آئے تو تم اس کی عزت کرو، اس سے دلوں میں دوستی اور محبت پیدا ہوتی ہے؛ اس لئے نیک لوگوں کی تعظیم مستحب ہے اور اسی طرح ان کو تحفہ ہدایا دینا بھی مستحب ہے لیکن اہل معصیت اور اللہ کے نافرمان بندوں کی تعظیم مکروہ ہے۔

چھینک اور جماہی (جمائی)

چھینکنے والے کو چاہیئے کہ چھینکتے وقت منہ کو چھپالے اور آہستہ چھینکے پھر اونچی آواز سے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب بندہ (چھینک کے وقت) اَلْحَمْدُ للہ کہتا ہے تو فرشتہ اس کے ساتھ رَبُّ العٰلمین کہتا ہے اور اگر بندہ اَلْحَمْدُ للہ رَبِّ العٰلمین کہتا ہے تو فرشتہ یَرْحَمُكَ رَبُّكَ[2] کہتا ہے۔

چھینکتے وقت اپنا منہ دائیں بائیں نہ پھیرے، چھینکنے والا الحمدللہ کہے تو سننے والے کے لئے یرحمک اللہ کہنا مستحب ہے اس کے جواب میں چھینکنے والا یَھْدِیْکُمُ اللّٰہُ وَیُصْلِحُ بَالَکُمْ (اللہ تم کو ہدایت دے اور تمہارا حال درست کرے) کہے اگر یَغْفِرُ اللّٰہُ لَکُمْ کہے تو یہ بھی درست ہے۔ اگر کسی کو تین دفعہ سے زیادہ چھینکیں آئیں تو سننے والے پر (دعائیہ) جواب دینا ضروری نہیں کیونکہ یہ مرطوب ہوا اور زکام کی وجہ سے ہے۔ حدیث شریف میں اسی طرح آیا ہے۔ حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ ابن اکوع سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "چھینکنے والے کو تین بار جواب دیا جائے اس سے زیادہ چھینکے تو زکام میں مبتلا ہے۔

جماہی یا جمائی جب کسی کو جماہی آئے تو منہ پر ہاتھ رکھ لے یا آستین سے (منہ کو) ڈھانپ لے کیونکہ شیطان منہ میں گھس جاتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور والا نے ارشاد فرمایا "اللہ چھینک کو پسند فرماتا ہے اور جماہی کو ناپسند۔ تم میں سے کسی کو جماہی آئے تو جہاں تک ہوسکے لوٹا دے ہا ہا نہ کہے اس سے شیطان ہنستا ہے، بے پردہ بوڑھی عورت کی چھینک کا جواب دینا مرد کے لئے جائز ہے اور نقاب پوش جوان عورت کی چھینک کا جواب دینا مرد کے لئے ناجائز ہے۔ بچے کی چھینک کے جواب میں یہ دعا پڑھیں: اللہ تجھے برکت دے، اللہ تجھے جزا دے، اللہ تجھے نیکی دے۔

دس فطری خصائل

فطرت انسانی کی ان دس خصلتوں کا ہر آدمی کو اختیار کرنا ضروری ہے، اِن دس خصلتوں میں سے پانچ کا تعلق سَر سے ہے اور پانچ باقی سارے جسم سے متعلق ہیں۔

سر سے متعلق خصلتیں یہ ہیں:- (۱) کلی کرنا۔ (۲) ناک میں پانی ڈال کر اس کو صاف کرنا۔ (۳) مسواک کرنا۔ (۴) مونچھیں کتروانا۔ (۵) داڑھی رکھنا۔

---

[1] اس اسلامی شعار کی حکمت آج عام لوگوں پر بھی آشکارا ہے کہ ڈاکٹر اس کو دوسروں کے لئے مضر بتاتے ہیں۔
[2] تیرا پروردگار تجھ پر رحمت نازل فرمائے۔

سارے جسم کے متعلق خصلتیں یہ ہیں ۔ (۱) زیر ناف کے بال صاف کرنا ۔ (۲) بغلوں کے بال صاف کرنا ۔ (۳) ناخن کٹوانا ۔ (۴) پانی سے استنجا کرنا ۔ (۵) ختنہ کرانا ۔

مونچھیں اور داڑھی مونچھیں ترشوانے کی اصل وہ حدیث ہے جو حضرت ابن عمر سے مروی ہے کہ حضور اقدس نے فرمایا "لبیں (گہری) کٹواؤ اور داڑھی بڑھاؤ"۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی حدیث میں آیا ہے کہ "لبیں کترواؤ اور داڑھیاں بڑھاؤ"۔ دونوں روایتوں کے معنی ایک ہی ہیں، لفظ "قص" یعنی کاٹنے یا ترشوانے کا مطلب قینچی کی مدد سے بالوں کو جڑ سے کاٹنا ہے لیکن مونچھوں کو استرے سے مونڈھنا مکروہ ہے ۔ حضرت عبداللہ ابن عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) سے مروی ہے کہ "رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ شخص ہم میں سے نہیں جو اپنی مونچھیں منڈاتا ہے ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مونچھیں مونڈنا ایک قسم کی خلقت بدلنی ہے اس سے چہرے کی رونق اور خوبصورتی جاتی رہتی ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ وہ اپنی مونچھوں کو کترواتے تھے ۔

داڑھی داڑھی رکھنے سے مراد داڑھی کے بالوں کا وافر اور زیادہ کرنا ہے، حق تعالیٰ کے ارشاد "حتیٰ عفوا ای کثروا" (یہاں تک کہ زیادہ ہوگئے) کے یہی معنی ہیں ۔ روایت میں آیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) داڑھی کو مٹھی میں پکڑ کر مٹھی سے باہر نکلے ہوئے بالوں کے حصّے کو کتر دیتے تھے، حضرت عمر رضی اللہ فرماتے تھے کہ مٹھی کے نیچے کا حصّہ کاٹ دو ۔

بالوں کی میعاد حضرت انس بن مالکؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ چالیس دن گزرنے سے قبل مونچھیں کترواؤ، ناخن کٹواؤ، بغل کے بال اکھڑواؤ اور شرمگاہ کے بال مونڈو، ہمارے بعض اصحاب کا قول ہے کہ یہ اجازت مسافروں کے لئے ہے، مقیم کے لئے بیس روز سے آگے بڑھنا اچھا نہیں ہے ۔ امام احمد سے اس حدیث کے صحیح اور غلط ہونے کے متعلق مختلف روایات آئی ہیں کسی میں اس کی صحت کا انکار ہے اور کسی میں تعین وقت کے لئے اس حدیث کو حجّت قرار دیا گیا ہے ۔

موئے زیر ناف کے سلسلے میں اختیار ہے چاہے نورہ (چونہ اور ہڑتال کا مرکب) سے صاف کرے چاہے چونے یا اُسترے سے صاف کرے ۔ امام احمد رحمتہ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ وہ نورہ استعمال کرتے تھے، منصور بن حبیب بن ابی ثابتؒ کی روایت حضور اقدس کے بارے میں یہی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے رسول اللہ کے لئے لیپ تیار کیا ۔ اور حضور نے اپنے دست مبارک سے اسے اپنے زیر ناف لگایا ! حضرت انسؓ بن مالک رضی اللہ عنہ سے اس کے خلاف مروی ہے، انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی چونے کا لیپ استعمال نہیں کیا بلکہ جب بال بڑھ جاتے تو حضور انھیں مونڈ دیا کرتے تھے ۔ موئے زیر ناف کے سوا دوسری جگہ کے بال دوسرے شخص سے بھی صاف کرائے جاسکتے ہیں ۔ اس کے ثبوت میں حضرت اُم سلمہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ کے زیر ناف تک پہنچتے تو حضور اس کام کو انجام دیتے ۔ ابو العباس نسائیؒ کہتے ہیں کہ ہم نے ابو عبداللہ کے چونے کا لیپ کیا لیکن زیر ناف کی حد پر انھوں نے خود چونہ کا استعمال کیا غرض جب زیر ناف، رانوں اور پنڈلیوں کی صفائی کا جواز چونے سے

ثابت ہے تو اُسترے سے بھی مونڈنا جائز ہے۔ اس قیاس کی تائید حضرت انس رضؓ کی مذکورہ بالا روایت سے ہوتی ہے کہ رسول اللہ نے چونے کا استعمال کبھی نہیں کیا، بال زیادہ ہوتے تو مونڈ دیتے تھے۔

سفید بالوں کا اکھاڑنا سفید بالوں کا چُننا مکروہ ہے، حضرت عمرو بن شعیب نے اپنے والد سے اور انھوں نے اپنے دادا سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفید بال اکھاڑنے (چننے) سے منع فرمایا ہے اور فرمایا سفیدی اسلام کا نور ہے' ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ حضور گرامی نے ارشاد فرمایا" سفید بالوں کو نہ نکالو (اکھاڑو) کیونکہ جس مسلمان کو بحالت اسلام لباس پیری پہنایا گیا قیامت کے دن (بالوں کی سفیدی) اس کے لئے نور ہوگی۔ یحییٰؒ کی روایت میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ہر بال کے عوض ایک نیکی لکھے گا اور ایک گناہ ساقط کردے گا بعض تفسیروں میں اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کو وَجاءکم النذیر اسی بات کی تائید میں پیش کیا گیا ہے اور کہا ہے کہ نذیر سے مراد شیب یعنی بڑھاپا ہے۔ سفید بال موت سے ڈراتے ہیں، موت کی یاد دلاتے ہیں، خواہشات نفسانی اور دنیا کی لذتوں سے روکتے ہیں۔ آخرت کی تیاری اور دار بقا کا سامان فراہم کرنے پر تیار کرتے ہیں۔ پھر کس طرح ایسی چیز کا دور کرنا جائز ہو سکتا ہے؛ سفید بال چننے والا تقدیر سے مقابلہ کرنا چاہتا ہے، اللہ کے کاموں میں دخل دے کر اس کی ناخوشی حاصل کرتا ہے' جوانی کی تازگی اور نوعمری کو ہمیشہ کی تازگی اور بزرگی پر ترجیح دینا چاہتا ہے۔ بزرگی، بردباری اور اسلام کے لوازمی لباس اور ابراہیمی شعار جسمانی سے نفرت کرتا ہے۔ بعض کتب میں منقول ہے کہ سب سے پہلے حالت اسلام میں سفید بال حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہوئے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے اِنَّ اللہ یَسْتَحْیِی مِن ذی الشیبہ (اللہ تعالیٰ بوڑھے آدمی سے شرم کرتا ہے) یعنی اسے عذاب دینے میں حیا فرماتا ہے۔

ناخن تراشنا جمعہ کے دن انگلیوں کی ترتیب کے خلاف ناخنوں کو تراشنا مستحب ہے (ترتیب کے خلاف تراشنے سے مراد یہ ہے کہ چھوٹی انگلی سے انگوٹھے تک ترتیب وار نہ تراشے جائیں) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مَنْ قَصَّ اَظْفَارَهٗ مُخَالِفًا لَمْ یَرَ فِیْ عَیْنَیْهِ رَمَدًا (جو کوئی مقررہ ترتیب کے خلاف ناخن کاٹتا ہے وہ اپنی آنکھ میں آشوب و رمد کی بیماری نہیں دیکھے گا۔) حمید بن عبدالرحمٰن نے اپنے والد سے روایت نقل کی ہے کہ جو شخص جمعہ کے دن ناخن تراشے گا اس کے بدن کے اندر شفا داخل ہوگی اور بیماری نکل جائے گی۔ جمعرات کے دن عصر کے بعد ناخن تراشنے کی بھی یہی فضیلت اور بزرگی ہے۔

انگلیوں کی ترتیب کے خلاف کا مطلب یہ ہے کہ اوّل سیدھے ہاتھ کی چھنگلی سے تراشنا شروع کرے پھر بیچ کی انگلی، پھر انگوٹھا، انگوٹھے کے بعد چھنگلی کے برابر والی انگلی پھر انگشت شہادت کے ناخن تراشے، بائیں ہاتھ کے ناخنوں کی تراش اس طرح کرے کہ پہلے انگوٹھا پھر درمیانی انگلی۔ پھر چھنگلی اور اس کے بعد انگشت شہادت اور انگشت شہادت کے بعد چھنگلی کے برابر والی انگلی کے ناخن تراشے۔ ہمارے اکابرین (علمائے حنبلیؒ) سے عبداللہ بن بطہ کی روایت اسی طرح ہے۔ حضرت دقیعؒ حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے

مجھ سے ارشاد فرمایا اے عائشہؓ ! جب تو ناخن تراشے تو بیچ کی انگلی سے شروع کر پھر چھنگلی پھر انگوٹھا، پھر چھنگلی کے پاس والی انگلی پھر انگشت شہادت کے ناخن کاٹ، یہ عمل تونگری پیدا کرتا ہے۔

ناخن، قینچی یا چاقو سے کاٹے جائیں. دانتوں سے ناخن کاٹنا مکروہ ہے، ناخن تراش کران کو مٹی میں دبا دینا چاہیے۔ سر اور بدن کے بالوں، بھری ہوئی سینگی اور فصد کے خون کا بھی یہی حکم ہے۔ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خون، بال اور ناخنوں کو مٹی میں دبا دینے کا حکم دیا ہے۔

سر منڈانا امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کی ایک مرفوع روایت کے بموجب حج اور عمرہ اور ضرورت کے علاوہ سر منڈانا مکروہ ہے۔ حضرت ابو موسیٰ اور عبید بن عمر (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نے فرمایا "جس نے سر منڈایا وہ ہم میں سے نہیں"۔ دار قطنی نے حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "حج اور عمرہ کے سوا بال نہ منڈائے جائیں"۔ اسی بنا پر حضور نے خوارج کی مذمت فرمائی اور ان کی پہچان سر منڈانا بتلایا، حضرت عمرؓ نے صبیغ سے فرمایا "اگر میں نے دیکھا کہ تم نے سر کے بال منڈائے ہیں تو اسی سر کو پیٹوں گا۔ ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ "اگر کسی کا سر منڈا ہوا دیکھو تو سمجھو اس میں شیطان کی صفت ہے کیونکہ سر منڈوانے والا اپنے کو عجمیوں کا ہمشکل بناتا ہے اور رسول اللہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو کسی قوم کی شکل اختیار کرے گا وہ اسی میں سے ہوگا۔

جب سر منڈانے کی ممانعت اوپر کی روایتوں سے ثابت ہے تو پھر بالوں کو کتروانا چاہیے۔ امام احمد بن حنبلؓ ایسا ہی کرتے تھے، اختیار ہے کہ بال جڑوں سے کترولئے یا اوپر سے یعنی بالوں کی نوکیں کٹوادے۔

امام احمدؒ کی دوسری روایت ہے کہ سر منڈانا مکروہ نہیں ہے کیونکہ ابو داؤدؒ نے اپنی اسناد کے ساتھ نقل کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن جعفرؓ نے فرمایا کہ حضرت جعفرؓ کی شہادت کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جعفرؓ کے گھر والوں کے پاس حضرت بلالؓ کو بھیجا پھر خود بھی تشریف لے آئے اور ارشاد فرمایا کہ آج کے بعد میرے بھائی پر نہ رونا پھر فرمایا میرے بھتیجوں (اس کے لڑکوں) کو میرے پاس لاؤ، ہم کو آپؐ کی خدمت میں لیجایا گیا، حضور نے فرمایا نائی کو بلاؤ نائی بلایا گیا حکم دیا کہ ان کے سر مونڈ دو، نائی نے ہمارے سر مونڈ دیئے۔ یہ بھی روایت ہے کہ حضور کے بال کندھوں تک لٹکتے تھے، آپ نے زندگی کے اواخر زمانے میں اپنے سر (مبارک) کے بال منڈا دیئے تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بال کانوں کی لو تک تھے۔ اس زمانے میں بعض افراد کبھی کبھی سر منڈایا کرتے تھے اور کسی نے ان پر اعتراض نہیں کیا، اس بنا پر مکروہ نہیں ہے کہ اس میں سختی اور تنگی ہے جو معاف کر دیگئی ہے۔ جس طرح کہ بلی اور دوسرے حشرات الارض کا جھوٹا معاف کر دیا گیا ہے۔

قزع کا حکم قزع یعنی کچھ بال منڈانا اور کچھ حصے کے بال چھوڑ دینا مکروہ ہے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اسی طرح گردن کے بال منڈانا بھی مکروہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھنے لگوانے کی ضرورت کے سوا گردن کے بال مونڈنے سے منع فرمایا ہے۔ کہ یہ مجوسیوں کا عمل ہے۔

مانگ نکالنا بڑے بال رکھنا اور مانگ نکالنا سنت ہے، ایک روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ نے خود بھی مانگ نکالی اور صحابہ کرامؓ کو بھی مانگ نکالنے کا حکم دیا، یہ روایت بیس سے زیادہ اصحاب سے مروی ہے جن میں حضرت ابو جبیدہ، حضرت عمار اور حضرت ابی مسعود (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) بھی شامل ہیں۔

تحذلیف یا زلفیں نکالنا اپنے رخساروں پر (عورتوں کی طرح لمبی) زلفیں چھوڑنا جیسا کہ علویوں کا طریقہ ہے مردوں کے لئے مکروہ ہے، عورتوں کے لئے جائز ہے کیونکہ ہمارے اکابرین میں سے ابو بکر جلاد نے حضرت علیؓ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ عورتوں کو زلفیں رکھنا جائز ہے مگر مردوں کے لئے مکروہ ہے۔

موچیں سے بال نوچنا موچیںؑ سے چہرے کے بال اکھیڑنا مرد اور عورت دونوں کے لئے مکروہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے موچیں کے ذریعہ چہرے کے بال اکھیڑنے والوں پر لعنت فرمائی ہےؑ۔ عورتوں کے لئے پیشانی کے بال شیشے کی دھار یا استرے سے کاٹنا مکروہ ہے، چہرے پر اگر بال نکل آئیں تو ان کو بھی شیشے یا استرے سے کاٹنا اور مونڈنا عورت کے لئے مکروہ ہے اس کی ممانعت پہلے بیان ہو چکی ہے۔ لیکن اگر شوہر اپنی بیوی کو اس کا حکم دے اور اندیشہ ہو کہ حکم نہ ماننے کی صورت میں شوہر اس سے بے التفاتی برتنے گا اور کسی دوسری عورت سے نکاح کر لے گا یا اس طرح بگاڑ اور ضرر پیدا ہوگا تو مصلحتاً بعض لوگوں کے نزدیک ایسا کرنا جائز ہے۔ رنگا رنگ کپڑوں سے آرائش، طرح طرح کی خوشبوؤں کا استعمال، اپنے شوہر سے شوخی، خوش طبعی کرنا تاکہ شوہر کا دل لبھائیں اور اس کو اپنی طرف مائل کریں جائز ہے۔ وہ عورتیں جو اپنے منہ کے بال موچنے سے صاف کر کے اپنے آپ کو اس لئے خوبصورت بناتی ہیں کہ غیروں کے ساتھ اپنی نفسانی خواہشات کو پورا کریں ان پر آنحضرتؐ نے لعنت کی ہے۔

بالوں کو سیاہ کرنا سفید بالوں کو سیاہ رنگ میں رنگنا مکروہ ہے۔ حضرت حسنؓ روایت کرتے ہیں کہ بعض لوگ اپنے سفید بالوں کو سیاہ میں بدل رہے تھے، آنحضرت نے دیکھ کر فرمایا "اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کے منھ کالے کرے گا"۔ حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ یہ لوگ بہشت کی خوشبو نہیں سونگھیں گے۔ سیاہ خضاب کے سلسلے میں جو احادیث آئی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا سیاہ خضاب کرو اس سے بیوی کو انسیت اور جہاد میں دشمن کو (مقابلے جوان ہونے کا) دھوکا ہو جاتا ہے۔ اس حدیث میں سیاہ خضاب کا جواز اصل میں جنگ کے لئے ہے بیوی کا ذکر اصل مقصود نہیں ہے بلکہ بالتبع ہے۔

خضاب یا وسمہ مستحب طریقہ یہ ہے کہ سر کے بالوں کو مہندی (حنا) یا وسمہ کے خضاب سے رنگئے۔ حضرت امام حنبلؒ نے تینتیس برس کی عمر میں مہندی وسمہ کا خضاب کیا تھا۔ ان کے چچا نے کہا کہ تم نے تو وقت سے پہلے ہی خضاب کر لیا، انھوں نے جواب دیا کہ یہ رسول اللہ کی سنت ہے۔

حضرت ابوذرؓ (غفاری) کی روایت ہے کہ حضور والا نے ارشاد فرمایا "سفید بالوں کا رنگ بدلنے کی بہترین چیز

ؑ موچیں جسے عام طور پر موچنا کہتے ہیں۔ یہ ایک قسم کی باریک چمٹی ہوتی ہے جس سے لوگ داڑھی وغیرہ کے بال نوچتے ہیں۔

ؑ حدیث شریف میں لَعَنَ المتنمِّصَات آیا ہے اور حضرت ابو عبیدہ فرماتے ہیں کہ تنمّص کے معنی موچنے سے بال لینا ہیں۔

مہندی وسمہ ہے۔ رسول اللہ کے خضاب کے متعلق مختلف روایات ہیں۔ حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ تھوڑے سے بالوں کے سوا حضور کے بال سفید ہی نہیں تھے، لیکن حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) نے حضور کے بعد مہندی وسمہ کا خضاب لگایا تھا، یہ بھی روایت ہے کہ حضرت اُمّ سلمہؓ نے رسول اللہ کے چند بال نکال کر لوگوں کو دکھائے جو مہندی وسمہ سے رنگے ہوئے تھے، اس حدیث سے رسول اللہ کا مہندی وسمہ کا خضاب لگانا ثابت ہوتا ہے۔

امام احمدؒ کے قول کے مطابق زعفران اور ورس (ایک قسم کی گھاس) سے خضاب کرنا روا ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابومالک اشعریؓ کی روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ کا خضاب ورس اور زعفران کا تھا۔ پس سر کے بالوں کا خضاب لگانا ثابت ہے تو اسی طرح داڑھی میں خضاب لگانے کا بھی حکم ایسا ہی ہوگا کہ حضور والا نے حکم عمومی دیا تھا کہ "سفید بالوں کو بدل دو اور یہودیوں سے مشابہت نہ کرو"۔ حضرت ابوذرؓ کی روایت میں پہلے گزر چکا ہے کہ حضور نے فرمایا سفید بالوں کو بدلنے کی بہترین چیز مہندی وسمہ ہے۔ یہ حکم بھی عام سر کے بال ہوں یا داڑھی کے سب کو شامل ہے۔

فتح مکہ کے دن حضرت ابوبکر صدیقؓ اپنے والد ابو قحافہ کو لیکر رسول خدا کی خدمت گرامی میں حاضر ہوئے حضور والا نے حضرت ابوبکر صدیق کے پاس خاطر سے فرمایا "بڑے میاں کو تم گھر پر ہی رہنے دیتے ہم ان کے پاس پہنچ جاتے"، اس کے بعد ابو قحافہ مسلمان ہوگئے اس وقت ان کے سر اور داڑھی (کے بال) سفید ثغامہ کی طرح تھے۔ حضورؐ نے فرمایا اس رنگ کو بدل دو مگر سیاہی سے بچنا اس ارشاد میں صاف صراحت ہے کہ داڑھی کا حکم سر کی طرح ہے اور سیاہ خضاب کی ممانعت ہے۔ حضرت ابوعبیدہؓ نے کہا ہے کہ ثغامہ ایک قسم کی گھاس ہوتی ہے جس کے پھول بھی سفید ہوتے ہیں اور پھل بھی[1]۔

سُرمہ لگانا طاق بار سرمہ لگانا مستحب ہے۔ حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طاق مرتبہ سرمہ لگایا کرتے تھے۔ علماء کا اس بارے میں اختلاف ہے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ نبی مکرمؐ داہنی آنکھ میں تین اور بائیں آنکھ میں دو سلائیاں (سرمے کی) لگایا کرتے تھے اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر آنکھ میں سرمے کی تین تین سلائیاں لگایا کرتے ہیں۔

بالوں میں تیل لگانا مستحب ہے کہ ایک دن چھوڑ کر بالوں میں تیل لگایا جائے اور افضل یہ ہے کہ روغن بنفشہ استعمال کیا جائے جیسا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی بیان فرمودہ ان دو حدیثوں سے ثابت ہے۔ (۱) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مرد کو روزانہ کنگھی کرنے سے منع فرمایا ہے۔ ایک دن چھوڑ کر کرے۔ (۲) حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ روغن بنفشہ کو تمام تیلوں میں ایسی ہی فضیلت ہے جیسی مجھے تمام انسانوں میں۔

---

[1] بالوں کی سفیدی کو اس سے تشبیہ دی ہے، ابراعرابی کا کہنا ہے کہ ثغامہ ایک درخت ہے جو برف کی طرح سفید ہوتا ہے۔

باب ۳

آدابِ معاشرت

سفر و حضر۔ سات امور کی پابندی۔ مکروہ عادتیں
گھروں میں داخلہ، راست چپ کا استعمال اور کھانے پینے کے آداب،

سفر اور حضر (قیام) دونوں صورتوں میں ہر انسان اللہ تعالیٰ پر توکل کرے اور ان سات باتوں کو ملحوظ رکھے۔

(۱) صفائی اور ظاہری زیبائش کرے۔
(۲) کنگھی کرے۔
(۳) سرمے کا استعمال کرے
(۴) مسواک کرے
(۵) اپنے پاس قینچی رکھے۔
(۶) اپنے پاس مدری[1] رکھے۔
(۷) روغن کا شیشہ (بوتل)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ سفر ہوتا یا اقامت کسی حال میں یہ سات چیزیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سے نہ چھوٹتی تھیں۔

مکروہ باتیں

مندرجہ ذیل باتیں مکروہ ہیں۔ (۱) سیٹی بجانا۔ (۲) تالی بجانا۔ (۳) نماز میں انگلیاں چٹخانا۔ (۴) سماع کے وقت جھوٹ موٹ وجد کی حالت بنا کر کپڑے پھاڑنا (اگر واقعی کسی کی وجد میں یہ حالت ہو تو اس سے اس جھوٹے مدعی کی حالت کا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا)۔ (۵) راستہ میں کھانا۔ (۶) اہل مجلس کے سامنے پاؤں پھیلا کر بیٹھنا۔ (۷) تکیہ سے سہارا دے کر اس طرح بیٹھنا کہ سیدھا بیٹھنے کی ہیئت باقی نہ رہے۔ یہ فعل غرور کی علامت ہے اس سے دوسرے اہلِ مجلس کی توہین ہوتی ہے ہاں اگر عذر کی وجہ سے ایسا ہو تو مکروہ نہیں ہے۔ (۸) لمبے لمبے کپڑے پہننا۔ (۹) مصطگی چبانا یہ سفلہ پن ہے۔ (۱۰) باچھیں پھاڑ کر ہنسنا۔ (۱۱) ٹھٹھا مارنا۔ (۱۲) بغیر ضرورت چیخ کر بولنا۔ (۱۳) رفتار میں اعتدال نہ رکھنا یعنی ایسی چال سے چلنا مناسب اور مستحب ہے کہ نہ بہت تیزی ہو جس سے خود تھک جائے یا راہگیروں سے ٹکراؤ نہ ہو، نہ ایسی قدم شماری جس سے غرور اور تمکنت پیدا ہو۔ (۱۴) بلند آواز سے رونا۔ (۱۵) میت کے اوصاف بیان کرنا (اور بلند آواز سے رونا) ہاں اگر یہ

---

[1] مدریٰ ایک لکڑی جس کا سرا گول ہوتا ہے اور بالشت سے چھوٹی ہوتی ہے۔ اس سے اہل عرب حشرات الارض اور مضرت رساں چیزوں سے اپنے بدن کی حفاظت کرتے ہیں، ان چیزوں کو اس سے رگڑ دیتے ہیں اور جہاں جسم میں کھجلی ہوتی ہے وہاں کھجلا دیتے ہیں۔

گریہ وزاری اللہ کے خوف سے ہو یا زندگی کے گزشتہ اوقات کے بیکار جانے پر پشیمانی اور تاسف کے باعث ہو یا اس وجہ سے ہو کہ جس درجے پر پہنچنا پیش نظر تھا اس پر نہ پہنچ سکا۔ اور اس خیال سے دل شکستہ ہو کر روئے اور رونے میں آواز بلند ہو جائے تو مکروہ نہیں ہے۔ (۱۶) لوگوں کے سامنے بدن کا میل چھڑانا۔ (۱۷) حمام، پاخانہ اور دوسرے گندے مقامات پر باتیں کرنا۔ (۱۸) ایسے مقامات پر کسی کو سلام کرنا یا سوال کا جواب دینا۔ (۱۹) لوگوں کے سامنے اپنے سر کو کھولنا اور اپنے بدن کے ان حصوں کو کھولنا جن کو عام طور پر ڈھانپا جاتا ہے۔ یہ سب باتیں مکروہ ہیں اور کشف عورت حرام ہے۔ (۲۰) باپ کی یا اللہ کے علاوہ کسی دوسرے کی کسی حال میں بھی قسم کھانا۔ (اگر قسم کھانا ہی ہے تو اللہ کی قسم کھائے ورنہ خاموش رہے۔ رسول اللہ کا ارشاد گرامی یہی ہے۔)

دوسروں کے گھروں میں داخلہ

داخل ہونے کی اجازت طلب کرنا

داخلہ کے آداب مسلمان کیلئے افضل یہ ہے کہ جب وہ کسی سے ملنے جائے تو دروازے پر رک کر کہے "السلام علیکم، کیا میں اندر آ سکتا ہوں"۔ روایت میں آیا ہے کہ قبیلہ بنی عامر کا ایک شخص حاضر ہوا، حضورؐ اس وقت کاشانۂ نبوت میں تشریف فرما تھے، اس نے آستانۂ مبارک پر حاضر ہو کر عرض کیا "کیا میں اندر آ جاؤں" حضور والا نے غلام سے فرمایا، باہر جا کر اس کو اجازت طلب کرنا سکھاؤ اور اس سے کہو کہ یوں کہے "السلام علیکم! کیا میں اندر آ جاؤں"۔ اس شخص نے یہ ارشاد والا سُن لیا اور عرض کیا، "السلام علیکم! کیا میں اندر آ جاؤں"۔ حضور والا نے اس کو اجازت مرحمت فرما دی اور وہ اندر آ گیا۔

دروازے پر جا کر پکارنے والے کو چاہیئے کہ دروازے کی طرف پیٹھ کر کے زیادہ فاصلہ پر کھڑا نہ ہو، اس طرح جواب نہیں دی جانے والی، آواز اچھی طرح سنائی نہیں دیتی۔ اجازت تین بار طلب کی جائے اگر مل جائے تو بہتر ہے ورنہ لوٹ جائے لیکن اگر گمان غالب یہ ہو کہ دوری کی وجہ سے صاحب خانہ نے میری آواز نہیں سنی ہوگی یا کسی کام میں مشغول ہونے کے باعث آواز نہ سن سکے ہوں گے تو تین مرتبہ سے زیادہ بھی اجازت طلب کرنا جائز ہے اور اس کی دلیل حضرت ابو سعید خدریؓ کی وہ روایت ہے جس میں بیان کیا گیا ہے کہ حضور اقدس نے ارشاد فرمایا کہ "گھر میں داخل ہونے کے لئے تین بار اجازت طلب کرنا چاہیئے اگر اجازت ملے تو اندر آ جائے ورنہ واپس ہو جائے"۔ طلبِ اجازت کا حکم سب کے لئے برابر ہے۔ ایک بار کسی شخص نے رسول اللہ سے عرض کیا کہ کیا ماں کے پاس داخل ہونے کی بھی اجازت لینا میرے لئے ضروری ہے، آپ نے ارشاد فرمایا "ہاں"! اس نے عرض کیا کہ میں تو ماں کے ساتھ ایک ہی گھر میں رہتا ہوں، آپ نے فرمایا "پھر بھی اجازت لو"۔ اس نے عرض کیا کہ میں تو اس کا خادم ہوں، فرمایا پھر بھی اجازت لو، کیا تم اس کو برہنہ دیکھنا پسند کرتے ہو"۔

اگر گھر میں اس کی لونڈی یا بیوی ہو (جس کے لئے قربت جائز ہے) تو پھر اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس لئے

اگر وہ برہنہ ہوں تب بھی انھیں دیکھ لینا مباح ہے لیکن پھر بھی مستحب یہی ہے کہ گھر میں اس طرح داخل ہو کہ انھیں اس کے آنے کی خبر ہو جائے۔ مہنیٰ کی روایت میں امام احمدؒ نے اس طرح صراحت کی ہے: "گھر میں داخل ہو تو گھر والوں کو سلام کرے، اس سے گھر کی خیر و برکت زیادہ ہوتی ہے۔ حدیث شریف میں اسی طرح آیا ہے[1] سفر سے واپس آئے تو رات کو اچانک گھر والوں کے پاس نہ پہنچے۔ رسول اللہ نے اس کی ممانعت فرمائی ہے، دو آدمیوں نے ایسا کیا تھا تو انھوں نے اپنی بیویوں کی وہ حالت دیکھی جس کو وہ پسند نہیں کرتے تھے۔

دوسرے کے گھر میں داخلے کی اجازت مل جائے تو صاحب خانہ جہاں بیٹھنے کی اجازت دے، وہیں بیٹھ جائے، خواہ صاحب خانہ ذِمّی کافر ہی کیوں نہ ہو۔ اگر لوگ کھانا کھا رہے ہوں تو جب تک صاحب خانہ اپنی خوشی سے کھانے میں شریک نہ کرے خود کھانے میں شریک نہ ہو۔

دست و پائے راست و چپ کا استعمال

دایاں ہاتھ اور پاؤں کوئی چیز لینا، کھانا پینا، مصافحہ کرنا، وضو کرنے، جوتا پہننے اور کپڑے پہننے کی ابتداء دائیں ہاتھ سے مستحب ہے، مقدس مقامات، مسجدوں میں داخل ہوتے وقت پہلے دایاں پاؤں داخل کرنا چاہیے۔ گندے کاموں جیسے میل دُور کرنا، ناک صاف کرنا، استنجا کرنا اور پلیدی کو دھونے کا کام بائیں ہاتھ سے کرنا چاہیے۔ ہاں اگر کسی کے لئے ایسا کرنا دشوار ہو (یعنی بائیں ہاتھ میں چوٹ ہو یا کٹ گیا ہو) تو دائیں ہاتھ سے کر سکتا ہے۔ ایک پاؤں میں جوتا پہن کر نہ چلے ہاں اگر تھوڑا سا چلنا ہو جیسے ایک جوتا پہن لیا ہے اور دوسرا کچھ فاصلے پر ہے یا دوسرے جوتے کا تسمہ ٹوٹ گیا ہے تو مرمت کی غرض سے قدرے چل سکتا ہے۔

کسی شخص کو خط یا فرمان وغیرہ دینا ہو تو دائیں ہاتھ سے دینا چاہیئے، بلند مرتبہ شخص کے ساتھ اگر چلنا ہو تو اس کے دائیں طرف چلے (جس طرح دو آدمیوں کی جماعت میں امام کو بائیں ہاتھ کی طرف کر لیا جاتا ہے) اگر اپنے سے کم مرتبہ شخص کے ساتھ چلنا ہو تو اس کے بائیں جانب چلے۔ بزرگوں نے یہ بھی کہا ہے کہ ہر صورت میں دائیں ہاتھ پر چلنا مستحب ہے تاکہ بائیں سمت تھوکنے وغیرہ کے لئے خالی رہے۔

آدابِ اکل و شرب

کھانے پینے کے آداب کھانے پینے میں مستحب یہ ہے کہ اول بسم اللہ کہے (اللہ تعالیٰ کا نام لے) اور فارغ ہونے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے، اس سے کھانے میں برکت ہوتی ہے اور شیطان دور بھاگتا ہے ایک روایت میں ہے کہ صحابہؓ نے عرض کیا "یا رسول اللہ ہم کھاتے ہیں مگر سیری نہیں ہوتی۔ فرمایا شاید تم لوگ

---

[1] صاحب غنیۃ الطالب فرماتے ہیں کہ اس کا تفصیلی بیان باب دُنو المنزل میں انشاء اللہ آئے گا۔

الگ الگ کھاتے ہو، صحابہ کرامؓ نے عرض کیا جی ہاں! آپ نے فرمایا اکھٹے ہوکر کھایا کرو اور (کھانا شروع کرتے وقت) بسم اللہ کرلیا کرو، کھانے میں برکت حاصل ہوگی، حضرت جابرؓ بن عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے خود سُنا، حضور والا ارشاد فرمارہے تھے کہ جب آدمی اپنے گھر میں داخل ہو اور وہ داخل ہونے اور کھانا کھانے سے پہلے بسم اللہ کہہ لے تو شیطان اپنی ذریت سے کہتا ہے کہ اب نہ تم اس گھر میں رات کو رہ سکوگے نہ وہاں کھانے میں شریک ہوسکوگے، اب یہاں سے بھاگو، اس کے برعکس جب کوئی شخص گھر میں داخل ہوتے وقت اور کھانا کھاتے وقت اللہ کا نام نہیں لیتا تو شیطان اپنی ذریت سے کہتا ہے کہ تم کو آج رات رہنے کو ٹھکانہ مل گیا اور رات کو کھانا بھی کھا سکوگے۔

حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ ہم کھانے کے وقت جب آنحضرت کے ساتھ شریک ہوئے تو حضور والا سے پہلے کوئی کھانے پر ہاتھ نہیں ڈالتا تھا، ایک بار ہم حضور کے ساتھ کھانے پر موجود تھے کہ اتنے میں ایک اعرابی (دیہاتی) آیا، آتے ہی کھانے پر ہاتھ ڈالنے لگا حضور والا نے اس کا ہاتھ پکڑلیا، اتنے میں ایک لڑکی آئی اور وہ ایسی حالت میں تھی کہ گویا کوئی اس کو دھکیلتا لارہا ہے، اس نے بھی آتے ہی کھانے پر ہاتھ ڈالنا چاہا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا بھی ہاتھ پکڑلیا اور ارشاد فرمایا" جس کھانے پر اللہ کا نام نہ لیا جائے شیطان اس کو حلال سمجھتا ہے، اس دیہاتی کے ساتھ بھی شیطان آیا تھا اور کھانے کو اپنے لئے حلال بنانا چاہتا تھا اور اس لڑکی کے ساتھ بھی آیا تھا تاکہ اس لڑکی کے ذریعہ اس کھانے کو اپنے لئے حلال بنائے، میں نے اس دیہاتی کا بھی ہاتھ پکڑلیا اور اس لڑکی کا بھی۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے کہ ان دونوں کے ہاتھوں کے ساتھ شیطان کا ہاتھ بھی میرے ہاتھ میں ہے۔ اس کے بعد حضور والا نے ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی شخص کھانا شروع کرتے وقت بسم اللہ کہنا بھول جائے تو یاد آنے پر اس طرح کہے بِسْمِ اللّٰہِ فِیْ اَوَّلِہٖ وَاٰخِرِہٖ ۔ حضرت عائشہ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔

کھانے کا طریقہ کھانا نمک سے شروع کرنا اور نمک پر ختم کرنا مستحب ہے (یعنی اوّل نمکین کھانا کھائے اور آخر میں بھی کوئی نمکین چیز کھائے) دائیں ہاتھ سے لقمہ لے کر چھوٹا نوالہ منہ میں رکھے اور خوب دیر تک چبائے اور آہستہ آہستہ نگلے، ایک قسم کا کھانا ہو تو اپنے سامنے سے کھائے اور اگر مختلف قسم کے کھانے ہوں یا پھل وغیرہ ہوں تو برتن میں ادھر ادھر سے لینے میں کوئی حرج نہیں جس کھانے کو کھاتے اس کو چوٹی یا بیچ سے نہ کھائے بلکہ کنارے سے شروع کرے۔ اگر ثریدؔ[1] ہو تو تین انگلیوں سے کھائے اور آخر میں انگلیاں چاٹ لے۔ کھانے پر پھونکیں نہ مارے (ٹھنڈا کرنے کے لئے) کھانے کے برتن میں سانس نہ چھوڑے، سانس لینا ہو تو برتن کو منہ سے الگ کرکے سانس لے، تکیہ لگاکر کھانا پینا مکروہ ہے، کھڑے ہوکر کھانا پینا درست ہے مگر بعض اس کو مکروہ بتاتے ہیں۔ اس لئے بیٹھ کر کھانا پینا زیادہ اچھا ہے اگر اہل مجلس سے کسی کو برتن دینا ہو تو دائیں طرف والے سے شروع کرے۔

ظروفِ طعام سونے چاندی یا سونے چاندی کا ملمع کئے ہوئے برتنوں میں کھانا پینا ناجائز ہے۔ اگر کسی ایسے برتن میں کھانا سامنے آئے تو کھاتے وقت کسی ایسے دوسرے برتن میں اس کو الٹ لینا چاہیئے جس میں کھانا

---

[1] عرب کا ایک مشہور کھانا، روٹی کے ٹکڑے گوشت میں نمکین پکے ہوئے۔

جائز ہو یا روٹی پر ڈال لے۔ اور جو شخص ایسے برتن میں کھانا لایا ہو اس کو ملامت کرے۔ ایسے برتنوں میں دھونی دینا بھی جائز نہیں ہے اسی طرح چاندی یا سونے کا گلاب پاش بھی استعمال کرنا منع ہے جس جگہ ایسے برتن استعمال ہوتے ہیں وہاں کھانا کھانے کے لئے نہ جائے۔ اور اگر اتفاق پہنچ جائے تو واپس چلا آئے اور صاحب خانہ کو نرمی سے سمجھائے کہ آپ کو زیبا یہ ہے کہ جس چیز کو شریعت نے حلال کیا ہے اور زینت بڑھانے والا قرار دیا ہے اسی کے مطابق آرائش کریں اور جس چیز کی بندش کی گئی اس کو زینت کا سبب نہ بنائیں جس لذت کا نتیجہ گناہ ہو اس میں کچھ بھلائی نہیں ہے، اللہ آپ پر رحم فرمائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد اس کو یاد دلائیں کہ حضور نے ارشاد فرمایا ہے "جو آدمی سونے یا چاندی کے برتن میں کھائے یا ایسے برتن میں جس میں یہ دونوں شامل ہوں (دونوں کا کام ہو) تو ایسا شخص اپنے پیٹ میں دوزخ کی آگ بھرتا ہے۔

کھانا کھانے میں منہ کا نوالہ باہر نہ نکالے ہاں اگر مجبور ہو جائے مثلاً نوالہ حلق میں پھنس جائے، پھندا لگ جائے یا جلتا ہوا نوالہ ہو اور منہ جلنے لگے تو نوالہ باہر نکال دینا جائز ہے۔ کھانے میں چھینک آجائے تو منہ پر کوئی چیز رکھ لے اور منہ کو اچھی طرح چھپالے۔ کھانے سے دور ہو کر چھینکے۔

کھانے والے کے پاس اگر کوئی شخص کھڑا ہو یعنی خدمت گار وغیرہ تو اس کو بیٹھنے کی اجازت دے دے اور وہ اگر انکار کرے تو عمدہ کھانے سے لقمہ اٹھا کر دے دے، کوئی غلام، خدمتی لڑکا یا پانی پلانے والا کھڑا ہو تو اس کے ساتھ بھی یہی سلوک کرے، برتن میں اگر کچھ بچ جائے تو اس کو بھی صاف کرلے۔ برتن، طباق وغیرہ کے کناروں پر جو کھانا لگا رہ جائے اس کو بھی پونچھ کر کھا لینا چاہیئے۔ جو لوگ کھانے میں شریک ہوں ان کے ساتھ خوش کلامی سے پیش آئے کہ اگر وہ رنجیدہ ہوں تو ان کی رنجش دور ہو جائے۔ اگر اپنے سے بلند مرتبہ لوگوں کے ساتھ کھانا کھائے تو ادب ملحوظ رکھے، اگر غریبوں (فقیروں) کے ساتھ کھائے تو ان کو خود پر ترجیح دیتے ہوئے وہ چیزیں کھلائے جو ان کو مرغوب ہوں، دوستوں کے ساتھ کھائے تو شگفتہ مزاجی کے ساتھ کھائے، عالموں کے ساتھ اس خیال سے کھائے کہ ان کی پیروی کرے گا اور ان سے آداب حاصل کرے گا۔ نابینا کے ساتھ کھائے تو اس کو جو چیزیں سامنے ہوں وہ بتانے کہ بسا اوقات وہ اپنی کوری و نابینائی کی وجہ سے اچھا کھانا (عمدہ غذائیں) کھانے سے محروم رہ جاتے ہیں۔

ضیافت کے آداب

شادی کے ولیمہ کی دعوت قبول کرنا مستحب ہے، جانے کے بعد اختیار ہے کھائے یا نہ کھائے، اگر نہ کھائے تو دعائے خیر کر کے چلا آئے۔ حضرت جابرؓ بن عبداللہ سے مروی ہے کہ حضور والا نے فرمایا جس کی دعوت کی گئی اور اس نے قبول نہ کیا تو اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔ جو بغیر بلائے (دعوت وغیرہ میں) جاتا ہے وہ چور ہو کر داخل ہوتا ہے اور لٹیرا بن کر واپس آتا ہے۔ دعوت کے یہ احکام اس وقت کے ہیں جب مجلس بُری (ناجائز) باتوں سے پاک ہو۔ اگر وہاں کوئی ممنوع چیز ہے مثلاً ڈھول، سارنگی، بربط، نفیری، شبابہ، رباب، طنبورے، سرود وغیرہ ہو کر یہ سب چیزیں حرام ہیں۔ صرف دَف کا استعمال نکاح کے وقت جائز ہے۔ اس کے ساتھ ناچنا گانا مکروہ ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيْثِ" (لوگوں میں بعض وہ ہیں جو بیہودہ باتیں خریدتے ہیں) کی تفسیر میں بعض اہل تفسیر نے لکھا ہے کہ "لَهْوَ الْحَدِيْث" سے مراد راگ اور شعر ہے۔ بعض احادیث میں آیا ہے کہ راگ دل کے اندر اسی طرح نفاق پیدا کرتا ہے جس طرح سیلاب سبزے کو اگاتا ہے۔

حضرت شبلیؒ سے لوگوں نے دریافت کیا، کیا گانا سننا درست ہے حضرت شبلیؒ نے کہا نہیں، لوگوں نے پوچھا پھر کیا ہے؟ آپ نے فرمایا درست نہ ہونے کی صورت میں گمراہی کے سوا کچھ اور نہیں ہے۔

راگ کے ناجائز ہونے کے لئے یہی بات کافی ہے کہ اس کو سُن کر طبیعت میں جوش اور شہوت میں ہیجان پیدا ہوتا ہے، عورتوں کی طرف میلان۔ بے عقلی، سُبکی، کمینگی اور بہت سی نفسانی خواہشات اس سے بیدار ہوتی ہیں۔ پس اللہ پر اور قیامت پر ایمان رکھنے والوں کے لئے اللہ کی یاد میں مشغول ہونا ایک ایسا عمل ہے جو پاکیزگی کے ساتھ ساتھ عافیت بخشنے والا ہے۔

دعوتِ ختنہ دعوت ختنہ مستحب نہیں ہے اس لئے دعوت ختنہ قبول کرنا بھی ضروری نہیں ہے۔ بچھاور لینا مکروہ ہے کیونکہ اس میں لوٹ سے مشابہت پائی جاتی ہے علاوہ ازیں چھچھوراپن اور نفس کی ذلت بھی ہے۔ ولیمہ نکاح کے علاوہ کسی اور خوشی کے موقع پر دعوت اگر اس طریقہ سے کی جائے جو حضور والا کے ارشاد فرمائے ہوئے طریقہ کے خلاف ہو یعنی ضرورت مندوں کو اس میں شرکت سے رد کیا گیا ہو اور مالدار جن کو دعوت کی ضرورت نہیں اس میں موجود ہوں تو ایسی دعوت مکروہ ہے۔

اہل علم وفضل کے لئے دعوت طعام کے قبول کرنے میں عجلت کرنا بلا جھجک قبول کر لینا مکروہ ہے۔ یہ ایک طرح کی بے شرمی بھی ہے اور ندیدہ پن بھی۔ بن بلائے کسی دعوت میں شرکت کرنا دوہرا گناہ ہے۔ ایک تو بغیر بلائے کسی کے گھر میں داخل ہونا دوسرے بغیر دعوت کے کھانا اور اس طرح کسی کی پوشیدہ باتوں کو دیکھنا اور جگہ میں تنگی پیدا کرنا بے شرمی کی باتیں ہیں۔

کھانے کے آداب

کھانا کھاتے وقت تہذیب کا تقاضہ ہے کہ کھانے والوں کے چہروں کو نہ تکے، اس طرح ان کو شرمندگی ہوگی، کھانے پر ایسی باتیں نہیں کرنا چاہئے جس سے لوگ گھِن کھائیں، اسی طرح ہنسانے والی باتیں بھی نہیں کرنا چاہئے اس سے اندیشہ ہوتا ہے کہ لوگوں کے حلق میں نوالہ پھنس کر پھندا لگ جائے گا۔ ایسی باتیں بھی نہیں کرنا چاہئے جس کو سنکر لوگ کبیدہ خاطر ہوں اس سے کھانے کا لطف جاتا رہتا ہے۔

کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد دونوں ہاتھوں کا دھونا مستحب ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ کھانے سے پہلے ہاتھ دھونا مکروہ ہے البتہ بعد میں دھونا مستحب ہے، پیاز، لہسن اور (گندنا) کھانا مکروہ ہے اس لئے کہ ان سے بدبو پیدا ہوتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص بدبودار سبزیاں کھائے وہ ہماری مسجدوں میں نہ آئے۔

اتنا زیادہ کھانا جس سے بدہضمی کا خطرہ ہو، مکروہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ "پیٹ سے بدتر کسی برتن کو آدمی نہیں بھرتا" میزبان کی اجازت کے بغیر ایک مہمان اپنا کھانا کسی دوسرے مہمان کو اگر دے تو یہ مکروہ ہے۔ اس لئے کہ میزبان کی چیز (کھانا وغیرہ) صرف مہمان کے لئے ہے۔ دوسروں کو دینے کا اس کو حق حاصل نہیں ہے، دعوت کھانے سے مہمان دعوت کا مالک نہیں بن جاتا۔ اکثر لوگوں نے اس سلسلے میں اختلاف کیا ہے بعض کہتے ہیں کہ جتنا کھانا مہمان کے پیٹ میں چلا جاتا ہے وہ اس کا مالک بن جاتا ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کھانے والا، میزبان کے کھانے کا مالک بن ہی نہیں سکتا۔

جب کھانا سامنے لاکر رکھا جائے تو کھانا شروع کرے۔ اس وقت مزید اجازت کی ضرورت نہیں۔ اپنی چیز جان کر کھانا

شروع کردے بشرطیکہ اس بستی کا رواج ایسا ہی ہو، اصل اجازت رواج ہی ہے۔ منہ سے کوئی چیز نکال کر کھانے کے برتن میں ڈالنا مکروہ ہے (ہڈی وغیرہ کو الگ برتن میں رکھے) کھاتے وقت خلال بھی نہیں کرنا چاہیئے۔ یہ دونوں باتیں مکروہ ہیں۔ آلودہ ہاتھ روٹی سے صاف نہیں کرنا چاہیئے۔ (روٹی خراب ہوگی) چند اقسام کے کھانے یکجا ملاکر نہ کھائے خواہ کھانے والے کی طبیعت کو یہ بات مرغوب ہی کیوں نہ ہو اس لئے کہ بہت سے لوگ اس سے کراہت کرتے ہیں۔ کھانے کی برائی کرنا ناجائز ہے۔ اسی طرح میزبان کو اپنے کھانے کی تعریف نہیں کرنا چاہیئے۔ کھانے کی قیمت لگانا بھی منع ہے اس سے رکاکت کا اظہار ہوتا ہے۔ ایک روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھانے کی نہ تعریف فرماتے اور نہ برائی۔

کھانے والے کا اگر پیٹ بھر چکا ہو تب بھی اس وقت تک کھانے سے ہاتھ نہ ہٹائے۔ (کچھ نہ کچھ تھوڑا تھوڑا کھاتا رہے) جب تک دوسرے لوگ اپنا ہاتھ نہ ہٹالیں ہاں اگر دوسرے لوگوں کی طرف سے بے تکلفی محسوس ہو تو پھر خود بھی تکلف نہ کرے اور ہاتھ کھینچ لے، مستحب ہے کہ کھانے والے ایک ہی طشت میں ہاتھ دھوئیں۔ کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ تم پراگندہ نہ ہو اگر تفرقہ کروگے تو تمھاری جمعیت بھی پراگندہ ہو جائے گی۔ ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "جب تک طشت دھوون سے بھر نہ جائے اسے مت اٹھاؤ۔

ہاتھ کن چیزوں سے دھونا منع ہے

کھانے کی چیزوں سے ہاتھ دھونے یا صاف کرنا کی بھی ممانعت ہے جیسے آٹا (بیسن) باقلا مسور وغیرہ سے (بطور صابن) ہاتھ دھونے کا کام نہ لیا جائے، بھوسی سے ہاتھ دھونا جائز ہے۔

دو کھجوریں ملا کر ایک ساتھ نہ کھائے، رسول اللہ نے اس کی ممانعت فرمائی ہے۔ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ تنہا کھارہا ہو یا خود کھانے کا مالک ہو تو ایسا کرنا مکروہ نہیں ہے۔ مہمان کو چاہیئے کہ اپنی مرضی کے کھانے صاحب خانہ (میزبان) سے طلب نہ کرے، اس سے میزبان کو تکلیف ہوگی بس جو کچھ وہ پیش کردے اسی پر اکتفا کرے، رسول اللہ نے ارشاد فرمایا ہے میں اور میری اُمّت کے پرہیزگار لوگ تکلف سے بیزار ہیں۔ ہاں اگر میزبان، مہمان سے اس کی پسند اور مرضی دریافت کرے تو بتادے کوئی ہرج نہیں ہے۔

اگر کھانے پینے کی چیز میں مکھی کے علاوہ کوئی اور سیال خون والی چیز گر پڑے تو کھانا ناپاک ہو جاتا ہے اور اس کو کھانا ناجائز ہو جاتا ہے، ہاں اگر خشک چیز ہو تو اٹھالے اگر سیال خون والی نہ ہو لیکن زہریلی ہو تو اس کو نہ کھائے۔

سانپ بچھو یا کوئی اور نقصان پہنچانے والی چیز کھانے میں گر جائے تو کھانا حرام ہو جاتا ہے، اگر مکھی گر جائے تو اس کو اتنا غوطہ دیدے کہ اس کے دونوں بازو ڈوب جائیں، پھر اس کو نکال کر پھینکدے کھانا پاک ہے گا خواہ مکھی گر کر مر ہی کیوں نہ گئی ہو ایسا کھانا کھایا جاسکتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تم میں سے کسی کے برتن میں اگر مکھی گر جائے تو اسکو غوطہ دیدے کیونکہ مکھی کے ایک بازو میں بیماری اور دوسرے میں شفا ہے اور مکھی شفا والے بازو کو ڈوبنے سے بچائے رکھتی ہے اور بیماری والے کو ڈبو دیتی ہے۔

پینے کے مسائل

پینے کی چیز کو چوس چوس کر پینا مستحب ہے یعنی گھونٹ گھونٹ کرکے، جانور کی طرح ایک دم سانس کھینچ کر

نہ پیئے بلکہ سانس لے لے کر تین مرتبہ میں پیئے مگر برتن میں سانس نہ لے۔ شروع میں بسم اللہ کہے اور آخر میں الحمد للہ۔

خلاصۂ کلام | ان تمام متذکرہ باتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ کھانے پینے میں بارہ باتیں خاص ہیں سو ان میں چار فرض ہیں، چار سنتیں اور چار مستحب ہیں۔

فرض باتیں یہ ہیں:۔ (۱) کھانے والے کو معلوم ہو کہ کھانا کہاں سے اور کن ذرائع سے حاصل ہوا ہو (حلال ذریعہ سے ہے حرام ذریعہ سے تو نہیں)۔ (۲) کھانا شروع کرتے وقت بسم اللہ پڑھنا۔ (۳) جو ملے اور جتنا ملے اس پر قناعت کرنا۔ (۴) آخر میں شکر بجالانا۔

سنتیں یہ ہیں:۔ (۱) کھانا کھانے میں بائیں پاؤں پر بیٹھنا۔ (۲) تین انگلیوں سے کھائے۔ (۳) کھانے سے فارغ ہونے پر انگلیوں کو چاٹے۔ (۴) اپنے سامنے اور قریب سے کھائے۔

چار مستحب یہ ہیں:۔ (۱) چھوٹا لقمہ کھائے اور اسے خوب چبائے۔ (۲) لوگوں کی طرف کم دیکھے۔ (۳) روٹی کو دسترخوان کی طرح فرش نہ بنائے کہ اس پر سالن رکھ کر کھائے۔ (۴) تکیہ لگا کر یا چت لیٹ کر نہ کھائے۔

مہمانی میں روزہ افطار کرنا

روزہ دار شخص اگر کسی دوسرے شخص کے یہاں (مہمان بنکر) روزہ افطار کرے تو یہ دعا پڑھے۔

اَفْطَرَ عِنْدَکُمُ الصَّائِمُوْنَ وَاَکَلَ طَعَامَکُمُ الْاَبْرَارُ وَتَنَزَّلَتْ عَلَیْکُمُ الْمَلَائِکَۃُ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ھَدَانَا مِنَ الضَّلَالَۃِ وَفَضَّلَنَا عَلٰی کَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقَہٗ تَفْضِیْلًا اَللّٰھُمَّ اَشْبِعْ جِیَاعَ اُمَّۃِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَلْبِسْ عَارِیَھَا وَعَافِ مَرِیْضَھَا وَرُدَّ غَائِبَھَا وَاجْمَعْ شَمْلَ اَھْلِ الدَّارِ وَارْزُقْھُمْ وَاجْعَلْ دُخُوْلَنَا بَرَکَۃً وَّخُرُوْجَنَا مَغْفِرَۃً وَّ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّ فِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ ۰

(ترجمہ) روزہ داروں نے تمہارے پاس افطار کیا، نیکوں نے تمہارا کھانا کھایا، تم پر رحمت نازل ہو، فرشتے تمہارے لئے دعا کریں۔ اللہ کا شکر ہے جس نے ہم کو کھلایا اور پلایا مسلمان بنایا۔ گمراہی سے نکال کر سیدھے راستے پر لگایا اور اپنی کثیر مخلوق پر ہم کو فضیلت عطا فرمائی الٰہی اُمتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بھوکوں کا پیٹ بھردے، جو ننگے ہیں ان کو کپڑے پہنادے، بیماروں کو تندرست فرمادے مسافروں کو وطن میں لوٹادے، گھر والوں (مقیم) کی پریشانی دور کردے، ان کی روزی جاری فرمادے اور ان کے یہاں ہمارے آنے کو باعث برکت اور یہاں سے ہمارے جانے کو مغفرت کا باعث بنادے، ہم کو دونوں جہان کی بھلائی عطا فرما اور دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھ! اے رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم کرنے والے۔

حمام۔ برہنگی۔ انگشتری۔ بیت الخلا
رفع حاجت اور استنجا کا طریقہ غسل

حمام کا حکم | حمام کا بنانا، بیچنا، خریدنا اور کرایہ پر دینا ہر چیز مکروہ ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ وہاں ستر عورت نہیں ہوسکتا۔

بلکہ عام طور پر برہنگی کی صورت پائی جاتی ہے، حضرت علیؓ کا فرمان منقول ہے کہ "حمام بُرا مقام ہے جہاں حیا کا لباس اتار دیا جاتا ہے اور قرآن کی تلاوت نہیں کی جاتی ہے"۔

اگر کوئی مجبوری نہ ہو تو حمام میں نہ جانا بہتر ہے' ایک روایت میں آیا ہے کہ حضرت عبداللہؓ ابن عمرؓ حمام سے نفرت کرتے تھے اور اس کا سبب یہ بتاتے تھے کہ (حمام میں غسل کرنا) یہ عیش پرستی ہے۔ حسن بصریؒ اور ابن سیرینؒ حمام میں نہیں جاتے تھے۔ امام احمدؒ کے صاحبزادے عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد کو حمام میں جاتے کبھی نہیں دیکھا۔ لیکن اگر ضرورت ہی آپڑے تو حمام میں داخل ہونا جائز ہے مگر تہبند سے اپنے ستر کو چھپائے ہوئے اور دوسروں کے ستر سے آنکھیں چرائے ہوئے حمام میں داخل ہو۔ اگر حمام کا خالی ہونا ممکن ہو (کسی وقت) تو رات کو یا دن کو ایسے وقت کہ گناہ کا اندیشہ کم ہو حمام میں داخل ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

امام احمدؒ سے حمام میں داخل ہونے کا مسئلہ دریافت کیا گیا تو فرمایا" اگر تم کو معلوم ہو کہ حمام کے اندر جتنے لوگ ہیں سب تہبند باندھے ہوئے ہیں تو داخل ہوسکتے ہو ورنہ نہیں! حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور اقدس نے فرمایا، حمام بُرا مقام ہے جہاں نہ پردہ ہوتا ہے اور نہ اس کا پانی پاک ہوتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اگر کوہِ احد کے برابر سونا مل جائے اور اس کے عوض حمام میں جانا پڑے تب بھی مجھے حمام میں جانے کی خوشی نہیں ہوگی۔ حضرت جابر بن عبداللہ کی روایت ہے کہ حضور گرامی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو اللہ اور روز قیامت پر ایمان رکھتا ہو اسے بغیر تہبند کے (باندھے) حمام میں نہیں جانا چاہیئے۔

عورتوں کا حمام میں جانا اگر عورتیں حمام میں جانا چاہیں تو ان شرائط کے تحت جا سکتی ہیں جو مردوں کے لئے بیان کئے گئے ہیں یا کوئی عذر یا حاجت ہو جیسے بیماری یا حیض و نفاس وغیرہ کی مجبوری کے باعث ان کو جانا پڑے

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' اے میری امت کے لوگو! سرزمین عجم (ایران) بہت جلد فتح ہوگی اور وہاں تم ایسے گھر پاؤ گے جن کو حمام کہا جاتا ہے لہٰذا مرد بغیر تہبند کے وہاں نہ جائیں اور عورتوں کو وہاں بغیر حیض و نفاس کی مجبوری کے نہ جانے دیں۔

حمام کے آداب جب حمام میں جائے تو نہ السلام علیکم کہے اور نہ قرآن شریف پڑھے اس سلسلہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث اوپر پیش کی جاچکی ہے۔ حمام میں کسی حال میں بھی برہنہ ہونا جائز نہیں یہاں تک کہ غسل کی حالت میں بھی بالکل برہنہ ہونے کی ممانعت ہے۔ ابو داؤدؒ نے اپنی اسناد کے ساتھ بہز بن حکیم سے اور انھوں نے اپنے دادا سے نقل کیا ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم کس سے ستر چھپائیں اور کس سے نہ چھپائیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اپنی بیوی اور باندی کے سوا تم اس کو سب سے چھپاؤ۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر کوئی شخص تنہا ہو، فرمایا آدمیوں سے زیادہ اللہ حق دار ہے کہ اس کی شرم کی جائے۔ ابو داؤدؒ نے اپنی اسناد سے حضرت ابو سعید خدری کی روایت نقل کی ہے کہ حضور نے ارشاد فرمایا" مرد، مرد کا ستر نہ دیکھے نہ عورت عورت کا، مرد، مرد کے ساتھ ایک کپڑا اوڑھ کر نہ لیٹے۔ اور نہ عورت' عورت کے ساتھ ایک کپڑا اوڑھ کر لیٹے، اگر جگہ بالکل تنہا ہو اور کوئی دیکھتا بھی نہ ہو تب بھی بغیر تہبند باندھے.

نہانا مکروہ ہے، ابو داؤد نے اپنی اسناد سے حضرت عطاؒ بن یعلیٰ بن اُمیہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بوڑھے شخص کو بغیر تہبند کے غسل کرتے ملاحظہ فرمایا تو آپ منبر پر تشریف لائے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا اللہ تعالیٰ بڑا حیادار اور پردے میں رہنے والا ہے اور حیا اور پردے کو پسند فرماتا ہے۔ اگر تم میں سے کوئی غسل کرے تو پردہ کر لیا کرے۔ اگر کوئی غسل وغیرہ کے لئے پانی (دریا، حوض، چشمہ) میں داخل ہو تب بھی بغیر تہبند ہونا مکروہ ہے، پانی میں بھی تو بکثرت رہنے والے موجود ہیں۔

حضرت جابرؓ بن عبداللہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر تہبند کے پانی میں داخل ہونے کی ممانعت فرمائی ہے۔ حضرت حسن بصریؒ کا قول ہے کہ پانی میں بکثرت رہنے والے ہیں ان سے پردہ کرنے کے ہم زیادہ حقدار ہیں یعنی پانی کے اندر رہنے والی مخلوق سے بھی ستر عورت کرنا چاہیئے۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ حضرت امام احمدؒ نے بغیر تہبند کے پانی میں داخل ہونے کی اجازت دیدی تھی اور اس امر کو مکروہ نہیں سمجھا۔ کسی شخص نے امام صاحب سے دریافت کیا کوئی شخص نہر میں ننگا نہا رہا ہو اور اسے کوئی نہ دیکھے تو اس کے لئے کیا حکم ہے آپ نے جواب دیا کہ اس طرح نہانے میں کوئی ہرج نہیں ہے۔ تاہم بہتر یہی ہے کہ پانی میں بھی تہبند باندھ کر جائے۔

انگشتری

انگشتری پہننا اور بنوانا

ابو داؤد نے اپنی اسناد سے لکھا ہے کہ حضرت انسؓ بن مالک سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بعض عجمی فرمانرواؤں کے نام مکتوب گرامی ارسال فرمانے کا ارادہ کیا تو آپ سے عرض کیا کہ وہ لوگ بغیر مہر کے کسی خط کو نہیں پڑھتے، اس وقت آپ نے چاندی کی مہر بنوانے کا حکم دیا جس پر "محمد رسول اللہ" کندہ تھا۔ حضرت انسؓ نے یہ بھی فرمایا کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری انگوٹھی چاندی کی تھی مگر اس کا نگینہ حبشی عقیق کا تھا

ابو داؤدؒ نافعؒ سے اور وہ ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت نے اپنی انگوٹھی سونے کی بنوائی تھی جس میں چاندی کا نگینہ تھا۔ اور اس نگینہ پر "محمد رسول اللہ" کندہ تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ نگینہ کا رخ ہمیشہ اپنی کفِ دست کی جانب رکھتے تھے۔ آپ کے زمانے میں اور لوگوں نے بھی سونے کی انگوٹھیاں بنوا کر پہنیں، حضور والا نے جب یہ حالت ملاحظہ فرمائی تو اپنی انگوٹھی اتار ڈالی اور فرمایا اب میں اس کو کبھی نہیں پہنوں گا، اس کے بعد آپ نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی اور اس پر "محمد رسول اللہ" کندہ کرایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد یہی انگشتری حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے پہنی ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اور ان کے بعد حضرت عثمان ذو النورین رضی اللہ عنہ نے یہاں تک کہ ایک موقع پر یہ انگشتری آپ کی انگلی سے نکل کر "چاہ اریس" میں گر گئی اور پھر ہمیشہ اسی میں رہی۔

انگشتری کس چیز کی ہو

لوہے اور پیتل کی انگوٹھی پہننا مکروہ ہے، ابو داؤدؒ سے روایت عبداللہ بن بریدہ مروی ہے کہ ایک شخص پیتل کی انگوٹھی پہنے رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ نے فرمایا کیا وجہ ہے کہ مجھے تیری طرف سے بتوں کی بو محسوس ہو رہی ہے؛ اس شخص نے فوراً انگوٹھی اتار کر پھینک دی، دوبارہ یہی شخص لوہے کی

انگوٹھی پہن کر حاضر خدمت ہوا حضور نے فرمایا "کیا وجہ ہے کہ میں تجھے دوزخیوں کا زیور پہنے دیکھ رہا ہوں اس نے فوراً انگوٹھی اتار کر پھینک دی اور عرض کیا کہ یا رسول میں کس چیز کی انگوٹھی بناؤں؟ آپ نے فرمایا، چاندی کی مگر ایک مثقال کی پوری نہ ہو۔

انگوٹھی کن انگلیوں میں پہنی جائے درمیانی اور شہادت کی انگلی میں انگوٹھی پہننا مکروہ ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس سے منع فرمایا تھا، پس بائیں ہاتھ کی چھنگلی میں پہننا بہتر ہے۔ ابوداؤد نے ابن عمر سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بائیں ہاتھ میں انگشتری پہنا کرتے تھے جس کا نگینہ کفِ دست کی طرف رکھتے تھے، سلف صالحین کا یہی طریقہ منقول ہے اس کے خلاف بدعتیوں کا عمل اور ان کی نشانی ہے۔ مستحب امر یہی ہے کہ دائیں ہاتھ سے پکڑ کر چیزوں کو بائیں ہاتھ میں لیا جائے بس یہی انگشتری کے لئے بھی مستحب ہے۔ انگوٹھی پر حروف اور نام کندہ ہوتے ہیں ان کا ادب بھی اسی طریقے سے ہوتا ہے۔ حضرت علی رضہ کی روایت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ اپنے داہنے ہاتھ میں انگشتری پہنا کرتے تھے لہٰذا اس روایت کے پیش نظر دائیں اور بائیں دونوں ہاتھوں میں انگوٹھی پہننے کا حکم مساوی حیثیت رکھتا ہے۔ مگر پسندیدہ بات پہلی ہی ہے۔

بیت الخلا، رَفع حاجت اور اِستنجا کا طریقہ

بیَت الخلا میں جانا جب پاخانے میں جانے کا ارادہ ہو تو سب سے پہلے وہ تمام چیزیں نکال کر الگ رکھ دے جن پر اللہ کا نام ہو جیسے مہر، تعویذ وغیرہ۔ پھر الٹا پاؤں آگے بڑھائے اور دایاں پاؤں پیچھے رکھے (یعنی بایاں پاؤں پہلے بیت الخلا میں رکھے پھر دایاں) اور کہے:۔ بِسْمِ اللّٰہِ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ وَمِنَ الرِّجْسِ النَّجِسِ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ (یعنی بسم اللہ میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں خبیث نر اور مادہ جنات سے اور پلید گندے پھٹکارے ہوئے شیطان سے) حدیث شریف میں آیا ہے، حضور اقدس نے فرمایا ان پاخانوں میں شیطان ہوتے ہیں اس لئے تم شیطان سے اللہ کی پناہ مانگو اور تم میں سے ہر شخص بیت الخلا میں داخل ہوتے وقت کہے اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الرِّجْسِ النَّجِسِ الْخَبِیْثِ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ

پاخانہ میں داخل ہوتے وقت سر ڈھکا ہونا چاہیئے۔ اور جب تک زمین (بیت الخلا) کے قریب تک نہ پہنچ جائے اپنے کپڑے نہ اٹھائے۔ رفع حاجت کے لئے بیٹھے تو بائیں ٹانگ پر زور دے کر بیٹھے اس طریقے سے رفع حاجت میں سہولت ہوتی ہے فارغ ہونے سے قبل کسی سے بات نہ کرے، بات کرنے والے یا سلام کرنے والے کا بھی جواب نہ دے۔ اگر اس اثنا میں)... چھینک آجائے تو دل میں اللہ کی حمد و ثنا بیان کرے، آسمان کی طرف نہ دیکھے، اپنی یا کسی دوسرے شخص کی غلاظت[1] ہوا (ریاح) خارج ہونے پر نہ ہنسے۔

رفع حاجت کے لئے لوگوں سے دور چلا جائے، پیشاب کیلئے جگہ نرم و جاذب تلاش کرے تاکہ لوٹ کر چھینٹیں نہ

---

[1] یعنی پاہم ماشے سے زیادہ نہ ہو۔

پڑیں، کسی کو اپنی شرمگاہ نہ دیکھنے دے، جہاں رفع حاجت کو بیٹھا ہے اگر وہ جگہ سخت ہو یا ہوا کا رخ مخالف ہو سامنے سے آتی ہو، تو شرمگاہ کا منہ زمین سے ملا کر رکھے، جنگل میں قبلہ کی طرف منہ کر کے یا پیٹھ کر کے نہ بیٹھے، جنوب رویہ یا شمال رویہ بیٹھے۔ چاند یا سورج کی طرف منہ کر کے بیٹھنا بھی منع ہے، کسی سوراخ میں پیشاب نہ کرے، کسی پھل والے یا غیر میوہ دار درخت کے نیچے پیشاب نہ کرے اس لئے کہ کبھی کبھی لوگ درخت کے نیچے (آرام کے لئے) بیٹھتے ہیں تو اس صورت میں ان کے کپڑے گندے ہو جائیں گے، اور جو پھل اوپر سے گرے گا وہ بھی ناپاک ہو جائے گا۔ کسی راستے میں بھی پیشاب نہ کرے نہ کسی گھاٹ پر نہ کسی دیوار کے سائے میں، ایسا کرنا موجب لعنت ہے جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے۔

رفع حاجت کے مقام پر قرآن پاک نہ پڑھے اور نہ کسی اور طرح اللہ کا ذکر کرے تاکہ اللہ کے نام کی بے ادبی نہ ہو صرف بسم اللہ اور اعوذ باللہ پڑھے۔ رفع حاجت کے بعد یہ دعا پڑھے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَذْهَبَ عَنِّیَ الْاَذٰی وَعَافَانِیْ غُفْرَانَكَ (اللہ کا شکر ہے جس نے میرا دکھ درد دور کیا اور مجھے محفوظ رکھا، میں تجھ سے مغفرت کا طالب ہوں۔) اس کے بعد اس جگہ سے ہٹ کر کسی پاک جگہ پر آجائے اور وہاں استنجا کرے تاکہ ہاتھ نجاست سے آلودہ نہ ہوں اور پانی کی چھینٹیں بدن اور کپڑوں پر نہ آئیں۔

اگر باہر نکلنے والی نجاست غیر معمولی طور پر مقام خروج سے اِدھر اُدھر نہ پھیلی ہو بلکہ سمٹی ہوئی (ایک جگہ) ہو تو استنجا کرنے والے کو اختیار ہے کہ اسی جگہ استنجا کرے لیکن یہ خیال رہے کہ نجاست سے ہاتھ آلودہ نہ ہوں اور بدن یا کپڑوں پر چھینٹیں نہ پڑیں۔ استنجا خشک چیز سے کرے یا پانی سے (اختیار ہے) اگر خشک چیز سے صاف کرنے کا ارادہ ہو تو پتھر یا مٹی کے تین ایسے ٹکڑے لے جو پاک ہوں (ان سے پہلے استنجا نہ کیا گیا ہو)۔ استنجا کرنے کی ترکیب یہ ہے کہ دائیں ہاتھ میں پتھر یا مٹی کا ایک ڈھیلا لیا جائے اور غلاظت کے خارج ہونے والے مقام کو اس سے رگڑے مگر اس سے قبل پیشاب کو ایسا خشک کرے کہ پھر قطرہ نکلنے کا امکان نہ رہے، کھانس کر اس کی تحقیق کرے اس کو اِستبرا کہتے ہیں اور جو قطرے برآمد ہوں ان کو دائیں ہاتھ کے پتھر سے خشک کرے، یہاں تک کہ سوراخ کے منہ پر تری کا نشان بھی باقی نہ رہے اس طرح تین پتھروں سے کیا جائے۔

اگر پتھر کے ٹکڑے میسر نہ آئیں تو تین ٹھیکریاں یا تین ڈھیلے لیکر ان پر مذکورہ عمل کرے۔ کچھ بھی نہ ہو تو تین مٹھی مٹی ہی لے لی جائے یا زمین یا دیوار سے عضو مخصوص کو مس کر کے ہر مرتبہ دیکھ لے کہ خشکی آئی یا نہیں، اس عمل کے بعد یقین کرے کہ استنجا کا حکم پورا ہو گیا۔ صرف سونتنے سے پرہیز کرے بلکہ ڈنڈی کے آخری حصے سے سر کی طرف سونتے۔ کیونکہ پیشاب کے قطرے اکثر ڈنڈی ہی میں رہ جاتے ہیں اور وضو سے فارغ ہونے کے بعد نکلتے ہیں جس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ اس لئے حکم ہے کہ پاک کرنے اور کھانسنے سے قبل تین چار قدم زمین پر پیر مارتا ہوا چلے تاکہ پیشاب کا کوئی قطرہ باقی رہ گیا ہو تو نکل جائے۔

پاخانے کے مقام (مقعد) کو صاف کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ بائیں ہاتھ میں پتھر لے کر آگے سے پیچھے کی طرف خروج (غلاظت) کے مقام تک کھینچے پھر اس پتھر کو پھینک دے اب دوسرا پتھر لے کر پیچھے سے آگے کی طرف کھینچے پھر اس کو بھی پھینک دے، اب تیسرا پتھر لے کر مقام خروج کے چاروں طرف کناروں پر ملے۔ پھر اس کو بھی پھینک دے اس طرح ضروری

طہارت حاصل ہوجائے گی۔ اگر تیسرے پتھر سے پوری طہارت نہ ہو اور تری نمودار ہو تو دو پتھر اور استعمال کرے یعنی پتھروں کی تعداد پانچ کردے اور اس سے بھی زیادہ سات پتھر استعمال کر سکتا ہے لیکن طاق تعداد ہونا چاہیئے۔ اگر ایک یا دو پتھروں سے طہارت ہوجائے جب بھی تعداد تین تک بڑھائے شریعت کا یہی حکم ہے۔

پتھر استعمال کرنے کا ایک اور طریقہ بھی ہے وہ اس طرح ہے کہ بائیں ہاتھ میں ایک پتھر لے کر مقام خروج کے دائیں کنارے پر آگے سے پیچھے تک لیجائے پھر اسی طرح بائیں کنارے سے آگے سے پیچھے تک لے جائے اب اس پتھر کو پھینک دے۔ اب دوسرا پتھر لے کر بائیں کنارے کے اگلے حصہ سے پھیرتا ہوا دائیں کنارے کے اگلے حصے تک لائے، پھر تیسرے پتھر سے درمیانی حصے کی صفائی کرے۔ یہ دونوں طریقے جائز ہیں۔

حدیث میں آیا ہے کہ ایک شخص نے کسی دیہاتی صحابی سے کہا میرے خیال میں تم کو اچھی طرح رفع حاجت کے لئے بیٹھنا بھی نہیں آتا، صحابی نے کہا آتا کیوں نہیں، تیرے باپ کی قسم میں اس سے اچھی طرح واقف ہوں، اس شخص نے کہا اچھا بیان کرو! صحابی نے کہا کہ میں (رفع حاجت کے لئے بیٹھتے وقت) قدموں کو دور دور رکھتا ہوں، ڈھیلے تیار رکھتا ہوں۔ شیح[1] گھاس کی طرف منھ اور ہوا کے رُخ پر پشت رکھتا ہوں، ہرن کی طرح دونوں پاؤں پر زور دے کر بیٹھتا ہوں اور شتر مرغ کی طرح سرین کو اونچا رکھتا ہوں۔

پانی سے استنجا

پانی سے استنجا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ عضو مخصوص کو بائیں ہاتھ سے تھام کر دائیں ہاتھ سے اس پر سات دفعہ پانی ڈال کر دھوئے، دھونے میں عضو مخصوص کو سونتے یعنی استبراء کرے تاکہ باقی قطرات بھی خارج ہوجائیں۔ فقہائے مدینہ نے مرد کی شرمگاہ کو جانور کے تھن سے تشبیہ دی ہے کہ جب تک سونتا جاتا ہے کچھ نہ کچھ برآمد ہی ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ جب پانی ڈالا جاتا ہے تو پیشاب بند ہوجاتا ہے۔

پچھلی شرمگاہ کی طہارت کی شکل یہ ہے کہ پانی دائیں ہاتھ سے ڈالے اور بائیں ہاتھ سے صفائی کرے، پانی مسلسل ڈالتا رہے، مخرج کو کسی قدر ڈھیلا چھوڑ دے اور ہاتھ سے خوب ملے یہاں تک کہ پاکیزگی اور طہارت کا یقین ہوجائے۔ اگلی اور پچھلی شرمگاہ کے اندرونی حصوں کا دھونا ضروری نہیں ہے۔ ہوا خارج ہونے کے بعد استنجا ضروری نہیں۔

طہارت کے لئے خشک چیزوں کا استعمال بھی کافی ہے مگر اس کے ساتھ پانی سے بھی استنجا کرے تو بہتر ہے، پانی کا استعمال ہر حال میں اولیٰ اور افضل ہے۔ پانی سے اگر استنجا نہ کیا جائے تو وسواس پیدا ہوتا ہے۔ بعض لوگوں کا قول ہے کہ کچھ شاعر پانی سے استنجا نہیں کرتے تھے۔ اسی وجہ سے ان سے بیہودہ اور فحش کلام سرزد ہوتا تھا۔ اللہ تعالیٰ ایسے گندے اور فحش کلام سے پناہ میں رکھے۔ اگر نجاست پھیل کر مرد کی شرمگاہ کے سر کے بیشتر[2] حصہ تک پہنچ جائے یا پچھلی شرمگاہ کے دونوں کناروں پر لگ جائے تو ایسی صورت میں بغیر پانی کے استنجا درست نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ نجاست ختنے کی جگہ سے باہر نکل گئی ہے اور اس نجاست کے مانند ہوگئی جو باقی بدن پر ہو جیسے ران اور سینہ وغیرہ، اس لئے پانی کے بغیر پاکی ممکن نہیں ہوگی۔

---

[1] عرب کی سرزمین پر ایک خوشبودار گھاس ہوتی ہے اس کو شیح کہتے ہیں۔ [2] حشفہ تک۔

کن چیزوں سے استنجا کرنا چاہیئے

جن چیزوں سے استنجا کرنا جائز ہے وہ خشک، پاک اور صاف ہوں اور از قسم طعام نہ ہوں اسی طرح ان چیزوں سے بھی استنجا کرنا درست نہیں جن کا احترام کیا جاتا ہے۔ اور نہ ان سے جو کسی جانور کے جسم کا حصہ ہوں جیسے ہڈی یا گوبر وغیرہ، کیونکہ یہ اشیا جنات کی غذا ہیں۔

زخم ڈالنے والی یا خراش پیدا کرنے والی چیزوں سے بھی استنجا نہیں کرنا چاہیئے جیسے شیشہ، کوئلہ یا کنکریاں وغیرہ۔

استنجا کی ضرورت

ریح کے علاوہ باقی جو چیز بھی دونوں راستوں (عضو مخصوص اور مقعد) سے برآمد ہو اس صورت میں استنجا واجب ہے جیسے پاخانہ۔ کیڑے، پتھری، پیپ، لہو، بول۔

مرد کی شرمگاہ (عضو مخصوص) سے نکلنے والی چیزیں یہ پانچ ہیں۔

(۱) پیشاب:

(۲) مذی، وہ رقیق سفید پانی جو لیسدار ہوتا ہے، جو شہوانی باتوں یا شہوت کے وقت خارج ہوتا ہے، اس صورت میں صرف پیشاب گاہ کا دھونا کافی نہیں بلکہ فوطوں کو بھی دھونا چاہیئے۔ جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا "یہ مذی کا پانی ہے، ہر مرد سے نکلتا ہے اور جب یہ نکلے تو اس مقام کو اور فوطوں کو دھو لینا چاہیئے۔

(۳) ودی: وہ سفید گاڑھا پانی یا رطوبت جو پیشاب کے بعد نکلتی ہے۔ اس کا حکم پیشاب کا ہے۔

(۴) منی: یعنی وہ سفید پانی جو جماع یا احتلام کی خصوصی کیفیت کے وقت شرمگاہ سے کود کر نکلتا ہے۔ آدمی میں قوت زیادہ ہو تو اس کا رنگ زردہ ہوتا ہے اور کثرت جماع کی وجہ سے اس کا رنگ سرخ ہو جاتا ہے۔ ضعف بدن اور کمزوری کی وجہ سے اس میں پتلا پن پیدا ہو جاتا ہے، اس کی بو کھجور کے شگوفے یا گوندھے ہوئے آٹے کی بو کی طرح ہوتی ہے ایک روایت میں اس کو پاک قرار دیا گیا ہے لیکن اس کے نکلنے سے پورے بدن کا دھونا (غسل) واجب ہو جاتا ہے۔ عورت کا پانی (منی) زرد رنگ کا ہوتا ہے۔

(۵) کبھی مرد کی اگلی شرمگاہ سے ہوا (ریح) خارج ہوتی ہے اس کے نکلنے پر استنجا ضروری نہیں۔

طہارتِ کبریٰ
(غسل)

غسل کی کیفیت اور حکم

غسل جس کو طہارت کبریٰ سے تعبیر کیا جاتا ہے دو طرح کا ہے ایک کامل اور ایک بقدر ضرورت کامل غسل یہ ہے کہ جنابت یا حدث اکبر کو دور کرنے کے لئے نیت کے ساتھ کیا جائے۔ دل سے نیت کرنے کے بعد زبان سے بھی کہہ لے تو افضل ہے۔ پانی لیتے وقت بسم اللہ پڑھے، تین بار دونوں ہاتھ دھوئے۔ بدن پر جو نجاست لگی ہو اس کو دھو ڈالے پھر پورا وضو کرے، پاؤں اس جگہ سے ہٹ کر دوسری جگہ دھوئے، تین چلو (لپ) پانی سر پر

اس طرح ڈالے کہ بالوں کی جڑیں تر ہو جائیں پھر تین مرتبہ سارے جسم پر پانی بہائے، دونوں ہاتھوں سے بدن بھی ملتا جائے، رانوں کے گوشے رجن کو جنگا سے کہتے ہیں) اور بدن کی کھال کی شکنیں بھی دھوئے، ان مقامات پر پانی یقینی طور پر پہنچانا چاہیے، حضور اقدس کا ارشاد ہے "بالوں کو تر کرو اور جلد کو خوب صاف کرو، غسل کے دوران اگر کوئی فعل ایسا سرزد نہ ہوا ہو جس سے وضو جاتا رہتا ہے۔ تو اسی غسل سے نماز پڑھنا جائز ہے (مزید کی ضرورت نہیں ہے) حدث اصغر اور حدث اکبر دونوں کو دور کرنے کے لئے یہی غسل کافی ہوگا اگر غسل کے دوران وضو ٹوٹ گیا ہو تو نماز کے لئے دوبارہ وضو کیا جائے۔

غسلِ جنابت غسل جنابت کے سلسلے میں جو تفصیل پیش کیگئی اس کی اصل ثبوت وہ روایت ہے جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غسل جنابت کرنا چاہتے تو تین بار دونوں ہاتھ دھوتے پھر دائیں دست اقدس میں پانی لیکر بائیں دستِ مبارک پر پانی بہاتے پھر کلی فرماتے اور بینی مبارک میں پانی پہنچاتے۔ تین بار چہرۂ مبارک اور تین بار دونوں دستِ مبارک دھوتے پھر تین بار سر مبارک پر پانی ڈالتے اور اس کو دھوتے جب غسل فرماکر باہر تشریف لاتے تو دونوں قدم اقدس دھوتے۔

قسم دوم یعنی کفایت کرنے والی طہارت یہ ہے کہ اپنی شرمگاہ کو دھوکر نیت کرے اور بسم اللہ پڑھ کر کلی کرے ناک میں پانی ڈالے کیونکہ وضو اور غسل دونوں میں پانی ڈالنا واجب ہے۔ اس کے بعد سارے جسم پر پانی بہائے۔ دوران غسل ناک میں پانی ڈالنے اور کلی کرنے کے بارے میں دو روایتیں ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ طہارت صغریٰ میں بھی جائز ہے لیکن ایسے غسل کے ساتھ نماز پڑھنا جائز نہیں جب تک کہ غسل اور وضو دونوں کی نیت نہ کی ہو، اگر وضو کی نیت نہ ہو تو وضو نہ ہوگا اور اس کی نماز بھی صحیح نہیں ہوگی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس کا وضو نہ ہوگا اس کی نماز نہ ہوگی اور طہارت کبریٰ میں غسل بھی ہوگیا اور وضو بھی۔

پانی کا استعمال غسل میں پانی بیکار اور زائد استعمال کرنا مستحب نہیں، درمیانی طور پر صرف کرنا اچھا بھی ہے اور مستحب بھی، اگر غسل اور وضو کی ضروریات پوری ہوسکتی ہیں تو اسراف کے مقابلے میں کم پانی استعمال کرنا بہتر ہے ایک روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مُد[1] پانی سے وضو اور ایک صاع پانی سے غسل فرماتے۔"

اعضا دھونے کے وقت
کی مستحب دعائیں

استنجا کے بعد کی دعا: استنجا سے فارغ ہو کر یہ پڑھے۔

اَللّٰھُمَّ نَقِّ قَلْبِیْ مِنَ الشَّکِّ وَالنِّفَاقِ — الٰہی! میرے دل کو شک اور نفاق سے پاک رکھ اور میری

---

[1] مُد ۱½ رطل کا ہوتا ہے اور صاع ۴ مُد کا۔ رطل بیس سیر کا قدیم زمانے میں ہوتا تھا۔ جب کہ سیر ساڑھے چار مثقال کا ہوتا تھا۔ آجکل کے اعتبار سے مُد کا وزن سوا پانچ سیر کے برابر ہے۔

وَحَصِّنْ فَرْجِی مِنَ الْفَوَاحِشِ ۝ — شرمگاہ کی بے حیائیوں سے حفاظت فرما۔

بسم اللہ کہتے وقت کی دُعا :- بسم اللہ پڑھتے وقت کہے۔

اَعُوْذُبِكَ مِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِيْنِ وَ اَعُوْذُبِكَ رَبِّ اَنْ يَحْضُرُوْنِ ۝ — پروردگار میں شیطانی وسوسوں سے پناہ مانگتا ہوں۔ یا اللہ! اپنے شیطانوں کے آنے سے بھی تیری پناہ چاہتا ہوں۔

ہاتھ دھوتے وقت کہے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُكَ الْيُمْنَ وَالْبَرَكَةَ وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ الشُّوْمِ وَالْهَلَكَةِ — الٰہی! میں تجھ سے خیر و برکت چاہتا ہوں اور نحوست، بربادی سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

کُلّی کرتے وقت کی دُعا :- کلّی کرتے وقت یہ دعا پڑھے۔

اَللّٰهُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی تِلَاوَةِ الْقُرْاٰنِ كِتَابِكَ وَكَثْرَةِ الذِّكْرِلَكَ ۝ — الٰہی! اپنی کتاب قرآن (پاک) کے پڑھنے میں اور اپنی یاد بکثرت کرنے میں مری مدد فرما (تاکہ میں قرآن پاک خوب پڑھوں اور کثرت سے تیری یاد کروں)

ناک میں پانی ڈالتے وقت :- ناک میں پانی چڑھاتے وقت کہے:-

اَللّٰهُمَّ اَرِحْنِیْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ وَاَنْتَ عَنِّیْ رَاضٍ ۝ — خدایا! اپنی خوشنودی کے ساتھ مجھے جنت کی خوشبو سونگھا (مجھے جنت کی خوشبو سونگھا اور مجھ سے راضی ہو جا)

ناک صاف کرنے کے وقت :- یہ دعا پڑھے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ رَوَائِحِ النَّارِ وَمِنْ سُوْءِ الدَّارِ ۝ — الٰہی! میں دوزخ کی بو سے اور آخرت کے گھر کی خرابی سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔

منہ دھونے کے وقت :- یہ دعا پڑھے۔

اَللّٰهُمَّ بَيِّضْ وَجْهِیْ يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهُ اَوْلِيَائِكَ وَلَا تُسَوِّدْ وَجْهِیْ يَوْمَ تَسْوَدُّ وُجُوْهُ اَعْدَائِكَ ۝ — الٰہی! اس روز میرے منہ کو سفید (روشن) کرنا جس روز تیرے دوستوں کے منہ سفید ہونگے اور جس روز تیرے دشمنوں کے چہرے سیاہ ہونگے اس روز میرے چہرے کو سیاہی سے محفوظ رکھنا

سیدھا ہاتھ دھوتے وقت :- یہ دعا پڑھے۔

اَللّٰهُمَّ اٰتِنِیْ كِتَابِیْ بِيَمِيْنِیْ وَحَاسِبْنِیْ حِسَابًا يَسِيْرًا ۝ — الٰہی! اعمال نامہ میرے سیدھے ہاتھ میں دینا اور میرا حساب آسان کر دینا۔

دستِ چپ دھوتے وقت :- یہ دعا پڑھے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ اَنْ تُؤْتِيَنِیْ كِتَابِیْ بِشِمَالِیْ اَوْ مِنْ وَّرَاءِ ظَهْرِیْ ۝ — الٰہی! میں اس بات سے تیری پناہ مانگتا ہوں کہ تو بائیں ہاتھ میں یا پشت کے پیچھے سے میرا اعمالنامہ مجھے دے۔

سر کا مسح کرتے وقت:۔ سر کا مسح کرتے وقت یہ کہے:۔

اَللّٰھُمَّ غَشِّنِیْ بِرَحْمَتِكَ وَاَنْزِلْ عَلَیَّ مِنْ بَرَکَاتِكَ وَ اَظِلَّنِیْ تَحْتَ ظِلِّ عَرْشِكَ یَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّكَ ۔	الٰہی مجھے اپنی رحمت میں چھپالے اور مجھ پر اپنی برکتیں نازل فرما اور اس دن اپنے عرش کے نیچے مجھے جگہ دے۔ جس دن تیرے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہیں ہوگا۔

کانوں کے مسح کے وقت کی دُعا۔ کانوں کے مسح کرتے وقت یہ دعا پڑھے۔

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ الَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَہٗ ، اَللّٰھُمَّ اسْمَعْنِیْ مُنَادِیَ الْجَنَّۃِ مَعَ الْاَبْرَارِ	خدایا! مجھے ان لوگوں میں سے کردے جو اچھی بات سن کر اس کی پیروی کرتے ہیں الٰہی مجھے نیکوں کے ساتھ بہشت کے منادی کی آواز سنا۔

گردن کا مسح کرتے وقت کی دعا:۔ گردن کا مسح کرتے وقت یہ دعا پڑھے۔

اَللّٰھُمَّ فُكَّ رَقَبَتِیْ مِنَ النَّارِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنَ السَّلَاسِلِ وَالْاَغْلَالِ ؀	الٰہی میری گردن کو دوزخ سے آزاد فرمادے زنجیروں اور طوقوں سے میں تیری پناہ مانگتا ہوں۔

دایاں پاؤں دھوتے وقت یہ دعا پڑھے:۔

اَللّٰھُمَّ ثَبِّتْ قَدَمِیْ عَلَی الصِّرَاطِ مَعَ اَقْدَامِ الْمُؤْمِنِیْنَ ؀	الٰہی! اہل ایمان کے ساتھ میرے قدم کو پل صراط پر قائم فرما۔

بایاں پاؤں دھوتے وقت کی دُعا؛ بایاں پاؤں دھوتے وقت یہ دعا پڑھے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ تَزِلَّ قَدَمِیْ مِنَ الصِّرَاطِ یَوْمَ تَزِلُّ اَقْدَامُ الْمُنَافِقِیْنَ ؀	الٰہی جس روز منافقوں کے قدم پل صراط سے پھسل جائینگے اس روز میں اپنے قدم کے پھسلنے سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔

وضو سے فراغت پانے کی دعا:۔ وضو سے فارغ ہوکر آسمان کی طرف منہ اٹھاکر یہ دُعا پڑھے۔

اَشْھَدُ اَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْكَ لَہٗ وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ عَمِلْتُ سُوْٓءًا وَظَلَمْتُ نَفْسِیْ اَسْتَغْفِرُكَ وَ اَسْئَلُكَ التَّوْبَۃَ فَاغْفِرْلِیْ وَتُبْ عَلَیَّ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ؀	میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ ایک ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں اور اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں شہادت دیتا ہوں کہ محمدؐ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ الٰہی! تو پاک ہے اور اپنی تعریف کا مستحق، تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ میں نے بدی کی اور اپنی جان پر ظلم کیا۔ میں تجھ سے مغفرت کا طالب ہوں اور معافی کا خواستگار، مجھے بخشدے اور معافی دیدے، تو بڑا بخشنے والا اور مہربان ہے۔
اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَھِّرِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ صَبُوْرًا شَکُوْرًا وَّ اَذْکُرُكَ وَاُسَبِّحُكَ بُکْرَۃً وَّ اَصِیْلًا ؀	الٰہی مجھے توبہ کرنیوالوں میں سے کردے اور پاکبازوں میں سے بنادے اور صابر و شکرگذار کردے اور ایسا کردے کہ میں تیری یاد کیا کروں۔ اور صبح و شام تیری پاکی بیان کروں۔

لباس، خواب اور گھر سے باہر نکلنے کے آداب

لباس پانچ طرح کا ہوتا ہے، ہر مکلّف (بالغ، صاحب فہم) کے لئے حرام۔ (۲) بعض کے لئے حلال اور بعض کے لئے حرام (۳) مکروہ۔ (۴) مباح۔ (۵) وہ جس کے استعمال کی معافی ہے (یعنی اجازت ہے)

۱۔ چھینا ہوا لباس ہر مکلّف (بالغ اور فہیم) کے لئے حرام ہے۔ (۲) ریشمی لباس عورتوں کے لئے حلال ہے اور بالغ مردوں کے لئے حرام ہے۔ نابالغ لڑکوں کو ریشمی لباس پہنانے کے جواز و عدم جواز کی دو روایتیں ہیں۔ جہاد میں مجاہدین کے لئے بھی ریشمی لباس پہننے کے جواز و عدم جواز کی بھی دو متضاد روایتیں ہیں۔ ان میں ایک روایت میں اس لباس کو مباح لکھا ہے۔ (۳) کپڑا اتنا لمبا پہننا کہ غرور و تبختر کی حد میں داخل ہو جائے مکروہ ہے۔ (۴) اسی طرح وہ لباس بھی مکروہ ہے جو ریشم اور سوت سے مل کر بنا ہو لیکن ریشم اور سوت کی تعداد معلوم نہ ہو کہ کتنی ہے (نصف نصف ہے یا کم و بیش ہے۔) (۵) وہ لباس جس کی معافی (اجازت) ہے۔ وہ لباس ہے جو لوگوں میں معروف ہو اور مستعمل ہو لہٰذا ایسا لباس پہنے جیسا عموماً اہل شہر پہنتے ہیں تاکہ لباس سے بیگانگی کا اظہار نہ ہو۔ رواج سے ہٹ کر لباس پہننے والے پر لوگ عموماً انگشت نمائی کرتے ہیں اور غیبت کرتے ہیں۔ اس طرح یہ لباس پہننے والے کے لئے بھی تکلیف کا باعث بنتا ہے اور دوسروں کے لئے غیبت کا سبب۔

لباس کے اقسام

لباس کی دو قسمیں ہیں۔ ایک لباس واجب ہے اور دوسرا مستحب!! پھر واجب کی بھی دو قسمیں ہیں۔ ایک حق اللہ (وہ جو اللہ تعالیٰ کے حق کی طرف راجع ہو)۔ دوسرا حق الناس (وہ جو صرف انسان کے حق کی طرف راجع ہو)۔

۱۔ حق اللہ یہ ہے کہ اپنی برہنگی کو لوگوں سے اس طرح چھپائے جیسا چھپانے کا حکم ہے، اس کی تفصیل برہنگی کے بیان میں ہو چکی ہے۔ (۲) حق الناس یہ ہے کہ گرمی سردی اور اپنی حفاظت کے لئے انسان لباس پہنے۔ یہ واجب ہے ایسے لباس کو ترک کرنا حرام ہے کیونکہ اس کے ترک میں جان کا خطرہ ہے اور ایسا کرنا حرام ہے۔

مستحب لباس کی بھی دو قسمیں ہیں۔ ایک حق اللہ اور دوسری حق الناس: اوّل الذکر وہ لباس ہے جو چادر کی طرح نماز کی جماعتوں، عیدین کے اجتماعات اور جمعوں میں لوگ پہنتے ہیں، آدمی کو چاہیئے کہ ایسے اجتماعات میں خوبصورت کپڑوں سے اپنے کندھوں کو برہنہ نہ کرے۔ دوسری قسم کا لباس یعنی حق الناس یہ ہے کہ عمدہ اور نفیس کپڑے جو مباح ہیں وہ پہنے تاکہ آدمی کی شرافت نفس میں کمی نہ آئے لیکن ایسے کپڑے پہن کر دوسرے لوگوں کو حقیر نہ جانے۔

عمامہ کس طرح باندھے

عمامہ یعنی پگڑی باندھتے وقت اس کا ایک سرا دانتوں میں دبالے اور پھر سر پر لپیٹے یہ طریقہ مستحب ہے لباس کی ہر وہ وضع مکروہ ہے جو اہل عرب کی وضع کے خلاف اور عجمیوں سے مشابہہ ہو۔

تہبند تہبند کا دامن بہت زیادہ لمبا نہ رکھے۔ حدیث شریف میں آیا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان کا تہبند (ازار) آدھی پنڈلی تک ہوتا ہے یا ٹخنوں تک جو ٹخنوں سے نیچے ہو دوزخ میں جلے گا۔ (یعنی جسقدر جامہ ٹخنوں سے نیچے ہوگا وہ دوزخ میں جلے گا)۔ جو ازار (تہبند) کو گھسیٹتا ہوا چلتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی طرف رحمت کی نظر نہیں فرمائے گا۔ یہ حدیث ابو داؤد نے اپنی اسناد کے ساتھ حضرت ابو سعید خدری رضؓ سے نقل کی ہے۔

نماز پڑھتے وقت چادر کو اتنا تنگ نہ پہنے کہ ہاتھ باہر نکالنے میں دقت ہو ایسا کرنا مکروہ ہے۔ سَدل بھی مکروہ ہے یعنی چادر کے وسطی حصے کو سر پر رکھنا اور ادھر اُدھر کے دونوں کناروں کو پشت پر لٹکا دینا۔ یہ یہودیوں کا لباس ہے۔[1]

اگر اندرونی کپڑے نہ پہنے ہو اور صرف تہبند باندھے ہو تو احتبا بھی ناجائز ہے، احتبا کی صورت یہ ہے کہ دونوں زانو کھڑے کرکے سینے کی جانب سمیٹ لئے جائیں اور سرین کے بل بیٹھا جائے اور چادر کو پیچھے سے گھما کر سامنے لاکر گھٹنوں کو گھیرے میں لیکر باندھا جائے تاکہ کمر کا سہارا ہو جائے، اس صورت میں شرمگاہ کے کھل جانے کا خطرہ ہوتا ہے لیکن اگر کوئی کپڑا... اندر پہنے ہو تو احتبا جائز ہے۔ نماز میں منہ بالکل لپیٹ لینا اور ناک ڈھانک لینا مکروہ ہے (اس کو تلثم کہتے ہیں)

مردوں کے لئے عورتوں کی وضع اختیار کرنا اور عورتوں کے لئے مردوں کے مشابہ لباس نہیں پہننا چاہیئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کرنے والے (مرد اور عورت) پر لعنت بھیجی ہے اور عذاب کی وعید سنائی ہے۔

نماز میں اقعاء بھی مکروہ ہے، اقعاء کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ پاؤں کے تلوے اور ایڑیاں اوپر کی طرف اور تلوے زمین سے لگے ہوں اور آدمی ایڑیوں پر بیٹھا ہو۔ دوسری صورت یہ ہے کہ دونوں سرینوں کی نوکوں پر بیٹھا ہو اور پاؤں کتے کی طرح آگے کی طرف پھیلے ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ یہ کتے کی بیٹھک ہے اور اس طرح بیٹھنا منع ہے

ایسا لباس پہننا جس سے بدن نظر آتا ہو مکروہ ہے۔ اگر قصداً ایسا لباس پہنے گا جس سے بدن کا ممنوعہ حصہ جھلکتا ہو تو ایسا شخص فاسق ہے، ایسا لباس پہنکر نماز بھی درست نہیں ہوگی۔

پائجامہ (سراویل) پائجامہ کی شریعت میں تعریف کیگئی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پائجامہ کو نصف لباس قرار دیا ہے اور اسے مردوں کے لئے موزوں بتایا ہے۔ پائجامے کے پائنچوں کی موریاں زیادہ کشادہ رکھنا مکروہ ہے۔ تنگ موریاں زیادہ پسندیدہ اور بہتر ہیں۔ اس سے بے پردگی نہیں ہوتی۔ ستر عورت اچھی طرح ہوتا ہے۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "الٰہی! پائجامہ پہننے والی عورتوں کو بخشدے"، حضور نے یہ دعا اس وقت فرمائی جب ایک عورت جو پائنچے اٹھائے ہوئے تھی۔ بلندی پر چڑھتے ہوئے گر پڑی۔ حضور نے اس کی طرف سے منہ پھیر لیا تھا۔ اسی وقت کسی نے عرض کیا کہ یہ عورت پائجامہ پہنے ہے اس وقت آپ نے مندرجہ بالا دعا فرمائی۔ بعض حدیثوں میں آیا ہے کہ حضورؐ نے ایسے ڈھیلے پائجامہ کو جن کے پائنچے پاؤں (کے اوپری حصہ) کو چھپادیں ناپسند فرمایا ہے۔ کشادہ پائنچوں والے ڈھیلے پائجامے کو مُخَرَّج کہتے ہیں۔ چنانچہ مثل میں آیا ہے عیشٌ مُخَرَّجٌ (فراخ حالی کی زندگی)۔ سب سے بہتر وہ لباس ہے جو پردہ پوش ہے۔

---

[1] جس طرح آجکل عام طور پر مفلر کے دونوں سرے پشت پر ڈال دیتے ہیں اور وسطی حصہ گلے میں رہتا ہے۔ (مترجم)

سفید کپڑے کپڑوں کا سب سے اچھا رنگ سفید ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "تمھارے سب سے اچھے کپڑے سفید ہیں"۔ ایک اور روایت میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے بچوں کو سفید کپڑے پہناؤ اور مُردوں کو بھی سفید کفن دو۔ حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا "سفید رنگ کے کپڑے پہنو، تمھارے لئے یہ بہترین لباس ہے، اِنہی کا مُردوں کو کفن دو، بہترین سرمہ اثمد[1] ہے، بینائی کو تیز کرتا ہے اور پلکوں کے بال اُگاتا ہے۔

آدابِ خواب

خواب کے مسائل جو شخص سونے کا ارادہ کرے تو اس کے لئے مستحب ہے کہ پانی کے برتن ڈھک دے، مشکیزہ کا منھ بند کردے، چراغ گل کردے، اگر کوئی بودار چیز کھائی ہو تو منھ صاف کرے (کلی کرے) تاکہ کوئی موذی جانور ایذا نہ پہنچائے۔ بسم اللہ پڑھکر یہ دعا پڑھے جو ابوداؤدؒ نے اپنی اسناد کے ساتھ حضرت سعیدؓ بن عبیدہؒ سے روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت براءؓ (بن عازب) سے فرمایا کہ خواب گاہ میں جاؤ تو پہلے نماز کے وضو کی طرح وضو کرلو پھر دائیں کروٹ سے لیٹ کر یہ پڑھو اور اپنی ہر بات کے آخر میں اس کو پڑھو (یعنی اس کے پڑھنے کے بعد کوئی بات نہ کرو)

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْلَمْتُ وَجْھِیْ اِلَیْكَ وَفَوَّضْتُ	الٰہی! میں نے اپنے آپ کو تیرا فرمانبردار بناتا ہوں اور اپنے کام تجھے سونپتا ہوں
اَمْرِیْ اِلَیْكَ وَاَلْجَأْتُ ظَھْرِیْ اِلَیْكَ رَغْبَةً	تجھے اپنا سہارا قرار دیتا ہوں اور تجھ سے امید کرتا ہوں اور تجھ سے ڈرتا ہوں
وَّرَھْبَةً اِلَیْكَ اٰمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِیْ	تجھ سے بھاگ کر سوائے تیرے نہ بچنے کا کوئی مقام ہے اور نہ پناہ لینے کا، جو کتاب
اَنْزَلْتَ وَنَبِیِّكَ الَّذِیْ اَرْسَلْتَ ہ	تو نے نازل فرمائی اس پر میرا یقین ہے اور جو نبی تو نے بھیجا اس پر میرا ایمان ہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر اس دعا کو پڑھنے کے بعد تم (سوتے میں) مرجاؤ گے تو اسلام پر مروگے۔ حضرت براءؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اس دعا کو یاد کرنا شروع کیا مگر نَبِیِّكَ الَّذِیْ اَرْسَلْتَ کی جگہ بِرَسُوْلِكَ الَّذِیْ اَرْسَلْتَ پڑھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں وَنَبِیِّكَ الَّذِیْ اَرْسَلْتَ پڑھو۔

سونے کو لیٹے تو سیدھی کروٹ پر قبلہ رخ سونے کو اس طرح لیٹے جیسے قبر میں مردے کو لٹاتے ہیں، حدیث میں اسی طرح آیا ہے، اگر آسمان اور زمین کی بادشاہت (اللہ تعالیٰ کے اقتدار) پر غور کرنے کے لئے چت لیٹے (آسمان کی طرف منھ کرکے) تو کچھ مضائقہ نہیں! اوندھا لیٹ کر سونا مکروہ ہے۔

اگر سوتے میں ڈراؤنے خواب نظر آئیں تو خواب کے بُرے اثرات سے اللہ کی پناہ مانگے اور بائیں طرف تین بار تھوک کر یہ دعا پڑھے اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ خَیْرَ رُؤْیَایَ وَاکْفِنِیْ شَرَّھَا (الٰہی: اس خواب کا نتیجہ میرے لئے اچھا کر اور اس کے شر سے مجھے بچا) پھر آیۃ الکرسی سورہ اخلاص (قل ھو اللہ) سورہ فلق اور سورۃ الناس پڑھے بشرطیکہ ناپاک نہ ہو۔ اپنا خواب صرف نیک شخص یا دانشمند دوست سے کہے جو خواب کی تعبیر اچھی طرح جانتا ہو کسی دوسرے سے بیان نہ کرے، اگر خواب میں شیطانی خیالات دیکھے ہوں تو انھیں بیان کرنے کی مطلق ضرورت نہیں۔ شیطان کسی صورت کا جامہ پہن کر خواب میں دکھائی دیتا ہے۔

---

[1] اصفہانی سرمہ اثمد کہلاتا ہے۔

حضرت ابو قتادہؓ کا بیان ہے کہ میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ سچا خواب اللہ کی طرف سے ہوتا ہے اور بیہودہ خواب شیطان کی طرف سے؛ پس اگر کوئی شخص ناپسندیدہ اور بیہودہ خواب دیکھے تو بیدار ہونے پر بائیں طرف تین مرتبہ تھوکے اور اللہ سے اس کی برائی کی پناہ مانگے۔ ایسا شخص برُے خواب سے محفوظ رہے گا۔

مومن کا خواب

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معمول تھا کہ فجر کی نماز سے فراغت کے بعد حاضرین کی طرف متوجہ ہوکر فرماتے تھے کیا آج رات تم میں سے کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے؟ پھر آپ فرماتے کہ میرے بعد سوائے سچے خواب کے نبوت کا کوئی اور حصّہ باقی نہیں رہے گا۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی روایت ہے" حضور والا نے ارشاد فرمایا کہ مومن کا خواب نبوت کا چھیالیسواں حصّہ ہے۔

گھر سے باہر نکلنے کے آداب

گھر سے نکلتے وقت کی دعا

گھر سے باہر نکلتے وقت اُن کلمات کو پڑھے جو حضرت اُمّ سلمٰی سے شعبیؒ کی مروی حدیث میں ہے کہ انھوں نے فرمایا جب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر سے باہر نکلے ہمیشہ آسمان کی طرف روئے مبارک فرماکر یہ الفاظ زبانِ مبارک سے ادا فرمائے:۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ اَنْ اَضِلَّ اَوْ اُضَلَّ اَوْ اَزِلَّ اَوْ اُزَلَّ اَوْ اَظْلِمَ اَوْ اُظْلَمَ اَوْ اَجْهَلَ اَوْ یُجْهَلَ عَلَیَّ ۔ (الٰہی میں تیری پناہ چاہتا ہوں اس بات سے کہ میں گمراہ ہوجاؤں یا مجھے گمراہ کردیا جائے، میں پھسل جاؤں یا مجھے پھسلا دیا جائے، میں خود ظلم کروں یا مجھ پر ظلم کیا جائے، میں خود نادان ہوں یا نادان بنایا جاؤں۔)

اور پھر قل ھو اللہ اور قل أعوذ برب الفلق اور قل أعوذ برب الناس (معوذتین) کے ساتھ صبح و شام یہ دعا پڑھے

اَللّٰهُمَّ بِكَ نُصْبِحُ وَبِكَ نُمْسِیْ وَبِكَ نَحْیٰ وَبِكَ نَمُوْتُ (الٰہی! ہم تیرے ساتھ صبح کرتے ہیں اور تیرے ساتھ شام کرتے، تیرے ہی فضل سے جیتے اور تیرے ہی حکم سے مرتے ہیں۔) صبح کی دعا میں آخر میں وَاِلَیْكَ النُّشُوْرُ کہے اور شام کی دعا کے آخر میں وَاِلَیْكَ الْمَصِیْرُ کا اضافہ کرے، اس دعا کے پڑھنے کے بعد یہ دعا بھی پڑھے۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنْ اَعْظَمِ عِبَادِكَ عِنْدَكَ نَصِیْبًا فِیْ كُلِّ خَیْرٍ تَقْسِمُهٗ فِیْ هٰذَا الْیَوْمِ وَفِیْمَا بَعْدَهٗ مِنْ نُوْرٍ تَهْدِیْ بِهٖ وَرَحْمَةٍ تَنْشُرُهَا اَوْ رِزْقٍ تَبْسُطُهٗ اَوْ ضُرٍّ تَكْشِفُهٗ اَوْ ذَنْبًا تَغْفِرُهٗ اَوْ شِدَّةٍ تَدْفَعُهَا اَوْ فِتْنَةٍ تَصْرِفُهَا اَوْ مُعَافَاةٍ تَمُنُّ بِهَا بِرَحْمَتِكَ اِنَّكَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝

الٰہی! آج اور آج کے بعد جو خیر تو تقسیم کرے تو مجھے اپنے ان بندوں کی برابر کردے جو تیرے نزدیک بڑے حصّہ والے ہیں، خواہ وہ تیری طرف سے ہدایت بخشنے والا نور ہو یا تیری رحمت عامّہ ہو یا تیرا دیا ہوا رزق وسیع ہو یا تیری طرف سے دفع کردہ تکلیف یا معاف کیا ہوا گناہ یا دور کی ہوئی سختی یا زائل کی ہوئی مصیبت یا احسان کے طور پر دی ہوئی عافیت ہو بہرحال جو خیر بھی ہو مجھے اس میں بڑا حصّہ پانے والے بندوں کے ساتھ اپنی رحمت میں شریک بنائے، تو سب کچھ کرسکتا ہے۔

آدابِ مسجد

مسجد میں داخل ہونے کی دعا | مسجد میں داخل ہونا چاہے تو دایاں قدم آگے بڑھائے اور بایاں قدم پیچھے رکھے اور کہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ السَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّاغْفِرْ لِیْ ذُنُوْبِیْ وَافْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِکَ ۝

بسم اللہ، اللہ کی طرف سے سلامتی ہو، رسول اللہ پر۔ الٰہی! محمدؐ پر رحمت نازل فرما اور ان کی اولاد پر۔ الٰہی میرے گناہ بخشدے اور میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔

مسجد میں اگر کوئی شخص موجود ہو تو اس کو سلام علیک کرے اور اگر موجود نہ ہو تو کہے اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا مِنْ رَّبِّنَا عَزَّ وَجَلَّ ۝ (اللہ بزرگ و برتر کی طرف سے ہم پر سلامتی ہو) مسجد میں داخل ہو جائے تو دو رکعتیں پڑھے بغیر نہ بیٹھے، اس کے بعد دل چاہے تو نفل پڑھے یا اللہ کے ذکر میں بیٹھ کر مشغول رہے یا خاموش بیٹھا رہے۔ دنیا کی کسی بات کا تذکرہ نہ کرے بات کرے تو بقدر ضرورت کرے زیادہ نہ کرے۔

نماز کا وقت شروع ہو جائے تو سنتیں پڑھ کر جماعت کے ساتھ فرض ادا کرے۔ نماز سے فارغ ہو کر جب مسجد سے باہر نکلنا چاہے تو بایاں پاؤں آگے رکھے اور دایاں پیچھے اور کہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّاغْفِرْ لِیْ ذُنُوْبِیْ وَافْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ فَضْلِکَ ۝

(بسم اللہ۔ اللہ کی طرف سے سلامتی ہو رسول اللہ پر، الٰہی محمدؐ اور آلِ محمدؐ پر اپنی رحمت نازل فرما، میرے گناہ بخشدے اور میرے لئے اپنے فضل کے دروازے کھول دے)

نماز کے بعد ۳۳ بار سُبْحَانَ اللّٰہِ ۳۳ بار اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اور ۳۴ (چونتیس بار) اَللّٰہُ اَکْبَرُ پڑھنا سنت ہے۔ جب سو کی تعداد مکمل ہو جائے تو خاتمے پر کہے:

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَھُوَ حَیٌّ لَا یَمُوْتُ اَبَدًا اَبَدًا ذُو الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ بِیَدِہِ الْخَیْرُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اس کا کوئی شریک نہیں اسی کی حکومت ہے اسی کے لئے ہر تعریف زیبا ہے وہی زندہ کرتا ہے وہی مارتا ہے وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے زندہ ہے مریگا نہیں وہ عظمت و بزرگی والا ہے۔ بہتری اور بھلائی اسی کے ہاتھ میں ہے اور وہ ہر شے پر قدرت رکھنے والا ہے

ہر وقت با وضو رہنا مستحب ہے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں آیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اپنی عمر میں ہر وقت با طہارت رہو۔ جتنا ہو سکے رات اور دن میں نماز پڑھتے رہو، نگہبان فرشتے تم سے محبت رکھیں گے۔ چاشت کی نماز پڑھا کرو کیونکہ یہ نماز اللہ کی طرف رجوع کرنے والوں کی ہے (صلوٰۃ الاوّابین) گھر میں داخل ہو تو گھر والوں کو سلام کیا کرو، اس سے گھر کی برکت زیادہ ہوتی ہے۔ بڑی عمر والے مسلمانوں کی عزت کرو اور چھوٹوں پر شفقت رکھو تم جنت میں میرے رفیق بن جاؤ گے۔ اس حدیث میں بکثرت (اخلاقی اور سماجی) آداب کو جمع فرما دیا گیا ہے۔

باب ۴
گھر میں داخلے، کسبِ حلال اور خلوت نشینی اختیار کرنے کا بیان

گھر میں داخلہ گھر میں داخل ہونے سے قبل دروازے پر کھڑا ہو کر کھنکارے اور کہے اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا مِنْ رَّبِّنَا، بعض احادیث میں آیا ہے کہ جب مومن اپنے گھر سے نکلتا ہے تو اللہ اس کے دروازے پر دو فرشتوں کو مقرر فرما دیتا ہے جو اس کے مال اور گھر والوں کی نگہداشت کرتے ہیں اور شیطان ستّر سرکش شیطانوں کو مقرر کر دیتا ہے، واپس ہو کر جب مومن اپنے دروازے کے قریب پہنچتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں الٰہی اگر یہ حلال کمائی کر کے لوٹ رہا ہے تو اس کو توفیق دے۔ پھر جب وہ کھنکارتا ہے تو فرشتے قریب آ جاتے ہیں اور جب السلام علینا من ربنا کہتا ہے تو شیطان روپوش ہو جاتے ہیں اور دونوں فرشتے آکر اس کے دائیں بائیں کھڑے ہو جاتے ہیں۔ جب دروازے کھول کر بسم اللہ کہتا ہے تو شیطان چلے جاتے ہیں اور فرشتے اس کے ساتھ اندر داخل ہوتے ہیں، اس کے گھر کی ہر چیز سنوار دیتے ہیں۔ اور اس کا دن آسائش سے گذرتا ہے، آرام سے بیٹھتا ہے، فرشتے اس کے سر کے اوپر ہوتے ہیں، جو کچھ وہ کھاتا پیتا ہے وہ پاک اور حلال ہوتا ہے، دن رات جتنا عرصہ بھی وہ گھر میں رہتا ہے اس کی جان بھی پاک رہتی ہے۔

اگر کوئی مسلمان ان باتوں پر عمل نہیں کرتا تو فرشتے وہاں سے چلے جاتے ہیں اور شیطان اس آدمی کے ساتھ گھر میں گھس جاتے ہیں اور گھر کی ہر چیز اس کی نظر میں قبیح بنا دیتے ہیں گھر والوں کی طرف سے ایسی باتیں سنواتے ہیں جو اس کو ناگوار گزرتی ہیں یہاں تک کہ اس کے گھر والوں کے ساتھ اس کے جھگڑے شروع ہوتے ہیں، اگر وہ بغیر بیوی کے ہے تو اس پر اونگھ اور سستی طاری ہو جاتی ہے۔ مُردار کی طرح سوتا ہے، اٹھ کر بیٹھتا ہے تو غیر مفید چیزوں کی آرزو کرتا ہے۔ وہ خبیث النفس ہو جاتا ہے، اس کا کھانا پینا سونا سب کچھ اپنے لئے بگاڑ لیتا ہے۔

معیشت

کسبِ معاش کے سلسلے میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص سوال سے بچنے گھر والوں کی روزی حاصل کرنے اور ہمسائے پر مہربانی کرنے کے لئے حلال دنیا طلب کرتا ہے، قیامت کے دن جب اللہ اس کو اٹھائیگا تو اس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح (روشن) ہوگا۔ اور جو شخص دوسروں کے مقابلے میں اپنے دل کو بڑھانے، فخر کرنے اور لوگوں پر اپنا تموّل ظاہر کرنے کے لئے مال طلب کرتا ہے، قیامت کے دن جب اللہ کے سامنے جائے گا تو اللہ تعالیٰ اس سے ناخوش ہوگا۔

گداگری حضرت ثابت بنانی روایت کرتے ہیں کہ آسائش دس چیزوں میں ہے۔ نو تو وہ ہیں جن کا تعلق طلب معاش سے ہے اور ایک کا عبادت سے ہے۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں، سرکار نے فرمایا جو شخص اپنے لئے

سوال کا دروازہ کھولتا ہے اللہ اس کے لئے محتاجی کا دروازہ کھول دیتا ہے اور جو سوال کرنے سے بچتا ہے اللہ بھی اسے سوال سے بچاتا ہے۔ جو شخص لوگوں سے مستغنی ہوجاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بھی اس کو غنی کر دیتا ہے۔ اگر تم میں سے کوئی رسّی لیکر جنگل کو جاکر لکڑیاں جمع کرکے بازار میں لاکر ایک مد کھجوروں کے عوض اس کو فروخت کردے تو لوگوں کے سامنے دستِ سوال دراز کرنے سے بہتر ہے کہ لوگ دیں یا نہ دیں۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ جو شخص اپنے لئے سوال کا دروازہ کھولتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے لئے محتاجی اور فقیری کے ستر دروازے کھول دیتا ہے۔ ایک دوسری روایت میں آیا ہے کہ حضور والا نے فرمایا" عیالدار کمانے والے مومن کو اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے اور جو تندرست شخص نکما ہے' نہ دنیا کے کام کا نہ دین کے کام کا، اللہ تعالیٰ اس کو ناپسند فرماتا ہے۔

روایت میں آیا ہے کہ اللہ کے خلیفہ حضرت داؤد علیہ السلام نے اللہ سے درخواست کی کہ میری معاش کا ذریعہ میرے ہاتھ کی کمائی کو بنادے۔ اللہ نے ان کے ہاتھ میں لوہے کو نرم کردیا۔ ان کے ہاتھ میں لوہا موم اور گندھے ہوئے آٹے کی طرح ہوگیا۔ چنانچہ حضرت داؤد علیہ السلام لوہے کی زرہیں بناکر بیچتے تھے اور ان کی قیمت سے اپنے اور اپنے اہل وعیال کی روزی کماتے تھے۔

حضرت داؤد علیہ السلام کے بیٹے حضرت سلیمان علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا " پروردگار میں نے تجھ سے درخواست کی تھی کہ میرے بعد ایسی حکومت کسی اور کو عطا نہ فرمائی جائے تو نے میری اس درخواست کو بھی قبول فرمالیا اس کے باوجود میں اگر تیرا پورا پورا شکر ادا کرنے سے قاصر ہوں تو مجھے ایسا کوئی بندہ بتادے جو مجھ سے زیادہ تیرا شکر ادا کرنے والا ہو۔

اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ اے سلیمان! میرا ایک بندہ اپنے ہاتھ سے کماکر اپنا پیٹ پالتا ہے' اسی سے اپنا بدن ڈھانکتا ہے اور میری بندگی میں لگا رہتا ہے یہی وہ بندہ ہے جو تجھ سے زیادہ شکرگذار ہے۔ تب حضرت سلیمان علیہ السلام نے دعا کی کہ الٰہی مجھے بھی اپنے ہاتھ سے کمانا سکھادے۔ پس حضرت جبرئیل تشریف لائے اور آپ کو کھجور کے پتوں سے ٹوکرے بنانا سکھایا چنانچہ سب سے پہلی زنبیل (ٹوکری) جس نے بنائی وہ حضرت سلیمان علیہ السلام تھے۔

دین و دنیا کی درستی چار قسم کے لوگوں سے ہے

ایک دانشمند کا قول ہے کہ دین و دنیا کی درستی صرف چار قسم کے لوگوں سے ہوتی ہے۔ عالم۔ حاکم۔ مجاہد سپاہی اور پیشہ ور۔ حکام نگراں ہیں یعنی چرواہے کی مانند ہیں۔ خدا کے بندوں کی نگرانی اس طرح کرتے ہیں جس طرح چرواہا اپنے ریوڑ کی۔ عالم پیغمبروں کے وارث ہیں' گمراہوں کو آخرت کا راستہ دکھاتے ہیں اور لوگ ان کی اچھی عادتیں اختیار کرتے ہیں۔ مجاہد سپاہی (غازی) زمین پر خدا کا لشکر ہے جو کافروں کی بیخ کنی کرتا ہے۔ اور کسب کرنیوالے اللہ کی طرف سے مقرر کئے ہوئے امین ہیں' انہی سے مصالح خلق کی فراہمی اور زمین کی آبادی وابستہ ہے۔ اگر چرواہے بھیڑئیے بنجائیں تو بکریوں کی حفاظت کون کرے۔ اگر علماء علم کو چھوڑ کر دنیا میں مشغول ہوجائیں تو لوگ کس کی پیروی کریں' اگر مجاہد فخر وغرور کے لئے سوار ہوں یا لوگوں کو لوٹنے کی نیت سے سوار ہوکر نکلیں تو دشمن پر فتح کیسے پائیں۔ کسب حلال کرنے والے خائن ہو جائیں تو لوگ ان کو کس طرح اپنا امین سمجھیں۔

اگر تاجر میں تین باتیں نہ ہونگی تو وہ دین و دنیا دونوں میں محتاج رہے گا۔ اول یہ کہ زبان کو تین چیزوں سے بچائے' جھوٹ بولنے سے' بیہودہ گفتگو کرنے اور جھوٹی قسم کھانے سے۔ دوم یہ کہ اپنے ہمسایوں اور دوستوں کے سلسلے میں اپنے دل کو دھوکے اور حسد سے پاک کرے۔ سوم یہ کہ اپنے آپ کو تین باتوں کا عادی بنائے' نماز جمعہ اور جماعت کا۔ رات اور دن کے کسی حصّے میں علم حاصل کرنے اور ہر

شے پر اللہ کی رضامندی کو ترجیح دینا، کسب حرام سے بچنے کا۔
روایت ہے کہ بندہ جب ناپاک کمائی کرکے اس میں سے کچھ کھانا چاہتا ہے اور بسم اللہ کہتا ہے تو شیطان کہتا ہے جب تو نے کمائی کی تھی تو میں تیرے ساتھ تھا اب تجھ سے الگ نہ ہونگا تیرے ساتھ شریک رہوں گا چنانچہ ہر حرام کھانے والے کے ساتھ شیطان شریک رہتا ہے اس ارشاد خداوندی کے بموجب وَشَارِكْهُمْ فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ (شیطان کو خطاب کرکے فرمایا گیا تو انسانوں کے ساتھ ان کے مال و اولاد میں شریک ہوجا) مال سے مراد حرام مال ہے اور اولاد میں شیطان کی شرکت سے مراد وہ اولاد جو زنا کی اولاد ہو/ تفسیر آیت میں یہی صراحت کی گئی ہے۔
حضرت ابن مسعودؓ روایت کرتے ہیں کہ جو شخص کسب حرام سے مال کماکر اس سے کچھ صدقہ کرتا ہے اس کو ثواب کے بجائے عذاب ہوتا ہے اور جو کچھ اس مال سے وہ خرچ کرتا ہے ہرگز برکت کا باعث نہیں ہوتا اور ایسے حرام مال سے اگر کچھ چھوڑ جاتا ہے تو یہ اس کے لئے دوزخ کا توشہ ہوتا ہے۔ حرام مال سے وہی بچتا ہے جس کو اپنے خون اور گوشت کے بارے میں دوزخ میں جانے کا اندیشہ لگا رہتا ہے، آدمی کی زینت گوشت اور خون ہی سے ہے اس لئے لازم ہے کہ خود بھی حرام مال سے بچے اور گھر والوں کو بھی بچائے اور حرام کمائی کھانے والوں کے پاس بھی نہ بیٹھے نہ ان کا کھانا کھائے نہ کسی کو حرام کمائی کا راستہ بتائے ورنہ اس کو بھی اس کا شریک مانا جائے گا۔ پرہیزگاری دین کی اصل ہے، عبادت کا قوام (رابطہ) ہے اور آخرت کے کام پورے ہونے کا ذریعہ ہے۔

گوشہ نشینی اور خاموشی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا گوشہ نشینی کے متعلق ارشاد ہے "گوشہ نشینی اختیار کرو، گوشہ تنہائی میں بیٹھنا بھی عبادت ہے" آپ نے فرمایا "مومن وہ ہے جو اپنے گھر میں بیٹھا رہے"۔ یہ بھی ارشاد فرمایا "سب سے افضل آدمی وہ ہے جو گوشہ گیر ہوکر لوگوں سے اپنی برائی کو روکے رکھے (لوگ اس کی برائی سے محفوظ ہیں)"۔ حدیث کے بعض الفاظ میں آیا ہے: "آپ نے فرمایا مسافر وہ ہے جو اپنے دین سے بھاگتا ہے"۔
حضرت بشر حافیؒ جو صلحائے سلف میں سے ہیں، فرماتے ہیں کہ "یہ زمانہ خاموش رہنے اور گھر میں بیٹھ رہنے کا زمانہ ہے"۔
جب حضرت سعد ابن وقاص رضی اللہ عنہ عقیق میں اپنے گھر کے اندر سب سے الگ ہوکر بیٹھ رہے (نکلنا اور ملنا جلنا بند کردیا) تو لوگوں نے کہا آپ نے بازاروں کا جانا، اور اجتماع میں شرکت کرنا کیوں چھوڑ دیا اور اب تنہائی پسند کیوں ہوگئے؟ فرمایا میں نے بازاروں کو بیہودہ اور لوگوں کے جلسوں کو لہو و لعب کی جگہ پایا، اس لئے میں نے گوشہ نشینی ہی میں عافیت سمجھی۔
وھب بن الوردؒ کا قول ہے میں پچاس برس تک لوگوں سے ملتا جلتا رہا مگر اتنی مدت میں ایک شخص بھی ایسا نہیں ملا جو میرا ایک قصور معاف کردیتا، میرا ایک عیب چھپاتا، غصہ کی حالت میں مجھ سے درگذر کرتا، نہ کوئی ایسا شخص نظر آیا جو حرص و ہوا میں مبتلا نہ ہو (ہر شخص کو اپنی خواہشات کے گھوڑے پر سوار پایا)۔
شعبیؒ فرماتے ہیں کہ ایک مدت تک لوگوں کا میل جول (معاشرہ) دین کے زیر اثر رہا؛ دین گیا تو معاشرہ شرافت نفس کے زیر اثر آگیا، شرافت نفس بھی گئی تو شرم و حیا کے تحت رہا۔ جب وہ بھی رخصت ہوگئی تو اب لوگ رغبت اور خوف سے زندگی بسر کرتے

ہیں اور میرا خیال ہے کہ اس سے زیادہ سخت حالات پیش آنے والے ہیں۔

ایک دانا کا قول ہے کہ عبادت کے دس حصے ہیں۔ نو حصے تو خاموشی میں ہیں اور ایک گوشہ نشینی میں۔ میں نے خاموش رہنے پر نفس کو آمادہ کیا مگر میرا قابو نہ چلا تو میں گوشہ نشینی کی طرف مائل ہوگیا تو مجھے وہ نو حصے بھی مل گئے۔ اسی دانا کا ارشاد ہے کہ قبر سے بڑا کوئی واعظ نہیں کتاب سے زیادہ دل بستگی کے لئے کوئی چیز نہیں اور تنہائی (گوشہ نشینی) سے زیادہ کسی شے میں عافیت نہیں۔

بشر بن حارث کہتے ہیں کہ علم کی طلب دنیا سے فرار کے لئے ہوتی ہے، دنیا کو طلب کرنے کے لئے نہیں ہوتی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ کس شخص کی ہم نشینی بہتر ہے؟ فرمایا اس شخص کی جس کے دیکھنے سے تم کو خدا یاد آجائے اور اس کے علم سے آخرت یاد آئے اور جس کی گفتگو سے تمہارے علم میں اضافہ ہو۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نصیحت فرماتے ہیں: "اے حواریو!! اللہ سے محبت کرنا چاہتے ہو تو گنہگاروں سے نفرت کرو، اس کا قرب چاہتے ہو تو نافرمانوں سے دور رہو، اللہ کی خوشنودی اس کے دشمنوں کی ناراضگی میں ہے۔"

اگر میل جول کے بغیر چارہ نہیں ہو تو علماء کی صحبت اختیار کرو کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے علماء کی ہم نشینی عبادت ہے یہ بھی حضور نے فرمایا ہے کہ آدمی کو چاہیئے کہ اپنے دل کو فکر میں جسم کو صبر میں اور آنکھوں کو گریہ و زاری میں مصروف رکھے کل کی روزی کی فکر نہ کرو اس لئے کہ یہ گناہ ہے جو اعمالنامے میں لکھا جاتا ہے۔

مسجدوں سے چمٹے رہو (مسجدوں میں جانا لازمی رکھو)۔ اللہ کے گھر کو آباد رکھنے والے اہل اللہ ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مسجدوں میں زیادہ آمد و رفت رکھنے والا کبھی اپنے ایسے بھائی سے ملاقات کرلیتا ہے جس کے گناہ بخشے جاچکے ہیں، کبھی وہ اس رحمت کو پالیتا ہے جس کا وہ منتظر ہوتا ہے، کبھی ہدایت کا راستہ بتانے والا اور ہلاکت سے بچانے والا لفظ اس کو مل جاتا ہے (ایسی باتیں حاصل ہو جاتی ہیں جو ہدایت کا راستہ بتانے والی اور ہلاکت سے بچانے والی ہیں) عمدہ اور عجیب علم حاصل ہوتا ہے، محبت اور خدا کے خوف کے باعث وہ گناہوں کو ترک کردیتا ہے۔

گوشہ نشینی اختیار کرنے والے کے لئے یہ ہرگز جائز نہیں ہے کہ (وہ اپنی گوشہ نشینی کے باعث) باجماعت نماز جمعہ اور جماعت (پنجگانہ) کو ترک کردے۔ نماز جمعہ کو بطور دوام (ہمیشہ کے لئے) ترک کردینے والا کافر ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص بلا عذر تین جمعہ ترک کردیتا ہے اللہ اس کے دل پر مہر لگا دیتا ہے۔" حضرت جابرؓ کی روایت کردہ حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے حج الوداع کے خطبہ میں ارشاد فرمایا: "جان لو کہ اس جگہ، اس مہینے میں، اس سال میں اللہ نے قیامت کے دن تک کے لئے تم پر جمعہ فرض کردیا ہے۔ لہٰذا اگر کوئی شخص امام ظالم یا عادل ہونے کے باوجود نماز جمعہ کو حقیر سمجھے یا فرض کا انکار کرے یا اس کو ترک کردے تو اللہ تعالیٰ اس کی پریشانی دور نہ کریگا۔ نہ ہی اس کے کام پورے فرمائے گا۔ سُن لو۔ نہ اس کی نماز قبول ہوگی اور نہ اس کی زکوٰۃ ادا ہوگی۔ نہ اس کا حج قبول ہوگا، اور نہ روزہ تاوقتیکہ وہ توبہ نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کی توبہ قبول فرمالیتا ہے۔

(مندرجہ بالا سزا اس لئے ہے کہ) نماز جمعہ کا تارک دعوت الٰہی کی تحقیر و توہین کرتا ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِن يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ ○

اے ایمان والو! جب تم کو جمعہ کی نماز کے لئے بلایا جائے تو اللہ کو یاد کرنے کے لئے تیزی کے ساتھ بڑھو۔

گوشہ گری اور خلوت نشینی کے سلسلے میں کہا گیا ہے کہ لوگوں پر طعن نہ کرو اور نہ ان کی جماعتوں کو چھوڑو، بس جہاں تک ہو سکے ان سے کنارہ کش ہو جاؤ اس لئے لازم ہے کہ جہاں تک ممکن ہو سکے لوگوں سے الگ تھلگ رہنے کی کوشش کرے، کیونکہ جھوٹی بات دو آدمیوں ہی کے درمیان ہوتی ہے (ایک کہتا ہے دوسرا سنتا ہے) زنا بھی دو کے ملنے سے ہوتا ہے اسی طرح قتل بھی دو کے بغیر نہیں ہوتا (ایک قاتل دوسرا مقتول) رہزنی بھی دو آدمیوں کے درمیان واقع ہوتی ہے۔ (ایک راہگیر دوسرا راہزن) بس سب سے الگ تھلگ اور تنہائی اختیار کرنے میں سلامتی ہے البتہ دینی معاملات میں اگر کوئی تعاون کرے تو گوشہ گیری اور تنہائی مناسب نہیں ہے۔

آداب سفر و رفاقت سفر

سفر کا ارادہ کسی سفر کا ارادہ ہو یا کوئی شخص، حج، جہاد یا کسی کام کی غرض سے ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے کے لئے سفر کا ارادہ کرے تو سفر شروع کرنے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھ کر یہ دعا پڑھے۔

اَللّٰهُمَّ بَلِّغْ بَلَاغًا مَبْلَغَ خَيْرِهِ وَمَغْفِرَةٍ مِنْكَ وَ.... رِضْوَانًا بِيَدِكَ الْخَيْرُ وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِي السَّفَرِ وَالْخَلِيْفَةُ فِي الْاَهْلِ وَالْمَالِ وَالْوَلَدِ۔ اَللّٰهُمَّ هَوِّنْ عَلَيْنَا السَّفَرَ وَاطْوِ عَنَّا الْبُعْدَ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ وَعْثَاءِ السَّفَرِ وَكَآبَةِ الْمُنْقَلَبِ وَسُوْءِ الْمَنْظَرِ فِي الْاَهْلِ وَالْوَلَدِ وَالْمَالِ ٥

الٰہی! مجھے اپنی رضا، مغفرت اور بھلائی کی جگہ پہنچا دے، تیرے ہی دست قدرت میں خیر ہے تو ہی ہر چیز پر قادر ہے، الٰہی! تو سفر میں میرا ساتھی ہے، میرے جانے کے بعد میرے اہل و عیال اور مال کا تو ہی نگہبان ہے۔ اے اللہ ہمارے لئے سفر کو آسان کر دے الٰہی! سفر کی دشواری اور واپسی کی بدحالی سے میں تیری پناہ چاہتا ہوں، اور اس بات سے بھی پناہ چاہتا ہوں کہ اہل و عیال اور مال کی کوئی ناگوار حالت کا مشاہدہ کروں۔

سفر کا ارادہ پنجشنبہ، ہفتہ یا دوشنبہ کے روز صبح کے وقت کرے، جب سواری پر ٹھیک طرح سے بیٹھ جائے تو کہے۔

سُبْحٰنَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ ٥ وَاِنَّا اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ٥

پاک ہے وہ ذات جس نے اس سواری کو ہمارا مطیع بنایا ہم میں اس کو قابو میں رکھنے کی طاقت نہیں تھی اور بلاشبہ ہم اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانیوالے ہیں۔

سفر سے واپس آئے تو دو رکعت نفل نماز پڑھ کر یہ دعا مانگے:۔

اٰئِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ ٥ (ہم اللہ کی طرف لوٹنے والے، توبہ کرنیوالے، اس کی عبادت کرنیوالے اور اسی کے ثنا خواں ہیں)

روایت میں آیا ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ایسا ہی کرتے تھے، سفر میں اگر کوئی دوسرا امیر جماعت (امیر کارواں) نہ ہو تو خود ان کا امیر یا راہبر نہ بنے نہ کسی جگہ قیام (پڑاؤ) کرنے کا مشورہ دے، اگر کوئی شخص راستہ جاننے والا سفر میں ساتھ ہو تو اس کی پیروی کرے۔ سفر میں خاموش رہے، ساتھیوں کی رفاقت اچھی طرح کرے اور ان کو خوب فائدہ پہنچائے۔ بیکار باتوں سے گریز کرے، راستہ پر اور نمناک جگہ پر پڑاؤ نہ کرے، کیونکہ ایسی جگہ سانپوں اور درندوں کی گزرگاہ ہوتی ہے، ایسے مقامات سے ہٹ کر اترے، رات کے آخری حصے میں راستے پر نہ ٹھہرے کہ یہ امر بھی مکروہ ہے۔ سفر میں ناپسندیدہ طریق کار اختیار نہ کرے، خواہشات نفسانی کو ترک کر کے رضائے الٰہی کا طالب رہنا چاہیئے۔

شہر سے نکلنے اور سفر پر جانے کا جب ارادہ ہو تو سب سے پہلے ضروری ہے کہ جن لوگوں سے تعلقات خراب ہیں ان کو راضی کرے والدین اور اپنے دوسرے بزرگ عزیزوں کی رضامندی حاصل کرے، اہل و عیال کو ساتھ لیجائے یا کسی ایسے شخص کو مقرر کر کے جائے جو (عدم حاضری میں) سارے امور انجام دے سکے۔

مسافر کا سفر اگر سفر طاعت ہو زیادہ مناسب ہے، جیسے حج یا روضۂ رسول اللہ ﷺ کی زیارت یا کسی بزرگ کی ملاقات یا مقامات مقدسہ میں سے کسی کی زیارت، یا مُباح امور کے لئے جیسے تجارت، تحصیلِ علم وغیرہ۔ مگر یہ سفر عبادات پنجگانہ کے مسائل سیکھنے کے بعد ہونا چاہیئے۔ کیونکہ عبادات کا علم فرض ہے، اس کے علاوہ دوسرا علم مباح ہے لبعض اس کو فرض کفایہ کہتے ہیں۔

سفر میں رفیقانِ سفر کے ساتھ خوش خلقی اور نرمی کا برتاؤ کرے کسی کی مخالفت نہ کرے، اپنے رفیقوں کی خدمت کرتا رہے اور بغیر مجبوری کے کسی سے خدمت نہ لے۔ سفر میں ہر وقت پاک رہے، آدابِ رفاقت میں یہ بھی ہے کہ اگر ساتھی تھک جائے تو خود بھی ٹھہر جائے، پیاسا ہو تو پانی پلائے اگر (رفیق سفر) سختی کے ساتھ پیش آئے تو اس کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرے، وہ ناراض ہو تو اس کو منائے اگر وہ سوتا ہو تو اس کی اور اس کے سامان کی حفاظت کرے اگر اس کے پاس زادِ راہ کم ہو تو اس کو اپنی ذات پر مقدم رکھے، اگر مالی کشائش حاصل ہو تو تنہا ہی نہ لے اُس کی ہمدردی بھی کرے، اس سے کوئی راز نہ چھپائے اور نہ اس کا راز فاش کرے، اس کی غیبت میں بھلائی کے ساتھ اس کا تذکرہ کرے، اس کی غیبت رد کر دے، نہ کسی سے اس کی شکایت کرے بلکہ اچھے الفاظ میں اس کا ذکر کرے۔ وہ مشورہ طلب کرے تو خیر خواہی کے ساتھ مشورہ دے اگر رفیق سفر مرتبہ میں اس سے بڑا ہے تب بھی اس کی بھلائی کے لئے اس کو نصیحت کرنے سے گریز نہ کرے، اس کا نام و نسبت اور وطن دریافت کر لے۔

اگرچہ خود سب رفیقوں کا سردار ہو مگر سب سے یہی ظاہر کرے میں تابع اور فرمانبردار ہوں، جو لوگ اس کے تابع ہوں، از روئے خیر خواہی ان کو ان کے عیوب سے واقف کر دے، ملامت اور سختی کا رویہ اختیار نہ کرے، اگر کسی چیز کا ڈر ہو یا کسی جگہ پڑاؤ کرے تو یہ دعا پڑھے۔

منزل پر ٹھہرنے کی دعا

أَعُوذُ بِاللّٰهِ وَبِكَلِمَاتِهِ التَّامَّاتِ الَّتِي لَا يُجَاوِزُهُنَّ بَرٌّ وَلَا فَاجِرٌ وَبِأَسْمَاءِ اللّٰهِ الْحُسْنٰى كُلِّهَا مَا عَلِمْتُ مِنْهَا وَمَا لَمْ أَعْلَمْ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ وَذَرَأَ وَبَرَأَ وَمِنْ شَرِّ مَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيهَا وَمِنْ شَرِّ مَا ذَرَأَ فِي الْأَرْضِ وَمِنْ شَرِّ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمِنْ فِتْنَةِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمِنْ طَارِقِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ إِلَّا طَارِقًا يَطْرُقُ مِنْكَ بِخَيْرٍ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ ٥ وَمِنْ كُلِّ دَابَّةٍ رَبِّي آخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا إِنَّ رَبِّي عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ٥

میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں اور اس کے اُن پورے کلمات (کلام) کی پناہ لیتا ہوں جن کے دائرے سے نہ کوئی نیک باہر نکل سکتا ہے اور نہ کوئی بد اور اس کے تمام اچھے ناموں کی پناہ لیتا ہوں۔ خواہ وہ مجھے معلوم ہوں یا نہ ہوں، اِن تمام چیزوں کے شر سے جو اللہ نے پیدا کیں بکھیریں اور ایجاد کیں۔ اور ان چیزوں کے شر سے جو اوپر سے اترتی ہیں اور جو آسمان پر چڑھتی ہیں اور ہر اس چیز کی شرارت سے جو اس نے زمین پر پھیلائی ہیں اور روز و شب کی مصیبتوں سے اور شبانہ روز کے حوادث سے، اِن حوادث کے سوا جو لے ارحم الراحمین تیری طرف سے خیر لے کر آئیں اور ہر اس جانور کے شر سے جو پورے طور پر اللہ کے قبضے میں ہے، یقیناً میرا رب ہی سیدھا راستہ ہے۔

سواری کے جانوروں کے گلے میں گھنٹاں

سواریوں (اونٹوں) کی گردنوں پر گھنٹیاں نہ باندھے؛ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر گھنٹی (جرس) کے ساتھ شیطان ہوتا ہے؛ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی ہے کہ اُن مسافروں کے ساتھ فرشتے نہیں رہتے جن کے ساتھ (اونٹوں کے گلوں میں) گھنٹیاں ہوں۔ مستحب ہے کہ سفر میں اپنے ساتھ لاٹھی رکھے اور کوشش کرے کہ کسی وقت اس سے خالی نہ ہو۔ میمونؒ بن مہران نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ عصا ساتھ رکھنا انبیاءؑ علیہم السلام کی سُنّت اور مسلمانوں کی عادت ہے۔

حضرت حسن بصری رح نے فرمایا کہ عصا میں چھ خوبیاں ہیں۔ (۱) انبیاءؑ علیہم السلام کی سُنّت ہے؛ نیک لوگوں کی روش؛ موذی جانوروں (سانپ بچھو وغیرہ) کے مقابلہ کے لئے ہتھیار ہے؛ کمزور کا سہارا ہے، منافقوں کو ذلیل کرنے والا ہے؛ نیکیوں میں اضافہ کا سبب ہے: کہتے ہیں، جس مومن کے پاس لاٹھی ہوتی ہے اس سے شیطان بھاگتا ہے، منافق اور بدکار اس سے ڈرتا ہے، نماز کے وقت وہ قبلہ کا کام دیتی ہے (نمازی لاٹھی کو سامنے رکھ لیتا ہے اور) وہ سُترہ بن جاتی ہے، تھک جاتا ہے تو اس سے سہارا لیتا ہے اور اپنی طاقت بحال کرتا ہے اسی طرح لاٹھی (عصا) کے اور بہت فائدے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصے میں بیان فرمایا ہے: "اَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا وَاَهُشُّ بِهَا عَلٰى غَنَمِىْ وَلِىَ فِيْهَا مَاٰرِبُ اُخْرٰى" (اور میری لاٹھی ہے، میں اس پر ٹیک لگاتا ہوں اور اپنی بکریوں کے لئے درختوں کے پتے (اس سے) جھاڑتا ہوں، اس سے میری اور ضرورتیں بھی وابستہ ہیں۔

جانور اور غلام کو خصّی کرنا

جانور اور غلام کو خصّی کرنے کی ممانعت

کسی جانور یا غلام کو خصّی کرنا جائز نہیں ہے؛ حرب اور ابو طالب کی روایت میں امام احمدؒ نے یہی تصریح فرمائی ہے، اسی طرح جانور کے چہرے کو داغنا بھی ناجائز ہے۔ ابو طالب نے امام احمد کا یہی قول نقل کیا ہے "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی جانور، چوپایہ کو خصّی نہ کرو۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور انس بن مالکؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ضرورت کے لئے کانوں کے داغنے کی اجازت مرحمت فرمائی ہے۔ اور چہرے پر داغ لگانے کی ممانعت فرمائی ہے۔ اگر دوسرے جانوروں میں شناخت کی ضرورت ہو (یعنی گلے میں اپنا جانور پہچاننے کے لئے) تو چہرے کے علاوہ کسی اور عضو مثلاً ران یا کوہان کو داغ دینا جائز ہے۔

آدابِ مساجد

مسجدوں میں کام کرنے کے مسائل

مساجد میں کوئی ناپاک اور پلید کام کرنا جائز نہیں دوسرے کام مثلاً کپڑا سینا، بیچنا، خریدنا اور اسی طرح کے دوسرے کام بھی مسجدوں میں کرنا مکروہ ہیں۔ ذکر خدا کے علاوہ کسی قسم کی آواز بلند کرنا بھی مکروہ ہے۔ مسجد میں تھوکنا مکروہ ہے؛ اس کا تدارک اس طرح کرے کہ تھوک پر مٹی ڈال دے، مسجد کو نقش و نگار سے مزین کرنا بھی مکروہ ہے۔ بچھانا بستر اور کمبل کرنے میں کوئی ہرج نہیں ہے۔ مسافر یا معتکف کے سوا مسجدوں کو

شب باشی کی جگہ بنانا مکروہ ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ بنی عبد قیس کے وفد کو اور ایک دوسری روایت کے مطابق قبیلہ ثقیف کے نمائندوں کو مسجد میں ٹھہرایا تھا۔ مساجد میں ایسے اشعار اور قصیدے پڑھے جاسکتے ہیں جو بیہودگی اور مسلمانوں کی ہجو سے خالی ہوں۔ یوں شعر خوانی سے مسجدوں کو مصئون و محفوظ رکھنا اولیٰ ہے البتہ ایسے اشعار پڑھے جاسکتے ہیں جو زہد کی طرف مائل کرنے والے، دلوں کو گداز اور شوق (محبت) کو بڑھانے والے اور خوف خدا سے رلانے والے ہوں۔ ایسے اشعار اگر بار بار پڑھے جائیں جب بھی جائز ہے لیکن ان سب سے بہتر اور افضل یہ ہے کہ قرآن کی تلاوت اور تسبیح و تہلیل کی جائے کیونکہ مسجدوں کی بناء ہی ذکر الٰہی اور نماز کے لئے ہوا کرتی ہے لہٰذا مناسب یہی ہے کہ اس کے علاوہ اور کوئی کام مسجدوں میں نہ کیا جائے۔ مسجد کی زمین سے (مٹی نکال کر) منتقل کرنا بھی مکروہ ہے، ہاں مسجدوں کا کوڑا کرکٹ صاف کرنا اور جھاڑن باہر نکال کر پھینک دینا جائز ہے اور اس کام کا بڑا ثواب ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مسجد کا کوڑا کرکٹ صاف کرنا حوروں کا مہر ہے۔ بچوں اور دیوانوں کو مسجد میں نہ جانے دیا جائے، ان کا جانا مکروہ ہے، ہاں جنبی (جنابت والا) شخص اگر مسجد سے گزر جائے تو کچھ قباحت نہیں ہے۔ اگر ایسی حالت میں مسجد کے اندر داخل ہونا پڑے تو وضو کر کے داخل ہو۔

مسجد میں حائضہ عورت کو داخل ہونے سے روک دیا جائے کہ اس صورت میں مسجد کا نجاست سے آلودہ ہوجانے کا اندیشہ ہے بوقت ضرورت جنابت والے کے لئے وضو کر کے مسجد کے اندر اتنی دیر ٹھہرنا جائز ہے کہ وہ غسل کر سکے مگر بہتر یہ ہے کہ وضو کے ساتھ جنابت کے لئے تیمم کرے اگر مسجد کے کنوئیں میں پانی نہ ملے تو کنوئیں تک پہنچنے کے لئے تیمم کر کے مسجد میں سے گزرنا جائز ہے۔ جب کنوئیں تک پہنچ جائے تو غسل کرلے۔

اشعار خوانی اور قرآن خوانی

اشعار اشعار دو قسم کے ہوتے ہیں مباح اور ممنوع۔ جن اشعار میں کوئی بیہودگی نہ ہو ان کا پڑھنا جائز ہے اور بیہودہ (باعتبار الفاظ و موضوع) اشعار کا پڑھنا ناجائز ہے۔ جن اشعار میں لہو و لعب کی آمیزش ہو (باعتبار موضوع) ان کا پڑھنا بہرحال ممنوع ہے۔ جن اشعار میں حماقت کی باتیں ہوں یا ان میں سبکی (رکاکت) بھری ہو ایسے اشعار بھی پڑھنا درست نہیں ہے۔

ترتیل قرآن قرآن پاک کی تعظیم و تقدیس کے پیش نظر اس کو گویوں کی طرح گا کر پڑھنا مکروہ ہے، اس کی کراہت کی وجہ یہ ہے کہ گا کر پڑھنے سے کلام اپنی اصلی حالت سے تجاوز کر جاتا ہے یعنی مَد اور ہمزہ ساقط ہوجاتے ہیں۔ جن حروف کو لمبا کر کے پڑھنا ہوتا ہے گانے کے طرز میں وہ مختصر ہوجاتے ہیں اور جنھیں مختصر کرنا ہوتا ہے وہ طویل ہوجاتے ہیں کثر حروف مدغم ہوجاتے ہیں۔

کراہت کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ قرآن پاک پڑھنے کا اصل مقصد تو یہ ہے کہ اس سے خوف خدا پیدا ہو، نصیحت کی باتیں سن کر سامع کو نافرمانی سے ڈر لگے، قرآنی دلائل و براہین، قصص اور امثال سنکر عبرت حاصل ہو۔ اللہ تعالیٰ کے ان وعدوں کا جو قرآن میں کئے گئے ہیں امید وار بنے۔ یہ تمام فوائد گا کر پڑھنے میں ختم ہوجاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے " اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ وَاِذَا تُلِیَتْ عَلَیْھِمْ اٰیٰتُہٗ زَادَتْھُمْ اِیْمَانًا وَّ

عَلٰی رَبِّهِمۡ یَتَوَکَّلُوۡنَ ٥ (مومن وہی ہیں کہ اللہ کی یاد کے وقت ان کے دل ڈر جاتے ہیں۔ جب اللہ کا کلام اُن کے سامنے پڑھا جاتا ہے تو یہ تلاوت ان کے ایمان میں اضافہ کا سبب بن جاتی ہے اور وہ اپنے رب پر ہی بھروسہ کرتے ہیں۔

دوسری جگہ ارشاد ہے۔ اَفَلَا یَتَدَبَّرُوۡنَ الۡقُرۡاٰنَ۔ (یہ لوگ قرآن پر غور کیوں نہیں کرتے) اس سلسلے کی ایک اور آیت ہے۔

وَ اِذَا سَمِعُوۡا مَاۤ اُنۡزِلَ اِلَی الرَّسُوۡلِ تَرٰۤی اَعۡیُنَهُمۡ تَفِیۡضُ مِنَ الدَّمۡعِ مِمَّا عَرَفُوۡا مِنَ الۡحَقِّ ٥

(ترجمہ) جو لوگ اُس کلام کو سنتے ہیں جو رسول پر اتارا گیا ہے تو تم کو نظر آئے گا کہ حق کو پہچان لینے کی وجہ سے ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوں گے۔ (وہ روتے ہوں گے)

چونکہ تفریحی نغمے ان چیزوں کے حصول سے مانع ہوتے ہیں اس لئے مکروہ ہیں۔

قرآن کی احتیاط کافروں سے جنگ کے لئے نکلا ہو تو اس کو ساتھ نہ رکھے اس لئے اگر وہ کافروں کے ہاتھ لگ جائے گا تو وہ اس کی بے حرمتی کریں گے۔ اگر کوئی ناواقف جوان عورت قرآن پڑھ رہی ہو تو اس کی طرف کان نہ لگائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر نماز میں نمازی کو کوئی حادثہ پیش آجائے تو مرد سبحان اللہ کہے اور عورت تالی بجائے (آواز نہ نکالے کہ اس صورت میں اجنبی آواز مرد کے کان میں پڑے گی)۔ جب کہ نماز کے لئے یہ حکم ہے تو ایسے اشعار اور ایسی باتیں جن میں عاشق و معشوق کے تذکرے ہوں اور محبت کے رمز و کنائے ہوں جن سے لوگوں کی طبیعت برانگیختہ ہوتی ہو اس لئے ان کا سننا کسی کے لئے جائز نہیں۔

محرک جذبات اشعار اگر کوئی شخص کہے کہ میں ایسے اشعار سنکر ان کو ایسے معنی پر محمول کرتا ہوں جس سے میں عند اللہ گناہ سے محفوظ رہتا ہوں تو ہم اس بات کو صحیح نہیں مانیں گے۔ شریعت نے حرمت میں کوئی تفریق نہیں کی ہے۔ (جو چیز حرام ہے بس وہ ہر صورت میں حرام ہے) اگر کسی کے لئے جائز ہوتا تو انبیاء علیہم السلام کے لئے جائز ہوتا اگر یہ عذر صحیح ہوتا تو اگر کوئی شخص یہ دعویٰ کرے کہ مغنیہ کے گانے سننے سے میرے اندر شہوانی جوش پیدا نہیں ہوتا تو کیا اس کے لئے رنڈیوں کا گانا سننا مباح ہو جائے گا، کوئی شخص دعویٰ کرے کہ اسے شراب پینے سے نشہ نہیں ہوتا تو کیا شراب پینا اس کے لئے حلال ہو جائے گا۔ اگر کوئی یہ بھی کہے کہ میری عادت ہی یہ ہے کہ شراب پینے کے بعد میں حرام سے رک جاتا ہوں تب بھی اس کے لئے شراب پینا حلال نہیں ہو سکتا یا اگر کوئی شخص کہے کہ اُمردوں، نوخیز لڑکوں اور عورتوں کو اس لئے دیکھتا ہوں اور ان سے اس لئے خلوت کرتا ہوں (تنہائی میں ملتا جلتا ہوں) کہ میں ان کے حسن سے سبق حاصل کرتا ہوں تب بھی یہی کہا جائے گا کہ ایسا کرنا جائز نہیں بلکہ اس کا ترک واجب ہے۔ عبرت تو ایسی چیزوں سے بھی بہت کچھ حاصل کی جاسکتی ہے جو حرام نہیں ہیں۔ حقیقت میں یہ طریقہ ان لوگوں کا ہے جو حرام کا ارتکاب کرنا چاہتے ہیں اور اپنے نفس کے مطیع ہیں۔ ہم ایسے لوگوں کی بات قبول نہیں کرسکتے اور نہ ان کی طرف التفات کرسکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

قُلۡ لِّلۡمُؤۡمِنِیۡنَ یَغُضُّوۡا مِنۡ اَبۡصَارِهِمۡ وَ یَحۡفَظُوۡا فُرُوۡجَهُمۡ ذٰلِکَ اَزۡکٰی لَهُمۡ ٥

اہل ایمان سے کہہ دیجیے کہ اپنی آنکھوں کو بند رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں یہ ان کیلئے پاکیزہ ترین فعل ہے۔

پس جو شخص کہے کہ نامحرم کو دیکھنا پاکیزہ عمل ہے وہ قرآن کو جھٹلاتا ہے۔

کس جانور کو مارنا جائز ہے اور کس کو ناجائز؟

سانپ کا مارنا گھر کے اندر اگر سانپ دکھائی دے تو تین بار اس کو خبردار کردے اگر اس کے بعد بھی وہ سامنے آئے تو مار ڈالے۔ جنگل میں بغیر خبردار کئے مار ڈالنا جائز ہے۔ اگر ایسا سانپ نظر آجائے، جس کی دم اتنی چھوٹی ہے کہ وہ کٹی ہوئی نظر آئے یا اس کی پشت پر دو سیاہ خط ہوں یا جیسا کہ لوگوں میں مشہور ہے اس آنکھوں میں سیاہ بال بھی نظر آئیں ایسے سانپ (یا سانپوں) کو بغیر اعلان کے ہلاک کردے۔

خبردار کرنے کے معنی یہ ہیں کہ اس سے کہے کہ جان لے کر چلا جا ہم کو آزار نہ دے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گھریلو سانپوں کی بابت دریافت کیا گیا آپ نے ارشاد فرمایا جب تم اپنے گھر میں سانپ دیکھو تو اس سے کہو

"میں تمھیں اس قول کی قسم دیتا ہوں جو پیغمبر خدا حضرت نوح علیہ السلام نے تم سے لیا تھا
اور اس عہد کی قسم دیتا ہوں جو حضرت سلیمان علیہ السلام نے تم سے لیا تھا کہ تم یہاں سے چلے
جاؤ اور ہمیں آزار نہ پہنچاؤ۔"

اگر وہ نہ جائیں تو پھر ان کو مار ڈالے۔ ابن مسعودؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو سانپ نظر آئے اسے مار ڈالو اور جو شخص سانپ کے مارنے سے اس لئے ڈرتا ہے کہ وہ اس کے دشمن ہو جائیں گے تو ایسا شخص میری امّت میں سے نہیں ہے۔"

حضرت سالمؓ بن عبداللہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "سانپوں کو مار دو، دو خط والا سانپ اور کٹی دم (چھوٹی دم) کا سانپ یہ دونوں اندھا کر دیتے ہیں اور حمل کو بھی گرا دیتے ہیں۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ جس سانپ کو بھی دیکھ لیتے تھے اسے مار ڈالتے تھے چنانچہ حضرت ابولبابہؓ نے ان کو اس حال میں دیکھا کہ وہ ایک سانپ کی گھات میں بیٹھے تھے انھوں نے کہا کہ حضور نے گھروں میں رہنے والے سانپوں کو مارنے سے منع فرمایا ہے اور بطور دلیل ابو سائبؒ کی یہ روایت پیش کی کہ "ایک دفعہ میں ابو سعیدؓ کے پاس گیا ہم تخت پر بیٹھے تھے کہ تخت کے نیچے کوئی شے حرکت کرتی ہوئی محسوس ہوئی دیکھا تو سانپ تھا، میں کھڑا ہو گیا، حضرت ابو سعیدؓ نے فرمایا کیا بات ہے؟ میں نے عرض کیا یہاں سانپ ہے، وہ کہنے لگے پھر تمھارا کیا ارادہ ہے؟ میں نے کہا میں اسے مار ڈالنا چاہتا ہوں۔ حضرت ابو سعیدؓ نے اپنے گھر کے سامنے والی کوٹھری کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: یہاں میرا چچا زاد بھائی رہتا تھا، نئی نئی شادی ہوئی تھی، جنگ احزاب کے دن اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گھر آنے کی اجازت مانگی، حضورؐ نے اس کو اجازت مرحمت فرما دی اور حکم دیا کہ ہتھیار ساتھ لے کر جائے، وہ گھر پہنچا تو بیوی کو دروازہ پر کھڑا پایا، میرے بھتیجے نے یہ دیکھ کر بیوی کی طرف نیزہ سیدھا کیا (تاکہ اسے مار ڈالے) اس کی بیوی نے کہا کہ جلدی نہ کرو پہلے اندر جا کر دیکھ لو (کہ میرے باہر آنے کی کیا وجہ ہے)۔ وہ کوٹھری کے اندر گیا تو بڑا ہیبت ناک سانپ وہاں موجود تھا اس نے نیزے سے اس کو چھید لیا اور نیزے میں چبھا ہوا پھڑکتا ہوا سانپ لے کر باہر نکلا لیکن خود بھی فوراً گر کر مر گیا، حضرت

ابوسعیدؓ کہتے ہیں کہ میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ پہلے کون مرا! سانپ یا میرا ابن عم!! اس کے قبیلے کے لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا اللہ سے دعا فرمائیے کہ وہ ہمارے آدمی کو واپس کردے، حضور نے ارشاد فرمایا کہ تم سانپ مارنے والے کے لئے مغفرت کی دعا مانگو۔ پھر فرمایا "مدینہ میں جنوں کی ایک جماعت ایمان لائی ہے انھیں تم سانپوں کی شکل میں دیکھو گے جب دیکھو تو تین مرتبہ ان کو متنبہ کرو، تنبیہ کے بعد بھی اگر وہ سامنا کرے تو مار ڈالو" بعض احادیث میں یہ الفاظ آئے ہیں کہ "اس کو تین مرتبہ خبردار کردو پھر بھی سامنے آئے تو اس کو مار ڈالو وہ شیطان ہے"

گرگٹ کا مارنا گرگٹ کا ہلاک کردینا بھی جائز ہے۔ عامر بن سعیدؓ نے اپنے والد کا قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گرگٹ کو مار ڈالنے کا حکم دیا تھا۔ حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے کہ حضور نے فرمایا پہلی ضرب میں مار ڈالنے والے کے لئے ستر نیکیاں ہیں۔

چیونٹی کا مارنا چیونٹیاں جب تک آزار نہ پہنچائیں ان کو مارنا مکروہ ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کسی چیونٹی نے ایک پیغمبر کے کاٹ لیا، پیغمبر نے چیونٹیوں کا بل جلا دینے کا حکم دے دیا حکم کے بموجب چیونٹیوں کا بل جلا دیا گیا، اللہ تعالیٰ نے ان پر وحی نازل کی کہ ایک چیونٹی نے تمھارے کاٹا تھا مگر تم نے اللہ کی تسبیح کرنیوالی پوری امت کو ہلاک کر دیا

مینڈک کا مارنا مینڈک (ضفدع) کا مارنا بھی مکروہ ہے حضرت عبدالرحمٰن بن عثمانؓ سے روایت ہے کہ کسی شخص نے دوا کے لئے مینڈک کو مار ڈالنے کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا، آپ نے فرمایا "مینڈک کو مت مارو" اور جن جانوروں کو مار ڈالن جائز ہے ان کو آگ میں نہ جلاؤ مثلاً جوں، پسو، مچھر، چونٹیاں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ کسی جانور کو آگ کا عذاب نہ دیا جائے کہ آگ کا عذاب سوائے آگ کے خالق کے اور کوئی نہیں دیسکتا۔

موذی جانور جو جانور خلقۃً موذی ہیں، خواہ اس سے ایذا پہنچی ہو یا نہ پہنچی ہو مگر اس کو مار ڈالنا جائز ہے کیونکہ اذیت پہنچانا اس کی فطرت ہے جیسے سانپ (اس کے بارے میں پہلے بیان کیا جا چکا ہے)، بچھو، کاٹنے والا کتا، چوہا وغیرہ، بہت زیادہ کالے کتے کا بھی یہی حکم ہے۔ اس لئے کہ وہ شیطان ہے۔

پیاسے جانور کو پانی پلانا ثواب ہے بشرطیکہ وہ موذی نہ ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے "ہر سوختہ جگر کو پانی پلانے کا ثواب ہے بشرطیکہ وہ موذی نہ ہو" موذی جانور کو پانی پلانے سے اس کی شرارت اور ایذا رسانی میں اور اضافہ ہوگا۔

کتا شکار، کھیتی یا چوپاؤں کی حفاظت کے لئے اگر کتا پالا جائے تو جائز ہے ورنہ نہیں۔ کاٹنے والے کتے کو آزاد چھوڑ رکھنا مکروہ ہے لوگوں کو ضرر سے بچانے کے لئے کاٹنے والے کتے کو مار ڈالنا جائز ہے۔ بعض روایت میں آیا ہے کہ شکار اور چوپاؤں کی حفاظت کے سوا جس نے کتا پال رکھا ہے اس کی نیکیوں کے ثواب سے روزانہ دو قیراط کی کمی ہوجاتی ہے۔

جانوروں پر بوجھ لادنا جانوروں پر ان کی برداشت سے زیادہ بار ڈالنا جائز نہیں ہے خواہ وہ جانور زمین جوتنے کا ہو یا بوجھ ڈھونے یا سواری کا، اگر جانور کو بقدر کفایت چارا نہ دے گا تو گنہگار ہوگا۔ جانوروں کو ان کی خواہش سے زیادہ کھلانا بھی مکروہ ہے، جیسا کہ بعض لوگ موٹا کرنے کے لئے ان کو ایسی خوراک دیتے ہیں۔

پچھنے لگانا

سینگی لگانا پچھنے لگانے کا پیشہ اختیار کرنا اور اس کی روزی کھانا مکروہ ہے اس لئے کہ یہ سفلہ پن ہے۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی ارشاد ہے، پچھنے لگانے والی کی کمائی پلید ہے، ہمارے بعض اصحاب نے (علمائے حنبلی) نے اس کو حرام قرار دیا ہے کیونکہ امام احمد حنبلؒ سے یہی مروی ہے۔

حقوقِ والدین

ماں باپ کے حقوق ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک (بھلائی) سے پیش آنا واجب ہے اللہ عزوجل کا ارشاد ہے۔

اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَا اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَا اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ؕ (ترجمہ) اگر تیری زندگی میں والدین میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کو اُف بھی نہ کہہ اور کوئی جھڑکی کی بات نہ کر، ان سے بات کرتے وقت نرمی اختیار کر۔

ایک اور جگہ ارشاد ہوا ہے وَصَاحِبْهُمَا فِی الدُّنْیَا مَعْرُوْفًا (اور دنیا میں ان دونوں کا اچھا ساتھ دو) ایک اور جگہ ارشاد ہے اَنِ اشْكُرْ لِیْ وَلِوَالِدَیْكَ ؕ اِلَیَّ الْمَصِیْرُ (میرا اور اپنے والدین کا شکر ادا کر اور تجھے میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے)

حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ اگر کوئی شخص ماں باپ کو رات بھر ناراض رکھے یہاں تک کہ صبح ہو جائے تو اس کے لئے دوزخ کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جو صبح سے شام تک ماں باپ کو ناراض رکھے اس کے لئے بھی دوزخ کے دو دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ اگر ماں باپ میں سے کسی ایک کو ناراض کرے تو اس کے لئے دوزخ کا ایک دروازہ کھول دیا جاتا ہے خواہ اس ناراضگی میں زیادتی ماں باپ ہی کی طرف سے کیوں نہ ہو۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی رضامندی ماں باپ کی رضامندی میں ہے اور اللہ کی ناراضگی ماں باپ کی ناراضگی میں ہے، یہ بھی حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت گرامی میں حاضر ہو کر عرض کیا، میں جہاد کا ارادہ رکھتا ہوں، حضور نے ارشاد فرمایا کیا تیرے والدین ہیں؟ اس نے جواب دیا ہاں! آپ نے فرمایا ان ہی کی خدمت میں جہاد ہے۔ والدین کے ساتھ بھلائی کرنے کی صورت یہ ہے کہ ان کی ضرورتوں کو پورا کرے، انھیں تکلیف نہ پہنچنے دے، والدین کے ساتھ بچوں جیسی نرمی اور محبت کی باتیں کرے، ان کی خدمت کرنے میں کوتاہی کرکے والدین سے کھنچ کر نہ رہے۔ سچے دل اور محبت سے ان کی خدمت کرے۔ ان کی طرف سے دکھ برداشت کرے۔ ان کی آواز سے اپنی آواز اونچی نہ کرے۔ شرعی مخالفت نہ ہو تو کسی کام میں ان کی مخالفت نہ کرے۔ اگر وہ کسی ایسے کام کے لئے کہیں (جو خلاف شرع ہو) تو اس حکم کو نہ مانے جیسے حج، نماز، زکوٰۃ، کفارہ اور اللہ تعالیٰ کی نذر وغیرہ ترک کرنے کا حکم نہ مانے، اگر والدین کے حکم سے کسی حرام کام کا ارتکاب ہوتا ہو جیسے زنا، شراب نوشی، قتل، زنا کی تہمت لگانا، ناجائز مال لینا یعنی چوری اور ڈاکہ وغیرہ تو اس حکم کی اطاعت نہ کرے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ان باتوں یا کاموں میں مخلوق کی تابعداری نہ کرو جو خالق کی ناراضگی کا باعث ہوں اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰۤی اَنْ تُشْرِكَ بِیْ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَ

وَمَا جَاهَدَاكَ فِی الدُّنْیَا مَعْرُوْفًا (اور اگر تیرے والدین تجھے اس لئے تکلیف میں ڈالیں کہ تو اس چیز کو خدا کا شریک قرار دے جس کا تجھے علم ہی نہیں تو تو ان کا کہنا نہ مان، ہاں دنیا میں ان کا صرف نیکی میں ساتھ دے۔

مندرجہ حدیث اور ارشادات ربانی سے معلوم ہوتا ہے کہ جو بھی اللہ کی نافرمانی یا اللہ کی اطاعت ترک کرنے کا حکم دے اس کی بات نہ مانی جائے۔ امام احمدؒ ابوطالب سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص کو اس کے والدین نماز باجماعت میں شرکت سے منع کیا کرتے تھے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص سے فرمایا کہ فرائض کو ترک کرنے کے بارے میں ماں باپ کے حکم کی اطاعت مت کرو،

اطاعت والدین کے مزید احکام

والدین کی فرمانبرداری کے لئے نفلوں کو ترک کیا جاسکتا ہے اور یہ افضل ہے۔ والدین کے ساتھ بھلائی کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ والدین نے جن لوگوں سے ملنا جلنا چھوڑ دیا ہے ان سے خود بھی ترک تعلق کرے اور جن لوگوں سے والدین کے تعلقات ہوں ان سے خود بھی تعلق رکھے۔ والدین کے معاملے میں مخالفوں پر ایسا ہی غصہ کرے جیسا اپنی ذات کے لئے کرتا ہے۔ اگر والدین کی کسی بات پر غصہ آئے تو اس وقت والدین کی اُن تکالیف، اُن کے ایثار قربانی اور خلوص و محبت کو یاد کرو جو انھوں نے تمھاری پرورش کے دوران کی ہیں اور اس وقت اللہ کے اس فرمان کو بھی یاد کرو قُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا (والدین کے ساتھ عزت کے ساتھ بات کرو)۔ اگر والدین کی شفقت کی یاد بھی غصہ کو فرو نہ کر سکے تو سمجھ لے کہ وہ بدنصیب ہے اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی میں گرفتار ہے۔

اگر تم نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف ماں باپ کے ساتھ کوئی سلوک کیا ہے۔ تو غصہ فرو ہوجانے کے بعد اللہ تعالیٰ سے اسکی معافی چاہو اور توبہ کرو۔

اگر کسی ایسے سفر پر جانا چاہو جو تم پر واجب نہیں ہے تو والدین کی رضامندی کے بغیر مت جاؤ، ماں باپ کی رضامندی کے بغیر جہاد پر بھی نہ جاؤ، والدین کو کوئی دکھ نہ پہنچاؤ، اس کا خیال رکھو کہ تمھاری وجہ سے تمھارے والدین کو کوئی شخص آزار پہنچانے کا باعث نہ بنے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص پر لعنت کی ہے جو ماں اور بچے میں جدائی کا باعث ہو، اگر کہیں سے کھانے پینے کی چیزیں لاؤ تو سب سے اچھا کھانا ماں باپ کو دو۔ کیونکہ وہ بھی (تمھاری خاطر) اکثر بھوکے رہے ہیں اور تم کو اپنے اوپر ترجیح دی ہے اور تمھارا پیٹ بھرا ہے، خود بیدار رہے ہیں اور تم کو سلایا ہے۔

معاشرت کی متفرق باتیں

مستحب اور مکروہ نام اور کنیت

کسی مولود بچے کا نام مع کنیت وہ رکھنا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک مع کنیت تھا مکروہ ہے لیکن اگر صرف محمدؐ یا ابوالقاسم رکھ لیا جائے تو مکروہ نہیں ہے، امام احمدؒ کے اس بارے میں دو قول مروی ہیں ایک تو بہ صورت جواز موجود ہے اور دوسری روایت بہ صورت عدم جواز منقول ہے۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک رکھ لینا اور کنیت نہ رکھنا حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت انسؓ کی روایتوں سے ثابت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میرا نام رکھ لیا کرو، میری کنیت نہ رکھا کرو۔"

نام مع کنیت رکھنے کا جواز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک عورت نے خدمت رسالت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ میرے ایک لڑکا پیدا ہوا ہے میں نے اس کا نام محمدؐ اور کنیت ابوالقاسم مقرر کی ہے۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ حضورؐ والا کو یہ بات پسند نہیں ہے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا وہ کون سی چیز ہے جس نے میرے نام کو حلال اور میری کنیت کو حرام کیا ہے اور وہ کون سی چیز ہے جس نے میری کنیت کو حلال اور میرے نام کو حرام کیا ہے (یعنی میری کنیت کے جواز اور نام کے عدم جواز کا موجب کیا ہے)

ابویحییٰ اور ابوعیسیٰ کے ساتھ کنیت رکھنا مکروہ ہے۔ اپنے غلام کا نام افلح، نجاح، یسار، نافع، رباح اور کنیز کے نام برکۃ، برّۃ، حزن اور عاصیہ رکھنا مکروہ ہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس نے فرمایا "اگر میں زندہ رہا تو غلاموں کے نام یسار، برکت، رباح، نجاح یا افلح رکھنے کی ممانعت کر دوں گا"

ایسے نام اور لقب جو اللہ تعالیٰ کے ناموں کے مثل ہوں رکھنا مکروہ ہیں جیسے مالک الملوک، شہنشاہ وغیرہ کیونکہ یہ اہل فارس میں رائج ہیں۔ وہ نام رکھنا بھی مکروہ ہیں جو صرف اللہ ہی کے لئے سزاوار ہیں۔ جیسے قدوس، الٰہ، خالق، مہیمن اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَجَعَلُوا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ قُلْ سَمُّوْهُمْ (مشرکوں نے اللہ کے شریک بنا رکھے ہیں فرما دیجئے یہ اُن کے من گھڑت نام ہیں) بعض مفسرین اس آیہ کی تفسیر اس طرح کرتے ہیں کہ آپ اُن سے کہہ دیجئے کہ ان شریکوں کے نام بھی میرے ناموں کی طرح رکھ کر پھر دیکھو کہ شریکوں کے ایسے نام رکھنا مناسب ہے یا نامناسب"۔

اپنے بھائی یا غلام کو کریہہ لقب سے پکارنا حرام ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ یعنی "بُرے القاب سے نہ بلاؤ" اللہ تعالیٰ نے اسے فسق فرمایا ہے اور مستحب یہ ہے کہ اپنے بھائی کو ایسے ناموں سے پکارے جو اسے سب سے زیادہ پسند ہوں۔

غصّہ کی حالت کے احکام

غصّے کے وقت اگر کوئی آدمی کھڑا ہو تو بیٹھ جائے (اس سے غصہ کچھ فرو ہو جاتا ہے) اور بیٹھا ہو تو لیٹ جائے۔ غصّے میں ٹھنڈے پانی کے چھینٹے منہ پر پڑنے سے غصہ ٹھنڈا پڑ جاتا ہے۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا "غصہ ایک انگارا ہے جو آدمی کے دل میں دہکتا ہے۔ اگر کسی کی ایسی کیفیت ہو اور کھڑا ہو تو بیٹھ جائے اور بیٹھا ہو تو تکیہ کے سہارے سے ٹیک لگالے۔

اگر کچھ لوگ اپنے راز کی باتوں میں مشغول ہوں تو ان کے درمیان گھس کر نہیں بیٹھنا چاہیے۔ رسول اللہ نے اس کی ممانعت فرمائی ہے۔ دھوپ اور سایہ کے درمیان یعنی کچھ دھوپ اور کچھ سایہ میں بیٹھنا بھی مکروہ ہے۔ بائیں ہاتھ پر سہارا دے کر بیٹھنا مکروہ ہے۔ بیٹھے ہوئے لوگوں کے درمیان لیٹنا مکروہ ہے۔ اور جب مجلس سے اٹھے تو کفارۂ مجلس کے طور پر یہ دعا پڑھنا مستحب ہے

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ ۝

اے اللہ! تو پاک ہے سب تعریف تیرے ہی لئے ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں میں تیری بخشش چاہتا ہوں اور تیری ہی طرف توبہ کرتا ہوں

قبرستان میں جانے کے آداب

قبرستان سے جوتے پہن کر گزرنا مکروہ ہے۔ قبرستان میں جانے والے کے لئے یہ دعا پڑھنا مستحب ہے:-

اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الْاَجْسَادِ الْبَالِیَۃِ وَالْعِظَامِ النَّخِرَۃِ الَّتِیْ خَرَجَتْ مِنْ دَارِ الدُّنْیَا وَھِیَ بِکَ مُؤْمِنَۃٌ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّاَنْزِلْ عَلَیْھِمْ رَوْحًا مِّنْکَ وَسَلَامًا مِّنِّیْ ۝

اے اللہ! اُن پرانے جسموں اور بوسیدہ ہڈیوں کے مالک جو دنیا سے نکلتے وقت ایمان دار تھے۔ محمدؐ اور آلِ محمدؐ پر اپنی رحمت اور اپنی طرف سے راحت نازل فرما اور میرا سلام ان کو پہنچا دے

جب قبرستان میں داخل ہو تو کہے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ دَارَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِیْنَ وَاِنَّا اِنْ شَآءَ اللّٰہُ بِکُمْ لَاحِقُوْنَ ۝ (مومنوں کی بستی کے رہنے والو: تم پر سلام ہو۔ ان شاء اللہ ہم بھی تمہارے پاس پہنچنے والے ہیں) ایک روایت میں یہی آیا ہے۔

کسی قبر کی زیارت کے وقت قبر پر ہاتھ نہ رکھے نہ بوسہ دے، یہ یہودیوں کا طریقہ ہے، نہ قبر پر بیٹھے نہ اس سے ٹیک لگائے نہ قبر کو پاؤں سے ٹھوکر مارے، سخت مجبوری کی حالت اس سے مستثنیٰ ہے۔ قبر سے اتنے فاصلے پر اور ایسی جگہ کھڑا ہو جہاں صاحب قبر کی زندگی میں کھڑا ہوتا تھا اور ویسا ہی اس کا احترام کرے جیسے اگر وہ زندہ ہوتا تو کرتا۔

گیارہ مرتبہ سورہ اخلاص (قل ہو اللہ) اور کچھ دیگر آیات قرآنی پڑھ کر صاحب قبر کو اس کا ثواب پہنچائے اور اللہ سے اس طرح عرض کرے کہ الٰہی اگر سورۃ کو پڑھنے کا ثواب تو نے میرے لئے مقرر کیا ہے تو میں وہ ثواب اس صاحب قبر کے لئے ہدیہ کرتا ہوں اس کے بعد اللہ سے اپنی مراد مانگے۔ مُردے کی ہڈی نہ توڑے اور نہ اس کو پامال کرے، اگر وہ ایسا کرنے پر مجبور ہو گیا ہو یا اتفاقاً ایسا ہو جائے تو استغفار پڑھے اور اہل قبر کے لئے بخشش کی دعا کرے۔

بدشگونی: بدشگونی کرنا منع ہے۔ نیک فال کی ممانعت نہیں ہے۔

دوسروں کے ساتھ برتاؤ ہر شخص سے عاجزی اور انکساری کے ساتھ پیش آنا چاہیئے۔ بوڑھوں کی عزت اور بچوں پر شفقت کرنا مستحب ہے، چھوٹوں کے قصور اور خطاؤں سے درگزر کرنا بھی مستحب ہے مگر ادب آموزی ترک نہ کرے۔

رحمت کی دُعا ہر ایک کے لئے یہ کہنا کہ "اللہ تعالیٰ تم پر اپنی رحمت نازل کرے یا فلاں بن فلاں پر اللہ تعالیٰ اپنی رحمت بھیجے" جائز ہے۔ منقول ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ نے حضرت عمر فاروقؓ سے فرمایا "صلی اللہ علیک" (اللہ تعالیٰ تم پر رحمت نازل کرے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایک مرتبہ ارشاد فرمایا تھا "ابی اوفیٰ کی اولاد پر رحمت نازل فرما"۔

مصافحہ ذمّی کافر سے مصافحہ کرنا مکروہ ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ کی روایت کے بموجب حضور نے ارشاد فرمایا "ذمیوں سے مصافحہ نہ کرو"۔

دعا کا طریقہ دعا مانگنے کا طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھ پھیلائے، اللہ کی حمد و ثنا کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے پھر اپنی مراد مانگے۔ دعا مانگتے وقت آسمان کی طرف نظر نہ اٹھائے، دعا مانگنے کے بعد دونوں ہاتھ منہ پر پھیرلے، حضور اقدس کا ارشاد ہے "دونوں ہاتھ پھیلا کر اللہ سے دعا مانگو پھر انھیں منہ پر پھیر لو"۔

قرآنی تعویذ قرآن شریف کے ساتھ تعویذ (پناہ چاہنا) جائز ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے فَاسْتَعِذْ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ (شیطان مردود سے اللہ کی پناہ مانگ) اللہ تعالیٰ نے قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ میں بھی فرمایا ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضور جب بیمار ہوتے تو یہ دونوں سورتیں پڑھ کر اپنے اوپر دم فرما لیتے تھے۔ حضور والا یہ دعا بھی پڑھتے تھے۔

أَعُوْذُ بِوَجْهِ الْكَرِيْمِ وَكَلِمَاتِهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ وَ ذَرَءَ وَ بَرَءَ وَ مِنْ شَرِّ كُلِّ دَابَّةٍ رَبِّي اٰخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا ٥

میں خدائے بزرگ و برتر اور اس کے پاک کلموں کے ساتھ پناہ مانگتا ہوں اس شر سے جس کو اس نے پیدا کرکے پھیلا دیا ہے اور ہر چوپائے کے شر سے کیونکہ میرا رب اس کو پیشانی کے بالوں سے پکڑنے والا ہے

قرآن مجید اور اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ کو بطور افسوں پڑھنا بھی جائز ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ٥ (ہم نے قرآن میں اُن چیزوں کو نازل کیا ہے جو مسلمانوں کے لئے شفا اور رحمت کا باعث ہیں) دوسری آیت میں ارشاد ہوتا ہے هٰذَا الْكِتَابُ اَنْزَلْنَاهُ مُبَارَكٌ ٥ (یہ وہ کتاب ہے جو ہم نے اتاری اور جو برکت والی ہے) حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کے سلسلہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اس کو (یعنی نظر بد) جھاڑا کرو، اگر تقدیر سے کوئی چیز سبقت کرتی تو وہ بد نظری ہوتی۔

تپ زدہ شخص کے لئے تعویذ لکھ کر گلے میں ڈالا جا سکتا ہے۔ امام احمدؒ نے فرمایا کہ مجھے بخار ہوگیا تو میرے لئے بخار کا یہ تعویذ لکھا گیا۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ٥

اللہ کے نام سے شروع ہے جو رحمٰن و رحیم ہے۔

وَبِاللّٰهِ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ يَا نَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّ سَلَامًا عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَ اَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنَا هُمُ الْاَخْسَرِيْنَ ٥ اَللّٰهُمَّ رَبَّ جِبْرَئِيْلَ وَمِيْكَائِيْلَ وَ اِسْرَافِيْلَ اِشْفِ صَاحِبَ هٰذَا الْكِتَابِ بِحَوْلِكَ وَ قُوَّتِكَ وَجَبَرُوْتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ ٥

اللہ کے نام سے، محمد اللہ کے رسول ہیں اے آگ تو سلامتی کے ساتھ (حضرت) ابراہیم پر ٹھنڈی ہوجا اور انھوں نے اُن سے فریب کرنے کا ارادہ کیا تھا مگر ہم نے ان کو ذلیل و خوار کردیا۔ اے جبرئیل۔ میکائیل اور اسرافیل کے رب! اس تعویذ والے کو اپنی قوت سے شفا دیدے۔ اے أرحم الراحمین ٥

وضعِ حمل کا تعویذ

بعض علماء (اصحاب حضرت مصنفؒ) کا قول ہے کہ جس عورت کے بچہ پیدا ہونے میں دشواری کا سامنا ہو تو وضع حمل کی آسانی کے لئے کسی پیالے یا دوسرے پاک برتن میں مندرجہ ذیل دعا لکھ کر پانی سے دھوکر کچھ پانی اس عورت کو پلایا جائے اور کچھ اس کے سینے پر چھڑک دیا جائے۔ تعویذ یہ ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ٥ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَكِيْمُ الْكَرِيْمُ ٥ سُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ٥ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوْا اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰهَا كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوْعَدُوْنَ لَمْ يَلْبَثُوْا اِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ بَلَاغٌ فَهَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الْفَاسِقُوْنَ ٥

اس خدا کے نام سے شروع کرتا ہوں جو رحمٰن اور رحیم ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دوسرا عبادت کے لائق نہیں ہے وہ اللہ جو عرش عظیم کا پروردگار ہے، سب تعریف اسی کے لئے ہے جو جہانوں کا پالنے والا ہے، گویا وہ (کفار) اس کو اس دن دیکھینگے جس کا وعدہ کیا گیا ہے، وہ نہیں ٹھہرینگے مگر ایک گھڑی دن کے برابر۔ قرآن کا پہنچانا حکم ہے پس کافروں کی قوم کے سوا کوئی ہلاک نہیں ہوتا۔

دَم کرنا

چیونٹی، سانپ، بچھو، کھٹمل، پسو، مچھر وغیرہ کے کاٹے میں منتر کا پڑھنا (دم کرنا) جائز ہے چنانچہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر زہریلے جانور کے کاٹنے میں دم کرنے (منتر پڑھنے) کی اجازت دی اور ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص شام کو یمن: ہر — صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى نُوْحٍ وَعَلٰى نُوْحٍ السَّلَامُ (اللہ تعالیٰ نوح پر درود بھیجے اور نوح پر سلام ہو) پڑھے گا تو اس رات اس کو بچھو نہیں کاٹے گا۔

حضور کا یہ بھی ارشاد گرامی ہے کہ جو شخص شام کو تین بار اَعُوذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَّاتِ کُلِّھَا مِن شَرِّ مَا خَلَقَ (یعنی ہر شے کی بدی سے جو پیدا کیگئی ہے میں اللہ کے ان کلمات کے ساتھ جو پورے اور کامل ہیں، پناہ مانگتا ہوں) اس رات اس کو کوئی ڈنک (زہر) دکھ نہیں پہنچائے گا۔ منتر پڑھکر دَم کرنا جائز ہے، تھتکارنا مکروہ ہے۔

نظر بد کا علاج

نظر بد لگانے والا اپنے چہرے، اپنے ہاتھوں کو کہنیوں تک دھوئے اور اپنے گھٹنے اور پیروں کے ساتھ تہبند کے اندرونی اعضا کو بھی ایک برتن میں دھوئے، پھر اس دھوون کو اس شخص پر ڈالے جس کو نظر بد لگی وہ صحت یاب ہو جائے گا۔ ابو امامہ بن سہل بن حنیف سے روایت ہے کہ میں غسل کر رہا تھا، عامر بن ربیعہ نے میرے بدن کو دیکھ لیا اور تعجب سے کہنے لگا: "خدا کی قسم آج جیسا منظر میں نے کبھی نہیں دیکھا، کسی پردہ نشین عورت کی جلد بھی میں نے ایسی (حسین) نہیں دیکھی"۔ مجھے فالج ہو گیا ایسا کہ میں سر بھی نہیں اٹھا سکتا تھا۔ لوگوں نے اس بات کا تذکرہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا، آپ نے ارشاد فرمایا تم کسی کو ملزم ٹھہراتے ہو، لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ عامر بن ربیع نے ایسا ایسا کہا تھا۔ حضور نے عامر کو بلوایا اور مجھے بھی طلب فرمایا اور ارشاد کیا سبحان اللہ کوئی اپنے بھائی کو کیوں مارے ڈالتا ہے، اگر کوئی چیز کسی کو پسند ہو (دیکھکر تعجب کرے) تو اس کے لئے برکت کی دعا کرے۔ پھر آنحضرت نے عامر کو حکم دیا کہ غسل کرو، عامر نے اپنا چہرہ دھویا، اوپری ہاتھ دھوئے، دونوں کہنیاں دھوئیں پھر سینہ اور اپنی شرمگاہ کو دھویا اس کے بعد دونوں زانو، دونوں پاؤں مع پنڈلیوں کے دھوئے، یہ اعضا اس طرح دھوئے کہ پانی ایک برتن میں دھوون کا جمع ہو گیا، حضور کے ارشاد کے بموجب وہ تمام پانی میرے اوپر سے بہا دیا گیا، ابو امامہ کہتے ہیں کہ حسب الحکم کچھ پانی میرے بدن پر مل دیا گیا تھا۔ اس عمل کے فوراً بعد میں خود سواروں کے ساتھ چل کر لوٹ آیا۔

اگر پورا غسل کر کے نظر زدہ پر پانی ڈالا جائے تو زیادہ بہتر ہو گا۔

سینگی لگوانا، فصد کھلوانا

بیماریوں کے علاج کے لئے سینگی لگوانا، فصد کھلوانا، داغ لگوانا، دوائیں، شربت، اور عرق پینا، رگوں کا کاٹنا، زخموں کو چیرنا، سارے بدن میں کیڑے پڑ جانے کے خوف سے کسی عضو کا کاٹنا، بواسیر کے مسّوں کا کٹوانا، (عمل جراحی کرانا) غرض ایسے کام کرنا جن سے جسم کی اصلاح مقصود ہے جائز ہیں البتہ تندرست اور صحیح بدن کو کاٹنے سے بچانا چاہیئے۔

روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سینگی لگوائی اور طبیب سے مشورہ فرمایا، اور طبیبوں سے فرمایا تمھاری رائے ہی علاج ہے۔ طبیبوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا طب میں کچھ فائدہ ہے؟ آپ نے فرمایا جس نے بیماری اتاری ہے اس نے دوا بھی اتاری ہے، حضرت امام احمدؒ سے جسم داغنے کا مسئلہ دریافت کیا گیا، آپ نے فرمایا، دیہات کے لوگ ایسا کرتے ہیں۔ بلاشبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہؓ نے داغ سے علاج کیا ہے (داغ لگایا ہے) ایک اور مقام پر حضرت امام احمدؒ نے فرمایا کہ حضرت عمران بن حصین عرق النسا[1] کو چیرا تھا۔ امام صاحب سے ایک اور روایت میں داغنے کی کراہت منقول ہے۔

حرام چیز کا بطور دوا استعمال درست نہیں، جیسے شراب، زہر، مردار، ناپاک چیز وغیرہ۔ گدھی کے دودھ سے بھی علاج درست نہیں ہے۔ حضور کا ارشاد ہے کہ حرام چیزوں میں میری اُمت کی شفا نہیں رکھی گئی ہے۔ اشد ضرورت کے سوا حقنہ[2] کرنا بھی مکروہ ہے۔

---

[1] ایک رگ کا نام۔ [2] انیما دینا یا لگانا حقنہ کہلاتا ہے۔

طاعون سے بھاگنا جائز نہیں لیکن کہیں طاعون پھیلا ہو تو اس جگہ جانا نہیں چاہیئے۔ اپنے آپ کو خود ہلاکت میں نہ ڈالے۔

اجنبی عورت کے ساتھ تنہائی میں بیٹھنا نامحرم کے ساتھ تنہائی میں نہ بیٹھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی ممانعت فرمائی ہے اور ارشاد فرمایا ہے کہ وہاں تیسرا شیطان ہوتا ہے کیونکہ شیطان ان کو گناہ کی طرف مائل کرتا ہے۔

کسی جوان عورت کی طرف مجبوری کے سوا نظر اٹھا کر نہ دیکھے، مجبوری کی صورت علاج یا گواہی وغیرہ ہے بڈھی اور کھلے چہرے والی عورت کو دیکھ لینا جائز ہے۔ جوان عورت کو دیکھنے سے فتنے میں پڑجانے کا اندیشہ ہے۔ دو مرد یا دو عورتوں کو برہنہ ایک لحاف میں یا ایک چادر میں باہم نہ ہونا چاہیئے۔ رسول اللہ نے اس کی ممانعت فرمائی ہے، اس طرح برہنہ لیٹنے سے ایک کی نظر دوسرے کے ستر پر پڑتی ہے اور یہ منع ہے پھر شیطان کے ورغلانے سے ارتکاب گناہ کا بھی ڈر ہے۔

باندی اور غلاموں سے نرمی برتنا اپنے غلام اور باندی کے ساتھ نرمی سے پیش آئے، ان سے ناقابل برداشت کام نہ لے، ان کو کپڑا پہنائے کھانا کھلائے اگر وہ خواہش مند ہوں تو ان کا نکاح بھی کردے لیکن ان کو نکاح پر مجبور نہ کرے اس میں اگر کوئی کوتاہی کریگا تو گنہگار ہوگا، اگر چاہے تو ان کو فروخت کردے چاہے آزاد کردے۔ اگر غلام آزادی کا مطالبہ کرے تو کچھ روپیہ (رقم) مقرر کرکے انھیں آزاد کردے (یعنی وہ مزدوری کے ذریعہ مقررہ رقم جب ادا کردے تو آزاد کردیا جائے) حدیث شریف میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری وصیت یہ تھی کہ نماز کے پابند رہنا اور غلاموں کا خیال رکھنا۔

قرآن پاک کو ساتھ رکھنا دشمن کے ملک میں (دوران جہاد) قرآن کو ساتھ لیجانا مکروہ ہے، مبادا وہ کافروں کے ہاتھ لگ جائے اور وہ قرآن کی بے ادبی کریں۔ ہاں اگر مسلمانوں کا غیر معمولی دبدبہ اور غلبہ ہو تو پڑھنے کے لئے ساتھ لیجانا جائز ہے تاکہ پڑھا ہوا بھول نہ جائے۔

متفرق دعائیں

آئینہ دیکھتے وقت کیا دعا پڑھے؟ آئینہ کو دیکھکر یہ دعا پڑھنا مستحب ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ سَوّٰی خَلْقِیْ وَ اَحْسَنَ صُوْرَتِیْ وَزَانَ مِنِّیْ مَا شَانَ مِنْ غَیْرِیْ ہ (اللہ کے لئے حمد وثنا ہے جس نے مجھے درست پیدا کیا اور میری بناوٹ درست کی مجھے خوبصورتی عطا کی اور مجھے ایسے خوبصورت اعضاء دیئے جو عیب دار اعضاء کے مقابلہ میں خوشنما دکھائی دیتے ہیں) یہ روایت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔

کان بجنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر کسی کے کان بجنے لگیں تو وہ درود شریف پڑھنے کے بعد یہ دعا پڑھے۔ ذَکَرَ اللّٰهُ مَنْ ذَکَرَنِیْ بِخَیْرٍ۔ جس نے مجھے بھلائی سے یاد کیا اللہ تعالیٰ اس کو یاد کرے۔

درد دور کرنے کی دعا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر کسی شخص کے کسی عضو میں درد ہو تو یہ دعا پڑھکر دم کرے۔ رَبُّنَا اللّٰهُ الَّذِیْ فِی السَّمَآءِ تَقَدَّسَ اِسْمُكَ اَمْرُكَ فِی السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ كَمَا رَحْمَتُكَ فِی السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اغْفِرْ لَنَا حُوْبَنَا وَخَطَایَانَا یَا رَبِّ

ہمارا اللہ وہ ہے جس کا نام آسمانوں میں مقدس ہے۔ الٰہی تیرا حکم آسمان اور زمین میں یساں نافذ و جاری ہے جیسے تیری رحمت آسمان و زمین میں عام ہے۔ الٰہی ہمارے گناہ اور قصور معاف کردے۔

الطَّيِّبِيْنَ اَنْزِلْ رَحْمَةً مِّنْ رَّحْمَتِكَ وَشِفَاءً مِّنْ شِفَائِكَ عَلٰى الْوَجَعِ الَّذِیْ بِہٖ ٥

اے پاک لوگوں کے رب اپنی رحمت کا کچھ حصہ اتار اور اپنی شفا میں سے اس درد کو جو لاحق ہے شفا دے۔

بدشگونی کا دفعیہ

بدشگونی پیدا کرنے والی کوئی چیز دیکھے تو کہے۔ اَللّٰھُمَّ لَا یَاْتِیْ بِالْحَسَنَاتِ اِلَّا اَنْتَ وَلَا یَدْفَعُ السَّیِّاٰتِ اِلَّا اَنْتَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ ٥ (الٰہی! بھلائیوں کو تیرے سوا کوئی نہیں لاتا اور نہ تیرے سوا کوئی برائیوں کو دفع کرتا ہے۔) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی دعا مروی ہے۔

کلیسا، آتشکدہ یا بتکدہ دیکھنے پر

اگر کوئی شخص یہودیوں کا عبادت خانہ (ہیکل) دیکھے، یا تری یا سنکھ (بوق) کی آواز سنے یا کسی جگہ یہودیوں مشرکوں اور عیسائیوں کی جماعت دیکھے تو اس کو یہ الفاظ کہنا چاہیے۔

اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ اِلٰھًا وَّاحِدًا لَا نَعْبُدُ اِلَّا اِیَّاہُ ٥

(میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، کوئی اس کا شریک نہیں، اس کے سوا میں کسی اور کی بندگی نہیں کرتا ہوں)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ جو شخص مذکورہ بالا الفاظ کہے گا، مشرکوں کی تعداد کے برابر اللہ تعالیٰ اسکے گناہ معاف فرمادیگا۔

رعد اور کڑک کی آواز

رعد اور گرج کی آواز سن کر کہے۔

اَللّٰھُمَّ لَا تَقْتُلْنَا بِغَضَبِکَ وَلَا تُھْلِکْنَا بِعَذَابِکَ وَعَافِنَا قَبْلَ ذٰلِکَ ٥

الٰہی! ہم کو اپنے غضب سے قتل نہ کر دینا اور اپنے عذاب سے ہلاک نہ کرنا اور اس سے پہلے ہم کو بچانا۔

آندھی کے وقت کی دعا

آندھی آتی دیکھ کر یہ دعا پڑھے:۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُکَ خَیْرَھَا وَخَیْرَ مَا اُرْسِلَتْ بِہٖ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّھَا وَشَرِّ مَا اُرْسِلَتْ بِہٖ ٥

الٰہی! میں تجھ سے اسکی خیر کا طلبگار ہوں اور جس کام کے لئے اس کو بھیجا گیا ہے اس کی خیر کا بھی ..... اور میں تیری پناہ مانگتا ہوں اسکے شر سے اور اس چیز کے شر سے جس کیلئے اس کو بھیجا گیا ہے۔

بازار میں جانا

بازار میں جانے والے کو چاہیے کہ وہ یہ دعا پڑھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہی پڑھتے تھے۔ حضور یہ فرمایا کرتے تھے:۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ خَیْرَ ھٰذَا السُّوْقِ وَخَیْرَ مَا فِیْہِ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّہٖ وَشَرِّ مَا فِیْہِ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ اَنْ اُصِیْبَ فِیْھَا یَمِیْنًا فَاجِرَۃً اَوْ صَفْقَۃً خَاسِرَۃً لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَھُوَ حَیٌّ لَّا یَمُوْتُ بِیَدِہِ الْخَیْرُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ٥

الٰہی! میں تجھ سے بازار اور جو کچھ بازار میں موجود ہے، اس سے بھلائی کا خواستگار ہوں اور بازار کی برائی اور اس میں جو کچھ موجود ہے اس کی برائی سے تیری پناہ چاہتا ہوں، الٰہی میں اس بات سے تیری پناہ مانگتا ہوں کہ میں بازار میں جھوٹی قسم میں مبتلا ہو جاؤں یا کوئی نقصان کا سودا مجھ پر آپڑے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ اسی کی حکومت ہے اسی کے لئے تمام تعریف ہے، وہی زندہ کرتا ہے اور وہی مارتا ہے۔ وہ زندہ ہے، اس کے لئے موت نہیں ہے۔ اسی کے قبضہ میں بھلائی ہے۔ وہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔

رویت ہلال کی دعا

مہینے کا نیا چاند دیکھکر پڑھے۔ اَللّٰھُمَّ اَھِلَّہٗ عَلَیْنَا بِالْیُمْنِ وَالْاِیْمَانِ وَالسَّلَامَۃِ وَالْاِسْلَامِ رَبِّیْ وَرَبُّکَ اللّٰہُ (الٰہی، اس چاند کو برکت، ایمان، سلامتی اور اسلام کے ساتھ ہم پر نمودار فرما! اللہ میرا اور تیرا رب ہے۔)

مصیبت زدہ کو دیکھکر

جب کسی شخص کو دکھ اور مصیبت میں مبتلا دیکھے تو یہ دعا پڑھے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ عَافَانِیْ مِمَّا ابْتَلَاکَ بِہٖ وَفَضَّلَنِیْ عَلَیْکَ وَعَلٰی کَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقَ تَفْضِیْلًا ۝ اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے اس دکھ سے محفوظ رکھا، جس میں تجھے مبتلا کیا اور مجھے تجھ پر اور بہت سی مخلوق پر برتری اور فضیلت عطا فرمائی۔

جب تک یہ دعا پڑھنے والا زندہ رہے گا، اللہ تعالیٰ اس کو اس دکھ سے محفوظ رکھے گا۔ (خواہ کوئی دکھ ہو)

حاجی سے ملاقات پر

حاجی جب سفر حج سے واپس آئیں تو ان سے ملاقات کے وقت کہے!!

تَقَبَّلَ اللّٰہُ نُسُکَکَ وَاَعْظَمَ اللّٰہُ اَجْرَکَ وَاَخْلَفَ نَفَقَتَکَ ۝ اللہ تیرے حج کو قبول فرمائے، تجھے بڑا اجر عطا فرمائے اور جو کچھ تیرا خرچ ہوگیا ہے اس کا عوض تجھ کو عطا کرے۔

روایت میں آیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حاجی سے ملاقات کے وقت یہی فرمایا کرتے تھے۔

بیمار کی عیادت کے موقع پر دعا

کسی مسلمان بیمار کی عیادت کو جائے اور اس کو حالت نزع میں دیکھے یا اسے مردہ پائے تو یہ دعا پڑھے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، موت گھبراہٹ کا وقت ہے لہٰذا جب تم اپنے کسی رفیق کو اس حالت میں دیکھو تو یہ دعا پڑھو:۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ وَاِنَّا اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ، اَللّٰھُمَّ اکْتُبْہُ عِنْدَکَ فِی الْمُحْسِنِیْنَ وَاجْعَلْ کِتَابَہٗ فِیْ عِلِّیِّیْنَ وَاخْلُفْ عَلٰی عَقِبِہٖ فِی الْاٰخِرِیْنَ وَلَا تَحْرِمْنَا اَجْرَہٗ وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَہٗ ۝

بیشک ہم اللہ ہی کے لئے ہیں اور اسی کی طرف ہم لوٹنے والے ہیں اپنے رب کے پاس ہی ہم کو پلٹ کر جانا ہے۔ الٰہی اپنے پاس اس کو نیکو کاروں میں لکھ دے اور اس کا نامۂ اعمال علیین میں رکھ دے اور اس کے پسماندگان کی تو نگرانی فرما۔ ہم کو اس کے ثواب سے محروم نہ کر۔ اور اس کے بعد ہم کو مصیبت میں نہ ڈال۔

یہ مستحب ہے کہ مرنے والا شخص اپنے گناہوں کے لئے استغفار کرے اور اپنے وارثوں کو مشورہ دے کہ جو کچھ حقوق العباد اس کے ذمے ہیں اس کو ادا کریں جو غریب رشتہ دار اس کے وارث نہیں ہیں اپنے کل مال کا تہائی (⅓) حصہ ان کو دینے کی وصیت کرے، اگر ایسے رشتہ دار نہ ہوں تو محتاجوں، مسکینوں، مسجدوں، پلوں اور دوسرے نیکی کے کاموں میں ⅓ مال صرف کرنے کی وصیت کردے۔

مُردوں کو قبر میں رکھتے وقت کی دعا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، مُردوں کو قبروں میں رکھتے وقت کہو:۔

بِسْمِ اللّٰہِ وَعَلٰی مِلَّۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ۝ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میّت کو قبر میں رکھتے وقت یہی الفاظ ارشاد فرمائے تھے۔ قبر پر مٹی ڈالتے وقت کہے:۔

اِیْمَانًا بِکَ وَتَصْدِیْقًا بِرُسُوْلِکَ وَاِیْمَانًا بِبَعْثِکَ هٰذَا مَا وَعَدَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَصَدَقَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ ۝

میں تجھ پر ایمان لایا اور میں نے تیرے پیغمبر کی تصدیق کی میں حشر پر ایمان لایا ہوں، یہ وہ ہے جس کا اللہ اور اللہ کے رسول نے وعدہ کیا ہے

حضرت علی (کرم اللہ وجہہ) سے مروی ہے کہ جو شخص ایسا کرے گا اسے خاک کے ذرّوں کے برابر نیکیاں ملیں گی۔

باب ۵

نکاح ۔ مباشرت ۔ حمل ۔ بیوی ـــــ اور اطاعت گزاری، ولیمہ، نکاح کا خطبہ

نکاح کے آداب

نکاح کے احکام نکاح کرنے سے نکاح کرنے والے کا اصل مقصود للہ کے حکم کی تعمیل ہونا چاہیئے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَائِكُمْ (اپنی بیواؤں کا نکاح کرو، اسی طرح نیک لونڈیوں اور غلاموں کا نکاح کردو) دوسری جگہ ارشاد ربانی ہے فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۚ (ان عورتوں سے نکاح کرو جو تمہیں پسند ہوں. دو دو تین تین چار چار)۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ نکاح کرو اور اپنی اولاد بڑھاؤ، خواہ حمل ساقط ہی کیوں نہ ہو جائیں کیونکہ میں اپنی کثرت امت پر فخر کرنے والا ہوں۔ ان دونوں آیتوں اور حدیثوں سے ثابت ہے کہ زنا کا ڈر ہو یا نہ ہو نکاح کرنا بہرصورت واجب ہے۔

امام احمدؒ کی روایت کی رو سے ابو داؤد کے نزدیک نکاح مطلقاً واجب ہے (زنا کا ڈر ہو یا نہ ہو) پس واجب کی ادائیگی کی نیت کرنے والے کے لئے حکم خداوندی کی تعمیل کا ثواب ہوگا۔ ارشاد خداوندی کی تعمیل کے ساتھ ساتھ اپنے دین کی تکمیل اور حفاظت بھی مقصود ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "جس نے نکاح کرلیا اس نے اپنا نصف دین محفوظ کرلیا۔ دوسرا فرمان نبوی ہے "جب بندے نے نکاح کرلیا تو اس نے اپنا نصف دین مکمل کرلیا"

نکاح کے لئے ایسی عورت انتخاب کرے جو عالی نسب ہو، قرابت دار نہ ہو اور ایسی عورتوں میں سے ہو جو کثیر النسل مشہور ہیں (اس خاندان کی ہو جس خاندان کی عورتوں کے زیادہ اولاد پیدا ہوتی ہو) حضرت جابرؓ بن عبداللہ نے جب رسول اللہ کو بتایا کہ میں نے رانڈ (بیوہ) سے نکاح کیا ہے تو حضور نے فرمایا تم نے دوشیزہ سے نکاح کیوں نہیں کیا کہ تمہارا بہلاوا اس سے ہوتا اور اس کا تم سے۔

کثیر النسل ہونے کی شرط اس لئے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا" باہم نکاح کرو اور نسلیں بڑھاؤ" میں تمہاری کثرت کی وجہ سے دوسری اُمتوں پر فخر کروں گا اگرچہ "بچہ" کچا ہی ہو۔ بعض احادیث میں آیا ہے کہ ایسی عورت سے نکاح کرو جو بہت بچے پیدا کرنے والی اور زیادہ محبت کرنے والی ہو۔ میں تمہاری کثرت پر فخر کروں گا۔

عورت کے قرابت دار (رشتہ دار) نہ ہونے کی شرط اس لئے ہے کہ اگر باہم نفرت و عداوت ہو جائے تو اس قرابت کو قطع نہ کرنا پڑے جس کو جوڑے رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اسی لئے شریعت نے نکاح کے اندر دو بہنوں کو جمع کرنے سے منع فرمایا ہے۔ زبان دراز، طلاق کی خواستگار اور بدن گدوانے والی عورت سے بھی نکاح نہ کرنا چاہیئے۔ نکاح کرنے کے بعد عورت سے خوش اخلاقی سے پیش آئے؛ اس کو دکھ نہ دے

اور اس پر سختی نہ کرے کہ وہ خُلع کی خواستگاری کرے اور اپنے مہر کو خُلع کے بدل میں محسوب کر دے۔ بیوی کے والدین کو گالی نہ دے اگر ایسا کرے گا تو اس سے اللہ اور اللہ کے رسول دونوں بیزار ہوں گے۔

رسول اللہ نے ارشاد فرمایا ہے عورتوں سے بھلائی کرنے کا میرا آخری حکم مانو، وہ تمھارے پاس قیدی ہیں۔ بعض احادیث میں آیا ہے کہ جو شخص کسی عورت سے مہر کے ساتھ نکاح کرے اور نیت مہر ادا کرنے کی نہ ہو تو وہ قیامت کے دن زانی کی حالت میں آئے گا؛ عورت اگر اپنی زبان درازی سے شوہر کو دکھ پہنچائے تو مرد کو چاہیئے کہ اس عورت سے علیحدہ ہو جائے یا اللہ کی طرف رجوع کرے اور تضرع و زاری کے ساتھ دعا کرے، اللہ اس کے کام کو پورا کر دے گا اور اگر اس رنج اور دکھ میں صبر کرے گا تو راہ خدا میں جہاد کرنے والے کی طرح ہوگا۔

اگر عورت برضا و رغبت جبر کے بغیر اپنا کچھ مال شوہر کو دے دے تو خوشی سے لے لینا چاہیئے۔ اس کا کھانا مرد کے لئے جائز ہے۔

بیوی پسند ناپسند کرنے کا مسئلہ

مناسب ہے کہ نکاح سے پہلے عورت کا چہرہ اور ظاہری بدن دیکھ لے (یعنی منہ اور ہاتھوں کو اچھی طرح دیکھ لے) تاکہ بعد کو مفارقت یا طلاق کی نوبت نہ آئے کیونکہ طلاق اور مفارقت اللہ تعالیٰ کے نزدیک مکروہ اور ناپسندیدہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مُباح چیزوں میں طلاق سب سے ناپسندیدہ چیز ہے۔

عورت کے چہرے وغیرہ کو دیکھ لینے کے سلسلے میں اصل دلیل یہ حدیث ہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم میں کسی کے دل میں کسی عورت کو نکاح کا پیغام بھجوانے کا ارادہ اللہ تعالیٰ پیدا کر دے تو پہلے اس عورت کے چہرے اور دونوں ہتھیلیوں کو دیکھ لینا چاہیئے۔ یہ صورت آپس میں محبت پیدا کرنے کے لئے نہایت مناسب ہے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی کسی عورت کو نکاح کا پیام دے تو اگر اس عورت کے اُن اعضا کا دیکھنا ممکن ہو جو نکاح کی طرف رغبت دلاتے ہیں دیکھ لے۔ حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ میں نے ایک لڑکی کو نکاح کا پیام دیا اور چھپ کر اتنا حصہ بھی دیکھ لیا جس نے مجھے اس سے نکاح کرنے پر آمادہ کیا تھا۔ ابوداؤدؒ نے یہ روایت اپنی سنن میں نقل کی ہے۔

بیوی کی خصوصیات

عورت کو دیندار اور ذی فہم ہونا چاہیئے۔ حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ عورت سے نکاح چار خوبیوں کے پیش نظر کیا جاتا ہے دولت، حُسن، عالی نسبی اور دینداری کامیابی اس شخص کی ہے جو محض دینداری کی بنا پر عورت سے نکاح کرتا ہے۔ رسول اللہ نے دیندار عورت سے نکاح کرنے کی صراحت اس لئے فرمائی ہے کہ دیندار عورت شوہر کی مددگار ہوتی ہے اور تھوڑی روزی پر قناعت کر لیتی ہے اس کے برخلاف دینداری سے خالی عورتیں گناہ اور مصیبت میں مبتلا کر دیتی ہیں۔ ایسی عورتوں سے وہی بچتا ہے جسے اللہ تعالیٰ بچائے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے فَالْآنَ بَاشِرُوْهُنَّ وَابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ ۝ (یعنی اب ان سے مباشرت کرو اور اللہ نے تمھارے لئے جو کچھ لکھ دیا ہے اس کی طلب کرو، اس آیۃ کریمہ کی تفسیر میں اکثر مفسرین نے کہا ہے کہ مباشرت سے مراد جماع اور ابتغا سے مراد طلب اولاد ہے' عورت کے لئے بھی یہی مناسب ہے کہ نکاح کرنے میں اس کا مقصود بھی اپنی عصمت کا تحفظ، اولاد کی طلب اور اللہ کی طرف سے دیا ہوا اجرِ عظیم ہو۔ اور وہ اسی نیت سے شوہر کی قربت میں رہ کر حمل و ولادت اور اولاد کی پرورش کو صبر سے برداشت کرے۔ زیادؒ بن میمون نے حضرت انسؓ بن مالکؓ کا قول نقل کیا ہے کہ مدینہ کی رہنے والی ایک عطر فروش عورت جس کا نام حولا تھا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا' ام المومنین میرا شوہر فلاں شخص ہے۔ میں

ہر رات عطر لگا کر اور سنگھار کر کے شب زفاف کی دلہن کی طرح ہو جاتی ہوں۔ جب وہ آکر اپنے بستر میں لیٹ جاتا ہے تو میں اس کے لحاف میں گھس جاتی ہوں۔ ان کاموں سے میرا مقصود اللہ تعالیٰ کی رضامندی ہوتا ہے مگر میرا شوہر میری طرف سے منہ پھیر لیتا ہے میرے خیال میں اس کو مجھ سے نفرت ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا بیٹھ جاؤ۔ رسول اللہ تشریف لے آئیں۔ اس اثنا میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور فرمایا یہ خوشبو کیسی ہے؟ کیا حولا آئی ہے؟ کیا تم نے اس سے کچھ خریدا ہے؟ حضرت عائشہ رض نے عرض کیا یا رسول اللہ، بخدا میں نے کچھ نہیں خریدا ہے، پھر حولا نے اپنا قصہ عرض کیا، حضور گرامی نے فرمایا جا اس کی بات سُن اور اس کا حکم مان! حولا نے عرض کیا یا رسول اللہ میں ایسا ہی کروں گی مجھے اس کا کیا ثواب ملیگا؟ آنحضرت نے جواب دیا جو عورت اپنے خاوند کی آرائش اور درستی کے لئے کوئی چیز اٹھا کر رکھتی ہے، اس کے عوض اس کو ایک نیکی کا ثواب ملتا ہے اور اس کا ایک گناہ معاف کر دیا جاتا ہے اور ایک درجہ بلند کر دیا جاتا ہے اور جو حاملہ عورت حمل کی کوئی تکلیف برداشت کرتی ہے اس کے لئے قائم اللیل او صائم النہار اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والا اجر ملتا ہے اور جب اسے دَرد زہ لاحق ہوتا ہے تو ہر دَرد کے عوض اس کو ایک جان (غلام) آزاد کرنے کا ثواب ملتا ہے اور جب بچہ ماں کے پستان سے دودھ کی چُسکی لیتا ہے تو ہر چُسکی کے عوض اس عورت کو اس قدر ثواب ملتا ہے جتنا غلام کو آزاد کرنے کا۔ جب عورت اپنے بچہ کا دودھ چھڑاتی ہے تو آسمان سے ندا آتی ہے کہ اے عورت تو نے ماضی کے سب کام پورے کر دیئے اب جو زمانہ باقی ہے اس کا کام شروع کر۔ (یعنی پچھلی زندگی کے سارے گناہ معاف ہو گئے اب از سرِ نو زندگی شروع کر)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ سُن کر عرض کیا یا رسول اللہ مَردوں کے ثواب کا کیا حال ہے، عورتوں کو تو اس قدر ثواب کا حقدار بنا دیا گیا؟ یہ سوال سنکر حضور نے تبسم فرمایا اور ارشاد کیا کہ جو مرد اپنی بیوی کا ہاتھ اس کو بہلانے کے لئے پکڑتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے ایک نیکی لکھتا ہے۔ جب مرد پیار سے عورت کے گلے میں ہاتھ ڈالتا ہے اس کے حق میں دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور جب وہ عورت کے ساتھ مباشرت کرتا ہے تو دنیا و مافیہا سے بہتر ہوجاتا ہے۔ اور جب غسل (جنابت) کرتا ہے تو بدن کے جس بال پر سے پانی گزرتا ہے اس ہر بال کے عوض اس کی ایک نیکی لکھی جاتی ہے اور ایک گناہ کم کر دیا جاتا ہے اور ایک درجہ اونچا کر دیا جاتا ہے اور غسل کے عوض جو کچھ ثواب اس کو دیا جائے گا وہ دنیا اور مافیہا سے بہتر ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اس پر فخر کرتا ہے اور فرشتوں سے کہتا ہے کہ میرے بندے کی طرف دیکھو کہ اس سرد رات میں غسل جنابت کے لئے اٹھا ہے۔ اسے میرے پروردگار ہونے کا یقین ہے۔ تم بھی اس بات پر گواہ رہنا کہ میں نے اس کو بخشدیا۔

ابن مبارکؒ بن فضالہ نے امام حسین رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا، عورتوں کے ساتھ بھلائی کرنے کی میری وصیت مانو وہ تمہارے پاس قیدی ہیں۔ خود مختار نہیں ہیں، تم نے ان کو اللہ تعالیٰ کی امانت کے طور پر حاصل کیا ہے اور اللہ کے حکم سے ان کی شرمگاہوں کو اپنے لئے حلال بنایا ہے۔

عَبدۃ بن کثیر نے بحوالہ عبداللہ، ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا میری اُمت کے مردوں میں بہترین مرد وہ ہے جو اپنی عورتوں کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہے اور میری اُمت کی عورتوں میں سب سے بہتر وہ عورت ہے جو اپنے شوہر کے ساتھ اچھا سلوک کرتی ہے۔ ایسی عورت کو رات دن میں ایسے ایک ہزار شہیدوں کا ثواب ملتا ہے، جو خدا کی راہ میں صبر کے ساتھ شہید ہوتے ہیں اور اس کے اجر کی اُمید اللہ سے رکھتے ہیں۔ ان عورتوں میں سے ہر عورت جنت کی حورعین پر ایسی ہی ...

فضیلت رکھی ہے جیسی محمدؐ کو تم میں سے ادنیٰ مرد پر۔ میری امت کی عورتوں میں وہ عورت سب سے بہتر ہے جو اپنے شوہر کی اس کی خواہش کے مطابق فرمانبرداری کرتی ہے، گناہ کے کاموں کے سوا۔ فرمایا! میری اُمّت کے مَردوں میں بہتر وہ مَرد ہے جو اپنے اہل کے ساتھ اسی طرح مہربانی سے پیش آتا ہے جس طرح ایک ماں اپنے بچّے کے ساتھ، ایسے مرد کے لئے ہر دن رات میں صبر و شکر کے ساتھ اللہ کی راہ میں شہید ہونے والے سو مَردوں کا ثواب لکھا جاتا ہے۔ اس موقع پر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ کیا بات ہے کہ عورت کو ہزار شہیدوں کا ثواب اور مرد کو سو شہیدوں کا ثواب ہے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ تم کو نہیں معلوم کہ اَجر اور ثواب میں عورت مرد سے بڑھکر اور افضل ہے۔ جنّت میں اللہ تعالیٰ مَرد کے درجات میں مزید درجات کا اضافہ اس لئے فرمائے گا کہ اس کی بیوی اس سے خوش ہے اور اس کے لئے دعا کرتی ہے۔ کیا تم کو نہیں معلوم کہ عورت کے لئے شرک کے بعد سب سے بڑا گناہ شوہر کی نافرمانی ہے، خبردار کمزوروں کے حق کی بابت اللہ سے ڈرتے رہو۔ اللہ تعالیٰ تم سے ان دونوں کے بارے میں باز پرس کریگا۔ یتیم اور عورت جس نے ان دونوں سے بھلائی کی وہ اللہ اور اسکی رضامندی تک پہنچ گیا اور جس نے ان دونوں سے برائی کی وہ اللہ کے غضب کا سزاوار ہوگیا۔ شوہر کا حق بیوی پر ایسا ہے جیسا میرا حق تم پر ہے جس نے میری حق تلفی کی اس نے اللہ کا حق ضائع کیا اور وہ اللہ کے غضب میں مبتلا ہو کر لوٹا، اس کا ٹھکانہ جہنّم ہے اور جہنم بہت بُری جگہ ہے۔

حضرت جابرؓ بن عبداللہؓ کے حوالہ سے حضرت ابو جعفرؓ بن محمدؓ بن علیؓ نے بیان کیا کہ میں اور چند بزرگ صحابہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک عورت آئی اور سلام کہکر آپ کے سرہانے کھڑی ہوگئی اور عرض کیا یا رسول اللہ! یہاں سے کافی مسافت پر کچھ عورتیں ہیں میں ان کی طرف سے ایلچی (نمائندہ) بن کر آپ کی خدمت آئی ہوں اور ان کی طرف سے یہ پیغام لائی ہوں کہ مردوں اور عورتوں کا رَب اللہ تعالیٰ ہے، آدم (علیہ السلام) مَردوں کے باپ تھے اور عورتوں کے بھی، حوّا مردوں کی بھی ماں تھیں اور عورتوں کی بھی، مَرد جب راہِ خدا میں مارے جاتے ہیں تو وہ اپنے رب کے پاس زندہ رہتے ہیں اور ان کو وہاں ... روزی دی جاتی ہے اور زخمی ہوجاتے ہیں تب بھی ان کے لئے ایسا ہی ثواب ہے جیسا کہ آپ آگاہ ہیں اور ہم مَردوں پر (بندھی) بیٹھی رہتی ہیں اور ان کی خدمت میں مشغول رہتی ہیں تو کیا ہمارے لئے بھی کچھ اَجر ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری طرف سے عورتوں کو سلام کہنا اور ان سے کہنا کہ شوہر کی اطاعت اور اس کے حق کا اقرار مَردوں کے جہاد کے ثواب کے برابر ہے، مگر تم میں سے کم عورتیں ایسا کرتی ہیں۔

حضرت ثابتؓ بن انسؓ کا بیان ہے، مجھے عورتوں نے رسول اللہ کی خدمت میں بھیجا، میں نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عورتوں کی طرف سے عرض کیا، یارسول اللہ! کیا مَرد بزرگی میں بڑھ گئے اور خدا کی راہ میں جہاد کرنے کا اَجر پا گئے ہم عورتوں کے لئے کسی ایسے عمل کا تذکرہ نہیں ہے جس کے باعث ہم اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والوں کے عمل کی برابری کر سکیں۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا! گھر میں بیٹھ کر تم میں سے ہر ایک کا کام کاج کرنا خدا کی راہ میں جہاد کرنے والوں کے عمل کے برابر ہے۔

حضرت عمران بن حصینؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہؐ سے دریافت کیا گیا! کیا عورتوں پر بھی جہاد فرض ہے فرمایا ہاں! ان کا جہاد غیرت ہے، وہ اپنے نفسوں سے جہاد کرتی ہیں۔ پس اگر وہ صبر کریں تو وہ جہاد کرنے والی ہیں، اور اگر وہ (روزی کی کمی و بیشی پر) راضی رہیں گی تو وہ گویا جہاد کی تیاری کرنے والی ہیں پس عورتوں کے لئے دوہرا اَجر ہے لہٰذا مرد اور عورت دونوں کے لئے مناسب ہے

کہ وہ ثواب ملنے پر عقیدہ رکھیں۔ میاں بیوی پر لازم ہے کہ عقد اور جماع کے وقت اس ثواب پر بھی اعتقاد رکھیں جس کا ذکر حدیث میں آچکا ہے۔

زوجین کے حقوق میاں بیوی میں سے ہر ایک کا حق دوسرے پر واجب ہے اس کا ثبوت اس آیت سے ہوتا ہے وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ جیسا (تمہارا) حق عورتوں پر ہے ایسا ہی ان کا حق بھی (مردوں پر) ہے' یہ بات اس لئے ہے کہ دونوں اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار بن جائیں۔ عورت کو یہ اعتقاد بھی رکھنا چاہیئے کہ اس کے لئے انتظام خانہ داری اور شوہر کی اطاعت جہاد سے بہتر ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے۔ حضور نے ارشاد فرمایا، عورت کے لئے شوہر یا قبر سے بہتر کوئی چیز نہیں ہے۔ حضور نے یہ بھی ارشاد فرمایا مسکین ہے' مسکین ہے وہ مرد جس کی بیوی نہ ہو' عرض کیا گیا یا رسول اللہ خواہ وہ (مرد) غنی ہو آپ نے ارشاد فرمایا ہاں اگرچہ وہ مال کے لحاظ سے غنی ہو' پھر ارشاد فرمایا مسکین ہے' مسکین ہے وہ عورت جس کا شوہر نہ ہو' عرض کیا گیا خواہ وہ مالدار ہو' حضور نے فرمایا اگرچہ مال کے لحاظ سے غنی ہو۔

نکاح جمعرات یا جمعہ کو کرنا مستحب ہے' صبح کی بجائے شام کے وقت نکاح کرنا اولیٰ و افضل ہے' ایجاب قبول سے پہلے خطبۂ نکاح پڑھنا مسنون ہے اگرچہ بعد میں بھی پڑھ جا سکتا ہے۔

نکاح میں اختیار ہے کہ خود کرے یا وکیل کی معرفت کرے' نکاح ہو چکے تو حاضرین کے لئے یہ الفاظ کہنا مستحب ہیں :-

بَارَكَ اللهُ لَكَ وَبَارَكَ عَلَيْكَ وَجَمَعَ بَيْنَكُمَا فِي خَيْرٍ وَعَافِيَةٍ ہ (اللہ تم کو برکت دے اور تم پر اپنی رحمت نازل فرمائے، نیکی اور تندرستی کے ساتھ تم کو اکٹھا رکھے۔)

نکاح کے بعد نکاح کے بعد اگر عورت کے گھر والے مہلت طلب کریں۔ تو ان کو مہلت دے دی جائے تاکہ اس مدت میں وہ دلہن کا سامان درست کرلیں (جہیز' سامان آرائش اور زیورات وغیرہ)۔

جب عورت مرد کے گھر آئے تو اس روایت پر عمل کریں جس کے راوی حضرت عبد اللہ بن مسعود ہیں' وہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے ان سے بیان کیا کہ میں نے ایک دوشیزہ سے نکاح کرلیا ہے اور مجھے ڈر ہے کہ وہ مجھے پسند نہیں کرے گی یا نہ کرے، حضرت عبد اللہ نے فرمایا الفت اللہ کی طرف سے ہوتی ہے اور نفرت شیطان کی جانب سے! جب تم بیوی کے پاس جاؤ تو سب سے پہلے اس کو کہو کہ وہ تمہارے پیچھے دو رکعت نماز پڑھے نماز کے بعد تم اس طرح دعا کرنا!

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لِي فِي أَهْلِي وَبَارِكْ لِأَهْلِي فِيَّ، اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِي مِنْهُمْ وَارْزُقْهُمْ مِنِّي اَللّٰهُمَّ اجْمَعْ بَيْنَنَا إِذَا جَمَعْتَ فِي خَيْرٍ وَفَرِّقْ بَيْنَنَا إِذَا فَرَّقْتَ إِلَى خَيْرٍ ہ

الٰہی! میرے لئے میرے اہل میں برکت عطا فرما، مجھ سے میرے اہل کے لئے برکت دے' اے اللہ مجھے اس سے اور اس کو مجھ سے روزی دے یا اللہ جب تو ہم کو یکجا کرے یا الگ کرے تو حصول خیر ہی کے لئے کرنا۔

جب بیوی سے مباشرت کرے تو یہ دعا پڑھے۔

بِسْمِ اللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ، اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً إِنْ قَدَّرْتَ أَنْ تُخْرِجَ مِنْ صُلْبِي اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنِي الشَّيْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ

عالی مرتبہ عظمت والے اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں: الٰہی اگر تو نے مقدر کیا ہے کہ میری پشت سے کوئی اولاد برآمد ہو تو اس کو پاکیزہ نسل بنا! الٰہی شیطان کو مجھ سے دور رکھ اور جو اولاد تو مجھے روزی کرے اس

سے بھی شیطان کو دور رکھ۔

جماع سے فراغت کے بعد بغیر لب ہلائے دِل میں یہ دعا پڑھے۔

بِسْمِ اللّٰهِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّصِهْرًا وَكَانَ رَبُّكَ قَدِیْرًا ؕ

بسم اللہ: اس اللہ کے لئے تعریف ہے جس نے آدمی کو پانی سے پیدا کیا پھر اس کے لئے (باہم محبت پیدا کرنے کے لئے) رشتہ اور سسرال کو بنایا اور تیرا رب ہر شے پر قادر ہے۔

اس مضمون کی اصل وہ حدیث ہے جو کریب نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم اپنی بیوی کے ساتھ یکجا ہونے کا ارادہ کرو تو کہو "اے اللہ ہمیں اور اس بچے کو جو ہمیں عطا کرتا ہے، شیطان سے دور رکھنا؛ اگر ان کے مقدر میں بچہ کی ولادت ہے تو شیطان اس بچے کو کبھی ضرر نہیں پہنچا سکیگا۔

حمل کے زمانے میں حمل ظاہر ہونے پر مَرد کو لازم ہے کہ عورت کی غذا کو حرام اور حرام کے شبہ سے بھی پاک رکھے تاکہ بچے کی پیدائش اس بنیاد پر ہو کہ شیطان کی وہاں تک رسائی ہی نہ ہوسکے، بلکہ زیادہ بہتر یہ ہے کہ حلال کی غذا، کی پابندی زفاف (اوّل روز کی مباشرت) ہی سے کی جائے تاکہ وہ خود اور اس کی بیوی اور بچے (پیدا ہونے والے) دنیا میں شیطان کی دسترس سے اور آخرت میں دوزخ سے محفوظ رہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِیْكُمْ نَارًا (اے ایمان والو! اپنی جانوں اور گھر والوں کو دوزخ سے بچاؤ) اس کے علاوہ بچہ نیکوکار اور والدین کا فرماں بردار اور اللہ کا مطیع ہوتا ہے اور یہ سب کچھ پاک وصاف غذا کی برکت ہے۔

جماع کے بعد جماع سے فارغ ہونے کے بعد عورت کے پاس سے ہٹ جائے اور بدن کو دھو کر نجاست دور کرے اور وضو کرے بشرطیکہ دوبارہ جماع کا قصد ہو، اگر قصد نہ ہو تو غسل کرے، ناپاکی کی حالت میں نہ سوئے ایسا کرنا مکروہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا ہی مروی ہے، البتہ اگر شدید سردی کی وجہ سے نہانا دشوار ہو یا حمام دور ہو یا پانی دور ہو یا غسل کرنے میں کچھ خوف حائل ہو تو بغیر غسل کے سو جائے اور اس وقت تک بغیر غسل رہے جب تک یہ عذر دور نہ ہو جائیں (مواقع فراہم ہوتے ہی غسل کرے)۔

جماع کے وقت جماع کے وقت قبلہ رُو نہ ہو، پوشیدہ جگہ پر مجامعت کرے (کسی کی نظر کے سامنے نہ ہو) یہاں تک کہ چھوٹے بچے کے سامنے بھی نہ ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی اپنی بیوی سے قربت کرے تو پردہ کرلے؛ بے پردہ ہوگا تو ملائکہ حیا کی وجہ سے باہر نکل جائیں گے اور شیطان آجائیں گے اب اگر کوئی بچہ ہوا تو شیطان کی اس میں شرکت ہوگی، بزرگان سلف سے منقول ہے کہ جماع کے وقت اگر بسم اللہ نہ پڑھیں تو اس صورت میں مَرد کی شرمگاہ سے شیطان لپٹ جاتا ہے اور اس مَرد کی طرح وہ بھی جماع کرتا ہے۔

جماع سے پہلے عورت کو جماع کی طرف راغب کرنا مستحسن ہے اگر ایسا نہ کیا جائے تو عورت کو ضرر پہنچنے کا اندیشہ ہے جو اکثر عداوت اور جدائی تک پہنچا دیتا ہے۔

عزل کرنا شرمگاہ سے باہر انزال کرنا جائز نہیں ہے، اگر عورت آزاد ہے تو اس کی اجازت لینا ضروری ہے اور اگر وہ کسی کی

باندی ہو تو اس کے آقا کی اجازت ضروری ہے، ہاں اگر خود اپنی باندی ہے تو اجازت لینے کی ضرورت نہیں اس کو خود اختیار ہے۔
ایک شخص نے رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ: میری ایک باندی ہے جو ہماری خدمتگار بھی ہے میں اس سے مجامعت کرتا ہوں مگر اس کا حاملہ ہونا مجھے پسند نہیں ہے، حضورؐ نے ارشاد فرمایا اگر چاہو تو عزل کر لیا کرو لیکن جو اس کے لئے مقدر ہو چکا ہے اس کو ضرور ملے گا۔

جماع سے پرہیز حیض و نفاس کی حالت میں جماع سے پرہیز کرنا چاہیئے، ایک قول کے لحاظ سے حیض کا خون ختم ہونے کے بعد غسل سے پہلے جماع نہیں کرنا چاہیئے۔ اور نفاس کی صورت میں نفاس کے چالیس روز گزرنے سے پہلے (اگر خون کا آنا بند ہو گیا ہے تب بھی) جماع نہ کرنا مستحب ہے، عورت کو اگر غسل کے لئے پانی نہ ملے تو تیمم کرلے۔ اگر حیض و نفاس کی اس مدت کے اندر جماع کیا تو ایک روایت کے بموجب ایک یا نصف دینار بطور کفارہ خیرات کرے اور دوسری روایت کے لحاظ سے (کفارہ مقرر نہیں ہے بلکہ) اللہ سے توبہ واستغفار کرے اور آئندہ ایسا نہ کرنے کا عہد کرے۔
عورت کے غیر مخصوص مقام میں جماع نہیں کرنا چاہیئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ملعون ہے وہ شخص جو عورت سے لواطت کرتا ہے۔

عورت کی خواہش جماع اگر مرد کو جماع کی خواہش نہ ہو تب بھی ترک جماع جائز نہیں ہے کیونکہ اس معاملہ میں عورت کا بھی حق ہے اور ترک جماع سے عورت کو ضرر پہنچنے کا بھی اندیشہ ہے کیونکہ عورت کی خواہش جماع مرد کی خواہش سے بہت زیادہ ہوتی ہے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا "عورت کی خواہش جماع مرد کی خواہش (جماع) سے (۹۹) درجہ زائد ہے مگر اللہ نے اس پر حیا کو مسلط فرما دیا ہے یہ بھی کہا گیا ہے کہ شہوت (خواہش جماع) کے دس حصے ہیں نو عورتوں کے لئے ہیں اور ایک مردوں کے لئے۔ بغیر عذر کے چار ماہ سے زیادہ عورت سے الگ رہنا جائز نہیں اگر چار ماہ سے زیادہ مدت گزر جائے تو عورت جدائی کا مطالبہ کر سکتی ہے۔ اگر مرد سفر میں چھ ماہ سے زیادہ رہے اور عورت اس کو وطن میں واپس بلائے اور مرد قدرت رکھنے کے باوجود جانے سے انکار کرے اس صورت میں عورت حاکم سے تفریق (علیحدگی) کی خواہش کرے تو حاکم دونوں میں تفریق کرا دے۔
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جہاد کے سفر پر جانے والوں کے لئے یہی مدت مقرر فرمائی تھی یعنی چار ماہ سفر پر رہیں چار ماہ گھر میں رہیں دو دو ماہ سفر میں آمد و رفت کے رکھے گئے تھے۔

برائی سے بچاؤ اگر غیر عورت کو دیکھ کر اس کا حسن پسند آئے (اس کی طرف رغبت ہو) تو گھر آکر اپنی بیوی سے قربت کرے تاکہ جوش شہوانی کا ہیجان ختم ہو جائے ایک روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا کہ اگر کسی کو کوئی اجنبی عورت اچھی لگے تو اپنی بیوی سے قربت کرے کیونکہ عورت کی شکل میں شیطان اس کے سامنے آنے جانے لگتا ہے۔ اگر اپنی بیوی نہ ہو تو اللہ کی طرف رجوع کرے اور اسی سے گناہ سے محفوظ رکھنے کی درخواست کرے، شیطان مردود سے اسی کی پناہ مانگے۔

راز کی باتوں کا بیان نہ کرنا اپنی بیوی سے جماع کرنے کی حالت و کیفیت کا کسی سے تذکرہ کرنا مرد کے لئے جائز نہیں، نہ عورت کے لئے جائز ہے کہ وہ کسی دوسری عورت سے اس کا ذکر کرے یہ رذالت اور چھچھورا پن ہے عقلاً

د شرعاً بھی بُرا ہے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث مروی ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مَردوں کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا کیا تم میں سے کوئی شخص ایسا ہے جو بیوی سے جماع کرتا ہے اور دروازہ بند کرلیتا ہے اور اپنے اوپر پردہ ڈال لیتا ہے اور اللہ کے حکم کے مطابق پردے میں چھپ جاتا ہے، صحابہ کرامؓ نے عرض کیا جی ہاں یا رسول اللہ ایسے لوگ ہیں، تب رسول اللہ نے فرمایا کیا تم میں کوئی ایسا شخص بھی ہے جو اپنے اس فعل کو لوگوں میں بیان کرتا پھرے کہ میں نے ایسا کیا! ویسا کیا! یہ سن کر لوگ خاموش ہوگئے، اس کے بعد حضور نے عورتوں کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا کیا تم میں کوئی عورت ایسی ہے جو (اس راز کو) بیان کرتی ہے عورتیں خاموش رہیں لیکن ایک جوان عورت نے زانو کے بل کھڑے ہوکر اور آگے بڑھکر عرض کیا یا رسول اللہ ایسی باتیں مرد بھی کرتے ہیں اور عورتیں بھی کرتی ہیں! تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مرد یا عورتیں ایسی باتیں کرتی ہیں ان کی مثال ایسی ہے کہ ایک شیطان ایک شیطانیہ سے کسی گلی میں ملا اور اس سے جماع کرلیا اور لوگ ان کو دیکھتے رہے۔ خبردار!! مَردوں کی خوشبو وہ ہے جس کی بو پھیلتی ہے رنگ ظاہر نہیں ہوتا اور عورتوں کی خوشبو ایک ایسی چیز ہے جس کا رنگ تو نمایاں ہوتا ہے مگر بو نہیں پھیلتی ؛۔

شوہر کی اطاعت گزاری

اگر کوئی مَرد اپنی بیوی کو اپنی خواہش پوری کرنے (جماع) کے لئے بلائے اور وہ نہ مانے تو وہ اللہ کی نافرمان ہوگی اور اس پر گناہ ہوگا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا" جو عورت اپنے شوہر کو اس کے کام (جماع) سے روک دیتی ہے اس پر دو قیراط گناہ ہوتا ہے اور جو مَرد اپنی عورت کی حاجت پوری نہیں کرتا اس پر ایک قیراط گناہ ہوتا ہے۔

بعض حدیثوں میں وارد ہے کہ اگر شوہر اپنی حاجت پوری کرنے کے لئے عورت کو بلائے تو اسے فوراً آجانا چاہیئے خواہ وہ تنور ہی پر کیوں نہ ہو۔ حضرت ابو ہریرہ کی روایت ہے کہ حضور نے ارشاد فرمایا:" اگر تم میں سے کوئی اپنی بیوی کو بستر پر بلائے اور وہ نہ آئے اور مرد تمام رات غم اور غصے میں بسر کرے تو فرشتے صبح تک اس عورت پر لعنت بھیجتے رہتے ہیں۔

شوہر کا مرتبہ

قیس بن سعدؓ کا بیان ہے کہ میں حیرہ گیا وہاں میں نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ اپنے بادشاہ کو سجدہ کرتے ہیں، جب میں مدینہ (منورہ) لوٹ کر آیا اور خدمت گرامی میں حاضر ہوا تو میں نے کہا یا رسول اللہ! آپ تو سجدہ کئے جانے کے زیادہ مستحق ہیں، حضور نے ارشاد فرمایا بتاؤ اگر تم میری قبر کی طرف سے گزرو گے تو کیا میری قبر کو سجدہ کروگے؟ میں نے عرض کیا نہیں! فرمایا تو ایسی صورت میں مجھے بھی سجدہ نہ کرو، پھر حضور نے فرمایا اگر میں چاہتا کہ کسی کو سجدہ کیا جائے تو میں عورتوں کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہروں کو سجدہ کیا کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے عورتوں پر مَردوں کے بہت سے حقوق مقرر فرمائے ہیں

عورتوں کے حقوق

حکیم بن معاویہ قشیریؒ کہتے ہیں کہ میرے والد نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ ہم پر ہماری بیوی کا کیا حق ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! جب تم کھانا کھاؤ تو عورت کو بھی اپنے ساتھ کھلاؤ۔ تم پہنو تو اسے بھی پہناؤ!: (مارتے) اس کے چہرے کو نہ بگاڑو، اس سے علیحدگی اختیار نہ کرو، اگر عورت نشوز! (قربت و مجامعت سے انکار) پر اڑی ہوئی ہے یا راضی بھی ہو تو جھگڑے اور ناگواری کے ساتھ تو اول شوہر اس کو نصیحت کرے، اللہ کے عذاب سے ڈرائے اگر وہ پھر بھی اپنی ضد پر قائم رہے تو خوابگاہ میں اس کو تنہا چھوڑ دے اور (تین روز سے کم تک) کلام کرنا بھی ترک کردے اس طرح اگر وہ باز آجائے تو فبہا ورنہ پھر اس کو مارنے کا حق ہے لیکن اس طرح کہ ضرب کا نشان نہ اُبھرے، دُرّے یا کوڑے نہ مارے کیونکہ عورت کو مارنے سے

غرض اس کا ہلاک کرنا نہیں ہے بلکہ مقصد یہ ہے کہ وہ سرتابی سے باز آجائے اور فرماں پذیر بن جائے۔ اگر اس طرح بھی وہ باز نہ آئے تو پھر عورت اپنے قرابت داروں سے ایک شخص اور مرد اپنے عزیزوں سے ایک شخص کو اپنا وکیل اور پنچ مقرر کریں اور دونوں پنچ معاملہ غور کریں اور جیسی مصلحت ہو خواہ صلح یا تفریق مال کے ساتھ ہو یا بغیر مال کے اپنا فیصلہ دے دیں۔ ان کا فیصلہ زوجین کے لئے قطعی ہوگا۔ (دونوں کو اس کی تعمیل کرنا ہوگی)

دعوتِ ولیمہ

دعوت ولیمہ کب کرنا چاہئے

شادی کا ولیمہ مستحب ہے، سنت یہ ہے کہ کم از کم ایک بکری ذبح کی جائے، ولیمے میں ہر قسم کا کھانا دینا جائز ہے (یعنی کسی کھانے کی تخصیص نہیں ہے) اگر پہلے دن ولیمہ کی دعوت دی جائے تو قبول کرنا واجب ہے دوسرے دن کی دعوت قبول کرنا مستحب ہے اور تیسرے دن مباح مگر تیسرے دن کی دعوت قبول کرنا ایک طرح کا سُبک پن ہے۔

کم از کم ایک بکری ذبح کرنے کی دلیل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمٰن سے فرمایا تھا کہ ولیمہ کرو خواہ ایک ہی بکری کا ہو، حضور نے (اس سلسلہ میں) یہ بھی فرمایا تھا کہ اول دن ولیمہ کرنا حق ہے، دوسرے دن ولیمہ کرنا شہرت اور اس کے بعد سُبکی کا باعث۔

حضرت ابن عمرؓ سے یہ حدیث مروی ہے کہ حضور نے فرمایا جس کو شادی کے دن ولیمہ کی دعوت دی جائے وہ قبول کرلے، اگر روزہ نہ ہو تو کھانا کھائے، روزہ دار ہو تو بغیر کھائے واپس چلا آئے (شرکت بہرحال کرے)۔

نکاح میں چھوہارے لٹانا

نکاح کے بعد چھوہارے لٹانا مکروہ ہے کیونکہ اس میں چھچھورا پن ہے، کم ظرفی اور سفلہ پن کا انداز پایا جاتا ہے، لوٹ ہی حرصِ نفس ہے اس لئے اس سے بچنا اولیٰ ہے اور از روئے تقویٰ و پرہیزگاری اس کو ترک کرنا ہی مناسب ہے مگر ایک دوسری روایت میں اس کو مکروہ نہیں بتایا گیا ہے کیونکہ روایت میں آیا ہے کہ حضور نے ایک اونٹ کی قربانی فرائی اور غریبوں اور مسکینوں کو بلا کر فرمایا جو چاہے اس کا گوشت کاٹ کرلے جائے، نچھاور میں اور اس میں کوئی فرق نہیں ہے سب سے بہتر یہ ہے کہ حاضرین میں تقسیم کر دے اس لئے کہ یہ فعل زیادہ پسندیدہ، نہایت حلال اور پرہیزگارانہ عمل ہے۔

نکاح کا طریقہ

نکاح کا طریقہ اور شرائط

نکاح کے شرائط یہ ہیں کہ پہلے ولی عادل موجود ہو، گواہ بھی عادل ہوں۔ زوجین ہم کفو بھی ہوں، کوئی مرتد نہ ہو، عورت عدت میں نہ ہو، غرض کوئی مانع نہ ہو، نکاح کرنے والا عورت سے نکاح کی رضامندی حاصل کرے، بشرطیکہ اس پر جبر نہ کیا گیا ہو یہ شرط اس صورت میں ہے کہ عورت رانڈ ہو یا ایسی باکرہ جس کا باپ زندہ نہ ہو، اس کے طرفداروں نے اس کو مہر کی تعداد بتا دی ہو۔

جب عورت اذن دیدے تو نکاح خواں خطبۂ نکاح، پڑھے اور اللہ سے خود بھی استغفار کرے۔ مستحب یہ ہے کہ عورت

کے ولی سے خطبہ پڑھوایا جائے پھر ولی کو چاہیئے کہ نکاح کرنے والے سے کہے کہ میں نے اپنی لڑکی یا بہن (جیسی بھی صورت ہے) تیرے نکاح میں دی ہے جس کا نام یہ ہے، اس کے بعد طے شدہ مقدار مہر کی بتائے، اس کے جواب میں ناکح کہے کہ میں نے یہ نکاح قبول کیا۔ جو شخص عربی نہیں جانتا اس کا نکاح اسی کی زبان (مادری زبان) میں پڑھایا جائے۔ جو شخص اچھی طرح عربی نہیں جانتا نکاح کے لئے اس کا عربی سیکھنا ضروری ہے یا نہیں اس سلسلہ میں دو قول ہیں۔ ایک روایت ہے ناکح کو عربی زبان سیکھنا لازم ہے۔ اور دوسری روایت میں لازم نہیں ہے۔

خطبۂ نکاح

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا خطبہ پڑھنا مستحب ہے، ایک روایت میں آیا ہے کہ امام احمد بن حنبلؒ نکاح کی مجلس میں جاتے اور اگر وہاں حضرت عبداللہ بن مسعود کا خطبہ نہیں پڑھا جاتا تو آپ اس مجلس کو چھوڑ کر چلے آتے۔ مجھے (صاحب غنیۃ الطالبین) حضرت ابن مسعود کا خطبہ مندرجہ ذیل سلسلۂ روایت سے پہنچا ہے۔

شیخ امام ہبۃ اللہ بن مبارک بن موسیٰ سقطی نے بغداد میں بحوالۂ قاضی مظفر ہناد بن ابراہیم بن محمد بن نصر نسفی بیان فرمایا قاضی مظفر نے بحوالۂ قاضی ابو عمر قاسم بن جعفر بن عبدالواحد ہاشمی بصری بیان فرمایا اور قاضی ابو عمر نے بحوالۂ محمد بن احمد لولوی سے اور لولویؒ نے بحوالۂ ابو داؤد اور ابو داؤد نے بحوالۂ محمد بن سلیمان انباری مفتی اور محمد بن سلیمانؒ نے بحوالہ وکیعؒ اور وکیع نے اسرائیل سے سنا اور اسرائیل نے ابو اسحاق سے اور ابو اسحاق نے ابی الاحوص سے بحوالۂ ابو عُبیدہؓ اور ابو عبیدہ نے بحوالۂ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیان کیا۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ نے ہم کو یہ خطبہ نکاح سکھایا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِی اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ ۝ یٰاَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَۃٍ وَّخَلَقَ مِنْھَا زَوْجَھَا (زوجہ کا نام لے) وَبَثَّ مِنْھُمَا رِجَالًا کَثِیْرًا وَّنِسَآءً ..... وَاتَّقُوا اللّٰہَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِہٖ وَالْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلَیْکُمْ رَقِیْبًا ۝ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا یُّصْلِحْ لَکُمْ اَعْمَالَکُمْ وَیَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا ۝

(ترجمہ) اللہ کے لئے ہی تمام تعریفیں ہیں، ہم اسی کی حمد و ثنا کرتے ہیں اور اسی سے مدد مانگتے ہیں اور اسی سے معافی چاہتے ہیں۔ اپنے نفسوں اور اپنی بداعمالیوں سے اس کی پناہ مانگتے ہیں، جس کو وہ ہدایت کرے اس کو کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جس کو وہ گمراہ چھوڑ دے اس کو راہ راست پر لانے والا کوئی نہیں ہے میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، اے لوگو۔ اپنے اس رب سے ڈرو جس نے تم کو ایک شخص سے پیدا کیا۔ اسی سے اسکے جوڑے کو پیدا کیا اور دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پیدا کیں اور اللہ سے ڈرو جس کے واسطے سے تم سوال کرتے ہو ارشتہ مانگتے ہو، صلہ رحمی کے قطع کرنے سے بچتے رہو بلا شبہ اللہ تعالیٰ نگراں ہے اے اہل ایمان! اللہ سے ڈرو اور سچی بات کہو، اللہ تمہارے اعمال تمہارے لئے درست کر دے گا اور تمہارے گناہ معاف فرما دے گا، جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانے گا اس کو بڑی کامیابی حاصل ہوگی۔

مستحب ہے کہ اس کے بعد یہ پڑھے۔

وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَ اِمَآئِكُمْ اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ٥

اپنی رانڈوں اور نیکوکار غلاموں اور باندیوں کا نکاح کردو، اگر وہ مسکین ونادار ہیں تو اللہ اپنے فضل سے ان کو غنی کردیگا۔ اللہ بڑی کشائش والا ہے اور خوب جاننے والا ہے، وہ جس کو چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے

اس مذکورہ خطبہ کے علاوہ اگر کوئی یہ خطبہ پڑھے تو اس کا پڑھنا بھی جائز ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْمُتَفَرِّدِ بِاٰلَائِهٖ الْجَوَادِ بِاِعْطَائِهٖ الَّذِیْ تَجَلّٰی بِاَسْمَائِهٖ الْمُتَوَحِّدِ بِکِبْرِیَائِهٖ لَا یَصِفُ الْوَاصِفُوْنَ صِفَتَهٗ وَلَا یَبْلُغُ النَّاعِتُوْنَ حَقَّ نَعْتِهٖ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْوَاحِدُ الصَّمَدُ الْمَعْبُوْدُ لَیْسَ کَمِثْلِهٖ شَیْءٌ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ، تَبَارَكَ اللّٰهُ الْعَزِیْزُ الْغَفَّارُ بَعَثَ مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِالْحَقِّ نَبِیًّا صَفِیًّا بَرِیًّا مِنَ الْعَاهَاتِ کُلِّهَا نَبَّلَغَ مَا اُرْسِلَ بِهٖ سِرَاجًا زَاهِرًا وَنُوْرًا سَاطِعًا صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَعَلٰی اٰلِهٖ اَجْمَعِیْنَ ثُمَّ اِنَّ هٰذِهِ الْاُمُوْرَ کُلَّهَا بِیَدِ اللّٰهِ یَقْضِیْهَا فِیْ طَرَائِقِهَا وَیُمْضِیْهَا فِیْ حَقَائِقِهَا لَا مُقَدِّمَ لِمَا اَخَّرَ وَلَا مُؤَخِّرَ لِمَا قَدَّمَ وَلَا یَجْتَمِعُ اِثْنَانِ اِلَّا بِقَضَائِهٖ وَقَدَرِهٖ وَلِکُلِّ قَضَاءٍ قَدَرٌ وَلِکُلِّ قَدَرٍ اَجَلٌ وَلِکُلِّ اَجَلٍ کِتَابٌ یَمْحُوا اللّٰهُ مَا یَشَآءُ وَیُثْبِتُ وَعِنْدَهٗ اُمُّ الْکِتٰبِ ٥

اللہ تعالیٰ کے لئے ثنا ہے جو اپنے انعامات میں یگانہ ویکتا اور بخشش میں بڑا سخی ہے، اپنے ناموں سے ممتاز ہے۔ اپنی بزرگی میں یکتا و اکیلا ہے، بیان کرنے والے اس کی شان بیان نہیں کرسکتے اور نہ اس کی صفات کا اظہار کرنے والے حق نعت ادا کرسکتے ہیں۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ واحد بے نیاز ہے، وہی معبود ہے، اس کے مثل کوئی چیز نہیں، وہ خوب سنتا اور دیکھتا ہے، بابرکت ہے، وہ اللہ جو غالب ہے اور گناہوں کا بخشنے والا ہے اس نے محمد کو برحق، برگزیدہ اور خرابیوں سے پاک نبی بنا کر بھیجا، آپ روشن چراغ اور چمکتا دمکتا نور تھے، آپ نے وہ پیغام پہنچا دیا جس کے پہنچانے کے لئے آپ بھیجے گئے تھے، آپ پر اور ان کی تمام آل پر درود و سلام ہو۔ یہ تمام امور اللہ کے ہاتھ میں ہیں، وہی انکے راستوں پر ان کو چلاتا اور مناسب مقامات پر جاری فرماتا ہے وہ جس چیز کو پیچھے کردے اس کو کوئی آگے بڑھانے والا نہیں ہے اور جس چیز کو آگے کردے اس کو کوئی پیچھے کرنے والا نہیں ہے۔ بغیر اللہ کے حکم اور تقدیر کے دو بھی جمع نہیں ہوسکتے، ہر فیصلے کا پہلے سے اندازہ ہے اور ہر اندازے کی ایک مدت لکھی ہوئی ہے۔ اللہ جس تحریر کو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے جس کو چاہتا ہے باقی رکھتا ہے۔ اسی کے پاس اصل کتاب ہے۔

خطبہ پڑھنے کے بعد کہے کہ اللہ کے حکم اور اس کی قضا و قدر کے مطابق فلاں بن فلاں (نام لے) تمہاری خاتون (بہن یا بیٹی) سے نکاح کرنا چاہتا ہے اور برغبت خاطر تمہاری اس خاتون سے نکاح کرنے آیا ہے۔ یہ مقررہ مہر بھی ادا کرچکا ہے پس تم اس درخواست گزار سے جو نکاح کا طالب ہے نکاح کردو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ٥

خطبہ سے فارغ ہونے کے بعد مذکورہ بالا طریقہ سے نکاح باندھ دے۔

ل تم اپنی رانڈوں، غلاموں اور باندیوں میں سے جو نیک ہیں ان کو نکاح کردو اگر وہ محتاج ہیں تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے انہیں مالدار کردیگا۔ یقیناً اللہ کشائش والا اور جاننے والا ہے

باب ٦

بھلائی کا حکم
اور
برائی کی ممانعت
اَلْاَمْرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْيُ عَنِ الْمُنْكَرِ

اوامر و نواہی اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں بھلائی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے والوں کا ذکر کیا ہے اور ان کی تعریف اس طرح فرمائی ہے۔ اَلْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحَافِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ (بھلائی کا حکم دینے والے، برائی سے روکنے والے ہی اللہ کی قائم کردہ حدود کی نگرانی کرنے والے ہیں)

دوسری آیت میں اس طرح ارشاد باری ہے۔ كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ (تم لوگوں کی ہدایت کے لئے بہترین گروہ بنا کر بھیجے گئے ہو۔ بھلائی کا حکم دیا ہو اور برائی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔)

ایک اور آیت میں اس طرح فرمایا گیا ہے " وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ (مومن مرد اور مومن عورتیں باہم ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں۔

ایک روایت میں آیا ہے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا تم قطعاً بھلائی کا حکم دو اور بری باتوں کی ممانعت کرو ورنہ اللہ تعالیٰ تمھارے نیکوں پر تمھارے بروں کو ضرور مسلط کردیگا۔ پھر نیک لوگ دعا کرینگے مگر ان کی دعا قبول نہ ہوگی۔

حضرت سالمؒ بن عبداللہ حضرت عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا: "اچھی باتوں کا حکم دو اور بری باتوں سے روکو قبل ازیں کہ تمھارے نیک لوگوں کی دعائیں قبول نہ ہوں اور تم استغفار کرو مگر تمھیں معاف نہ کیا جائے، خوب سمجھ لو کہ اچھائی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا نہ رزق کو دور کرتا ہے، نہ عمر کی مدت کو کم کرتا ہے۔ خوب سُن لو! کہ یہودی علماء اور عیسائی عابدوں نے نیکی کا حکم دینے اور بدی سے روکنا جب ترک کردیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے پیغمبروں کی زبان سے ان پر لعنت بھیجی اور سب کو مصیبت میں ڈال دیا۔

ہر مسلمان آزاد عاقل، بالغ پر جو معروف اور منکر سے واقف ہو (یعنی عالم ہو) لازم ہے کہ لوگوں کو اچھی اور نیک باتوں کا حکم دے اور بری باتوں سے روکے اگر منع کرنے کی طاقت رکھتا ہو، اور ایسا کرنے سے کوئی ایسا بگاڑ اور فساد پیدا نہ ہو جس سے اسے اس کے مال یا اس کے اہل و

عیال کو کوئی نقصان پہنچے' ان احکام کے پہنچانے کے لئے کوئی تخصیص نہیں حاکم ہو یا عالم، خلیفہ (حاکم وقت) ہو یا عام رعیت کا کوئی فرد ہو۔
ہم نے بدی کے ساتھ علم اور اس سے قطعی طور پر آگاہی کی جو شرط لگائی ہے اس کی بنیاد یہ ہے کہ بغیر علم گناہ میں مبتلا ہو جانے کا اندیشہ ہے
اس لئے کہ بدی سے منع کرنے والا محفوظ نہیں کہ اس نے جو گمان کیا ہے ممکن ہے کہ حقیقت اس کے خلاف ہو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "مسلمانو!
بہت بدگمانی کرنے سے بچو بیشک بعض بدگمانی گناہ ہے"۔

پردہ دری کسی پر جو بات پوشیدہ ہے اس کا اظہار اس پر واجب نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے لا تجسّسوا (ٹوہ میں مت رہا کرو)، بدی سے روکنے والے کا فرض ہے کہ جو بدی ظاہر میں ہو صرف اسی کو دور کرے اور اسے ترک کرنے کی تلقین کرے جو بدی پوشیدہ ہے اسے پردے ہی میں رہنے دے۔

منع کرنے پر قدرت نیکی کا حکم کرنے کے لئے طاقت کی شرط اس لئے لگائی گئی ہے کہ رسول اللہ کا ارشاد ہے "اگر کسی قوم میں کوئی شخص گناہ کر رہا ہے اور لوگ اس کو بدلنے کی قدرت رکھتے ہوں اور اس کو نہ بدلیں (نہ روکیں) تو اللہ کی طرف سے توبہ کرنے سے پہلے ہی عذاب نازل ہو جاتا ہے۔ اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قدرت و طاقت کی قید (شرط) لگائی ہے اور قدرت اس وقت حاصل ہوتی ہے جب نیک لوگوں (اہل صلاح) کا غلبہ ہو، حاکم عادل ہو اور اہل خیر کی مدد بھی حاصل ہو لیکن ایسی حالت میں جب کہ جان کا خطرہ ہو یا مال کا ضرر ہو تو باز داشت واجب نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَلَا تُلْقُوا بِاَيْدِيكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ (اپنے ہاتھوں سے اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو)۔ دوسری آیت میں ہے وَلَا تَقْتُلُوا اَنْفُسَكُمْ (خودکشی نہ کرو)۔ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا" اپنے آپ کو بے عزت کرنا مومن کے لئے زیبا نہیں" صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ کوئی خود اپنے کو کیسے بے عزت کرتا ہے؟ فرمایا! ایسی بات کے درپے نہ ہو جس کی اس کو طاقت نہ ہو، حضور نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے" جب تم ایسی بات دیکھو جس کے بدلنے پر تم قادر نہ ہو تو صبر کرو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ہی اسے بدل دے، کیونکہ وہی اُسے بدل سکتا ہے۔

پس جب کسی پر یہ ثابت ہو جائے کہ منع کرنے کی قدرت نہیں رکھتا تو اس پر منع کرنا واجب نہیں، خوف کے غالب ہونے پر یہ سوچنا کہ منع کرنا جائز ہے یا نہیں! تو ہمارے نزدیک (صاحب غنیۃ الطالبین اپنی طرف اشارہ فرماتے ہیں) منع کرنا جائز ہے بلکہ اگر مانع اُولو العزم اور صابر ہے تو اور اچھا ہے کہ اس صورت میں منع کرنا جہاد کی طرح ہے۔ اللہ تعالیٰ نے لقمان کے قصے میں فرمایا ہے" وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰى مَآ اَصَابَكَ" (اچھائی کا حکم دو، بُری بات سے روکو اور جو کچھ تم کو دکھ پہنچے اس پر صبر کرو)
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوہریرہؓ کو حکم دیا اے ابوہریرہ: نیکی کا حکم کرو اور بدی سے باز رکھو اور جو مصیبت آئے اس پر صبر کرو۔ جابر حاکم کے سامنے یا کلمہ کفر کے غلبہ کے وقت ایمان کا کلمہ زبان پر لانا روا ہے۔ ان دونوں مقامات پر اظہار حق کرنے پر فقہا کا اتفاق ہے، اختلاف کے مواقع اس سے الگ ہیں۔

منع کرنیوالوں کے گروہ امر منکر سے روکنے والے تین قسم کے ہوتے ہیں (یہ تین گروہ ہیں) اوّل بادشاہ اور حاکم جو منع کرنے کی طاقت اور قدرت رکھتے ہیں۔ (۲) زبان سے منع کرنے والے یہ علماء ہوتے ہیں۔ (۳) دل سے بُرا جاننے والے یہ عام لوگ ہیں،

۱؎ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ (حجرات)
(اے ایمان والو! بہت بدگمانی سے بچو! بیشک بعض بدگمانی گناہ ہے۔)

حضرت ابوسعید خدری روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" اگر تم میں سے کوئی شخص خلاف شرع بات دیکھے تو اسے ہاتھ سے روک دے ایسا نہ کرسکے تو زبان سے اس کو روکے اور اگر ایسا بھی نہ کرسکے تو دل سے اسے بُرا جانے یہ ضعیف ترین ایمان ہے (ایمان کا کمزور ترین پہلو) بعض صحابہؓ کا قول ہے کہ اگر کوئی شخص کوئی امر ممنوع دیکھے اور اس کو روکنے (منع) کی طاقت نہ رکھتا ہو تو تین مرتبہ کہے: الہی بلاشبہ یہ بُرا کام ہے اگر ایسا کہدے گا تو امر بالمعروف اور نہی عَن المنکر کا ثواب اس کو ملے گا۔

ظنِ غالب

اگر اس بات کا گمان غالب ہے کہ منع کرنے سے بھی برائی دور نہ ہوگی اور برائی کرنے والا اس پر جما رہے گا تو ایسی صورت میں اسے منع کرنا چاہئے یا نہیں؟ اس سلسلہ میں امام احمدؒ سے دو قول مروی ہیں ایک سے وجوب ثابت ہے کیونکہ ممکن ہے منع کرنے سے وہ باز آجائے، اس کے دل میں نرمی پیدا ہوجائے اس کو اللہ کی طرف سے توفیق مل جائے، منع کرنے والے کی سچائی کی برکت سے اس کو ہدایت مل جائے اور وہ اپنے بُرے عمل سے باز آجائے، پس گمان منع کرنے کی راہ میں حائل نہیں۔

دوسری روایت میں ہے کہ جب تک اس بات کا یقین کامل نہ ہو کہ منع کرنے سے برائی دور ہوجائے گی اس وقت تک منع کرنا واجب نہیں کیونکہ روکنے کا مقصد ہی یہ ہے کہ برائی دور ہوجائے پس اگر قوی گمان ہے کہ برائی دور نہ ہوگی تو ترک نصیحت اولیٰ ہے۔

اَمر بالمعروف اور نہی عَن المنکر کی شرائط

امر بالمعروف اور نہی عَن المنکر کی شرائط پانچ ہیں:

(۱) جس نیکی کا حکم کرتا ہے اور جس بدی سے روکتا ہے اس کا خود عالم ہو۔ (۲) اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے، دین کو قوی کرنے اور اللہ کا بول بالا کرنے کے لئے ہو۔ دکھاوٹ، شہرت اور اپنے نفس کی بیجا تعریف مقصود نہ ہو اگر منع کرنے والا سچا اور مخلص ہوگا تو اللہ کی طرف سے اس کی مدد ہوگی، توفیق خداوندی شامل حال ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے "اگر تم اللہ کے دین کی حمایت کروگے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدموں کو جما دے گا، پھر ارشاد فرمایا اللہ پرہیزگاروں اور احسان کرنے والوں کی مدد کرتا ہے" لہٰذا پس جب تم شرک سے بچوگے اور اس سے باز رکھنے میں لوگوں کا دکھاوا چھوڑ دوگے اور اخلاص کے ساتھ عمل کروگے تو تم کو کامیابی حاصل ہوگی، اس کے برعکس کیا تو بے عزتی، رسوائی، جگ ہنسائی، اور برائی علیٰ حالہ باقی رہے گی بلکہ اس میں برابر اضافہ ہوتا رہے گا، اس کا غلبہ ہوگا اور اہل معاصی اس کی طرف دوڑیں گے۔ اللہ تعالیٰ کی مخالفت، نافرمانی، ممنوعات کے ارتکاب پر جن وانس کے شیاطین اتفاق کریں گے۔

(۳) امر و نہی نرمی اور محبت کے ساتھ ہو، بدخلقی اور سختی کے ساتھ نہ ہو تاکہ نیک مقصد حاصل ہو اور بُرائی کرنے والے کو شیطان کے چنگل سے آزادی حاصل ہو جو رب کی نافرمانی کو اس کی نظر میں آراستہ کرکے لایا اور برائی کرنے والے کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا۔ اس سے شیطان کا مقصد صرف یہ تھا کہ اس گنہگار کو تباہ کردے اور دوزخ میں پہنچا دے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

إِنَّمَا يَدْعُوا حِزْبَهُ لِيَكُونُوا مِنْ أَصْحَابِ السَّعِيرِ (شیطان اپنے گروہ والوں کو دعوت دیتا ہے کہ وہ دوزخی ہوجائیں)۔

اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرکے فرماتا ہے:۔

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ لِنتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ ۝

اللہ کی کتنی رحمت ہے کہ آپ ان کے لئے نرم دل ہیں اور اگر آپ بدخلق اور سخت دل ہوتے تو یقیناً یہ لوگ آپ کے گرد وپیش سے پراگندہ ہوجاتے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کو پیغمبر بنا کر فرعون کے پاس بھیجا تو فرمایا۔

فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى ؀ — اس سے نرمی سے بات کرنا شاید وہ نصیحت قبول کرلے یا (اللہ کی نافرمانی سے) ڈر جائے۔

حضرت اسامہؓ کی روایت کردہ حدیث میں ہے، حضور نے فرمایا جب تک کسی میں یہ تین باتیں نہ ہوں، اچھائی کا حکم دینا اور بُری باتوں سے روکنا اس کیلئے زیبا نہیں، وہ تین خصلتیں یہ ہیں کہ جس بات کا حکم کرے خود اس کا عامل ہو، جس بری بات سے منع کرے اس سے اچھی طرح واقف ہو اور جو کچھ کہے نرمی اور شفقت کے ساتھ کہے۔

(۴) امر و نہی نرمی کے ساتھ کرے، وہ صابر ہو، بردبار ہو، قوتِ برداشت کا مالک ہو، متواضع، خوش خلق اور نرم مزاج ہو، اپنی نفسانی خواہشات پر قابو رکھتا ہو، طبیب ہو تاکہ بیمار کا علاج کرسکے۔ دانشمند ہو تاکہ اس کی دیوانگی دُور کرسکے۔ پیشوا اور رہنما ہو، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ہم نے ایک جماعت بنائی جو ہمارے حکم کے مطابق ہدایت کرتی۔ وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا۔ جب انھوں نے اپنی قوم کی اذیتوں کے برداشت کرنے پر اللہ کے دین کی نصرت اور اس کے غلبہ اور اس پر قائم رہنے کی خاطر صبر کیا تو اللہ نے اُن کو رہنما ہدایت کرنے والے، دین کے حکیم اور مومنوں کا سردار بنایا۔

حضرت لقمان کے قصے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ "اچھے کام کا حکم دے، بُری بات سے روک، جو کچھ تجھے (اس کے بدلہ میں) دکھ پہنچے اس پر صبر کر یہ بڑے حوصلہ کا کام ہے۔

(۵) جس نیک کام کی تلقین کرے خود بھی اس پر کاربند ہو اور جن منہیات (ممنوعات) سے دوسروں کو روکے خود بھی ان سے بچے تاکہ دوسرے لوگ اپنے فعل کے لئے اسے دلیل نہ بنائیں اور وہ اللہ کے نزدیک ذلیل اور قابل ملامت نہ ٹھہرے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ؀ — تم دوسروں کو تو نیکی کا حکم دیتے ہو مگر اپنے آپ کو بھول جاتے ہو حالانکہ تم کتاب (الٰہی) پڑھتے ہو کیا اتنا بھی نہیں سمجھتے۔

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت کردہ حدیث میں آیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "میں نے شب معراج میں کچھ لوگ دیکھے جن کے ہونٹ قینچیوں سے کاٹے جا رہے تھے، میں نے جبرئیل سے کہا یہ کون لوگ ہیں، جبرئیل نے کہا یہ آپ کی اُمت کے خطیب ہیں جو دوسروں کو نیکی کا حکم دیتے تھے مگر اپنے آپ کو بھول جاتے تھے حالانکہ وہ کتاب (الٰہی) پڑھتے تھے"۔

ایک شاعر کا قول ہے ؎

لَا تَنْهَ عَنْ خُلُقٍ وَّتَاْتِيَ مِثْلَهٗ — عَارٌ عَلَيْكَ اِذَا اَتَيْتَ عَظِيْمٌ

جس بات کو تو خود کرتا ہے اس سے دوسروں کو نہ روک — اگر ایسا کرے گا تو تیرے لئے بڑی شرم کی بات ہوگی

حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ لوگوں نے مجھ سے کہا کہ تورات (توریت) میں آیا ہے کہ اے آدم کے بیٹے تو مجھے یاد دلاتا ہے اور خود کو بھول جاتا ہے، دوسروں کو میری طرف بلاتا ہے اور خود مجھ سے بھاگتا ہے، تیرا یہ ڈرانا بیکار ہے۔ اس آخری فقرے سے مراد یہ ہے کہ جو دوسروں کو اچھے کام کا حکم دیتا ہے اور بُری بات سے روکتا ہے مگر اپنی ذات کو چھوڑ دیتا ہے اس کا نصیحت کرنا بیکار

ہے، اللہ تعالیٰ بزرگ و برتر ہے اسے خوب جانتا ہے۔

امر و نہی تنہائی میں کرنا بہتر ہے

اگر ممکن ہو تو امر و نہی تنہائی میں کرے کیونکہ تنہائی میں نصیحت کا دل پر زیادہ اثر ہوتا ہے اور آدمی بری باتوں سے بچ جاتا ہے۔ حضرت ابو الدرداء فرماتے ہیں کہ جو شخص کسی کو علیحدگی میں نصیحت کرتا ہے وہ اسے سنوارتا ہے اور جو لوگوں کے سامنے نصیحت کرتا ہے وہ گویا اس کا عیب بیان کرتا ہے۔

اگر علیحدگی میں نصیحت کرنے کا اثر نہ ہو تو ایسے شخص کو کھلم کھلا نصیحت کرنا چاہئیے اور اس سلسلہ میں دوسرے لوگوں سے بھی مدد لے، اگر یہ صورت بھی کارگر نہ ہو تو پھر حکومت کے آدمیوں سے مدد لے بہرحال غیر مشروع کاموں سے منع کرنے کا کام کسی طرح نہ چھوڑے جس قوم نے یہ روک ٹوک ختم کر دی اور اس کی طرف سے غافل ہو گئی اللہ نے اس کی مذمت کی ہے فرمایا ہے جو لوگ برُے کام کرتے تھے ان سے ایک دوسرے کو نہیں روکتے تھے وہ یہ بری حرکت کرتے تھے۔

لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنكَرٍ فَعَلُوهُ لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ۝ (جو لوگ برُے کام کرتے تھے اور آپس میں ایک دوسرے کو منع نہیں کرتے تھے وہ بہت ہی برا کام کرتے تھے)۔ دوسری آیت میں ارشاد فرمایا ہے۔

لَوْلَا يَنْهَاهُمُ الرَّبَّانِيُّونَ وَالْأَحْبَارُ عَن قَوْلِهِمُ الْإِثْمَ وَأَكْلِهِمُ السُّحْتَ لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَصْنَعُونَ ۝

درویشوں اور عالموں نے لوگوں کو جھوٹ بولنے اور حرام کھانے سے منع کیوں نہیں کیا، ان کا ایسا کرنا بہت ہی برا اور قبیح تھا،

یعنی علماء، مشائخ اور واعظوں نے ان کو بیحیائی کی باتیں کہنے، حرام کھانے اور گناہ کے کام کرنے سے کیوں نہیں روکا؟

روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یوشع بن نون پر وحی نازل فرمائی کہ "میں تمھاری قوم میں سے چالیس ہزار نیکوں اور ساٹھ ہزار بدی کرنے والوں کو ہلاک کر دوں گا"، حضرت یوشع بن نون نے عرض کیا، برُے تو خیر اپنے کئے کی سزا پاتے ہیں لیکن نیکوں کو ہلاک کرنے کی کیا وجہ ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس لئے کہ وہ میری ناراضگی پر ناراض نہیں ہوئے اور بدوں کے ساتھ کھانے پینے میں برابر کے شریک رہے۔

پانچویں شرط کی مزید توضیح و تشریح

ہم نے تبلیغ کے سلسلہ میں پانچویں شرط کے تحت بیان کیا ہے کہ برائی سے روکنے اور نیکی کی ہدایت کرنے والوں کے لئے ضروری ہے کہ خود بھی وہ ان نیکیوں کے حامل ہوں جن کی وہ تبلیغ کرتے ہیں لیکن ہمارے بزرگوں اور مشائخ کا کہنا ہے کہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر ہر شخص پر واجب ہے خواہ وہ فاسق ہو یا صالح الاعمال!! اس کے بارے میں سابقہ آیات و احادیث میں جو عموم بلا تفریق آیا ہے یعنی عام حکم دیا گیا ہے اس حکم کے ثبوت میں یہ بزرگ یہ آیت پیش کرتے ہیں۔

وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْرِي نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ (بعض لوگ ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے اپنی جانیں بیچ دیتے ہیں)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص یہ آیت پڑھ رہا تھا، میں نے کہا ہم سب اللہ کے لئے ہیں اور اس کی طرف لوٹنے والے ہیں ایک آدمی اٹھا اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے لگا، اسے اسی وقت شہید کر دیا گیا۔

ابو امامہؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے "بہترین جہاد، ظالم حاکم (بادشاہ) کے سامنے حق بات کہنا کہا ہے۔ حضرت جابرؓ بن عبد اللہ سے مروی ہے کہ حضور نے فرمایا در قیامت کے دن تمام شہیدوں میں افضل، حمزہؓ بن عبد المطلب ہوں گے اور وہ آدمی ہوگا جس نے ایک ظالم بادشاہ کے سامنے کھڑے ہوکر اس کو بھلائی کا حکم دیا اور برائی سے روکا اور بادشاہ نے اس کو قتل کرا دیا۔ جس شخص کو برُے کاموں

سے روکا جائے اور وہ اس سے باز نہ آئے تو ایسے شخص کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اَلَّذِی یَنْہیٰ عَنِ الْمُنْکَرِ وَتَاخُذُہُ الْعِزَّۃِ فَلَا یَمْتَنِعُ ہ (وہ ہے جو برائی سے رُکتا ہے اور اسے عزت پکڑ لیتی ہے مگر باز نہیں رہتا۔

ایک اور آیت میں ارشاد ہے۔

وَاِذَا قِیْلَ لَہُ اتَّقِ اللّٰہَ اَخَذَتْہُ الْعِزَّۃُ بِالْاِثْمِ ہ (اور جب اس سے کہا جائے کہ اللہ سے ڈرو تو اسے عزت، گناہ کے ساتھ پکڑ لے)

حضرت ابنِ مسعودؓ فرماتے ہیں اللہ کے نزدیک سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ کسی بندے سے کہا جائے کہ اللہ سے ڈرو اور وہ جواب دے کہ تم اپنی تو خبر لو۔ یہ حکم سب کے لئے عام ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا " اچھی بات کا حکم دو خواہ خود عمل نہ کیا ہو اور بُری بات سے روکو خواہ خود نہ رکے ہو۔ کیونکہ کوئی شخص گناہ سے خالی نہیں ہے خواہ وہ معصیت ظاہر میں ہو یا باطن میں "۔ لہٰذا اگر ہم یہ کہیں کہ برائی کی مذمت کا حق صرف اسی کو ہے جو برائی سے اجتناب کرتا ہے تو امر بالمعروف و نہی عن المنکر دشوار ہو جائے گا۔ اس طرح نصیحت کرنے کا حکم ہی مٹ جائے گا۔ اور نابود ہو جائے گا۔

نیک و بد اعمال جو بات کتاب (قرآن) و سنت (احادیث) اور عقل کے موافق ہو وہ معروف (اچھی) ہے اور جو بات اس کے خلاف ہو وہ منکر اور بدی ہے۔ معروف و منکر کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جس کا وجوب یا حُرمت عوام و خواص سب جانتے ہیں۔ جیسے پانچوں وقت کی نماز، رمضان کے روزے، زکوٰۃ، حج وغیرہ کی فرضیت، اس سے سب واقف ہیں اور زنا، شراب نوشی، چوری، رہزنی سود خواری، ڈاکہ زنی کی حُرمت (حرام ہونا) ایسے گناہوں سے روکنا عوام کے ذمہ بھی اسی طرح ہے جیسے خواص کے ذمے۔

دوسری قسم وہ ہے جسے خواص کے سوا عوام نہیں جانتے مثلاً ان باتوں پر اعتقاد جو باری تعالیٰ کے بارے میں جائز اور ناجائز ہیں۔ اس قسم میں امر بالمعروف خاص علماً کا کام ہے اور ان میں جو ممنوعات ہیں اگر کوئی عالم عوام کو اُن سے منع کرے تو انھیں اچھی طرح خبردار کر دے۔ عام آدمی کو لازم ہے اگر وہ قدرت رکھتا ہے تو اس سے باز رہے۔ عام آدمی کو جائز نہیں کہ عالم سے معلومات حاصل کرنے سے پہلے ایسے امور کا رَدّ یا انکار کرے۔

جن امور میں علماً اور فقہا کا اختلاف ہے اور اجتہاد کی گنجائش ہو ان کا رَدّ یا انکار بھی جائز نہیں جیسے امام ابو حنیفہؒ کے مقلد کا تہبند پہننا اور بغیر ولی کے عورت کا نکاح کرنا جیسا کہ امام ابو حنیفہؒ کے مذہب کا مشہور مسلک ہے تو امام احمدؒ اور امام شافعیؒ کے مقلد کے لئے اس کے خلاف آواز اٹھانا جائز نہیں۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ کسی فقیہ کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ لوگوں کو اپنے مذہب پر ابھارے اور اس سلسلہ میں، ان پر سختی کرے۔ حقیقت میں مخالفت کی آواز صرف اس صورت میں اٹھانا درست ہے جب اجماع (علماً) کے خلاف ہو رہا ہو۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ مختلف فیہ مسائل میں منع کرنا جائز ہے۔ اس سلسلہ میں میمونیؒ کی روایت میں آیا ہے کہ اگر کچھ لوگ شطرنج کھیل رہے ہوں اور کوئی شخص اُدھر سے گزرے تو ان کو منع کرے اور روکے اور ظاہر ہے کہ امام شافعیؒ کے نزدیک شطرنج کھیلنا جائز ہے

منع کرنے کے آداب ہر مومن پر واجب ہے کہ بہر حال آداب مذکورہ پر عمل کرے اور ترک نہ کرے، مروی ہے کہ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، پہلے با ادب ہو جاؤ پھر علم حاصل کرو، ابو عبداللہ بلخیؒ فرماتے ہیں کہ " ادب پہلے علم بعد میں "۔ عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں کہ جب مجھ سے بیان کیا جاتا ہے کہ فلاں عالم کو تمام اگلوں اور پچھلوں کے برابر

علم ہے تو مجھے اُس سے ملاقات نہ ہونے کا افسوس نہیں ہوتا لیکن اگر مجھے معلوم ہو کہ فلاں شخص کو اَدبِ نفس حاصل ہے تو مجھے اس سے ملنے کی آرزو ہوتی ہے اور ملاقات نہ ہونے کا افسوس۔

اس موقع پر ایک مثال پیش کی جاتی ہے، ایک شہر ہے جس کے پانچ قلعے ہیں ایک سونے کا، دوسرا چاندی کا، تیسرا لوہے کا، چوتھا پختہ اینٹوں کا اور پانچواں کچی اینٹوں کا، جب تک حصار والے کچی اینٹوں کے قلعہ کی حفاظت کرینگے تب تک دشمن دوسرے قلعوں کی طرف راغب نہیں ہوگا، لیکن گر اہل قلعہ اس کی حفاظت چھوڑ دینگے تب دشمن دوسرے قلعوں کی طمع کرنے لگے گا یہاں تک کہ سارے قلعوں کو ویران کردے گا، یہی مثال ایمان کی ہے اس کے پانچ قلعے ہیں، پہلا قلعہ یقین کا ہے، دوسرا اخلاص کا تیسرا فرض کا، چوتھا ایمان و سُنن کا اور آخری قلعہ حفظ آداب (مستحبات کی پابندی) کا، جب بندہ مستحبات (آداب) کی پابندی ترک کردے گا تب شیطان سنن و ایمان، پھر فرائض، پھر اخلاص اور پھر یقین پر حملہ کردے گا۔ لہٰذا ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ وضو، نماز، خرید و فروخت غرض ہر بات میں مستحب (آداب) کا پابند رہے۔

(مندرجہ بالا سطور میں) ہم نے اپنی مراد، اپنے پسندیدہ مقصد اور آداب شریعت کا خلاصہ بیان کر دیا، (اس موضوع پر) ہمارے بیان کا آخری حصّہ یہی ہے، پانچوں عبادتوں کے جملہ احکام کی تعمیل سے ہر مسلمان پکا مسلمان بن جاتا ہے اور ان آداب کے اختیار کرنے سے سنت کا پیرو اور آثارِ سلف کا تابع بن جاتا ہے اور اس صورت میں اس کو کچھ معرفت حاصل ہو جاتی ہے، بقیہ معرفت صانع کا تعلق تو قلبی اعمال سے ہے اور ان (قلبی اعمال) کا ذکر ہم نے آخر (مضمون) میں اس لئے کیا ہے کہ دین اسلام میں داخل ہونے میں دشواری نہ ہو، انسان جب ظاہری طور پر اسلام کا لباس پہن لے گا تو پھر ہم اس سے نور ایمان کا باطنی لباس پہننے کیلئے کہیں گے (معرفت خالق کے لئے قلبی اعمال کی طرف رجوع کریں گے)۔

صَانعِ عَالَم کی مَعرِفت

آیاتؐ اور دلائل کی روشنی میں اختصار کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی معرفت یہ ہے کہ ان چیزوں پر یقین اور اُن کی معرفت حاصل ہو کہ اللہ ایک ہی ہے، اکیلا ہے، تنہا ہے، باپ نہیں، بیٹا نہیں، اس کا کوئی ہمسر نہیں، کوئی چیز اس کے مثل نہیں، وہ سمیع ہے، بصیر ہے، نہ اس کی کوئی نظیر ہے، نہ کوئی اس کا مددگار ہے اور نہ کوئی شریک نہ کوئی پشت پناہ ہے اور نہ کوئی اس کا وزیر ہے،

لہ آئندہ چند صفحات میں جو مباحث آئے ہیں ہر چند کہ وہ عوام کے مذاق، ان کی ضروریات اور اُن کی بصیرت سے دراز ہیں، ورنہ وہ ان مباحث سے استفادہ نہیں کرسکتے۔ لیکن چونکہ اصل نسخے میں یہ مباحث موجود ہیں اس لئے ان کا ترجمہ پیش کیا جا رہا ہے۔ صفات کا عین ذات یا خارج ذات ہونا، اللہ کی صفات کے بارے میں مختلف عقائد، مسئلہ خلق قرآن، حروف کا قدیم یا حادث ہونا ایسے مسائل ہیں جن کا تعلق ... علم الکلام اور الٰہیات کے اعلیٰ مباحث سے ہے، عوام اور معمولی استعداد کے لوگوں پر واجب ہے کہ وہ ان مسائل پر غور و خوض نہ کریں، میرے پیش نظر غنیۃ الطالبین کا مصری نسخہ الغنیۃ لطالب طریق الحق ہے۔ اس کے صفحہ ۵۴ سے یہ مباحث شروع ہو کر صفحہ ۶۰ پر ختم ہوئے ہیں۔ میں نے کوشش کی ہے کہ آسان سے آسان ترین طریقے پر ان کو بیان کردوں لیکن موضوع کی اہمیت نے ترجمہ کو بھی اتنا ہی مشکل بنا دیا ہے۔ (شمس)

کوئی برابر کا مخالف نہیں، کوئی مدح کا نہیں، وہ جسم نہیں جسے چھوا جا سکے، جوہر نہیں کہ اُسے سمجھا جائے، عرض نہیں کہ اس کو جسم کی احتیاج ہو نہ اس کے اجزا ہیں نہ ذرائع، نہ تالیف ہے نہ ماہیت ہے نہ حد ہے۔

حمد و ثنا

وہی اللہ ہے جس نے آسمان کو اونچا کیا اور زمین کو بچھایا، نہ وہ صبیعت عائمہ ہے نہ طالع ہے، نہ وہ ہر چیز پر چھا جانے والا اندھیرا ہے اور نہ جگمگاتی روشنی ہے، اس کو ہر چیز کا علم حضوری حاصل ہے، چھوئے بغیر وہ ہر چیز کا مشاہدہ کرتا ہے، غالب ہے، تسلط والا ہے اور سب پر حاکم و قادر ہے، رحمت کرنے والا، گناہوں کو بخشنے والا اور پردہ پوش ہے۔ وہی عزت دیتا ہے، وہی مدد کرتا ہے، بہت مہربان ہے، خالق ہے، نیست سے ہست کرنے والا ہے۔ سب سے اوّل ہے اور سب سے آخر ہے، ظاہر بھی ہے اور باطن بھی ہے۔ وہی معبود ہے، ایسا زندہ ہے جو مرنے والا نہیں بلکہ ہمیشہ رہنے والا ہے اسے فنا نہیں، اس کی بادشاہت ہمیشہ سے قائم ہے ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی، سب کو تھامنے والا ہے، سوتا نہیں۔ ایسا قوت والا جسے کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتا۔ وہ مضبوط ہے اسے تو میں نہیں لے جا سکتا، اس کے عظمت والے نام ہیں، زیادہ عطا کرنے والا ہے، اس نے تمام مخلوق کے فنا ہونے کا فیصلہ کر دیا اور فرمایا: كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّيَبْقَىٰ وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ ہ "تمام زمین پر جو کچھ ہے فنا ہونے والا ہے، صرف تمہارے عزت اور کرامت والے خدا کی ذات باقی رہے گی۔" وہ باعتبار عُلو مستوی عرش ہے۔ سارے عالم کو اس کی ذات نے اپنے اندر معمور رکھا ہے، اس کا علم ہر شے پر محیط ہے۔ پاکیزہ کلمات اسی کی طرف چڑھتے ہیں، پاکیزہ عمل اُن کو اوپر اٹھاتے ہیں۔ آسمان سے زمین تک ہر امر کی تدبیر کرتا ہے پھر ہر چیز ایسے ایک دن میں جس کی تعداد تمہاری گنتی کے لحاظ سے ہزار برس کے برابر ہوگی، اسی کی طرف لوٹ جائے گی۔ اس نے تمام مخلوق کو اور ان کے افعال کو پیدا کیا، ان کے رزق اور ان کی حیات کی مدت مقرر فرمائی۔ جس چیز کو اس نے پیچھے کیا اس کو کوئی آگے اور جس کو آگے کیا ہے اس کو کوئی پیچھے کرنے والا نہیں ہے۔ وہی ساری دنیا اور اس کے کاموں کا ارادہ کرتا ہے، اگر وہ ان کو نافرمانی سے بچانا چاہتا تو کوئی اس کے ارادے کی مخالفت نہیں کر سکتا تھا اور اگر چاہتا کہ سب کے سب فرمانبردار بن جائیں تو سب فرمانبردار ہو جاتے۔ وہ چھپی ہوئی اور پوشیدہ باتوں کا جاننے والا ہے، وہ دلوں کے بھیدوں سے واقف ہے، جس کو اس نے خود پیدا کیا ہے بھلا وہ اس سے کس طرح واقف نہ ہوگا۔ وہ بڑا باخبر اور باریک بین ہے۔ وہی حرکت دینے والا اور ٹھہرانے والا ہے۔ ہم اس کا تصور نہیں کر سکتے اور نہ ذہن میں اس کا اندازہ کر سکتے ہیں۔

اس کا قیاس انسانوں پر نہیں کیا جا سکتا جس چیز کو اس نے خود بنایا اس کے ساتھ مشابہت سے وہ پاک ہے۔ وہ اس بات سے برتر ہے کہ جس چیز کو اس نے ایجاد کیا اور عالم نیستی سے عالم ہست میں لایا اس سے اس کی نسبت کی جائے۔ ہر شخص جو کچھ کرتا ہے وہ اس پر قدرت رکھتا ہے۔ سب کو اس نے اپنے علم کے احاطہ میں رکھا ہے اور اس کے شمار میں ہیں۔

ہر ایک قیامت کے دن اس کے سامنے تنہا جائے گا تاکہ ہر ایک کو اس کی سعی کا بدلہ مل جائے، قیامت کی غرض و غایت یہ ہے کہ بدکاروں کو ان کی بدکاری اور نیکوکاروں کو اُن کی نیکی کا بدلہ عطا فرمائے۔ وہ مخلوق کا محتاج نہیں، وہ اپنی مخلوق کو رزق دیتا ہے۔ وہ دوسروں کو کھلاتا ہے اسے کوئی نہیں کھلاتا وہ روزی دیتا ہے اسے روزی نہیں دی جاتی وہ پناہ دیتا ہے، اس کے خلاف کسی کو پناہ نہیں دی جا سکتی۔ مخلوق اس کی محتاج ہے، اس نے مخلوق کو اس لئے پیدا نہیں کیا کہ خود وہ اُن سے نفع حاصل کرے یا اپنے ضرر کو دفع کرے یا کسی نے اس تخلیق کے لئے درخواست کی، نہ اس کے دل میں پیدا کرنے کا کوئی خیال آیا یا کچھ سوچ پیدا ہوئی بلکہ وہ ہر چیز سے پاک۔

خالص ارادہ ہے۔ اس نے خود ہی ارشاد فرمایا اور وہ ہر صادق القول سے زیادہ صادق القول ہے: ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيدُ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيدُ ۝ (وہ بزرگ ہستی مالک عرش ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے) وہ اکیلا قدرت رکھتا ہے، اشیاء کو نیست سے ہست کرنے، دکھ اور مصیبت کو دُور کرنے، اشیاء کو بدل ڈالنے اور حالات کو متغیر کر دینے کی وہ روزانہ نئی شان ہے۔ جو کچھ اس نے مقدر کیا ہے اس کے مقرر کردہ وقت کی جانب وہی چلاتا ہے۔

صفاتِ الٰہی

بلاشبہ وہ زندگی کے ساتھ زندہ ہے[۱]، قدرت کے ساتھ قادر ہے، ارادہ کے ساتھ صاحب ارادہ ہے، بغیر کانوں کے سنتا ہے اور بغیر آنکھوں کے دیکھتا ہے، علم سے ادراک کرنے والا ہے، وہ کلام کے ساتھ متکلم ہے، امر کے ساتھ آمر ہے اور نہی کے ساتھ منع کرنے والا (ناہی) اور خبر کے ساتھ خبر دینے والا ہے۔ بلاشبہ اللہ اپنے حکم اور فیصلہ پر عادل ہے، انعام و عطا تو محض اس کی مہربانی اور احسان ہے (کسی کا اس پر حق نہیں ہے۔) پہلی بار بھی وہی پیدا کرنے والا ہے اور دوبارہ بھی وہی پیدا کرے گا، وہی زندگی عطا کرنے والا ہے، وہی موت دینے والا ہے، وہی عدم سے وجود میں لانے والا اور وہی ایجاد کرنے والا ہے، وہی جزا و سزا دینے والا ہے

وہ بڑا سخی ہے بخل نہیں کرتا، وہ بردبار ہے انتقام میں جلدی نہیں کرتا، یاد رکھنے والا ہے، بھولتا نہیں، اس کا علم اس کو حاضر ہے سہو سے پاک، خبر رکھنے والا ہے، غفلت سے بری ہے۔ وہی روزی تنگ کرتا ہے وہی فراخ کرتا ہے، ہنستا ہے اور خوش ہوتا ہے، محبت کرتا ہے اور نفرت کرتا ہے، ناپسند کرتا ہے اور پسند فرماتا ہے۔ راضی ہوتا ہے اور ناراض ہوتا ہے، مہربانی کرتا ہے اور گناہوں کو بخشتا ہے، وہی دیتا ہے وہی روک لیتا ہے، اس کے دو ہاتھ ہیں اس کے دونوں ہاتھ دائیں ہاتھ ہیں۔ اس نے خود فرمایا ہے: وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌ بِيَمِيْنِهٖ (اس کے دائیں ہاتھ میں آسمان لپٹے ہوئے ہیں) حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر تشریف فرما ہو کر آیت وَالسَّمٰوٰتُ مطویات بیمینہ تلاوت فرمائی اور فرمایا آسمان اس کے دائیں ہاتھ میں ہونگے اور وہ ان کو اس طرح پھینک دیگا جس طرح بچہ گیند کو پھینک دیتا ہے پھر ارشاد فرمائے گا میں ہی غالب ہوں، راوی کا بیان ہے کہ یہ فرماتے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر شریف پر لرزاں تھے اور قریب تھا کہ آپ گر پڑیں۔

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تمام زمین و آسمان کو مٹھی میں اس طرح پکڑے گا کہ ان کا کوئی کنارا بھی مٹھی سے باہر نہیں ہوگا۔ حضرت انس بن مالکؓ اور حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا انصاف کرنے والے (عادل حضرات) قیامت کے دن نور کے منبروں پر رحمٰن کے دائیں جانب ہوں گے اور اس کے دونوں ہاتھ دائیں ہیں۔

اللہ نے حضرت آدم (علیہ السلام) کو اپنے ہاتھ سے اپنی شکل پر بنایا اور عدن کے باغ کو اپنے ہاتھ سے لگایا اور طوبیٰ کا درخت بھی اپنے ہاتھ سے لگایا، توریت اپنے ہاتھ سے لکھی اور حضرت موسیٰ کے ہاتھ میں اپنے ہاتھ سے دی۔ بلاواسطہ بغیر کسی ترجمان کے اُن سے خود کلام فرمایا۔ بندوں کے دل رحمٰن کی دو انگلیوں میں ہیں، وہ جس طرح چاہتا ہے ان کو پھیر دیتا ہے،

---

[۱] معتزلہ اس بات کے قائل ہیں کہ اللہ حی ہے بغیر حیات کے اور قادر ہے بغیر قدرت کے گویا وہ اللہ کی ذات ہی کو اس کے صفات کا قائم مقام سمجھتے ہیں اہلسنت و جماعت اللہ کی ذات کے ساتھ اس کی مستقل صفت کے قائل ہیں۔ اس لئے حضرت شیخ رضی اللہ عنہ نے اس کی مستقل صفات بیان کی ہیں معتزلہ کے عقائد کی صراحت آپ المعتزلہ میں ملاحظہ فرمائیں۔ (تاریخ معتزلہ از زہدی حسن جاراللہ)

اور جو کچھ چاہتا ہے ان میں بھر دیتا ہے۔ قیامت کے دن آسمان اور زمین اس کی مٹھی میں ہونگے جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنا قدم جہنم میں رکھے گا تو جہنم کے طبقے آپس میں سمٹ جائیں گے اور کہیں گے بس بس!! اس کے بعد ایک قوم آگ سے باہر نکلے گی۔ اہل جنت اللہ کے چہرے کو دیکھیں گے، اس کے دیکھنے میں ان کو کچھ اشتباہ نہیں ہوگا اور نہ کچھ تکیف ہوگی۔ حدیث شریف میں ایسا ہی آیا ہے، اللہ تعالیٰ ان پر جلوہ انداز ہوگا اور ان کی تمنائے دیدار پوری کرے گا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَ زِيَادَةٌ۔ (نیک کام کرنے والوں کے لئے اچھا بدلہ ہے اور کچھ زیادہ بھی)۔ بعض صحاب کا خیال ہے کہ الحسنیٰ سے مراد جنت ہے اور زیادہ سے مراد اللہ کا دیدار ہے۔ ایک دوسری آیت میں ہے وُجُوهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ کچھ چہرے اس روز تر و تازہ ہونگے اور اپنے رب کی طرف دیکھ رہے ہوں گے۔ فیصلہ اور جزا (قیامت) کے دن اللہ کے سامنے بندوں کی پیشی ہوگی وہ خود ہی اُن کا حساب لینے کا ذمہ دار ہوگا کوئی دوسرا اس کا ذمہ دار نہ ہوگا۔

سات آسمان

اللہ تعالیٰ نے سات آسمان ایک کے اوپر ایک اور سات زمینیں ایک کے نیچے دوسری تہ بہ تہ پیدا کی ہیں اوپر کی زمین سے نچلے آسمان تک پانچسو برس کا راستہ ہے اور ہر آسمان سے دوسرے آسمان تک بھی اتنا ہی فاصلہ ہے، پانی ساتویں آسمان پر ہے اللہ تعالیٰ کا عرش پانی پر ہے اور اللہ تعالیٰ عرش پر ہے اس سے وراء ستر ہزار حجاب ہیں، یہ حجاب نور کے بھی ہیں اور تاریکی کے بھی اور ان چیزوں کے بھی جن سے وہی واقف ہے۔

عرش کو اٹھانے والے فرشتے

عرش کو اٹھانے والے فرشتے، عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ عرش کی حد ہے لیکن اس سے اللہ ہی واقف ہے۔ فرشتے عرش کے اطراف کو گھیرے ہوئے ہیں۔ عرش سرخ یاقوت کا ہے اس کی وسعت آسمانوں اور زمینوں کی وسعت کی مانند ہے، عرش کے مقابلے میں کرسی کی مثال ایسی ہے جیسے کسی میدان میں ایک چھلّا پڑا ہو، جو کچھ ساتوں آسمانوں میں، اُن کے درمیان اور اُن کے نیچے ہے اور جو کچھ تحت الثریٰ میں ہے اور جو کچھ سمندروں کی گہرائیوں میں ہے اللہ تعالیٰ اس کو جانتا ہے، وہ ہر بال کے نکلنے ہر درخت اور ہر کھیتی کے اُگنے کی جگہ سے واقف ہے۔ ہر پتے کے گرنے کی جگہ اس کے علم میں ہے اور اُن کے پورے شمار کو بھی جانتا ہے۔ پتھر کے ریزوں، ریت اور مٹی کے ذروں، پہاڑ کے وزنوں سے وہ واقف ہے اور سمندروں کی ناپ اس کے علم میں ہے، بندوں کے اعمال ان کے بھید، ان کی سانسیں اور ان کے اقوال کو وہ جانتا ہے، ہر چیز سے واقف ہے اس میں کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں۔ اس کے علم سے کوئی جگہ خالی نہیں، وہ مخلوق کی مشابہت سے پاک و منزہ ہے! یہ کہنا جائز نہیں وہ ہر جگہ ہے بلکہ یہ کہا جائے کہ وہ عرش پر ہے کیونکہ اس نے خود فرمایا ہے اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى اور یہ بھی فرمایا ہے۔ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ الرَّحْمٰنُ۔ اسی کی طرف پاکیزہ الفاظ چڑھتے ہیں اور اچھے اعمال ان کو اونچا کرتے ہیں، ایک باندی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ اللہ کہاں ہے؟ اس نے آسمان کی طرف اشارہ کردیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے مسلمان ہونے کا فیصلہ فرما دیا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں آیا ہے حضور گرامی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب اللہ نے مخلوق کو پیدا کیا تو اپنے ذمہ ایک تحریر لکھ لی اور وہ تحریر اس کے پاس عرش کے اوپر ہے وہ تحریر یہ ہے اِنَّ رَحْمَتِيْ غَلَبَتْ غَضَبِيْ (بلاشبہ میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے) حدیث شریف کے دوسرے الفاظ اس طرح آئے ہیں کہ "جب اللہ تعالیٰ تخلیق کو کامل کرچکا تو اس نے اپنی ذات پر ایک تحریر میں لکھا کہ بلاشبہ

میری رحمت میرے غضب سے آگے ہے، وہ تحریر اس کے پاس عرش کے اوپر ہے۔

یہ ضروری ہے کہ لفظ "استوا" کا اطلاق اللہ پر کسی تاویل کے بغیر کیا جائے، استوا سے مراد عرش پر ذات کا مستوی ہونا ہی ہے لیکن یہ استوا اس قعود (بیٹھک) اور مس کے بغیر ہے جس کا قائل فرقہ مجسمہ اور کرامیہ ہے۔ اس کے معنی غلبہ اور تسلط کے نہیں جس کے قائل معتزلہ ہیں۔ اس کے معنی بلندی اور علو نہیں جس کے قائل اشاعرہ ہیں ایسے معنی نہ شریعت میں کہیں آئے ہیں نہ کسی صحابیؓ تابعیؓ محدث یا سلف صالحینؒ میں سے کسی سے منقول ہیں بلکہ انؐ سے صرف لفظ استوا کا اطلاق منقول ہے۔

علی العرش استویٰ

ام المومنین حضرت سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آیت الرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى کی تشریح میں فرمایا: وہ کیفیت ہے جو غیر منقول ہے، استوا (کا معنی) معلوم ہے، اس کا اقرار واجب ہے اور انکار کفر ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے مسلم نے صحیح مسلم میں اس حدیث کو مرفوعاً نقل کیا ہے اور فرمانِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ہونے کی صراحت کی ہے۔ حضرت امام احمد حنبلؒ نے اپنے انتقال سے کچھ پہلے فرمایا صفاتِ الٰہی کی خبروں کو ویسا ہی رکھا جائے جیسی وہ آئی ہیں ایسی تاویل ان کی نہ کی جائے کہ اللہ کی تشبیہ مخلوق سے لازم آئے نہ ایسی توجیہہ کی جائے کہ اللہ کا صفات سے خالی ہونا لازم آئے۔ بعض روایتوں میں امام احمدؒ کا یہ قول بھی آیا ہے کہ میں صاحب کلام نہیں اور نہ ان مقامات کے متعلق اللہ کی کتاب، حدیث رسول، اقوال صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم اجمعین میں کسی جگہ مجھے کلام ملتا ہے اس کے علاوہ بھی کلام اس موضوع پر اچھا نہیں، اللہ کی صفات میں چون و چرا نہ کی جائے نہ بطور شک ایسا کہا جائے۔ حضرت امام احمدؒ نے ایک اور جگہ بھی کہا ہے ہم ایمان رکھتے ہیں کہ اللہ عرش پر ہے جیسی اور جس طرح اس کی مشیت ہے نہ کوئی حد ہے کہ کوئی حد بندی کرنے والا اس کی حد بندی کر سکے نہ کوئی ایسی صفت ہے کہ بیان کرنے والا اس کو بیان کر سکے کیونکہ سعیدؒ بن مسیب نے کعب احبارؓ کا قول نقل کیا ہے کہ اللہ نے توریت میں فرمایا ہے: "میں اللہ ہوں اپنے بندوں کے اوپر میرا عرش تمام مخلوق سے اوپر ہے، میں عرش کے اوپر ہوں، اپنے بندوں کا انتظام میں عرش کے اوپر سے کرتا ہوں، میرے بندوں کی کوئی چیز مجھ سے پوشیدہ نہیں ہے۔" اللہ کا عرش پر بغیر کسی کیفیت کے ہونا ہر اس کتاب میں مذکور ہے جو اللہ کی طرف سے کسی پیغمبر پر نازل ہوئی ہے۔

ایک بات یہ بھی ہے کہ عرش ہو یا غیر عرش اللہ کو مخلوق پر علو قدرت، تسلط اور غلبہ ہمیشہ سے حاصل ہے اس لئے "استویٰ علی العرش" کو خاص طور پر اس معنی پر محمول نہیں کیا جائے گا بس استوا اللہ کی ذاتی صفت ہے اس کی خبر صراحت اور تاکید کے ساتھ قرآن میں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں آئی ہے۔ استوا اللہ کی صفت لازمہ ہے اور اس کے لئے موزوں ہے جیسے ہاتھ، چہرہ، آنکھ، سمع، بصر، حیات، قدرت، محیی اور ممیت ہونا اس کی صفات لازمہ میں سے ہیں (اسی طرح ایک یہ بھی صفت لازمہ ہے) ہم قرآن و حدیث سے باہر نہیں جائینگے، ہم قرآن و حدیث پڑھتے ہیں اور جو کچھ ان دونوں میں ہے ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں۔ بس صفات کی کیفیت کو ہم اللہ کے سپرد کرتے ہیں۔

حضرت سفیان بن عیینہؒ نے فرمایا ہے کہ اللہ نے اپنی ذات کی جو صفت اپنی کتاب میں بیان کر دی ہے وہ ویسا ہی ہے، اس کی تفسیر بس اس کا پڑھنا ہے اس کے علاوہ اس کی تفسیر کوئی نہیں ہم اس کے علاوہ کسی اور بات کے مکلف بھی تو نہیں ہیں کیونکہ وہ غیب ہے اس کے فہم میں عقل کی گنجائش نہیں ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے عفو و عافیت کے طالب ہیں اور اس کی ذات و صفات کے متعلق ہم ایسی بات کہنے سے جس کی نہ خود اس نے اطلاع دی ورنہ اس کے رسولؐ نے، ہم اس کی پناہ مانگتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہر رات کو دنیا کے آسمان پر جس طرح اور جس کیفیت کے ساتھ چاہتا ہے اترتا ہے اور اپنے بندوں میں سے جس گنہگار، خطاکار، مجرم، نافرمان کو پسند کرتا ہے اور چاہتا ہے بخش دیتا ہے۔ وہ بابرکت بزرگ عالی مرتبت سب اور سب سے بڑا ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اس کے اچھے نام ہیں۔

آسمان دنیا پر اللہ کے نزول کے یہ معنی نہیں ہیں کہ اس کی رحمت یا اس کا ثواب اترتا ہے، یہ معتزلہ اور اشاعرہ کا خود ساختہ دعویٰ ہے۔ حضرت عبادہؓ بن صامت سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اللہ بزرگ و برتر ہر رات کو جب کہ آخری تہائی حصہ باقی رہ جاتا ہے آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے اور ارشاد فرماتا ہے کیا کوئی مانگنے والا ہے کہ اس کا سوال پورا کیا جائے؛ کیا کوئی گناہوں کی معافی کا طلبگار ہے؛ کہ اس کو معاف کیا جائے، کیا کوئی قیدی ہے؛ کہ اس کی قید ختم کردی جائے۔ یہ ندا صبح کی نماز تک رہتی ہے پھر ہمارا رب اوپر چلا جاتا ہے۔ حضرت عبادہ بن صامتؓ کی دوسری روایت کے الفاظ یوں ہیں کہ" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ ہر رات کو جب آخری تہائی حصہ باقی رہ جاتا ہے آسمان سے دنیا کی جانب نزول فرماتا ہے اور کہتا ہے کیا میرے بندوں میں سے کوئی بندہ ہے جو مجھ سے مانگے اور میں اس کی دعا قبول کروں کیا اپنے نفس پر کوئی ظلم کرنے والا ہے جو مجھے پکارے اور میں اس کو بخش دوں! کیا کوئی ایسا شخص ہے جس کا رزق تنگ کردیا گیا ہو اور وہ مجھ سے (فراخی) طلب کرے اور میں اُس کا رزق اس کی جانب لوٹا دوں، کیا کوئی قیدی ہے جو مجھے پکارے اور میں اس کو قید سے آزاد کردوں۔ ایسا طلوع فجر تک رہتا ہے پھر اللہ اپنی کرسی پر علو فرماتا ہے۔

پچھلی رات کی نماز ابتدائی رات کی نماز سے کیوں افضل ہے؟

حضرت ابوہریرہؓ، حضرت جابرؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبداللہؓ بن مسعود، حضرت ابو دردا‌ؓ، حضرت ابن عباسؓ رضی اللہ عنہم اجمعین، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ حدیث روایت کرتے ہیں (با اختلاف الفاظ) اسی لئے یہ سب حضرات پچھلی رات کی نماز کو ابتدائی رات کی نماز سے افضل قرار دیتے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا" اللہ تعالیٰ نصف شعبان کی رات کو آسمان سے دنیا کی طرف نزول فرماتا ہے اور اس شخص کے سوا جس کے دل میں کینہ یا شرک ہو ہر شخص کو بخش دیتا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ میں نے خود سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے، جب رات کا نصف اوّل حصہ گزر جاتا ہے تو اللہ تبارک تعالیٰ آسمان سے دنیا کی طرف نزول فرماتا ہے اور فرماتا ہے کہ کیا کوئی استغفار کرنے والا ہے کہ میں اس کے گناہ بخشدوں، کیا کوئی سائل ہے کہ میں اس کو عطا کروں۔ کیا کوئی توبہ کرنے والا ہے کہ میں اس کی توبہ قبول کروں، طلوع فجر تک یہی کیفیت رہتی ہے۔

حضرت اسحاق بن راہویہ سے کہا گیا یہ کیا حدیثیں ہیں جو آپ بیان کرتے ہیں کہ" اللہ تعالیٰ آسمان سے دنیا کی طرف نزول فرماتا ہے پھر صعود کرتا ہے اور حرکت کرتا ہے۔ اسحاق نے سائل سے کہا کیا تم قائل ہو کہ اللہ تعالیٰ بغیر حرکت کے نزول و صعود پر قادر ہے، سائل نے کہا جی ہاں، یہ سن کر اسحاق نے کہا پھر تم حرکت کرنے سے کیوں انکار کرتے ہو۔

حضرت یحییٰ بن معینؒ نے کہا کہ اگر کوئی جہمی (جہم بن صفوان معتزلی کا پیرو) تم سے کہے کہ میں ایسے رب کو نہیں مانتا جو نزول کرتا ہے تو تم اس سے کہو کہ میں ایسے رب پر ایمان رکھتا ہوں کہ جب چاہتا ہے وہ کرتا ہے۔ حضرت شریک بن عبداللہ سے کہا گیا کہ ہمارے ہاں کچھ ایسے لوگ ہیں جو ان احادیث کا انکار کرتے ہیں تو شریکؒ نے کہا کہ ہمارے پاس صلوٰۃ، صیام، زکوٰۃ اور حج کے نام کون لایا ہے؟ کیا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول نہیں ہیں۔ ہم نے تو انہی احادیث سے اللہ کو پہچانا ہے۔

قرآنِ مجید اللہ کی کتاب ہے

ہمارا عقیدہ ہے کہ قرآن مجید اللہ کا کلام ہے، اللہ کی کتاب ہے، اللہ کا خطاب ہے اور وہ وحی ہے جو اللہ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ذریعے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمائی تھی (جس کو لیکر حضرت جبرئیل رسول اللہ پر نازل ہوئے تھے) اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے "نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ عَلَىٰ قَلْبِكَ لِتَكُونَ مِنَ الْمُنذِرِينَ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِينٍ ۝ (روح الامین نے اس کو آپ کے دل پر اتارا واضح عربی زبان میں تاکہ آپ لوگوں کو ڈرانے والے ہوں)۔

رسول اللہ نے اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی تعمیل میں یہ قرآن اپنی اُمت کو پہنچا دیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد تھا۔ يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ ۝ (اے پیغمبر جو کچھ آپ کے رب کی طرف سے آپ پر اترا ہے اس کو پہنچا دیجیے)۔

حضرت جابرؓ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موقف حج میں لوگوں کے سامنے اپنے آپ کو پیش کرتے ہوئے فرما رہے تھے "کوئی شخص ہے جو مجھے اپنی قوم کے پاس لیجائے کہ قریش نے تو مجھے کلام اللہ پہنچانے سے روک دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے" وَإِنْ أَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ اسْتَجَارَكَ فَأَجِرْهُ حَتَّىٰ يَسْمَعَ كَلَامَ اللَّهِ ۝ (اگر کوئی مشرک تمھاری پناہ میں آنا چاہے تو تم اس کو پناہ دو تاکہ وہ (اس طرح پناہ میں آکر) اللہ کا کلام سُن لے۔)

قرآن شریف اللہ کا کلام ہے۔ مخلوق نہیں ہے جس طرح بھی اس کو پڑھا جائے لکھا جائے اور جس طرح بھی اس کی تلاوت کی جائے اور جیسا بھی قاریوں کی قرأت، تلفظ کرنے والوں کے تلفظ اور حافظوں کی یادداشت سے اس میں اختلاف ہو (جب بھی) بہرحال وہ اللہ کا کلام ہے، اور اللہ کی صفات ذاتیہ میں سے ہے۔ نہ اس میں حدوث ہے اور نہ تغیر و تبدل ہے نہ اس میں کمی بیشی ہوتی ہے نہ کسی انسان کی تالیف و تصنیف کا اس میں دخل ہے، اللہ ہی کی طرف سے اس کے نزول کا آغاز ہوا اور اسی کی طرف سے اس کا حکم لوٹیگا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں آیا ہے کہ حضور نے فرمایا، قرآن کی فضیلت تمام کتابوں پر ایسی ہی ہے جیسی اللہ کی تمام مخلوق پر ہے۔ اللہ ہی کی طرف سے نزول قرآن کا آغاز ہوا اور اسی کی طرف سے اس کے حکم کا رجوع ہوگا، اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید کا نزول اور اس کا ظہور اللہ کی طرف سے ہوا اور قرآن کے تمام احکام و فرائض اور ترک ممنوعات اللہ ہی کے فرمان کے تحت ہیں اسی کی وجہ سے ہر فعل و ہر ترک، تمام احکام کا رجوع اللہ ہی کی طرف ہے۔ اسی بناء پر بعض لوگوں نے کہا ہے کہ اللہ ہی کی طرف سے قرآنِ مجید کا ظہور بطور حکم ہوا اور اسی کی طرف قرآن کا رجوع بطور علم ہوتا ہے۔ بہرحال قرآن پاک اللہ کا کلام ہے۔ وہ حافظوں کے سینوں میں (پوشیدہ) ہو یا حافظوں کی زبانوں پر یا لکھنے والوں کے ہاتھوں میں یا دیکھنے والوں کی نظر میں، مسلمانوں کے مصحفوں پر ہو یا بچوں کی تختیوں پر جہاں بھی دیکھا جائے اور پایا جائے (وہ اللہ کا کلام ہے)۔

قرآن کو مخلوق کہنے والا کافر ہے | جو شخص قرآن کو مخلوق کہتا ہے یا اسکی عبارت یا تلاوت کو قرآن نہیں کہتا یا کہتا ہے کہ قرآن کو میرا تلفظ کرنا مخلوق ہے وہ خدا کی قسم کافر ہے، اس سے میل جول رکھنا، اس کے ساتھ کھانا

منع ہے نہ اس کے ساتھ نکاح جائز ہے، نہ اس کی ہمسائیگی اختیار کی جائے بلکہ اس کو بالکل چھوڑ دیا جائے اس سے کلام ترک کر دیا جائے ایسا کہنے والے کی اہانت کی جائے، اس کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے نہ اس کی گواہی قبول کی جائے، اس کا ولیٔ نکاح ہونا بھی درست نہیں ہے اگر وہ مرجائے تو اس کے جنازہ کی نماز بھی نہ پڑھی جائے اگر اس پر قابو مل جائے تو مرتد کی طرح اس سے تین مرتبہ توبہ کرائی جائے اگر توبہ کرے تو درست ہے ورنہ اس کو قتل کر دیا جائے۔

حضرت امام احمد رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ جو شخص کہتا ہے کہ قرآن کو میرا تلفظ کرنا مخلوق ہے اس کا کیا حکم ہے آپ نے فرمایا کہ وہ کافر ہوگیا۔ یہ بھی امام احمد رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ جو شخص کہتا ہے، قرآن کلام الٰہی ہے مخلوق نہیں ہے لیکن تلاوت قرآن مخلوق ہے وہ بھی کافر ہوگیا، حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن کے بارے میں دریافت کیا، حضور نے ارشاد فرمایا وہ اللہ کا کلام ہے مخلوق نہیں ہے۔ حضرت عبداللہ بن عبدالغفارؓ جو رسولِ خدا کے آزاد کردہ غلام تھے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اللہ کی یاد کی جائے (یعنی قرآن پڑھا جائے) تو تم کہو اللہ کا کلام ہے مخلوق نہیں ہے، جس نے اس کو مخلوق کہا وہ کافر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ اَلَا لَہُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اَمر کو خلق سے الگ بیان کیا ہے، اگر امرِ خدا (جس سے مخلوق کو پیدا کیا) بھی مخلوق ہوتا تو اس کو الخلق سے جدا بیان نہیں کیا جاتا اور اس طرح یہ تکرار بے سود ہوتی گویا یہ عبارت یوں ہو جائے گی اَلَا لَہُ الْخَلْقُ وَالْخَلْقُ یہ تکرار بے فائدہ اور بے سود ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے (کہ وہ ایسی بے سود و بے فائدہ بات بیان فرمائے۔

آیت قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا غَیْرَ ذِیْ عِوَجٍ میں لفظ غیر ذی عوج کی تفسیر میں حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے غَیْرَ مَخْلُوْقٍ منقول ہے، ولید بن مغیرہ مخزومی نے جب قرآن کو انسان کا کلام قرار دیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو دوزخ کی وعید سنائی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: فَقَالَ اِنْ ھٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ یُّؤْثَرُ اِنْ ھٰذَآ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ سَاُصْلِیْہِ سَقَرَ (اس نے کہا یہ تو محض منقول جادو ہے، یہ انسانی کلام کے سوا کچھ اور نہیں، میں عنقریب اس کو جہنم میں جھونکوں گا)۔ اب جو شخص بھی قرآن کو عبارت یا مخلوق کہتا ہے یا یہ کہتا ہے کہ قرآن کو میرا تلفظ کرنا مخلوق ہے اس کے لئے سقر مقر ہے، اس آیت وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ اسْتَجَارَکَ فَاَجِرْہُ حَتّٰی یَسْمَعَ کَلٰمَ اللّٰہِ، میں کلام اللہ کہا گیا ہے، آپ کا کلام نہیں فرمایا۔ دوسری آیت میں ہے اِنَّآ اَنْزَلْنٰہُ فِیْ لَیْلَۃِ الْقَدْرِ (یعنی وہ قرآن جو سینوں اور ورقوں میں ہے اس کو ہم نے لیلۃ القدر میں نازل فرمایا۔ ایک اور آیت میں اس طرح ارشاد ہے۔ وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَہٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝ (جب قرآن پڑھا جائے تو اس کو بغور سنو اور اس کی طرف کان لگاؤ)۔

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا ہے: وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰہُ لِتَقْرَاَہٗ عَلَی النَّاسِ عَلٰی مُکْثٍ ۝ ہم نے قرآن کو علیحدہ علیحدہ کر دیا تاکہ تم لوگوں کے سامنے ٹھہر ٹھہر کر پڑھو مسلمانوں نے صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت اور تلفظ کو سنا پس آپ کا تلفظ قرآن ہی قرآن ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن جنات کی تعریف فرمائی ہے جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت سنی تھی۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: قَالُوْٓا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا یَّھْدِیْٓ اِلَی الرُّشْدِ (جنات نے کہا کہ ہم نے عربی قرآن سنا جو ہدایت کا راستہ دکھاتا ہے)۔ اللہ تعالیٰ کا یہ بھی ارشاد ہے: وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَیْکَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ یَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۝

(ہم نے جنات کے ایک گروہ کا رخ آپ کی طرف پھیر دیا تاکہ وہ قرآن سن لیں)۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام کے قرآن پڑھنے کو بھی اللہ تعالیٰ نے قرآن فرمایا ہے۔

لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ ۝ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ۔

قرآن کو یاد کرنے کے لئے تم اپنی زبان مت ہلاؤ، قرآن کو تمہارے سینے میں جمع کرنا ہمارے ذمہ ہے، جب ہم پڑھیں تو ہمارے پڑھنے کے پیچھے تم پڑھو۔

اللہ نے حکم دیا ہے۔ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ۝ قرآن کا جتنا حصہ تمہارے لئے آسان ہو وہ پڑھو۔

مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ جس نے نماز میں سورۃ فاتحہ پڑھی اس کو کتاب اللہ کا قاری کہا جائے گا، جس نے بات کرنے کی قسم کھائی ہو وہ اگر قرآن پاک پڑھے اس پر قسم شکنی کا جرم عائد نہیں ہوگا یہ تمام امور بتاتے ہیں کہ قرآن انسانی عبارت نہیں ہے۔ حضرت معاویہ بن حکم سے مروی حدیث میں ہے کہ حضور نے فرمایا تھا کہ "ہماری اس نماز میں آدمیوں کا کوئی کلام درست نہیں ہے، نماز تو صرف قرأت قرآن، تسبیح و تہلیل اور تلاوت قرآن ہے، اس حدیث میں حضور نے تلاوت قرآن کو قرآن فرمایا ہے اس سے معلوم ہوا کہ تلاوت اور متلو جس کی تلاوت کیا جائے، دونوں ایک ہیں، اللہ اور اللہ کے رسول نے مسلمانوں کو نماز میں قرأت کا حکم دیا ہے اور بات کرنے سے منع کیا ہے اگر ہماری قرأت ہمارا کلام ہو اللہ کا کلام نہ ہو تو پھر ہم امر ممنوعہ کے مرتکب ہوں گے،

قرآن کے حروف اور آواز

ہمارا عقیدہ ہے کہ قرآن پاک سمجھے جانے والے حروف اور سنی جانے والی آواز میں ہے کیونکہ انہی حروف اور آوازوں سے گونگا اور خاموش شخص متکلم اور گویا ہو جاتا ہے۔ اللہ کا کلام حروف اور آوازوں سے الگ نہیں ہو سکتا، ایسی بدیہی بات کا منکر محسوس کا مخالف اور بصیرت سے محروم ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ الٓمّٓ ذٰلِكَ۔ حٰمٓ۔ طٰسٓمٓ، تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ ۝ غور کیجئے اللہ تعالیٰ نے حروف ذکر فرمائے اور پھر ان کا کنایہ کتاب سے فرمایا۔

ایک جگہ ارشاد باری تعالیٰ یوں ہے۔

وَلَوْ اَنَّ مَا فِى الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ ۝

زمین میں جتنے درخت ہیں اگر وہ قلم بن جائیں اور سمندر روشنائی بن جائے اور اس کو سات اور سمندر مدد پہنچائیں تب بھی اللہ کے کلمات ختم نہ ہونگے

اسی طرح ایک اور دوسری آیت میں ہے۔

لَوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّىْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّىْ ۝

اگر سمندر میرے رب کے کلمات تحریر کرنے کے لئے روشنائی بن جائیں تو رب کے کلمات ختم ہونے سے پہلے سمندر ختم ہو جائیں گے۔

تلاوت قرآن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم قرآن پڑھا کرو تم کو ہر حرف کے عوض دس نیکیاں ملیں گی، میں تو یہ نہیں کہتا کہ الٓمّٓ ایک حرف ہے، بلکہ الف دس نیکیاں، لام دس نیکیاں اور میم دس نیکیاں یہ تیس نیکیاں ہوئیں۔ حضور نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ قرآن کو سات حرفوں (قرأتوں) پر نازل کیا گیا ہے جن میں سے ہر ایک شفا دینے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کے بارے میں ارشاد فرمایا۔ وَاِذْ نَادٰى رَبُّكَ مُوْسٰى وَنَادَيْنٰهُ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ الْاَيْمَنِ

رَبِّ کے ربّ نے موسیٰ کو پکارا، ہم نے اس کو طور کی دائیں جانب سے پکارا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا تھا۔ اِنِّیْٓ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِیْ بلا شبہ میں ہی اللہ ہوں، میرے سوا کوئی اور معبود نہیں پس میری عبادت کر۔ یہ ندا اور قول بغیر آواز کے ممکن نہیں اور نہ یہ ممکن ہے کہ اللہ کے علاوہ یہ نام اور یہ صفت رکھنے والا کسی فرشتے یا کسی دوسری مخلوق کی ہو۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ بندوں کے سامنے میں جلوہ فرما ہوگا اور رواں و فصیح کلام کرے گا اور فرمائے گا وہ تمام سچ بولنے والوں سے زیادہ سچ بولنے والا ہے، تم طویل مدت تک چپ رہو، جب سے میں نے تم کو بنایا تھا میں تمھارے لئے خاموش رہا، تمھارے اعمال کو دیکھتا رہا، تمھاری باتیں سنتا رہا اب یہ تمھارے اعمال نامے ہیں جو تم کو پڑھ کر سنائے جائیں گے، جس کو ان کے اندر بہتر ملے وہ اس پر اللہ کا شکر ادا کرے اور جس کو کچھ اور ملے وہ اپنی جان ہی کو ملامت کرے۔

صحیح بخاری میں عبداللہ بن انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے "اللہ بندوں کو اٹھائے گا۔ اور ایسی آواز سے پکارے گا کہ اس کو دور والا بھی قریب والوں کی طرح سنے گا" میں بادشاہ ہوں میں بدلہ دینے والا ہوں۔

تکلم الٰہی حضرت مسلم بن مسروق نے حضرت عبداللہ کا قول نقل کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ وحی سے متکلم ہوتا ہے تو اس کی آواز آسمان والے سنتے ہیں اور سجدہ میں گر جاتے ہیں جب دلوں سے ہیبت دور کردی جاتی ہے تو اہل آسمان پکارتے ہیں "تمھارے رب نے کیا فرمایا، دوسرے جواب دیتے ہیں حق فرمایا، ایسا ایسا فرمایا"۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ وحی سے متکلم ہوتا ہے تو آسمان والوں کو ایسی آواز سنائی دیتی ہے جیسے پتھر کی چٹان پر لوہے کے گرنے سے پیدا ہوتی ہے۔ سب فوراً سجدے میں گر پڑتے ہیں۔ جب دلوں سے اللہ تعالیٰ ہیبت دور فرما دیتا ہے تو کہتا ہے "تمھارے رب نے کیا فرمایا؟ یہ سب جواب دیتے ہیں، حق فرمایا وہ بزرگ و برتر ہے"۔

محمد بن کعب فرماتے ہیں بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دریافت کیا کہ جب اللہ تعالیٰ نے آپ سے کلام کیا تھا تو آپ نے اپنے رب کی آواز کو مخلوق میں کس سے مشابہ پایا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا، میں نے اپنے رب کی آواز کو رعد سے مشابہ پایا جب کہ اس میں بازگشت نہ ہو۔ یہ آیات و احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ کلام اللہ آواز ہے مگر آدمیوں کی آواز کی طرح نہیں جس طرح اس کا علم قدرت اور تمام دوسری صفات انسان کی صفات کی طرح نہیں ہیں اسی طرح اس کی آواز بھی انسانوں کی آواز کی مانند نہیں ہے۔

حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کے اصحاب کی بیان کردہ ایک روایت کے پیش نظر اللہ تعالیٰ کے لئے آواز کی صراحت کی گئی ہے اس روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی آواز ہے، اشاعرہ اس کے خلاف ہیں، اشاعرہ کا قول ہے کہ کلام اللہ ایک معنی (مفہوم) ہے جو ذات الٰہی کے ساتھ قائم ہے (اللہ تعالیٰ ہر بدعتی، گمراہ اور گمراہ کرنے والے کی حساب فہمی کرنے والا ہے)

اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے متکلم ہے (صفت کلام قدیم ہے) اور اس کا کلام امر، نہی اور استفہام سے تمام معانی کو حاوی ہے ابن خزیمہ کا ارشاد ہے کہ اللہ کا کلام پیہم ہے اس میں وقفہ اور خاموشی نہیں ہے۔ حضرت امام احمدؒ سے لوگوں نے دریافت کیا کہ کیا یہ کہنا جائز ہے کہ اللہ متکلم ہے اور سکوت اس کے لئے درست ہے" آپ نے فرمایا ہم اجمالاً یہ کہتے ہیں کہ اللہ ہمیشہ سے متکلم ہے۔ اگر کوئی حدیث

ایسی آتی جس سے ظاہر ہوتا کہ اللہ خاموش ہوگیا تو ہم بھی کہتے، اب تو ہم یہی کہتے ہیں کہ وہ متکلم ہے بغیر کسی خاص کیفیت اور تشبیہ کے جس طرح چاہے وہ کلام کرتا ہے؛

حروف ہجّا مخلوق ہیں یا غیر مخلوق

حروف ہجا مخلوق نہیں

حروف ہجا بھی مخلوق نہیں ہیں، اللہ کے کلام میں ہوں یا وہ انسان کے کلام میں ہوں، اہلِ سنت میں سے ایک گروہ کا یہ عقیدہ ہے کہ قرآن مجید کے حروف قدیم ہیں اور اس کے علاوہ جتنے حرف ہیں وہ حادث ہیں لیکن یہ ان کی غلطی ہے، اہل سنت کا بغیر کسی فرق کے صحیح ترین قول یہی ہے کہ حروف ہجا مخلوق نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اِنَّمَآ اَمۡرُهٗۤ اِذَآ اَرَادَ شَیۡـًٔا اَنۡ یَّقُوۡلَ لَهٗ كُنۡ فَیَكُوۡنُ ۝ لفظ کن دو حرفی ہے (ک، ن) اگر یہ لفظ مخلوق ہوتا تو پھر اللہ تعالیٰ دوسرے کُن کے کہنے کا محتاج ہوگا اور اس طرح غیر متناہی سلسلہ لازم آئے گا۔

قرآن (پاک) کے غیر مخلوق ہونے کی آیات قرآنیہ سے بہت سی دلیلیں اوپر گزر چکی ہیں۔ ہم ان کو دوبارہ پیش نہیں کریں گے۔ حدیث نبوی میں آیا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اب ت ث کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے فرمایا الف اللہ کا اسم ہے اور ب اللہ کے نام باری کا اور ت اللہ کے نام المتکبّر کا اور ث اللہ کے نام الباعث اور الوارث کا ہے اور اسی طرح حضور نے تمام حروف کو اللہ کے اسماء صفاتی کا جزو قرار دیا، چونکہ اللہ تعالیٰ کے اسماء مخلوق نہیں ہیں اسی لئے حروف ہجا بھی مخلوق نہیں ہوئے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہٗ سے مروی حدیث میں ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے جب آپ نے ابجد ہوز حطی کے معنی دریافت کئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علی! کیا تم ابی جاد (ابجد) کی تشریح سے واقف نہیں ابجد میں الف اللہ کا ب اللہ کے نام لباری ج اللہ کے نام جلیل کا ہے، اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام حروف (ہجا) کو اللہ کے اسماء کا جزو ہونا قرار دیا حالانکہ یہی حروف آدمیوں کے کلام کے بھی اجزاء ہیں۔

حضرت امام احمدؒ نے حروف ہجا کے قدیم ہونے کی اس خط میں صراحت کی ہے جو نیشاپور اور جرجان کے باشندوں کو آپ نے ارسال کیا تھا اور اس میں آپ نے لکھا تھا کہ جو شخص حروف ہجا کو حادث کہتا ہے وہ اللہ کا منکر ہے جب وہ اس بات کا قائل ہوا کہ حروف ہجا مخلوق ہیں تو وہ قرآن کے مخلوق ہونے کا قائل ہوا (یعنی قرآن کو اس نے مخلوق قرار دیا)۔

حروف قرآن قدیم ہیں یا حادث

آپ سے کہا گیا کہ ایک شخص کہتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حروف (ہجا) پیدا کئے تو لام لیٹ گیا اور الف کھڑا ہوگیا اور کہنے لگا کہ جب تک مجھے حکم نہیں دیا جائے گا میں سجدہ نہیں کروں گا، امام احمدؒ نے فرمایا یہ قائل کا کفر ہے (ایسا کہنے والا کافر ہے) امام شافعی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم حروف کے حدوث کے قائل نہ بنو، سب سے پہلے یہودی حدوث کے قائل ہو کر ہلاک ہوئے، جو شخص کسی ایک حرف کے حدوث کا قائل ہوا وہ قرآن کے حدوث کا قائل ہوا۔ اس سلسلہ میں ایک دلیل یہ بھی ہے کہ جب حروف قرآن میں قدیم ہیں تو قرآن کے علاوہ بھی قدیم ہوں گے یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک چیز بعینہٖ قدیم بھی ہو اور حادث بھی، جب قرآن میں حروف (ہجا) کا حادث نہ ہونا ثابت ہوگیا تو غیر قرآن میں بھی یہ قدیم ہوں گے؛

نود و نہ اسماءِ حسنیٰ

(ننانوے پاک نام)

اللہ تعالیٰ کے پاک ناموں کی تعداد

ہمارا اعتقاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں جو اُن کو یاد کرے گا جنت میں داخل ہوگا، یہ تمام اسماء قرآن مجید کی مختلف سورتوں میں موجود ہیں۔ اِن میں سے پانچ تو صرف سورۃ فاتحہ میں ہیں وہ یہ ہیں۔ (۱) اَللّٰہ (۲) رَبّ (۳) رحمٰن (۴) رَحیم (۵) مالکؔ اور چھبیس سورہ بقرۃ میں ہیں۔ (۱) محیط (۲) قدیر (۳) علیم (۴) حلیم (۵) تَوّاب (۶) بصیر (۷) واسع (۸) بَدِیْعٌ (۹) رَءُوف (۱۰) شَاکِرٌ (۱۱) اللہ (۱۲) وَاحِد (۱۳) غَفُور (۱۴) حَکیم (۱۵) قَابِضٌ (۱۶) بَاسِطٌ (۱۷) لا اِلٰہ الا ھُو (۱۸) حَیّ (۱۹) قیومٌ (۲۰) عَلِی (۲۱) عَظیم (۲۲) وَلِیّ (۲۳) غَنِیّ (۲۴) حَمِیْدٌ۔ سورۂ آل عمران میں یہ چار اسماءِ حسنیٰ ہیں (۱) قائمٌ (۲) وَہَّابٌ۔ (۳) سَرِیعٌ (۴) خَبِیْرٌ[۳]۔ سورۃ النساء میں یہ چھ اسماء ہیں (۱) رَقِیبٌ (۲) حَسِیبٌ (۳) شَہِیدٌ (۴) وَکِیلٌ (۵) غَفُورٌ[۴] (۶) مُقِیتٌ : ۵ اسماء سورۃ انعام میں ہیں۔ (۱) فَاطِرٌ (۲) قاھِرٌ (۳) قَادِرٌ (۴) لَطِیفٌ (۵) خَبِیْرٌ۔ سورہ اعراف میں ۲ اسماء ہیں (۱) مُحیِی (۲) مُمِیتٌ سورۃ انفال میں بھی دو ہیں۔ (۱) نِعْمَ المَوْلیٰ (۲) نِعمَ النصیر سورۂ ہود میں سات اسماءِ حسنیٰ ہیں: (۱) حَفِیظٌ (۲) رَقِیبٌ (۳) مَجِیدٌ (۴) قَوِیٌّ (۵) مُجِیبٌ (۶) وَدُودٌ (۷) فَعَّالٌ۔ سورۂ رعد میں دو ہیں (۱) کَبِیرٌ (۲) مُتَعَالٌ بسورہ ابراہیم میں ایک نام ہے (۱) مَنَّانٌ بسورۃ الحجر میں بھی ایک نام ہے۔ (۱) خَلَّاقٌ۔ سورۂ النحل میں بھی ایک نام ہے (۱) بَاعِثٌ سورۃ مریم میں دو ہیں (۱) صَادِقٌ (۲) وَارِثٌ۔ سورۃ المومنون میں ایک ہے (۱) کَرِیمٌ سورۃ النور میں تین اسماءِ حسنیٰ ہیں: (۱) حَقٌّ (۲) مُبِینٌ (۳) نُورٌ بسورۃ الفرقان میں صرف ایک ہے (۱) ہَادِیٌّ بسورۂ سبا میں بھی ایک نام ہے (۱) فَتَّاحٌ۔ سورۃ المومن میں چار ہیں: (۱) غَافِرٌ (۲) قَابِلٌ (۳) شَدِیدٌ (۴) ذالطَّوْل۔ سورۃ الذاریات میں تین ہیں: (۱) رَزَّاقٌ (۲) ذَالقُوَّۃ۔ (۳) مَتِینٌ۔ سورۂ اقتربت الساعۃ میں ایک ہے (۱) مُقتَدِرٌ۔ سورۂ رحمٰن میں (۱) باقی (۲) ذو الجلال (۳) والاکرام یعنی تین اسماءِ حسنیٰ ہیں، سورۃ الحدید میں چار ہیں (۱) اوّلٌ (۲) آخِرٌ (۳) ظَاھِرٌ (۴) بَاطِنٌ۔ سورۃ الحشر میں دس اسماءِ حسنیٰ ہیں: (۱) قُدُّوسٌ۔ (۲) سَلَامٌ (۳) مُؤمِنٌ (۴) مُھَیمِنٌ (۵) عَزِیزٌ (۶) جَبَّارٌ (۷) مُتَکَبِّرٌ (۸) خَالِق (۹) بَارِئٌ (۱۰) مُصَوِّرٌ۔ سورۃ البروج میں یہ اسماءِ حسنیٰ ہیں: (۱) مُبْدِیٌٔ (۲) مُعِیدٌ سورۃ قُلْ ھُوَ اللہ (اخلاص) میں (۱) اَحَدٌ (۲) صَمَدٌ یہ دو نام آئے ہیں۔

حضرت سفیان عیینہؒ نے اسی طرح اسماءِ حسنیٰ ذکر کئے ہیں اور عبداللہ بن امام احمدؒ نے کچھ مزید نام بیان کئے ہیں مزید نام یہ ہیں (۱) مُجِیبٌ (۲) قَاہِرٌ (۳) فاضل (۴) خَالِقٌ (۵) رقیبٌ (۶) مَاجِدٌ (۷) جَوَادٌ (۸) اَحکَمُ الحَاکِمِین۔

ابوبکر نقاش نے کتاب تفسیر الاسماء والصفات میں حضرت جعفر بن محمدؒ کا قول نقل کیا ہے کہ اللہ کے ۳۶۰ نام ہیں۔ ایک روایت میں ۱۲۴ آئے ہیں۔ ان اقوال کی بنا اس پر ہے کہ قرآن پاک میں جو اسماءِ حسنیٰ مکرر آئے ہیں ان کو بھی لوگوں نے داخل شمار کر لیا ہے اور ان کو اسماء قرار دے دیا ہے، حالانکہ صحیح وہی ہیں جو حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہیں۔

---

[۱] یہ کل اسماءِ حسنیٰ ۲۴ ہوتے ہیں اور یا اللہ مکرر ہے، سورۃ فاتحہ میں آچکا ہے۔ [۲] یہ اسم پاک مکرر ہے سورۃ بقر میں بھی مذکور ہے۔
[۳] یا خبیر مکرر ہے آل عمران میں بھی مذکور ہے۔ [۴] اس میں یا رقیبٌ مکرر ہے، سورۃ النساء میں آچکا ہے۔

ایمان کی تعریف

ایمان کسے کہتے ہیں

ہمارا اعتقاد ہے کہ زبان سے اقرار، دل سے یقین اور ارکان پر عمل کرنے کا نام ایمان ہے۔ ایمان طاعت سے بڑھتا ہے اور معصیت سے کم ہوتا ہے۔ علم سے ایمان میں قوت آتی ہے اور جہالت سے کمزور ہوتا ہے اور توفیق الہیٰ سے ترقی پذیر ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْھُمْ اِیْمَانًا — تحقیق جو لوگ ایمان لائے تو ان کا ایمان زیادہ ہوتا ہے اور
وَّھُمْ یَسْتَبْشِرُوْنَ ۝ — خوش ہوتے ہیں۔

اس طرح جو چیز زیادہ ہوتی ہے وہ گھٹ بھی سکتی ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَاِذَا تُلِیَتْ عَلَیْھِمْ اٰیٰتُہٗ زَادَتْھُمْ اِیْمَانًا ۝ — (جب اُن کے سامنے آیات پڑھی جاتی ہیں تو اُن کا ایمان بڑھتا ہے)

ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے۔

لِیَسْتَیْقِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ وَیَزْ — تاکہ وہ لوگ جن کو کتاب دی گئی یقین کرلیں اور وہ لوگ جو
دَادَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِیْمَانًا ۝ — ایمان لائے ان کا ایمان مضبوط ہو جائے۔

حضرت ابن عباسؓ حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت ابوالدرداؓ سے مروی ہے کہ ایمان کم بھی ہوتا ہے اور زیادہ بھی ہوتا ہے اس کے علاوہ اس سلسلہ میں دیگر اقوال بھی ہیں جن کی تفصیل طوالت کا باعث ہے۔ اشاعرہ کہتے ہیں کہ ایمان میں کمی و بیشی نہیں ہوتی۔

ایمان کے معنی

لغت میں ایمان کے معنی دل سے کسی چیز کے تصدیق کرنے اور جس پر یقین ہو اسے حاصل کرنے کے ہیں شریعت میں ایمان کے معنی ہیں اللہ تعالیٰ کے وجود کا یقین کرنا اس کے اسماء وصفات کو پہچاننا اور ان پر یقین رکھنا فرائض، واجبات اور نوافل کا ادا کرنا۔ گناہوں اور معاصی سے اجتناب کرنا۔ اگر ایمان کو مذہب، شریعت اور ملت سے موسوم کیا جائے تو جائز ہے اس لئے کہ دین وہی ہے جس کا اتباع کیا جائے اور طاعات کے ساتھ محرمات و ممنوعات سے اجتناب کیا جائے یہی ایمان کی تعریف ہے۔

اسلام کی تعریف

اسلام کی تعریف اگرچہ ایمان کے ساتھ کی جاسکتی ہے کیونکہ ہر ایمان یقیناً اسلام ہے لیکن ہر اسلام ایمان نہیں اس لئے کہ اسلام کے معنی مطیع اور فرمانبردار ہونے کے ہیں، ہر مومن احکام الہیٰ کا مطیع و فرمانبردار ہے لیکن ہر مسلمان اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھنے والا نہیں کیونکہ اکثر مسلمان تلوار کے خوف سے اسلام قبول کر لیتے ہیں۔

ایمان کا لفظ بہت سے قولی اور فعلی صفات پر حاوی ہے اور اس کے دائرے میں اللہ تعالیٰ کی تمام عبادتیں شامل ہیں، لفظ اسلام کا مطلب ہے زبان سے کلمہ شہادت ادا کرنا اور دل سے اس کی تصدیق کرنا اور پانچوں عبادتیں ادا کرنا۔ حضرت امام احمدؒ نے ایمان کو اسلام سے الگ قرار دیا ہے کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک روز میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک شخص وارد ہوا جس کے کپڑے بہت سفید اور بال بہت سیاہ تھے۔ سفر کی کوئی علامت اس سے ظاہر نہیں تھی۔ ہم میں سے کوئی شخص اس کو نہیں پہچانتا تھا۔ وہ شخص آتے ہی رسول خدا کے سامنے بیٹھ گیا اور اپنے زانو رسول کے زانوؤں سے ملا کر بیٹھ گیا، اپنے دونوں

ہاتھ اپنے گھٹنوں پر رکھ لئے اور کہا اے محمدؐ! اللہ کے رسول! اسلام کیا ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسلام یہ ہے کہ تو کلمۂ شہادت پڑھے یعنی اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد ان محمداً عبدہٗ ورسولہ کہے۔ نماز پنجگانہ ادا کرتا رہے۔ زکوٰۃ ادا کرے، رمضان کے روزے رکھے، طاقت ہو تو حج بھی ادا کرے۔

یہ سن کر اس شخص نے جواب دیا اے محمدؐ! آپ نے بالکل سچ فرمایا، اس کے اس جواب سے لوگ بہت حیران ہوئے کہ خود ہی پوچھتا ہے اور خود ہی تصدیق کرتا ہے، پھر اس نے کہا مجھے ایمان کے متعلق بتائیے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایمان یہ ہے کہ تو اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے پیغمبروں، قیامت اور نیکی و بدی کی تقدیر (اندازے) پر ایمان لائے، اس نے یہ سن کر کہا، آپ نے سچ فرمایا۔

اس شخص نے پھر کہا اے اللہ کے رسول احسان (خوبی) کیا ہے؟ حضورؐ نے جواب میں فرمایا: احسان یہ ہے کہ تم اللہ کی عبادت اس طرح کرو گویا تم اس کو دیکھ رہے ہو اگر ایسا نہ ہو سکے تو دل میں یہ ضرور یقین کرو کہ اللہ تعالیٰ تم کو دیکھ رہا ہے۔ اس نے پھر دریافت کیا یا رسول اللہ: قیامت کے دن کا حال بیان فرمائیے، آپ نے جواب دیا، قیامت کا حال جس سے دریافت کیا جا رہا ہے وہ دریافت کرنے والے سے زیادہ قیامت کا حال نہیں جانتا۔ اس شخص نے کہا قیامت کی کچھ نشانیاں ہی بتا دیجئے؟ حضورؐ نے فرمایا قیامت کی علامتوں میں سے یہ ہے کہ لونڈیاں اپنے آقاؤں کو جنیں گی اور مفلس پاؤں سے ننگے، بدن سے برہنہ بکریاں کے چرانے والے عالیشان عمارتوں پر فخر کرتے نظر آئیں گے، راوی فرماتے ہیں اس کے بعد ہم کچھ دیر ٹھہرے رہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ دیر کے بعد مجھ سے فرمایا۔ عمرؓ جانتے ہو یہ سائل کون تھا؟ میں نے جواب دیا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتا ہے، آپ نے فرمایا یہ جبرئیل علیہ السلام تھے اور تم لوگوں کو دین سکھانے آئے تھے۔ حدیث کے دوسرے الفاظ یہ ہیں۔ "وہ جبرئیل تھے۔ تم کو تمہارے دینی امور سکھانے آئے تھے۔ اس سے پہلے وہ جب کبھی جس شکل میں آئے میں نے ان کو پہچان لیا۔ لیکن اس مرتبہ میں اس شکل میں ان کو فوراً نہیں پہچان سکا۔"

(غور طلب امر ہے جبرئیل علیہ السلام نے ایمان اور اسلام کے متعلق الگ الگ سوال کرکے دونوں میں تفریق کر دی چنانچہ رسول اللہ نے دونوں سوالوں کے الگ الگ جوابات ارشاد فرمائے۔ امام احمدؒ کے پیش نظر ایک اعرابی والی حدیث بھی تھی۔ ایک اعرابی نے رسول اللہ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ۔ آپ نے فلاں کو عطا کیا اور مجھے منع فرمایا! اس کے اس سوال پر حضور والا نے ارشاد فرمایا، کہ وہ مومن تھا۔ اعرابی نے عرض کیا کہ میں بھی تو مومن ہوں۔ حضور نے فرمایا کہ تم مسلم ہو۔ امام احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کو بھی سند کے طور پر لائے ہیں۔

قَالَتِ الْأَعْرَابُ آمَنَّا قُلْ لَمْ تُؤْمِنُوا وَلٰكِنْ قُولُوا أَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْإِيمَانُ فِي قُلُوبِكُمْ ۝

اعراب (دیہاتی) کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے ہیں اے پیغمبر آپ ان سے کہہ دیجئے کہ تم لوگ ایمان نہیں لائے، کہو ہم اسلام لائے ہیں۔ ابھی تک ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا ہے۔

ایمان میں زیادتی (اضافہ) صرف روزے نماز سے نہیں ہوتی بلکہ دلی یقین کے بعد اوامر و نواہی کی پابندی، تقدیر کو ماننا، اللہ کے کسی فعل پر اعتراض نہ کرنا۔ اللہ نے تقسیم رزق کا جو وعدہ فرمایا ہے اس پر اعتماد رکھنا اور شک نہ کرنا، اللہ

پر بھروسہ رکھنا اور اپنی قوت اور طاقت پر تکیہ نہ کرنا، مصیبتوں پر صبر اور نعمتوں پر شکر بجالانا، اللہ کو عیوب سے پاک جاننا اور کسی قسم کی کسی حال میں اس پر تہمت نہ لگانا۔

امام احمدؒ سے دریافت کیا گیا کہ ایمان مخلوق ہے یا غیر مخلوق! آپ نے جواب دیا، جس نے ایمان کو مخلوق کہا وہ کافر ہوگیا کیونکہ ایسا کہنے والا لوگوں کو وہم میں مبتلا کرتا ہے (کیونکہ اس قول سے قرآن کے مخلوق ہونے کا وہم ہوتا ہے اور اس میں قرآن کے ساتھ ابہام اور تعریض ہے) جو یہ کہے کہ ایمان غیر مخلوق ہے وہ مبتدع (بدعتی) ہے اس لئے کہ اس قول سے یہ وہم لاحق ہوتا ہے کہ راستے سے اذیت رساں چیز کا دور کرنا اور اعضاء کے تمام افعال غیر مخلوق ہیں، اس طرح اس جواب سے امام موصوف نے دونوں گروہوں کی تردید فرمادی ہے اور امام صاحبؒ نے ایک حدیث بیان فرمائی کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا "ایمان کی ستر سے کچھ زیادہ خصلتیں ہیں جن میں سب سے افضل کلمۂ توحید اور سب سے ادنیٰ خصلت راستے سے ایذا دور کرنے والی چیز کا ہٹا دینا ہے۔

امام صاحبؒ کا مسلک ہے کہ جس چیز کا ذکر نہ قرآن میں ہو نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارے میں کچھ فرمایا ہو (حدیث موجود نہ ہو) نہ صحابہ کرامؓ نے اس سلسلہ میں کچھ کہا ہو، اس میں (اپنی طرف سے) رائے دینا بدعت اور دین میں نئی بات پیدا کرنا ہے

مومن ہونے کا دعویٰ کسی مومن کے لئے جائز نہیں کہ وہ کہے "میں یقیناً مومن ہوں"، بلکہ کہے میں انشاء اللہ مومن ہوں، معتزلہ کے نزدیک یہ کہنا کہ "میں سچا مومن ہوں" جائز ہے۔ یقیناً مومن کہنے سے اس لئے منع کیا گیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، جو شخص یقینی طور پر کہے کہ "میں مومن ہوں" وہ کافر ہے۔ حضرت حسن بصریؒ سے روایت ہے کہ حضرت عبد اللہؓ بن مسعودؓ کے سامنے بیان کیا گیا کہ فلاں شخص کہتا ہے کہ "میں قطعی مومن ہوں"! حضرت نے فرمایا اس سے پوچھو "جنت میں جائے گا یا دوزخ میں" لوگوں نے اس سے پوچھا تو اس نے کہا کہ اللہ ہی خوب واقف ہے! ابن مسعودؓ نے فرمایا دوسری بات کو اللہ کے سپرد کردیا پہلی بات (مومن ہونے کو) کو بھی اللہ کے سپرد کیوں نہیں کردیا۔ (یعنی پہلے ہی کہہ دیتا کہ میرا مومن ہونا اللہ ہی کو معلوم ہے۔)

یقیناً سچا مومن وہی ہوگا جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مومن ہے اور وہی جنتی بھی ہوگا اور اس کا اعتبار اس وقت ہے جب ایمان پر خاتمہ ہو اور کسی کو ایمان پر خاتمہ ہونے کی خبر نہیں اس لئے مناسب یہی ہے کہ ڈرتا بھی رہے اور امید بھی رکھے، اعمال کی درستی بھی کرتا رہے اور اندیشہ کے ساتھ ساتھ امیدوار بھی رہے یہاں تک کہ نیک اعمال پر خاتمہ ہو جائے، لوگ جن اعمال میں زندگی گزارتے ہیں انہی پر ان کا خاتمہ ہوتا ہے اور جن اعمال پر خاتمہ ہوگا انہی پر حشر ہوگا، حدیث شریف میں آیا ہے حضورؐ نے ارشاد فرمایا "جیسے زندہ رہوگے ویسے ہی مروگے اور جیسے مروگے ایسے ہی اٹھائے جاؤگے۔

ہمارا یہ بھی اعتقاد ہے کہ بندے کے تمام اعمال اللہ کے پیدا کردہ ہیں اور ان کے کمائے ہوئے ہیں خواہ نیک ہوں یا بد، اچھے ہوں یا برے۔ جو اعمال طاعت و معصیت کے ہیں اس کا یہ مطلب نہیں کہ اللہ نے معصیت کا حکم دیا ہے بلکہ معنی یہ ہیں کہ اللہ نے کسی کے گنہگار ہونے کا فیصلہ اور اندازہ کرلیا ہے، افعال مقدر کرکے ان کے قصد و ارادے کے مطابق کردیا ہے۔

قسمت و تقدیر ہمارا عقیدہ ہے کہ اللہ نے رزق پیدا فرماکر اس کو تقسیم کردیا ہے، جو رزق مقدر میں کردیا ہے اس کو نہ کوئی بند کرسکتا ہے اور نہ کوئی اس کا روکنے والا ہے۔ رزق (مقسوم) نہ کوئی بڑھا سکتا ہے نہ اسے کوئی کم کرسکتا ہے۔ نہ اس کا نرم سخت ہوسکتا ہے اور نہ سخت نرم، کل کا رزق آج نہیں کھایا جاسکتا۔ زید کی قسمت عمر کی طرف منتقل نہیں ہوسکتی۔

اللہ حرام رزق بھی دیتا ہے اور حلال بھی۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ اس نے حرام کو مباح کردیا ہے بلکہ یہ مطلب ہے کہ حرام (رزق) کو بھی وہ بدن کی غذا اور جسم کی قوت بنا دیتا ہے۔ اسی طرح قاتل مقتول کی زندگی منقطع نہیں کرتا بلکہ مقتول اپنی موت آپ مرتا ہے۔ یہی حال اس شخص کا ہے جو پانی میں ڈوب جاتا ہے یا اس پر دیوار گرجاتی ہے یا پہاڑ کی بلندی سے پھینک دیا جاتا ہے یا کوئی درندہ اس کو کھا جاتا ہے، یہ سب اپنی موت سے مرتے ہیں، مسلمانوں اور مومنوں کی ہدایت یابی اور کافروں کی ضلالت اور گمراہی اللہ عزّوجلّ ہی کی طرف سے ہے یہ سب اسی کا فعل اور اسی کی صناعی ہے اس کے ملک میں کوئی شریک نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ٥ (ان اعمال کا بدلہ ہے جو وہ کرتے رہے ہیں) اسی کے ساتھ مزید ارشاد فرمایا بِمَا صَبَرْتُمْ تمھارے صبر کرنے کے عوض میں جیسا تم کرتے ہو ویسا ہی بدلہ دیا جائے گا اور جیسا کروگے ویسا ہی ثواب پاؤگے۔

دوزخیوں سے پوچھا، مَا سَلَكَكُمْ فِي سَقَرَ قَالُوا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّينَ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِينَ ٥ ، تم کو دوزخ میں کس چیز نے داخل کیا۔ انھوں نے کہا ہم نماز پڑھنے والوں میں سے نہ تھے اور نہ ہم مسکین کو کھانا دیتے تھے۔

پھر ارشاد فرمایا۔ هَٰذِهِ النَّارُ الَّتِي كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُونَ ٥ یہ وہ آگ ہے جس کو تم جھٹلاتے تھے۔

اسی سلسلہ میں ارشاد فرمایا بِمَا قَدَّمَتْ يَدَاكَ ٥ اس کے عوض جو تیرے دونوں ہاتھ پہلے کرچکے ہیں۔ ان آیات کے علاوہ دوسری آیات ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے جزا کو انسان کے افعال سے متعلق فرمایا ہے، بندے کا کسب کرنا اس سے ثابت ہوتا ہے، جہمیہ فرقہ کے لوگ اس کے خلاف ہیں، وہ کہتے ہیں کہ بندوں کے کسب کا وجود نہیں، انسانی عمل ایسا ہے جیسے دروازہ کا کھلنا اور بند ہونا (یعنی غیر اختیاری) کھولنے والا چاہتا ہے تو دروازہ کھلتا ہے اور بند کرنا چاہتا ہے تو بند کردیتا ہے یا وہ اس درخت کی مانند ہیں جو ہلایا جاتا ہے اور حرکت دیا جاتا ہے (درخت مجبور ہے اس کی حرکت اس کے اختیار سے نہیں ہوتی) یہ لوگ حق کے منکر ہیں اور کتاب و سنت کی تردید کرتے ہیں۔

قدریہ کا نظریہ

قدریہ (معتزلہ) قائل ہیں کہ انسان اپنے اعمال کا خود خالق ہے، اللہ انھیں غارت کرے، یہ اُمتِ محمدیہ کے مجوسی ہیں انھوں نے انسانوں کو اللہ کا شریک ٹھہرایا ہے اور اللہ کی طرف عجز کی نسبت کرتے ہیں انھوں نے اللہ کے مُلک میں ایسی چیزوں کے وجود کو تسلیم کیا ہے جو اللہ کی قدرت اور ارادے سے باہر ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ اس سے بہت بلند اور برتر ہے۔

ارشاد فرماتا ہے وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ ٥ اللہ نے تم کو اور تمھارے اعمال کو پیدا کیا ہے۔ جب بدلہ انسان کے اعمال پر واقع ہے تو اللہ کی طرف سے تخلیق بھی اعمال پر ہوئی (یعنی جب جزا و سزا کا خالق اللہ تعالیٰ ہے تو اعمال کی تخلیق بھی اللہ تعالیٰ ہی کا کام ہوگا) یہ جائز نہیں کہ کہا جائے اس (مندرجہ بالا نص) سے مراد وہ کام ہیں جو بندے پتھروں پر بناتے ہیں (بتوں کی مورتیں) کیوں کہ پتھر تو جسم ہیں، کسی جسم کو کرنے کا کچھ مفہوم نہیں بلکہ کرنے کا تعلق ان اعمال سے ہے جو انسان کرتا ہے، پس اعمال وہ ہیں جو انسان کرتا ہے (نہ کہ جامد اجسام) حقیقت میں تخلیق الٰہی انسان کے اعمال کی راجع ہے وہ حرکت ہو یا سکون، خداوند عالم کا ارشاد ہے۔

وَلَا يَزَالُونَ مُخْتَلِفِينَ إِلَّا مَنْ رَحِمَ رَبُّكَ وَلِذَٰلِكَ خَلَقَهُمْ ٥ وہ لوگ ہمیشہ اختلاف میں پڑے رہیں گے، سوا ان لوگوں کے جن لوگوں پر آپ کا رب رحم فرمائے ان کو تو اللہ نے اسی (اختلاف کرنے کے) لیے پیدا کیا ہے۔

دوسری جگہ اس طرح ارشاد ہوتا ہے۔

اَمْ جَعَلُوْا لِلّٰہِ شُرَکَآءَ خَلَقُوْا کَخَلْقِہٖ فَتَشَابَہَ الْخَلْقُ عَلَیْہِمْ قُلِ اللّٰہُ خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ ۝

کیا انھوں نے اللہ کے ایسے شریک بنا رکھے ہیں جنھوں نے اللہ کی تخلیق کی طرح مخلوق کو پیدا کیا جس کی بنا پر اللہ کی مخلوق اور ان شریکوں کی مخلوق میں تمیز نہیں ہو، آپ فرما دیجیے کہ اللہ ہر چیز کا خالق ہے

اس سلسلہ میں ارشاد ہوا:-

ھَلْ مِنْ خَالِقٍ غَیْرُ اللّٰہِ یَرْزُقُکُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ۝ کیا اللہ کے سوا کوئی اور خالق ہے جو زمین اور آسمان سے تم کو رزق دیتا ہے

مشرکوں کی حالت بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:-

اِنْ تُصِبْہُمْ حَسَنَۃٌ یَّقُوْلُوْا ھٰذِہٖ مِنْ عِنْدِ اللّٰہِ وَاِنْ تُصِبْہُمْ سَیِّئَۃٌ یَّقُوْلُوْا ھٰذِہٖ مِنْ عِنْدِکَ قُلْ کُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰہِ فَمَالِ ھٰٓؤُلَآءِ الْقَوْمِ لَا یَکَادُوْنَ یَفْقَہُوْنَ حَدِیْثًا ۝

اگر انھیں کوئی بھلائی پہنچ جائے تو یہ کہیں یہ اللہ کی طرف سے ہے اور اگر کوئی برائی پہنچ جائے تو کہیں یہ تمھاری جانب سے ہے، ان سے کہدیجیے کہ سب خدا کی جانب سے ہے، ان لوگوں کو کیا ہوا ہے کہ یہ بات سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا" اللہ نے ہر کاریگر کو اور اس کی صنعت کو پیدا کیا یہاں تک کہ قصاب کو اور اس کے ذبح کرنے کے فعل کو بھی۔

حضرت ابن عباسؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت بیان کی کہ حضور نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے ہی خیر و شر کو پیدا کیا، ان لوگوں کو خوشخبری ہو جن کے ہاتھوں پر میں نے نیکی مقدر فرمائی اور ان کی خرابی ہو جن کے ہاتھوں پر میں نے شر پیدا کیا۔

حضرت امام احمدؒ سے دریافت کیا گیا کہ جن اعمال کی وجہ سے لوگ اللہ کی رضامندی یا ناراضگی کے مستوجب ہوتے ہیں کیا ان میں کوئی عمل اللہ کی طرف سے ہوتا ہے یا بندوں کی طرف سے؟ امام احمدؒ نے جواب میں فرمایا" وہ پیدا کئے ہوئے اللہ کے ہیں اور کئے ہوئے بندوں کے"

مسلمان گناہ سے کافر نہیں ہوتا

ہمارا یہی عقیدہ یہی ہے کہ مومن کتنے ہی صغیرہ یا کبیرہ گناہ کرے مگر وہ کافر نہیں ہوتا، خواہ وہ توبہ کے بغیر ہی مرجائے، بشرطیکہ توحید و ایمان کو ترک نہ کیا ہو۔ اس صورت میں اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہوگا چاہے وہ بخش دے اور جنت میں داخل فرمائے اور چاہے تو سزا دے اور دوزخ میں بھیجدے۔ لہٰذا ہم کو اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق کے درمیان دخل نہ دینا چاہیے۔ جب تک اللہ اس کے انجام کی خبر خود نہ دے۔

باب ۷

معاد سے متعلق عقائد

عذاب و ثواب، منکر نکیر، معراج، شہید اور مومن، شفاعت، پل صراط، کوثر، حشر اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

عذاب و ثواب ہمارا عقیدہ ہے کہ مومن گناہ کبیرہ کے باعث دوزخ میں تو جائے گا لیکن وہ ہمیشہ دوزخ میں نہیں رہے گا بلکہ آخر میں وہاں سے رہائی پائے گا، دوزخ اس کے حق میں قیدخانے کی طرح ہوگا۔ بقدر جرم و گناہ رہنے کے بعد وہاں سے رہائی مل جائے گی، اس کے چہرے پر آگ کی لپٹ نہیں پہنچے گی، اس کے اعضائے سجود کو آگ نہیں جلائے گی، یہ اعضا آگ پر حرام کر دیئے گئے ہیں، جب تک وہ دوزخ میں رہے گا اللہ سے اس کی امید نہیں ٹوٹے گی آخر کار وہ دوزخ سے نکل کر جنت میں داخل ہو جائے گا، دنیا میں اس نے جیسی اور جس قدر طاعت کی ہوگی اسی کے موافق اس کو جنت میں درجات دیئے جائیں گے۔

معتزلہ کا قول اسکے خلاف ہے، وہ کہتے ہیں کہ کبیرہ گناہ سے نیکیاں برباد ہو جاتی ہیں، ان کا کوئی ثواب نہیں بلکہ خوارج کا بھی یہی قول ہے، مومن پر لازم ہے کہ تقدیر کی بھلائی برائی اور قضائے الٰہی کے تلخ و شیریں (اچھائی، برائی) پر ایمان رکھے اور اس بات پر بھی ایمان رکھے کہ جو کچھ اسباب رحمت اس کو میسر ہیں وہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے نہ کہ اس کی کوششوں کا نتیجہ اور ثمرہ!!

ہمارا عقیدہ ہے کہ جو کچھ (کل تک) ہوا اور قیامت تک آئندہ ہوگا وہ قضا و تقدیر سے ہوا اور آئندہ ہوگا، لوح محفوظ میں اللہ تعالیٰ نے جو تقدیر لکھ دی ہے اس سے کوئی بندہ بھاگ نہیں سکتا، قضائے الٰہی کے خلاف سخت کوشش کے بعد بھی نہ کوئی شخص کسی کو نقصان پہنچا سکتا ہے اور نہ فائدہ! حضرت ابن عباسؓ سے مروی حدیث میں یہی آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ يُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۝

اگر اللہ تم کو کوئی ضرر پہنچائے تو اسی کے سوا کوئی دوسرا اس دکھ کو دور کرنے والا نہیں اگر وہ تم کو بھلائی پہنچانا چاہے تو اس کے فضل کو کوئی رد کرنے والا نہیں، وہ اپنے بندوں میں سے جسکو چاہتا ہے اپنے فضل سے نوازتا ہے

حضرت زیدؓ بن وہب نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت بیان کی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تم میں سے ہر ایک کی تخلیق اس طرح ہوئی ہے کہ چالیس دن ماں کے پیٹ میں بصورت نطفہ رہتا ہے (ایک روایت میں چالیس راتیں آتا ہے) پھر اتنی ہی مدت وہ منجمد خون کی شکل میں پھر اتنی ہی مدت گوشت کے لوتھڑے کی شکل میں رہتا ہے پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرشتے

کوان چار باتوں کے ساتھ (اس کے پاس) بھیجتا ہے، صورت، رزق، عمل، سعادت یا شقاوت۔ انسان عمر بھر دوزخیوں کے سے عمل کرتا ہے یہاں تک کہ اس کے اور دوزخ کے درمیان ایک ہاتھ کا فیصلہ رہ جاتا ہے (اچانک) تقدیر کا لکھا غالب آجاتا ہے اور وہ جنتیوں کے کام کرکے جنت میں داخل ہوجاتا ہے اور (اسی طرح) آدمی جنتیوں کے کام کرتا ہے یہاں تک کہ اس کے اور جنت کے درمیان صرف ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے کہ یکایک تقدیر کا لکھا غالب آجاتا ہے اور وہ دوزخیوں کے کام کرکے دوزخ میں داخل ہوجاتا ہے۔

ہشامؒ بن عروہ کہتے ہیں کہ میرے والد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی شخص اہل بہشت کے سے کام کرتا ہے مگر لوح محفوظ میں اس کے مقدر میں دوزخ لکھا ہے چنانچہ موت کے قریب پہنچکر وہ ان کاموں سے پھر کر دوزخیوں کے سے کام کرنے لگتا ہے یہاں تک کہ اس حال میں مرکر دوزخ میں پہنچ جاتا ہے اور کسی کے مقدر میں لکھا ہوتا ہے کہ یہ اہل بہشت سے ہے مگر وہ دوزخیوں کے سے کام کرتا ہے پھر جب مرنے کے قریب ہوتا ہے تو ان کاموں کو چھوڑ کر اہل بہشت کے سے کام کرنے لگتا ہے یہاں تک کہ اس حال میں مرکر وہ جنت میں چلا جاتا ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن سلمی حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم لوگ بارگاہ رسالت میں حاضر تھے حضورؐ زمین کرید رہے تھے اچانک سر اٹھاکر فرمایا" کوئی ایسا نہیں ہے جس کی جگہ دوزخ یا جنت میں مقرر نہ ہوچکی ہو" یہ سنکر صحابہؓ نے عرض کیا ہم متوکل ہو جائیں؟ حضور نے فرمایا عمل کرو جس کے لئے اس کو پیدا کیا گیا ہے وہ اس پر آسان کردیا گیا ہے۔

سالم بن عبداللہ اپنے والد حضرت عبداللہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ بن خطاب نے عرض کیا یا رسول اللہؐ، ہم جو کچھ کرتے ہیں کیا یہ پہلے سے طے شدہ چیز ہے یا از سرِ نو پیدا کی جاتی ہے، حضور نے ارشاد فرمایا طے شدہ چیز ہے، حضرت عمرؓ نے عرض کیا تو پھر اسی پر اعتماد کرکے نہ بیٹھ جائیں؟ حضور نے فرمایا تم عمل کرو، ہر ایک کو اسی بات کی توفیق دی جاتی ہے جس کے لئے اس کو پیدا کیا گیا ہے، جو اہل سعادت میں ہوتا ہے وہ سعادت کے کام کرتا ہے اور جو بدبخت ہے وہ بدبختوں جیسا عمل کرے گا۔

معراج
اور دیدار الٰہی

شبِ معراج ہم ایمان رکھتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج میں اپنے رب کو جسمانی آنکھوں سے دیکھا، دل کی آنکھوں سے نہیں اور نہ خواب میں۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے آیت وَلَقَدْ رَاٰہُ نَزْلَۃً اُخْرٰی کی تشریح میں فرمایا" میں نے اپنے رب کو روبرو دیکھا، اس میں کوئی شک و شبہ نہیں اور عِنْدَ سِدْرَۃِ الْمُنْتَھٰی کی تشریح میں فرمایا کہ میں نے اس کو سدرۃ المنتہیٰ کے پاس دیکھا یہاں تک کہ رب کے چہرے کا نور میرے سامنے ظاہر ہوا۔

حضرت ابن عباس نے آیت وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْیَا الَّتِیْٓ اَرَیْنٰکَ اِلَّا فِتْنَۃً لِّلنَّاسِ ٥ یعنی ہم نے آپ کو جو خواب

دکھایا ہے اس سے ہم نے لوگوں کا امتحان کیا ہے) کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ رؤیا سے مراد آنکھوں کا دیکھنا ہے جو شبِ معراج میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھایا گیا۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خُلّت ملی، حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کلام اور محمد رسول اللہ کو دیدارِ الٰہی حاصل ہوا۔ حضرت ابن عباسؓ نے یہ بھی فرمایا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو اپنی آنکھوں سے دو مرتبہ دیکھا، یہ روایت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی اس روایت سے معارض نہیں جو رویت کے انکار میں مروی ہے اس لئے کہ اس میں نفی ہے اور ان احادیث (مذکورہ بالا) میں اثبات ہے اور مثبت کو منفی پر مقدم رکھا جاتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لئے رویت کا اثبات فرمایا ہے۔ حضرت ابوبکر بن سلیمان کا قول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کا دیدار گیارہ مرتبہ کیا نو بار کا ثبوت احادیث سے ملتا ہے جب کہ آپ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور اللہ تعالیٰ کے مابین تخفیفِ نماز کے لئے بار بار آئے گئے اور پچاس وقت کی نماز کے بجائے پانچ وقت کی نماز فرض کی گئی (۴۵ بار کی تخفیف ہوگئی) یہ سُنَن نبوی سے ثابت ہے اور دو بار اللہ تعالیٰ کا دیدار قرآن سے ثابت ہے۔

مُنکر نکیر ہمارا ایمان ہے کہ انبیاء (علیہم السلام) کے سوا ہر شخص کے پاس قبر میں منکر نکیر آتے ہیں، مُردے میں روح ڈالی جاتی ہے۔ منکر نکیر اس سے سوال کرتے ہیں اور اس کا امتحان لیتے ہیں کہ وہ کس دین کا معتقد تھا، مُردہ کو بٹھایا جاتا ہے جب سوال ختم ہو جاتے ہیں تو بغیر تکلیف کے اس کی روح پھر کھینچ لی جاتی ہے۔

مُردہ زائر کو پہچانتا ہے ہمارا ایمان ہے کہ مُردہ کی قبر پر آنے والے کو مُردہ پہچانتا ہے، جمعہ کے دن طلوعِ فجر کے بعد طلوعِ آفتاب تک یہ شناخت اور زیادہ قوی ہوتی ہے۔

ضُغطۂ قبر یا فشارِ قبر گنہگاروں اور کافروں کے لئے قبر کے دباؤ اور قبر کے عذاب پر ایمان لانا بھی واجب ہے، ایمانداروں اور نیکوکاروں کو قبر میں راحتیں میسر ہوں گی، اس پر بھی ایمان رکھنا لازم ہے۔ معتزلہ کا قول اس کے خلاف ہے وہ قبر کے عذاب، راحت اور منکر نکیر کے سوالات کو نہیں مانتے، اہلِ سنت کے قول کا ثبوت اس آیت سے ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ فِي الْاٰخِرَةِ ۚ (اللہ اہلِ ایمان کو مضبوط بات پر قائم رکھتا ہے، دنیوی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی)۔

تفسیر میں منقول ہے کہ اس آیت میں دنیاوی زندگی سے مراد روح کے نکلنے کا وقت (وقتِ انتقال) ہے اور آخرت سے مراد قبر کے اندر منکر نکیر کے سوال کا وقت ہے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کو قبر میں رکھا جاتا ہے تو دو کالے رنگ کے نیلی آنکھوں والے فرشتے آتے ہیں ان میں سے ایک منکر اور دوسرا نکیر ہے، وہ دونوں مُردے سے پوچھتے ہیں تو اس ہستی یعنی محمد رسول اللہ کے متعلق کیا کہتا ہے؟ مردہ زندگی میں جو کچھ کہا کرتا تھا وہی بیان کرنے لگا اگر مردہ مومن ہے تو کہے گا "اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں" اس جواب کو سُن کر وہ دونوں فرشتے کہیں گے "ہم کو معلوم تھا تو ایسا ہی کہے گا"، اس کے بعد مُردے کی قبر کو ۷۰×۷۰ ہاتھ (ہفتاد در ہفتاد دست) کشادہ کر دیا جائے گا اور اس کی قبر روشن کر دی جائے گی، پھر وہ دونوں فرشتے کہیں گے "سو جا" مردہ کہے گا، مجھے اجازت دو کہ میں اپنے اہل و عیال کے پاس جا کر یہ خوشخبری دوں۔

لیکن فرشتے جواب دیں گے" اس دلہن کی طرح سو جا جسے وہی بیدار کرتا ہے جو گھر والوں میں اس کو سب سے زیادہ پیارا ہوتا ہے۔ چنانچہ وہ سو جائے گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اسے اس کی خوابگاہ سے اٹھائے گا۔

اگر مردہ منافق ہوگا تو سوال کے جواب میں کہے گا "میں نہیں جانتا لوگوں کو جو کچھ کہتے سنتا تھ وہی میں کہدیتا تھا" فرشتے کہیں گے ہم تو پہلے ہی جانتے تھے کہ تو ایسا کہے گا اس کے بعد وہ زمین کو حکم دینگے کہ اس پر تنگ ہوجا' زمین مردے پر ایسی تنگ ہوگی کہ مردے کی پسلیاں ادھر ادھر نکل جائیں گی اور وہ ہمیشہ اسی عذاب میں رہے گا۔ یہاں تک کہ اللہ اس کو اس کی قبر سے اٹھائے گا۔

مومن کا نیک انجام

اس مسئلہ کے ثبوت کے لئے عطاؒ بن یسارؓ کی روایت سے تمسک کیا گیا ہے وہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا! عمرؓ اس وقت تیرا کیا حال ہوگا جب تیرے لئے تین ہاتھ (گز) ایک بالشت لمبی اور ایک ہاتھ ایک بالشت چوڑی' زمین درست کی جائے گی' پھر تیرے گھر والے مجھے غسل دے کر کفن پہنائیں گے' خوشبو لگا کر جنازہ اٹھائیں گے پھر دفن کر دینگے اور لوٹ آئیں گے۔ پھر قبر میں تیرے پاس سوال کرنیوالے منکر نکیر آئیں گے جن کی آوازیں کڑک کی طرح اور آنکھیں چندھیا دینے والی بجلی کی طرح ہوں گی' ان کے بال لٹکے ہوئے ہوں گے وہ تجھے ڈرائیں گے اور پوچھیں گے' تیرا رب کون ہے اور تیرا دین کیا ہے؟ حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ دل جو میرے پاس آج ہے کیا یہی دل میرے پاس اس وقت بھی ہوگا۔ حضورؐ نے فرمایا ہاں! حضرت عمرؓ نے عرض کیا تو پھر وہ ان دونوں کے لئے کافی ہوگا"

یہ حدیث اس امر پر دلیل ہے کہ روح دوبارہ بدن میں ڈالی جائے گی کیونکہ حضرت عمرؓ نے جب عرض کیا تھا کہ کیا میرے ساتھ میرا دل ہوگا تو حضور نے فرمایا! ہاں!!

حضرت منہال بن عمروؓ نے حضرت براؓ بن عازبؓ سے روایت کی ہے کہ ہم لوگ ایک بار حضور کے ہمراہ ایک انصاری کے جنازہ میں گئے' جب قبر کے نزدیک پہنچے تو دیکھا لحد تیار نہیں ہے' حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) بیٹھ گئے۔ ہم بھی گرداگرد بیٹھ گئے (از روئے تعظیم و ہیبت رسول اللہ) ہم سب ایسے بے حس و حرکت بیٹھے تھے گویا ہمارے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں۔ حضور دست مبارک کی لکڑی سے زمین کریدنے لگے پھر سر مبارک اٹھا کر دو یا تین بار فرمایا' میں عذاب قبر سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں' پھر ارشاد فرمایا' جب بندۂ مومن آخرت کی طرف منہ کئے دنیا سے قطع تعلق کرتا ہے تو اس پر گورے رنگ کے فرشتے نازل ہوتے ہیں اُن کے چہرے آفتاب کی طرح (تاباں) ہوتے ہیں' ان کے پاس جنت کا کفن اور جنت کی خوشبو ہوتی ہے' یہ فرشتے اس بندۂ مومن سے بفاصلہ حد نظر بیٹھ جاتے ہیں اس کے بعد موت کا فرشتہ اس کی بالین پر بیٹھ کر کہتا ہے اے آرام پانے والے پاکیزہ نفس باہر نکل آ۔ اللہ کی دی ہوئی خوشنودی اور مغفرت کی طرف آ: حضور نے ارشاد فرمایا کہ (اس وقت) وہ جان اس طرح باہر آجاتی ہے جیسے برتن سے پانی کا قطرہ بہتا ہے فوراً وہ فرشتے اس کو لے لیتے ہیں اور پل بھر کے لئے ملک الموت کے ہاتھ میں نہیں چھوڑتے اسے اس جنت والے کفن اور خوشبو میں لپیٹ دیتے ہیں' وہ خوشبو مشک کی خوشبو سے بہتر ہوتی ہے اس خوشبو کا وجود روئے زمین پر کہیں نہیں ہے' اس کے بعد وہ فرشتے اس کو لیکر اوپر (آسمان پر) چڑھتے ہیں' ملائکہ کی جس صف سے بھی گزرتے ہیں۔ سب ملائکہ کہتے ہیں کہ یہ کس کی پاکیزہ ترین خوشبو ہے؟ فرشتے سب سے اچھا نام لیکر بتاتے ہیں۔

کہ یہ فلاں بن فلاں کی روح ہے، جب آسمان پر پہنچتے ہیں تو اُن کے لئے دروازہ کھل جاتا ہے، فرشتے اس کا استقبال کرتے ہیں اور اسی طرح ساتویں آسمان تک اس کو پہنچایا جاتا ہے، اس وقت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس بندے کا نامۂ اعمال علیین میں لکھو اور اسے اسی زمین کی طرف لے جاؤ جس سے ہم نے اس کو پیدا کیا تھا (ہم نے زمین سے اُن کو پیدا کیا اور اسی میں لوٹائیں گے اور اسی سے دوبارہ اٹھائینگے) چنانچہ روح کو دوبارہ جسم میں لوٹا دیا جاتا ہے پھر دو فرشتے منکر و نکیر آتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے؟ اور تیرا دین کیا ہے؟ بندہ (مومن) کہتا ہے "میرا رب اللہ ہے، میرا دین اسلام ہے" دونوں فرشتے پھر سوال کرتے ہیں کہ اس ذات والا کے بارے میں کیا کہتے ہو جس کو اللہ تعالیٰ نے تم میں مبعوث کیا؟ بندہ جواب دیتا ہے کہ وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں جو ہمارے پاس حق لے کر آئے، پھر فرشتے سوال کرتے ہیں کہ تم کو یہ بات کس طرح معلوم ہوئی؟ بندہ کہے گا کہ میں نے اللہ کی کتاب یعنی قرآن کو پڑھا، اس پر ایمان لایا اور اس کی تصدیق کی، اس وقت آسمان سے ایک پکارنے والا پکار اٹھے گا کہ میرے بندے نے ٹھیک کہا۔ اس کے لئے جنت کا فرش بچھاؤ اور اس کو جنت کا لباس پہنا دو اور اس کے لئے جنت کا ایک دروازہ کھول دو، اس وقت بندے کو جنت کی ہوا اور خوشبو آنے لگے گی، اس کی قبر منتہائے نظر تک کشادہ کردی جائے گی، اس وقت ایک شخص، خوبرو خوش بو میں بسا ہوا اس کے پاس آکر کہے گا، تجھے بشارت ہو اس مسرت آفریں چیز کی! یہ وہی دن ہے جس کا تجھ سے وعدہ کیا گیا تھا، وہ کہتا ہے کہ تو کون ہے؟ آنیوالا کہتا ہے" میں تیرا عمل صالح ہوں، اس وقت بندہ کہے گا الٰہی قیامت قائم فرمادے۔!!

کافروں کا انجام بد

حضورؐ نے فرمایا کہ جب کافر بندہ دنیا چھوڑتا ہے اور آخرت کی طرف جاتا ہے تو اس کے لئے آسمان سے زرد کالے چہرے والے فرشتے اُترتے ہیں وہ ایک ٹاٹ ساتھ لیکر آتے ہیں اور اس کی حد نگاہ پر جاکر بیٹھ جاتے ہیں پھر موت کا فرشتہ اس کے سرہانے آکر بیٹھ جاتا ہے اور کہتا ہے اے خبیث روح! باہر نکل! اللہ کی ناراضگی اور اسکے غضب کی طرف آ، روح خوف سے تمام اعضا میں پھیل جاتی ہے، ملک الموت اس روح کو اس طرح کھینچتا ہے جیسے بھیگی ہوئی اون سے میخ کھینچی جاتی ہے چنانچہ اس کی تمام رگیں اور اعصاب ٹوٹ جاتے ہیں، فرشتے اس کو ٹاٹ میں لپیٹ دیتے ہیں، اس سے سڑے ہوئے مردار کی بُو آتی ہے۔

فرشتے اس کو اوپر چڑھا کر لیجاتے ہیں اور ملائکہ کی جس صف سے گزرتے ہیں وہ یہی کہتے ہیں یہ خبیث بو کہاں سے آئی، روح کو لیجانے والے فرشتے اس کا سب سے بُرا نام لیکر کہتے ہیں یہ فلاں ابن فلاں ہے، جب دنیا کے آسمان کا دروازہ کھلوانا چاہتے ہیں تو نہیں کھولا جاتا۔ اس کے بعد حضور نے آیت لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ تلاوت فرمائی، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس کی کتاب کو سجین میں لکھ دو، اس کے بعد اس کی روح کو زمین کی طرف پھینکدیا جاتا ہے یہ ارشاد فرمانے کے بعد حضور نے یہ آیت تلاوت فرمائی وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَكَأَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَاءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ أَوْ تَهْوِي بِهِ الرِّيحُ فِي مَكَانٍ سَحِيقٍ (جو شخص اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراتا ہے اس کا یہی حال ہوتا ہے کہ وہ آسمان سے گرا جاتا ہے اور پرندے اسے اُچک لیتے ہیں یا ہوا اسے دور جا پھینک دیتی ہے) یعنی اس کی روح دوبارہ بدن میں لوٹائی جاتی ہے اور دو فرشتے آکر اس کو بٹھاتے ہیں اور دریافت کرتے ہیں۔ تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے ہائے ہائے مجھے معلوم نہیں، فرشتے کہتے ہیں تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہتا ہے اے وائے میں نہیں جانتا، فرشتے کہتے ہیں وہ ذات گرامی جس کی بعثت تم لوگوں میں ہوئی تھی اس کے متعلق کیا کہتا ہے؟ وہ کہتا ہے ہائے ہائے میں نہیں جانتا!

اُس وقت ایک منادی آواز دیتا ہے میرے بندے نے جھوٹ بولا! اس کے لئے آگ کا بستر کردو اور آگ کے کپڑے پہنادو اور دوزخ کا ایک دروازہ اس کے لئے کھول دو چنانچہ دوزخ کی کچھ گرمی اور لپٹ اس کی طرف آتی ہے. قبر اتنی تنگ ہو جاتی ہے کہ ادھر اُدھر پسلیاں نکل جاتی ہیں اور ایک شخص بدصورت بدلباس بدبودار آکر کہتا ہے، تجھے اس تکلیف رساں حالت کی بشارت ہو۔ یہی وہ دن ہے جس کا تجھ سے وعدہ کیا جاتا تھا، وہ کہتا ہے تو کون ہے؟ آنے والا کہتا ہے میں تیرا عمل بد ہوں۔ وہ کہتا ہے پروردگار قیامت برپا نہ کرنا۔

حضرت عبداللہؓ ابن عمرؓ کا قول ہے کہ جب مومن کو قبر میں رکھ دیا جاتا ہے تو اس کی قبر ستر ہاتھ لمبی اور ستر ہاتھ چوڑی کردی جاتی ہے اس پر پھول بکھیرے جاتے ہیں اور جنت کے ریشمی کپڑوں سے اس پر پردہ ڈال دیا جاتا ہے، اب اگر اس کے پاس قرآن کا کوئی حصہ حفظ ہے (یعنی قرآن کا کچھ حصہ ایسا یاد ہو جس کو وہ پڑھا کرتا تھا) تو اس کا نور اس کے لئے کافی ہوتا ہے ورنہ آفتاب کے نور کی طرح اس کے لئے (قبر میں) روشنی کردی جاتی ہے اور اس کی حالت اس دلہن کی طرح ہوتی ہے جس کو بیدار کرنے والا اس کے سوا اور کوئی نہیں ہوتا۔ وہ سوکر اٹھتی ہے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کی نیند ابھی پوری نہیں ہوئی ہے۔

کافر کی قبر میں حالت

کافر کو جب قبر میں رکھا جاتا ہے تو اس پر قبر ایسی تنگ ہو جاتی ہے کہ اس کی پسلیاں پیٹ کے اندر لوٹ کر گھس جاتی ہیں اور اونٹ کے برابر سانپ اس پر (ڈسنے کے لئے) چھوڑے جاتے ہیں جو اس کا گوشت اس طرح کھاتے ہیں اور نوچتے ہیں کہ جسم کی صرف ہڈیاں باقی رہ جاتی ہیں اور کچھ گونگے، بہرے، اندھے شیطان اس پر چھوڑے جاتے ہیں انہی کو شیطان مردود کہا گیا ہے، ان کے پاس لوہے کے گھن ہوتے ہیں، ان گھنوں سے وہ اس کو مارتے ہیں اور یہ نہ اس کی آواز سنتے ہیں نہ اس کو دیکھتے ہیں کہ اس پر رحم کھائیں، صبح و شام یہ کافر آگ کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔

ان تمام احادیث سے قبر کا عذاب اور قبر کی راحتیں ثابت ہیں اگر کوئی اعتراض کرے کہ جس شخص کو سولی دے دی گئی ہو اور درندے پرندے اس کا گوشت نوچ کر کھا گئے ہوں، یا کوئی شخص جل گیا ہو یا ڈوب گیا ہو یا درندوں نے اس کو پھاڑ کھایا ہو تو اس کا کیا ہوگا۔ (اس پر عذاب کس طرح ہوگا) تو جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر کے عذاب کے بارے میں فرمایا ہے اور قبر میں منکر نکیر کے سوال و جواب کو لوگوں کی عادت اور طریقے کے حسب حال بیان فرمایا ہے کہ لوگ مُردوں کو قبروں میں دفن کرتے ہیں۔ اگر کسی مُردہ کے اجزاء پراگندہ ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ اس کی روح کو زمین پر بھیجتا ہے اگر وہ عذاب کے لائق ہے تو روح کو عذاب ہوتا ہے اور اگر نیک ہے تو روح کو راحت و نعمت میسر ہوتی ہے۔

کافروں کی روحوں کو دن میں دو مرتبہ یعنی صبح و شام عذاب دیا جاتا ہے یہ عذاب قیامت تک نازل ہوتا رہے گا۔ جب قیامت قائم ہوئی تو ان کو جسموں کے ساتھ دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اَلنَّارُ یُعْرَضُوْنَ عَلَیْھَا غُدُوًّا وَّعَشِیًّا وَّیَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَۃُ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ ۝ — صبح و شام آگ پر اُن کی پیشی ہوتی ہے اور قیامت کے دن حکم ہوگا فرعونوں کو سخت ترین عذاب میں داخل کرو۔

ارواح شہداء

ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ شہیدوں اور مومنوں کی روحیں سبز پرندوں کے حوصلوں (پوٹوں) میں رہتی ہیں اور جنت کی سیر کرتی ہیں اور عرش کے نیچے نور کی قندیلوں میں (لوٹ کر) قیام کرتی ہیں۔ دوسری مرتبہ صور پھونکے جانے پر وہ حساب و کتاب کے لئے زمین پر اتر کر اپنے اپنے جسموں میں داخل ہو جائیں گی۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے حضورؐ نے فرمایا

جب تمھارے بھائی غزوۂ اُحد میں شہید ہو گئے تو ان کی روحوں کو اللہ تعالیٰ نے سبز پرندوں کے پوٹوں (حوصل) میں داخل کر دیا وہ جنت میں آزاد پھرتے ہیں اور عرش کے سائے میں سونے کی قندیلوں میں بسیرا کرتے ہیں جب انھوں نے اچھا کھانا پینا اور پاکیزہ آرام گاہیں پائیں تو کہنے لگے ہمارے بھائیوں کو کوئی مطلع کر دے کہ ہم جنت میں زندہ ہیں، ہم کو رزق دیا جاتا ہے۔ پس وہ جہاد سے گریز اور جنگ سے اعراض نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی اس خواہش پر، فرمایا اور وہ بڑا سچا ہے کہ میں ان کو مطلع کر دوں گا۔ چنانچہ یہ آیت نازل ہوئی۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۝

جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے ان کو مُردہ خیال نہ کرو بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں۔ ان کو رزق دیا جاتا ہے اور اللہ نے ان کو اپنے فضل سے جو کچھ عطا کیا ہے اس پر وہ خوش ہیں۔

یہ ہوسکتا ہے کہ مومن اور کافر کے جسم کے بعض حصوں سے ہو اور بعض سے نہ ہو اور جو سلوک اجزا سے ہوا ہے کُل سے ہو۔ جواب میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام اجزائے متفرقہ کو تنگیٔ قبر اور منکر نکیر کے سوال کے لئے جمع کر دیتا ہے جس طرح حشر اور حساب کتاب کے لئے اللہ متفرق اجزا کو جمع کر دے گا۔

حشر اجساد

قبروں سے مُردوں کے اٹھنے اور مُردوں کے منتشر اجزا کے جمع ہونے پر ایمان لانا واجب ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا وَاَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ ۝

اور قیامت آنے والی ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے اور اللہ قبروں والوں کو ضرور اٹھائے گا۔

كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ ۝

جس طرح اللہ نے تم کو پہلی بار پیدا کیا ویسے ہی تم دوبارہ کو لوٹو گے

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى ۝

اسی زمین (مٹی) سے ہم نے تمھیں پیدا کیا اور اسی میں ہم تمھیں لوٹائیں گے اور اسی سے ہم تم کو دوبارہ اٹھائیں گے۔

لِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍ بِمَا تَسْعٰى لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَسَآءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰى ۝

اللہ قبروں سے نکالے گا اور جمع کرے گا اس لئے کہ ہر شخص کو اس کی کوشش کا بدلہ مل جائے بدی کرنے والوں کو اللہ انکے عمل کی سزا دیدے اور جنھوں نے نیکی کی ہو اُن کو نیکی کا ثواب عطا فرمادے

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ۝

وہ اللہ جس نے تم کو پیدا کیا وہی پھر تم کو موت دیتا ہے۔ اور پھر زندہ کرے گا۔

بے شک جو پہلی بار پیدا کرنے پر قادر ہے۔ وہ اس پر بھی قادر ہے کہ انھیں دوبارہ جلا دے۔

سَیّدِ کونین صلی اللہ عَلیہ وَسلمؐ
کی
شفاعت

آنحضرت کا شفاعت فرمانا اِس بات پر بھی ایمان لانا واجب ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کو کبیرہ اور صغیرہ گناہ کرنے والوں کے حق میں حساب کے وقت قبول فرمائے گا، حساب کے وقت دوزخ میں جانے سے پہلے حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) تمام اُمتوں کے مومنوں کی شفاعت فرمائیں گے اور دوزخ میں داخل ہونے کے بعد صرف اپنی اُمت کی شفاعت فرمائیں گے۔ اللہ تعالیٰ حضور کی اور دوسرے اہل ایمان کی شفاعت سے گنہگار دوزخ سے نکلیں گے یہاں تک کہ جس کے دل میں ذرہ بھر بھی ایمان ہوگا اور جس نے خلوص کے ساتھ ایک بار بھی کلمہ توحید پڑھا ہوگا وہ بھی دوزخ میں نہیں رہے گا۔ فرقہ قدریہ (معتزلہ) اس کا منکر ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے ان ارشادات میں ان کے قول کی تکذیب موجود ہے۔

(۱) فَمَا لَنَا مِنْ شَافِعِيْنَ ۝ وَلَا صَدِيْقٍ حَمِيْمٍ ۝ — (۱) ہمارا نہ کوئی سفارشی ہے اور نہ کوئی گہرا دوست

(۲) فَهَلْ لَّنَا مِنْ شُفَعَآءَ فَيَشْفَعُوْا لَنَآ — (۲) کیا ہمارے کچھ سفارشی ہیں جو ہماری سفارش کریں

(۳) فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِيْنَ ۝ — (۳) سفارش کرنے والوں کی سفارش ان کو فائدہ نہیں دے گی۔

ان تمام آیات مندرجہ بالا سے ثابت ہے کہ آخرت میں شفاعت کا وجود ہوگا (ہر چند کہ کافر اس سے محروم رہیں گے) اسی طرح حدیث شریف سے بھی ثابت ہے حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "سب سے پہلے میں ہی وہ شخص ہوں گا جو قیامت کے دن زمین کے شگافتہ ہونے کے بعد برآمد ہوں گا مگر میں یہ بات فخر کے طور پر نہیں کہہ رہا ہوں۔ میں ہی اولاد آدم کا سردار ہوں اور مجھے اس پر فخر نہیں۔ لوأ الحمد میرے ہی ہاتھ میں ہوگا میں یہ فخریہ نہیں کہتا۔ سب سے پہلے میں ہی (بلا فخر) بہشت میں جاؤں گا مگر اس پر بھی مجھے فخر نہیں، سب سے پہلے بہشت کی زنجیر میں ہی ہلاؤں گا، مجھے ہی سب سے پہلے بارگاہ الٰہی میں حاضر ہونے کی اجازت دی جائے گی اور دیدار حق نصیب ہوگا، میں اللہ تعالیٰ کے حضور میں سجدہ میں گر پڑوں گا اس وقت اللہ تعالیٰ فرمائے گا، اے محمدؐ! سر اٹھاؤ اور شفاعت کرو تمہاری شفاعت قبول کی جائے گی، سوال کرو تمہارا سوال پورا کیا جائے گا۔ میں سر اٹھا کر عرض کروں گا یا رَبِّ اُمَّتِیْ اُمَّتِیْ! میں برابر اپنے اللہ کی طرف رجوع کرتا رہوں گا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا جاؤ دیکھو جس کے دل میں دانہ کے برابر بھی ایمان پاؤ اس کو دوزخ سے نکال لو! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اپنی اُمت کے اس قدر لوگوں کو دوزخ سے نکالوں گا کہ وہ پہاڑ کی بلندی کے برابر ہوں گے، پھر دوسرے پیغمبر مجھ سے کہیں گے کہ اللہ کے حضور میں پھر مغفرت اور بخشش کی دعا کریں، میں کہوں گا کہ اتنے بار اپنے رب سے میں سوال کر چکا ہوں کہ اب مجھے سوال کرتے شرم آتی ہے۔

حضرت جابرؓ کی روایت کردہ حدیث میں ہے کہ حضور نے فرمایا "اُمت محمدیہ کے کبیر گناہ کرنے والوں کے لئے میری

سفارش ہوگی: حضرت ابوہریرہ کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر نبی کی ایک دعا قبول ہوتی ہے چنانچہ ہر ایک نبی نے اپنی دعا کرنے میں عجلت سے کام لیا لیکن میں نے اپنی دعا کو محفوظ رکھ چھوڑا تاکہ قیامت کے دن اپنی امت کی سفارش کروں چنانچہ میری شفاعت انشاء اللہ اُمت کے اُن لوگوں کے لئے ہوگی جس نے اپنی زندگی میں اللہ کے ساتھ کسی اور کو شریک نہ کیا ہو۔ انشاء اللہ میری دعا اس کے حق میں ضرور قبول ہوگی۔

حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "زمین پر جسقدر پتھر اور ڈھیلے پائے جاتے ہیں اُن سے بھی زیادہ لوگوں کی قیامت میں میں شفاعت کروں گا" آپ کی شفاعت میزان عدل کے پاس بھی ہوگی اور پل صراط پر بھی، اس طرح ہر نبی کی شفاعت ثابت ہے۔

حضرت حذیفہؓ کی روایت ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام قیامت کے دن کہیں گے۔ "اے میرے رب" اللہ تعالیٰ فرمائے گا "لبیک" حضرت ابراہیم کہیں گے: پروردگار تو نے اولاد آدم کو جلا دیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا جس کے دل میں ایک گندم یا جَو کے برابر ایمان ہو اس کو آگ سے نکال لو اسی طرح ہر اُمت کے ابرار او صدیق کی شفاعت قبول ہوگی حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے کہ حضور نے فرمایا ہر نبی کو ایک دعا کرنے کا حق عطا کیا گیا ہے اور میں نے اپنی اُمت کی شفاعت کے لئے اسے محفوظ رکھا ہے، میری اُمت کے لوگ ایسے ہوں گے کہ ایک شخص اپنے قبیلے کی شفاعت کریگا اس کا قبیلہ بخش دیا جائے گا اور جنت میں داخل ہوگا۔ بعض لوگ ایک جماعت کی شفاعت کرینگے اور ان کی شفاعت سے اللہ ان کو جنت میں داخل فرما دے گا اسی طرح بعض لوگ تین آدمیوں کی، بعض دو آدمیوں کی اور بعض ایک آدمی کی سفارش کریں گے۔

حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمانوں کے ایک گروہ کو دوزخ کا عذاب دیا جائیگا لیکن اللہ کی رحمت اور شفاعت کرنے والوں کی شفاعت سے ان کو جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔ حضرت اویس قرنیؓ کی مشہور روایت ہے کہ جب لوگ دوزخ کی آگ سے جل کر کوئلہ ہو چکے ہوں گے تو جن پر اللہ تعالیٰ مہربانی۔ رحمت۔ کرم اور احسان کرنا چاہے گا اس کو دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل کردے گا۔

حضرت حسن بصریؒ نے بروایت حضرت انسؓ بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں برابر شفاعت کرتا رہونگا میرا رب میری شفاعت قبول فرماتا رہے گا یہاں تک کہ میں عرض کروں گا اے رب! میری شفاعت ہر اس شخص کے لئے قبول فرما جس نے لا الٰہ الا اللہ کہا ہے اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے محمدؐ! یہ شفاعت نہ آپ کے لئے ہے اور نہ کسی اور کے لئے، مجھے اپنی عزت و رحمت کی قسم میں لا الہ الا اللہ کے قائل کو آگ میں نہیں چھوڑوں گا۔

صراط

صراط کی کیفیت جہنم کے اوپر صراط ہونے پر یقین رکھنا واجب ہے، صراط ایک پل ہے جو جہنم کی پشت پر بچھا ہوا ہے، وہ پل جسے اللہ چاہے جہنم کی طرف کھینچ لے گا اور جسے چاہے اُسے پار اُتار دے گا۔ پل سے گذرنے والوں کو ان کے اعمال کے مطابق نور عطا ہوگا۔ کچھ یہاں چلنے والے ہوں گے، کچھ دوڑنے والے، کچھ سوار، کچھ زانو کے بل اور کچھ اپنے چوتڑوں کے بل

گھسٹنے والے ہوں گے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک طویل حدیث میں فرمایا ہے کہ صراط میں آنکڑے ہوں گے ایسے جیسے سعدان کے کانٹے حضور نے صحابہؓ سے دریافت فرمایا کیا تم سعدان کے کانٹوں سے واقف ہو، صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ جی ہاں (ہم واقف ہیں) رسول اللہ نے فرمایا تو وہ آنکڑے سعدان کی طرح ہوں گے جن کی لمبائی کا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو اندازہ نہیں، یہ کانٹے لوگوں کو کھینچ لیں گے پس بعض لوگ اپنے اعمال کی وجہ سے ہلاک ہو جائیں گے بعض لوگ گہرے زخم کھائیں گے اور دوزخ میں پھینک دیئے جائیں گے اور بعض لوگ زخمی ہونے کے بعد نجات پا جائیں گے، وہ آنکڑے (اپنی دھار کے باعث) کاٹنے کے لئے بھی ہوں گے۔ حضور نے یہ بھی فرمایا کہ اپنی قربانی کے جانوروں کو فربہ بناؤ وہ صراط پر تمھاری سواریاں ہیں حضور نے فرمایا صراط بال سے زیادہ باریک شعلہ سے زیادہ گرم اور تلوار سے زیادہ تیز ہے اس کی لمبائی آخرت کے سالوں کے حساب سے تین سو سالوں کی مسافت ہے نیک لوگ تو صراط سے پار ہو جائیں گے اور بدکار اس سے پھسل پڑیں گے، ایک قول یہ بھی ہے کہ آخرت کے سالوں کے حساب سے صراط کی مسافت تین ہزار سال ہے۔

حوض کوثر

اہلِ سُنّت کا عقیدہ ہے کہ قیامت کے دن ہمارے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ایک حوض ہوگا جس سے اہلِ ایمان سیراب ہوں گے اور کافر محروم رہیں گے، پل صراط سے گزرنے کے بعد اور جنت میں داخل ہونے سے پہلے یہ حوض آپ کو عطا کیا جائے گا، اس کا پانی ایک بار پینے کے بعد کبھی پیاس نہیں لگے گی۔ حوض کی چوڑائی ایک ماہ کی مسافت کے بقدر ہوگی، اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ شیریں ہوگا۔ اس کے چاروں طرف کوزے ہوں گے جو شمار میں ستاروں کے برابر ہوں گے، حوض میں دو نل ہوں گے، اس میں کوثر سے آکر دو نالوں کے دہانے ملتے ہیں۔ اس پانی کا منبع جنت ہے اور اس کی شاخ میدانِ حساب میں ہوگی۔

حوض کا تذکرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں فرمایا ہے جو حضرت ثوبانؓ سے مروی ہے، رسول اللہ نے ارشاد فرمایا قیامت کے دن میں حوض کے پاس ہوں گا۔ حضور والا سے حوض کی وسعت دریافت کی گئی؟ آپ نے فرمایا جتنی اس مقام سے عمان تک ہے! اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہوگا۔ اس میں جنت سے دو نالے آکر مل جاتے ہیں۔ ایک چاندی کا دوسرا سونے کا۔ جو ایک بار اس کا پانی پی لے گا وہ پھر کبھی پیاسا نہیں ہوگا۔

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم سے ملنے کا مقام میرا حوض ہے جس کی چوڑائی اس کی لمبائی کے برابر ہوگی (مربع ہوگا)، مکہ سے ایلیا تک جتنا فاصلہ ہے اس کی وسعت اس سے بھی زیادہ ہے۔ یہ فاصلہ ایکماہ کی مسافت کے بقدر ہے، اس پر کوزے ستاروں کی مانند ہونگے۔ اس کا پانی چاندی سے زیادہ سفید ہوگا جو ایک مرتبہ اس کا پانی پی لے گا پھر کبھی پیاسا نہیں ہوگا۔ اسی طرح ہر پیغمبر کو ایک ایک حوض دیا گیا ہے سوائے صالح پیغمبر کے، ان کا حوض اونٹنی کے تھن ہوں گے، ہر امت کے اہل ایمان حوض کا پانی پئیں گے مگر کافروں کو پینا نصیب نہ ہوگا۔

۱؎ ایک خاردار گھاس جسے اونٹ بڑی رغبت سے کھاتا ہے، اس کے کانٹے بہت لمبے لمبے ہوتے ہیں (مترجم)

حوض کوثر کی وسعت

اِسی سلسلہ کی ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میرا حوض اتنا ہے جتنا عدن سے عمان تک فاصلہ ہے اس کے دونوں کناروں پر موتیوں کے خیمے نصب ہیں اور اس کے کوزے تعداد میں آسمان کے ستاروں کے برابر ہیں۔ اِس کی مٹی خالص مشک کی ہے، اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید، برف سے زیادہ ٹھنڈا شہد سے زیادہ شیریں ہے جو اس کو ایک بار پی لے گا پھر کبھی پیاسا نہیں ہوگا، قیامت کے دن (حوض پر) میرے پاس آنے سے اس طرح الگ رکھا جائے گا جس طرح غیر اونٹ کو دوسرے (اپنے) اونٹوں سے ہنکا دیا جاتا ہے، حضور نے فرمایا میں کہوں گا کہ میرے پاس آؤ، میرے پاس آؤ! اس وقت مجھے بتایا جائے گا کہ آپ نہیں جانتے کہ آپ کے بعد اِن لوگوں نے کیسی کیسی نئی باتیں کیں، میں کہوں گا کہ کیا نئی باتیں نکالی تھیں کہا جائے گا انھوں نے آپ کی تعلیم کو بدل ڈالا تھا! تب میں کہوں گا کہ دور رہو، دور ہو (فرقہ معتزلہ نے اس حوض سے انکار کیا ہے لہٰذا وہ اس حوض کے پانی سے محروم رہیں گے۔) اگر یہ لوگ حوض کے انکار سے توبہ نہ کریں گے اور آیات واحادیث واقوال صحابہؓ کو رد کرنے سے توبہ نہیں کرینگے تو دوزخ میں پیاسے داخل ہوں گے۔

حضرت انسؓ بن مالکؓ سے مروی حدیث میں ہے کہ حضور نے فرمایا کہ جس نے شفاعت کی تکذیب کی اس کو شفاعت نصیب نہیں ہوگی اور جس نے حوض کی تکذیب کی اس کے نصیب میں اس کا پانی نہ ہوگا۔

روزِ حشر حضور کا قرب واختصاص

اہلسنت کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی مختار (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قیامت کے دن اپنے تمام انبیاؑ و مرسلین سے بلند تر اپنے قرب میں عرش پر بٹھائے گا، حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے آیت عَسٰۤی اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا" کی تشریح کے تحت روایت کی ہے کہ حضور نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے قرب میں تخت پر بٹھائے گا، اور ہشامؒ بن عروہؒ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت بیان کی ہے کہ انھوں نے کہا" حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مقام محمود کے بارے میں دریافت کیا گیا، حضور نے ارشاد فرمایا کہ میرے رب نے مجھے عرش پر بٹھانے کا وعدہ فرمایا ہے۔ حضرت عمرؓ بن خطاب (رضی اللہ عنہ) سے بھی ایسا ہی مروی ہے۔ حضرت عبداللہ بن سلام سے مروی ہے کہ حضور نے فرمایا جب قیامت کا دن ہوگا تو تمہارے نبی کو بلا کر اللہ کی کرسی پر بٹھایا جائے گا، لوگوں نے دریافت کیا: اے ابا مسعود (راوی) جب اللہ تعالیٰ کرسی پر جلوہ افروز ہوگا تو کیا حضور حق تعالیٰ کے قرب میں ہوں گے؟ انھوں نے کہا ہاں! تمہاری سمجھ پر افسوس ہے، آپ اس کے ساتھ ہی ہوں گے۔

مسلمانوں کا حساب اور اللہ تعالیٰ کی پردہ پوشی

اہل سنت کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مومن کو حساب کے لئے بلائے گا تو انھیں اپنے قریب کر کے اُن پر دست کرم رکھے گا یہاں تک کہ اُسے لوگوں سے چھپالے گا۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا کہ" قیامت کے دن مومن کو لایا جائے گا اس پر اللہ اپنا دست کرم رکھے گا یہاں تک کہ اس کو لوگوں سے چھپالے گا، بندۂ مومن اپنے تمام گناہوں کا اقرار کرے گا۔ اور دل میں سوچے گا کہ (میں) ہلاک ہوگیا۔ مگر اللہ عزوجل فرمائے گا میرے بندے! یہ تیرے گناہ ہیں، چونکہ میں نے دنیا میں انھیں چھپائے رکھا تھا آج میں تیرے لئے ان کو بخشتا ہوں"۔

حساب لینے کے معنی یہ ہیں کہ بندے کے سامنے بُرائیوں اور نیکیوں کی فہرست پڑھ کر اس کو اس کے اعمال کی جزا وسزا

کی مقدار سے واقف کیا جائے گا اور جو چیز اس کو نقصان پہنچانے والی ہے اس سے آگاہ کردیا جائے گا۔ معتزلہ حساب لینے کے منکر ہیں، وہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کو جھٹلاتے ہیں :۔ اِنَّ اِلَیْنَا اِیَابَھُمْ ثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَا حِسَابَھُمْ ہ (بیشک ہماری ہی طرف اُن کی واپسی ہوگی اور ہمارے ہی ذمہ ان کا حساب ہے۔

میزان اہل سنت کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ اللہ کی ایک میزان عدل بھی ہے جس میں قیامت کے دن لوگوں کی نیکیاں اور برائیاں وزن کی جائیں گی، میزان کے دو پلڑے اور ایک زبان (ڈنڈی جسے پکڑکر تولتے ہیں۔) ہوگی۔

فرقہ معتزلہ، فرقہ مرجیہ و خوارج نے اس میزان عدل سے بھی انکار کیا ہے وہ کہتے ہیں میزان کے معنی اعمال کو تولنا نہیں ہے بلکہ عدل و انصاف کے ہیں۔ حالانکہ اللہ کی کتاب اور سُنّت میں ان کی تکذیب موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

وَنَضَعُ الْمَوَازِیْنَ الْقِسْطَ لِیَوْمِ الْقِیَامَۃِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَیْئًا وَاِنْ کَانَ مِثْقَالَ حَبَّۃٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَیْنَا بِھَا وَکَفٰی بِنَا حَاسِبِیْنَ ہ

ہم قیامت کے دِن عدل کی ترازوئیں رکھیں گے اور کسی جان پر ذرہ برابر ظلم نہیں کیا جائے گا اس کا عمل رائی کے دانہ کے برابر ہوگا تو ہم اسے دینگے اور ہم حساب کرنے والے کافی ہیں۔

مزید ارشاد فرمایا ہے :۔

فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِیْنُہٗ فَھُوَ فِیْ عِیْشَۃٍ رَّاضِیَۃٍ وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِیْنُہٗ فَاُمُّہٗ ھَاوِیَۃٌ ہ

جس کے وزن بھاری ہوں گے وہ پسندیدہ عیش میں رہے گا اور جس کے وزن ہلکے ہونگے وہ ہاویہ (طبقہ جہنم) کی گود میں جائینگے

ہلکا بھاری ہونا عدل کی صفت نہیں ہے یہ ترازو اللہ تعالیٰ کے اپنے ہاتھ میں ہوگی، کیونکہ بندوں کا حساب اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ میں رکھا ہے۔ نواس بن سمعان کلابی نے روایت کی ہے کہ انھوں نے حضور کو ارشاد فرماتے سُنا کہ روز قیامت ترازو رحمٰن کے ہاتھ میں ہوگی وہی کچھ کو اونچا کرے گا اور کچھ پست، ایک روایت یہ بھی ہے کہ ترازو جبرئیل علیہ السلام کے ہاتھ میں ہوگی۔ حضرت حذیفہ بن یمانؓ سے مروی ہے کہ حضرت جبرئیل صاحب میزان ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ حضرت جبرئیل سے فرمائے گا اے جبرئیل ان کا توازن کر (ان کے اعمال تولو) جب وہ تولیں گے تو بعض کے پلڑے بھاری ہوں گے اور بعض کے ہلکے۔

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور نے ارشاد فرمایا کہ" قیامت کے دن ترازو رکھی جائے گی ایک آدمی کو لایا جائے گا اور اسے ترازو کے پلڑے میں رکھا جائے گا اور دوسرے پلڑے میں اس کے تمام اعمال کو، اعمال کا پلڑا اگر ہلکا ہوگا تو اُسے دوزخ کی طرف لے جائیں گے اس وقت آواز دینے والا آواز دیگا کہ اسے لے جانے میں جلدی نہ کرو اس کی ایک چیز وزن ہونے سے رہ گئی ہے چنانچہ ایک چیز لائی جائے گی جس پر لا الہ الا اللہ لکھا ہوگا اس کو آدمی کے اعمال کے پلڑے (نیکیوں کے پلڑے) میں رکھ دیا جائے گا تو اس کی وجہ سے ترازو (پلڑا) جھک جائے گی اور اس کو جنت میں بھیجنے کا حکم دے دیا جائے گا۔

ایک اور حدیث (مرفوع) میں آیا ہے کہ حضور نے فرمایا قیامت کے دِن ایک آدمی کو میزان کے پاس لایا جائے گا پھر ننانوے طومار (دفتر) لائے جائیں گے۔ ہر طومار کی لمبائی حدنگاہ کے برابر ہوگی اِن سب میں اس کے گناہوں اور خطاؤں کا اندراج ہوگا چنانچہ اس کی بدیاں نیکیوں پر غالب آجائیں گی۔ اور اس کو دوزخ کی طرف بھیجنے کا حکم ہوجائے گا جب وہ پشت پھیرے گا تو اچانک ایک بلند آواز سے پکارنے والا پکار کر کہے گا ابھی اس کا کچھ حصہ رہ گیا ہے چنانچہ کوئی چیز انگوٹھے کے سرے (پورے)

کے برابر بھی جائے گی (حضور نے انگوٹھے کا نصف حصہ پکڑ کر بتایا) جس پر لا الٰہ الا اللہ و اَن محمد رسول اللہ (کلمہ شہادت) تحریر ہوگا۔ اس کو اس کی نیکیوں کے پلڑے میں رکھ دیا جائے گا تو نیکیاں برائیوں سے بھاری ہو جائیں گی اور اس کو جنت کی طرف بھیج دینے کا حکم ہو جائے گا۔ ایک حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں کہ حضور والا نے انگوٹھا پکڑ کر بتایا پھر اتنا کاغذ اس کے لئے نکالا جائے گا جس پر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی شہادت تحریر ہوگی بعض اقوال میں آیا ہے کہ قیامت کے دن ذرات اور رائی کے دانوں کے برابر اعمال کی صورت ہوگی نیکیاں اچھی صورت میں ہونگی جن کو نور کے پلڑے میں ڈالا جائے گا اور اللہ کی رحمت کے ساتھ میزان بھاری ہو جائے گی برائیاں بری اور بھونڈی صورتوں میں ہوں گی ان کو تاریک پلڑے میں ڈالا جائے گا اور اللہ کے حکم کے ساتھ میزان ہلکی ہو جائے گی

میزان کے بھاری ہو جانے کے معنی پلڑے کا اونچا ہو جانا ہے؎ اور ہلکے ہونے کے معنی نیچا ہو جانا ہے جو دنیاوی تول کے برخلاف ہے۔ ایمان اور شہادت کا کلمہ پلڑا بھاری ہونے کا باعث ہوگا اور پلڑے کے ہلکے ہونے کا باعث اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا ہے۔ جو پلڑا بھاری ہوتا ہے وہ اپنے مالک کو بہشت میں لے جاتا ہے اور ہلکا پڑا مالک کو دوزخ میں پہنچاتا ہے۔ اس دوزخ کا نام ہاویہ ہے ہاویہ دوزخ کا سب سے نچلا درجہ ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۝ وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ ۝ فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ ۝ وَمَآ اَدْرٰكَ مَا هِيَهْ ۝ نَارٌ حَامِيَةٌ ۝

جس کے وزن بھاری ہونگے وہ پسندیدہ زندگی یعنی بہشت بریں میں ہوگا اور جسکے وزن ہلکے ہوں گے اس کا ٹھکانہ ماں ہاویہ ہوگی۔

اہلِ حساب کے اقسام

اعمال کے وزن کئے جانے کے اعتبار سے تین طرح کے لوگ ہوں گے (۱) وہ لوگ جن کی نیکیاں برائیوں سے زیادہ ہونگی۔ ان کو جنت میں جانے کا حکم ہوگا (۲) وہ لوگ جنکی بدیاں اور برائیاں نیکیوں پر غالب آئیں گی ان کو دوزخ میں جانے کا حکم ہوگا (۳) وہ لوگ جن کی نیکیاں اور بدیاں برابر ہوں گی یہ لوگ اعراف والے ہونگے پھر جب اللہ چاہے گا انکو جنت میں داخل فرمائے گا۔ وَعَلَى الْاَعْرَافِ رِجَالٌ الخ کا یہی مطلب ہے۔ مقرب بندے بغیر حساب کے جنت میں داخل ہو جائیں گے جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ، (ستر ہزار بندے) بے حساب کے جنت میں داخل ہونگے۔

اہل ایمان میں سے بعض لوگوں کو تھوڑا سا حساب لیکر جنت میں داخلہ کا حکم دے دیا جائے گا۔ بعض لوگوں کا پوری طرح حساب لیا جائے گا پھر ان کا معاملہ اللہ کے سپرد ہوگا۔ وہ چاہے گا تو جنت میں بھیج دیگا چاہے گا تو دوزخ میں جانے کا حکم دیگا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا ۝

جس کے داہنے ہاتھ میں نامۂ اعمال دیا جائے گا اس کا حساب آسانی سے ہو جائے گا۔

مزید ارشاد فرمایا ہے:۔

وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ ۝ وَنُخْرِجُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كِتٰبًا يَّلْقٰهُ مَنْشُوْرًا ۝ اِقْرَاْ كِتٰبَكَ ۝ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا ۝

ہر انسان کا اعمال نامہ اس کی گردن میں لٹکا دیا جائے گا وہ اسے کھلا ہوا دیکھ لے گا۔ اور اسے حکم دیا جائے گا اسے پڑھ آج تیری ذات خود ہی حساب لینے کے لئے کافی ہے۔

؎ جھک رہا تھا دم بدم قعرِ جہنم کی طرف ؞ میرے مولا نے مرے پلّے کو اونچا کر دیا (شمس بریلوی)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی حدیث میں ہے کہ حضور نے ارشاد فرمایا "اللہ تعالیٰ تمام مخلوق کا سوائے مشرکوں کے حساب لے گا۔ مشرک کا حساب نہیں لیا جائے گا اور اس کو بلا حساب ہی دوزخ میں بھیج دینے کا حکم ہوگا":

جنت اور دوزخ

جنّت اور دوزخ کا وجود

اہلِ سُنّت کا عقیدہ ہے کہ جنت اور دوزخ دونوں پیدا ہو چکے ہیں، یہ دو گھر ہیں، ایک کو اہل طاعت واہل ایمان کے ثواب راحت کے لئے اللہ نے بنایا ہے۔ اور دوسرا گنہگاروں اور نافرمانوں کے سزا اور عذاب کے لئے۔ یہ دونوں گھر ازل سے ہیں اور ابد تک رہیں گے کبھی فنا نہیں ہوں گے۔ یہ جنت وہی ہے جس میں حضرتِ آدم، حضرت حوّا تھے اور ابلیس لعین نے انھیں یہاں سے نکلوایا اور خود بھی نکالا گیا۔ معتزلہ اسکے منکر ہیں یہ لوگ جنت میں داخل نہیں ہوں گے۔ اپنی جان کی قسم یہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔ جو مومن موحد ستّر برس تک اللہ کی اطاعت کرتا رہا صرف ایک گناہ کبیرہ کے ارتکاب کی وجہ سے اس کو یہ لوگ دوزخی قرار دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی کتاب اور رسول اللہ کے ارشاد میں ان لوگوں (کے باطل عقیدے) کی تکذیب موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَجَنَّۃٍ عَرْضُھَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِیْنَ ۝ — جنت کی وسعت (چوڑائی) آسمانوں اور زمین کے برابر ہے، وہ متقیوں کے لئے تیار کی گئی ہے۔

اور فرمایا "اِتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْٓ اُعِدَّتْ لِلْکٰفِرِیْنَ" (اس دوزخ سے ڈرو جو کافروں کے لئے تیار کیگئی ہے۔)

ہر ذی فہم جانتا ہے کہ جو چیز تیار ہو چکی ہے وہ یقیناً پیدا ہو چکی ہے، اس سے ثابت ہوا کہ جنت و دوزخ پیدا ہو چکے ہیں۔

حضرت انس بن مالکؓ کی روایت کردہ حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں جنت کے اندر گیا تو میں نے وہاں ایک نہر بہتی ہوئی دیکھی جس کے دونوں کناروں پر موتیوں کے خیمے تھے، بہتے پانی کی طرف ہاتھ مار کر دیکھا تو وہ خالص مشک تھا۔ میں نے کہا جبرئیل یہ کیا ہے؟ انھوں نے کہا یہ وہی کوثر ہے جو اللہ نے آپ کو عطا فرمایا ہے۔

بہشت کی صورت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ بہشت کس چیز سے بنائی گئی ہے آپ نے ارشاد فرمایا اس کی اینٹیں سونے اور چاندی کی ہیں اور خالص مشک اس کا گارا ہے، اس کے سنگریزے یاقوت اور مروارید کے ہیں زعفران اور ورس کی طرح اس کی زمین خوشبودار ہے۔

بہشت میں داخل ہونے والا اس میں ہمیشہ رہے گا۔ اس کو کبھی موت نہیں آئے گی، آرام سے رہے گا، دکھ نہیں ہوگا، اہل بہشت کے کپڑے کبھی نہیں پھٹینگے، اُن کی جوانی پر کبھی زوال نہیں آئے گا۔ (اُن کا شباب مُبدل بہ پیری نہیں ہوگا۔)

یہ حدیث شریف اس بات کی دلیل ہے کہ جنت اور دوزخ پیدا ہو چکے ہیں اور جنت کی راحت دوامی اور غیر فانی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

اُکُلُهَا دَآئِمٌ وَّ ظِلُّهَا (جنت کا میوہ دوامی ہے اور اُس کا سایہ بھی) دوسری آیت میں ہے لَّا مَقْطُوْعَةٍ وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ وہ نعمتیں نہ کبھی ختم ہونگی اور نہ (استعمال پر) روک ٹوک ہوگی۔

حوران بہشتی جنت کی نعمتوں میں بڑی آنکھوں والی حوریں بھی ہیں، اللہ تعالیٰ نے اُن کو جنت کے اندر ہمیشہ رہنے کے لئے پیدا کیا ہے وہ فنا نہ ہوں گی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

فِيهِنَّ قَاصِرَاتُ الطَّرْفِ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ إِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَانٌّ ۝ — ان میں نظر بند رکھنے والی حوریں ہیں جن کو اس سے پہلے نہ کسی انسان نے چھوا ہے اور نہ کسی جن نے۔

مزید ارشاد فرمایا ہے: حُوْرٌ مَّقْصُوْرَاتٌ فِي الْخِيَامِ وہ خیموں میں حوریں محفوظ ہیں۔

حضرت اُم سلمہؓ فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے آیت کَأَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُوْنِ کے بارے میں بتائیے۔ حضور نے ارشاد فرمایا ان کی صفائی ایسی ہوگی جیسے سیپ میں موتی۔ اس ارشاد کے بعد آپ نے فرمایا حوریں کہیں گی ہم ہمیشہ رہنے والی ہیں۔ ہم کبھی نہیں مریں گی اور ہم خوش رہنے والی ہیں کبھی غصے نہیں ہوں گی۔ حضور نے فرمایا حوریں سچے گھر میں ہوں گی، سچی ہی بات کہیں گی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ صادق ہیں، حق بات کے سوا فرماتے ہی نہیں، آپ نے فرمایا کہ حوریں ہمیشہ رہیں گی، کبھی نہیں مریں گی۔

آخرت کی بیوی حضرت معاذ بن جبلؓ کی روایت ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کبھی کوئی عورت اپنے شوہر کو ایذا دیتی ہے تو حورعین میں سے وہ حور جو آخرت میں اس مرد کی بیوی ہوگی اس عورت سے کہتی ہے، خدا تجھے ہلاک کرے، اس کو دکھ نہ دے یہ تو تیرے پاس مہمان ہے عنقریب تجھ سے جدا ہو کر میرے پاس آجائے گا۔ اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ جنت اور دوزخ فنا نہیں ہوں گے اور نہ وہ چیزیں فنا ہوں گی جو جنت اور دوزخ میں ہیں، جو اس میں داخل ہوں گے ان کو پھر وہاں سے نہیں نکالا جائے گا، نہ اللہ تعالیٰ اہل جنت پر موت کو مسلط کرے گا نہ جنت کی... راحت کو زوال ہوگا۔ جنتی ہمیشہ ہمیشہ بڑھتی ہوئی راحتوں میں رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے جنت و دوزخ کی درمیانی دیوار پر موت کو ذبح کر دیا جائے گا اور ایک منادی پکار کر کہے گا! اے اہل جنت! اب تم ہمیشہ زندہ رہو گے تمھیں کبھی موت نہیں آئے گی۔ اور اے دوزخ کے مکینو! تم بھی ہمیشہ زندہ رہو گے اور مرو گے نہیں، رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث صحیح میں اسی طرح منقول ہے۔

باب ۸

حضورؐ کی رسالت اور آپؐ کی فضیلت، اُمّتِ رسول، بدعت، صفاتِ الٰہی، گمراہ فرقے

سید الانبیاء نبی آخرین

تمام اہلِ اسلام کا عقیدہ ہے کہ حضرت محمدؐ بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم، اللہ کے رسول، تمام رسولوں کے سردار اور آخری نبی تھے، اللہ تعالیٰ نے سب انسانوں اور تمام جنّات کے لئے بھیجا تھا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ ہ (ہم نے آپ کو تمام آدمیوں کے لئے بھیجا ہے وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ہ (ہم نے آپ کو جہان والوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے)

حضرت ابو امامہؓ کی روایت کردہ حدیث میں آیا ہے کہ حضور نے فرمایا اللہ نے مجھے دوسرے انبیاء پر چار باتوں میں برتری عطا فرمائی ہے۔ مجھے تمام لوگوں کے لئے بھیجا گیا (آخری حدیث تک) اور یہ کہ آپ کو وہ تمام معجزات دیئے گئے ہیں جو آپ کے سوا کسی کو نہیں دیئے گئے بعض اہل علم نے ان معجزات کی تعداد ایک ہزار بتائی ہے، اُن تمام معجزات میں سے ایک معجزہ قرآن شریف ہے۔

حضرت ابن امامہؓ سے مروی حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام نبیوں پر چار باتوں میں فضیلت دی ہے یہ کہ مجھے تمام انسانوں کی طرف بھیجا گیا (آخری حدیث تک، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ معجزات دیئے گئے جو آپ کے سوا کسی پیغمبر کو نہیں دیئے گئے بعض علماء نے ان معجزات کی تعداد ایک ہزار شمار کی ہے، ان تمام معجزات میں سے ایک معجزہ قرآن حکیم ہے۔ قرآن کریم کی ترتیب عبارت ایسے نرالے طریقے سے ہے جو کلام عرب کے تمام اسالیب بیان اور انکے نظم و ترتیب سے جدا ہے، اس کی ترتیب و ترکیب، اس کی فصاحت، بلاغت ہر فصیح و بلیغ کی فصاحت بلاغت سے بلند تر ہے، اہل عرب اس کی ایک سورۃ کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہو گئے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا:

فَأْتُوا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهِ مُفْتَرَيٰتٍ۔ (قرآن جیسی دس سورتیں از خود بنا کرلے آؤ، اگر لاسکتے ہو لیکن لوگ نہ لاسکے)، پھر فرمایا کہ ایک ہی سورۃ بنا لاؤ۔ فَأْتُوا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ (قرآن کے مانند، ایک سورۃ ہی بنا لاؤ)۔

چنانچہ ایک سورۃ بھی لانے میں عاجز رہے (پورا قرآن، نہ تو بڑی بات تھی) باوجودیکہ تمام عالم سے ان کی فصاحت بلاغت بڑھ چڑھ کر تھی فصحائے عرب گنگ ہو گئے (اپنی زبانیں کٹوا بیٹھے) اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت تمام لوگوں پر ظاہر ہو گئی اور قرآن پاک آپ کا اسی طرح ایک معجزہ قرار پایا جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا۔ حضرت موسیٰ ایسے زمانے میں مبعوث ہوئے تھے کہ ہر طرف ساحروں کی دھاک بیٹھی ہوئی تھی، جادوگروں کا طوطی بول رہا تھا۔ حضرت

موسیٰ علیہ السلام سے جب اُن ساحروں کا مقابلہ ہوا اور انھوں نے اپنے جادو کے کمالات دکھائے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا نے اژدہا بن کر اُن (رسیوں کے سانپوں) کو نگل گیا، جادوگر مغلوب ہوگئے، وہ ذلیل ہوکر پلٹے اور بے اختیار ہوکر سجدے میں گر پڑے یا جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام مُردوں کو زندہ کردیتے اور مادرزاد نابینا اور کوڑھ میں گرفتار لوگوں کو تندرست کردیتے تھے کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت ہی ایسے زمانے میں ہوئی تھی جو بڑے بڑے ماہر فن اطبا کا دور تھا لوگ اُن کے سامنے ایسے لاعلاج بیماروں کو پیش کرتے تھے جو حاذق طبیبوں کے علاج سے شفایاب نہیں ہوسکے تھے (حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ معجزہ دیکھکر) آخر کار تمام طبیب اُن کے فرمانبردار ہوگئے اور ایمان لے آئے اس لئے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فن طب اور مہارت فن میں ان سب سے آگے بڑھ گئے تھے اور صاحب معجزہ ثابت ہوئے، چنانچہ قرآن پاک کی فصاحت اور اس کا اعجاز رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا معجزہ ہے بالکل اسی طرح جیسے حضرت موسیٰ کا عصا اور حضرت عیسیٰ کا مُردوں کو زندہ کرنا معجزہ تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزے!

حضور کی انگلیوں سے پانی کا چشمہ جاری ہونا، تھوڑا کھانا بکثرت لوگوں کے لئے کافی ہوجانا، زہریلی بکری کے اعضا کا یہ کہنا کہ ہم کو تناول نہ فرمائیں ہم زہریلے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزے ہیں۔ چاند کے دو ٹکڑے ہوجانا، اونٹ کا کلام کرنا، کھجور کے تنے کا رونا، آپ کی جانب درخت کا آنا بھی آپ کے معجزات ہیں، اسی قبیل کے اور بہت سے معجزے آپ کے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت موسیٰ کے عصا کی مانند یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح مریضوں کو اچھا کردینا، اندھوں کو بینائی واپس کردینا، کوڑھیوں کو جذام سے صحتیاب کردینا، حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی جیسے معجزے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس لئے عطا نہیں ہوئے۔ تھے۔ کہ حضور کی اُمت اُن کی تکذیب کرکے ہلاکت میں نہ پڑے جس طرح پہلی اُمتیں (تکذیب کرکے) ہلاک ہوگئیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وَمَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰيٰتِ اِلَّآ اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ ۝ ہم کو سابقہ معجزوں کی طرح اپنی نشانیاں بھیجنے سے صرف اس مصلحت نے روکا کہ اگر یہ بھی تکذیب کرینگے تو ہلاک ہوجائینگے۔

ایک اور وجہ یہ بھی تھی کہ اگر سابقہ نبیوں کی طرح اگر آپ بھی ایسے ہی معجزے پیش فرماتے تو لوگ کہتے کہ آپ کوئی نئی بات تو نہیں لائے، آپ نے خود ہی حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں یہ باتیں فرمائی ہیں اس لئے آپ بھی اُنکے متبعین میں سے ہیں، جب تک آپ ایسی کوئی چیز نہ لائیں جو انبیاء سابقین نہ لائے ہوں اس وقت تک ہم آپ پر ایمان نہیں لائیں گے اس لئے اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کو وہ معجزہ عطا نہیں فرمایا جو دوسرے نبی کو عطا فرمایا گیا تھا چنانچہ ہر نبی کو ایک مخصوص معجزہ عطا کیا گیا۔

اُمتِ محمدیہ کی افضلیت

اہلِ سنت اس بات کے معتقد ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت تمام اُمتوں سے بہتر ہے اور ان میں اس زمانے کے لوگ تمام لوگوں سے بہتر اور افضل ہیں جنھوں نے حضور کو دیکھا، آپ کی تصدیق کی، آپ کی بیعت کی اور آپ کی پیروی کی، جہاد کیا، اپنا مال اور اپنی جانیں قربان کیں (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)، اور ان لوگوں میں حدیبیہ والے افضل ہیں جنھوں نے (ایک درخت کے نیچے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک پر بیعت کی، یہ اصحاب ایک ہزار چار سو ہیں، ان میں افضل اہلِ بدر ہیں جن کی تعداد تین سو تیرہ (۳۱۳) ہے جو اصحاب طالوت کی تعداد کے برابر ہیں اور

ان ۲۱۲ میں افضل وہ دار الخیزران والے اصحاب ہیں جن کی تعداد حضرت عمر رضی اللہ عنہ چالیس ہو جانے کے بعد ہے اور ان چالیس میں افضل وہ دس اصحاب ہیں جن کے جنتی ہونے کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے گواہی دی۔ وہ دس اصحاب یہ ہیں۔

۱۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ
۲۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ
۳۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ
۴۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ
۵۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ
۶۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ
۷۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ
۸۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ
۹۔ حضرت سعید رضی اللہ عنہ
۱۰۔ حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ

ان میں پہلے چار حضرت خلفائے راشدین سب سے افضل تھے اور ان چاروں میں حضرت ابوبکرؓ کو پھر عمرؓ کو پھر حضرت عثمانؓ کو پھر حضرت علیؓ کو فضیلت حاصل ہے۔ ان چاروں حضرات نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد (بطور مجموعی) تیس سال تک خلافت کے فرائض انجام دیئے۔ حضرت ابوبکرؓ نے دو سال سے کچھ اوپر، حضرت عمرؓ نے دس سال، حضرت عثمانؓ نے بارہ سال اور حضرت علیؓ چھ سال خلیفہ رہے۔ خلفائے راشدین کے بعد امیر معاویہؓ کو نو سال تک خلافت کا والی بنا دیا گیا، اس سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ کو شام کا امیر بنایا تھا اس عہدہ پر آپ بیس سال تک فائز رہے۔

خلافتِ راشدہ

خلفائے راشدین نے خلافت بزور شمشیر یا جبر کے ذریعہ حاصل نہیں کی تھی نہ اپنے فضل سے چھینی تھی بلکہ معاصرین پر ان کو فضیلت حاصل تھی اور صحابۂ کرامؓ کے اتفاق و انتخاب اور رضا مندی سے ان کو خلافت ملی تھی۔

حضرت ابوبکرؓ کی خلافت

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلافت کے منصب پر مہاجرین و انصار کے اتفاق آراء سے فائز ہوئے تھے۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد انصار سے چند مقررین نے اپنی تقریروں میں کہا کہ ایک امیر ہم میں سے اور ایک تم میں سے ہو لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (اس کے جواب میں) فرمایا اے گروہ انصار کیا تم واقف نہیں کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امامت کرنے کا حکم دیا تھا؟ انصار نے یک زبان ہو کر کہا ہاں یہ سچ ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ بتاؤ ابوبکرؓ سے بہتر آگے بڑھنے کو کس کا جی چاہتا ہے (کون ہے جو ابوبکرؓ سے آگے بڑھے)؟ انصار نے کہا معاذ اللہ کہ ہم ابوبکرؓ سے آگے بڑھیں۔

ایک دوسری روایت میں اس طرح ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم میں سے کس کا جی چاہتا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کو جس مقام پر رسول اللہ نے کھڑا کیا تھا وہاں سے ان کو ہٹا دے۔ سب نے بالاتفاق کہا کہ ہم یہ نہیں چاہتے، ہم اللہ سے معافی چاہتے ہیں اس کے بعد انصار و مہاجرین متفق ہوگئے اور سب نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بیعت کرلی بیعت کرنے والوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ ایک صحیح روایت میں ہے کہ بیعت مکمل ہو جانے کے بعد حضرت ابوبکر صدیق تین روز تک لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرماتے رہے! لوگو! میں تمھاری بیعت واپس کرتا ہوں کیا تم میں سے کوئی

میری بیعت کو ناپسند کرتا ہے اور اس کے جواب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سب سے آگے کھڑے ہو کر فرماتے تھے: "نہ ہم آپ سے بیعت واپس لیتے ہیں نہ کبھی ہم بیعت لینے کی خواہش کریں گے اس لئے کہ آپ کو رسول اللہ نے آگے کیا ہے اب آپ کو پیچھے کون کر سکتا ہے۔

معتبر اصحاب اور راویوں نے کہا ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کی امامت کے حق میں سب صحابہؓ سے سخت تھے۔ ایک روایت ہے کہ جنگ جمل کے بعد عبداللہ بن الکوّ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ کیا آپ سے اس امر (خلافت) کے سلسلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی عہد کیا تھا؟ آپ نے جواب دیا کہ میں نے اس بارے میں بہت غور و خوض کیا۔ اور اس نتیجہ پر پہنچا کہ نماز اسلام کا بازو ہے پس ہم نے اپنی دنیا کے لئے اس چیز کو پسند کیا جو رسول اللہ نے ہمارے دین کے لئے پسند فرمائی تھی اس لئے ہم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اپنا رہبر بنا لیا اور یہ اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی علالت کے دوران اپنی جگہ انھیں امام بنایا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ ہر نماز کے وقت حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر نماز کی اطلاع دیتے تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے کہ ابوبکرؓ سے کہو کہ وہ نماز پڑھا دیں:

اپنی حیات مبارکہ میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بارے میں ایسی گفتگو فرمایا کرتے تھے جس سے صحابہ کرامؓ کو یوں معلوم ہوتا تھا گویا آنحضرت کے بعد حضرت ابوبکرؓ ہی خلافت کے سب سے زیادہ مستحق ہیں۔ ابن بطہؒ نے اپنی اسناد سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ! ہم حضور کے بعد کس کو اپنا خلیفہ بنائیں۔ حضور نے ارشاد فرمایا "اگر تم ابوبکرؓ کو امیر بناؤ گے تو ان کو امانت دار، دنیا سے بے رغبت اور آخرت کا طالب پاؤ گے اور اگر عمرؓ کو امیر بناؤ گے تو ان کو طاقتور اور ایسا امانت دار پاؤ گے جو اللہ کے معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا اندیشہ نہیں کریگا اور اگر تم علیؓ کو امیر بناؤ گے تو ان کو ہدایت یافتہ ہادی پاؤ گے"۔ چنانچہ انہی ارشادات کی بنا پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر تمام صحابہؓ کا اجماع ہو گیا۔

ہمارے امام حضرت ابو عبداللہ احمد بن حنبلؒ نے یہ ایک روایت نقل کی ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت اشارۂ الٰہی سے ثابت ہے اور یہی مذہب حضرت حسن بصریؒ اور صحابہ کرام کی ایک جماعت کا ہے اس کی بنا وہ روایت ہے جو حضرت ابو ہریرہؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ سے بیان کی ہے: حضور نے فرمایا کہ "جب مجھے معراج ہوئی تو میں نے اللہ عزّوجلّ سے عرض کیا کہ میرے بعد علی ابن ابی طالب کو خلیفہ بنا دے، اس پر فرشتوں نے کہا اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ وہی کرتا ہے جو وہ چاہتا ہے، آپ کے بعد خلیفہ حضرت ابوبکرؓ ہیں:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن عمرؓ کی حدیث میں فرمایا کہ وہ شخص جو ابوبکر رضی اللہ عنہ ہے میرے بعد بہت کم عرصہ زندہ رہے گا، مجاہدؒ سے مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا کہ حضورؐ اس دنیا سے اس وقت تک تشریف نہیں لے گئے جب تک آپ نے مجھ سے عہد نہیں لے لیا کہ حضور کے بعد حضرت ابوبکرؓ صدیق امیر ہونگے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ پھر حضرت عثمانؓ اور پھر میں (علیؓ ابن ابی طالب)۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت اس بنا پر قائم ہوئی کہ ان کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خلیفہ مقرر فرمایا اس کے بعد تمام صحابہ کرامؓ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بیعت کرلی اور امیرالمومنین کا خطاب دے دیا۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ نے عمرؓ کو خلیفہ بنایا ہے حالانکہ آپ ان کی درشت مزاجی سے واقف ہیں کل آپ اللہ تعالیٰ کو کیا جواب دیں گے؟ آپ نے فرمایا کہ میں جواب دوں گا کہ تیرے بندوں میں سے سب سے بہتر کو میں نے لوگوں کا امیر بنایا تھا۔"

حضرت عثمانؓ کی خلافت

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ صحابہ کرام کے اتفاق رائے سے خلیفہ مقرر ہوئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی اولاد کو خلافت کے استحقاق سے محروم کر کے چھ اصحاب کی ایک مجلس شوریٰ مقرر کر دی تھی کہ وہ خلیفہ کا انتخاب کریں۔ وہ اصحاب یہ ہیں۔ حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت سعد بن ابی وقاص۔ حضرتؓ عثمان۔ حضرتؓ علی حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

حضرت زبیر اور حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنے آپ کو خلافت کی امیدواری سے الگ کرلیا صرف چار حضرات باقی رہ گئے تھے۔ حضرت عبدالرحمنؓ بن عوف نے حضرت علی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما سے کہا کہ میں اللہ، اللہ کے رسول اور مسلمانوں کے لئے تم میں سے کسی ایک کو منتخب کرلوں گا پھر آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر کہا، علی تم پر اللہ کے عہد میثاق، ذمہ داری اور اللہ کے رسول کے ذمہ کی پاسداری لازم ہے، جس وقت میں تمہارے ہاتھ پر بیعت کرلوں گا اس وقت تم کو اللہ اور اس کے رسول اور تمام مسلمانوں کی خیرخواہی کرنا ہوگی اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی سیرت پر چلنا پڑے گا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی ذات میں اس کام کو پورا کرنے کی طاقت نہیں پائی جو مذکورہ اصحابؓ میں تھی اس لئے آپ نے اس (دعوت) کو قبول نہیں فرمایا، آپ کے انکار پر حضرت عبدالرحمنؓ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر وہی (شرطیں) دہرائیں (وہی باتیں کہیں جو حضرت علی سے کہی تھیں) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان باتوں کو قبول کرلیا۔ حضرت عبدالرحمٰن نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ہاتھ چھوڑ کر بیعت کرلی اس کے بعد حضرت علیؓ نے بھی حضرت عثمانؓ کی بیعت کرلی، پھر دوسرے روز بیعت عام لیگئی۔ اس طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اتفاق آراً سے خلیفہ مقرر ہو گئے۔ اور شہادت کے وقت تک امام برحق رہے کوئی ایسی بات آپ سے سرزد نہیں ہوئی جو طعن کا موجب یا آپ کے قتل کا سبب ہو یا اس سے آپ کے قتل (شہادت) کا جواز پیدا ہوسکے۔ رافضیوں کا قول اس کے خلاف ہے اللہ ان کو ہلاک کرے۔

حضرت علیؓ کی خلافت

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بھی جماعت کے اتفاق اور صحابہ کرامؓ کے اجماع سے ہوئی۔ ابو عبداللہ بن بُطّہ نے محمد بن حنفیہ کی روایت نقل کی ہے۔ محمد بن حنفیہؒ نے فرمایا، جس زمانہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ محصور تھے میں علیؓ کے ساتھ تھا، ایک شخص نے آکر کہا کہ عنقریب امیرالمومنین (حضرت عثمان) کو شہید کردیا جائے گا، حضرت علیؓ یہ سنکر فوراً کھڑے ہوگئے، میں نے اس وقت آپ کی حفاظت کی غرض سے آپ کی کمر پکڑلی، آپ نے فرمایا مجھے چھوڑ دو، پھر حضرت علیؓ حضرت عثمانؓ کے گھر پہنچے مگر اس وقت تک امیرالمومنین شہید ہوچکے تھے۔ حضرت علیؓ وہاں سے واپس آکر اپنے مکان میں داخل ہوئے اور اندر سے دروازہ بند کرلیا لوگوں نے آکر دروازہ کھٹکھٹایا اور آپ کے گھر میں داخل

ہو کر آپ کو خبر دی کہ حضرت عثمانؓ شہید کر دیئے گئے اور مسلمانوں کو خلیفہ کی ضرورت ہے اور اس وقت آپ سے زیادہ خلافت کا حقدار ہماری نظر میں کوئی اور نہیں ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب میں ارشاد فرمایا مجھے خلیفہ بنانے کا خیال ترک کر دو میں امیر ہونے سے بہتر سمجھتا ہوں کہ وزیر رہوں، لوگوں نے جواب دیا: "خدا کی قسم آپ سے زیادہ حقدار خلافت کا ہم اور کسی کو نہیں جانتے" فرمایا اگر تم نہیں مانتے تو میری بیعت پوشیدہ طور پر نہیں ہوگی میں مسجد میں جاتا ہوں جو میری بیعت کرنا چاہے وہاں آکر میری بیعت کرے یہ فرما کر آپ مسجد نبوی میں تشریف لے گئے اور لوگوں نے آپ کی بیعت کر لی۔ پس آپ شہادت کے وقت تک امام برحق تھے، خارجیوں کا قول اس کے خلاف ہے، اللہ ان کو ہلاک کرے، وہ کہتے ہیں کہ (حضرت) علیؓ کبھی بھی امام برحق نہ تھے۔ اب رہا یہ معاملہ کہ آپ کی حضرت طلحہؓ حضرت زبیرؓ ام المومنین حضرت عائشہؓ اور امیر معاویہؓ سے جنگ ہوئی تو امام احمدؒ نے اس سلسلہ میں صراحت فرمائی ہے کہ اس معاملہ میں بلکہ ان تمام جھگڑوں، اختلافات اور نزاعات کے بارے میں خاموش رہا جائے جو صحابہ کرام کے درمیان واقع ہوئے کیونکہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان کے باہمی تنازعات کو دور کر دے گا ارشاد ربانی ہے:۔ وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِم مِّنْ غِلٍّ إِخْوَانًا عَلَىٰ سُرُرٍ مُّتَقَابِلِينَ ۝ ان کے دلوں میں جو باہمی رنجش ہوئی، ہم اس کو دور کر دیں گے اور وہ بھائی بھائی ہو جائیں گے وہ آمنے سامنے تختوں پر بیٹھے ہونگے۔

علاوہ ازیں یہ بات بھی ہے کہ اہل حل وعقد (مدینہ) نے حضرت علیؓ کی خلافت پر اتفاق کر لیا تھا اس لئے آپ کو خود اپنی خلافت کے صحیح ہونے کا یقین تھا اور مخالفین سے جنگ کرنے میں وہ حق پر تھے اس لئے کہ جو بھی اطاعت امیر سے باہر ہوا اور لڑائی کا جھنڈا بلند کیا وہ باغی ہوگیا اور باغی سے جنگ کرنا جائز تھا، رہا امیر معاویہ اور حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم، کا معاملہ، تو وہ بھی حق پر تھے اس لئے کہ وہ خلیفۂ مظلوم کے خون کا بدلہ لینا چاہتے تھے۔ اور قاتل حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں موجود تھے پس ہر فریق کے پاس جنگ کے جواز کی ایک وجہ موجود تھی۔ لہٰذا ہمارے لئے سکوت اس سلسلہ میں سب سے اچھی بات ہے، ان کے معاملے کو اللہ کی طرف لوٹا دینا چاہیئے وہ سب سے بڑا حاکم اور بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔ ہمارا کام تو یہ ہے کہ ہم اپنے عیوب پر نظر ڈالیں اور دلوں کو گناہوں کی چیزوں سے اور اپنی ظاہری حالتوں کو تباہی انگیز کاموں سے پاک اور صاف رکھیں۔

حضرت امیر معاویہؓ کی خلافت۔

حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی خلافت، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت اور حضرت امام حسن ابن علی رضی اللہ عنہ کا خلافت سے دستبردار ہو کر امر خلافت حضرت امیر معاویہؓ کو سونپنے کے بعد ثابت و صحیح ہے۔ امام حسن رضی اللہ عنہ کے اس اقدام سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ فرمان صحیح ثابت ہوگیا جس میں حضور نے فرمایا تھا کہ "میرا یہ بیٹا سید ہے اللہ اس کے ذریعہ سے مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں صلح کرادیگا" امام حسنؓ کے صلح کرنے سے امیر معاویہ کی خلافت واجب ہو گئی، اس سال کا نام سن جماعت اس لئے رکھا گیا کہ مسلمانوں کا اختلاف ختم ہو گیا۔ اور سب نے امیر معاویہؓ سے رجوع کر لیا اور کوئی تیسرا مدعی خلافت باقی نہیں رہا۔

امیر معاویہؓ کی خلافت کا ذکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد میں موجود ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے بعد ۳۵، ۳۶ یا ۳۷ سال اسلام کی چکی گھومے گی، چکی سے مراد دین کی قوت ہے، تیس سال سے اوپر کی جو پنجسالہ مدت ہے

وہ امیر معاویہؓ کی مدت خلافت میں آتی ہے (یہ خلافت ۳ سال چند ماہ باقی رہی) ۳۰ سال تو حضرت علی رضی اللہ عنہ پر پورے ہوگئے تھے (خلافت راشدہ کی مدت ۳۰ سال ہے)۔

اُمّہاتُ المؤمنینؓ اور اہلِ بیتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام ازواج مطہرات کے ساتھ حسن ظن رکھتے ہیں اور ہمارا یہ اعتقاد ہے کہ وہ سب اُمّہات المؤمنین (مسلمانوں کی مائیں) ہیں۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تمام دنیا کی عورتوں سے افضل ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک کے ذریعہ (جسکی ہم روزانہ تلاوت کرتے ہیں اور قیامت تک کرتے رہیں گے) تہمت تراشوں کے قول سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاکی کا اظہار فرمایا ہے

اسی طرح حضرت فاطمہؓ بنت رسول اللہ (اللہ ان سے اور انکے شوہر اور ان کی اولاد سے راضی ہو) بھی سارے جہاں کی عورتوں سے افضل ہیں، جس طرح آپ کے والد ماجد (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کی محبت واجب ہے اسی طرح آپ کی محبت اور دوستی رکھنا بھی واجب ہے، رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے فاطمہؓ میرے جسم کا ٹکڑا ہے جس چیز سے اس کو رنج پہنچتا ہے اس سے مجھے بھی رنج پہنچتا ہے۔

عظمتِ صحابۂ کرام تمام صحابہ کرامؓ وہ قرآن والے ہیں جن کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے اور ان کی تعریف کی ہے، یہی مہاجرین و انصار ہیں۔ جنھوں نے دونوں قبلوں کی طرف نماز پڑھی، اُن کے بارے میں حق تعالیٰ فرماتا ہے:۔

لَا یَسْتَوِیْ مِنْکُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَ قَاتَلَ اُوْلٰٓئِکَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِیْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَ قَاتَلُوْا وَ کُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰی ؕ

جن لوگوں نے فتح (مکہ) سے پہلے راہ خدا میں مال صرف کیا اور جہاد کیا وہ (دوسروں کے) برابر نہیں بلکہ وہ رتبے میں اُن لوگوں سے بہت بڑھ کر ہیں جنھوں نے فتح مکہ کے بعد راہ خدا میں مال صرف کیا اور جہاد کیا مگر اللہ نے ہر فریق سے بھلائی کا وعدہ فرمایا ہے۔

ایک اور آیت میں فرمایا ہے:۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَیُمَکِّنَنَّ لَهُمْ دِیْنَهُمُ الَّذِی ارْتَضٰی لَهُمْ وَلَیُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ؕ

تم میں سے وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک اعمال کئے اُن سے اللہ نے وعدہ فرمالیا ہے کہ ان کو زمین پر اسی طرح خلیفہ بنائیگا جیسطرح اس سے پہلے کے لوگوں کو خلیفہ بنایا اور انکے اس دین کو مضبوط کردیگا جو اللہ نے ان کے لئے پسند فرمایا ہے اور خوف کے بعد بدلے میں ان کو امن عطا کرے گا

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا گیا ہے:۔

وَالَّذِیْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُکَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ

رسول اللہ کے اصحاب وہ کافروں پر (دینی امور میں) بہت سخت اور آپس میں نرمی کا سلوک کرنے والے ہیں، تم ان کو رکوع اور سجدہ

اللہِ وَرِضْوَانًا سِیْمَاھُمْ فِیْ وُجُوْھِھِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِکَ مَثَلُھُمْ فِی التَّوْرٰۃِ وَمَثَلُھُمْ فِی الْاِنْجِیْلِ کَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْئَہٗ فَاٰزَرَہٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰی عَلٰی سُوْقِہٖ یُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِیَغِیْظَ بِھِمُ الْکُفَّارَ ؀

کرنے والے دیکھو گے وہ اس سے اس کے فضل کے ہر وقت خواہاں ہیں اور اس کی رضا کے خواستگار ہیں۔ ان کی پیشانیوں پر.... سجدوں کے نشان ہیں۔ یہ ہیں جن کی صفت توریت میں بھی ہے اور انجیل میں بھی۔

حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تفسیر میں اپنے والد محمد باقرؒ کا قول نقل کیا ہے کہ اَلَّذِیْنَ مَعَہٗٓ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں جو تنگی اور فراخی میں، غار میں اور بدر کے دن جھونپڑی میں رسول اللہ کے ساتھ رہے اور.... اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ حضرت عمر بن الخطابؓ ہیں اور رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ حضرت عثمان بن عفان ہیں اور رُکَّعًا سُجَّدًا حضرت علیؓ ابن ابی طالب ہیں وَیَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰہِ وَرِضْوَانًا رسول اللہ کے دونوں ٹھہرے دوست حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ ہیں اور سِیْمَاھُمْ فِیْ وُجُوْھِھِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ سے مراد حضرت سعدؓ، حضرت سعیدؓ، عبدالرحمٰنؓ بن عوف اور ابو عبیدہؓ بن الجراح (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) یہ دسوں حضرات ایسے ہیں جن کی صفت توریت میں بھی ہے اور انجیل میں بھی؛ اَخْرَجَ شَطْئَہٗ میں شَطْئَہٗ (کھیتی کی سب سے پہلی نکلنے والی کونپل یا انکوا) سے مراد رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور فَاٰزَرَہٗ سے مراد یہ ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ذریعے اللہ نے اپنے رسول کو قوت عطا فرمائی اور فَاسْتَغْلَظَ سے مراد یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ذریعہ اس سوئی یعنی رسول اللہ کی موٹائی (یعنی طاقت) بڑھی۔ فَاسْتَوٰی عَلٰی سُوْقِہٖ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ذریعہ وہ کھیتی اپنی ڈنڈی پر کھڑی ہوگئی اور یُعْجِبُ الزُّرَّاعَ۔ یعنی حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی وجہ سے وہ اچھی معلوم ہونے لگی اور لِیَغِیْظَ بِھِمُ الْکُفَّارَ سے مراد رسول اللہ اور آپ کے اصحابؓ ہیں (مطلب یہ ہے کہ آیات مذکورہ کے ہر ٹکڑے کا مصداق اُن دس صحابہؓ میں سے کوئی نہ کوئی ہے جو عشرہ مبشرہ کہے جاتے ہیں)

اہل سنت والجماعت کا اتفاق ہے کہ جن باتوں میں صحابہ کرامؓ کے درمیان اختلاف ہے اُن سے زبان کو روکا جائے (اس میں بحث و گفتگو نہ کی جائے) اصحابؓ کی بدگوئی سے زبان کو بند رکھا جائے، ان کے فضائل و محاسن کو بیان کرنا اور ان کے (باہمی اختلافی) معاملے کو خدا کے سپرد کرنا واجب ہے جس طرح کبھی ان کا وقوع ہوا ہے جیسے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور امیر معاویہؓ کے درمیان اختلاف واقع ہوا جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے (اس اختلاف پر بحث نہ کرے اور زبان کو بند رکھے) ہر صحابی کی بزرگی اور فضیلت کا اعتراف کرنا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

وَالَّذِیْنَ جَآءُوْا مِنْۢ بَعْدِھِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّکَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ؀

اور وہ لوگ جو اُن کے بعد آئے کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ہمیں بخشدے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ایمان میں ہم سے پہلے گذر چکے ہیں۔ ان کی بابت ہمارے دلوں میں کوئی برائی پیدا نہ ہو۔ اے ہمارے رب تو ہی شفقت اور رحم کرنے والا ہے۔

ایک اور آیت میں ارشاد فرمایا ہے

تِلْکَ اُمَّۃٌ قَدْ خَلَتْ لَھَا مَا کَسَبَتْ وَلَکُمْ مَّا

یہ اُمت وہ ہے جو گزر چکی، اس گروہ نے جو کچھ کیا اس کا جواب

كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ — اُن ہی کے ذمّے ہے جو کچھ تم کروگے اس کے تم ذمہ دار ہوگے، ان لوگوں کے بارے میں تم سے نہیں پوچھا جائے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب میرے اصحاب کا ذکر ہو تو تم زبان روکو (یعنی کسی کو بُرا نہ کہو) حدیث شریف کے دوسرے الفاظ اس طرح ہیں، میرے صحابہؓ کے باہمی نزاعات سے اپنے کو بچائے رکھو (کسی کو بُرا نہ کہو) اگر تم میں سے کوئی شخص بھی اُحد (پہاڑ) کے برابر سونا راہ خدا میں صرف کردے گا جب بھی صحابہؓ کے ایک مُد بلکہ آدھے مُد کا بھی ثواب نہیں ملے گا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ شخص کتنا خوش نصیب ہے جس نے مجھے دیکھا اور وہ شخص جس نے میرے دیکھنے والے کو دیکھا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے صحابہؓ کو گالی نہ دو جو ان کو گالی دے گا اس پر خدا کی لعنت۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں آیا ہے کہ حضور نے فرمایا" اللہ نے مجھے چُن لیا اور میرے لئے میرے صحابہؓ کو چن لیا، ان کو میرے لئے انصار اور میرا رشتہ دار بنایا، آخر زمانہ میں ایک ایسا گروہ پیدا ہوگا جو صحابہؓ کے مرتبے کو گھٹائے گا؛ خبردار تم ان کے ساتھ کھانا، نہ نکاح کا سلسلہ کرنا، نہ اُن کے ساتھ نماز پڑھنا نہ ان کی نماز جنازہ پڑھنا۔ ایسے لوگوں پر لعنت کرنا جائز ہے۔

حضرت جابرؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا درخت (حدیبیہ) کے نیچے جس نے مجھ سے بیعت کی وہ کبھی دوزخ میں نہیں جائے گا۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے اہلِ بدر کی حالت کو دیکھ کر ہی فرمایا ہے کہ" جو چاہو کرو میں نے تم کو بخش دیا"

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! میرے صحابی ستاروں کی طرح ہیں تم ان میں سے جس کسی کا بھی قول لے لوگے سیدھا راستہ پاؤگے۔ حضرت بریدہؓ کی روایت ہے رسول اللہ نے فرمایا" جس زمین پر میرا کوئی صحابی فوت ہوگا اس کو اس زمین والوں کے لئے قیامت کے دن شفیع بنایا جائے گا۔ حضرت سفیان بن عیینہ کا قول ہے کہ رسول اللہ کے اصحاب کے متعلق جو شخص ایک لفظ (بد) بھی کہے گا وہ گمراہ اور بدراہ ہوگا۔

ائمہ کرام اور حاکم کی پیروی

اہل سُنّت کا اس بات پر اجماع ہے کہ ائمہ مسلمین اور ان کی پیروی کرنے والوں کا حکم سننا اور ماننا واجب ہے اور ہر نیک و بد، عادل و ظالم حاکم کی اقتداء اور ان لوگوں کے پیچھے جو ایسے لوگوں کی طرف سے مامور ہو نماز پڑھنا چاہیئے۔ اہلِ سنت کا اس بات پر بھی اجماع ہے کہ اہلِ قبلہ میں سے کسی کے قطعی جنتی یا دوزخی کا حکم نہیں لگانا چاہیئے خواہ وہ مطیع ہو یا عاصی، نیک راہ ہو یا کجرو یہ حکم نہ لگایا جائے صرف اس صورت میں جب کہ اہر بدعت و گمراہی سے مطلع ہوجائے (تب یہ حکم لگایا جا سکتا ہے)

اہل سنت کا اس بات پر بھی اجماع ہے کہ انبیاءؑ علیہم الصلوات کے معجزات اور اولیائے کرام کی کرامتیں برحق ہیں ان کو تسلیم کرنا واجب ہے) اشیاء کی گرانی اور ارزانی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ نہ کسی ستارے کی تاثیر کے سبب ہے اور نہ بادشاہ زمانہ کے حاکموں کی (نحوست یا برکت) کی وجہ سے، فرقہ قدریہ اور نجومی تاثیر کواکب کے قائل ہیں حضرت انس بن مالکؓ سے ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلاشبہ گرانی اور ارزانی اللہ کے دو لشکر ہیں ایک کا نام طمع (رغبت) اور دو

اللہ تعالیٰ کو جب گرانی منظور ہوتی ہے تو وہ تاجروں کے دلوں میں لالچ ڈال دیتا ہے اور وہ اشیاء روک لیتے ہیں اور جب وہ چاہتا ہے کہ ارزانی ہو تو سوداگروں کے دلوں میں خوفِ (الٰہی) پیدا کر دیتا ہے اور وہ چیزوں کو اپنے ہاتھوں سے باہر نکال دیتے ہیں (جمع شدہ اجناس فروخت کر دیتے ہیں۔

سنّت و جماعت کی پیروی

صاحب عقل و بینش مومن کے لئے بہتر ہے کہ وہ سنت و جماعت کی پیروی کرے، بدعت سے اجتناب کرے اور دین میں زیادہ غلو نہ کرے، نہ گہرائی میں جائے نہ تصنع سے کام لے تاکہ گمراہی سے بچے اور اس کے قدم کو لغزش نہ ہو جو ہلاکت کا باعث ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا ارشاد ہے "اتباع کرو اور بدعت سے بچو یہ تمھیں کافی ہے" حضرت معاذؓ بن جبل نے فرمایا "تم پوشیدہ باتوں کی ٹوہ لگانے سے بچو اور یہ بات مت کہو کہ یہ بات کیوں ہے؟ جب مجاہدؒ کو حضرت معاذؓ کے اس قول کی اطلاع ملی تو انھوں نے کہا کہ پہلے ہم بعض چیزوں کے (احکام کے) متعلق کہا کرتے تھے یہ کیا ہے؟ مگر اب ایسا نہیں کہیں گے، لہٰذا ایماندار شخص پر لازم ہے کہ سنت کا اتباع اور جماعت کی پیروی کرے۔ سُنت اس طریقے کو کہتے ہیں جس کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے شروع فرمایا اور اس پر گامزن رہے اور جماعت اسے کہتے ہیں جس پر چاروں خلفائے کرام کی خلافت کے زمانے میں اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اتفاق کیا۔

اہلِ بدعت سے اجتناب

دانشمند مومن پر یہ بھی لازم ہے کہ اہل بدعت سے تعلق نہ رکھے اور نہ ان کی محبت و قربت اختیار کرے، نہ اُن کو سلام کرے، ہمارے امام احمدؒ بن حنبلؒ نے فرمایا کہ جس نے کسی اہل بدعت کو سلام کیا وہ گویا اس سے محبت رکھتا ہے (اس لئے کہ رسول اللہ کا ارشاد ہے کہ باہم سلام کی کثرت کرو تاکہ محبت بڑھے) یہ بھی لازم ہے کہ بدعتیوں کا ہم نشین نہ بنے نہ ان کے پاس جائے اور نہ ان کو عیدوں اور خوشی کے مواقع پر مبارک دے نہ اُن کے جنازے کی نماز پڑھے۔ جب ان کا ذکر آجائے تو ان کے لئے دعائے رحمت بھی نہ کرے بلکہ ان سے الگ رہے اور محض اللہ کے لئے ان سے عداوت رکھے۔ اہل بدعت کے مذہب کے باطل ہونے کا یقین رکھے اور اس پر عظیم اجر و ثواب کا یقین رکھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے اہل بدعت کو محض اللہ کے لئے اپنا دشمن جانا اس کے دل کو اللہ تعالیٰ ایمان سے بھر دیتا ہے اور جو شخص ان کو خدا کا دشمن جان کر ملامت کرے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو امن و امان سے رکھے گا۔ اور جو شخص ایسے لوگوں کو ذلیل کرے اس کو بہشت میں سو درجے ملیں گے اور جو بدعتی سے کشادہ روی اور خندہ پیشانی سے ملا اس نے اس دین کی توہین کی جو اللہ تعالیٰ نے محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر نازل فرمایا تھا۔

ابو مغیرہ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "جب تک بدعتی بدعت کو ترک نہ کرے اللہ اس کے نیک عمل کو قبول کرنے سے انکار کرتا ہے۔ حضرت فُضیل بن عیاضؒ روایت کرتے ہیں کہ اہل بدعت کے ساتھ دوستی رکھنے والے کے نیک اعمال ضائع کر دیئے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اس کے دل سے نورِ ایمان نکال دیتا ہے اور جو شخص اہل بدعت سے دشمنی رکھتا ہے اسے اللہ تعالیٰ بخش دیتا ہے خواہ اس کے نیک اعمال تھوڑے ہی کیوں نہ ہوں۔ جب تم کسی بدعتی کو راستے میں دیکھو تو دوسرا راستہ اختیار کر لو۔ حضرت فضیلؒ بن عیاض کہتے تھے کہ میں نے خود حضرت سفیان بن عُیینہؒ کو یہ کہتے سُنا کہ جو شخص کسی بدعتی کے جنازے کے ساتھ جاتا ہے تو وہ جب تک واپس نہیں لوٹ آتا اللہ کا غضب اس پر نازل ہوتا رہتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدعتی پر لعنت فرمائی ہے اور ارشاد فرمایا ہے جس نے دین میں کوئی نئی بات پیدا کی یا کسی بدعتی کو پناہ دی اس پر اللہ کی، اس کے فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی لعنت، اللہ تعالیٰ نہ اس کے صرف یعنی فرض کو قبول فرماتا ہے اور نہ اس کے عدل یعنی نفل کو۔ حضرت ابو ایوب سجستانی نے فرمایا کہ اگر تم کسی سے رسول اللہ کی حدیث بیان کرو اور وہ کہے اس کو رہنے دو قرآن میں جو کچھ ہے وہ بیان کرو تو سمجھ لو کہ وہ گمراہ ہے۔

اہل بدعت کی نشانیاں

اہل بدعت کی بکثرت نشانیاں ہیں جن سے وہ پہچانے جاتے ہیں، ایک علامت تو یہ ہے کہ وہ محدثین کو برا کہتے ہیں اور ان کو حشویہ جماعت کا نام دیتے ہیں، اہل حدیث کو فرقہ حشویہ قرار دینا زندیق کی علامت ہے اس سے ان کا مقصد ابطال حدیث ہے۔ فرقہ قدریہ کی علامت یہ ہے کہ وہ محدثین (اہل الآثار) کو مجبرہ کہتے ہیں۔ اہل سنت کو مشبہہ قرار دینا فرقہ جہمیہ کی علامت ہے، اہل الآثار (اہل حدیث) کو ناصبی کہنا رافضی کی علامت ہے یہ تمام باتیں اہل سنت کے ساتھ ان کے تعصب اور ان کے غیظ و غضب کے باعث ہیں، حالانکہ ان کا تو صرف ایک نام اہل حدیث ہے بدعتی ان کو جو لقب دیتے ہیں وہ ان کو چمٹ نہیں جاتے جس طرح مکہ کے کافر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جادوگر، شاعر مجنون، مفتون اور کاہن کہتے رہتے تھے مگر اللہ تعالیٰ اس کے ملائکہ، انس و جن اور تمام مخلوق کے نزدیک آپ ان تمام عیبوں سے پاک تھے اور کوئی لقب موزوں نہ تھا آپ کا لقب رسول اور نبی تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "دیکھو انھوں نے تمھارے لئے کیسی مثالیں گڑھ رکھی ہیں پس یہ گمراہ ہیں، راستہ نہیں پا سکتے"۔

اہل سنت و جماعت کے عقیدے اور صانع کی معرفت کے سلسلے میں بقدر طاقت ہم نے اختصار کے ساتھ جو کچھ جمع کر دیا ہے یہ ہمارے بیان کا تتمہ تھا، اس کے بعد (اس سلسلہ میں) ہم دو فصلیں اور بیان کرتے ہیں جن سے ناواقف (نادان) رہنا کسی صاحب خرد اور ذی فہم اور ایماندار شخص کے لئے جائز نہیں جب کہ وہ دلیل و برہان کے راستے پر چلنا چاہتا ہے۔ اول فصل میں ان صفاتِ انسانی، انسانی اخلاق اور عیوب کا بیان ہے جن کا اطلاق ذاتِ باری تعالیٰ پر صحیح نہیں اور دوسری فصل میں ان گمراہ فرقوں کا بیان ہے جو ہدایت کے راستے سے بھٹک گئے ہیں اور جن کی حجت قیامت اور محاسبہ کے دن باطل ہوگی۔

وہ صفات جن کا اطلاق اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ ناروا اور ناجائز ہے

مندرجہ ذیل صفات سے اللہ تعالیٰ کو متصف قرار دینا جائز نہیں ہے۔

جہالت، شک، تردد، غلبۂ ظن، سہو و نسیان، اونگھ، نیند، مرض، غفلت، عجز، موت، بہرا پن، گونگا پن، نابینائی، شہوت، نفرت، خواہش، غصّہ (ظاہری)، غضب (باطنی)، غم، افسوس، ملال، پشیمانی، حسرت، دکھ، لذت، نفع، نقصان، آرزو، مقصد اور کذب۔

اللہ تعالیٰ کا نام ایمان رکھنا بھی جائز نہیں ہے۔ فرقہ سالمیہ اس کے جواز کا قائل ہے، انھوں نے مندرجہ ذیل آیت سے استدلال کیا ہے وَمَنْ یَّکْفُرْ بِالْاِیْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ "جس نے ایمان کے ساتھ کفر کیا یقیناً اس کے عمل ضائع

ہوئے، (ان کے خیال کے مطابق اس آیت میں اللہ کو ایمان کہا گیا ہے) اور ہمارے نزدیک ایمان سے وجوب ایمان مراد ہے یعنی جس نے وجوب ایمان کا انکار کیا وہ ایسا ہی ہے جیسے کسی نے رسول اور رسول کے لائے ہوئے اوامر و نواہی کو ماننے سے انکار کر دیا اللہ تعالیٰ کو فرمان بردار (مطیع) کہنا بھی جائز نہیں، نہ اس کو عورتوں کو حاملہ کرنے والا کہنا جائز ہے، اللہ کی حد انتہا نہیں، نہ وہ آگے ہے نہ پیچھے نہ نیچے ہے نہ اوپر، نہ پہلے ہے نہ بعد میں، جہات ستہ (چھ طرفوں) سے اس کے لئے کوئی طرف نہیں اس کی ذات میں چگونگی (کیسی) اور کیونکر کو دخل نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی یہ صفتیں نہیں ہیں سوائے اس کے کہ وہ مستوی عرش ہے جیسا کہ قرآن اور احادیث میں آیا ہے، سب اطراف کا پیدا کرنے والا وہی ہے، وہ کیف (کیسا) اور کم (کتنا) دونوں صفات سے پاک ہے۔

اس بارے میں کہ اللہ تعالیٰ کو شخص کہنا جائز ہے یا نہیں علماء کا اختلاف ہے جو لوگ جواز کے قائل ہیں وہ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ سے مروی اس حدیث کو سند لاتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا لَا شَخْصَ اَغْيَرُ مِنَ اللّٰهِ وَلَا شَخْصَ اَحَبَّ اِلَيْهِ الْمَعَاذِيْرُ مِنَ اللّٰهِ۔ اللہ سے زیادہ کوئی شخص غیرت والا نہیں اور اللہ سے زیادہ کسی شخص کو معذرت پیش کرنا محبوب نہیں۔

عدم جواز کے حامی کہتے ہیں کہ حدیث میں خدا کے لئے شخص کی تصریح نہیں ہے احتمال ہے کہ اس کے معنی یہ ہوں لَا اَحَدَ اَغْيَرُ مِنَ اللّٰهِ (کوئی شخص اللہ سے زیادہ غیرت مند نہیں ہے) بلا شبہ بعض حدیث میں "لا احد" کے الفاظ بھی وارد ہوئے ہیں۔ (مطلب یہ ہے کہ اللہ سے زیادہ کوئی شخص جن، انس، فرشتہ یا کوئی دوسری مخلوق غیرت مند نہیں ہے)

اللہ تعالیٰ کو فاضل، آزاد (عتیق)، فقیہہ، فہیم، فطین (زیرک)، محقق، عاقل، موقر (دوسرے کی تعظیم کرنے والا) طبیب کہنا جائز نہیں، بعض کے نزدیک طبیب کہنا جائز ہے۔ اللہ کو عادی (پرانے زمانے کا) کہنا بھی جائز نہیں کیونکہ عادی عاد کی طرف منسوب ہے اور قوم عاد قدیم نہیں بلکہ حادث ہے، اللہ تعالیٰ کو مطیق (طاقت والا) بھی نہیں کہا جا سکتا۔ کیونکہ ہر طاقت محدود ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ طاقت والا نہیں بلکہ ہر طاقت کا خالق ہے، اس کو محفوظ بھی نہیں کہا جا سکتا بلکہ وہ حافظ ہے، اس کو کسی کام مرتکب (مباشرہ) بھی نہیں کہہ سکتے اور نہ اس کا وصف مکتسب ہو سکتا ہے اس لئے کہ مکتسب اس کو کہتے ہیں جو قدرت مجازنہ کے ذریعہ کسی دوسری چیز کو ایجاد کرے (یعنی کسب پیدا کردہ مخلوق کی قدرت سے حادث ہے) اور اللہ تعالیٰ اس سے پاک و منزہ ہے۔ اللہ تعالیٰ پر قدم کا اطلاق بھی جائز نہیں کیونکہ وہ قدیم ہے اور اس کے وجود کے لئے ابتداء نہیں ہے۔

ابن کلاب نے اس کے برخلاف کہا ہے یعنی وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قدیم ہے صفت قدم کے ساتھ اور وہ باقی ہے کبھی فنا نہیں ہوگا، وہ عالم ہے تمام معلومات غیر متناہیہ کا اور وہ قادر ہے تمام غیر متناہیہ مقدورات کا۔ معتزلہ اس کے خلاف کہتے ہیں کہ سب صفتیں انتہا پذیر ہیں (غیر متناہی نہیں ہیں)

وہ صفات جن سے اللہ تعالیٰ کو متصف کرنا جائز ہے۔

اللہ تعالیٰ کو ان صفتوں سے متصف کرنا جائز ہے۔ صفت فرح۔ ضحک۔ غضب۔ سخط۔ رضا اور اس سلسلہ میں

ہم تفصیل سے پہلے بیان کر چکے ہیں) اللہ تعالیٰ کو موجود ہونے کے ساتھ متصف کرنا جائز ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے" وَوَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ (اور خدا کو اپنے پاس ہی موجود پایا) اس کو شئی کے ساتھ متصف کرنا جائز ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے" قُلْ اَیُّ شَیْءٍ اَکْبَرُ شَهَادَةً قُلِ اللّٰهُ (پوچھئے سب سے بڑھ کر شہادت دینے والی کون سی چیز ہے، خود ہی بتا دیجئے وہ اللہ ہے

اللہ کے لئے نفس، ذات، عین (آنکھ) کا ثبوت بھی جائز ہے بشرطیکہ انسانی اعضا سے تشبیہ نہ دی جائے، اللہ کی صفت کائن بغیر تعین حد کے بیان کرنا جائز ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَکَانَ اللّٰهُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا دوسری جگہ فرمایا وَکَانَ اللّٰهُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ رَّقِیْبًا۔ یہ بھی جائز ہے کہ اس کو قدیم، باقی اور مُسْتَطِیعٌ کہا جائے۔ اس کو عارف۔ متین۔ وَاثِق۔ دَرّی۔ داری (درایت والا) کہا جائے اس لئے کہ یہ تمام صفات بمعنی عالِم راجع ہیں اور اس کی ممانعت نہ شرع میں وارد ہے اور لغت میں۔ بلکہ ایک شاعر کا قول ہے:-

اَللّٰهُمَّ لَا اَدْرِیْ وَاَنْتَ الدَّارِیْ (الٰہی میں نہیں جانتا اور تو جاننے والا ہے)

اللہ تعالیٰ کو رَائی (دیکھنے والا) بھی کہہ سکتے ہیں اس کے معنی بھی عالم کے ہیں اور جائز ہے کہ اس کو اپنی خلق اور اپنے بندوں سے مطلع سے موصوف کریں کیونکہ اس کے معنی بھی عالم کے ہیں یہی حکم وَاجِد (پانے والا) کا ہے بمعنی عالِم۔ اللہ کو جمیل (خوبصورت) کہنا بھی صحیح اور درست ہے اور مجمل سے متصف کرنا بھی صحیح ہے۔ اللہ کو دَیّان (بندوں کے اعمال کی جزاء وسزا دینے والا) کہنا بھی صحیح ہے۔ دین کے معنی ہیں حساب ایک مشہور مقولہ ہے کَمَا تَدِیْنُ تُدَانُ (جیسا تم کرو گے ویسا بدلہ دیا جائے گا) مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ حساب کے دن کا مالک۔ دیان ان معنی میں آسکتا ہے یعنی اپنے بندوں کے لئے شریعت اور عبادت مقرر کرنے والا اور اس کی طرف وہ دعوت دیتا ہے اور اسے اپنے بندوں پر فرض کرتا ہے اس کے بعد حق تعالیٰ اُن بندوں کا بدلہ دے گا جو اس کی شریعت پر عمل پیرا ہوں گے۔

اگر اللہ تعالیٰ کی صفت مُقَدِّر (اندازہ کرنے والا) سے کریں تو یہ بھی جائز ہے جیسا کہ فرمایا اِنَّا کُلَّ شَیْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ (ہم نے ہر چیز کو اندازے کے ساتھ پیدا کیا) وَقَدَّرَ فَهَدٰی (اور خدا نے اندازہ کیا اور ہدایت دی) اور خبر دینے کے معنی میں فرمایا اِلَّا امْرَاَتَهٗ قَدَّرْنَآ اِنَّهَا لَمِنَ الْغٰبِرِیْنَ ۝ (ہم نے لوط کو خبر دی کہ صرف اس کی عورت یعنی بیوی اس کے اہل کے سوا عذاب کے لئے پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہے) تقدیر کے معنی گمان غالب یا شک کے نہیں ہیں اللہ تعالیٰ کی ذات اس سے برتر ہے۔

اللہ تعالیٰ کو ناظر کہنا درست ہے یعنی اشیاء کا دیکھنے والا اور ان کا جاننے والا، ناظر کے معنی غور کرنے والا اور سوچنے والا نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات والا اس سے بَرِی اور منزّہ ہے، اس کو شفیق کہنا درست ہے یعنی مخلوق پر رحم کرنے والا اور لطف و کرم کرنے والا، اللہ کا شفیق ہونا ڈرنے اور غمگین ہونے والے کے معنی میں نہیں ہے!

اللہ تعالیٰ کو رفیق کہنا درست ہے یعنی مخلوق پر رفق و مہربانی کرنے والا، ان معنی میں نہیں یعنی امور میں جاذ پیدا کرنے والا، چیزوں کی اصلاح کی فکر کرنے والا اور نتائج سے محفوظ رہنے والا، ان معنی کے اعتبار سے لفظ رفیق سے اس کو متصف نہیں کیا جا سکتا۔

اللہ تعالیٰ کو سخی، کریم اور جواد کہنا بھی درست ہے، اِن سب الفاظ کے معنی ہیں مخلوق پر فضل و احسان اور کرم کرنے والا، اور لغت میں جو سخاوت کے معنی نرمی کے آئے ہیں جس طرح کہتے ہیں اَرضٌ سَخِیَّۃٌ نرم زمین، قِرطاسٌ سخیٌّ نرم کاغذ ان معنی کا اللہ پر اطلاق درست نہیں۔ اللہ تعالیٰ کو آمِرٌ حکم دینے والا، ناھِی ممانعت کرنے والا، مُبِیحٌ جائز بنا دینے والا، مُسَدِّدٌ بندش کر دینے والا، مُحَلِّلٌ حلال کرنے والا، مُحَرِّمٌ حرام کرنے والا، فَارِضٌ فرض کر دینے والا، مُلزِمٌ لازم کر دینے والا، مُرشِدٌ سیدھا راستہ دکھانے والا، قاضیٌ اور حَاکِمٌ کہنا جائز اور درست ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کو وَاعِدٌ جزا کا وعدہ کرنے والا، مُتَوَاعِدٌ سزا سے ڈرانے والا، مُخَوِّفٌ خوف دلانے والا، مُحَذِّرٌ عذاب سے ڈرانے والا، ذَامٌّ مذمت کرنے والا، مَادِحٌ کسی کی تعریف کرنے والا، مُخَاطِبٌ خطاب کرنے والا، مُتَکَلِّمٌ بات کرنے والا یعنی صفت کلام سے متصف ہونا اور قَائِلٌ کہنے والا، سے متصف کرنا جائز نہیں ہے۔

اس کو مُعْدِم سے متصف کرنا اِس معنی میں جائز نہیں ہے کہ اس نے موجود نہیں کیا اور اس نے معدوم نہیں کیا اور اس معنی میں کہ جس چیز کو اس نے موجود کیا اس سے وجود میں آنے کے بعد بقاء کو جدا کر دے اور اسے ناپید کر دے درست اور صحیح ہے، اسی طرح جائز ہے کہ اس کو فَاعِلٌ کے ساتھ متصف کریں بایں معنی کہ اپنی پیدا کی ہوئی چیز کو عدم سے وجود میں لانے والا اور پیدا کرنے والا اور اپنی قدرت سے اس کو بنا دینے والا ہے، فاعل کے معنی کاسب کے نہیں ہیں کسب تو اجسام کے ملنے (فاعل و منفعل) اور باہمی مماس کے بغیر نہیں ہوتا اور اللہ تعالیٰ اس سے پاک و منزّہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کو جَاعِلٌ یعنی فاعل کہنا درست ہے۔ یعنی اپنے فعل کو کرنے والا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَجَعَلْنَا اللَّیْلَ وَالنَّھَارَ اٰیَتَیْنِ (ہم نے دن اور رات کو دو نشانیاں بنایا) جَعْل حکم کے معنی میں بھی آیا ہے ایک آیت میں ہے۔ وَجَعَلْنٰہُ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا اور ارشاد فرمایا وَجَعَلْنٰہُ قُرْاٰنًا اَعْجَمِیًّا۔ اللہ تعالیٰ کو جس طرح فاعل کہا جاتا ہے اسی طرح واقعی طور پر اس کو تارک بھی کہا جا سکتا ہے یعنی اپنی قدرت شاملہ و عاملہ کے تحت فعل اول کے بجائے کوئی ایسا دوسرا فعل کرنے والا جو فعل اوّل کی ضد ہو۔ تارک کے معنی یہ نہیں کہ وہ اپنے نفس کو کسی فعل کے دواعی و اسباب سے روکنا اور باز رکھتا ہے۔ فعل کی طرح ترک بھی اللہ تعالیٰ کی مثبت صفت ہے منفی وصف نہیں ہے، انسان کے لئے ترک کی صفت عدمی ہے اور اللہ تعالیٰ کے لئے وجودی۔

اللہ تعالیٰ کو مُوجِدٌ بمعنی خالق اور مُکَوِّنٌ بمعنی موجد کہنا بھی جائز ہے۔ اس کو مُثَبِّتٌ بمعنی برقرار رکھنے والا، چیزوں کو ثبات و بقا عطا کرنے والا کہنا بھی جائز ہے، ایک آیت میں ہے۔

یُثَبِّتُ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ ۝ — اہل ایمان کو اللہ تعالیٰ پکی بات پر ثابت قدم رکھے گا۔

ایک دوسری آیت میں ارشاد ہے: یَمْحُوا اللّٰہُ مَا یَشَآءُ وَیُثْبِتُ وَعِنْدَہٗٓ اُمُّ الْکِتٰبِ ۝ — اللہ جس چیز کو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جس چیز کو چاہتا ہے برقرار رکھتا ہے، اُم الکتاب اسی کے پاس ہے۔

اللہ تعالیٰ کو عَامِلٌ اور صَانِعٌ بمعنی خالق کہنا بھی درست ہے، اللہ تعالیٰ کو مُصِیبٌ کہنا درست ہے یعنی اس کے افعال، اس کے ارادے اور مقصد کے مطابق ہوتے ہیں ان میں کوئی کمی و بیشی یا تفاوت نہیں ہوتا، کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے تمام

افعال کی حقائق اور کیفیات سے واقف ہے۔ اللہ تعالیٰ کے مُصِیبْ ہونے کے یہ معنی نہیں کہ وہ کسی حاکم کے حکم کے مطابق عمل کرتا ہے، ہاں بندے پر اس لفظ کا جب اطلاق ہوتا ہے تو اس کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ بندہ اپنے رب کا فرمانبردار اس کے حکم پر کاربند اور اس کی ممانعت کے باعث کسی کام سے باز رہنے والا ہے، کسی سردار یا حاکم یا دوست کا مطیع ہونے کے باعث بندہ کو مصیب کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے افعال کو صَوَابٌ بمعنی حق و صحیح کہنا درست ہے۔ اللہ تعالیٰ کو مُثِیبٌ (ثواب دینے والا) اور مُنْعِمُ النعمت (دینے والا) کہنا بھی درست ہے یعنی جس شخص کو وہ ثواب دیتا ہے اس کو انعام یافتہ بنا دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کو مُعَاقِبٌ اور مُجَازِی (سزا اور جزا دینے والا) کہنا درست ہے یعنی وہ نافرمان کو ذلیل کرتا ہے اور اس کی معصیت کے مطابق اس کو دکھ دیتا ہے۔ اس کو قَدِیْمُ الْاِحْسَان کہنا بھی درست ہے یعنی تخلیق اور عطاء رزق اس کی قدیمی صفات ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اِنَّ الَّذِیْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِنَّا الْحُسْنٰی۔ اللہ تعالیٰ کو دَلِیْلٌ کہنا بھی درست ہے حضرت امام احمدؒ سے ایک شخص نے کہا کہ مجھے کچھ توشۂ دعا مرحمت فرمائیے میں طرطوس جا رہا ہوں، امام نے فرمایا اس طرح کہو: اے حیرانوں کے راہنما (دلیل) مجھے اہل صدق کا راستہ دکھادے اور اپنے صالح بندوں میں سے کر دے۔[1]

اللہ تعالیٰ کو طَبِیْبٌ کہنا بھی درست ہے۔ ابو رِمثہؓ تیمی سے مروی ہے کہ انھوں نے کہا میں اپنے والد کے ہمراہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں موجود تھا۔ میں نے حضور کے شانۂ مبارک پر سیب (صدف) کی طرح کوئی چیز دیکھی، میرے والد نے عرض کیا یا رسول اللہ میں طبیب ہوں کیا اس کا علاج کر دوں، حضور نے ارشاد فرمایا اس کا طبیبؐ ہی ہے جس نے اس کو پیدا کیا ہے۔

ابوالسفرؒ کی روایت ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ علیل ہوئے، کچھ لوگ آپ کی عیادت کے لئے حاضر ہوئے اور کہنے لگے کیا ہم آپ کے لئے طبیب کو بلا لیں آپ نے ارشاد فرمایا طبیب نے مجھے دیکھا تھا، لوگوں نے دریافت کیا پھر طبیب نے کیا کہا؟ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا "اس نے کہا جو میں چاہتا ہوں کرتا ہوں"۔ حضرت ابو داؤد رضی اللہ عنہ کے متعلق بھی ایسی ہی ایک روایت آئی ہے کہ آپ بیمار ہوئے اور لوگ عیادت کے لئے آئے اور پوچھا آپ کو کیا بیماری ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ گناہوں کی، لوگوں نے کہا آپ کیا چاہتے ہیں؟ فرمایا جنت! لوگوں نے کہا کیا ہم آپ کے لئے طبیب کو بلا لیں؟ انھوں نے جواب دیا کہ طبیب ہی نے تو مجھے بیمار کیا ہے۔

اس فصل میں ہم نے ان اسماء کو بیان کیا ہے جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو پکارنا جائز ہے، اس سے قبل ہم اللہ تعالیٰ کے ننانوے اسماء حسنیٰ بیان کر چکے ہیں، ان ناموں سے اللہ تعالیٰ کو دعا میں پکارنا زیادہ مناسب ہے، ان اسمائے وصفی کے ساتھ بھی جو اس فصل میں بیان کئے گئے ہیں اللہ تعالیٰ کو پکارنا جائز ہے مگر دعا میں یَا سَاخِرُ یا مُسْتَهْزِئُ یا مَاکِرُ یا خَادِعُ یا مُغِیضُ یا غَضْبَانُ یا مُنْتَقِمُ یا مُعَادِی یا مُعَذِّبُ یا مُهْلِکُ کہہ کر پکارنا منع ہے اگرچہ مجرموں کے جرم کی پاداش اور سزا دینے کے لحاظ سے اللہ کا ان اوصاف سے متصف ہونا صحیح اور درست ہے۔

---

[1] یا دَلِیْلَ الحائرین دُلّنی علی الطریق الصادقین واجعلنی من عِبادِک الصالحین ۰

ہدایت کے راستے سے بھٹکے ہوئے
فرقوں کا بیان

ان نمبر: فرقوں کے بیان میں جو راہ ہدایت سے بھٹک گئے ہیں اس کی اصل وہ حدیث ہے جس کو کثیر بن عبداللہ نے اپنے والد اور جد کی سند کے ساتھ بیان کیا ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "تم اپنے سے پہلے لوگوں کے رستے پر قدم بہ قدم ضرور چلو گے اور ان ہی چیزوں کو اختیار کرو گے جن کو انھوں نے اختیار کیا تھا، ایک ایک بالشت ایک ایک ہاتھ اور ایک ایک گز (ان کی پیروی کرو گے) یہاں تک کہ اگر وہ سوسمار (گوہ) کے بھٹ میں بھی گھسے تھے تو تم بھی ان کی پیروی کے لئے سوسمار کے بھٹ میں داخل ہوگے۔ اچھی طرح سُن لو کہ حضرت (موسیٰ علیہ السلام) کی ہدایت کے برعکس بنی اسرائیل ۷۱ فرقوں میں بٹ گئے تھے جن میں ایک فرقہ کے سوا سب گمراہ تھے اور وہ ایک فرقہ مسلمانوں کی جماعت کا تھا۔ پھر عیسیٰ ابن مریم (علیہ السلام) کی ہدایت کے خلاف عیسائی پھٹ کر بہتر (۷۲) فرقوں میں ہوگئے اور ان میں ایک فرقہ کے سوا تمام فرقے گمراہ اور بے دین تھے وہ ایک فرقہ اسلام اور مسلمانوں کی جماعت کا تھا اس کے بعد تم ۷۳ (تہتّر) فرقے ہو جاؤ گے۔ اور ان میں سوائے ایک فرقہ کے باقی سب گمراہ ہونگے اور وہ فرقہ اسلام اور مسلمانوں کی جماعت کا ہوگا۔

حضرت عبدالرحمٰن بن جبیرؓ سے مروی ہے کہ سرکار عالی نے ارشاد فرمایا، میری امت پھٹ کر ۷۳ فرقے بن جائے گی (امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم) کے لئے سب سے بڑا فتنہ وہ فرقہ ہوگا جو احکام (دینی) کا فیصلہ صرف اپنی رائے سے کریگا، خود ہی... حلال کو حرام بنائے گا اور خود ہی حرام کو حلال ٹھہرائے گا۔

عبداللہ بن زیدؓ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور اقدس (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا، بنی اسرائیل پھٹ کر اکھتر فرقوں میں ہوگئے ایک کے سوا سب دوزخی ہوئے اور میری امت پھٹ کر ۷۳ فرقے ہو جائیں گے جن میں سے ایک کے سوا سب دوزخی ہونگے، صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ ایک کیسا ہوگا آپ نے ارشاد فرمایا جو میرے اور میرے صحابہؓ کے سیدھے راستہ پر چلے گا۔

جس تفرقہ کا ذکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہ آپ کے زمانے میں ہوا نہ حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانے میں ہوا۔ بلکہ یہ اختلاف صحابہ کرام اور تابعین حضرات کی وفات کے کئی سو سال بعد ظہور میں آیا یعنی اس وقت جب کہ مدینہ منورہ میں ساتوں فقیہ حضرات وفات پاچکے تھے۔ مختلف شہروں کے علماء اور فقیہ بھی دنیا سے رخصت ہوچکے تھے اور اُن کے انتقال سے علم بھی مرگیا اور سالہا سال بیت گئے اور صدیاں گزرگئیں تو عام طور پر دین میں افتراق و اختلاف پیدا ہوگیا اور صرف ایک چھوٹا گروہ اہلِ حق کا رہ گیا، نجات پانے والا گروہ یہی ہے اللہ نے اپنے دین کی حفاظت اسی کے ذریعہ سے فرمائی۔

حضرت ابن عمرؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ لوگوں کو علم عطا فرمانے کے بعد ان کے سینوں سے نہیں نکالے گا بلکہ علماء وفات پا جائیں گے۔ جب کوئی عالم مرجائے گا تو اس کا علم بھی اسی کے ساتھ چلا جائے گا یہاں تک کہ جہلا باقی رہ جائیں گے جو خود بھی گمراہ ہونگے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ایک دوسری روایت میں حدیث شریف کے الفاظ

اس طرح ہیں "حضور والا نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ علم کو اس طرح قبض نہیں فرمائے گا کہ لوگوں کے دلوں سے کھینچ کر نکال لے بلکہ علماء کے وفات پا جانے سے علم بھی مرجائے گا۔ جب کوئی عالم باقی نہیں رہے گا تو لوگ جاہلوں کو اپنا پیشوا بنالیں گے ان سے مسائل دریافت کئے جائیں گے اور وہ نہ جاننے کے باوجود فتویٰ (جواب) دینگے نتیجہ یہ کہ وہ خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کرینگے۔ حضرت کثیرؓ بن عبداللہ بن عوف اپنے والد اور دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس طرح سانپ سمٹ کر اپنے بل میں آجاتا ہے اسی طرح دین سمٹ کر حجاز میں آجائے گا۔ دین کی حفاظت حجاز سے ہوگی جس طرح ہرنوں کی حفاظت پہاڑ کی چوٹی پر پہنچ جانے سے ہوتی ہے۔ دین کا ظہور غربت کی حالت میں ہوا تھا لوٹ کر دوبارہ دین غریب ہوجائے گا، غریبوں کے لئے یہ خوشخبری کا باعث ہے۔ عرض کیا گیا غربا کون لوگ ہیں؟ حضور نے فرمایا وہ لوگ کہ جب لوگ میری سنت کو بگاڑ دیں گے تو وہ سنوار دینگے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا۔ ہر زمانے میں لوگ ایک سنت کو مردہ اور ایک بدعت کو زندہ کریں گے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتنوں کا ذکر فرمایا تو ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ۔ فتنوں سے بچ نکلنے کا کیا راستہ ہوگا؟ فرمایا اللہ کی کتاب کہ یہی پُر حکمت موعظت نامہ ہے، یہی صراط مستقیم ہے یہی وہ کتاب ہے جس میں زبانوں کا اشتباہ پیدا نہیں ہوتا، اسی کو جب جنات نے سنا تو وہ اِنَّا سَمِعۡنَا قُرۡاٰنًا عَجَبًا کہے بغیر نہ رہ سکے، جو اس کے موافق کہے گا وہ سچا ہوگا اور جو اس کے مطابق فیصلہ کرے گا وہ انصاف کرے گا۔

حضرت عرباضؓ بن ساریہ نے فرمایا ہم نے رسول اللہ کی اقتدا میں فجر کی نماز پڑھی حضور نے ایسا دل نشین وعظ فرمایا کہ آنکھوں سے آنسو رواں ہوگئے، دلوں پر خوف طاری ہوگیا اور بدن گرما گئے۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ حضور کی یہ نصیحت تو ایسی ہے کہ ہم کو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے حضور ہم کو چھوڑ رہے ہوں۔ حضور نے ارشاد فرمایا میں تم کو اللہ سے ڈرتے رہنے اور حاکم کی اطاعت و فرماں پذیری کی نصیحت کرتا ہوں خواہ وہ حاکم حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو۔ میرے بعد جو زندہ رہے گا وہ بڑے اختلافات دیکھے گا تمھارے لئے میری سنت اور میرے اُن خلفاؒ کی سنت پر قائم رہنا لازم ہے جو میرے بعد ہوں گے اور تم کو سیدھا راستہ دکھائیں گے۔ اس کو مضبوطی سے پکڑے رکھنا اور دانتوں سے پکڑ لینا۔ دین میں نئی باتوں سے بچنا کیونکہ دین میں پیدا کی ہوئی ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو دعوت دینے والا سیدھے راستے کی طرف بلائے اور اس کی دعوت کی پیروی کی جائے تو پیروی کرنے والوں کی طرح اس رہنما کو بھی ثواب ملیگا مگر پیروی کرنے والوں کے ثواب میں کمی نہیں کی جائے گی۔ اور جو ضلالت کی دعوت دے اور اس کی پیروی کی جائے تو ان کی پیروی کرنے والوں کے برابر اس پر وبال ہوگا جب کہ پیروی کرنے والوں کے گناہوں میں کمی نہ ہوگی۔

باب ۹

تہتّر فرقے

ناجی - خارجی - شیعہ - رافضی - معتزلہ - قدریہ اور دوسرے فرقے

یہ تمام تہتّر فرقے دراصل دس گروہوں سے نکلے ہیں:۔ (۱) اہل سنت (۲) خارجی (۳) شیعہ (۴) معتزلہ (۵) مرجیہ (۶) مشبّھہ (۷) جہمیہ (۸) ضراریہ (۹) نجاریہ (۱۰) کلابیہ۔

اہل سنت کا صرف ایک ہی طبقہ ہے، خوارج یا خارجیہ کے پندرہ، معتزلہ کے چھ، مرجیہ کے بارہ، شیعہ کے بتّیس، مشبّہہ کے تین فرقے ہیں۔ ضراریہ، کلابیہ، نجاریہ اور جہمیہ کا ایک ایک فرقہ ہے اس طرح کل ۷۲ (بہتر) فرقے ہوئے۔ فرقہ ناجیہ صرف اہل سنت کا ہے، اس کا مسلک / عقیدہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ قدریہ اور معتزلہ فرقہ کے لوگ اس فرقہ ناجیہ کو مجبّرہ کہتے ہیں کیونکہ اس کا عقیدہ ہے کہ تمام مخلوق اللہ تعالیٰ کی مشیت، قدرت، ارادہ اور تخلیق کی تابع ہے۔ مرجیہ اس فرقہ ناجیہ کو شکاکیہ (شکیہ) کہتے ہیں کیونکہ اس گروہ کے لوگ ایمان کو مشیت الٰہی کی شرط سے مشروط کرنے کے قائل ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص یوں کہے کہ میں انشاء اللہ مومن ہوں تو اس طرح کہنا درست ہے (جیسا کہ اس سے قبل بیان کیا جا چکا ہے)۔

رافضی اس ناجیہ فرقہ کو ناصبیہ کہتے ہیں کیونکہ ان کا اصول ہے کہ اپنے امام کو جماعت کی رائے سے مقرر کرتے ہیں۔ جہمیہ و نجاریہ دونوں اس فرقہ کو مشبّہہ کہتے ہیں۔ اس لحاظ سے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی صفات میں علم، قدرت اور حیات وغیرہ صفات کا اثبات کرتے ہیں، باطنیہ اس کو حشویہ کہتے ہیں چونکہ یہ گروہ احادیث کا قائل اور آثار کے ساتھ تعلق رکھتا ہے حالانکہ ان کا کوئی اور نام نہیں ہے بجز اس کے کہ وہ اصحاب حدیث اور اہل سنت ہیں جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا ہے۔

خارجیوں کے نام اور القاب مختلف ہیں، اس گروہ کو خارجی کہنے کی اصل وجہ یہ ہے کہ انھوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے خلاف خروج کیا تھا، ان کا نام حکمیّہ بھی ہے اس لئے کہ انھوں نے ابو موسیٰ اشعری اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کے حَکَم ہونے کا انکار کیا تھا اور جب حضرت علیؓ نے ان دونوں کو حَکَم مان لیا تو خارجیوں نے کہا حکم دینا صرف اللہ کے ساتھ مخصوص ہے (کسی کو خلیفہ کے تقرر کے متعلق فیصلہ صادر کرنے کا حق نہیں ہے) ان کو حروریہ بھی کہا جاتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ساتھ چھوڑ کر مقام حروراء میں جا کر ٹھہر گئے تھے۔ ان کو شراۃ (بیچنے والے) اس لئے کہا جاتا ہے کہ ان کا دعویٰ تھا کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کے راستہ میں اپنی جانیں فروخت کر دی ہیں[1]، ان کو مارقہ بھی کہا جاتا ہے۔ مارقہ کہنے کی وجہ یہ ہے

---

[1] اللہ کی خوشنودی اور ثواب حاصل کرنے کے لئے۔

کہ یہ لوگ دین سے خارج ہوگئے تھے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی یہی حالت بیان کی تھی اور فرمایا تھا یمرقون من الدّین کما یمرق السھم من الرمیۃ ثم لا یعودون فیہ (وہ لوگ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح کمان سے تیر نکل جاتا ہے، پھر وہ دین میں واپس نہیں آئیں گے) چنانچہ یہ لوگ دین اسلام سے باہر ہوگئے ملّت اسلامیہ کو چھوڑ دیا اور جماعت سے الگ ہوگئے اور راہ راست سے بھٹک گئے، حکومت اسلامیہ سے خارج ہوگئے، خلفاء کے خلاف انہوں نے تلوار اٹھائی اور ان کے خون اور مال کو حلال قرار دیا، اپنے مخالفوں کو کافر کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اور انصار پر سبّ شتم کیا اور اُن سے تبرّا (بیزاری کا اظہار) کیا، ان حضرات کو کافر ہو جانے اور کبیرہ گناہوں کے مرتکب ہونے کی نسبت کی، اُن کی مخالفت کو جائز قرار دیا، یہ لوگ عذاب قبر اور حوض کوثر پر ایمان نہیں رکھتے، نہ یہ رسول اللہ کی شفاعت پر ایمان رکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایک دفعہ جو دوزخ میں داخل ہوگیا وہ پھر خارج نہیں ہوگا اور کہتے ہیں کہ جس نے ایک دفعہ جھوٹ بولا یا گناہ صغیرہ یا کبیرہ کا مرتکب ہوا اور بغیر توبہ کئے مرگیا تو وہ کافر ہے۔ اور وہ ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا یہ ایک جماعت سے نماز نہیں پڑھتے، صرف اپنے امام کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں۔ یہ نماز کو اس کے وقت سے تاخیر میں ادا کرنے کو جائز سمجھتے ہیں۔ اسی طرح بغیر چاند دیکھے روزے اور افطار کو جائز سمجھتے ہیں، نذر کرنے، بغیر ولی کے نکاح کرنے کو بھی جائز سمجھتے ہیں، دست بدست ایک درہم کے بدلے دو درہم لینا جائز سمجھتے ہیں (سود نہیں جانتے) چمڑے کے موزے پہن کر نماز پڑھنا ان کے نزدیک درست نہیں، چمڑے کے موزوں پر مسح کو بھی درست نہیں مانتے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ بادشاہ کی اطاعت درست نہیں، خلافت قریش کے ساتھ مخصوص نہیں۔

اس فرقہ کے لوگوں کی زیادہ تعداد جزیرہ عمان، موصل، حضرموت (حضرالموت) اور اطراف عرب میں ہے۔ عبداللہ بن زید، محمد بن حرب، یحییٰ بن کامل اور سعید بن ہارون نے ان کے لئے مذہبی کتب تصنیف کیں۔ ان کے پندرہ فرقے ہیں۔ ایک فرقہ نجدات ہے جو نجدہ بن عامر حنفی ساکن یمامہ کی طرف منسوب ہے یہی گروہ عبداللہ بن ناصر کے ساتھیوں کا ہے۔ اس گروہ کا عقیدہ ہے کہ جس نے ایک مرتبہ جھوٹ بولا یا کوئی صغیرہ گناہ کیا اور اس پر قائم رہا (توبہ نہ کی) تو وہ مشرک ہے اور جس نے زنا کیا۔ چوری کی شراب پی مگر ان گناہوں پر قائم نہ رہا (توبہ کرلی) تو وہ مسلمان ہے، ان کی نظر میں امام وقت کی ضرورت نہیں صرف کتاب اللہ سے واقفیت ضروری ہے۔

ان میں سے ایک گروہ کا نام ازارقہ ہے یہ نافع بن ازرق کے ساتھیوں کا گروہ ہے ان کا عقیدہ ہے کہ گناہ کبیرہ کفر ہے اور دنیا دارالکفر ہے، ان کا عقیدہ ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جب حضرت موسیٰ اشعریؓ اور حضرت عمروؓ بن العاص کو اپنے اور امیر معاویہؓ کے درمیان استحقاق خلافت کا جھگڑا فیصل کرنے کے لئے پنچ اور حَکَم مانا تھا تو ان دونوں نے حَکَم بن کر کفر کیا یہ مشرکوں کے بچوں کو (جہاد میں) قتل کرنا جائز قرار دیتے ہیں۔ یہ زنا کی سزا سنگساری (رجم) کو حرام کہتے ہیں۔ پاک دامن مرد پر زنا کی تہمت لگانے والے پر حدّ شرعی لگانا یہ جائز نہیں سمجھتے اور پاک دامن شوہر والی عورت پر زنا کی تہمت لگانے والے پر حد لگانا جائز خیال کرتے ہیں۔

ؔ حضرت سیّدنا غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے زمانے کے لحاظ سے یہ تعین فرمایا ہے۔

خارجیوں کا ایک گروہ فدکیہ بھی ہے یہ گروہ ابن فدیک کی طرف منسوب ہے، ایک گروہ عطویہ ہے یہ عطیہ ابن اسود کی طرف منسوب ہے، ایک عجاردہ بھی ہے یہ عبدالرحمٰن بن عجر سے نسبت رکھتا ہے۔ عجاردہ کے مختلف گروہ ہیں یہ سب میمونیہ کہلاتے ہیں یہ لوگ پوتی، نواسی، بھتیجی اور بھانجی سے نکاح جائز قرار دیتے ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ سورہ یوسف اصل قرآن میں نہیں ہے بلکہ الحاقی ہے۔ ان کا ایک فرقہ حازمیہ کہلاتا ہے۔ ان کے اہل اسلام سے الگ اور خارج ہونے کا باعث ان کا یہ عقیدہ ہے کہ دوستی اور دشمنی اللہ تعالیٰ کی دو صفتیں ہیں، فرقہ حازمیہ سے بھی ایک گروہ الگ ہو گیا اس کا نام معلومیہ ہے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کو اس کے ناموں سے نہیں پہچانتا وہ جاہل ہے، یہ لوگ کہتے ہیں کہ بندوں کے افعال اللہ کے پیدا کیے ہوئے نہیں ہیں۔ کسی فعل کی قدرت ..... وقوع فعل کے وقت ہوتی ہے اس سے پہلے نہیں ہوتی۔

خارجیوں کے اصلی پندرہ فرقوں میں سے ایک فرقہ مجہولیہ ہے جو اس بات کا قائل ہے کہ اگر کوئی کسی ایک نام سے بھی اللہ کو جانتا ہے وہ عالم ہے جاہل باللہ نہیں ہے۔ خارجیوں کا ایک فرقہ صلیتہ ہے یہ عثمان بن صلت سے نسبت رکھتا ہے اور اس بات کا مدعی ہے کہ جو شخص ہمارے نظریات مان لے اور مسلمان بھی ہو جائے تب بھی اس کی نابالغ اولاد کو مسلمان نہیں کہہ سکتے جب تک وہ (اولاد) بالغ ہونے کے بعد ہمارے نظریات اور عقائد کو نہ مان لے۔

خارجیوں کا ایک گروہ اخنسیہ ہے جو اخنس کی طرف منسوب ہے یہ قائل ہے کہ آقا غلام کی اور غلام آقا کی زکوٰۃ لے سکتا ہے بشرطیکہ محتاج مسکین ہو۔ خارجیوں کا ایک فرقہ ظفریہ ہے جس کی ایک شاخ حفصیہ ہے اس کا عقیدہ ہے کہ جو شخص اللہ کو پہچانتا ہو، اس کا اقرار کرتا ہو وہ شرک سے پاک ہو جاتا ہے، خواہ وہ رسول کا، جنت کا، دوزخ کا سب کا منکر ہو اور تمام جرائم کا مرتکب ہو، قاتل ہو، زنا کو حلال جانتا ہو، مشرک صرف وہ ہے جو اللہ کو نہ پہچانے اور اس کا انکار کرے، اس گروہ کا عقیدہ ہے کہ قرآن مجید کی آیت میں جو لفظ حیران آیا ہے اس سے مراد حضرت علیؓ اور ان کا گروہ ہے اور اَصحابُہٗ یَدعُونَہٗ اِلَی الھُدیٰ اَئتِنَا سے مراد اہل نہروان ہیں (یعنی خارجی ہیں)۔ خارجیوں کا ایک فرقہ اباضیہ ہے جس کا خیال ہے کہ تمام فرائض الٰہیہ ایمان ہیں، گناہ کبیرہ کفران نعمت ہے کفر نہیں ہے۔

خوارج کا فرقہ بہنسیہ ابی بہنس سے منسوب ہے، یہ فرقہ اس امر کا مدعی ہے کہ جب تک آدمی اللہ کے ہر حلال اور حرام کے حکم سے تفصیلی طور پر واقف نہ ہو مسلمان نہیں ہوتا، اسی گروہ کے کچھ لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ اگر کسی نے کوئی فعل حرام کیا تو اس کو اس وقت تک کافر نہیں کہا جا سکتا جب تک اس کا معاملہ حاکم کے سامنے پیش نہ کر دیا جائے اور وہ اس پر حد شرعی جاری نہ کر دے۔ شرعی سزا جاری ہونے کے بعد اس کو کافر قرار دیا جائے گا۔

خارجیوں کا ایک اور گروہ شراخیہ ہے یہ عبداللہ بن شمراخ سے منسوب ہے، اس گروہ کا عقیدہ ہے کہ ماں باپ کو قتل کر دینا حلال ہے۔ ابن شمراخ نے جب دار التقیہ (خوارج کا مرکزی مقام) میں اس عقیدہ کا دعویٰ کیا تو تمام خارجی اس سے الگ ہو گئے۔

خارجیوں کا ایک فرقہ مدعیہ بھی ہے جس کا عقیدہ ازارقہ جیسا ہے، یہ لوگ ازارقہ سے صرف اتنی بات میں الگ اور منفرد ہیں کہ ان کے عقیدے کی بنا پر دو وقت کی نماز فرض ہے یعنی دو رکعت صبح کی اور دو رکعت شام کی۔ وہ کہتے

ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اَقِمِ الصَّلٰوۃَ طَرَفَیِ النَّہَارِ[1] ازارقہ کی طرح کافروں کی عورتوں کو قید کرنا اور ان کے بچوں کو قتل کرنا ان کے عقیدے میں جائز ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے لَا تَذَرْ عَلَی الْاَرْضِ مِنَ الْکَافِرِیْنَ دَیَّارًا۔[2]

فرقہ نجدات کے علاوہ تمام خارجی بالاتفاق گناہ کبیرہ کے مرتکب کو کافر کہتے ہیں، ابو موسیٰ اشعریؓ اور عمرؓ ابن العاص کی تحکیم پر رضا مندی کے باعث حضرت علی کرم اللہ وجہٗ کی بھی تکفیر کرتے ہیں۔

شیعہ فرقہ شیعہ فرقہ مختلف ناموں سے موسوم ہے، اس کو رافضی، غالیہ، شیعہ، طیارہ بھی کہتے ہیں، اس فرقہ کو شیعہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ حضرت علی کرم اللہ وجہٗ کی پیروی کا دعویٰ کرتے ہیں اور آپ کو تمام صحابہ کرام سے افضل مانتے ہیں۔ رافضی کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ انھوں نے اکثر صحابہؓ (کرام) کو چھوڑ دیا اور حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق (رضی اللہ عنہ) کی خلافت کو تسلیم نہیں کیا۔ بعض لوگوں نے رافضی کی وجہ تسمیہ یہ بتائی ہے کہ جب زید بن علی (حضرت زین العابدینؓ) نے حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے مودّت کا اظہار کیا اور دونوں بزرگوں کی دوستی کا اعتراف کیا تو ان لوگوں (رافضیوں) نے حضرت زید بن علی کو چھوڑ دیا۔ حضرت زیدؓ نے فرمایا ان لوگوں نے مجھے چھوڑ دیا اس لئے ان کو رافضی کہا جائے گا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ شیعہ وہ ہوتا ہے جو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے افضل نہ قرار دے لیعنی رافضی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے افضل قرار دیتا ہے۔

شیعہ کا ایک فرقہ قطعیہ ہے، اس نے موسیٰ بن جعفر کی موت پر قطعی اجماع کرلیا ہے، ایک فرقہ غالیہ ہے، یہ گروہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں بہت زیادہ غلو کرتا ہے، نازیبا باتیں کہتا ہے۔ حضرت علی کے اندر ربوبیت اور نبوت کی صفات کو تسلیم کرتا ہے۔ ہشام بن حکم، علی بن منصور، حسین بن سعید، فضل بن شاذان، ابوعیسیٰ وراق، ابن راوندی، فسیحی اس فرقے کے مذہبی مصنفین ہیں (اس فرقے کے لئے مذہبی کتابیں لکھی ہیں) اس فرقے کی بیشتر آبادی قم۔ کاشان، بلادِ ادریس اور کوفہ میں ہے۔[3]

رافضیوں کے فرقے رافضیوں کے اصل تین گروہ ہیں غالیہ، زیدیہ اور رافضہ، غالیہ کے بارہ فرقے ہوگئے جو اس طرح ہیں۔ بنانیہ۔ طیاریہ۔ منصوریہ۔ مغیریہ۔ خطابیہ۔ معمریہ۔ بزلیعیہ۔ مفضلیہ۔ متناسخہ۔ شرلیعیہ۔ سبئیہ۔ مفوضہ۔

فرقہ زیدیہ کی یہ چھ شاخیں ہوگئیں:۔ جارودیہ۔ سلیمانیہ۔ بتریہ۔ نعیمیہ۔ لیعقوبیہ۔ تناسخیہ (دوبارہ دنیا میں واپس آنے کا قائل، لیعنی تناسخ کا)۔

رافضیہ کے چودھا گروہ ہیں:۔ قطعیہ۔ کیسانیہ۔ کریبیہ۔ عمیریہ۔ محمدیہ۔ حسینیہ۔ ناووسیہ۔ اسماعلیہ۔ قرامطیہ مبارکیہ۔ شمیطیہ۔ عمادیہ۔ مطوریہ۔ موسویہ۔ امامیہ[4]۔

---

[1] دن کے دونوں اطراف (صبح و شام) میں نماز قائم کرو۔ [2] روئے زمین پر کسی کافر کو باقی نہ چھوڑ۔

[3] حضرت مصنف پیران پیر کے مبارک دور میں ان کی تعداد ان شہروں میں ایسی ہی تھی جیسا کہ ارشاد فرمایا۔ [4] یہ تعداد پندرہ ہوتی ہے۔ حضرت مصنف نے چودھا بتائی ہے غالباً آپ نے امامیہ کو پہلے بیان فرمایا ہے اور دوبارہ شمار نہیں فرمایا۔ اصل عبارت یہ ہے:۔ "واما الرافضیۃ، فانہا ربع عشرۃ فرقۃ التی تفرعت عنہا"

رافضیوں کے تمام گروہ اور فرقے اس امر پر متفق ہیں کہ خلافت کا ثبوت عقلی ہے، اجماعی نہیں ہے بلکہ نص کا محتاج ہے، تمام امام ہر غلطی نسیان اور خطا سے پاک ہیں۔ مفضول کی امامت افضل کی موجودگی میں جائز نہیں صحیح قول وہی ہے جو ہم خلفائے کرام کے ذکر میں پہلے بیان کر چکے ہیں۔

حضرت علیؓ کو تمام صحابہؓ پر ترجیح دینے میں بھی یہ سب متفق ہیں انکا دعویٰ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت علیؓ کی خلافت منصوص ہے اور حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما اور دوسرے صحابۂ کرام سے تبرّا کرتے ہیں (بیزاری کا اظہار، صرف زیدیہ اس حکم سے مستثنیٰ ہیں۔ (وہ اس بات کے مخالف ہیں)۔

تمام رافضی اس بات پر بھی متفق ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہٗ کی خلافت نہ دینے کے باعث (ان سے بیعت خلافت نہ کرنے کے سبب سے) سوائے چھ آدمیوں کے تمام صحابی مُرتد ہو گئے۔ وہ چھ افراد یہ ہیں۔ حضرت علیؓ۔ حضرت عمارؓ۔ حضرت مقداد بن اسود۔ حضرت سلمان فارسی اور دو اور آدمی ہ۔ اس فرقہ کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ خوف کی حالت میں امام یہ کہہ سکتا ہے کہ میں امام نہیں ہوں، ان کا یہ بھی اعتقاد ہے کہ کسی چیز کے موجود ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ کو اس کا علم نہیں ہوتا۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ یوم حساب سے قبل مردے دنیا میں دوبارہ لوٹ آئیں گے مگر رافضیوں کا فرقہ غالیہ اس کا قائل نہیں وہ حساب کتاب اور حشر کا بھی منکر ہے۔

رافضیوں کے تمام فرقوں کا عقیدہ ہے کہ جو کچھ دنیا میں ہو چکا یا آئندہ جو کچھ ہوگا امام کو ان سب کا علم ہوتا ہے (خواہ وہ دینی چیز ہو یا دنیوی) یہاں تک کہ زمین پر جسقدر رخوف ریزے ہیں اور بارش کے جتنے قطرے زمین پر گرتے ہیں ان کا بھی اسے علم ہوتا ہے اور ان کا شمار جانتا ہے، اسی طرح امام درخت کی پتیوں کی تعداد سے بھی واقف ہوتا ہے، انبیاء (علیہم السلام) کی طرح آئمہ کے ہاتھوں سے بھی معجزات ظاہر ہوتے ہیں۔ ان میں سے بعض کا یہ خیال ہے کہ جن لوگوں نے حضرت علی (کرم اللہ وجہٗ) سے جنگ کی وہ کافر ہو گئے۔ اسی طرح کے ان کے اور بھی بہت سے عقائد و اقوال ہیں۔

غالیہ غالیہ گروہ (جو رافضیوں سے الگ ہے) تو یہ بھی کہتا ہے کہ حضرت علیؓ تمام انبیا سے افضل ہیں؛ وہ کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ دوسرے صحابہؓ کی طرح زمین میں دفن نہیں ہوئے بلکہ وہ ابر میں ہیں، وہ وہیں سے اللہ کے دشمنوں سے جنگ کرینگے اور آخر زمانہ میں پھر آئینگے اور دشمنوں کو قتل کرینگے۔ حضرت علیؓ اور دوسرے تمام آئمہ فوت نہیں ہوئے ہیں بلکہ یہ سب قیامت تک زندہ رہیں گے۔ ان کی طرف موت کو راستہ نہیں ہے کہ ان کو موت نہیں آئے گی، غالیہ فرقہ کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ علیؓ نبی ہیں، جبرئیل نے وحی کے پہنچانے میں غلطی کی، یہ اسباط کے بھی قائل ہیں کہ علیؓ اِلٰہ تھے۔ اللہ اور اس کی مخلوق کی قیامت تک ان پر لعنت ہو۔ اللہ ان کی بستیوں کو اُجاڑ اور ویران کر دے، ان کی کھیتیاں برباد کر دے اور زمین پر ان کی کوئی بستی باقی نہ چھوڑے۔ انھوں نے غلو کی حد کر دی اور کفر پر جم گئے، اسلام کو ترک کر دیا، ایمان سے کنارہ کشی اختیار کر لی۔ اللہ اس کے انبیاء اور قرآن کے منکر ہو گئے ہم ایسے اقوال اختیار کرنے والوں سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔

بُنانیہ فرقہ غالیہ کی ایک شاخ بنانیہ ہے، یہ گروہ بنان بن سمعان سے منسوب ہے، ان کی تہمت تراشیوں اور لغو باتوں میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان کی طرح ہے۔ یہ جھوٹے ہیں اللہ تعالیٰ اس تشبیہ سے منزہ اور پاک ہے۔ اس نے خود فرمایا ہے لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ۔ (اس جیسی کوئی شے نہیں)۔

طیّاریہ غالیہ فرقہ ہی کی ایک شاخ طیاریہ ہے یہ فرقہ عبداللہ بن معاویہ بن عبداللہ بن جعفر طیارؓ سے منسوب ہے یہ تناسخ کے قائل ہیں اور کہتے ہیں کہ آدم کی روح اللہ کی روح تھی جو آدم کے اندر حلول کر گئی تھی۔ اسی گروہ کے بعض لوگ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ مرنے کے بعد آدمی کی روح جب دوبارہ دنیا میں آتی ہے تو سب سے پہلے بکری کے بچے کے جون میں آتی ہے پھر اس کے بعد اس سے بھی زیادہ حقیر جون میں آتی ہے اور پھر حقیر سے حقیر تر قالبوں میں دورہ کرتی رہتی ہے یہاں تک کہ گندگی اور نجاست کے کیڑوں میں جنم لیتی ہے۔ جون بدلنے کی یہ آخری حد ہے، اس گروہ کے بعض لوگ تو یہاں تک عقیدہ رکھتے ہیں کہ گنہگاروں کی روحیں لوہے، کیچڑ اور کچے برتنوں کی شکل اختیار کر لیتی ہیں اور پھر وہ اپنے گناہوں کی سزا اس طرح پاتی ہیں کہ آگ میں جلائی جاتی ہیں۔ کوٹا پیٹا جاتا ہے، گلایا جاتا ہے، اس طرح ذلیل و خوار ہونے کے لئے ان پر جسمانی عذاب ہوتا رہتا ہے۔

مغیریہ یہ فرقہ مغیرہ بن سعد کی طرف منسوب ہے اس فرقہ کے سربراہ (مغیرہ) نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا؛ اس کا قول تھا کہ اللہ نور ہے لیکن انسانی شکل میں، اس نے یہ بھی دعوی کیا تھا کہ وہ مُردوں کو زندہ کر دیتا ہے۔

منصوریہ فرقہ منصوریہ، ابو منصور سے نسبت رکھتا ہے، ابو منصور کا دعویٰ تھا کہ مجھے آسمانی معراج ہوئی تھی اور پروردگار نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا تھا، اس کا عقیدہ تھا کہ حضرت عیسیٰ اول ترین مخلوق تھے، پھر اس کے بعد حضرت علی کی پیدائش ہوئی، اللہ کے پیغمبروں کا سلسلہ ختم نہیں ہوگا، جنت، دوزخ کی کچھ حقیقت نہیں ہے، اس گروہ کا عقیدہ ہے کہ جو شخص اپنے چالیس مخالفین کو قتل کر دے گا وہ جنتی ہوگا۔ لوگوں کا مال لوٹنا ان کے نزدیک مباح ہے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ جبرئیل نے نبوت کے پہنچانے میں غلطی کر دی، اس فرقہ کا یہ کفر اتنا عظیم ہے کہ اس کے برابر کوئی اور کفر نہیں ہے۔

خطابیہ یہ فرقہ ابی خطاب سے منسوب ہے، اس گروہ کا عقیدہ ہے کہ امام نبی اور امین ہے۔ ہر زمانے میں دو پیغمبر ضرور ہوتے ہیں، ایک ناطق ہوتا ہے اور ایک خاموش رہتا ہے۔ چنانچہ حضرت محمد مصطفےٰؐ پیغمبر ناطق تھے اور حضرت علیؓ خاموش پیغمبر تھے۔

معمّرہ معمرہ کا بھی عقیدہ وہی ہے جو خطابیہ کا ہے، خطابیہ سے یہ اس امر میں بڑھ کر ہیں کہ یہ نماز کے بھی تارک ہیں۔

بزیعیہ بزیعیہ فرقہ بزیع سے منسوب ہے، اس فرقہ کا عقیدہ ہے کہ حضرت جعفرؓ اللہ ہیں، اللہ اسی شکل و صورت میں دکھائی دیتا ہے، یہ گروہ کہتا ہے کہ ہمارے پاس بھی وحی آتی ہے اور ہم کو عالم فرشتگان (عالم ملکوت) کی طرف اٹھایا جاتا ہے، ان کی یہ افترا پردازی، دروغ بافی اور تہمت تراشی کتنی عظیم ہے۔ اللہ ان کو اَسْفَلُ السَّافِلِین میں ہاویہ کے اندر پھینک دے۔

مفضلیہ مفضلیہ فرقہ مفضل صیرفی سے منسوب ہے، یہ فرقہ بھی جھوٹی رسالت اور نبوت کے داعی ہیں اماموں کے متعلق ان کے اقوال بھی وہی ہیں جو مسیح (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کے بارے میں عیسائیوں کی ہیں۔

شریعیہ شریعیہ فرقہ شریع نامی شخص سے منسوب ہے، اس گروہ کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پانچ ہستیوں میں حلول کیا تھا۔ نبی علیہ السلام - علی - عباس - جعفر اور عقیل (رضی اللہ عنہم)

سبائیہ فرقہ سبائیہ عبداللہ بن سبا سے منسوب ہے، اس فرقہ کا دعویٰ ہے کہ علی (رضی اللہ عنہ) نے وفات نہیں پائی ہے قیامت سے پہلے دنیا میں واپس آئیں گے مشہور شاعر سید حمیری اسی فرقہ میں سے تھا۔

مفوضیہ فرقہ مفوضیہ کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کا انتظام اماموں کے سپرد فرما دیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کسی چیز کو پیدا نہیں کیا بلکہ ہر چیز تخلیق اور اس کے انتظام کی قدرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تفویض فرما دی تھی۔ حضرت علیؓ کے بارے میں بھی ان کا یہی خیال ہے ان میں سے بعض لوگ جب ابر کو دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں علیؓ اس میں ہیں اور ان پر سلام بھیجتے ہیں۔

زیدیہ اس فرقہ کا نام زیدیہ اس مناسبت سے رکھا گیا کہ یہ لوگ زید بن علیؓ کے اس قول کی طرف راغب تھے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ سے تولا درست ہے۔

جارودیہ فرقہ جارودیہ کی نسبت ابوالجارود سے ہے، اس گروہ کا خیال ہے کہ حضرت علیؓ رسول اللہ کے وصی تھے اور وہی خلیفہ اوّل تھے ان کا قول تھا کہ رسول اللہ نے حضرت علیؓ کے صفات کی (اپنے خلیفہ کے سلسلہ میں) صراحت کردی تھی لیکن نام کا تعین نہیں فرمایا تھا۔ یہ لوگ امامتِ منصوص کا سلسلہ حضرت امام حسین تک چلاتے ہیں اس کے بعد خلافت کے شورائی ہونے کے قائل ہیں۔

سلیمانیہ یہ فرقہ سلیمان بن کثیر کی طرف منسوب ہے، زرقان کا قول ہے کہ اس فرقہ کا گمان ہے کہ امام حضرت علیؓ تھے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کی بیعت غلط ہوئی۔ یہ دونوں حضرت علیؓ سے سبقت کے مستحق نہ تھے اور اُمّت نے امرِ اصلح کو چھوڑ دیا۔

بتریہ یہ فرقہ ابتر نامی شخص کی طرف منسوب ہے، ابتر کا اصل نام نواء تھا لیکن ابتر کے نام سے مشہور تھا، اس گروہ کا خیال ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ کی بیعت غلط نہیں ہوئی کیونکہ حضرت علیؓ نے خلافت کو چھوڑ دیا تھا، حضرت عثمانؓ کے معاملہ میں یہ لوگ توقف کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب ان سے بیعت کی گئی تو حضرت علیؓ امام تھے۔

نعیمیہ فرقہ نعیمیہ نعیم بن یمان کی طرف منسوب ہے، اس فرقہ کا عقیدہ بھی ابتریہ کی طرح ہے لیکن فرق یہ ہے کہ حضرت عثمانؓ سے تبرّا کرتے ہیں اور آپ کو (معاذ اللہ) کافر کہتا ہے۔

یعقوبیہ یہ فرقہ یعقوب کی طرف منسوب ہے۔ یہ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ کی امامت کے قائل تھے اور رجعت کا انکار کرتے ہیں۔ اس گروہ کے بعض لوگ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے تبرّا کرتے ہیں اور رجعت کے قائل ہیں[1]۔

رافضیوں[2] کے مختلف فرقے

رافضیوں کے شاخ در شاخ چودھا فرقے ہوگئے۔

---

[1] رجعت سے مراد اوّل بیعت نہ کرنا اس کے بعد پھر انکار سے ہٹ کر بیعت کی طرف رجوع ہوجانا ہے۔

[2] رافضیوں کے اصل تین گروہوں میں سے ایک گروہ غالیہ کے مختلف فرقے تفصیل سے ان کے عقائد کے ساتھ بیان کر دیئے گئے، اب دوسرے اصل فرقے کی تفصیل بیان کی جاتی ہے۔

قطعیہ چونکہ قطعیہ فرقے کے پیروؤں کو حضرت موسیٰ بن جعفرؓ کی موت کا قطعی یقین تھا اسی لئے اس کو قطعیہ کہا جاتا ہے، یہ لوگ امامت کا سلسلہ محمد بن حنفیہ تک لیجاتے ہیں اور آپ ہی کو قائمؑ منتظر مانتے ہیں۔

کیسانیہ اس فرقہ کی نسبت کیسان کی طرف ہے یہ محمد بن حنفیہ کی امامت کے قائل تھے کیونکہ بصرہ میں علَم آپ ہی کو دیا گیا تھا۔

کریبیہ:۔ یہ لوگ ابن کریب حزر کے ساتھی تھے۔ (اس لئے ان کو کریبیہ کہا گیا ہے)۔

عمیریہ:۔ اس فرقہ کے لوگ عمرؓ کے ساتھی تھے اور جب انہوں نے مہدی پر خروج کیا تو عمر ہی ان کا امام تھا۔

محمدیہ یہ گروہ اس بات کا دعویٰ کرتا ہے کہ محمد بن عبداللہ بن حسن بن حسینؓ امام قائم ہیں اور امام قائم نے تمام بنی ہاشم کو چھوڑ کر اپنا وصی ابو منصور کو بنایا تھا جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی اور حضرت ہارون (علیہما السلام) کی اولاد کو چھوڑ کر یوشع بن نون کو اپنا وصی بنایا تھا۔

حسینیہ اس گروہ کا خیال ہے کہ ابو منصور نے اپنے بیٹے حسین کو اپنا وصی بنایا تھا، اس لئے ابو منصور کے بعد حسین ہی امام ہوئے۔

ناؤسیہ یہ فرقہ ناؤس بصری کی طرف منسوب ہے وہی اس گروہ کا سردار تھا۔ یہ لوگ جعفرؓ کی امامت کے اور اُن کے زندہ ہونے کے قائل ہیں۔ اور کہتے ہیں وہی قائمؑ اور مہدی ہیں۔

اسماعیلیہ اسماعیلیہ کہتے ہیں کہ جعفرؓ کا انتقال ہوگیا ان کے بعد اسماعیل امام ہوئے۔ یہی بادشاہ بننے گے امام منتظر وہی ہیں۔

قرامضیہ یہ فرقہ سلسلۂ امامت کو جعفرؓ تک چلاتے ہیں اور اس کے قائل ہیں کہ امام جعفرؓ نے محمد بن اسماعیل کی امامت کی صراحت کی تھی، محمد زندہ ہیں پس وہی امام مہدی ہیں۔

مبارکیہ مبارکیہ دسواں فرقہ ہے یہ مبارک نامی شخص سے منسوب ہے جو ان لوگوں کا سردار تھا، ان کا عقیدہ ہے کہ محمد بن اسماعیل زندہ نہیں، وفات پا چکے ہیں لیکن ان کے بعد ان کی اولاد میں امامت جاری ہے۔

شمیطیہ یہ فرقہ یحییٰ بن شمیط سے منسوب ہے جو ان کا سردار تھا۔ ان کا عقیدہ ہے حضرت جعفرؓ امام ہیں ان کے بعد امامت ان کے بیٹے پوتوں میں جاری و ساری ہے۔

معمریہ یہ فرقہ فطحیہ بھی کہلاتا ہے ان کا عقیدہ ہے کہ امام جعفرؓ کے بعد ان کے بیٹے عبداللہ امام ہیں، عبداللہ کے پاؤں بہت لمبے اور موٹے تھے، اس گروہ کی تعداد بہت زیادہ ہوئی۔

مطموریہ اس فرقہ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ان لوگوں نے یونس بن عبدالرحمٰن سے مناظرہ کیا (ان کا فرقہ قطعیہ سے تعلق تھا)، یونس نے ان کے بارے میں کہا کہ تم لوگ کلاب مطموریہ[1] سے بھی زیادہ گندے ہو۔ اسی وجہ سے اس فرقہ کا نام مطموریہ پڑگیا۔ اس فرقہ کا عقیدہ ہے کہ موسیٰ بن جعفر زندہ ہیں، نہ مرے ہیں نہ مریں گے وہی امام مہدی ہیں۔ اس فرقہ کو واقفہ بھی کہتے

---

[1] کلاب مطموریہ، بارش میں بھیگے ہوئے کتے۔

ہیں کیونکہ یہ لوگ سلسلہ امامت میں موسیٰ بن جعفر پر ٹھہر جاتے ہیں۔

موسویّہ | یہ لوگ سلسلہ امامت میں موسیٰ بن جعفر پر رک جاتے ہیں اس وجہ سے موسویہ سے ملقب ہیں لیکن (مطوریہ کے برعکس) یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم کو معلوم نہیں کہ موسیٰ زندہ ہیں یا مرگئے اگر کسی دوسرے کی امامت صحیح اور درست ہوتی تو لوگ اس کو نافذ کرتے۔

اَمامیہ | یہ فرقہ سلسلہ امامت کو محمد بن حسنؓ کی طرف چلاتا ہے اور ان کو امام قائم منتظر (مہدی) تسلیم کرتا ہے۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ امام قائم ظاہر ہوکر زمین کو عدل سے بھر دینگے جس طرح اب وہ ظلم سے بھرپور ہے۔

زرارَیہ | یہ فرقہ زرارہ نامی شخص کے ساتھیوں کا ہے جو عقیدہ معمریہ کا تھا وہی ان کا ہے، بعض لوگوں کا خیال ہے کہ زرارہ نے معمریہ کی مخالفت ترک کردی تھی جس کا باعث یہ ہوا کہ عبداللہ بن جعفرؓ سے کچھ مسائل دریافت کئے گئے عبداللہ ان کا جواب نہ دے سکے تو لوگوں نے ان کو چھوڑ دیا اور موسیٰ بن جعفر کی طرف رجوع کیا۔

رافضیوں کے اقوال (باطلہ)

رافضیوں کے اقوال یہودیوں سے مشابہت رکھتے ہیں، شعبی کہتے ہیں کہ رافضیوں کی محبت یہودیوں کی محبت ہے، یہودی اس بات کے قائل ہیں کہ امامت حضرت داؤد (علیہ السلام) کی اولاد کے علاوہ کسی دوسرے کیلئے درست نہیں اسی طرح رافضی کہتے ہیں کہ امامت حضرت علیؓ کی اولاد کے علاوہ کسی اور کی صحیح نہیں ہے۔ یہودی اس بات کے قائل ہیں کہ جب مسیح دجال خروج کرے گا اور عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے زمین پر رسی پکڑ کر اُتریںگے اس وقت جہاد ہوگا اس سے پہلے جہاد نہیں ہوسکتا۔ رافضی بھی کہتے ہیں کہ جب تک مہدی برآمد نہیں ہوں گے اور ایک منادی آسمان کی طرف سے ندا نہ کرے گا اس وقت تک جہاد نہیں ہوسکتا۔ یہودی مغرب کی نماز اتنی تاخیر سے پڑھتے ہیں کہ آسمان پر ستاروں کا اجتماع ایک جال کی شکل میں نظر آنے لگے یعنی سیاہی نہ پھیل جائے، رافضی بھی مغرب کی نماز میں اسی قدر تاخیر کرتے ہیں۔ یہودی قبلہ کی طرف سے کچھ پھرے ہوئے نماز میں ہوتے ہیں۔ رافضی بھی ایسا ہی کرتے ہیں۔ یہودی فجر کی نماز صبح کے خوب روشن ہوجانے کے بعد ادا کرتے ہیں۔ رافضی بھی ایسا ہی کرتے ہیں۔ یہودی نماز میں کپڑے لٹکائے رہتے ہیں۔ رافضیوں کی بھی یہی حالت ہے۔ یہودی ہر مسلمان کے خون کو حلال سمجھتے ہیں۔ رافضی بھی یہی خیال کرتے ہیں۔ یہودی عورتوں کی عدت کے قائل نہیں ہیں، رافضی بھی اسکے قائل نہیں ہیں۔ یہودی تین طلاقوں کو بے معنی سمجھتے ہیں، رافضیوں کا بھی یہی حال ہے۔ یہودیوں نے توراۃ میں تحریف کی ہے۔ رافضیوں نے قرآن میں تحریف کی۔ رافضی کہتے ہیں قرآن پاک میں تغیر و تبدل کردیا گیا ہے،

---

[1] موسویہ تک چودھا فرقے ہوگئے صاحب غنیہ نے آغاز میں فرمایا تھا "وَاَمَّا الرَّافِضَہ فالاربع عشرۃ فرقۃ الّتی تفرّعت عنہا" الخ لیکن چودھا فرقے موسویہ پر ختم ہوجاتے ہیں لیکن صاحب غنیہ نے اس کے بعد دو فرقے اور بیان فرمائے ہیں۔ ایک امامیہ دوسرا فرقہ زرآریہ، اس طرح کل فرقے اس شاخ کے سولہ ہوئے نہ کہ چودھا۔

ترکیب و ترتیب میں اُلٹ پھیر کردیا گیا ہے، نزول کی ترتیب باقی نہیں ہے اور قرآن میں کمی و بیشی کردیگئی ہے، قرآن کی قرآت ایسے طریقوں سے کیگئی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے۔

یہودی جبرئیل (علیہ السلام) سے بغض رکھتے ہیں اور کہتے ہیں وہ ہمارے دشمن ہیں، رافضیوں کا ایک گروہ بھی اس کا قائل ہے کہ جبرئیل نے وحی پہنچانے میں غلطی کی۔ علیؓ کے بجائے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو وحی پہنچادی، اللہ نے ان کو وحی دیکر علیؓ کے پاس بھیجا تھا۔ اللہ کرے یہ ہمیشہ تباہ اور غارت رہیں۔

مرجئہ کے فرقے

مرجئہ کے ۱۲ فرقے یہ ہیں۔

جہمیہ۔ صالحیہ۔ شمریہ۔ یونسیہ۔ یونانیہ۔ نجاریہ۔ غیلانیہ۔ شبیبیہ۔ حنفیہ۔ معاذیہ۔ مرئیسیہ اور کرامیہ۔

مرجئہ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس فرقے کے خیال میں لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا قائل خواہ کتنے ہی گناہ کرے مگر وہ دوزخ میں نہیں جائے گا، ایمان قول کا نام ہے عمل کا نہیں، اعمال احکام ہیں، ایمان صرف قول ہے، لوگوں کے ایمانوں میں باہم کمی بیشی نہیں ہوتی۔ پس عام آدمیوں کا ایمان، انبیاء کا ایمان اور ملائیکہ کا ایمان ایک ہی ہے اس میں نہ کوئی زیادہ ہے نہ کوئی کم۔

اظہار ایمان کے ساتھ انشاء اللہ نہیں کہنا چاہیئے۔ (بلکہ یقین کے ساتھ ایمان کا دعویٰ کیا جائے اور کہا جائے میں یقیناً مومن ہوں۔ اس طرح نہ کہے میں انشاء اللہ مومن ہوں) جو شخص زبان سے ضروریات دین کا اقرار کرے اور عمل نہ کرے جب بھی وہ مومن ہے۔

جہمیہ جہمیہ فرقہ جہم بن صفوان سے منسوب ہے۔ جہم کا قول ہے کہ اللہ کو، اللہ کے رسول کو اور ان چیزوں کو جو اللہ کی طرف سے آئی ہیں صرف جاننے اور ماننے کا نام ایمان ہے۔ اس فرقہ کا دعویٰ تھا کہ قرآن مخلوق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ (علیہ السلام) سے کلام نہیں کیا، اللہ تو کلام کرتا ہی نہیں ہے نہ اس کو دیکھا جاسکتا ہے اور نہ اس کی جگہ جانی جاسکتی ہے اس کے لئے نہ عرش ہے نہ کرسی اور نہ وہ عرش پر ہے۔ انھوں نے نامہ اعمال تولے جانے اور عذاب قبر اور جنت و دوزخ کے پیدا ہوجانے کا انکار کیا ہے، ان کا دعویٰ ہے کہ جب وہ دونوں پیدا ہونگے تو فنا ہوجائیں گے۔ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق سے کلام نہیں فرمائے گا اور نہ روز قیامت ان کی طرف نظر کرے گا اور نہ اہل جنت اللہ تعالیٰ کی طرف نظر اٹھائیں گے اور نہ اس کا دیدار جنت میں ہوگا۔ ایمان صرف اعتراف قلب کا نام ہے نہ کہ زبان سے اقرار کرنے کا۔ اس گروہ نے اللہ تعالیٰ کی تمام صفات سے انکار کیا ہے۔

صالحیہ اس فرقہ کا یہ نام اس وجہ سے پڑا کہ یہ لوگ خود کو ابوالحسن صالحی کے مذہب کا پیرو کہتے ہیں، ان لوگوں کا عقیدہ ہے کہ معرفت کا نام ایمان اور جہالت کا نام کفر ہے اور یہ کہ جس نے ثالث ثلاثہ یعنی تین میں سے ایک

تیسرا خدا) کہا سو یہ کہنا کفر نہیں ہے مگر ایسی بات وہی کہے گا جو کافر ہو اگرچہ وہ ظاہر نہ کرے اور یہ کہ ایمان کے سوا کوئی اور عبادت نہیں ہے۔

یونسیہ | یہ فرقہ یونس برّی سے منسوب ہے، ان کا عقیدہ ہے کہ معرفت اور اللہ تعالیٰ سے محبت اور خضوع و خشوع کا نام ایمان ہے جس نے ان باتوں میں سے ایک بات بھی ترک کردی وہ کافر ہوگیا۔

شمریہ | یہ فرقہ ابوشمر کی طرف منسوب ہے اس گروہ کا خیال ہے کہ ایمان، معرفت، خضوع و خشوع اور محبت کے ساتھ ساتھ زبان سے یہ اقرار کرنا بھی ہے کہ خدا کے مثل کوئی نہیں ہے۔ ان سب باتوں کے مجموعہ کا نام ایمان ہے، ابوشمر نے کہا ہے کہ جو کبیرہ گناہ کا مرتکب ہوا ہے اس کو مطلقاً فاسق نہیں کہہ سکتا بلکہ اتنا کہہ سکتا ہے کہ وہ فلاں فلاں عمل سے فاسق ہے۔

یونانیہ | یہ فرقہ یونان سے منسوب ہے، ان کا عقیدہ ہے کہ معرفت اور اللہ اور رسول کا اقرار اور جسے عقل جائز نہیں سمجھتی اس کام کو نہ کرنا (کہ خدا اس کو معاف نہیں کرتا) ان سب کے مجموعہ کا نام ایمان ہے۔

نجاریہ | فرقہ نجاریہ حسن بن محمد بن عبداللہ نجار سے منسوب ہے وہ کہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسولوں کی معرفت اور اس کے متفق علیہ فرائض اور اس کے ساتھ خضوع و خشوع اور زبان کے ساتھ اقرار کرنے کا نام ایمان ہے، پس جو شخص ان میں سے کسی بات سے ناواقف ہے اور اس پر حجت قائم ہو جائے اور وہ اس کا اقرار نہ کرے تو وہ کافر ہے۔

غیلانیہ | یہ فرقہ غیلان سے منسوب ہے اور یہ شمریہ کا ہم خیال ہے اس کا عقیدہ ہے کہ اشیا کے حدث سے آگاہ ہونا ایمان کے لئے ضروری ہے۔ اور توحید کا علم ہی صرف زبانی اقرار ہے، قلبی شہادت ضروری نہیں۔ زرقان کا قول ہے کہ غیلان نے کہا ہے کہ زبانی اقرار کا نام ہی ایمان ہے اور یہی تصدیق ہے۔

شبیبیہ | یہ فرقہ محمد بن شبیب سے منسوب ہے، انکے ساتھی اس کے قائل ہیں کہ اللہ کا اقرار کرنا، اللہ کی وحدانیت کو پہچاننا اور اللہ کی ذات کی ہر تشبیہ سے نفی کرنا (یعنی لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ) ایمان ہے۔ محمد کا یہ بھی عقیدہ تھا کہ ابلیس میں ایمان تھا لیکن وہ اپنے غرور اور تکبر کے باعث کافر ہوگیا۔

حنفیہ | ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کے بعض اُن پیروؤں اور ساتھیوں کو حنفیہ مرجئہ کہا جاتا ہے جن کا عقیدہ ہے کہ اللہ اور اللہ کے پیغمبروں کو پہچانے اور ان تمام چیزوں کا اقرار کرنے کا جو اللہ کی طرف سے آئی ہیں، اس کا نام ایمان ہے برہوتی نے اپنی کتاب الشجرہ میں اس کا ذکر کیا ہے۔

معاذیہ :- یہ فرقہ معاذ موصی کی طرف منسوب ہے، معاذ کہتا تھا کہ جس نے اللہ کی طاعت ترک کردی اس کو فاسق نہیں

مرجئہ حنفیہ کا اہلسنت والجماعت کے حنفی فرقہ سے کوئی تعلق نہیں کہ یہ فرقہ صرف فروع میں امام ابوحنیفہ کا مقلد ہے اصول میں نہیں، ظاہر ہے اصول میں مقلد نہ ہونا اور فروع میں ہونا تقلید نہیں ہے پس ان کو حنفیہ کس طرح کہا جا سکتا ہے، وہ تو ایک فرقہ ہوا جو حنفیہ سے کٹ کر الگ ہوگیا، خود حضرت صاحب غنیہ فرماتے ہیں۔ واما الحنفیۃ، فھم بعض اصحاب ابی حنیفہ نعمان بن ثابت رضی، پس حنفی اہل سنت سے اس گروہ کے عقائد کا فروعی اتفاق ہے اور اصولی اختلاف۔ (مترجم)

کہا جائے گا بلکہ کہا جائے گا کہ اس شخص نے فسق کیا ہے، فاسق نہ اللہ کا دوست ہوتا ہے نہ دشمن۔

مُریسیہ:۔ یہ فرقہ بشر مُریسی کا ہے، اس فرقہ کا عقیدہ ہے کہ ایمان تصدیق کا نام ہے، اور تصدیق دل اور زبان دونوں سے ہوتی ہے۔ ابن راوندی کا بھی یہی مسلک تھا اس کا قول تھا کہ سورج کو سجدہ کرنا کفر نہیں ہے بلکہ ایک علامت کفر ہے۔

کرامیہ: یہ فرقہ ابو عبداللہ بن کرام سے منسوب ہے اس کا عقیدہ ہے کہ زبانی اقرار ہی ایمان ہے، قلب کی تصدیق اس کے لئے ضروری نہیں، منافق حقیقت میں مومن تھے۔ قدرت فعل کو یہ وجود فعل سے مقدم جانتے ہیں خواہ قدرت فعل وقوع فعل کے ساتھ متصل و معاون ہو۔ اس کے برخلاف اہل سنت کہتے ہیں قدرت فعل وقوع فعل کے ساتھ ہے اور بغیر شرط کے اس کو مقدم کہنا جائز نہیں۔ ان کی کتابیں ابوالحسن صالحی، ابن راوندی، محمد بن شبیب اور حسین بن محمد نجار نے تصنیف کی ہیں۔ اس فرقہ کے ماننے والے زیادہ تر مشرق میں اور خراسان میں آباد ہیں۔

معتزلہ یا قدریہ کے اقوال

معتزلہ کی وجہ تسمیہ

۱۔ معتزلہ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہ لوگ حق سے کنارہ کش ہوگئے تھے (اعتزال کنارہ کش ہوجانے کو کہتے ہیں) دوسرے یہ کہ
۲۔ یہ لوگ مسلمانوں کے اقوال سے الگ تھلگ ہوگئے تھے یعنی مسلمانوں میں گناہ کبیرہ کے مرتکب کے بارے میں اختلاف تھا، بعض کہتے تھے کہ مرتکب گناہ کبیرہ مومن ہے۔ کیونکہ اس میں ایمان موجود ہے، بعض کہتے ہیں کہ وہ کافر ہوگیا۔ واصل[1] بن عطا نے تیسرا قول ایجاد کیا اور کہا کہ گناہِ کبیرہ کا مرتکب مومن ہے نہ کافر، اس قول کی بنا پر وہ سب مسلمانوں سے الگ ہوگیا اور اہل ایمان سے کنارہ کش ہوگیا اس وجہ سے ان کو معتزلہ کہا جانے لگا۔

۳۔ معتزلہ کہنے کی یہ وجہ بھی بتائی گئی ہے کہ یہ لوگ حضرت حسن بصری کی مجلس سے الگ ہوگئے تھے جب حسن بصریؒ کا ان کی طرف گزر ہوا تو انھوں نے فرمایا یہ لوگ معتزلہ (الگ ہوجانے والے) ہیں۔ اس وقت یہ لوگ عمرو بن عبید[2] کی پیروی کرتے تھے۔ حسن بصریؒ نے جب عمرو بن عبید پر عتاب کیا تو لوگوں نے حسن بصری کے اس غصہ پر آپ کو ٹوکا، آپ نے فرمایا کیا تم ایسے شخص کے سلسلہ میں مجھ سے بگڑتے ہو۔ جس کو میں نے خود خواب میں سورج کو سجدہ کرتے دیکھا تھا۔

۴۔ معتزلہ کو قدریہ بھی کہتے ہیں، قدریہ کہنے کی وجہ یہ ہے یہ لوگ انسان کے گناہوں کو قضاء و قدر کے تحت نہیں سمجھتے بلکہ خود انسان کو اس کے گناہوں کا خالق سمجھتے ہیں۔

معتزلہ، جہمیہ اور قدریہ صفات خداوندی کے انکار میں یکساں مسلک رکھتے ہیں، ہم اس سلسلہ میں ان کے کچھ عقائد پہلے بیان کر آئے ہیں:۔ اس مسلک کی کتابوں کے مصنف ابوالہذیل۔ جعفر بن حرب، خیاط۔ کعبی۔ ابوالہاشم، ابو عبداللہ بصری عبدالجبار بن احمد ہمدانی ہیں، ان کا مذہب اہواز، عسکر اور جہرم میں زیادہ پھیلا، معتزلہ کے مندرجہ ذیل چھ فرقے ہیں۔

---

[1] واصل بن عطا:۔ [2] عمرو بن عبید

ہذلیہ، نظامیہ، معمریہ، جبائیہ، کعبیہ اور بہشمیہ، وہ باتیں جن پر معتزلہ کے تمام فرقے متفق ہیں وہ ذات باری کی نفی پر مشتمل ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کے علم، قدرت، حیات، سمع اور بصر کی نفی کرتے ہیں اسی طرح وہ اُن صفات کی نفی کرتے ہیں جو شریعت سے ثابت ہیں مثلاً استواو نزول وغیرہ وہ سب اس پر متفق ہیں کہ اللہ کا کلام محدث (نو پیدا شدہ) ہے اور اس کا ارادہ بھی محدث ہے نیز یہ کہ اس نے اس کلام سے تکلم فرمایا جس کو اس نے اپنے غیر میں پیدا کیا (مثلاً درخت وغیرہ) اللہ ارادہ کرتا ہے اور اس کا ارادہ حادث ہے۔ جو محل کا محتاج نہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے معلوم کے خلاف ارادہ کرتا ہے (یعنی جانتا ہے کہ ایک فعل نہیں ہوگا اور پھر اس فعل کا ارادہ کرتا ہے۔

بندوں کی طرف سے جو فعل ہونے والا نہیں ہے اللہ اس کا ارادہ کرتا ہے، اور جو بات ہو گئی ہے وہ نہیں چاہتا۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے مقدورات پر قادر نہیں ہے بلکہ یہ محال ہے کہ اس نے اپنے بندوں کے افعال کو پیدا نہیں کیا بلکہ بندے ہی ان افعال کے خالق ہیں۔ بکثرت ایسی چیزیں ہیں جن کو انسان کھاتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو بندوں کا رزق نہیں بنایا ہے جب کہ وہ حرام ہوں۔ حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ حلال ہی کو رزق بناتا ہے نہ کہ حرام کو۔ آدمی کبھی اجل معین سے پہلے قتل کر دیا جاتا ہے اور قاتل وقت سے پہلے اس کی زندگی ختم کر دیتا ہے۔

مومن گناہِ کبیرہ کے ارتکاب سے اگرچہ کافر نہیں ہوجاتا لیکن ایمان سے خارج ہوجاتا ہے، اس کی تمام نیکیاں برباد جائینگی اور وہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔ معتزلہ گناہ کبیرہ کے مرتکب کے لئے رسول اللہ کی شفاعت کے بھی منکر ہیں۔ معتزلہ میں اکثر ایسے ہی ہیں جو عذاب قبر کو نہیں مانتے اور میزان کا انکار بھی کرتے ہیں۔ یہ لوگ خلیفۂ وقت کی اطاعت ترک کرنے اور اس کے خلاف خروج کو بھی جائز سمجھتے ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ زندہ کی دعا یا خیرات سے مردے کو فائدہ اور نفع نہیں پہنچتا، یہ لوگ حصول ثواب کو نہیں مانتے، ان کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ نہ اللہ نے آدم سے کلام کیا اور نہ نوح سے اور نہ ابراہیم (علیہم السلام) سے نہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے اور نہ جبرئیل، میکائیل اور نہ اسرافیل سے، نہ اُن ملائکہ سے کلام کیا جو عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان میں سے کسی کی طرف بھی نہیں دیکھے گا نہ ابلیس، یہودیوں اور نصرانیوں سے کلام فرمائے گا۔

ہذلیہ:- فرقۂ ہذلیہ کا بانی اور سردار ابوالہذیل اس عقیدے میں معتزلہ کے دوسرے فرقوں سے منفرد ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے علم بھی ہے اور قدرت بھی، سمع بھی ہے اور بصر بھی۔ اللہ تعالیٰ کا کچھ کلام مخلوق ہے اور کچھ غیر مخلوق۔ لفظ کُن غیر مخلوق ہے، اللہ اپنی مخلوق کا دشمن نہیں ہے۔ اللہ کے مقدورات کی ایک خاص حد ہے۔ اہل جنت جنت میں رہیں گے لیکن وہ حرکت پر قادر نہ ہونگے اور نہ اللہ تعالیٰ ان کو حرکت دینے پر قادر ہوگا۔ اس کا عقیدہ ہے کہ مُردے، معدوم اور عاجز سے فعل کا صدور ہو سکتا ہے۔ ابوالہذیل کا عقیدہ تھا کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ کے لئے سمیع نہیں ہے۔

نظامیہ: فرقہ نظامیہ کا بانی اور سردار نظام تھا اس کا عقیدہ تھا کہ جمادات تخلیقی امر (نیچر) کے موافق عمل کرتے ہیں۔ وہ سوائے حرکت اعتمادیہ کے تمام اعراض کی نفی کرتا ہے (یعنی کسی عرض کا وجود تسلیم نہیں کرتا سوائے حرکت اعتمادیہ کے) وہ کہتا ہے کہ انسان روح کا نام ہے اور کسی نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو نہیں دیکھا بلکہ انسان کے جسم کو دیکھا

لے علم الکلام کے یہ مسائل صرف خواص کے لئے قابل توجہ ہیں۔ عوام اور حضرت غوث اعظم کے پرستاروں سے گذارش ہے کہ وہ ان مسائل پر غور و خوض نہ فرمائیں۔

اجماع کے خلاف اس کا قول یہ بھی تھا جس نے قصداً نماز کو ترک کر دیا تو لوٹانا اس کے ذمہ واجب نہیں ہے۔ نظام اجماعِ اُمت کا قائل نہیں تھا وہ کہتا تھا کہ ان کا اجماع باطل پر تھا۔ وہ اس کا بھی قائل تھا کہ ایمان کفر کی طرح ہے اور طاعت گناہ کے مانند اور حضور کا فعل ابلیس لعین کی طرح ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سیرت حجاج کی سیرت کے مانند ہے' اس نے اس قول کو اس دلیل کے ساتھ اختیار کیا تھا کہ تمام جاندار ایک ہی جنسیت رکھتے ہیں (اس لئے ہر فعل اچھا ہے یا بُرا دوسرے فعل کی طرح)۔ نظام کا یہ بھی قول تھا کہ قرآن حکیم اپنی ترتیب عبارت کے اعتبار سے معجزہ نہیں ہے۔ اس کا قول ہے کہ بچہ اگر دوزخ کے کنارے پر ہو تب بھی اللہ تعالیٰ میں یہ قدرت نہیں کہ اس کو جلا ڈالے یا دوزخ میں پھینک دے' اہل قبلہ میں یہی وہ پہلا شخص ہے جس نے یہ اقوال کفر کہے ہیں۔ یہ کہتا تھا کہ جسم کی تقسیم کسی حد پر بھی جاکر ختم نہیں ہوسکتی (لا متناہی ہے) اس کا قول تھا کہ سانپ' بچھو' گوبر کے کیڑے' کُتے اور سور بھی جنت میں ہیں۔

معمریہ | فرقہ معمریہ کا بانی معمر تھا' اس کے اقوال مادہ پرستوں کی طرح تھے بلکہ ان سے بھی کچھ بڑھکر' یہ کہتا تھا کہ اللہ نے نہ رنگ پیدا کیا ہے اور نہ ذائقہ' نہ بو' نہ زندگی نہ موت بلکہ یہ سب جسم کے طبعی خواص ہیں (نیچر نے انھیں ایسا ہی پیدا کیا ہے) وہ کہتا تھا کہ قرآن بھی اللہ کا فعل نہیں ہے بلکہ جسم کے افعال ہیں' اس نے اللہ تعالیٰ کے قدیم ہونے کا بھی انکار کیا ہے' اللہ اس کا ناس کرے اور اس اُمت سے اس کے خیالات کو دور رکھے۔

جبائیہ | جبائیہ فرقہ کا سردار جبائی تھا' چند امور میں اس نے اجماع کے خلاف کیا اور سب سے الگ ہوگیا' ان امور میں سے ایک یہ ہے کہ وہ کہتا تھا "بندے اپنے افعال کے خالق ہیں اور اس بات میں اس سے کوئی سبقت نہیں لے جاسکا یعنی اس سے پہلے کسی نے یہ بات نہیں کہی تھی۔ وہ یہ بھی کہتا تھا کہ اللہ تعالیٰ عورتوں میں حمل کی تخلیق کرتا ہے۔ وہ کہتا تھا کہ بندے جب کسی کام کے کرنے کا ارادہ کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی اطاعت کرتا ہے۔ اس کا قول تھا کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ انشاء اللہ میں کل کو اپنا قرض ادا کردوں گا اور قرض ادا نہ کرے تو وہ حانث (قسم توڑنے والا) ہوگا اور انشاء اللہ کہنے سے اس کو کچھ فائدہ نہیں پہنچیگا۔ وہ کہتا تھا کہ پانچ درہم کی چوری کرنے سے آدمی فاسق ہوجاتا ہے۔ اور اگر اس سے ایک حبہ بھی کم ہے تو فاسق نہیں ہوگا

بہشمیہ | بہشمیہ فرقہ ابوالہاشم سے منسوب ہے' ابوالہاشم جبائی کا فرزند تھا اس کا قول تھا کہ مکلف قادر ہوتا ہے فاعل اور تارک نہیں ہوتا اللہ تعالیٰ اس کو اس کے فعل پر عذاب دے گا' اگر گنہگار تمام گناہوں سے توبہ کرلے اور ایک گناہ سے نہ کرے تو جن گناہوں سے اس نے توبہ کی ہے وہ توبہ بھی صحیح نہ ہوگی۔

کعبیہ | یہ فرقہ ابوالقاسم کعبی بغدادی سے منسوب ہے' اس نے اللہ تعالیٰ کے سمیع و بصیر ہونے سے انکار کیا ہے اور اس کا بھی منکر تھا کہ اللہ حقیقت میں صاحب ارادہ ہے' وہ کہتا تھا کہ بندوں کے افعال کے متعلق اللہ کے ارادہ کرنے کے معنی ہیں اُن افعال کا حکم دینا اور اپنے فعل کے ارادہ کرنے کے معنی ہیں فعل کو جاننا اور مجبور نہ ہونا۔ ابوالقاسم کہتا تھا کہ عالم میں خلاء محال ہے اور جسم کی صرف بیرونی سطح حرکت کرتی ہے گویا کوئی شخص اگر جسم پر تیل لگاکر چلے (تو اس نظریہ کے مطابق) تو وہ خود متحرک نہ ہوگا بلکہ تیل متحرک ہوگا' یہ قرآن کو حادث تو کہتا تھا مگر اس کے مخلوق ہونے کا قائل نہیں تھا۔

فرقہ مشبّہہ کے عقائد و اقوال

مُشبّہہ کے تین فرقے ہیں ہشامیہ - مقاتلیہ - واسمیہؒ -

یہ تینوں فرقے اس بات پر متفق ہیں کہ اللہ جسم ہے اس لئے کہ کسی موجود کا علم بغیر جسم کے نہیں ہو سکتا۔ رافضیوں اور کرامیہ فرقے پر مُشبّہہ کے عقائد کا بہت غلبہ تھا۔ ہشام بن حکم نے مشبّہہ فرقے کی کتابیں تالیف کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی جسمانیت کے اثبات میں خصوصیت سے ایک کتاب تالیف کی ہے۔

ہشامیہ یہ فرقہ ہشام بن حکم کی طرف منسوب ہے، اس فرقے کا عقیدہ تھا کہ اللہ تعالیٰ جسم ہے جس میں طول، عرض اور عمق موجود ہے وہ ایک چمکدار نور ہے لیکن اس کی ایک مقدار مقرر ہے، وہ کھڑا ہوتا ہے اور بیٹھتا ہے وہ متحرک بھی ہوتا ہے اور ساکن بھی وہ سیال چاندی کی طرح ہے، ایک روایت میں آیا ہے کہ ہشام نے کہا کہ اللہ کے لئے سب سے اچھی مقدار (قامت) سات بالشت ہے، پوچھا کیا تیرا رب بڑا ہے یا کوہِ اُحد؟ اس نے جواب دیا میرا رب بڑا ہے۔

مقاتلیہ یہ فرقہ مقاتل بن سلیمان کی طرف منسوب ہے، مقاتل کا عقیدہ تھا کہ اللہ انسان کی شکل میں جسم ہے، اس کے گوشت بھی ہے اور خون بھی، سر، زبان، گردن اور دوسرے اعضاء و جوارح بھی ہیں لیکن اس کی کوئی چیز کسی چیز کے مشابہ نہیں ہے نہ کوئی شی اس سے مشابہہ ہے۔

جہمیہ کے اقوال

جہم بن صفوان اس قول میں سب سے منفرد اور الگ تھلگ ہے کہ جو افعال انسان سے سرزد ہوتے ہیں ان کا حقیقی.. فاعل وہ نہیں ہے بلکہ مجازاً اس کی طرف نسبت کی جاتی ہے جیسے مثلاً کہا جاتا ہے کہ درخت لمبا ہو گیا، کھجور پک گئی (یہ سب بطور مجاز ہے) یہ اللہ کو شے کہنے کا منکر اور اللہ کے علم کے حادث ہونے کا قائل تھا، اس کا عقیدہ تھا کہ چیزوں کی پیدائش سے پہلے ان کا علم اللہ کے لئے محال ہے، وہ جنت اور دوزخ دونوں کو فانی کہتا تھا، اللہ تعالیٰ کے صفات کے وجود کی نفی کرتا ہے جہم کے مسلک کے لوگ (جہمی) شہر ترمذ کے ہیں۔ مرو میں بھی اس کے ہم خیال لوگ پائے جاتے ہیں، نفی صفات پر اس نے ایک کتاب بھی لکھی ہے۔ اس کو مسلم بن احوز مازنی نے قتل کر دیا۔

ضراریہ کے اقوال

ضراریہ فرقے کو ضرار بن عمرو سے نسبت ہے، ضرار اس امر کا قائل تھا کہ اجسام مجموعہ اعراض کا نام ہے، اجسام کا اعراض بن جانا اس کے نزدیک جائز تھا، (اس طرح جوہر و عرض میں ان کے نزدیک کوئی فرق نہیں ہوا) ضرار کا عقیدہ تھا کہ قدرت

لہ واسمیہ کے عقائد وہی ہیں جو ہشامیہ اور مقاتلیہ کے ہیں، صاحب غنیہ نے واسمیہ فرقہ کا کوئی قول بیان نہیں فرمایا ہے اصل کتاب میں حاشیہ پر صرف اسی قدر ہے کہ واسمیہ کے عقائد دونوں فرقوں سے مشابہ ہیں ان میں کوئی فرق نہیں۔

قادر کا جزء ہے اور یہ فعل کے صدور سے پہلے ہوتی ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ اور حضرت ابی بن کعبؓ کی قراتوں کا منکر تھا۔

نجاریہ کے اقوال

نجاریہ فرقہ حسین بن محمد نجار کی طرف منسوب ہے، نجار بندوں کے فعل کا حقیقی فاعل اللہ کو بھی قرار دیتا ہے اور بندہ کو بھی اور ارادہ الٰہی کے سوا معتزلہ کی طرح باقی تمام صفات الٰہیہ کی نفی کرتا ہے چنانچہ اس نے ثابت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے لئے قدیم ارادہ کرنے والا ہے، وہ خلق قرآن کا قائل تھا اور کہتا تھا کہ اللہ کے صاحب ارادہ ہونے کے معنی ہیں اللہ کا مجبور و مغلوب نہ ہونا اسی طرح اللہ کے متکلم ہونے کے معنی ہیں کلام کرنے سے عاجز نہ ہونا، اسی طرح اللہ کے جواد اور سخی ہونے کے معنی ہیں بخیل نہ ہونا۔ نجار کا مسلک بن عون اور ابو یوسف رازی کے مسلک کے مطابق ہے، اس کے مسلک کے پیرو زیادہ تر کاشان میں آباد ہیں۔

کلابیہ کے اقوال

کلابیہ فرقہ ابو عبداللہ بن کلاب کی طرف منسوب ہے اس کا عقیدہ تھا کہ اللہ کی صفات نہ قدیم ہیں نہ حادث، نہ عین ذات ہیں نہ غیر ذات، آیت الرحمٰن علی العرش استویٰ میں استوی ہونے کے معنی ہیں کچھ نہ ہونا، اللہ تعالیٰ جس حال پر پہلے تھا اسی پر ہمیشہ سے ہے۔ اللہ تعالیٰ کی کوئی مخصوص جگہ نہیں، اس کا قول تھا کہ قرآن کے حروف نہیں ہیں۔

سالمیہ فرقے کے اقوال

فرقہ سالمیہ ابن سالم کی طرف منسوب ہے، اس کے بہت سے اقوال میں سے ایک قول یہ بھی ہے کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ محمدی آدمی کی شکل میں دیکھا جائے گا، جن و انس، ملائکہ اور حیوان ہر ایک کے سامنے اسی کی حیثیت میں اللہ نمودار ہوگا، اللہ کی کتاب میں ان کی تکذیب موجود ہے لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ وَّھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ (اللہ کی طرح کوئی چیز نہیں ہے، وہی سننے والا اور دیکھنے والا ہے)

اس فرقہ کا ایک قول یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ہستی ایک راز سربستہ ہے اگر وہ اس کو ظاہر کردے تو نظام عالم درہم و برہم ہو جائے اور انبیاءؑ کا بھی ایک راز سربستہ ہے اگر اس کا اظہار ہو جائے تو نبوت تباہ ہو جائے اور علماءؒ کا بھی ایک راز ہے اگر وہ کھل جائے تو علم ضائع ہو جائے مگر یہ قول غلط ہے۔ اللہ تعالیٰ حکیم ہے اس کا انتظام ناقابل زوال ہے، تباہی اور بربادی اس کی طرف رخ بھی نہیں کرسکتیں۔ اگر اس گروہ کے اس قول کو صحیح مان لیا جائے تو حکمت الٰہی بے سود اور باطل قرار دینے تک پہنچا دیتی ہے اور حکمت الٰہی کو عبث قرار دینا کفر ہے، اس فرقہ کا یہ بھی قول ہے کہ قیامت کے دن کافر اللہ تعالیٰ کا دیدار کرینگے اور اللہ تعالیٰ ان کا حساب کتاب لیگا۔

ان کا قول ہے کہ دوسری مرتبہ ابلیس نے آدم کو سجدہ کرلیا تھا، قرآن مجید میں ان کے اس قول کی تکذیب موجود ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔ اِلَّآ اِبْلِیْسَ اَبٰی وَاسْتَکْبَرَ وَکَانَ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ ہ (ابلیس نے انکار کیا اور تکبر کیا اور وہ کافروں میں سے تھا)۔ دوسری آیت میں ہے اِلَّآ اِبْلِیْسَ لَمْ یَکُنْ مِّنَ السّٰجِدِیْنَ ہ (سوائے ابلیس کے کہ وہ سجدہ کرنے والوں میں سے نہ تھا)۔

اس فرقہ کا یہ قول بھی ہے کہ ابلیس جنت میں داخل نہیں ہوا، اس بات کی تکذیب بھی قرآن حکیم میں موجود ہے؛ اللہ تعالیٰ

ارشاد ہے اُخْرُجْ مِنْهَا فَإِنَّكَ رَجِيمٌ ہ (جنت سے نکل جا بے شبہ تو مردود ہے):۔

اس فرقہ کا یہ قول بھی ہے، جبرئیل رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس آئے تھے مگر اپنی اصل جگہ سے ہٹے بھی نہیں تھے یہ لوگ اس کے قائل ہیں کہ جب اللہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا تو حضرت موسیٰ میں کچھ عزور (خودبخی) پیدا ہو گیا۔ اللہ نے وحی بھیجی کہ موسیٰ تم خود پسند ہو گئے ہو، آنکھیں اٹھا کر تو دیکھو، موسیٰ نے نظر اٹھا کر دیکھا تو سامنے سو طور نظر آئے اور ہر طور پر ایک موسیٰ موجود تھا، اصحاب حدیث اور اہل روایت کے نزدیک ان کا یہ قول بالکل لغو، غلط اور باطل ہے، اللہ کے رسول پر دروغ بندی کرنے والے کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وعید کے طور پر فرمایا تھا کہ جس نے مجھ پر قصداً جھوٹ لگایا اس کو اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنا لینا چاہیئے۔

ان کا یہ قول بھی تھا کہ "اللہ بندوں سے طاعت کا ارادہ کرتا ہے معصیت و گناہ کا ارادہ نہیں کرتا بلکہ ان کی نافرمانیاں ان ہی کے ساتھ رکھنا چاہتا ہے" یہ سب خرافات ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "وَمَن يُرِدِ اللَّهُ فِتْنَتَهُ فَلَن تَمْلِكَ لَهُ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا ہ (اللہ جس کے فتنہ یعنی کفر کا ارادہ کرئے تو اللہ سے تم اس کو بالکل نہیں بچا سکتے۔) اور وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوهُ (اگر تمھارا رب چاہتا تو وہ کفر نہ کرتے)۔ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا اقْتَتَلُوا ہ (اگر اللہ چاہتا تو وہ نہ لڑتے)۔

ان کا ایک خیال یہ بھی ہے کہ نبوت سے قبل اور حضرت جبرئیل کے آنے سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن پاک یاد تھا، اس قول کی تکذیب بھی قرآن میں موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

مَا كُنتَ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ وَلَا الْإِيمَانُ ہ (اے رسول تم نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا ہے اور نہ ایمان سے واقف تھے) مَا كُنتَ تَتْلُوا مِن قَبْلِهِ مِن كِتَابٍ وَلَا تَخُطُّهُ بِيَمِينِكَ ہ (اس سے پہلے نہ تم کوئی کتاب پڑھتے تھے نہ اپنے ہاتھ سے لکھتے تھے۔)

یہ فرقہ اس بات کا بھی قائل ہے کہ اللہ ہر قاری کی زبان سے پڑھتا ہے جب یہ لوگ کسی قاری کی زبان سے قرآن سنتے تھے، یہ قول حلول کے عقیدہ تک پہنچا دیتا ہے اور اس سے لازم آتا ہے کہ اللہ کبھی قرآن غلط پڑھتا اور غلط تلفظ کرتا ہے کیونکہ کبھی کبھی قاری سے ایسا ہو جاتا ہے۔ ان کا ایک قول یہ بھی ہے کہ اللہ ہر جگہ ہے، عرش وغیرہ کی تخصیص نہیں۔ قرآن پاک میں ان کے اس قول کی بھی تکذیب موجود ہے:۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔ الرَّحْمَٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَىٰ ہ (خدا نے عرش پر قرار پکڑا ....)

اللہ تعالیٰ نے عرش پر مستوی ہونا فرمایا ہے، زمین پر، پہاڑوں پر یا حاملہ عورتوں کے پیٹوں پر مستوی ہونا نہیں فرمایا

عقاید اور اصول کے بارے میں یہ آخری بیان ہے جو اشارۃً و اختصار کے ساتھ پیش کیا گیا۔ درحقیقت ہم نے گمراہ فرقوں کے مذاہب مختلفہ کے ہر مذہب کے ابطال کی طرف اشارہ نہیں کیا محض اس خوف سے کہ کتاب ضخیم نہ ہو جائے۔ بس میں نے ان کے چند اقوال کا ذکر ہی کر دیا تاکہ ان کی شناخت ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اور تم سب کو ان مذاہب باطلہ، اور ان کے معتقدین کے شر سے بچائے اور ہمیں اسلام اور سنت پر اور فرقۂ ناجیہ میں اپنی رضا سے موت عطا فرمائے۔ (آمین)

باب ۱۰

مواعظ قرآن و حدیث

کے بیان میں

چند مجالس

پہلی مجلس: فَاِذَا قَرَأْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ٥ (تو جب تم قرآن پڑھو تو اللہ کی پناہ چاہو مردود شیطان سے) ـــــ کی تشریح

شیطان یہ سورۂ نحل کی ایک آیت ہے، سورۂ نحل مکی ہے، سورۂ نحل کی صرف تین آخری آیتوں کا نزول مدینہ میں ہوا اس کی کل آیات ۱۲۸ ہیں اور کل الفاظ ایکہزار آٹھ سو اکتالیس اور کل حروف ۷۷۰۹ (سات ہزار سات سو نو) ہیں، اس سورۃ کی شانِ نزول۔
اہل تفسیر نے یہ بیان کی ہے کہ ایک بار مکہ معظمہ میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز فجر میں سورت النجم اور وَالَّیْلِ اِذَا یَغْشٰی تلاوت فرمائی اور دونوں سورتوں کی قرأت بلند آواز سے فرمائی۔ سورۃ النجم میں جب آپ آیت اَفَرَءَیْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰی وَ مَنٰوۃَ الثَّالِثَۃَ الْاُخْرٰی (بھلا آپ نے لات وعزیٰ اور تیسرے منات کو دیکھا...) پر پہنچے تو آپ کو اونگھ آگئی اور شیطان نے آپ کی قرأت میں ہم آواز ہو کر یہ الفاظ ملا دیئے۔ تِلْکَ الْغَرَانِیْقُ الْعُلٰی وَعِنْدَھَا الشَّفَاعَۃُ تُرْتَجٰی (یہ عالی قدر بت ہیں جن کی شفاعت کی امید ہے) مشرک یہ سن کر بہت خوش ہوئے وہ تو بتوں کی شفاعت ثابت ہی کرتے تھے اور کہتے تھے یہ اللہ کے پاس ہمارے شفیع ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے قول کو نقل فرمایا ہے۔

مَا نَعْبُدُھُمْ اِلَّا لِیُقَرِّبُوْنَا اِلَی اللّٰہِ زُلْفٰی ٥ ہم تو ان کی پرستش صرف اس لئے کرتے ہیں کہ یہ ہم کو اللہ کے قریب پہنچا دیں۔

مشرکین کہا کرتے تھے کہ بت ایک پاک اجسام ہیں ان کے لئے کوئی گناہ نہیں ہے بس یہ بادشاہوں اور ملائکہ سے مقابلہ میں عبادت کے لئے زیادہ موزوں اور بہترین ہیں اس لئے کہ ان کے لئے گناہوں کا امکان ہے اور وہ ذی روح ہیں۔ انھوں نے بتوں کو غرانیق سے تشبیہ دی ہے، غرنیق یا غرنوق کی جمع ہے غرنوق نر پرندے کو کہتے ہیں، بلندیٔ مرتبہ کے باعث کفار بتوں کو غرانیق کہا کرتے تھے اس وجہ سے بھی کہ نر پرندہ زیادہ اونچا اُڑتا ہے، بعض کا قول ہے کہ غرنوق ایک سفید آبی رنگ کا پرندہ ہوتا ہے بعض لوگ اس کو نرگس یا کلنگ کہتے ہیں، گداز بدن والے جوان آدمی کو بھی غرنوق کہا جاتا ہے۔ حضرت علیؓ سے مروی حدیث اس مفہوم کو واضح کرتی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں قریش کے ایک غرنوق (گداز جسم کے نوجوان) کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ قریش کو اپنے خون میں لتھیڑ رہا ہے۔ اور مقاتل کا قول ہے کہ غرنوق سے مراد فرشتے ہیں۔ کافروں کا ایک گروہ ملائکہ کی پرستش کرتا اور وہ ملائکہ کو اپنا شفیع سمجھتا تھا۔ غرض حضورؐ نے جب سورت النجم ختم فرمائی تو سجدہ کیا اس وقت وہاں جو مسلمان یا مشرک موجود تھے سب نے سجدہ کیا صرف ولید بن مغیرہ نے سجدہ نہیں کیا۔ ولید ایک بوڑھا شخص تھا اس نے ایک مٹھی

مٹی اٹھائی اور اپنی پیشانی سے لگا کر سجدہ کرلیا اور کہنے لگا کیا ہم اس طرح جھک جائیں جس طرح اُم ایمن اور اس کے ساتھ والی عورتیں جھکتی ہیں، ایمن رسول اللہ کے خادم تھے جو یوم حنین میں شہید ہو گئے۔

مذکورہ بالا دونوں جملے ہر کافر کے دل میں گھر کر گئے، حالانکہ یہ شیطان کی مقفیٰ عبارت تھی اور اسی کا اٹھایا ہوا فتنہ تھا۔ اسی نے ان جملوں کو رسول اللہ کی قرآت میں شامل کر دیا تھا، سب لوگوں کے سجدہ کرنے پر فریقین (مسلمانوں اور مشرکوں) کو تعجب ہوا مسلمانوں کو تو اس وجہ سے کہ بغیر ایمان و ایقان کے مشرکوں نے سجدہ کیا اور رسول اللہ کی پیروی کی، اور مشرکین کو اس وجہ سے خوشی ہوئی کہ محمدؐ اپنے اور اپنی قوم کے اوّل مذہب کی طرف واپس آ گئے، انھوں نے اپنے معبودوں کی تعظیم کے لئے سجدہ کیا تھا۔ شیطان کی شیطنیت سے یہ دونوں جملے لوگوں میں خوب پھیل گئے یہاں تک کہ حبش میں بھی ان کی خبر جا پہنچی، رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ بات بڑی شاق گزری۔ شام کو جبرئیل علیہ السلام آئے اور کہنے لگے میں ان دونوں جملوں سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں، میرے رب نے یہ دونوں کلمے نہیں اتارے نہ مجھے ان کے پہچانے کا حکم دیا۔ حضورؐ پر جب یہ بات واضح ہوئی تو آپ کو بہت رنج ہوا اور فرمایا کیا میں نے شیطان کا کہا مانا اور اس کا کلام اپنی زبان سے ادا کیا اور شیطان کے کلام کو اللہ کے کلام کے ساتھ ملا دیا! اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان شیطانی اِلقا کردہ جملوں کو (سورہ النجم) سے الگ کر دیا اور رسول اللہ پر (آپ کی طمانیت خاطر کے لئے) یہ آیت اُتاری۔

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ إِلَّا إِذَا تَمَنَّىٰٓ أَلْقَى الشَّيْطَانُ فِيْٓ أُمْنِيَّتِهٖ فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝

ہم نے آپ سے پہلے جو رسول اور نبی بھی بھیجا تو جب اس نے اللہ کا کلام پڑھا تو شیطان نے اس کی قرأت میں ضرور ہی دخل اندازی کی۔ پس جو کچھ شیطان ڈالتا ہے خدا اس کو دور کر دیتا ہے اور وہ اپنی آیات کو مستحکم کرتا ہے، خدا دانا اور حکیم ہے۔

جب اللہ تعالیٰ نے شیطان کی مسجّع عبارت اور اس کے فتنے سے اپنے نبی کو بری کر دیا تو مشرک پھر اسی گمراہی اور دشمنی پر لوٹ آئے اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ سے پناہ طلب کرنے کا حکم دیا گیا اور یہ آیت نازل فرمائی۔

فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۝

جب قرآن پڑھو تو پھٹکارے ہوئے شیطان سے اللہ کی پناہ مانگو۔

حضرت ابن عباسؓ کا ارشاد ہے کہ اس آیت کا مطلب یہ ہے: جب قرآن پڑھنے کا ارادہ کرو تو تعوذ پڑھو (اَعوذ باللہ من الشیطان الرجیم)۔ رجیم کے معنی مانده، پھٹکارا ہوا اور مردود کے ہیں۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ابلیس لعین کے لئے اَعوذ باللہ پڑھنے سے زیادہ سخت چیز اور کوئی نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:۔ إِنَّهٗ لَيْسَ لَهٗ سُلْطَانٌ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝ إِنَّمَا سُلْطَانُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يَتَوَلَّوْنَهٗ فَيَفْتِنُهُمْ عَنْ دِيْنِهِمْ

جو لوگ اللہ پر ایمان لائے ہیں اور اس پر بھروسہ رکھتے ہیں شیطان کا ان پر قابو نہیں چل سکتا کہ وہ ان کو سیدھے راستے سے بھٹکا سکے؛ شیطان کا قابو تو صرف ان لوگوں پر ہوتا ہے جو اس سے دوستی رکھتے ہیں اس کی پیروی کرتے ہیں، پس وہ ان کو انکے دین سے بہکا دیتا ہے اور شیطان

وَالَّذِیْنَ ھُمْ بِہٖ مُشْرِکُوْنَ ۝ کا تسلط ان لوگوں پر ہوتا ہے جو اللہ کے ساتھ دوسروں کو شریک کرتے ہیں

اَعُوْذُ کی تشریح اَعُوذُ کے معنی ہیں "میں پناہ چاہتا ہوں"، "پناہ لیتا ہوں"، "رجوع کرتا ہوں"۔ مَعاذ پناہ کی جگہ عَوذ اور عَیاذ مصدر ہے، عَاذَ بِہٖ (صیغہ ماضی) بمعنی اُس نے اُس کی پناہ لی" یَعُوْذُ بِہٖ (صیغہ مضارع) وہ اس کی پناہ لیتا ہے" مَعَاذَ اللہِ میں اللہ کی پناہ لیتا ہوں"۔ ھٰذَا عَوْذٌ لِیْ مِمَّا اَخَافُ کے معنی ہیں "جس چیز کا مجھے خوف ہے اس سے میرے لئے یہ پناہ ہے"۔ یا مجھے پناہ دینے والا ہے، اس طرح گویا بندہ اللہ کی پناہ لیتا ہے تاکہ وہ اللہ کی پناہ میں شیطان کے شر سے محفوظ رہے۔ وَالتَّعَوُّذُ بِالْقُرْآنِ کے معنی ہیں قرآن کے ذریعے شفا حاصل کرنا۔ اِسْتِعَاذَہ کے معنی بعض لوگوں نے "بچاؤ اختیار کرنا" لئے ہیں، اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم کی والدہ کے قول کو اس طرح نقل فرمایا ہے۔

اِنِّیْۤ اُعِیْذُھَا بِکَ وَ ذُرِّیَّتَھَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۝ میں اس کو یعنی مریم کو اور اس کی نسل کو شیطان مردود سے تیری حفاظت میں دیتی ہوں۔

شیطان کی لفظی تشریح شیطان، شَطَنٌ سے بنا ہے۔ شَطَنٌ کے معنی ہیں رسن متحرک و دراز، اور دور رہنا، شیطان چونکہ خیر سے دور ہے اور شر کے اندر طویل و متحرک۔ انسان کو شیطان کہنے سے مراد ہے کہ اس سے شیطان کی طرح افعال کا صدور، ہر بری چیز شیطان سے مشابہ ہے، عربی کا ایک محاورہ ہے "کَاَنَّ وَجْھَہٗ وَجْہُ الشَّیْطٰنِ" (اس کا چہرہ شیطان کے چہرے کی طرح ہے) "وَ کَاَنَّ رَاْسَہٗ رَاْسُ الشَّیْطٰنِ" اور اس کا سر شیطان کے سر کی مانند، تمام اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "طَلْعُھَا کَاَنَّہٗ رُءُوْسُ الشَّیٰطِیْنِ ۝ (اس درخت کی شاخیں شیطانوں کے سروں کی مانند ہیں) اس آیت میں شیاطین کے یہی عرفی معنی ہیں۔ بعض حضرات کا خیال ہے کہ شیاطین بڑے بدصورت سانپ ہوتے ہیں بشیاطین ایال یعنی گھوڑے کی گردن کے بالوں کو بھی کہتے ہیں، یہ بھی کہا گیا ہے کہ شیطان ایک مشہور گھاس کا نام ہے۔ رجیم بمعنی مرجوم (دھتکارا ہوا) جس پر اللہ کی لعنت کی مار ہے۔ اللہ نے اس کو نافرمانی اور حضرت آدم کو سجدہ نہ کرنے کی وجہ سے اپنی بارگاہ سے لعنت کے ساتھ دور کردیا، اسے فرشتوں نے نیزوں سے ہانکا اور آسمان سے زمین کی طرف پھینکا پھر اس پرستاروں کے شراروں کی بھی مار پڑتی رہے گی اور اسی کے ساتھ ساتھ پھٹکار بھی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَجَعَلْنٰھَا رُجُوْمًا لِّلشَّیٰطِیْنِ ۝

شیطان کی حقیقت شیطان اللہ تعالیٰ سے دور ہے اور ہر بھلائی سے دُور ہے وہ جنت سے دور اور دوزخ سے بہت قریب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی اُمّت مکرمہ کو شیطان سے پناہ مانگنے کا حکم دیا تاکہ دوزخ سے دور اور جنت سے نزدیک ہوجائیں اور جزا و سزا کے مالک کے چہرے کی طرف دیکھ سکیں، گویا کہ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے کہ اے میرے بندے! شیطان مجھ سے دُور ہے اور تو مجھ سے قریب ہے لہٰذا ہر حال میں حسن ادب کو ملحوظ رکھ یہاں تک کہ تجھ پر شیطان کا داؤں نہ چلے اور کسی بہانے وہ تجھ پر قابو نہ پاسکے۔

"حسن ادب" احکام خداوندی کا بجالانا، ممنوعات سے بچنا، اپنی جان و مال اولاد اور تمام مخلوق میں حتی المقدور خداوند تعالیٰ کی رضا کو ملحوظ رکھنا ہے۔ اگر بندہ ان چیزوں پر پابندی کے ساتھ عمل پیرا ہو اور ان پر ہمیشہ گامزن رہے تو اس کو نجات حاصل ہوجاتی ہے۔ شیاطین کے فتنوں اور وسوسوں، نفس کے خطروں اور دغدغوں، قبر کے فشار و عذاب، قیامت

کی شدت اور ہول، دوزخ کے عذاب اور اس کے قرب سے نجات حاصل ہوگی، ایسا بندہ اللہ تعالیٰ کے قرب میں جنت الماویٰ کے اندر پیغمبروں، صدیقوں، شہیدوں اور صالحین کے ساتھ ہوگا جو نہایت عمدہ رفیق اور ساتھی ہیں۔ ایسا بندہ ہر حال میں ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے بہرہ یاب ہوتا رہے گا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَكَ عَلَیْهِمْ سُلْطَانٌ (میرے خاص بندوں پر تیرا قابو نہیں چل سکے گا)۔

جب بندے پر اللہ کی بندگی اور عبودیت کا نشان ہو ضعیف اور رزیل، کمتر شیطان کو اس پر غلبہ کا موقع نہیں ملیگا، نہ جلوت میں نہ خلوت میں، نہ خیالات پر نہ دل پر، نہ خواہشات پر، نہ اعصاب پر شیطان کا اثر قائم ہوسکے گا۔ بلکہ بندہ اس وقت اس قسم کی آواز سنے گا کہ" اسی طرح ہم نے ان لوگوں کے ساتھ کیا جنھوں نے خواہشات کو چھوڑا اور حق کی پیروی کی اور ہدایت پائی" ایسے شخص کے حق میں فرشتے باہم جھگڑتے ہیں اور عالم ملکوت میں اس کو عزت کے نام کے ساتھ پکارتے ہیں اللہ تعالیٰ مستوی عرش ہونے کی صورت میں اپنے کلام قدیم کے ساتھ جو شیطان کی ملاوٹ اور باطل کی آمیزش سے قاری کی قرأت کے وقت محفوظ کردیا گیا ہے، اپنے اس بندہ پر فخر فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے۔

كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِیْنَ ۝	ایسا اس لئے ہے کہ ہم اس (بندہ سے) برائی اور بے حیائی کو رفع فرمادیں بلاشبہ وہ ہمارے منتخب بندوں میں سے ہے۔

اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ وہ بندہ ظاہر و باطن میں خدا سے ڈرا اور شیطان مردود سے بھاگا اور اس کی پکار سے بچا، چنانچہ یہ ڈر تو اللہ کی طرف سے آچکا ہے۔

اِنَّ الشَّیْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا وَلَقَدْ اَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِیْرًا اَفَلَمْ تَكُوْنُوْا تَعْقِلُوْنَ ۝	بیشک، شیطان تمھارا دشمن ہے تم بھی اس سے دشمنی رکھو۔ شیطان نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کردیا، کیا تم نہیں سمجھتے۔

غرض شیطان کی پیروی ہر بدبختی اور مصیبت کی اصل ہے اور شیطان کی مخالفت میں خوش نصیبی، آرام، راحت، ہدایت اور لازوال جنت (کا حصول) ہے۔

تعوذ کے فائدے اعوذ باللہ پڑھنے سے پانچ فائدے بندے کو حاصل ہوتے ہیں۔ اوّل دین و ہدایت پر استقامت، دوم: شیطان مردود کے شر اور فساد سے بچاؤ، سوم: اللہ کی پناہ کے مضبوط قلعہ اور قرب کے مقام پر داخلہ۔ چہارم: پیغمبروں، صدیقین، شہدا اور صالحین کے ساتھ مقام امن تک رسائی۔ پنجم: مالک زمین و آسمان کی امداد کا حصول۔

بعض کتب سابقہ میں آیا ہے کہ جب شیطان لعین و مردود نے اللہ سے کہا کہ میں تیرے بندوں کے آگے، پیچھے اور دائیں بائیں سے آؤں گا تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے اپنی عزت و عظمت کی قسم ان کو میں حکم دوں گا کہ وہ تیرے اغوا سے بچنے کے لئے میری پناہ میں آنے کی درخواست کریں، جب وہ مجھ سے یہ درخواست کریں گے تو میں اپنی ہدایت کے ذریعہ دائیں جانب سے اور اپنی عنایت کے ذریعہ بائیں طرف سے، اپنی نگہداشت کے ذریعہ ان کی پشت سے اور اپنی اعانت کے ذریعہ ان کے سامنے سے ان کی حفاظت کروں گا۔ اے ملعون تیرا بہکانا ان کو نقصان نہ پہنچا سکیگا۔ بعض احادیث میں آیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو بندہ ایک مرتبہ اللہ کی پناہ مانگتا ہے تو اللہ تعالیٰ دن بھر اس کی حفاظت فرماتا ہے۔ حضورؐ کا

یہ بھی ارشاد ہے کہ اللہ کی پناہ طلب کر کے گناہوں کے دروازوں کو مقفل کر دو اور بسم اللہ پڑھ کر طاعت و بندگی کے دروازوں کو کھول دو، روایت ہے کہ مومن کو گمراہ کرنے کے لئے ابلیس لعین، روزانہ ۳۶۰ لشکر بھیجتا ہے، جب مومن اللہ کی پناہ مانگتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے دل کی طرف تین سو ساٹھ مرتبہ نظر فرماتا ہے اور ہر مرتبہ نظر فرمانے سے شیطان کا ایک لشکر تباہ ہو جاتا ہے

شیطان کن چیزوں سے ڈرتا ہے۔

وہ چیز جس سے شیطان ڈرتا اور بھاگتا ہے وہ یا تو استعاذہ (اللہ کی پناہ طلب کرنا) ہے یا عارفوں کے دلوں کی نورِ معرفت کی شعاع ہے، اگر تم عارفوں میں سے نہیں ہو تو تم پر متقیوں کا استعاذہ لازم ہے یہاں تک کہ تم عارفوں کے درجہ تک پہنچو، جب تم عارفوں میں سے ہو جاؤ گے تو تمہارے دل کی نورانی شعاع شیطان کی شوکت کو توڑ ڈالے گی اور اس کے شر کو نیست کر دے گی اور اس کے اثرات فنا ہو جائیں گے اور تمہاری ذات کے اندر اس کا جو لشکر کارفرمائی کے لئے موجود ہے اس کے پاؤں اکھڑ جائیں گے اور پھر بسا اوقات ایسا ہو گا کہ تم اپنے بھائیوں اور اپنے پیروؤں کے لئے نگہبان بن جاؤ گے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ اے عمرؓ! شیطان تمہارے سایہ سے بھاگتا ہے! آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ جس وادی سے عمرؓ گزرتے ہیں شیطان اس وادی کو چھوڑ کر دوسری وادی میں چلتا ہے۔ ایک ضعیف روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ عمرؓ کو دیکھ کر شیطان بدحواس ہو جاتا ہے۔

شیطان جب کسی بندے میں اپنی عداوت اور مخالفت کی تصدیق کر لیتا ہے اور بندے کی سچائی اس پر ظاہر ہو جاتی ہے تو وہ اس سے مایوس ہو کر اس کو چھوڑ دیتا ہے اور دوسرے کی طرف متوجہ ہوتا ہے لیکن پوشیدہ طور پر چھپا چھپا آتا رہتا ہے لہٰذا بندے کو چاہیئے کہ صدق پر سختی سے قائم اور شیطان کے وار سے ہوشیار رہے اس لئے کہ اس کا سوراخ باریک ہے اور اس کی دشمنی پرانی اور حقیقی ہے، وہ گوشت پوست میں خون کی طرح رواں دواں رہتا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضہ کے بارے میں روایت ہے کہ وہ کبر سنی میں دعا مانگا کرتے تھے کہ الٰہی! میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ میں زنا کروں یا کسی کو قتل کروں!! کسی نے اُن سے دریافت کیا کہ آپ کو یہ خوف کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کیوں نہ خوف کروں جب کہ شیطان زندہ ہے!!

شیطان سے بچنے کی تدابیر!

جن کلمات کے ساتھ شیطان سے جنگ کرنے اور اس کو دور کرنے پر استقامت حاصل ہوتی ہے وہ کلمہ اخلاص اور رب العزت کو ذکر کرنا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد ربانی کو نقل کرتے ہوئے فرمایا لا الٰہ اِلا اللہ میرا قلعہ ہے جو شخص یہ کلمہ کہے گا میرے قلعہ میں داخل ہو جائے گا جو میرے اس قلعہ میں داخل ہو جائے گا وہ میرے ہر عذاب سے محفوظ ہو جائے گا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے جس نے پورے اخلاص کے ساتھ لا الٰہ اِلا اللہ کہا وہ جنت میں داخل ہو گیا۔ شیطان عذاب کا وسیلہ ہے۔ بندہ جب کلمہ توحید پڑھتا ہے اور کلمہ توحید کے تقاضے یعنی واجبات کے ادا کرنے اور ممنوعات کے ترک کا لباس پہن لیتا ہے اور شیطان یہ لباس اس کو پہنے دیکھتا ہے تو اس سے دور بھاگ جاتا ہے اور اس کے پاس آنے کی جرأت نہیں کرتا۔ جس طرح جنگ میں سپاہی سپر کے ذریعے دشمن کے حملہ سے محفوظ ہو جاتے ہیں اسی طرح بندہ

شیطان کے فتنے سے بچ جاتا ہے (گویا یہ چیزیں اس کے لئے سپر بن جاتی ہیں)

بسم اللہ کا ذکر بھی بکثرت کرنا چاہیئے، روایت میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ نے سنا کہ ایک کہہ رہا تھا کہ "شیطان ہلاک ہو" آپؐ نے فرمایا ایسا نہ کہو کیونکہ اس طرح شیطان اپنے آپ کو بڑا سمجھنے لگتا ہے اور کہتا ہے مجھے اپنی عزت کی قسم! میں نے تجھ پر غلبہ پالیا! بلکہ اس کے بجائے تم بسم اللہ کہو کیونکہ اس سے شیطان چھوٹا بنتا ہے یہاں تک کہ وہ ایک چیونٹی کے برابر بن جاتا ہے۔

شیطان سے مقابلہ کرنے کی ایک اہم صورت یہ بھی ہے کہ اللہ کے فضل کے علاوہ دنیا والوں سے کسی قسم کی طمع نہ رکھے نہ دنیا والوں کی مدد کی نہ ان کے مال کی نہ اُن کی تعریف کی نہ ان کے جتھے اور گروہ کی نہ اُن کے تحفہ ہدایا کی، کیونکہ دنیا اور دُنیا والے سب شیطان کی فوج اور اس کا جتھا ہیں۔ دنیا میں آدمی اپنے مال کے ساتھ اور بادشاہ اپنے لشکر کے ساتھ ہوتا ہے لہٰذا بندے پر لازم ہے کہ ہر ایک سے امید منقطع کرے، اللہ پر توکل اور بھروسہ کرکے ہر ایک سے بے نیاز ہوجائے۔ اپنے تمام معاملات اور تمام حالات میں صرف اللہ کی طرف رجوع کرے، حرام اور حرام کے شبہ سے بھی گریز کرے، مخلوق کا احسان نہ لے، مباح اور حلال چیزوں کے استعمال میں بھی کمی کردے۔ خواہش نفس اور حرص کے ساتھ کھانا نہ کھائے اور اس لکڑہارے کی طرح کمائی نہ کرے جو بغیر دیکھے بھالے اور بے تمیز کے رات کے اندھیرے میں لکڑیاں جمع کیا کرتا تھا (تر و خشک کا کچھ تمیز نہ تھا) جو شخص اس کی پرواہ نہیں کرتا کہ اس کا کھانا کہاں سے آتا ہے (حلال ذریعہ سے یا حرام سے) تو اللہ تعالیٰ بھی پروا نہیں کرتا کہ اس کو دوزخ کے کون سے دروازے سے داخل کرے، لہٰذا بندے کو چاہیئے کہ ان تمام باتوں کا خیال رکھے اور اس طرح کاربند ہو کہ شیطان اس سے نا امید ہوجائے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت اور کرم سے وہ محفوظ ہوجائے اگر بندے نے ان باتوں پر عمل نہیں کیا تو شیطان اس کے دل اور سینے پر سوار ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَنْ یَّعْشُ عَنْ ذِکْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَیِّضْ لَہٗ شَیْطَانًا فَھُوَ لَہٗ قَرِیْنٌ ۝

جو شخص رحمٰن کے ذکر سے غافل ہوجاتا ہے ہم اس پر شیطان کو مُسلّط کردیتے ہیں۔

پس شیطان اس کا ساتھی بن جاتا ہے، کبھی نماز میں وسوسہ ڈالتا ہے کبھی ایسی باطل نفسانی خواہشوں میں مبتلا کردیتا ہے جو حرام یا مباح ہوتی ہیں اور کبھی وہ بندے کو فرائض کی بجا آوری، نیک اعمال، سنن و واجبات، عبادات اور طاعات کے بجالانے میں رخنہ ڈالتا ہے جس کے نتیجے میں بندے کو دنیا اور آخرت کا خسارہ اٹھانا پڑتا ہے اور اس کا حشر شیطان کے ساتھ ہوتا ہے، بسا اوقات آخر عمر میں اس کا ایمان بھی چھین لیتا ہے۔ جس کے باعث وہ قیامت کے دن جہنم کے اندر فرعون، ہامان اور قارون کی معیت میں ہوگا۔ ہم اللہ تعالیٰ سے ایمان کے چھن جانے سے اور ظاہر و باطن میں شیطان کی پیروی کرنے سے پناہ مانگتے ہیں۔

شیطان کے احوال

مقاتل نے بروایت زہری بواسطہ عمرؓ۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا کہ انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام ایک رات حضور کی تلاش میں آئے، ان صحابہ میں حضرت ابوبکر صدیقؓ۔ حضرت عمر فاروقؓ۔ حضرت علیؓ۔ حضرت عثمانؓ۔ حضرت سلمانؓ۔ اور حضرت عمارؓ بن یاسر (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) شامل تھے۔

(ان اصحاب کے پہنچنے پر) رسول اللہ باہر تشریف لائے اور حالت یہ تھی کہ بخار کی وجہ سے آپ کی مبارک پیشانی پر پسینے کے قطرات موتیوں کی طرح چمک رہے تھے پھر حضورؐ نے اپنی مبارک پیشانی پر ہاتھ پھیر کر فرمایا "اللہ تعالیٰ ملعون پر لعنت کرے" آپؐ نے تین مرتبہ فرمایا اس کے بعد سر اقدس جھکالیا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا "میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، اس وقت آپ نے کس پر لعنت فرمائی؟ حضور نے فرمایا! خدا کے دشمن ابلیس خبیث پر!! اس نے اپنی دم اپنی دُبُر میں ڈال کر سات انڈے نکالے اور ان سے اس کی اولاد ہوئی پھر ان کو بنی آدم کے بہکانے پر اس نے مامور کیا ان سات میں سے ایک کا نام مدتش ہے جس کو علماء (کے ورغلانے) پر مقرر کیا گیا چنانچہ وہ علماء کو مختلف خواہشات کی طرف لے جاتا ہے، دوسرے کا نام حدبث ہے جو نمازیوں پر مقرر ہے۔ نمازیوں کو ذکر الٰہی سے ہٹا کر ادھر ادھر لہو و لعب میں لگا دیتا ہے اور ان کو جماہی اور اونگھ میں مبتلا کر دیتا ہے پس اس طرح نمازیوں میں سے کوئی سو جاتا ہے اور جب کوئی کہتا ہے کہ سو گئے؟ تو وہ کہتا ہے نہیں میں تو نہیں سویا! اس طرح وہ نماز میں بغیر وضو کے رہ جاتا ہے، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمدؐ کی جان ہے کہ ان میں سے کوئی نمازی اس حال میں نکلتا ہے کہ اس کو آدھی نماز کیا بلکہ چوتھائی نماز کے دسویں حصہ کا بھی ثواب نہیں ملتا بلکہ ایسی نماز کا گناہ ثواب سے بڑھ جاتا ہے۔

شیطان کی تیسری اولاد کا نام زلبنون ہے۔ بازاروں میں مقرر ہے وہ لوگوں کو کم تولنے اور جھوٹ بولنے پر اکساتا ہے، مال بیچتے وقت دوکانداروں کو مال کی جھوٹی تعریف پر ابھارتا ہے۔ تاکہ اپنا مال فروخت کر کے روزی کمائے۔ چوتھے کا نام بتر ہے وہ لوگوں کو گریبان چاک کرنے، منھ نوچنے اور مصیبت کے وقت واویلا کرانے پر مقرر ہے (لوگ مصیبت پڑنے پر ہائے واویلا کرتے ہیں) تاکہ مصیبت کے اجر و ثواب کو فریاد و فغاں کرا کے ضائع کرا دے۔ پانچویں کا نام منشوط ہے یہ دروغگوئی، چغلخوری، طعن و تشنیع کرنے پر مقرر ہے۔ چھٹے کا نام داسم ہے یہ شرمگاہوں پر مقرر ہے، چنانچہ یہ مرد اور عورت کی شرمگاہوں پر پھونک مارتا ہے تاکہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ زنا میں مبتلا ہوں۔ ساتویں کا نام اعور ہے، یہ چوری پر مامور ہے یہ چور سے کہتا ہے کہ مال چوری کر، کہ چوری تیرے فاقہ کو دور کر دے گی۔ تیرا قرض ادا ہو جائے گا اور تیری تن پوشی بھی ہو جائے گی بعد کو توبہ کر لینا، لہٰذا ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ کسی حالت میں بھی شیطان سے غافل نہ رہے اور اپنے کاموں میں اس سے بے خوف ہو کر نہ بیٹھ جائے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وضو پر ایک شیطان مقرر ہے جس کا نام ولہان ہے تم اس سے اللہ کی پناہ مانگو۔ نماز کی صفوں میں مل کر کھڑے ہونے کی بھی آپ نے ہدایت فرمائی ہے۔ تاکہ شیطان بکری کے بچہ (حذف) کی طرح صفوں میں نہ گھس آئے[1]۔

حضرت عثمان بن عاص نے فرمایا کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا "میری نماز اور میری قرأت میں شیطان خلل ڈالتا ہے" حضور نے ارشاد فرمایا اس کا نام خنزب ہے جب تم کو اس کا احساس ہو تو اللہ کی پناہ مانگو اعوذ باللہ پڑھو، اور بائیں طرف کو تین بار دھتکار دو۔ حضرت عثمانؓ نے عرض کیا کہ میں نے ایسا ہی کیا ہے اور اللہ نے اس کو مجھ سے دور کر دیا ہے۔ ایک مشہور حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد اس طرح آیا ہے کہ تم میں سے ہر ایک کے لئے ایک شیطان ہے صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا حضورؐ کے لئے بھی ہے؟ فرمایا میں بھی اس کے بغیر نہیں مگر اللہ تعالیٰ نے اس کے مقابلہ میں

---

[1] حذف ان چھوٹی چھوٹی بکریوں کو کہتے ہیں جن کے نہ دم ہوتی ہے اور نہ کان، ایسی بکریاں یمن کے مقام جرش میں پیدا ہوتی ہیں

میری مدد فرمائی ہے اور مجھے اس سے محفوظ و مامون کردیا ہے۔ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم میں سے ہر ایک پر اس کا ایک جن ساتھی مقرر ہے، عرض کیا گیا کہ کیا حضور بھی اس کے بغیر نہیں ہیں؟ حضور نے ارشاد فرمایا ہاں میں بھی اس کے بغیر نہیں مگر اللہ نے اس کے مقابلہ میں میری مدد فرمائی ہے اور وہ میرا تابع ہوگیا ہے اب مجھے وہ نیکی کے سوا کچھ اور مشورہ نہیں دیتا۔

منقول ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنی بارگاہ سے ابلیس کو نکال دیا تو اس کی شیطان بیوی کو اسی کی بائیں پسلی سے پیدا کیا۔ جس طرح حوّا کو حضرت آدم سے پیدا کیا گیا تھا۔ پھر اس عورت سے شیطان نے جماع کیا وہ حاملہ ہوگئی اور اس نے اکتیس انڈے دئے اس کی ساری نسل کی اصل یہی ۳۱ انڈے ہیں پھر اس سے شیطان کی تمام ذریات پھیلی جس سے خشکی اور سمندر پٹ گئے یہاں تک کہ ہر انڈے سے دس ہزار نر و مادہ پیدا ہوئے جنھوں نے پہاڑوں، جزیروں، ویرانوں، جنگلوں، دریاؤں، ریگستانوں، بیابانوں، چشموں، چوراہوں، حماموں، پاخانوں، فرجوں، جنگ و جدل کے میدانوں، قرنا پھونکنے کے میدانوں، قبرستانوں، گھروں، کوٹھوں، بدوؤں کے خیموں غرضکہ جملہ جگہوں کو بھر دیا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

"تو کیا تم شیطان اور اس کی ذرّیت کو میرے سوا دوست بناتے ہو۔ حالانکہ وہ تم سب کا دشمن ہے اور ظالموں کے لئے کتنا بڑا بدلہ ہے"

ہلاکت ہے ان لوگوں کے لئے جو شیطان اور اس کی ذریت کی اطاعت اللہ کی عبادت کے بجائے اختیار کرتے ہیں۔ بلاشبہ اُنہی کے ساتھ یہ بھی دوزخ میں رہیں گے بشرطیکہ انھوں نے توبہ نہ کی نصیحت کو قبول نہیں کیا اپنے نفس کی رہائی اور خلاصی کی کوشش نہ کی۔ برے اعمال، برے رفقاء اور شیطانی لشکر کو نہ چھوڑا، پس لازم ہے کہ اللہ کی طرف رجوع کرے اور اطاعت الٰہی کی پابندی کرے، اُن علماء اور اہل معرفت کی صحبت اختیار کرے جو اللہ کے حکم کے موافق عمل کرنے والے اور اللہ کی طرف بلانے والے، اس کی رضا کی طرف راغب کرنے والے، اس کے فضل کے امیدوار اور اس کے قہر سے ڈرنے والے ہیں اور جن کو اللہ کی پکڑ کا خوف رہتا ہے، دنیا سے رغبت نہیں رکھتے، آخرت کے طالب رہتے ہیں۔ جو راتوں کو نمازوں میں کھڑے رہنے والے، دن کو روزہ رکھنے والے اور گزشتہ بیکار زندگی پر نوحہ کرنے والے، آئندہ کے لئے توبۃ النصوح کرنے والے، تمام گناہوں اور خطاؤں سے توبہ کرنیوالے خالق کائنات پر توکل کرنے والے، شب و روز کے اوقات میں عبادت کرنے والے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو طوق و سلاسل دنیوی، مصائب اور جہنم کی آگ کے خوف سے محفوظ و مامون ہیں اس لئے کہ انھوں نے شیطان کی پیروی سے منہ موڑا اور ظاہر و باطن میں اللہ کے احکام کی پیروی کی، پس جزا دینے والا ان کے اعمال کے مطابق ان کو جزا اور احسان فرمانے والا اللہ ان کو ثواب عطا فرمائیگا ویسا ہی ثواب جیسا کہ اس نے خود ارشاد فرمایا ہے۔

فَوَقٰهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَلَقّٰهُمْ نَضْرَةً وَّسُرُوْرًا وَجَزٰىهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً وَّحَرِيْرًا ۝	پس اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو اس دن کے شر سے بچا لیا، خوشحال تازگی اور سرور ان کے سامنے لایا اور صبر رکھنے کے عوض ان کو جنت اور حریر کا لباس عطا فرمایا۔
اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ ۝	بلاشبہ پرہیزگار لوگ جنت میں اپنے قدرت والے بادشاہ کے پاس دائمی مقام میں ہوں گے۔

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتَانِ ۝ (اور جو اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرتا ہے، خصوصیت کے ساتھ اس کو دو جنتیں ملیں گی۔

اللہ کے جو بندے متقی ہونے کے بعد آزمائش میں مبتلا ہو جاتے ہیں، ان کا ذکر اللہ تعالیٰ اس طرح فرماتا ہے :-

اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّھُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّیْطٰنِ تَذَکَّرُوْا فَاِذَا ھُمْ مُّبْصِرُوْنَ ۝ جب کبھی شیطان پرہیزگاروں کے دلوں میں وسوسے ڈالتا ہو تو اس وقت خدا کو یاد کرتے ہیں، اور ان کو حق و باطل کا فرق فوراً معلوم ہو جاتا ہے

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ اللہ کی یاد سے دلوں کو جلا حاصل ہوتی ہے اور دل سے پردۂ غفلت دُور ہو جاتا ہے اور بے چینیوں کا تدارک ہو جاتا ہے۔ خداوند تعالیٰ کی یاد پرہیزگاری کی کنجی ہے اور تقویٰ آخرت کا دروازہ ہے اسی طرح جیسے ھواء (خواہشات) دنیا کا دروازہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَاذْکُرُوْا مَا فِیْہِ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ اور جو کچھ قرآن میں ہے اُسے یاد کرو تاکہ تم متقی بن جاؤ۔

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ یادِ الٰہی سے انسان متقی بن جاتا ہے۔

اِنسانُ کے مؤکل

اِنسانُ کے مؤکلین حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ انسان کے دل میں ہر وقت دو مشورہ دینے والے موجود رہتے ہیں ایک وہ فرشتہ ہے جو نیکی اور حق پر ابھارتا ہے دوسرا دشمن شیطان ہے جو بُرے کاموں پر ابھارتا ہے اور حق کی تکذیب کرتا اور نیکی سے باز رکھتا ہے۔ حسن بصریؒ فرماتے ہیں حقیقت میں یہ دو طرح کے خیالات ہوتے ہیں ایک اللہ کی طرف سے (ارادہ خیر) اور دوسرا شیطان کی طرف سے (تکذیب حق)۔ اللہ اپنے اس بندے پر رحم فرمائے جو ارادے کے وقت توقف کرے اگر وہ اللہ کی طرف سے ہو تو اس کو عمل میں لائے اور شیطان کی طرف سے ہو تو اس سے جہاد کرے، آیت مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ کی تشریح کرتے ہوئے مقاتلؒ نے بیان کیا ہے کہ وسوسہ آدمی کے دل پر پھیلتا ہے اگر انسان اللہ کو یاد کرتا ہے تو یہ وسوسہ ڈالنے والا خنّاس پیچھے ہٹ جاتا ہے اور اگر انسان غفلت برتتا ہے تو یہ دل پر چھا جاتا ہے یہاں تک کہ آدمی کے دل کو ہر طرف سے گھیر لیتا ہے اور جب انسان ذکرِ الٰہی کرتا ہے تو وہ اس کے دل سے جُدا ہو کر اس سے دور ہو جاتا ہے بلکہ اس کے دل سے نکل جاتا ہے۔ حضرت عکرمہؓ کا ارشاد ہے کہ وسوسوں کے مقام مرد کا دل اور آنکھیں ہیں اور عورت کی صرف آنکھیں ہیں جب وہ سامنے ہو اور اگر عورت پشت پھیر کر جائے تو اس کے سُرینوں میں اس کا مقام ہے۔

القاہائے قلب دل میں چھ طرح کے اِلقا ہوتے ہیں اوّل اِلقائے نفس دوم اِلقائے شیطان، سوم اِلقائے روح، چہارم اِلقاءِ ملک، پنجم القاءِ عقل، ششم القاءِ یقین: اِلقائے نفس، خواہشات کی تحصیل، جائز و ناجائز رنجی نشاط مسرت کے درپے ہو جانے کا حکم دیتا ہے، اِلقاءِ شیطان، عقیدہ کے اعتبار سے کفر و شرک کا حکم دیتا ہے، نیز وعدۂ خداوندی پر جھوٹے ہونے کا بہتان اور اس کے پورا نہ ہونے کی شکایت پر ابھارتا ہے، اعمال میں گناہ کرنے، توبہ میں تاخیر اور دنیا و آخرت کو تباہ کرنے والے امور کو اختیار کرنے کا مشورہ دیتا ہے۔ یہ دونوں القاء، القائے بد ہیں ان کے برا ہونے کا حکم دیا گیا ہے اور یہ دونوں خطرے یہ القاء عام مسلمانوں کو لاحق ہوتے ہیں۔

اِلقاءِ روح اور اِلقاءِ مَلک دونوں حق تعالیٰ کی اطاعت اور اس کا ہر حکم بجالانے کا جس کا نتیجہ دنیا و آخرت میں سلامتی کی صورت میں ہوتا ہے، حکم دیتے ہیں اور یہ ہر اس چیز کو لاتے ہیں جو شریعت کے مطابق ہوتی ہے یہ دونوں اِلقاَ ممدوح اور قابل ستائش ہیں اور یہ خواص المسلمین میں پائے جاتے ہیں (عام میں نہیں) القاءِ عقل کبھی اس بات کا حکم دیتاہے جو نفس اور شیطان کے موافق ہوتی ہے اور کبھی ایسی بات کا حکم دیتا ہے جو اِلقاء روح و مَلک کے موافق ہوتی ہے یہ اِلقا اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے اور اس سے تخلیق کائنات کا استحکام وابستہ ہے تاکہ عقل صحت مشاہدہ اور نیک و بَد کی تمیز کے ساتھ خیر یا شر کا اختیار کرے اور نتیجہ میں عذاب یا ثواب اس کے لئے موجب زیاں یا باعث سود مندی ہوں۔ چونکہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے انسان کے جسم کو اپنے احکام کے نزول کا محل اور لامتناہی وارداتوں کا مرکز بنایا اسی طرح عقل کو نیک وَبد کی کسوٹی (معیار) بنایا ہے، عقل بھلائی برائی کو لیکر جسم کے اندر داخل ہوتی ہے، عقل اور جسم دونوں مکلف ہونے کے محل ہیں، احوال کی تبدیلی کا مقام ہیں اور راحت کی لذت یا عذاب الیم کی کربت کی تعین کے ذرائع ہیں (عذاب کی تکلیف اور ثواب کی لذت اس کے ذریعہ سے پہچانی جاتی ہے)

اِلقاءِ یقین رُوحِ ایمان ہے، منزل علم ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کا نزول اور صدور ہوتا ہے، یہ اِلقاَ صرف ان سینوں میں پیدا ہوتا ہے جو مرتبہ ایقان پر پہنچ جاتے ہیں۔ جیسے صدیقین، شہداَ، ابدال اور مخصوص اولیاَ کرام! یہ اِلقاَ مخفی طور پر نازل ہوتا ہے اور اس کی آمد بہت ادق ہوتی ہے مگر برحق ضرور ہوتی ہے۔ اس کا صدور علم لدّنی، اخبار بالغیب اور اسرار الامور کے ساتھ ہوتا ہے، یہ مقام ان بندوں کو ملتا ہے جو اللہ کو محبوب مرغوب ہوں، اس کے منتخب ہوں، فنا فی اللہ ہوں اور اپنے ظواہر سے بھی غافل ہوگئے ہوں، فرض اور سنت ہائے موکدہ کی اَدائگی کے علاوہ اُن کی ظاہری عبادات کا رُخ باطن کی طرف ہوگیا ہو (ہر وقت باطنی عبادات میں غرق ہوں سوائے فرضوں اور موکدہ سنتوں کی ادائگی کے) یہ لوگ ہر وقت اپنی باطنی کیفیات کی.... نگہداشت کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کی ظاہری تربیت کا خود ہی کفیل ہوتا ہے۔ جیساکہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے (کہ وہ اس طرح کہتے ہیں)۔

اِنَّ وَلِیِّ یَ اللّٰہُ الَّذِیْ نَزَّلَ الْکِتَابَ وَ ھُوَ یَتَوَلَّی الصّٰلِحِیْنَ ۝	میرا کارساز تو اللہ ہے جس نے کتاب نازل فرمائی وہی نیکوں کا کارساز ہے۔

پس اللہ تعالیٰ اِن کا ذمہ دار ہوتا ہے، وہی ان کے کام پورے کرتا ہے وہی اسرار غیب کے مطالعہ میں ان کے قلوب کو مشغول رکھتا ہے وہی اپنے قرب کے جلووں سے ان کے دلوں کو روشن رکھتا ہے، اس نے اِن حضرات کو اپنے ساتھ مکالمے کے لئے انتخاب کرلیا ہے اپنی ذات پاک کو خاص طور سے ان کے سکون وطمانیت کا مرجع بنادیا ہے۔ پس ہر روز ان کے علم میں افزونی، معرفت میں زیادتی، نورانیت میں کثرت اور قرب الٰہی میں اضافہ ہوتا ہے یہ حضرات ہمیشہ باقی رہنے والی اور کبھی ختم نہ ہونے والی راحت غیر منقطع نعمت اور نامتناہی مسرت میں غریق رہتے ہیں پھر جب عرباً ازلی تحریر (مد) اپنی آخری مدت پر پہنچ جاتی ہے اور اس دار فنا میں ان کے قیام کی مدت اختتام کو جا پہنچتی ہے تو ان کا انتقال بڑا پرشکوہ ہوتا ہے جیسے ایک دلہن حجلۂ عروسی سے نکل کر صحن میں آجائے اور ایک ادنیٰ حالت سے اعلیٰ حالت میں پہنچ جائے۔ دنیا ان کے لئے جنت ہوتی ہے اور آخرت میں ان کو آنکھوں کی ٹھنڈک کا کیف میسر ہوگا۔ یعنی ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف دیکھنا میسر آئے گا۔ نہ دربان ہوگا، نہ ڈر، نہ حاجب ہوگا نہ دربان

نہ کوئی روکنے والا ہوگا نہ ٹوکنے والا' نہ کوئی احسان رکھنے والا ہوگا نہ احسان اٹھایا جائے گا نہ دکھ ہوگا نہ تکلیف اور نہ اس لذت کا اختتام ہوگا اور نہ انقطاع! اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّ نَهَرٍ فِیْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِیْكٍ مُّقْتَدِرٍ ۝ — بیشک پرہیزگار باغوں اور نہروں میں صدق کے مقام میں قدرت رکھنے والے بادشاہ کے پاس ہوں گے۔

جن لوگوں نے دنیا میں نیک کام کئے اللہ تعالیٰ کی طاعت و بندگی کی تو آخرت میں اس کے عوض وہ ان کو جنت' عزت کی نعمت اور سلامتی عطا فرمائی گئی۔ اور چونکہ دنیا میں انھوں نے اللہ تعالیٰ کے لئے پاکی و صفائی میں زیادتی کی اور اس کے برخلاف عمل سے اجتناب کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو بقا و عطا کے گھر میں زیادہ عطا فرمایا اور وہ ہمیشہ ہمیشہ رب کریم کی طرف نظر کرتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارباب بصیرت اور اہل دانش کو اس کی خبر دی ہے۔

نفس اور روح

نفس اور روح اِلقاءِ شیطان و مَلَک کے دو مقامات ہیں' مَلَک دل میں تقویٰ کا القاء کرتا ہے اور شیطان نفس میں بدکاری کی تحریک کرتا ہے' نفس بدکاری میں اعضاء کو استعمال کرنے کی دل سے خواستگاری کرتا ہے۔ عقل اور خواہش جسم کے اندر نفس کے لئے مقام ہیں اور دونوں اپنے حاکم کی رضا کے مطابق جسم میں اپنا عمل کرتے ہیں توفیق خیر یا توفیق شر! دل میں دو روشن نور ہیں علم اور ایمان یہ سب دل کے کارندے' اس کے آلات ہیں' ان آلات و اسباب کے درمیان دل بادشاہ کی طرح ہے یہ سب اس کے لشکری ہیں جو اس کے پاس آکر اترتے ہیں۔ دل ایک روشن آئینہ کی مانند ہے اور یہ آلات اس آئینہ کے گرداگرد ہیں جب دل ان کی طرف دیکھتا ہے' یہ سب اس میں جلوہ فگن ہوتے ہیں یعنی آئینۂ قلب ان سب کا اِدراک کرلیتا ہے۔

خُدا کی پناہ مانگنا

میں کجرَو شیطان سے' بُرے خیالات سے' نفس کے خطرات سے ہر جن و انس کے فتنہ سے' ریا اور نفاق سے' خود پسندی اور تکبّر سے' شرک سے' دل میں پیدا ہونے والی بری خصلتوں سے' ہلاکت کی منزل تک پہنچانے والی نفس کی شہوت و ہر لذت سے' بدعت و گمراہی سے' اُن خواہشوں سے جو آتش دوزخ کو جسم پر مسلط کردینے والی ہیں اور اُس قول و فعل اور فکر سے جو عرش سے نازل ہونے والے غیبی علوم کے لئے دل کی رکاوٹ بن جائیں' گمراہ کی رغبتوں کے اتباع سے' نفسانی جذبات اور خراب اخلاق سے' عرش و کرسی کے مالک کی پناہ مانگتا ہوں۔ اگر میں طاعت و بندگی سے غافل ہو جاؤں تو رَبّ ودود کی پناہ مانگتا ہوں اور اس کے عذاب سے جو میری رگِ جاں سے بھی زیادہ مجھ سے قریب ہے۔

میں اللہ کی پناہ طلب کرتا ہوں اس کے اس وقت کے قہر سے جب وہ گنہگاروں پر غضبناک ہوتا ہے' میں اسکی پناہ مانگتا ہوں اپنے گناہوں کی پردہ دری سے اور خشکی و تری میں اس کی معصیت کرنے سے' کجروی اور حماقت سے' شیخی اور تکبر سے اطاعت و عبادت نہ کرنے سے اور اس کے نہ کرنے پر قسم کھانے سے' جھوٹی قسم کے کھانے اور قسموں کے توڑنے کے گناہ سے' نیز بُرے خاتمہ سے' ہر نیکی کی دولت سے تہی داماں ہونے سے' مرتے وقت بُری موت سے۔

شیطان سے جہاد کرنا

شیطان سے جہادِ باطنی ہوتا ہے جو دل اور ایمان کی طاقت سے کیا جاسکتا ہے' پس جب تم شیطان سے جہاد کروگے تو حق تعالیٰ کی مدد تمھارے شامل حال ہوگی اور اللہ تعالیٰ تمھارا مددگار ہوگا' کافروں سے

جہاد ظاہری طور پر نیزے اور تلوار سے ہوتا ہے اور بادشاہ وہ جہاں اس جہاد میں تمہارا مددگار ہوتا ہے اور اس جہاد میں تمہارا مرکزِ امید حصولِ جنت ہے اگر کافروں سے جہاد کے دوران تم شہید ہو گئے تو تمہاری جزا دارالبقا ہے (بہشت جاوداں ہے) اگر تم شیطان سے جہاد کرتے ہوئے فنا ہو گئے اور تمہاری تمام عمر اس کی مخالفت میں صرف ہو جائے تو تمہاری جزا یہ ہوگی کہ تم رب العالمین کے دیدار سے سرفراز ہو گے، اگر کافر تم کو مار ڈالے تو تم شہید ہو گے اور اگر شیطان کی پیروی و اطاعت کی حالت میں شیطان نے تم کو مارا تو راندۂ درگاہِ حق ہو جاؤ گے، کافروں سے جہاد کی تو ایک حد و نہایت ہے لیکن شیطان اور نفس سے جہاد کی کوئی حد و غایت نہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ۝ (اپنے رب کی عبادت یقین یعنی موت آنے تک کرو) شیطان اور خواہش نفس کی مخالفت کا نام عبادت ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔ فَكُبْكِبُوْا فِيْهَا هُمْ وَالْغَاوٗنَ وَجُنُوْدُ اِبْلِيْسَ اَجْمَعُوْنَ ۝ (وہ اور سب گمراہ اور شیطان کا لشکر سب کے سب اس (جہنم) میں سر کے بل ڈالے جائیں گے)

غزوہ تبوک سے واپسی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا "ہم جہاد اصغر سے جہاد اکبر کی طرف واپس ہوئے" یہاں جہاد اکبر سے حضور والا کی مراد شیطان اور نفس سے جہاد کرنا تھا کیونکہ یہ جہاد دوامی ہے اور اس کی مدت طویل ہے پُرخطر ہے اور اس میں نتیجہ کی خرابی کا خطرہ رہتا ہے (کہ کامیابی ہو یا نہ ہو)۔

دُوسری مجلس

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تشریح میں

اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(بیشک یہ سلیمان کی جانب سے ہے اور مہربان اور رحم کرنے والے اللہ کے نام سے شروع ہے)

یہ سورۂ نمل کی ایک آیت ہے، سورۂ نمل مکی ہے اس کی آیات کی تعداد ۹۳ ہے' اس سورت کے الفاظ ۱۱۴۹ اور اس کے حروف کی تعداد ۴۹۹، ہے اس آیت میں جس واقع کی طرف اشارہ ہے وہ اس طرح ہے کہ) حضرت سلیمان بن داؤد (ان پر اور ہمارے نبی رسول اللہ اور تمام انبیاء مومنین، اللہ کے نیک بندوں اور مقربین ملائکہ پر اللہ کی رحمت ہو) بیت المقدس سے یمن جاتے ہوئے وادیٔ نمل (چیونٹوں کی وادی) سے گزرے لوگوں کو پیاس محسوس ہوئی، حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہُدہُد کو طلب فرمایا، اس وقت آپ کے ساتھ صرف ایک ہی ہُدہُد تھا، کلنگ کو بلوا کر آپ نے اس سے ہُدہُد کے بارے میں دریافت کیا کلنگ تمام پرندوں کا سردار تھا اس نے اپنی لاعلمی کا اظہار کیا اور کہا کہ میں نے تو اس کو کوئی حکم نہیں دیا ہے (کسی کام پر مامور نہیں کیا ہے) حضرت سلیمان علیہ السلام کو ہدہد کی تلاش اس لئے تھی کہ وہ اپنی منقار زمین پر لگا کر (زمین کھود کر) یہ بتا دیتے کہ پانی زمین کے اندر کتنی دور ہے اور کتنے فاصلہ پر ہے' ہُدہُد اسی کام کے لئے مخصوص تھا۔ جب اس کو پانی کی تلاش کا حکم دیا جاتا تو اول وہ ہوا میں اڑتا پھر کچھ دیکھ کر اسی خطۂ زمین پر لوٹ کر گرتا جہاں پانی موجود ہوتا اور پھر وہ اپنی منقار پانی کے مقام پر رکھ دیتا (اس طرح وہ پانی کے مقام کی نشاندہی کیا کرتا تھا) جنات جلدی جلدی اس جگہ کو کھودتے اور پانی نکل آتا

جنات حوض، تالاب اور باؤلیاں تیار کر دیتے یہ سب بھر لئے جاتے علاوہ ازیں پکھالیں، مشکیزے اور پانی کے تمام برتن بھر لئے جاتے اس طرح تمام جانور، جنات اور انسان پانی سے خوب سیراب ہوتے اور پھر کوچ ہو جاتا، (منزل کی طرف روانہ ہو جاتے) غرض ہُدہُد کا اس وقت کچھ پتہ نہ چلا، حضرت سلیمان علیہ السلام کو بہت غصہ آیا اور کہا کہ میں اس کو اس نافرمانی کی سخت سزا دوں گا اس کے پَر نوچ ڈالوں گا تاکہ سال بھر تک پرندوں کے ساتھ نہ اُڑ سکے یا اس کو ذبح کر ڈالوں گا یا وہ میرے سامنے اپنی غیر حاضری کی کوئی واضح دلیل (معقول وجہ) پیش کرے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کا دستور تھا کہ جب کسی پرندے کو سخت سزا دی جاتی تو اس کے پَر اکھاڑ دیتے تھے اور اس کو لنڈورا کر کے چھوڑ دیتے تھے۔

ابھی آپ کو وادیٔ نمل میں ٹھہرے ہوئے کچھ زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ سامنے سے ہُدہُد آ گیا (ہُدہُد زیادہ دیر غیر حاضر نہیں رہا) کسی نے اس کو بتایا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے تیرے لئے سزا کا حکم سُنایا ہے۔ کہنے لگا کہ کوئی استثنا بھی اس سزا میں کیا ہے، کہنے والے نے کہا ہاں !!

ہدہد حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے جا کر کھڑا ہو گیا اور (تعظیماً) سجدہ کیا اور بولا کہ آپ کی سلطنت دائم و قائم رہے اور اللہ آپ کو عمر ابدی عطا فرمائے اس کے بعد چونچ سے زمین کریدنے لگا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف اشارہ کرکے کہا کہ میں ایسی چیز معلوم کرکے آیا ہوں جس کی آپ کو خبر نہیں ہے (وہ آپ کے احاطۂ علم سے باہر ہے) اور وہ یہ کہ سرزمین سبا سے میں ایک یقینی خبر لایا ہوں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے دریافت کیا وہ کیا خبر ہے؟ ہدہد نے عرض کیا کہ میں نے وہاں ایک عورت کو حکمران پایا جس کا نام بلقیس بنت ابی سرح حمیری ہے۔ اس کو قدرت نے ہر چیز عطا کی ہے۔ اس کے پاس علم ہے، مال ہے، لشکر ہے اور قسم قسم کے گھوڑے ہیں۔ اس کے پاس ایک بہت بڑا تخت ہے وہ تخت بہت ہی خوبصورت ہے اس کی بلندی تیس گز (ایک روایت میں اسّی گز بھی آیا ہے) اور چوڑائی اسّی گز ہے۔ طرح طرح کے جواہرات اور موتی اس تخت میں جڑے ہیں لیکن بلقیس اور اس کی قوم کو اللہ کے سوا سورج کو سجدہ کرتے ہوئے میں نے دیکھا ہے۔ یہ دین مجوسیوں اور آتش پرستوں کا ہے، شیطان نے ان کو دھوکے میں ڈال رکھا ہے۔ اور راہ راست سے ان کو ہٹا دیا ہے وہ اسلام سے ناآشنا ہیں۔

"کیا وجہ ہے کہ وہ اللہ کی عبادت نہیں کرتے جو آسمان وزمین کی پوشیدہ چیزوں کو ظاہر کرتا ہے اور لوگ جس چیز کو چھپاتے ہیں وہ سب سے واقف ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ عرش کا مالک ہے۔"

یہ حال سن کر حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہدہد سے فرمایا کہ پہلے تم پانی تلاش کرو اس کے بعد ہم تمھاری بات پر غور کریں گے (کہ تم سچ کہتے ہو یا غلط) یہ حکم ملتے ہی ہدہد نے پانی تلاش کرکے جگہ بتا دی، سارے لشکر نے سیراب ہو کر پانی پیا اور سب کی ضرورت پوری ہو گئی۔ تب حضرت سلیمان نے ہدہد کو طلب کیا اور خط لکھ کر اسے سربمہر کیا اور ہدہد کو دے کر فرمایا اس خط کو لے جا اور اہل سبا (ملکہ سے مراد ہے) کے پاس پہنچا دے اور ان کے جواب کا انتظار کرنا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے خط میں لکھا تھا :- بسم اللہ الرحمٰن الرحیم !

" یہ خط سلیمان ابن داؤد کی جانب سے ہے! میں تم کو جتا دینا چاہتا ہوں کہ تم مجھ پر برتری و بڑائی کے

خواستگار نہ بنو (میری اطاعت کرنے میں اپنی بڑائی کو رکاوٹ نہ بناؤ) اور تم سب
فرمانبردار بن کر یعنی مصالحت کے رنگ میں میرے پاس آؤ، اگر تم جنات سے ہو تو تم
میرے خدمت گار ہو (کہ قوم جنات میری تابع ہے) اور اگر تم انسانوں سے ہو تو تم پر
میرے حکم کا سننا اور اسے ماننا لازم ہے۔"

اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔ اَلَّا تَعْلُوْا عَلَيَّ وَاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ ۔

یہ نامہ سلیمان کی طرف سے ہے اور بیشک اس اللہ کے نام سے شروع ہے جو مہربان اور رحیم ہے کہ تم مجھ سے سرکشی نہ کرو اور مطیع ہوکر (مسلمان ہوکر) میرے پاس چلی آؤ!!

ہدہد یہ خط لیکر دوپہر کو بلقیس کے محل میں پہنچا، بلقیس اپنے محل میں سو رہی تھی، محل کے تمام دروازے بند ہو چکے تھے۔ کوئی اس کے پاس نہیں پہنچ سکتا تھا، پہرے والے محل کے گرد پہرہ دے رہے تھے اور اس کی قوم کے بارہ ہزار جنگجو سوار نگرانی کے لئے اس کی فوج میں موجود تھے، اِن بارہ ہزار جنگجو سواروں میں سے ہر ایک سوار (جوان) ایک لاکھ جوانوں پر حاکم تھا (عورتوں اور بچوں کا ان میں شمار نہیں تھا) ہفتہ میں ایک دن قوم کے معاملات اور ملکی مہمات کا فیصلہ کرنے کے لئے بلقیس باہر نکلتی تھی، اس کا تخت سونے کے چار پایوں پر قائم تھا، وہ اس تخت پر اس طرح آکر بیٹھتی تھی کہ خود تو لوگوں کو دیکھتی تھی لیکن اس کو کوئی نہیں دیکھ سکتا تھا، جب کوئی شخص عرض مطلب کے لئے اس کے حضور میں پہنچتا تو سامنے پہنچکر کچھ دیر سر جھکائے کھڑا رہتا اور پھر سجدہ کرتا وہ سجدے سے اس وقت تک سر نہیں اٹھا سکتا تھا جب تک ملکہ بلقیس اس کو سر اٹھانے کی اجازت نہیں دے دیتی تھی۔ جب تمام معاملات اور مہمات کا فیصلہ ہو جاتا تو وہ پھر اپنے محل میں واپس چلی جاتی اور پھر ہفتہ بھر تک اسے کوئی نہیں دیکھ سکتا تھا پھر دوسرے ہفتہ کو اسی صورت میں دیکھ سکتا تھا، بلقیس کا ملک (یمن) بہت ہی بڑا ملک تھا۔

ہدہد جب خط لیکر پہنچا تو اس نے محل کے دروازے بند پائے اور چاروں طرف پہرے والے پہرے پر موجود تھے، ہدہد نے بلقیس کے پاس پہنچنے کے لئے محل کے گرد چکر لگائے آخر کار وہ ایک کمرے سے دوسرے اور دوسرے سے تیسرے کمرے میں ہوتا ہوا ایک روشندان کے ذریعے بلقیس کے کمرے میں پہنچ گیا۔ بلقیس تیس گز اونچے تخت پر چت لیٹی سو رہی تھی اور اس کے جسم پر ایک چادر کے سوا کوئی اور لباس نہیں تھا اور وہ بھی اس کے زیر ناف پڑی تھی اوپر کا جسم بالکل برہنہ تھا چادر صرف ستر عورت کے لئے تھی اور بلقیس ہمیشہ اسی ڈھنگ سے سوتی تھی، ہدہد نے وہ خط اس کے پہلو میں رکھ دیا خود اڑ کر روشندان میں جا بیٹھا اور بلقیس کے بیدار ہونے کا انتظار کرنے لگا کہ جب وہ بیدار ہو تو خط پڑھ لے۔ لیکن بلقیس دیر تک سوتی رہی جب اس کو سوتے ہوئے بہت دیر ہوگئی تو ہدہد نے روشندان سے اتر کر اپنی چونچ سے بلقیس کو ٹھونگ ماری، بلقیس کی آنکھ کھل گئی اور اس نے اپنے پہلو میں خط رکھا ہوا پایا، اس نے خط کو اٹھایا اور آنکھیں مل کر (اچھی طرح بیدار ہوکر) اس خط کو دیکھا اور سوچنے لگی کہ محل کے تمام دروازے بند تھے یہ خط یہاں کیسے آگیا، کمرے سے نکل کر محل کے پہرے والوں سے دریافت کیا کہ کیا تم نے کسی کو میرے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے دیکھا ہے، چوکیداروں نے کہا کہ دروازے اسی طرح بند ہیں جیسے بند کئے گئے تھے اور ہم محل کے ارد گرد پہرہ دے رہے ہیں (کسی کے اندر داخل ہونے کا امکان ہی نہیں) ملکۂ سبا پڑھی لکھی عورت تھی اس نے خط کھول کر پڑھا اس میں سب سے

پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم تحریر تھا، خط پڑھ کر اس نے (عمائدین) قوم کو طلب کیا، جب وہ سب جمع ہو گئے تو اس نے کہا " ایک عزت والا خط مجھے پہنچایا گیا ہے یعنی (ایک شاہی مکتوب سر بمہر مجھے ملا ہے) یٰۤاَیُّهَا الْمَلَؤُا اِنِّیْۤ اُلْقِیَ اِلَیَّ كِتٰبٌ كَرِیْمٌ۔ اس خط میں تحریر ہے :-

اِنَّهٗ مِنْ سُلَیْمٰنَ وَ اِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ اَلَّا تَعْلُوْا عَلَیَّ وَ اْتُوْنِیْ مُسْلِمِیْنَ "یہ خط سلیمان کی طرف سے ہے اور اس اللہ کے نام سے شروع ہے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے کہ تم مجھ سے اونچے نہ بنو اور میرے پاس فرمانبردار بنکر آؤ"۔

ملکہ نے خط کا مضمون سنا کر سرداروں سے کہا : اے سردارو !! مجھے میرے (اس) معاملہ میں مشورہ دو۔

قَالَتْ یٰۤاَیُّهَا الْمَلَؤُا اَفْتُوْنِیْ فِیْۤ اَمْرِیْ پس اس نے کہا کہ اے سردارو ! مجھے میرے معاملہ میں مشورہ دو کہ میں کیا کروں !

میرا تو یہ ہمیشہ سے معمول رہا ہے کہ جب تک تم موجود نہ ہو اور مشورہ میں حاضر نہ ہو تو میں کسی بات کا فیصلہ نہیں کیا کرتی ہوں۔ سرداروں نے جواب دیا کہ ہم بڑے طاقتور، جنگجو اور بہادر ہیں، جنگ، قوت اور کثرت افراد میں کوئی ہم پر غالب نہیں (ہم نے کسی سے شکست نہیں کھائی ہے) اے بلقیس ! تو ہم سب سرداروں کی سردار ہے، تو اپنے معاملہ کو خوب سمجھتی ہے، سرداروں کو نصیحت نہیں کی جاتی بلکہ حکم کیا جاتا ہے ! تو ہم کو حکم دے، ہم تیرے حکم پر چلیں گے ! ملکہ نے سرداروں کا یہ جواب سن کر کہا کہ دستور عام یہ ہے کہ بادشاہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو اسے برباد کر دیتے ہیں اور معززین کو رسوا کرتے ہیں۔ لوگوں کا مال ... چھین لیتے ہیں اور قتل و غارت گری کرتے ہیں، قیدی بناتے ہیں (غرض کہ ہر طرح برباد کر کے چھوڑتے ہیں) اس کے بعد ملکہ سبا نے کہا کہ میں سلیمان کی جناب میں ایک ہدیہ بھیجتی ہوں اور آزماتی ہوں کہ قاصد میرے پاس کیا جواب لاتے ہیں اور وہاں کے کیا حالات سناتے ہیں۔ اس کے بعد بلقیس نے بارہ ایسے غلام انتخاب کئے جن میں زنانہ پن نمایاں تھا، ان کے ہاتھوں پر مہندی لگوائی اور بالوں میں کنگھی کرائی گئی (بناؤ سنگھار کیا گیا) اور لڑکیوں کا لباس پہنا دیا گیا ملکہ نے ان کو نصیحت کر دی کہ جب ان سے کچھ پوچھا جائے اور سلیمان ان سے کچھ گفتگو کریں تو وہ اس طرح جواب دیں جس طرح عورتیں جواب دیتی ہیں، پھر ملکہ نے ایسی بارہ لڑکیاں منتخب کیں۔ جن میں مردانہ علامتیں نمایاں تھیں، مردوں کی طرح ان کے اعضا سخت تھے۔ ان کے سروں کے بال مردوں کی طرح بنوا کر ان کو مردانہ کپڑے پہنا دیئے گئے اور جوتیاں بھی پہنا دیں۔ ان کو اچھی طرح سمجھا دیا گیا کہ تم سے جب گفتگو ہو تو تم مردوں کے لہجہ میں بے حجابانہ جواب دینا۔ ان باندیوں و غلاموں کے ساتھ یلنجوج کی لکڑی، مشک، عنبر اور ریشم یہ تمام چیزیں طباقوں میں سجا دی گئیں، بہت زیادہ دودھ والی عربی نسل کی اونٹنیاں، دو خرمہرے (بڑی کوڑیاں) جن میں ایک بل دار سوراخ والا تھا اور دوسرا بغیر سوراخ کے، ایک خالی پیالہ ان تمام تحفہ و ہدایا کے ساتھ ایک عورت کو بھی حضرت سلیمان کی خدمت میں بھیجا اور اس کو تاکید کر دی کہ حضرت سلیمان جو بات کہیں اسے یاد رکھے اور جو واقعات وہاں گذریں ان کو لفظ بہ لفظ یہاں آ کر بیان کرے، ساتھ ہی ساتھ یہ بھی ہدایت کی کہ دربار میں سب کھڑے رہیں جب تک بیٹھنے کی اجازت نہ ملے نہ بیٹھیں، اگر وہ جبّار بادشاہ ہونگے تو تم کو بیٹھنے کا حکم نہیں دیں گے اور پھر میں ان کو مال دے کر راضی کر لوں گی تاکہ وہ ہماری طرف سے خاموش ہو جائیں (حملہ نہ کریں) اور اگر وہ بردبار، صاحب علم اور فہیم ہوں گے تو وہ تم کو بیٹھنے کا حکم دیں گے۔

ملکہ سبا نے اس عورت کو تاکید کی کہ وہ حضرت سلیمان سے کہے کہ سوراخ والے خرمہرہ (بڑی کوڑی) میں کسی جن یا

انسان کی مدد کے بغیر دھاگا پرو دیں اور بغیر سوراخ کے خرمہرے میں لوہے اور جن و انس کی مدد کے بغیر سوراخ کر دیں دوسرے یہ کہ غلام اور باندیوں کو الگ الگ کر دیں (عورتوں کو الگ اور مردوں کو الگ کر دیں) پیالہ کو ایسے پانی سے بھر دیں جو جھاگ والا میٹھا ہو اور وہ پانی نہ زمین کا ہو نہ آسمان کا اس کے ساتھ ہی اور ہزاروں علمی سوالات پر مشتمل خط لکھ دیا الغرض یہ سب لوگ تحفے اور ہدیے لیکر روانہ ہوئے جب یہ سب لوگ حضرت سلیمانؑ کے دربار میں پہنچے اور بلقیس کے ارسال کردہ تمام تحائف پیش کئے، حضرت سلیمانؑ نے جب اُن ہدایا کو دیکھا تو تو نہ ان کی طرف قدم بڑھایا اور نہ ان کو لینے کے لئے ہاتھ بڑھایا، نہ ان کو حقیر و کمتر بتایا یعنی نہ کسی خوشی کا اظہار کیا اور نہ ناگواری کا! قاصدوں نے آپ کی طرف سے کسی ایسی بات کا مشاہدہ نہیں کیا جس نے ان کو تحفوں کی قبولیت یا عدم قبول کا اندازہ ہوتا، البتہ آپ نے اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا اور قاصدوں کی طرف دیکھ کر فرمایا" زمین بھی اللہ کی ہے اور آسمان بھی! اس نے آسمان کو بلند کیا اور زمین کو بچھایا لہٰذا جو چاہے کھڑا رہے اور جو چاہے بیٹھ جائے" اور سب کے بیٹھنے کی اجازت دے دی!

ملکہ بلقیس کی نمائندہ اور میر کارواں خاتون نے دونوں خرمہرے حضرت سلیمانؑ کے حضور میں پیش کر کے کہا کہ ملکہ بلقیس نے استدعا کی ہے کہ جن و انس کی تدبیر کے بغیر سوراخ والے خرمہرے میں دھاگا آر پار پرو دیں، اور دوسرے خرمہرے میں لوہے اور جن و انس کی مدد کے بغیر آر پار سوراخ کر دیں۔ اس کے بعد اس نے پیالہ پیش کیا اور کہا کہ ملکہ نے درخواست کی ہے کہ اس کو ایسے جھاگ والے میٹھے پانی سے بھر دیں جو نہ زمین کا ہو نہ آسمان کا!! اس کے بعد غلاموں اور باندیوں کو پیش کر کے درخواست کی کہ عورتوں کو الگ اور مردوں کو ان میں سے الگ الگ فرمادیں۔

حضرت سلیمانؑ نے اعیان مملکت اور اُمرائے سلطنت کو جمع کیا اور دونوں خرمہروں میں سے سوراخ والا خرمہرہ لے کر فرمایا کہ اس خرمہرے میں کون اس پار سے دھاگا ڈال کر اُدھر نکال سکتا ہے (لیکن جن و انس میں سے کوئی اس کو مَس نہ کرے) یہ حکم سُن کر کھجور میں رہنے والے سرخ رنگ کے ایک کیڑے نے عرض کیا کہ اے سلطان! میں آپ کی یہ خدمت بجا لاتا ہوں بشرطیکہ آپ میری روزی رُطب (چھوارا۔ کھجور) سے مقرر فرمادیں آپ نے اس کی عرضداشت منظور کر لی، راوی کا بیان ہے کہ کیڑے نے سر سے دھاگا لپیٹ لیا اور خرمہرے میں داخل ہو گیا اور دوسری جانب دھاگا لیکر نکل گیا چنانچہ اس خدمت کے عوض آپ نے اس کی روزی رُطب سے مقرر فرمادی۔ پھر آپ نے دوسرا خرمہرہ لیا اور فرمایا کون ہے؛ جو اس میں سوراخ کر دے لیکن لوہے کی مدد کے بغیر یہ سُن کر لکڑی کے کیڑے نے آگے بڑھ کر کہا کہ میں یہ خدمت بجا لاؤں گا مگر اس شرط کے ساتھ کہ میری روزی لکڑی میں مقرر کر دی جائے اس کی بھی درخواست منظور ہوئی۔ بس لکڑی کے کیڑے نے خرمہرے میں سوراخ کرنا شروع کیا۔ اور اس میں آر پار سوراخ کر دیا اور اس خدمت کے عوض اس کی روزی لکڑی میں مقرر کر دی گئی۔ اس کے بعد پیالہ آپ کے سامنے رکھا گیا۔ تاکہ میٹھے اور جھاگ والے پانی سے جو نہ زمین کا ہو نہ آسمان کا اس کو پُر کر دیا جائے؛ آپ نے اپنے عربی گھوڑوں کو طلب کیا اور ان کو دوڑا دیا جب دوڑتے دوڑتے ان کے پسینے بہنے لگے اس وقت ان کے پسینے سے اس پیالے کو بھر لیا گیا یہی وہ جھاگ والا میٹھا پانی تھا جو نہ زمین کا تھا اور نہ آسمان کا! اس کے بعد آپ نے پانی منگوایا تو ان خدمتگاروں کو (جس میں عورتیں اور مرد شامل تھے) وضو کرنے کا حکم دیا گیا، کہ لڑکوں اور لڑکیوں میں امتیاز ہو جائے اوّل لڑکیوں نے (جو لڑکوں کی شکل میں تھیں، ہاتھوں پر پانی اس طرح بہانا شروع کیا کہ ایک لڑکی نے بائیں ہاتھ میں پانی لیکر دائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر پانی لیکر اپنا بایاں بازو دھویا پھر اسی طرح دائیں ہاتھ میں

پانی کا برتن لیکر دایاں بازو دھویا اس سے معلوم ہو گیا کہ یہ لونڈیاں (لڑکیاں ہیں) ان کو آپ نے ایک طرف کر دیا پھر اس کے بعد ان غلاموں کو پانی دیا گیا جو لڑکیوں کی شکل میں تھے انھوں نے پہلے دایاں ہاتھ دھویا اس کے بعد بایاں جس سے پتہ چل گیا کہ یہ مرد غلام ہیں ان کو بھی الگ کر دیا یہ تعداد میں بارہ تھے (اس طرح لڑکوں کو اور لڑکیوں کو آپ نے الگ الگ کر دیا) پھر سوالات پر غور فرما کر آپ نے بلقیس کے ایلچی از سوالات کے جوابات دیدیئے! پھر آپ نے بلقیس کے ہدیوں کو واپس کر دیا اور پیغام رساں عورت سے فرمایا کیا تم لوگ مال سے میری مدد کرنا چاہتے ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ نے جو حکومت اور نبوت مجھے عطا فرمائی ہے وہ اس مال سے کہیں بہتر ہے جو اللہ نے تم کو دیا ہے، مجھے اس مال سے کیا خوشی ہو سکتی ہے' تمہارے ہدیئے تمھارے لئے ہی باعث مسرت ہو سکتے پھر بلقیس کے نام ایک خط لکھکر ہدہد کو دیا کہ یہ خط بلقیس تک پہنچا دے۔ ہم اُن پر ضرور ایسی فوجوں سے حملہ کرینگے جس کے مقابلہ کی ان میں طاقت نہیں ہے اور ان کو ذلیل و خوار کر کے سبا سے نکال دیں گے اور زیادہ ذلیل و خوار ہونگے !!

ہدہد حضرت سلیمان کا خط لیکر دوبارہ بلقیس کے پاس پہنچا، بلقیس نے خط پڑھا، اس اثنا میں قاصد بھی لوٹ آئے انھوں نے حضرت سلیمان کا واقعہ اور تحفۂ ہدایا کے سلسلہ میں آپ نے جو کچھ فرمایا تھا اور لوٹا کر جو جواب دیا تھا وہ سب بلقیس کو سنایا اس وقت بلقیس نے اپنے قوم سے کہا کہ یہ حکم ہم پر آسمان سے نازل ہوا ہے اس کی مخالفت مناسب نہیں ہے اور نہ اس کی مخالفت کی ہم میں طاقت ہے۔ پھر ملکۂ سبا اپنے تخت کی حفاظت کی طرف متوجہ ہوئی اور اس کو سات کمروں میں بند کروا کے اس پر پہرے والے مقرر کر دیئے اور سلیمانؑ کی خدمت میں روانہ ہو گئی۔ ہدہد نے فوراً حضرت سلیمانؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر اطلاع دیدی کہ بلقیس آپ کی خدمت آ رہی ہے۔ حضرت سلیمانؑ نے عمائد سلطنت کو جمع کر کے فرمایا کہ سردارو! اس سے قبل کہ بلقیس ایک فرمان پذیر کی حیثیت سے میرے پاس پہنچیں' ان کا تخت میرے پاس کون لا سکتا ہے کیونکہ صلح ہو جانے کے بعد اُن کے تخت کو لینا جائز نہیں ہوگا، عمرہ نامی ایک تند خو اور غضبناک جن نے عرض کیا کہ آپ اپنے اجلاس عدالت سے نہ اٹھنے پائیں گے کہ اتنے عرصہ میں بلقیس کا تخت میں یہاں لا کر حاضر کر دوں گا (حضرت سلیمان کی مجلس عدالت صبح سے دوپہر تک لگتی تھی)۔ مجھ میں اس تخت کو اٹھانے کی طاقت ہے' میں طاقت ور بھی ہوں اور امانت دار بھی! جو سونا چاندی اور جواہرات اس تخت میں لگے ہیں میں ان میں خیانت نہیں کروں گا! آپ آگاہ ہیں کہ حد نظر میرا ایک قدم ہے (اس لحاظ سے میں اتنے وقت میں یقیناً تخت آپ کی خدمت میں حاضر کر دوں گا) حضرت سلیمان نے فرمایا کہ میں تو اس سے بھی کم وقت میں تخت یہاں چاہتا ہوں۔ یہ سنکر ایک شخص نے جس کو کتاب اللہ کا کچھ علم تھا اور اللہ کے اسم اعظم یا حَیُّ یا قَیُّوم سے وہ آگاہ تھا عرض کیا کہ میں اپنے رب سے دعا کروں گا اور اس کی طرف رجوع ہوں گا، اپنے رب کی کتاب پر غور کروں گا تو اُمید ہے کہ آپ کی نظر کی واپسی (پلک جھپکتے میں) سے پہلے تخت کو حاضر کر دوں گا۔ اس شخص کا نام آصف بن برخیا بن شعیا تھا۔ اس کی والدہ کا نام باطورا تھا۔ یہ بنی اسرائیلی تھا، چونکہ وہ اسم اعظم سے واقف تھا اس لئے حضرت سلیمانؑ نے کہا کہ اگر تم نے یہ کام انجام دے لیا تو تم غلبہ اور بلندی (مرتبت) پاؤ گے اور اگر تم اس کام کو انجام نہ دے سکے تو تم مجھے ان درباریوں کے سامنے شرمندہ نہ کرنا کیونکہ میں جن وانس دونوں کا سردار ہوں (یعنی ناکامی کی صورت میں میرے حضور میں مت آنا)

تختِ بلقیس سلیمانؑ کے حضور میں

چنانچہ حضرت آصف بن برخیا اٹھے اور وضو کر کے اللہ تعالیٰ کی جناب میں سجدہ کیا اور اسم اعظم پڑھ کر دعا کرنے لگے۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اسم اعظم کے ساتھ جس نے بھی دعا کی اس کی دعا اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی اور اسم اعظم کے وسیلے سے جس نے کچھ مانگا اسے اللہ تعالیٰ نے عطا فرما دیا وہ ذُوالجَلاَلِ وَالاِکرَام ہے۔

راوی کا بیان ہے کہ آصف برخیا کے دعا مانگتے ہی ملکہ بلقیس کا تخت زمین کے نیچے غائب ہو کر حضرت سلیمان کی کرسی کے پاس نمودار ہو گیا۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ اس کرسی کے نیچے نمودار ہوا جس پر حضرت سلیمان تخت نشینی کے وقت اپنے پاؤں رکھتے تھے۔ جب تخت حاضر ہو گیا تو جنات نے کہا کہ واقعی آپ کے صحابی آصف برخیا تخت کو لانے کی تو قدرت رکھتے ہیں لیکن وہ ملکۂ سبا بلقیس کو نہیں لا سکتے۔ حضرت آصف نے حضرت سلیمان سے عرض کیا کہ حکم ہو تو میں ملکہ سبا کو بھی لا سکتا ہوں۔

راوی کا بیان ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے حکم سے ایک شیش محل تیار کیا گیا اور اس کے نیچے پانی جاری کیا گیا اور اس میں مچھلیاں چھوڑ دی گئیں۔ شیشہ کی صفائی کی وجہ سے فرش کے اوپر سے پانی اور مچھلیاں صاف نظر آتی تھیں پھر حکم کے بموجب حضرت کی کرسی محل کے وسط میں رکھدی گئی اور مصاحبین کی کرسیاں بھی بچھا دی گئیں خود آپ بھی تشریف فرما ہو گئے ترتیب یہ تھی کہ حضرت کی کرسی کے قریب آدمیوں کی اس کے بعد جنات کی۔ اس کے بعد شیاطین کی نشست تھی۔ حضرت سلیمانؑ کی نشست کا یہی طریقہ ہوتا تھا؛ جب آپ کہیں سفر میں تشریف لے جانا چاہتے تو آپ اپنی کرسی پر اور مصاحبین اپنی اپنی کرسیوں پر بیٹھ جاتے تھے پھر آپ ہوا کو حکم دیتے تھے وہ سب کو اٹھا کر فضا میں لے جاتی تھی اور جب زمین پر چلنے کا قصد ہوتا تو حسب الحکم ہوا سب کو زمین پر لے آتی اور آپ زمین پر چلتے، حضرت سلیمانؑ کی مجلس ایسی ہی ہوتی تھی جیسی اُس زمانے میں بادشاہوں کی ہوتی تھی۔

الغرض جب مجلس کی نشست درست ہوئی تو حضرت سلیمان نے آصف برخیا کو بلقیس کے لانے کا حکم دیا۔ آصف نے دوبارہ سجدے میں گر کر دوبارہ اسم اعظم یَا حَیُّ یَا قَیُّوم پڑھ کر اللہ سے دعا مانگی، دعا کرتے ہی بلقیس سامنے آموجود ہوئیں بعض لوگ کہتے ہیں کہ اسم اعظم کا علم رکھنے والا حضرت سلیمانؑ کے اصطبل کا داروغہ خبہ بن اَدَ تھا بعض کہتے ہیں کہ حضرت خضرؑ ہیں۔

حضرت سلیمانؑ اور ملکۂ بلقیس کی ملاقات

حضرت سلیمانؑ نے بلقیس کو اپنے سامنے دیکھ کر فرمایا کہ یہ میرے رب کی مہربانی ہے وہ مجھے اس امر میں آزمانا چاہتا ہے کہ مجھے جو حکومت دی گئی ہے اس کا شکر ادا کرتا ہوں یا اپنے اس ماتحت کے علم کو دیکھ کر جو علم میں مجھ سے افضل ہے اس نعمت کی ناشکری کرتا ہوں۔ علم میں افضل سے اشارہ آصف برخیا کی طرف ہے، حقیقت یہ ہے کہ اگر کوئی شکر کرے گا تو اسی کو فائدہ ہوگا اور ناشکری کرے گا تو اس میں خدا کو کچھ نقصان نہیں ہے۔ وہ تو بے نیاز اور کریم ہے وہ سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا۔ جب جنات کو یہ خبر ہوئی کہ بلقیس آگئی ہیں۔ تو ان کو یہ خطرہ لاحق ہوا کہ کہیں حضرت سلیمانؑ بلقیس سے نکاح نہ کرلیں اگر ایسا ہو گیا تو بلقیس تو تمام جنات کے تمام واقعات حضرت سلیمانؑ کو بتا دے گی، چونکہ بلقیس کی ماں ایک پری تھی اس لئے اس کو جنات کے بارے میں تمام باتوں کا علم تھا، بلقیس کی ماں کا نام عمیرہ بنت عمر یا رواحہ بنت سکن تھا اور وہ جنات کی ملکہ تھی۔ اس لئے جنات اس کی عیب جوئی کرنے لگے تاکہ حضرت سلیمان اس سے نفور ہو جائیں پس وہ کہنے لگے؛ حضرت والا! بلقیس کوتاہ عقل ہے اور اس کے پاؤں گدھے کے سموں کی مانند ہیں

اور حقیقت بھی یہ تھی کہ بلقیس کے پاؤں کچھ تھے اور ان کی پنڈلیوں پر بال تھے۔ یہ سُن کر حضرت سلیمانؑ نے بلقیس کے عقل و فہم کا امتحان لینا چاہا اور ان کے پاؤں بھی دیکھنا چاہے اور اس کا انتظام یہ کیا تھا کہ شیش محل کے نیچے آپ نے پانی بھروا دیا تھا اور اس میں مینڈکیاں اور مچھلیاں چھوڑوا دی تھیں، بلقیس کی دانش کے امتحان کے لئے آپ نے ان کے تخت میں کچھ تبدیلیاں کر دی تھیں۔ اللہ تعالیٰ کے ارشاد نکروا لھا عرشھا (بلقیس کے تخت میں کچھ تبدیلیاں کر دو) کے یہی معنی ہیں۔

جب بلقیس محل تک پہنچ گئیں تو ان سے کہا گیا کہ محل کے اندر داخل ہوں۔ جب بلقیس نے محل کے اندر نظر ڈالی تو ان کو وہاں پانی کا گمان ہوا، ان کو ڈر ہوا کہ شاید مجھے ڈبونے کا انتظام کیا گیا ہے، اگر موت کا اور کوئی طریقہ ہوتا تو اچھا تھا یعنی سلیمان مجھے اور کسی طرح مار ڈالتے، بالآخر آگے بڑھنے کے لئے اپنی پنڈلیوں سے کپڑا اٹھایا تو ان کی دونوں پنڈلیوں پر بال نظر آئے باقی بدن کے لحاظ سے بلقیس بہت ہی حسین اور خوبرو تھیں۔ اور جو کچھ ان کے بارے میں کہا گیا تھا وہ ان عیوب سے بہت دور تھیں۔ کسی نے کہا کہ یہ شیش محل ہے اس میں غبار کا کوئی نشان نہیں ہے۔ یہ ایسا چکنا ہے جیسے اَمرد جس کے رخسار پر بال نہ ہوں۔ اس محل کی چھت، زمین اور دیواریں سب شیشہ کی ہیں، بلقیس حضرت سلیمانؑ کی طرف روانہ ہوئیں، حضرت سلیمانؑ ان کی پنڈلیوں پر بال دیکھ چکے تھے اور آپ کو وہ بھی بھلے لگے تھے۔ جب بلقیس حضرت سلیمانؑ کے سامنے پہنچیں تو بار بار اپنے تخت کو دیکھتی تھیں، ان سے دریافت کیا گیا کہ کیا تمھارا تخت بھی ایسا ہی ہے، انھوں نے تخت کو دیکھکر کچھ پہچانا کچھ نہیں پہچانا، وہ دل میں کہنے لگیں کہ وہ تخت یہاں کیسے پہنچ سکتا ہے وہ تو سات کمروں کے اندر بند ہے اور اس کی نگرانی پر چوکیدار بھی مقرر ہیں غرض کچھ پہچانا کچھ نہیں پہچانا کوئی قطعی فیصلہ نہ کر سکیں اور کہا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے گویا وہی ہے۔ حضرت سلیمانؑ نے کہا ہم کو اس سے پہلے ہی خبر دے دی گئی ہے اور ہم اس سے پہلے اللہ کے فرمانبردار بن گئے تھے (بلقیس اسلام لانے سے قبل مجوسی مذہب کی پیرو تھیں)، بلقیس کہنے لگیں میں نے خود اپنے اوپر ظلم کیا (یعنی میں نے خواہ مخواہ حضرت سلیمانؑ کے بارے میں بدگمانی کی کہ وہ مجھے ڈبونا چاہتے ہیں) یہ بھی مراد ہو سکتی ہے کہ میں نے آفتاب پرستی کرکے اپنے اوپر ظلم کیا اب میں سلیمان کے ساتھ اللہ کی فرمانبردار بنتی ہوں، یہ بھی مطلب ہو سکتا ہے کہ میں سلیمانؑ کے ساتھ رب العالمین کی خالص عبادت کروں گی۔ اس لئے میں مسلمان ہوتی ہوں۔ (یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ پہلے بلقیس کافرہ تھیں) حضرت سلیمانؑ نے اس کو اللہ کے سوا دوسرے کی عبادت سے روکا) پھر حضرت سلیمان نے ان سے نکاح کرلیا، ان کے (پنڈلیوں کے) بال صاف کرنے کے لئے نورآ تیار کرنے کا حکم دیا۔ جب نورا (چونے کا پوڈر) تیار ہوگیا تو حضرت سلیمان اور بلقیس نے اس کا استعمال کیا۔ حضرت سلیمانؑ ہی نورآ کے موجد تھے۔

حضرت سلیمان کی اولاد بلقیس کے بطن سے!

راوی کا بیان ہے کہ حضرت سلیمانؑ نے بہت سی باتیں بلقیس سے دریافت کیں اور اس طرح بہت سی باتیں بلقیس نے حضرت سلیمانؑ سے معلوم کیں (یعنی بہت دیر تک دونوں باہم گفتگو کرتے رہے)، پھر حضرت سلیمان نے بلقیس سے مباشرت کی اور ان کے بطن سے حضرت سلیمان کے ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام داؤد رکھا گیا لیکن وہ آپ کی حیات ہی میں مرگیا اس کے کچھ عرصہ بعد حضرت سلیمان کی وفات ہوگئی اس کے ایک ماہ بعد بلقیس کا بھی انتقال ہوگیا، ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت سلیمان نے شام کے ملک میں ایک گاؤں بلقیس کو دے دیا تھا۔ مرتے دم تک بلقیس اُس کا لگان لیتی رہیں اور اسی سے اپنا گذارہ کرتی رہیں، ایک روایت میں یوں بھی آیا ہے کہ مباشرت کے بعد حضرت سلیمان نے بلقیس کو ان کے

ملک سبا واپس کر دیا تھا اور وہ خود مہینے میں ایک بار بیت المقدس سے سوار ہو کر یمن پہنچ جاتے تھے[3]۔

بصائر

حضرت سلیمانؑ اور بلقیس کے قصہ سے عبرتیں حاصل ہوتی ہیں!

ہم نے اس مجلس میں حضرت سلیمانؑ کا پورا قصہ تفصیل کے ساتھ اس لئے پیش کر دیا ہے کہ اس میں عاقبت بیں، دانشمند مومن کے لئے بڑا سرمایۂ نصیحت پنہاں ہے جو گزشتہ نیکوں اور بدوں کی سیرت سے عبرت حاصل کرنا چاہتا ہے۔ سابقہ اُمتوں میں اللہ تعالیٰ کا اقتدار نافذ تھا، جو فرمان پذیر بندے تھے ان کو اس نے عزت عطا فرمائی اور نافرمانوں کو اپنے فرمانبرداروں کا مطیع بنا دیا۔ نافرمانوں کو خوار و ذلیل کیا اور ان کے اختیار کی باگ ڈور اپنے اطاعت کیشوں کے ہاتھ میں دے دی اور اپنے دوستوں اور محبّوں کو مخلوق کا مالک بنا دیا تو دانشمند مومن ان تمام باتوں سے نصیحت حاصل کرتا ہے۔ غور کرنے کا مقام ہے کہ حضرت سلیمانؑ نے اللہ کی اطاعت کی اور اللہ تعالیٰ نے ان کو بلقیس اور اس کے ملک (سبا) کا مالک بنا دیا جب کہ بلقیس کی سلطنت میں بارہ ہزار جنگجو سردار ایسے موجود تھے جن میں سے ہر ایک کی کمان میں ایک لاکھ فوج تھی اور حضرت سلیمان کی فوج کی کل تعداد ۴ لاکھ تھی، جس میں دو لاکھ جنات تھے اور دو لاکھ انسان۔ دیکھو دونوں فوجوں کی تعداد میں عظیم الشان فرق تھا۔ کہاں بارہ کروڑ فوج اور کہاں چار لاکھ! لیکن سلیمانؑ کو ان کی اطاعت گزاری کے باعث غالب و مالک اور کفر و عصیان کی وجہ سے بلقیس کو مغلوب و مملوک بنا دیا پس آدمی کو سمجھ لینا چاہیئے کہ اسلام ہمیشہ سربلند رہتا ہے سرنگوں نہیں ہوتا، اللہ تعالیٰ اہلِ ایمان پر کبھی کافروں کو مسلط نہیں کرے گا! اے مردِ مومن! اللہ تعالیٰ تجھے حضرت سلیمان کی طرح توفیق دے! اگر تو سلیمان کی طرح صاحب ایمان ہوگا تو دنیا میں دشمنوں سے محفوظ رہے گا اور آخرت میں جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ سے بچے گا، دوزخ تیرا خدمت گزار ہوگا۔ اور خادموں کی طرح تیرے آگے آگے چل کر تجھے (جنت کا) راستہ بتائے گا اور اپنے مولا کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے دوزخ تجھ سے بہت ہی نرم الفاظ میں کہے گا: اے مردِ مومن میرے اوپر سے گزر جا، تیرے (ایمان) کے نور نے میرے شعلوں کو ٹھنڈا کر دیا ہے، غرض یہ کہ تیری بڑی توقیر ہوگی اور تیرا چہرہ پر نور ہوگا، حُلّۂ شاہی تیرے جسم پر ہوگا اور عظمت و بزرگی کی نشانیاں تجھ سے نمایاں ہونگی۔ اس بنا پر خادموں اور غلاموں پر تمھاری توقیر و تعظیم اور خدمت فرض ہے اس کے برعکس کافروں اور نافرمانوں پر وہ آگ اپنا غیظ و غضب دکھائے گی جیسے کوئی غالب آنے والا دشمن اپنی کامیابی کے بعد مغلوب سے انتقام لیتا ہے، اسی طرح وہ تم سے بدلہ لے گی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

اِذَا رَاَتْھُمْ مِنْ مَّکَانٍ بَعِیْدٍ (جب وہ اسے (آتش جہنم) دور سے دیکھیں گے تو اس کے غیظ و غضب کی آواز سنیں گے۔)

لہٰذا اگر تم دنیا و آخرت میں عزت کے خواہاں ہو تو تم پر اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری لازمی اور نافرمانی سے اجتناب

---

[1] یہی روایت صحت سے زیادہ قریب ہے ورنہ ایک ملک کی ملکہ اور گزارہ کے لئے صرف ایک گاؤں! کیسے ممکن ہے۔

[2] صاحب غنیہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ۔ [3] یمن کیا پورے جزیرۃ العرب کی آبادی اتنی نہ تھی کہ اس سے بارہ کروڑ فوج تیار ہوتی، آج بھی ممالک عرب کی آبادی اتنی نہیں ہے۔

ضروری ہے، اللہ کی رحمت تم کو اسی وقت حاصل ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

وَمَن كَانَ يُرِيدُ الْعِزَّةَ فَلِلَّهِ الْعِزَّةُ جَمِيعًا ۝ — جو عزت چاہتا ہے سو وہ جان لے کہ تمام تر عزت اللہ ہی کی جانب سے ہے

نیز ارشاد فرمایا:۔ وَلِلَّهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَلَٰكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَعْلَمُونَ ۝ — عزت تو اللہ اس کے رسول اور مسلمانوں کے لئے ہے لیکن منافق نہیں جانتے۔

پس اے ایمان کا دعویٰ کرنے والے: تیرا نفاق اور اے اخلاص کے مدعی تیرا (عملی) شرک تیرے لئے اللہ تعالیٰ کی عزت اور اس کے برگزیدہ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) اور مومنینِ اخیار کی عزت کو دیکھنے میں مانع ہے اور ایک حجاب و پردہ ہے، ہاں اگر تو ایمان کے تقاضوں کے مطابق عمل پیرا ہوگا اور اخلاص کی شرائط کے مطابق یقین رکھے گا تو دنیا میں ہر دکھ اور ہر جنی و انسی شیطان سے اور آخرت میں (دوزخ کی) آگ کے عذاب سے محفوظ رہے گا، تجھے کامیابی اور تیرے دشمنوں کو خواری نصیب ہوگی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔ اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ ۝ اگر تم نے اللہ کی مدد کی تو وہ تمھاری مدد فرمائے گا اور تمھیں ثابت قدم رکھے گا)۔ ایک دوسری آیت میں ارشاد ہے کہ سُست و کمزور نہ بنو اور (ذلت اور شکست کے ساتھ) صلح کے خواہاں نہ ہو تم ہی غالب رہو گے اللہ تمھارے ساتھ ہے لیکن غفلت تمھارے دلوں پر چھا گئی ہے اور زنگ کی تہیں چڑھ گئی ہیں اس کے گرد سیاہی اور ظلمت پھیل گئی ہے۔ ہائے افسوس! ہائے ندامت! ایسے دل والوں کے لئے جس دن قیامت میں بھید کھل جائیں گے، وہ دن واقع ہونا حق ہے، بڑی مصیبت کا دن ہوگا، تمھاری کوئی چھپی بات چھپی نہیں رہے گی اس روز لوگ پراگندہ و پریشان ہو کر قبروں سے نکلیں گے تاکہ ان کو ان کے اعمال دکھائے جائیں پس جس نے ذرّہ بھر نیکی کی ہے وہ اسے دیکھ لیگا اور جس نے ذرّہ بھر بدی کی ہے وہ اسے دیکھ لیگا۔ کہا گیا ہے کہ چار ذرّے مل کر رائی کے دانے کے برابر ہوتے ہیں۔ بعض کا قول ہے کہ ایک ذرّہ اس سُرخ چیونٹی کے برابر ہوتا ہے جو بمشکل غور کرنے پر نظر آتی ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عباس (رضی اللہ عنہما) نے فرمایا کہ جب تم اپنا ہاتھ زمین پر رکھ کر اٹھاؤ تو ہتھیلی میں جو مٹی لگ جائے وہی ذرّہ ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ ذرّہ جَو کے ہزارویں حصّہ کا نام ہے، بعض کہتے ہیں کہ ذرّہ غبار کے اس حصّے کو کہتے ہیں جو شعاع خورشید سے سوئی کے ناکہ کی طرح چمکتا ہے۔ پس کتنا ہیبت ناک ہوگا وہ دن جس میں ایسے ہلکے وزن والے اعمال (یعنی ذرّوں کے برابر اعمال بھی) تولے جائیں گے، اسی دن کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

"اس روز ہم پرہیز گاروں کو مہمان کے طور پر رحمٰن کی طرف لے جانے کا حکم دیں گے
اور مجرموں کو سخت پیاس کی حالت میں جہنم کی طرف ہنکائیں گے"

اس وقت پردہ ہٹ جائے گا، پوشیدہ باتیں عیاں ہو جائیں گی، مومن اور کافر، صدیق و منافق، موحد و مشرک، دوست دشمن، واقعی حقدار اور جھوٹے دعویدار میں امتیاز ہوگا (الگ الگ کر دیا جائے گا)

اے ناتواں انسان! اس دن کی ہیبت سے ڈر اور غور کر کہ تو ان دو گروہوں میں سے کس گروہ میں شامل ہوگا! اگر تو نے بزرگ و برتر معبود کے لئے اعمال کئے ہیں اور اپنے عمل میں خدائے علیم و خبیر سے خوف کھایا ہے اور عمل کو ان تمام چیزوں سے پاک رکھا ہے جو پرکھنے والے بصیرت رکھنے والے رب کی نظر میں بُری اور ناپسند ہیں۔ تو تو اس گروہ میں شامل ہوگا جو قیامت کے دن اس کا مہمان ہوگا۔ تجھے عزت اور سلامتی حاصل ہوگی اور بشارت تیرے لئے موجود ہوگی اور اگر تیرا عمل اس کے برعکس ہے تو پھر یقیناً تو

گروہ کے ساتھ ہوگا۔ اور ان ہلاک ہونے والوں کے ساتھ ہوگا جو دوزخ میں فرعون و ہامان اور قارون کے ساتھ ہلاک کئے جائیں گے

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا ○

جو شخص یہ اُمید رکھتا ہو کہ اپنے پروردگار سے ملاقات کرے پس (اس سے کہدو کہ) نیک عمل کرے اور اللہ کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
کی فضیلت!

فضائل حضرت جابرؓ بن عبداللہ سے مروی ہے کہ جب بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نازل ہوئی تو بادل اور مشرق کی طرف بھاگتی ہوئی ہوائیں ٹھہر گئیں، سمندروں میں تموج ہوا، جانوروں نے سننے کے لئے کان لگا دیئے اور شیطانوں پر آسمان سے انگاروں کی مار پڑی، اللہ تعالیٰ نے اپنے عزت و جلال کی قسم کھائی کہ جس بیمار پر اس کا نام لیا جائے گا وہ اس کو ضرور شفاء دے گا اور جس چیز پر اس کو پڑھا جائے گا اس میں برکت عطا فرمائے گا اور جو شخص بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھے گا وہ جنت میں جائے گا۔

ابو وائلؒ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ جو شخص چاہتا ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ دوزخ کے انیس فرشتوں سے بچائے تو وہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھے اس کے حروف ۱۹ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر حرف کو عذاب کے ایک فرشتے کے لئے بنائے گا۔ حضرت ابن عباسؓ نے بقول طاؤسؒ فرمایا ہے کہ حضرت عثمانؓ ابن عفان نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے متعلق دریافت فرمایا، حضور نے ارشاد فرمایا کہ یہ اللہ کے ناموں میں سے ایک نام ہے، اللہ کے اسم اعظم اور اس اسم میں ایسا ہی تعلق و اتصال ہے جیسے آنکھ کی سفیدی اور سیاہی میں۔

حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، جس شخص نے زمین سے ایسا کاغذ جس پر بسم اللہ تحریر تھی اللہ تعالیٰ کے نام کی تعظیم کرتے ہوئے اس ڈر سے اٹھالیا کہ پامال نہ ہو تو اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کا نام صدیقین کی فہرست میں لکھ دیا جاتا ہے۔ اور اس کے والدین کا خواہ وہ مشرک ہی کیوں نہ ہوں عذاب ہلکا کر دیا جاتا ہے

روایت ہے کہ تین مرتبہ شیطان اس طرح چیخ چیخ کر رویا کہ ایسا کبھی نہیں رویا۔ ایک تو اس وقت جب اس کو مردود و ملعون بنا کر عالم ملائکہ سے خارج کر دیا گیا، دوسرے سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مبارک کے موقع پر، تیسرے اس وقت جب سورۃ فاتحہ نازل کی گئی جس میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم موجود ہے۔ سالم بن الجعدؓ کے قول کے مطابق حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہٗ نے فرمایا کہ جب بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ نازل ہوئی تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "سب سے پہلے جب یہ آیت حضرت آدم علیہ السلام پر نازل ہوئی تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ میری نسل جب تک اس کی تلاوت کرتی رہے گی عذاب سے محفوظ رہے گی، اس کے بعد اسے اٹھا لیا گیا پھر وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر نازل ہوئی تو انھوں نے

اس کو اس وقت پڑھا جب وہ (آگ میں پھینکے جاتے وقت) منجنیق کے پڑے میں تھے اور (اس کی برکت سے) اللہ تعالیٰ نے آگ کو سلامتی کے ساتھ ٹھنڈا کر دیا، پھر اُسے اٹھا لیا گیا، پھر وہ حضرت سلیمان علیہ السلام تک کسی پر نازل نہ ہوئی، جب حضرت سلیمان علیہ السلام پر نازل ہوئی تو فرشتوں نے کہا کہ اے سلیمانؑ بخدا آپ کی حکومت تمام ہوگئی پھر وہ اٹھالی گئی اب اللہ تعالیٰ نے اُسے مجھ پر نازل فرمایا ہے، میری اُمت قیامت کے دن اس حال میں آئے گی کہ وہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھتے ہونگے اور جب ان کے اعمال میزان میں تولے جائیں گے تو ان کی نیکیاں وزنی ہو جائیں گی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ اس (بسم اللہ) کو اپنی کتابوں اور خطوں میں لکھو اور جب تحریر کرو تو اس کو زبان سے بھی پڑھو۔

بسم اللہ کی فضیلت کے بارے میں مزید وضاحت و تصریح

حضرت عکرمہؓ سے مروی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے لوح و قلم کو پیدا کیا تو سب سے پہلے قلم کو حکم دیا کہ لکھ، قلم لوح پر چلا اور اس پر وہ سب کچھ لکھ دیا جو قیامت تک ہونے والا ہے، قلم نے لوح پر سب سے پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم تحریر کیا جب تک لوگ اس آیت کی تلاوت کرتے رہیں گے، اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے امان مقرر فرما دی ہے۔

بسم اللہ کا نزول

ساتوں آسمان والے، بلند مرتبہ رکھنے والے، بزرگی والے، پردوں والے، اور صف بستہ مقرب فرشتے (سب کے سب) اور اللہ تعالیٰ کی تسبیح پڑھنے والے (کروبیان) اس کو پڑھتے ہیں۔ یہ سب سے پہلی آیت ہے جو حضرت آدم علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی، انھوں نے ارشاد فرمایا تھا کہ (اس کی برکت سے) میری اولاد عذاب سے محفوظ رہے گی جب تک وہ اس کا وِرد کرتی رہے گی۔ پھر حضرت ابراہیم خلیل اللہؑ پر یہ سورت نازل ہوئی اور انھوں نے اس کی تلاوت اس وقت فرمائی جب وہ منجنیق کے پلڑے میں بیٹھے تھے (آگ میں پھینکے جا رہے تھے) اور اللہ تعالیٰ نے ان پر آگ کو سلامتی کے ساتھ سرد فرما دیا، اس کے بعد اس کو اٹھا لیا گیا پھر موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی اس کی برکت سے وہ فرعون اور اس کے جادوگروں پر، ہامان اور اس کے لشکر، قارون اور اس کے پیروؤں پر غالب آئے اس کے بعد اس کو پھر اٹھا لیا گیا پھر وہ چوتھی بار حضرت سلیمان پر نازل ہوئی اس وقت ملائکہ نے کہا: بخدا آج آپ کی سلطنت کامل ہوگئی چنانچہ جس چیز پر حضرت سلیمانؑ بسم اللہ پڑھتے وہ ان کی تابع فرمان بن جاتی۔

جس روز حضرت سلیمانؑ پر بسم اللہ اتاری گئی تھی اللہ نے سلیمان علیہ السلام کو حکم دیا تھا کہ بنی اسرائیل کے تمام لوگوں میں منادی کرادو کہ جو شخص اللہ کی امان کی آیت سننا چاہتا ہو وہ حضرت داؤد کے ہیکل (محرابِ داؤد) میں سلیمانؑ کے پاس آجائے وہ وعظ کہنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ ہر وہ شخص جو اللہ کی عبادت کا شوق رکھتا تھا ان کی خدمت میں دوڑتا ہوا حاضر ہوا۔ چنانچہ تمام احبار بنی اسرائیل اور زہاد و عباد، بنی اسرائیل کے تمام قبائل اور گروہ محراب داؤد میں حاضر ہوگئے (کوئی عابد و زاہد باقی نہ رہا) اس وقت حضرت سلیمانؑ اٹھے اور منبر ابراہیم علیہ السلام پر تشریف لے گئے اور ان کے سامنے آیت امان" بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" تلاوت کی جس نے بھی اس کو سنا وہ خوشی سے جھوم اٹھا، سب نے یک زبان ہو کر کہا کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ

اللہ کے رسول برحق ہیں غرضیکہ اس آیت کریمہ کے ذریعہ حضرت سلیمانؑ روئے زمین کے سلاطین پر غالب آئے اور اسی کے ذریعے سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ فتح کروا دیا ::

حضرت سلیمان کے بعد اس آیت کو پھر اٹھا لیا گیا، اس کے بعد جب حضرت عیسیٰؑ ابن مریم پر نازل کیگئی تو وہ بہت خوش ہوئے اور آپ نے اپنے حواریوں کو اس کی خوش خبری سنائی، اللہ تعالیٰ نے ان پر وحی نازل فرمائی! اے کنواری مریم (بتول) کے فرزند!! تم جانتے ہو کہ کونسی آیت تم پر نازل کیگئی ہے، یہ آیت امان ہے یعنی یہ فرمان باری بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہے اس کو تم کھڑے، بیٹھے، لیٹے، آتے جاتے، چڑھتے اترتے ہر حال میں کثرت سے پڑھا کرو کیوں کہ جو شخص اس کا ورد رکھے گا وہ قیامت کے دن اس حال میں اٹھے گا کہ اس کے نامۂ اعمال میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم آٹھ درجہ درج ہوگا اور وہ شخص مجھ پر ایمان لانے والا اور میری ربوبیت کا اقرار کرنے والا ہوگا میں اس کو دوزخ سے آزاد کر کے جنت میں داخل کردوں گا۔ لہٰذا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو اپنی .. قرآت اور اپنی نماز کے شروع میں پڑھنا چاہیئے کیونکہ جس نے اپنی قرآت اور اپنی نماز کے شروع میں اس کو پڑھا تو جب وہ مرے گا تو اس کو منکر نکیر کا کچھ خوف نہ ہوگا۔ اس پر موت کی سختی اور فشارِ قبر آسان ہو جائے گا اور میری رحمت اس کے شامل حال ہوگی میں اس کے لئے قبر کو کشادہ اور تاحدِ نظر روشن کردوں گا، میں اس کو قبر سے اس حال میں نکالوں گا کہ اس کا بدن گورا اور چہرہ ایسا نورانی ہوگا کہ وہ چمکتا ہوگا، میں اس سے بہت نرم حساب لوں گا، اس کی نیکیوں کو وزنی کردوں گا اور صراط پر اس کو نور کامل عطا کردوں گا یہاں تک کہ وہ جنت میں داخل ہو جائے گا اور میدان حشر میں منادی سے ندا کراؤں گا کہ وہ سعید اور مغفور ہے،، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا اے اللہ! اے میرے رب!! کیا یہ (انعام) میرے لئے خاص ہے، ارشاد ہوا تمھارے لئے بھی اور ان لوگوں کے لئے بھی جو تمھارے پیرو ہیں اور تمھارے طریقہ پر چلیں گے، تمھارے بعد احمد (مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کی اُمت کے لئے بھی (یہ انعام) خاص ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس کی اطلاع اپنے پیرووں کو دی اور ان کو بشارت دیتے ہوئے فرمایا" میرے بعد ایک پیغمبر آئیں گے جن کا نام احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے ان کے اوصاف اور کمالات ایسے ایسے ہیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے تابعین اور پیرووں سے حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ایمان لانے کا پختہ عہد لیا اور جب اللہ تعالیٰ آپ کو آسمان کی طرف اٹھانے لگا تو آپ نے اپنے اصحاب (حوارین) سے اس عہد کو تازہ کیا (اس عہد کی تجدید کی) چنانچہ جب تمام حوارین اور آپ کے متبعین گزر گئے اور ان کے بعد دوسرے لوگ آئے تو خود بھی گمراہ ہو گئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کر دیا اور دین کو بدل کر دنیا کو لے لیا، اس وقت یہ آیت امان نصاریٰ کے سینوں سے اٹھالی گئی۔ صرف اُن چند لوگوں کے دلوں میں باقی رہ گئی جو انجیل کے پیرووں میں صاحب اسلام تھے جیسے بحیرا راہب وغیرہ اس کے بعد جب اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور مکہ میں سورۃ فاتحہ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ اتاری گئی تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ قرآن کریم کی سورتوں، خطوط اور کتابوں کے شروع میں لکھی جائے اس آیت کا نزول رسولِ خدا کے لئے عظیم فتح و کامرانی کا باعث ہوا۔ ربُ العزت نے اپنی عزت کی قسم کھا کر فرمایا کہ جو مسلمان، صاحب یقین اپنے کسی کام کو شروع کرنے سے پہلے اس کو پڑھ لے گا میں اس میں ضرور برکت پیدا کروں گا اور جب بھی کوئی مسلمان اس کو پڑھتا ہے تو جنت اس سے کہتی ہے" لبیک وسعدیک " الٰہی اپنے اس بندے کو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے صدقہ میں جنت میں داخل فرمادے اور جنت کسی بندے کے حق میں دعا کرے تو اس کا

جنت میں جانا ضروری ہو جاتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایسی کوئی دُعا رَد نہیں ہوتی جس کے آغاز میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہو، آپ نے فرمایا قیامت کے دن بلاشبہ میری اُمت بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہتی ہوئی آگے بڑھے گی اور میزان میں اس کی نیکیاں وزنی ہو جائیں گی اس وقت دوسری اُمتیں کہیں گی کہ امت محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ترازوؤں میں کسقدر وزنی اعمال ہیں، انبیاء ان کے جواب میں کہیں گے کہ اُمتِ محمدیہ کے کلام کا آغاز اللہ تعالیٰ کے تین ایسے ناموں سے ہے کہ اگر اُن کو ترازو کے ایک پلّے میں رکھ دیا جائے اور تمام مخلوق کی برائیاں (گناہ) دوسرے پلّہ میں رکھدیئے جائیں تب بھی یقیناً نیکیاں ہی بھاری ہوں گی۔

حضور نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ کو ہر مرض کی شفا ہر دوا کا مددگار (شفا) ہر فقیر کے لئے تونگری آتش دوزخ سے، پردۂ زمین میں دھنسنے سے امان، صورت مسخ ہونے اور سختی میں پڑنے سے محفوظ رہنے کا ذریعہ بنایا ہے جب تک لوگ اس کی تلاوت کرتے رہیں گے۔

بسم اللہ کی تفسیر عطیہ عوفی نے ابوسعید خدری سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے کہا "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کو ان کی والدہ ماجدہ (حضرت مریم) نے استاد کے پاس تحصیل علم کے لئے بھیجا تو استاد نے ان سے کہا پڑھئے" بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" حضرت عیسیٰ نے فرمایا آپ کو معلوم ہے یہ کیا ہے؟ استاد نے جواب دیا کہ مجھے نہیں معلوم! آپ نے فرمایا کہ ب تو اللہ کی روشنی، س، اس کی بلندی اور م، اس کی مملکت ہے۔

حضرت ابو بکر وراق نے فرمایا کہ بسم اللہ، جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اس کے ہر حرف کی تفسیر الگ الگ ہے چنانچہ بَا کے چھ معنی ہیں۔ ایک باری کے معنی، یعنی عرش سے تحت الثریٰ تک اللہ ہر چیز کا خالق ہے۔ اور اس کا ثبوت اللہ کا یہ ارشاد ہے ھُوَ اللہُ الخَالِقُ البَارِئُ (۲) بصیر کے معنی میں اللہ عرش سے زمین تک تمام مخلوق کا دیکھنے والا ہے؛ وَاللہُ بَصِیرٌ بِمَا تَعمَلُونَ۔ (۳) باسط کے معنی میں استعمال ہوا ہے یعنی اللہ عرش سے فرش تک مخلوق کے رزق میں کشادگی کرنے والا ہے، ارشاد ہے اِنَّ اللہَ یَبسُطُ الرِّزقَ لِمَن یَّشَآءُ (۴) باقی کے معنی میں مستعمل ہے یعنی عرش سے زمین تک تمام مخلوق فنا ہو جائے گی اور صرف اللہ باقی رہنے والا ہے۔ کُلُّ مَن عَلَیھَا فَانٍ وَّیَبقٰی وَجہُ رَبِّکَ ذُو الجَلَالِ وَالاِکرَامِ ٥ (۵) بَاعِثُ کے معنی میں استعمال کیا ہے یعنی عرش سے فرش تک ہر مخلوق کو مرنے کے بعد عذاب و ثواب (حساب کتاب) کے لئے اٹھانے والا ہے جیسا کہ ارشاد فرمایا اِنَّ اللہَ یَبعَثُ مَن فِی القُبُورِ ٥ (۶) بَرٌّ کے معنی ہیں یعنی وہ عرش سے فرش تک تمام مومنوں کے ساتھ احسان کرنے والا ہے: ھُوَ البَرُّ الرَّحِیمُ ٥

س کی پانچ صورتیں (یعنی سین سے اللہ تعالیٰ کے پانچ اسماء کی طرف مثل "با" کے اشارہ ہے) (۱) سَمِیعٌ کی طرف یعنی عرش سے فرش تک اپنی تمام مخلوق کی آواز سننے والا ہے جیسا کہ ارشاد فرمایا ہے: اَم یَحسَبُونَ اَنَّا لَا نَسمَعُ سِرَّھُم وَنَجوٰھُم (کیا وہ یہ گمان رکھتے ہیں کہ ہم ان کی آہستہ اور پوشیدہ بات کو نہیں سنتے) دوسرے سَیِّد کے معنی میں یعنی عرش سے فرش تک اللہ تعالیٰ کی سرداری ہے اس کا ثبوت اَللہُ الصَّمَدُ میں موجود ہے۔ تیسرے معنی ہیں سریع الحساب کے معنی عرش سے تحت الثریٰ تک تمام مخلوق کا محاسبہ اللہ تعالیٰ جلد کرنے والا ہے جس کا ثبوت" وَاللہُ سَرِیعُ الحِسَابِ" ہے۔ چوتھے معنی ہیں سَلَامٌ کے یعنی عرش سے

فرش تک اس نے اپنی تمام مخلوق کو سلامتی عطا فرمائی ہے اور اس کا ثبوت اَلسَّلَامُ اَلْمُؤْمِنُ بھی ہے۔ پانچویں معنی ساتر کے ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے گناہوں پر پردہ ڈالنے والا ہے۔ جیسا کہ اس کا ارشاد ہے غَافِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ ہ اس میں لفظ غافر کے معنی ہیں ساتر یعنی پردہ ڈالنے والا۔

"م" کی بارہ صورتیں ہیں، میم سے اللہ تعالیٰ کے بارہ اسمائے حسنیٰ کی جانب اشارہ ہے، اوّل مَلِكُ الْخَلْقِ مخلوق کا بادشاہ یا حاکم جس کی وضاحت اَلْمَلِكُ الْقُدُّوسُ میں موجود ہے۔ دوم مَالِكُ الْخَلْقِ۔ مخلوق کا مالک جس کی وضاحت مَالِكُ الْمُلْكِ۔ میں کی گئی ہے۔ سوم مَنَّانٌ عَلَى الْخَلْقِ۔ مخلوق پر احسان کرنے والا، اس کی تشریح بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ میں موجود ہے۔ چہارم مَجِيْدٌ یعنی اللہ بزرگی اور مجد وعلا والا ہے اس کی وضاحت ذُوالْعَرْشِ الْمَجِيْدُ سے فرمائی گئی۔ پنجم مُؤْمِنٌ کا اشارہ ہے یعنی عرش سے فرش تک اپنی مخلوق کو امن و امان دینے والا جیسا کہ ارشاد فرمایا وَ اٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ۔ ششم مُهَيْمِنٌ یعنی عرش سے فرش تک اپنی مخلوق سے آگاہی رکھنے والا۔ ارشاد ہوا ہے۔ اَلْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ۔ ہفتم مُقْتَدِرٌ یعنی عرش سے فرش تک اپنی مخلوق پر قدرت رکھنے والا جیسا کہ ارشاد فرمایا فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ[۱]۔ ہشتم مُقِيْتٌ کی طرف اشارہ ہے یعنی عرش سے فرش تک اپنی مخلوق کی نگہبانی کرنے والا، ارشادِ ربانی اس کی وضاحت میں موجود ہے۔ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقِيْتًا[۲]۔ نہم مُكْرِمٌ یعنی سارے عالم میں اپنے دوستوں کو عزت دینے والا، جس کی وضاحت وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْ اٰدَمَ[۳]۔ دہم مُنْعِمٌ یعنی کل جہان کو نعمت دینے والا ارشاد فرماتا ہے وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً[۴]۔ یازدہم مُفَضِّلٌ۔ کی طرف اشارہ ہے یعنی عرش سے فرش تک اپنی مخلوق پر مہربانی کرنے والا ارشاد فرمایا ہے اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ[۵] - دوازدہم، مُصَوِّرٌ کی طرف اشارہ ہے یعنی مخلوق کا صورت گر۔ اس آیت میں اس کی وضاحت موجود ہے۔ اَلْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ۔

اہلِ معرفت حقیقت کا ارشاد ہے کہ قرآن مجید کو بسم اللہ سے شروع کرنے کا مقصد یہ ہے کہ انسان اپنے تمام افعال و اعمال کی ابتدا اللہ کے نام سے کرے اور اس نام پاک سے برکت حاصل کرے۔ اور اسی کی ترغیب اس کا مقصود اعلیٰ ہے۔

لفظ اللہ کے معنی میں مختلف اقوال

اسم اللہ کے معنی اور اس کی تنقیح و تصریح میں علما کا اختلاف ہے چنانچہ خلیل بن احمد اور علمائے عرب کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ اللہ، خدائے بزرگ و برتر کا ایسا نام ہے جس میں اس کوئی ترکیب نہیں ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِيًّا (کیا اس کا کوئی ہم نام تم کو معلوم ہے؟) اس سے خلیل کا مطلب یہ ہے کہ اسم اللہ کے علاوہ اللہ کے دوسرے نام مشترک ہیں۔ اللہ تعالیٰ پر ان ناموں کا اطلاق حقیقی ہوتا ہے اور دوسروں پر بطور مجاز مگر لفظ اللہ مشترک ہی نہیں ہے بطور مجاز بھی اس کا اطلاق کسی اور پر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس کے اندر ہمہ گیر مالکیت کا مفہوم پنہاں ہے باقی تمام معانی اس کے تحت ہیں۔

اگر اللہ کا الف حذف کردیں تو لِلّٰہ رہ جاتا ہے اب اگر پہلے لام کو بھی حذف کردیں تو "لہٗ" رہ جاتا ہے پھر دوسرا لام بھی گرا دیا جائے تو "ھو" رہ جاتا ہے بعض علما لفظ اللہ کو علم نہیں کہتے بلکہ اس کو علم مشتق کہتے ہیں۔ اللہ کو اسم مشتق تسلیم

---

[۱] صدق کی نشست میں قدرت والے بادشاہ کے پاس۔ [۲] اور اللہ ہر چیز کا نگہبان ہے۔ [۳] اور تحقیق ہم نے انسان کو شرف بخشا
[۴] اور اس نے ظاہری و باطنی نعمتوں کو تم پر کامل کردیا۔ [۵] بیشک اللہ لوگوں پر مہربان ہے۔

کرنے کے بعد اس کے ماخذ و اشتقاق کے تعین میں بھی علماء کے مختلف اقوال ہیں۔ چنانچہ نضر بن شمیل کا قول ہے کہ لفظ اللہ تألّہ سے بنا ہے جس کے معنی بندگی اور عبادت کے ہیں اَلَہَ اِلٰھَۃً (باب فتح سے) استعمال ہوتا ہے جیسے عَبَدَ عِبَادَۃً (اس نے عبادت کرنے کے طریقے سے عبادت کی) بعض علماء کہتے ہیں کہ یہ لفظ "اَلِہَ" سے مشتق ہے جس کے معنی اعتماد کرنے کے ہیں جیسا کہ کہتے ہیں اَلِہْتُ اِلیٰ فُلَانٍ اَلِہاً (میں نے فلاں شخص پر بھروسہ کیا) اس صورت سے اللہ کو اِلٰہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ مصائب اور اغراض کے تحت بندے گھبرا کر "اللہ" کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اس کے سامنے تضرع و زاری کرتے ہیں اللہ ان کو پناہ دیتا ہے پس اِلٰہ کے معنی ہوئے وہ ذات جس کی پناہ لی جائے (جس طرح امام اس کو کہتے ہیں جس کی لوگ پیروی کریں) بندے نفع و نقصان میں ناچار و مجبور ہو کر اسی کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

ابو عمرو بن علا کا قول ہے کہ لفظ "اِلٰہ" "اَلِہتُ فی الشّیءِ" سے مشتق ہے یعنی جب بندہ حیران و پریشان ہوتا ہے اور جب کوئی راہ نہیں پاتا تو وہ اس کو اس نام سے پکارتا ہے، تمام انسانی عقول اللہ تعالیٰ کی عظمت و اوصاف کی کُنہ اور حقیقت کی معرفت میں حیران ہیں پس اس کا نام اِلٰہ یعنی حیرت میں ڈالنے والا قرار پایا جس طرح مکتوب کے لئے کاتب اور محسوب کے لئے حساب نام رکھا گیا یعنی کتاب بمعنی مکتوب اور حساب بمعنی محسوب!!

مبرد (نحوی) کہتے ہیں کہ یہ لفظ اَلِہْتُ سے مشتق ہے عرب کہتے ہیں اَلِہْتُ اِلیٰ فُلَانٍ یعنی میں نے فلاں شخص کے پاس آرام و سکون حاصل کیا، چنانچہ مخلوق کو بھی اللہ کی یاد سے آرام اور سکون حاصل ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ (آگاہ ہو کہ اللہ کے ذکر سے لوگ چین اور آرام پاتے ہیں)۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اِلٰہ کی اصل وَلَہ سے مشتق ہے۔ اور اس کا اصل مادّہ وَلَہٌ ہے جس کے معنی ہیں "کسی عزیز کے نہ ملنے سے ہوش و حواس کا غائب ہو جانا یا عقل سے عاجز رہنا"، چونکہ اللہ کی یاد کے وقت شوق کی شدت، محبت کے غلبہ اور دلی بیقراری کے باعث ہوش و حواس جاتے رہتے ہیں، عقل عاجز رہ جاتی ہے پس اس میں گم ہونے کی بنا پر اس کا یہ نام رکھا گیا، بعض نے کہا ہے کہ اس کا اصل مادّہ لَوْہٌ ہے (اس کی اصل صرف لاہٌ تھی) اور وَلْہٌ کے معنی ہیں پردہ میں چھپ کر آنے والا چونکہ اہل عرب جب کسی چیز کو پہچانتے ہوں پھر وہ نظروں سے اوجھل ہو جائے تو اس وقت لَاہٌ بولتے ہیں چنانچہ جب عروس نو پردے میں چلی جاتی تو اس وقت وہ کہتے ہیں "لاھت العروس تلوہ لوھاً" چونکہ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت دلائل و شواہد کے ساتھ ظاہر ہے اور باعتبار کیفیت، اوہام سے وہ پردہ میں چھپا ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں اِلٰہٌ کے معنی ہیں بلند و برتر لَاہَ ارض، بلند ہو گیا اسی معنی کے اعتبار سے سورج کو اِلٰہَۃٌ کہا گیا ہے۔ بعض علماء اس بات کے قائل ہیں کہ اِلٰہٌ کے معنی ہیں ایجاد کی قدرت رکھنے والا، بعض نے اس کے معنی "سردار" بیان کئے ہیں۔

اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کے معنی میں بعض علماء کا یہ خیال ہے کہ یہ دونوں الفاظ ہم معانی ہیں یعنی رحمت، رحمٰن اور رحیم دونوں صفات ذاتیہ ہیں گویا رحمت صفت ذاتی ہے، بعض علماء کہتے ہیں کہ رحمت کے معنی مستحق عذاب کو عذاب نہ دینا اور جو مستحق خیر نہ ہو اس کے ساتھ بھلائی کرنے کے ہیں اس لحاظ سے یہ دونوں اسماء صفات فعل میں سے ہیں یعنی صفت فعلیہ (صفت مشبّہ) بعض علماء نے دونوں میں فرق بیان کیا ہے چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ الرحمٰن مبالغہ کا صیغہ ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ اس کی رحمت ہر چیز کو

ے میں اس بات میں بھروسہ ہو گیا۔

اپنے اندر سمائے ہوئے ہے اور رحیم کا درجہ رحمٰن سے (معناً) کم ہے۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ الرحمٰن کے معنی اپنی تمام مخلوق پر مہربانی کرنے والے کے ہیں خواہ وہ مخلوق مومن ہو یا کافر، خواہ نیک ہو یا بدکار، رحمتِ مہربانی یہ ہے کہ وہ سب ہی کو روزی دیتا ہے' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔ وَرَحۡمَتِیۡ وَسِعَتۡ کُلَّ شَیۡءٍ۔ (میری رحمت ہر شئی کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے) اور الرَّحیم کے معنی ہیں کہ وہ خاص مومنوں پر رحم کرنے والا ہے (چنانچہ دنیا میں ہدایت و توفیق اور آخرت میں جنت اور دیدار کے انعامات مومنوں کے لئے مخصوص ہیں) اس لحاظ سے رحمٰن کا لفظ خاص ہے اور معنی عام اور رحیم کا لفظ عام ہے اور معنی خاص۔ لفظ رحمٰن کا اطلاق اللہ کے سوا کسی اور پر نہیں ہو سکتا اس لئے یہ لفظ خاص ہے اور چونکہ تمام مخلوق کو اللہ ہی نے پیدا کیا ہے اور وہی اس کو رزق دیتا ہے' وہی ہر قسم کے نفع و نقصان کا مالک ہے اور اس کی رحمت تمام موجودات کے شامل حال ہے پس معنی کی اس ہمہ گیری کے باعث اس کو رحمٰن کہتے ہیں لیکن لفظ رحیم مشترک ہے، یعنی دوسروں پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے اس لئے یہ لفظ عام ہے لیکن اس کے معنی مخصوص ہیں یعنی خاص مہربانی اور ہدایت کی توفیق پس معنی کے لحاظ سے یہ خاص ہوا۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ یہ دونوں اسماء (رحمٰن و رحیم) دقیق ہیں اور ایک دوسرے سے دقیق تر!! مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ دنیا والوں پر مہربانی فرمانے کے لحاظ سے وہ رحمٰن ہے اور آخرت والوں پر (کرم و راحت فرمانے کے باعث) رحیم ہے۔ دعا میں یا رحمٰن الدنیا اور یا رحیم الآخرۃ کہا گیا ہے۔ ضحاکؒ کہتے ہیں۔ اللہ آسمان والوں پر رحمٰن ہے ان کو آسمانوں میں رکھا اور اطاعت کو ان کی گردن کا طوق بنا دیا گناہوں سے ان کو محفوظ رکھا اور تمام دنیاوی لذتوں اور کھانے پینے سے ان کو دور رکھا، وہ الرحیم زمین والوں پر ہے کہ ان کے پاس (ہدایت کے لئے) پیغمبروں کو بھیجا اور کتابیں اتاریں۔

عکرمہؒ کا قول ہے کہ اللہ الرحمٰن ہے ایک ہی ہمہ گیر رحمت کے ساتھ اور رحیم سو متفرق رحمتوں کے ساتھ ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نے ارشاد فرمایا کہ اللہ عزوجل کی سو رحمتیں ہیں، اُن میں سے ایک رحمت (بلاشبہ) اس نے زمین پر بھیجی اور اسے اپنی تمام مخلوق میں تقسیم فرمایا اسی ایک رحمت کے باعث وہ ایک دوسرے پر مہربانی اور شفقت کرتے ہیں اور رحمت کے باقی ننانوے حصے اپنی ذات کے لئے مخصوص فرمائے جس سے وہ قیامت کے دن اپنے بندوں پر رحم فرمائے گا۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی اس ایک رحمت کو اپنی باقی ننانوے (حصے) رحمتوں کے ساتھ ملانے والا ہے اور اس طرح اپنی سو رحمتیں پوری کرکے قیامت کے دن اُن کے ذریعے اپنے بندوں پر رحم فرمائے گا۔ رحمٰن وہ ہے کہ جب اس سے کوئی مانگے وہ عطا فرمائے اور رحیم وہ ہے جب اس سے نہ مانگا جائے تو غضب فرمائے۔ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی حدیث میں ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا' جو اللہ تعالیٰ سے نہیں مانگتا وہ اس پر غضب فرماتا ہے' کسی شاعر کا قول ہے۔ اَللّٰہُ یَغۡضِبُ اِنۡ تَرَکۡتَ سُؤَالَہٗ وَبُنَیَّ اٰدَمَ حِیۡنَ یُسۡئَلُ یَغۡضَبُ

الرحمٰن وہ ہے جو نعمتوں کے ساتھ مہربانی فرماتا ہے' اللہ رحیم ہے جس نے تکالیف کو روکا اور دفع فرمایا' اللہ رحمٰن ہے اس نے دوزخ سے بچایا۔ اللہ کا ارشاد ہے وَکُنۡتُمۡ عَلٰی شَفَا حُفۡرَۃٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنۡقَذَکُمۡ مِّنۡهَا (اور تم آتش جہنم کے کنارے پر تھے تو اس نے تم کو اس سے نجات بخشی) اسی نعمت کی طرف اشارہ ہے اور الرحیم وہ ہے جو جنت میں داخل فرمائیگا۔

جیسا کہ خود فرمایا اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ اٰمِنِیْنَ ۔ (تم جنت میں سلامتی اور امن کے ساتھ داخل ہو جاؤ)۔ اللہ تعالیٰ رحمٰن ہے اس کی رحمت جانوں پر ہے اور رحیم ہے کہ اس کی رحمت دلوں پر ہے۔

اللہ رحمٰن ہے وہ مصیبتوں کو دور کرتا ہے رحیم ہے کہ گناہوں کو معاف فرماتا ہے، اللہ رحمٰن ہے کہ صحیح اور غلط راستہ واضح کر دیتا ہے اور اس اعتبار سے رحیم ہے کہ (غلط راستہ سے) بچاتا ہے اور (راہ راست پر چلنے کی) توفیق عطا فرماتا ہے۔ اللہ رحمٰن ہے گناہ معاف فرماتا ہے خواہ وہ کبیرہ ہی کیوں نہ ہوں، طاعتوں کو قبول فرماتا ہے خواہ خالص نہ ہوں۔ اس لئے اس اعتبار سے رحیم ہے۔ اللہ رحمٰن ہے کہ وہ معاش کی درستی کے اسباب فراہم کرتا ہے اور رحیم ہے کہ آخرت کو درست کرنے کے ذرائع عنایت کرتا ہے۔ رحمٰن وہ ہے جو رحم فرماتا ہے اور دکھ، درد اور شر کو دور کرنے کی قدرت رکھتا ہے، رحیم وہ ہے جو رزق دیتا ہے اور دوسروں کو کھانا کھلاتا ہے اور خود نہیں کھاتا۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہی رزق دینے والا اور مضبوط قوت کا مالک ہے۔ وہ اس پر بھی رحمٰن ہے جو اس کا منکر ہے اور اس پر بھی رحیم ہے جو اس کو نہ مانے، وہ اس پر بھی رحمٰن ہے جو اس کی ناشکری کرے اور وہ اس پر بھی رحیم ہے، جو اس کا شکر بجالائے، وہ اس پر بھی رحمٰن ہے جو دوسرے کو اس کا شریک ٹھہرائے (مشرک پر بھی رحم فرماتا ہے اور اس پر بھی رحیم ہے جو اس کے مالک ہونے کا قائل ہو۔

بسم اللہ کے فائدے

تم بسم اللہ پڑھا کرو تاکہ اللہ کی طرف سے گناہوں کی معافی پاؤ، یہ فائدہ تو لوگوں کی زبانی (نوید مغفرت و معافی) سننے پر ہے جب حق تعالیٰ سے یہ سنو گے تو کیا کچھ فائدہ ہوگا! تمھارا یہ سننا تو اس حال میں ہے کہ غم دنیا موجود ہے لیکن اس وقت یہ سننا کیسا ہوگا جب وہ خود ساقی ہوگا! اب تو تمھارا یہ سننا واسطے کے ساتھ ہے لیکن بغیر واسطہ کے سننا کیسا ہوگا! تمھارا اب سننا تو دھوکے کے گھر میں سننا ہے لیکن وہ سننا کیا ہوگا جب تم سرور (دار الآخرت) کے گھر میں سنو گے! اب تو تمھارا یہ سننا شیطان کے گھر میں ہے لیکن تمھارا وہ سننا کیسا ہوگا جو رحمٰن کے سایہ میں ہوگا! تمھارا اب سننا تو ایک کمزور بندے سے سننا ہے لیکن تمھارا یہ سننا اس وقت کیسا ہوگا جو بادشاہ ربُ الجلیل کی طرف سے ہوگا! یہ تو صرف خبر کی لذت ہے تو نظر کی لذت کیسی ہوگی! یہ تو مجاہدے کی لذت ہے تو مشاہدے کی لذت کیسی ہوگی؟ یہ بیان کی لذت ہے تو ایمان کی لذت کیسی ہوگی؟ یہ معائنہ غیاب کی لذت ہے تو اندازہ کرو کہ حضوری کی لذت کیسی ہوگی۔!

بسم اللہ کی مزید تشریح

تم اس اللہ کا نام لو جو انداد سے پاک ہے، اس خدا کے نام کے ساتھ شروع کرو جو شریکوں سے منزہ ہے، اس خدا کا نام لے کر جو اولاد کے بنانے سے پاک ہے، اس خدا کے نام کی برکت سے جس نے نوروں کو روشنی بخشی، اس خدا کے نام کی مدد سے جس نے نیک لوگوں کو عزت بخشی، اس خدا کا نام لو جس نے تمام اندازے مقرر فرمائے دلوں اور آنکھوں کو روشنی عطا کی اور اس خدا کے نام سے جو نیکوں کے دلوں میں سحر کے وقت جلوہ انداز ہوتا ہے۔ اس خدا کے نام کی برکت سے جس نے دوستوں کو اپنے اسرار کا علم عطا فرمایا۔ ان کے قلوب کو انوار سے ڈھانپ لیا اور ان کے دلوں میں اپنے راز بطور امانت رکھے، ان کے قلوب سے خطرات دور کئے اور غیروں کی بندگی سے محفوظ و مامون رکھا ان سے لوجھوں ۔ بندشوں

اور گناہوں کے انباروں کو دور رکھا کیونکہ اللہ تعالیٰ ازل ہی سے مہربانی کرنے اور مغفرت چاہنے والوں کے گناہ معاف کر دینے کی صفت کے ساتھ متصف ہے۔

کہو بسم اللہ اس کا نام ہے جس نے دریا جاری کیے۔ درخت اُگائے، یہ اس کا نام ہے جس نے اطاعت شعار بندوں کے ساتھ شہروں کو آباد کیا اور ان بندوں کو پہاڑوں کی طرح اوتاد (میخیں) بنایا جن کی وجہ سے زمین اپنے سُکان کے لیے فرش کی طرح ہوگئی۔ یہ لوگ چالیس برگزیدہ ابدال ہیں یہ اللہ رب العزت کی پاکی بیان کرتے ہیں اس کی ذات میں کسی کے شریک اور اس کا ہمسر ہونے سے (یہ ابدال اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں اور اس کے شریک اور ہمسر ہونے کی نفی کرتے ہیں) یہ ابدال دنیا میں بادشاہ ہیں اور قیامت کے دن سفارش کرنے والے ہیں اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے انکو جہان کی تدبیر کرنے اور بندوں پر لطف کرم کرنے کے لیے پیدا کیا ہے۔

بسم اللہ کی برکت بسم اللہ اپنے ذاکروں کا ذخیرہ ہے، طاقتور لوگوں کے لیے عزت ہے کمزوروں کے لیے ملجا و ماویٰ، محبوبوں کے لیے نور اور مشتاقوں کے لیے سمندر ہے۔ بسم اللہ ارواح کی راحت ہے اور جسموں کی نجات ہے سینوں کا نور ہے اور تمام کاموں کی درستی کا نظام ہے، بسم اللہ اہل اعتماد کا تاج اور اہل وصال کا چراغ ہے۔ عاشقوں کو بسم اللہ سارے جہان سے بے نیاز کر دینے والی ہے۔ بسم اللہ اس ذات کا نام ہے جس نے کچھ بندوں کو عزت اور کچھ بندوں کو ذلت دی۔ یہ اس کا نام ہے جس نے اپنے دشمنوں کے لیے جہنم کو منتظر بنایا اور اپنے دوستوں کے لیے اپنے دیدار کا وعدہ فرمایا۔ یہ اس کا نام ہے جو واحد ہے اور گنتی سے خارج ہے، یہ اس کا نام ہے جو باقی ہے اور بے غایت (انہایت) ہے، بسم اللہ اس کا نام ہے جو بغیر کسی سہارے کے قائم ہے

بسم اللہ ہر سورت کا آغاز ہے یہ اس کا نام ہے جس کے (ذکر کی) بدولت خلوتیں پُر کیف ہو جاتی ہیں، اس کا نام ہے جس کے نام سے نمازیں تمام ہوتی ہیں، اس کا نام ہے جس پر سب کو حُسنِ ظن ہے، اس کا نام ہے جس کے لیے آنکھیں بیدار رہتی ہیں، اس کا نام ہے جس کے کُن فرمانے سے وہ چیز فوراً (موجود) ہو جاتی ہے۔ بسم اللہ اس کا نام ہے جو لمس سے منزہ و پاک ہے، اس کا نام ہے جو لوگوں سے بے نیاز ہے، اس کا نام ہے جو قیاس سے برتر ہے لہٰذا تم بسم اللہ پڑھو! ہر حرف کے بدلے ایک ایک ہزار اجر تم کو ملیں گے اور تمھارے سب کے سب گناہ مٹا دیئے جائیں گے، جس نے اس کو اپنی زبان سے کہا دنیا اس کی گواہ بنتی ہے، جس نے اسے اپنے دل میں کہا آخرت اس کی شاہد ہوتی ہے اور جس نے اس کو پوشیدہ طور پر کہا مولیٰ (عز و جل) اس کا گواہ ہوتا ہے، اس میں وہ حلاوت ہے کہ پڑھنے والے کا دہن شیریں بن جاتا ہے، اس کے پڑھنے سے دل میں کوئی غم باقی نہیں رہتا، سب نعمتیں اس کلمہ پر تمام ہو گئیں، جلال اور جمال دونوں بسم اللہ میں یکجا ہیں، لفظ بسم اللہ جلال اندر جلال ہے اور الرحمٰن الرحیم جمال در جمال ہے، جس نے جلال کا مشاہدہ کیا فنا ہو گیا اور جس نے جمال کا نظارہ کیا زندہ ہو گیا۔ بسم اللہ ایسا کلمہ ہے جو قدرت اور رحمت دونوں کا جامع ہے اس میں قدرت بھی ہے اور رحمت بھی، قدرت نے مطیع و فرمانبردار بندوں کو جمع کیا اور رحمت نے گناہگاروں کے گناہ دھو ڈالے۔

اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ بسم اللہ پڑھو! گویا وہ فرماتا ہے کہ جس نے میری طاعت کی وہ میری حضوری میں باریاب ہو گیا اور نورِ طاعت کے بدولت اس کو معائنہ حاصل ہوتا ہے اور جس کو معائنہ (کی دولت) نصیب ہو، وہ بیان سے بے نیاز ہو جاتا ہے، اس کا دل اسرار اور علوم ادیان کا ظرف بن جاتا ہے، جس نے اپنے محبوب کا وصال پایا وہ اشکباری اور اضطرار سے آزاد ہو گیا، جس نے نظر

سے اس کے جمال کا مشاہدہ کیا وہ خبر (آگاہی) سے بے پرواہ ہوگیا جو بارگاہ صمدیت تک پہنچ گیا وہ رنج و غم سے نجات پاگیا۔ جس کو ذاتِ اقدس کا قرب حاصل ہوگیا اس کو فراق و جدائی سے نجات مل گئی اور جس نے دولت دیدار پائی وہ شقاوت و بدبختی سے مصئون و مامون ہوگیا۔

بسم اللہ کی صفت

تم بسم اللہ کہو کیونکہ با مخلوق کو پیدا کرنے والے باری (البرایا) کی ہے سین خطاؤں کی پردہ پوشی کرنے والے (ستار خطایا) اور میم نعمت و عطا کے ساتھ احسان کرنے والے (منّانِ بعطایا)۔ ایک قول ہے کہ با اولاد سے بری ہوتی ہے، سین آوازوں (پکاروں) کے سننے والے اور میم دعاؤں کے قبول کرنے والے سے مراد ہے۔ میم کی تشریح و تصریح میں کہا گیا ہے کہ میں باقی (غیرفانی) ہوں، میری طرف دیکھو تم دوسروں کو پلاؤ میں تمہارا ساقی ہوں تم کو پلاؤں گا تم دوسروں کو کھلاؤ میں تمہارا مُطعِم ہوں تم کو کھلاؤں گا۔

ایک قول ہے کہ با سے بکا تائبین (توبہ کرنے والوں کی گریہ وزاری) اور سین سے سجودُ العابدین (عبادت کرنے والوں کے سجدے) اور میم سے مُذنبون (گنہگاروں) کی عذر خواہی ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ با بلایا کی میم مُعطی اور سین ساتر کی ہے یعنی اللہ تعالیٰ مصائب کو دور کرنے والا، رحمن بخششیں اور انعامات دینے والا اور رحیم گناہوں کو چھپانے والا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اللہ اہلِ عرفان کے لئے اللہ ہے اور عبادت گزار بندوں کے لئے رحمٰن اور گنہگاروں کے لئے رحیم ہے۔

اللہ وہ ہے جس نے تم کو پیدا کیا اور وہ کتنا اچھا پیدا کرنے والا ہے،[1] الرحمٰن ہے جس نے تم کو روزی دی اور وہ کتنا اچھا روزی دینے والا ہے،[2] الرحیم ہے جو تمہارے گناہوں کو بخشنے والا ہے اور وہ کتنا اچھا بخشش کرنے والا ہے۔[3]

یہ بھی کہا گیا ہے کہ اللہ وہ ہے جو بھرپور نعمتوں کا دینے والا ہے وہ رحمٰن و رحیم ہے جود و عطا کرتا ہے، وہ اللہ ہے جو ماؤں کے پیٹوں سے ہم کو باہر نکالتا ہے، وہ رحمٰن ہے قبروں سے باہر نکال کر لائے گا، رحیم ہے تاریکی سے نکال کر روشنی کی طرف لاتا ہے۔

شیطان کی مخالفت رحمتِ الٰہی۔

اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے جس نے شیطان کے خلاف کیا اور گناہوں سے دور رہا وہ دوزخ سے بچا، اللہ تعالیٰ اس کو نیکیوں کی مزید ہمت دے اور رحمٰن کے ذکر میں ہمیشہ اس کو مشغول و مصروف رکھے کیونکہ اس نے بسم اللہ کہا ہے۔

اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے جس نے اللہ کو مضبوط پکڑا اس کی طرف رجوع ہوا، اس نے اللہ پر توکل کیا اور اس کے ذکر میں مشغول رہا کیونکہ اس نے بسم اللہ پڑھی ہے، اللہ تعالیٰ اس بندے پر رحم فرمائے جس نے دنیا سے نفرت کی اور آخرت کا شائق رہا اور تکلیفوں پر صبر اور اللہ کی نعمتوں پر شکر ادا کیا، مولیٰ کے ذکر میں ہمیشہ محو رہا کیونکہ اس نے بسم اللہ کہا ہے۔

تبریک و تہنیت ہے اس بندے کے لئے جس نے شیطان سے پرہیز کیا اور قوت لایموت پر قناعت کی (بقدر ضرورت روزی حاصل کرنے پر) اور اس خدا کے ذکر میں مصروف و مشغول رہا جو حیّ لایموت ہے۔ لہٰذا تم بھی بسم اللہ کہو!

---

[1] احسن الخالقین۔ [2] خیر الرازقین۔ [3] خیر الغافرین۔

مجلس سوم
وَتُوبُوا اِلَى اللهِ جَمِيعًا
کی تشریح وتفسیر

توبہ کے معنی

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَتُوبُوا اِلَى اللهِ جَمِيعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (اے مومنو! تم سب اللہ کی طرف رجوع ہو تاکہ تم فلاح پاؤ)۔ یہ خطاب توبہ کرنے کے بارے میں عام ہے۔ لغوی اعتبار سے توبہ کے معنی رجوع کرنا ہے چنانچہ کہتے ہیں تاب فلاں من کذا یعنی فلاں شخص اس بات سے باز آ گیا، اصطلاح شرع میں توبہ ہر شرعی مذموم سے باز رہ کر شرعی محمود کی طرف پلٹ آنے کا نام ہے یعنی جو چیز شرعاً بُری ہے اس کو چھوڑ کر جو چیز شرعاً اچھی اور پسندیدہ ہے اس کی طرف رجوع کرنا توبہ ہے۔

اس بات کا یقین رکھنا کہ گناہ اور نافرمانیاں ہلاکت میں ڈالنے والی' اللہ اور جنت سے دور کرنے والی ہیں نیز گناہوں کو ترک کرنا اللہ اور جنت سے قربت کا موجب ہے، توبہ ہے گویا اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ خواہشات پرستی نہ کرو، ہوا و ہوس کو چھوڑ کر میری طرف لوٹو۔ امید رکھو کہ آخرت میں میرے پاس مراد پاؤ گے، ہمیشہ رہنے والے گھر میں میری نعمتوں کے اندر تم ہمیشہ رہوگے فلاح و کامیابی اور نجات سے ہمکنار ہوکر میری رحمت کے ساتھ جنت کے ایسے بلند درجوں پر جن کو نیکوکاروں کے لئے تیار کیا گیا ہے فائز ہوگے، یہ خطاب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے خصوصیت کے ساتھ فرمایا ہے۔

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْا اِلَى اللهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا ۖ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۝

اے ایمان والو! خالص توبہ کے ساتھ اللہ کی طرف رجوع ہو جاؤ، قریب ہے کہ تمہارا رب تمہارے گناہوں کو تم سے بدل دے (معاف فرمادے) اور تم کو ان باغوں میں بھیج دے جن کے نیچے نہریں رواں ہیں۔

نصوح کے معنی خالص کے ہیں "توبۃ النصوح" کا مطلب یہ ہے کہ تم اللہ کی طرف اس طرح رجوع ہو کہ وہ مکر و فریب کے شائبہ سے خالی ہو۔ "نصوح" نصاح سے ماخوذ ہے جس کے معنی دھاگے کے ہیں پس توبۃ النصوح وہ خالص توبہ ہے جو نہ کسی دوسری چیز سے وابستہ ہو اور نہ کوئی دوسری چیز اس سے متعلق ہو، بندہ طاعت پر قائم ہو جائے، گناہ کی طرف مائل نہ ہو، خلوص کے ساتھ اللہ کی طرف مائل ہو جائے جس طرح کہ (پہلے) اس نے خالصاً ہوائے نفس کی خاطر گناہ کا ارتکاب کیا تھا یہاں تک کہ (اسی حال میں) اس کا خاتمہ ہو جائے۔ باجماع امت تمام گناہوں سے توبہ کرنا واجب ہے' اللہ تعالیٰ نے گناہوں سے توبہ کرنے والوں کا ذکر متعدد جگہ (قرآن حکیم میں) فرمایا ہے۔ اِنَّ اللهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ (اللہ توبہ کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے) اور يُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ (اور گناہوں سے پاک رہنے والوں کو پسند فرماتا ہے) اس آیت میں یہ صراحت فرمائی ہے کہ توبہ کرنے والوں کو توبہ کرنے اور اللہ سے دور کر دینے والے گناہوں سے پاک ہونے کی وجہ سے اللہ ان کو پسند فرماتا ہے۔ ایک اور جگہ ارشاد فرمایا ہے:-

اَلتَّائِبُوْنَ الْعَابِدُوْنَ الْحَامِدُوْنَ السَّائِحُوْنَ الرَّاكِعُوْنَ السَّاجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحَافِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝	وہ توبہ کرنے والے، عبادت کرنیوالے، حمد بجالانے والے، رجوع کرنے والے، رکوع کرنے والے، سجدہ کرنے والے، نیکی کا حکم دینے والے، برائی سے منع کرنے والے، حدودِ الٰہی کی حفاظت کرنے والے ہیں، مومنوں کو آپ خوشخبری سنادیجئے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے توبہ کرنے والوں کا ذکر کیا اور پھر ان کے اعلیٰ اور عمدہ اوصاف کا ذکر فرمایا کہ توبہ کرنے والے وہ ہیں جو ان خصوصیات اور اوصاف کے حامل ہیں اور "بشر المومنین" فرماکر بتایا کہ جب بندہ ان اوصاف کا حامل ہوجاتا ہے تو وہ ایمان اور بشارت کا مستحق ہوگیا!

گناہِ صغیرہ اور کبیرہ

کون سے گناہ صغیرہ اور کون سے گناہ کبیرہ ہیں

جن گناہوں سے توبہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے ان میں صغیرہ بھی ہیں اور کبیرہ بھی۔ کون کون سے گناہ کبائر میں شمار ہوتے ہیں ان کی تعداد کے تعین میں علماً کا اختلاف ہے۔ بعض علمائے نے تین، بعض نے چار، کسی نے سات، کسی نے نو اور کسی نے ان کی تعداد گیارہ بتائی ہے حضرت ابن عباسؓ تک جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول پہنچا کہ کبائر صرف سات ہیں تو آپ نے فرمایا کہ سات کہنے سے تو ستر کہنا بہتر تھا۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے جس کی ممانعت فرمادی ہے وہ کبیرہ ہے۔ بعض علمائے نے کہا ہے کہ کبیرہ کی تعداد مبہم ہے ان کی صحیح تعداد کو کوئی نہیں جانتا اسی طرح جیسے کہ لیلۃ القدر اور جمعہ کے دن کی خاص مقبول ساعتوں کو کوئی نہیں جانتا اور اس میں راز یہ ہے کہ تاکہ لوگ کوشش اور حصول طلب میں زیادہ سے زیادہ راغب ہوں یہی حال کبائر کا ہے (کہ صحیح تعداد نہیں بتائی گئی) تاکہ لوگ تمام گناہوں سے بچنے کے لئے زیادہ سختی سے کام لیں۔

بعض کا قول ہے کہ ہر وہ گناہ جس کی سزا میں دوزخ کی وعید ہے وہ کبیرہ ہے، بعض کا قول ہے کہ کبیرہ وہ گناہ ہے جس کی دنیوی سزا (حد شرعی) مقرر کردی گئی ہے، بعض علمائے نے کہا ہے کہ کبائر سترہ ہیں ان میں چار کا تعلق دل سے ہے شرک۔ گناہ پر جمے رہنا۔ خدا کی رحمت سے مایوسی۔ اللہ نے جو ڈھیل اور چھوٹ دے رکھی ہے اس سے بے خوف بن جانا، چار کا تعلق زبان سے ہے یعنی جھوٹی گواہی دینا۔ پاک دامن پر زنا کی تہمت لگانا (خواہ مرد ہو یا عورت)، جھوٹی قسم کھانا جس کی وجہ سے حق کو باطل اور باطل کو حق قرار دیا جائے یا اس جھوٹی قسم کی وجہ سے کسی مسلمان کا مال مارا جائے (خواہ وہ بقدر ایک مسواک ہی کیوں نہ ہو) جو تھے جادو، تین کبائر کا تعلق پیٹ سے ہے، شراب اور دوسری نشہ آور چیزیں پینا۔ یتیم کا مال بغیر حق کے کھانا۔ دانستہ اور جان بوجھ کر سود کھانا۔ دو کا تعلق عضو مخصوص سے ہے۔ زنا اور لواطت (فعل غیر وضع فطری) دو کا تعلق ہاتھوں سے ہے قتل کرنا اور چوری کرنا۔ ایک کا تعلق پاؤں سے ہے، جہاد میں دشمن کے مقابلے سے بھاگنا (ایک کا دو کے مقابلہ سے اور دس کا بیس کے مقابل سے۔ سو کا دو سو کے مقابلے سے فرار کرنا) ایک گناہ ایسا ہے جس کا تعلق تمام بدن سے

ہے' ماں باپ کی نافرمانی کرنا (حقوق والدین سے روگردانی) والدین کے حقوق یہ ہیں کہ جب وہ تمھارے اعتماد پر قسم کھالیں تو تم ان کی قسم کو نیچا نہ کرو، اگر وہ تم کو گالی دیں تو تم اس کے بدلہ میں ان کو نہ مارو۔ اگر وہ تم سے کچھ مانگیں تو تم دینے سے انکار کرو اگر وہ بھوکے ہوں اور تم سے کھانا مانگیں تو تم ان کو نہ کھلاؤ یہ تمام باتیں والدین کے حقوق سے روگردانی اور ان کی ادائیگی سے فرار ہے۔

صغیرہ گناہ

صغائر گناہ صغیرہ بے شمار ہیں۔ ان کی شناخت اور ان کی تعداد کے اظہار کا کوئی طریقہ نہیں ہے۔ صرف شرعی شہادت اور بصیرت سے اُن کو شناخت کیا جا سکتا ہے' شرع کا مقصد تو یہی ہے کہ انسان کا دل گناہوں سے باز رکھ متوجہ الی اللہ ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کا قرب سے حاصل ہو' اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے :۔

وَذَرُوا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ یعنی ظاہری اور باطنی گناہ چھوڑ دو۔

مندرجہ ذیل گناہ صغیرہ میں شمار ہوتے ہیں، کسی خوبرو اجنبی عورت یا مرد کی طرف (جنسی تحریک کے تحت) دیکھنا، اس کا بوسہ لینا، اس کے ساتھ لیٹنا مگر جماع نہ کرنا، مسلمان بھائی کو گالی دینا اور تہمت زنا کے علاوہ کسی قسم کی اور شرم و عار دلانے والی بات کہنا، مارنا، غیبت کرنا، چغلی کھانا، جھوٹ بولنا، اس کے علاوہ اور ایسی ہی بہت سی باتیں صغیرہ گناہ میں شمار ہوتی ہیں۔

اگر مومن کبیرہ گناہوں سے توبہ کر لیتا ہے تو صغیرہ گناہ اس کے ضمن میں آجاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ ۔ اگر تم گناہ کبیرہ سے اجتناب کرو گے تو تمھاری چھوٹی برائیاں (صغیرہ گناہ) ہم خود ہی معاف کر دینگے۔

لیکن معافی کے اس ارشاد سے کسی کو لالچ میں نہ آنا چاہیئے بلکہ تمام صغائر و کبائر سے توبہ کرنا چاہیئے۔ ایک شاعر کا قول ہے ؎ وہ جو چھوٹے اور بڑے گناہوں سے پاک ہو گیا تو یہ تقویٰ اور استقامت دین میں شمار ہو گا۔

اور اس طرح محتاط رہ کر جیسے خار دار زمین پر چلنے والا ہوتا ہے تیرے لئے یہی بہتر ہے کہ تجھ کو جو کانٹا یعنی گناہ زندگی کی راہ میں نظر آئے اس سے پرہیز کرے۔ تو صغیرہ گناہوں کو حقیر نہ سمجھ بیشک پہاڑ پتھریوں سے ہی بنتے ہیں۔

حضرت انس بن مالک رضؓ سے مروی ہے کہ ایک میدان میں جہاں نہ لکڑیاں موجود تھیں اور نہ کوئی دوسری چیز (لق ودق چٹیل میدان تھا) وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے ساتھ فروکش ہوئے۔ حضور والاؐ نے لکڑیاں جمع کرنے کا حکم دیا صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ہمیں لکڑیاں تو نظر ہی نہیں آتیں۔ فرمایا کسی چیز کو حقیر نہ جانو جو چیز ملے اسے لے آؤ۔ چنانچہ صحابہ کرامؓ ادھر اُدھر گئے اور کچھ نہ کچھ اٹھا لائے اور ایک جگہ جمع کر دیا چنانچہ ایک بڑا ڈھیر ہو گیا۔ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم کو معلوم نہیں کہ یہی حال اس خیر و شر کا ہے جس کو حقیر سمجھا جاتا ہے۔ چھوٹا چھوٹے سے اور بڑا بڑے سے مل کر اور خیر خیر سے' شر شر سے مل کر ایک انبار ہو جاتا ہے۔

کہا گیا ہے کہ بندہ جب گناہوں کو چھوٹا (اور حقیر) جانتا ہے تو وہ اللہ کے نزدیک بڑا ہوتا ہے اور بندہ اس کو بڑا جانتا ہے تو وہ اللہ کے نزدیک چھوٹا ہو جاتا ہے۔ بندۂ مومن کا گناہ صغیرہ کو گناہِ عظیم (گناہ کبیرہ) جاننا اس کے ایمان کے بڑے ہونے اور معرفت الٰہی سے زیادہ قریب ہونے کے باعث ہوتا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں "مومن اپنے گناہ کو اپنے اوپر پہاڑ کی طرح سمجھتا ہے اس کو ڈر ہوتا ہے کہ وہ کہیں اس کے اوپر گر نہ پڑے، اور منافق اپنے گناہ کو ناک پر بیٹھی ہوئی مکھی کی طرح (حقیر) جانتا ہے جس کو وہ ہاتھ سے اڑا دیتا ہے۔ بعض علمائے کہا ہے کہ یہ ناقابل معافی گناہ ہے۔

انسان کا یہ قول کہ کاش میرا عمل ایسا ہی ہوتا (گناہ صغیرہ کی طرح) ایسی بات کہنا آدمی کے ضعف ایمان، معرفت کی کمی اور اللہ تعالیٰ کی عظمت کو نہ جاننے کی دلیل ہے، اگر اس کو اللہ تعالیٰ کی عظمت کا علم (کچھ بھی) ہوتا تو وہ چھوٹے (گناہ) کو بڑا اور حقیر کو عظیم جانتا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کسی پیغمبر (علیہ السلام) کے پاس وحی بھیجی کہ "ہدیہ کی کمی کا خیال نہ کرو بلکہ اسکے بھیجنے والے کی عظمت کی طرف دیکھو، تم گناہ کے معمولی اور چھوٹے ہونے کو نہ دیکھو بلکہ جس کے سامنے تم نے گناہ کیا ہے اس کی عظمت کا لحاظ کرو۔ اسی لئے کہا گیا ہے کہ جس کی منزلت اور جس کا مرتبہ بارگاہِ الٰہی میں زیادہ ہے وہ کسی گناہ کو حقیر اور چھوٹا نہیں سمجھتا بلکہ ہر اس عمل کو جس سے اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت ہوتی ہے کبیرہ سمجھتا ہے۔

بعض صحابہ کرامؓ نے تابعین سے فرمایا "جو گناہ تم کو بال سے زیادہ باریک (حقیر) نظر آتے ہیں وہ گناہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں پہاڑ کی طرح ہلاکت انگیز نظر آتے تھے" اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کو رسول اللہ اور بارگاہ الٰہی سے قرب حاصل تھا۔ اسی طرح عالم سے جو گناہ سرزد ہو وہ بڑا سمجھا جائے گا اور جاہل اگر یہی گناہ کرے تو اس کو حقیر مانا جائے گا اسی طرح عاصی سے ان باتوں (لغزشوں) میں درگزر کیا جاتا ہے جن باتوں میں عارف سے درگزر نہیں کی جاتی۔ عارف اور عاصی کے علم، معرفت اور ان کے مراتب میں جسقدر تفاوت ہے اس کے لحاظ سے یہ فرق و امتیاز ہے۔

توبہ فرض عین ہے

لہٰذا توبہ ہر شخص کے حق میں فرض عین ہے کیونکہ کوئی شخص بھی ہاتھ پاؤں کے گناہوں سے خالی نہیں (وہ عالم ہو کہ عامی) اور اگر کوئی ان اعضائے کے گناہ سے خالی ہے تو دل ہی سے اس نے گناہ کیا ہوگا اور اگر یہ بھی نہ ہوگا تو ان شیطانی وسوسوں سے خالی نہ ہوگا جو اللہ کی یاد سے غافل کر دینے والے ہوں گے اور اگر ایسا بھی نہ ہوگا تو اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کی معرفت حاصل کرنے میں کوتاہی اور غفلت برتنے سے تو کوئی بھی خالی نہیں ہوگا، یہ تمام صورتیں اہل ایمان کے احوال و مقامات کے اعتبار سے علی قدر مراتب ہیں لہٰذا ہر حال کے لئے طاعات، گناہ اور حدود و شرائط جدا جدا ہیں، ان ہی حدود کی (جو جس کے لئے معین ہیں) پابندی طاعت و بندگی ہے اور ان سے غفلت یا ان کی مخالفت، گناہ ہے اس لئے ہر شخص توبہ کا محتاج ہے۔ یعنی ضروری ہے کہ کج روی اس کے اندر پیدا ہو گئی ہے۔ اس سے لوٹ جائے اور شریعت نے جو سیدھا راستہ اس کے لئے مقرر کر دیا ہے، جو مقام اسے عطا ہوا ہے اور جو منزل اس کیلئے بنا دی گئی ہے اسی کی طرف متوجہ ہو۔ چونکہ لوگوں کے مراتب مختلف ہیں اس لئے ہر شخص کی توبہ بھی جداگانہ ہے۔ یعنی توبہ کی ضرورت میں تو فرق نہیں البتہ نوعیت و مقدار میں فرق ہے۔ عوام کی توبہ تو گناہوں سے ہوتی ہے (یعنی وہ گناہوں سے توبہ کرتے ہیں) لیکن

خواص کی توبہ غفلت سے ہوتی ہے اور خاص الخاص بندوں کی توبہ ہے اللہ عزّوجل کے سوا کسی اور طرف دل کے میلان سے (یعنی ماسوا کی طرف دل کا میلان توبہ کا باعث ہوتا ہے۔) جیسا کہ حضرت ذوالنون مصریؒ نے فرمایا کہ عوام گناہوں سے توبہ کرتے ہیں اور خواص غفلت سے۔ حضرت ابوالحسن نوریؒ فرماتے ہیں کہ توبہ یہ ہے کہ اللہ عزّوجل کے علاوہ ہر چیز سے توبہ کرے۔ پس توبہ کرنے والوں کے مابین فرق و امتیاز ہے کچھ تو گناہوں سے توبہ کرتے ہیں اور کچھ تائبین ایسے ہیں جو اپنے حسنات (نیکیوں) کے دیکھنے سے توبہ کرتے ہیں (یعنی وہ اپنی نیکیوں کا اظہار و اعتبار نہیں کرتے) اور کچھ بندے ایسے ہیں جو غیر خدا کی طرف طمانیت قلب سے توبہ کرتے ہیں (یعنی ماسوا اللہ سے اگر ان کو طمانیت قلب اور سکون و آسودگی میسّر ہوتی ہے تو ان کے لئے توبہ کا موجب بنجاتی ہے) غور کرو کہ انبیائے کرام (علیہم السلام) بھی توبہ سے مستغنی نہیں ہیں، دیکھو! حدیث شریف میں آیا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میرے قلب پر ابر سا آجاتا ہے تو میں دن رات میں اللہ عزّوجل سے ستّر مرتبہ استغفار کرتا ہوں۔

حضرت آدم کی توبہ

حضرت آدم علیہ السلام نے جب شجر ممنوعہ سے کچھ کھایا (شجر ممنوعہ کا پھل کھایا) اور آپ کے جسم مبارک سے بہشتی لباس اتر گیا، آپ کا ستر کھل گیا، صرف تاج و کلغی سر پر باقی رہ گئے، فرشتوں نے ان دونوں کو اتارنے سے حیا کی اس وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور انھوں نے آپ کے سر سے تاج اور پیشانی سے کلغی (پٹی) کو اُتارا پھر آپ کو اور حوّا کو حکم ہوا کہ تم اور حوّا میرے قرب سے دور ہو جاؤ (یہاں سے نکل جاؤ) نافرمان میرے قرب میں نہیں رہ سکتا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے شرماتے ہوئے حضرت حوّا کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ یہ پہلی شامت گناہ ہے، قرب حبیب (کی منزل) سے ہم کو نکال دیا گیا، آرام بخش زندگی اور خوشگوار عیش کے بعد، تضرع اور الحاح و زاری کا محتاج ہونا پڑا ہے، حضرت آدم علیہ السلام کی یہ حالت، عظیم سطوت، زبردست فضیلت، عزّت و ناز اور سب سے زیادہ مامون و محفوظ جگہ پر بلند مرتبہ رکھنے اور اللہ تعالیٰ سے بہت زیادہ قربت رکھنے کے باوجود، ہوئی۔ اگر کوئی بھی توبہ سے مستغنی ہو سکتا تھا اور دشمن (شیطان) کی دشمنی نفس کی نحوست شیطان کی مکّاری اور سیہ کاری سے محفوظ رہ سکتا اور مرتبہ کی بلندی، عصمت و پاک دامنی اور اللہ کی قربت پر کسی کو ناز ہو سکتا تھا تو یہ بات حضرت آدم کے لئے سب سے زیادہ موزوں اور مناسب تھی (کہ آپ ان تمام خصوصیات و اوصاف سے متصف تھے) لیکن بایں ہمہ حضرت آدم علیہ السلام بھی توبہ سے بے نیاز نہ رہ سکے۔ یہاں تک کہ انھوں نے توبہ کی اور اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ کو قبول فرمالیا، اللہ تعالیٰ کا حضرت آدم کی توبہ کے سلسلہ میں، ارشاد ہے۔

فَتَلَقّٰۤی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَیْهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ۝

آدم نے اپنے رب سے کلمات (توبہ) سیکھے تو رب نے ان کی توبہ قبول فرمائی بیشک وہی توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

حضرت امام حسنؓ بن علی مرتضیٰؓ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا "جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول فرمائی تو فرشتوں نے انھیں مبارکباد پیش کی اور جبرئیل۔ میکائیل۔ اسرافیل (علیہم السلام) نے خدمت میں حاضر ہو کر کہا! اے آدم! آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں ادعائیہ کلمات، کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی توبہ قبول فرمالی، یہ سن کر آدم علیہ السلام نے فرمایا۔ اے جبرئیل! اس توبہ کے قبول کرنے کے بعد بھی اگر باز پرس ہوئی تو پھر میرا ٹھکانہ نہیں۔ اسی وقت وحی نازل ہوئی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا! اے آدم تم نے اپنی نسل کو مشقت، تکلیف اور توبہ کا وارث بنایا ہے تو اب جو کوئی مجھے پکارے گا میں لبیک

فرماؤں گا جس طرح میں نے تمھارے لئے لبیک کہا تھا" اور جو کوئی مجھ سے مانگے گا میں اس عطا میں بخل نہیں کروں گا. کیونکہ میں تو قریب ہوں اور قبول کرنے والا ہوں! اے آدم! میں گناہوں سے توبہ کرنے والوں کو جنت میں جمع کرونگا اور ان کو ان کی قبروں سے شاداں و فرحاں اٹھاؤں گا اور ان کو ان دعاؤں کی قبولیت کے باعث (قبروں سے) شادکام نکالوں گا۔"

حضرت نوح علیہ السلام کا واقعہ بھی اسی طرح کا ہے کہ ان کو اپنی آبرو بچانے کے لئے غیرت آئی، کافروں نے جب آپ کو جھٹلایا تو آپ کو اُن پر سخت غصہ آیا اور آپ کی بددعا سے اللہ تعالیٰ نے تمام اہل مشرق و اہل مغرب (تمام دنیا) کو غرق کردیا، آپ ہی آدم ثانی تھے، آپ ہی کی نسل سے یہ انسان (تمام دنیا میں) پھیلے۔ کیونکہ جو لوگ آپ کی کشتی میں ڈوبنے سے محفوظ و مامون رہے ان میں سے آپ کے تینوں فرزند سام۔ حام اور یافث کے علاوہ کسی اور کے اولاد نہیں ہوئی اس شان و مرتبہ کے باوجود آپ نے بارگاہِ الٰہی میں اس طرح دعا کی تھی۔

رَبِّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ اَنْ اَسْئَلَکَ مَا لَیْسَ لِیْ بِہٖ عِلْمٌ وَاِلَّا تَغْفِرْ لِیْ وَتَرْحَمْنِیْ اَکُنْ مِّنَ الْخَاسِرِیْنَ ٥

اے میرے رب! میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں کہ میں تجھ سے ایسی درخواست کروں (ایسا سوال کروں) جس کا مجھے علم نہ ہو اور اگر تونے مجھے نہ بخشا اور مجھ پر رحم نہ کیا تو میں زیاں کاروں میں رہوں گا۔

حضرت ابراہیم خلیل اللہ جلیل القدر پیغمبر تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی دوستی کے لئے منتخب فرما لیا تھا، ان کو پیغمبروں اور نبیوں کا باپ بنایا۔ ایک اور روایت میں آیا ہے کہ ان کی اولاد اور اولاد کی اولاد میں چار ہزار پیغمبر ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ہم نے ان کی اولاد کو باقی رکھا۔ "وَجَعَلْنَا ذُرِّیَّتَہٗ ھُمُ الْبَاقِیْنَ" (ہم نے ان کی اولاد کو باقی رہنے والا بنایا) یہاں تک کہ ہمارے پیغمبر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ، حضرت داؤد، حضرت سلیمان (علیٰ نبینا و علیہم السلام) بھی ان ہی کی اولاد میں سے ہیں۔ وہ بھی بایں جلالت شان توبہ، اظہار عجز اور اللہ تعالیٰ کے سامنے احتیاج سے بے نیاز نہ تھے چنانچہ حضرت ابراہیم نے مناجات اس طرح کی :۔

اَلَّذِیْ خَلَقَنِیْ فَھُوَ یَھْدِیْنِ وَالَّذِیْ ھُوَ یُطْعِمُنِیْ وَیَسْقِیْنِ وَاِذَا مَرِضْتُ فَھُوَ یَشْفِیْنِ وَالَّذِیْ یُمِیْتُنِیْ ثُمَّ یُحْیِیْنِ وَالَّذِیْ اَطْمَعُ اَنْ یَّغْفِرَ لِیْ خَطِیْٓئَتِیْ یَوْمَ الدِّیْنِ ٥

وہ خدا جس نے مجھے پیدا کیا، وہی مجھے راستہ دکھاتا ہے، وہ خدا جو مجھے کھلاتا پلاتا ہے اور جب بیمار ہو جاتا ہوں تو مجھے شفا عطا کرتا ہے اور وہ خدا جو مجھے موت دیگا پھر مجھے زندہ کرے گا۔ وہی ذات جس سے میں قیامت کے دن اپنی خطاؤں کی بخشش کی امید رکھتا ہوں

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے (حضرت ابراہیمؑ کے قول کو اسطرح بیان فرمایا ہے)

وَاَرِنَا مَنَاسِکَنَا وَتُبْ عَلَیْنَا اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ٥

اے رب! ہم کو ہماری عبادت کے طریقے سکھا اور ہم پر رحمت نازل فرما تو بڑا توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک جلیل القدر نبی تھے۔ وہ خدا کی ہم کلامی سے سرفراز ہوئے، اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے لئے پسند فرمایا اور اپنی محبت ان پر القا فرمائی (آپ کے دل میں ڈال دی) ظاہری اور باطنی معجزوں سے آپ کی تائید

فرمائی تھی جیسے ید بیضا (چمکتا ہوا ہاتھ) عصا (جو زمین پر ڈالنے سے اژدھا بن جاتا تھا) اور وہ نو ۹، نشانیاں جو صحرائے تیہ میں عطا ہوئیں جیسے رات میں نور کا ستون، مَن و سلویٰ کا نزول وغیرہ۔ یہ وہ معجزات تھے جو آپ سے پہلے کسی نبی کو عطا نہیں ہوئے مگر آپ نے بھی اس طرح دعا کی تھی:۔

رَبِّ اغْفِرْ لِي وَلِأَخِي وَأَدْخِلْنَا فِي رَحْمَتِكَ وَأَنتَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ ۝	الٰہی! مجھے اور میرے بھائی (ہارون) کو بخش دے اور ہم کو اپنی رحمت میں داخل کر تو ہی توبہ قبول کرنیوالا سب سے زیادہ مہربان ہے

حضرت داؤد علیہ السلام جلیل القدر نبی تھے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو عظیم ملک عطا فرمائے ان کے دربان تیس ہزار افراد تھے اور وہ جب زبور کی تلاوت فرماتے تھے تو ان کے سر پر پرندے صف بستہ رُک جاتے تھے اور پانی اپنی روانی میں بڑھ جاتا تھا، اُن کے گرد تمام جن و انس، درندے اور گزندے جانور اس طرح پرے کے پرے باندھ کر کھڑے ہوجاتے اور ایک دوسرے کو گزند نہ پہنچاتے، پہاڑ تسبیح کرنے لگتے۔ اُن کی جلالت شان اور اُن کے منصب کی حفاظت کی خاطر آپ کی عزت افزائی کے لئے اور روزی فراہم کرنے کے لئے لوہے کو نرم کردیا گیا، اِن تمام کمالات کے باوجود آپ سجدے میں چالیس دِن تک روئے یہاں تک کہ آپ کے آنسوؤں (کی نمی) سے گھاس اُگ آئی تو اللہ تعالیٰ نے ان پر رحم فرمایا اور ان کی توبہ قبول کرتے ہوئے ارشاد باری تعالیٰ ہوا:۔

فَغَفَرْنَا لَهُ ذَٰلِكَ وَإِنَّ لَهُ عِندَنَا لَزُلْفَىٰ وَحُسْنَ مَآبٍ ۝	تو ہم نے ان کو معاف کردیا اور یقیناً ہمارے پاس ان کو تقرب اور ایک اچھا مقام رجوع حاصل تھا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام عظیم تر بادشاہ ہوئے ہیں۔ ہوا بھی ان کی فرمانبردار تھی۔ ایک مہینہ کا راستہ دن کے نصف اوّل میں اور ایک مہینہ کی راہ دِن کے نصف آخر میں طے کرلیا کرتے تھے اور ان کو ایسی حکومت حاصل تھی کہ آپ کے بعد کسی کو حاصل نہیں ہوئی اس کے باوجود جب اُن پر اس لغزش کی بنا پر عتاب فرمایا گیا (ان کے علم کے بغیر اُن کے گھر میں چالیس دِن تک ایک مورتی کی پوجا کی گئی) تو چالیس روز تک ان کی حکومت چھین لی گئی۔ آپ حیران و پریشان ہو کر جدھر کو منہ اٹھا بھاگ کھڑے ہوئے، ہاتھ پھیلا پھیلا کر سوال کرتے تھے مگر کھانے کو کچھ نہیں ملتا تھا جب وہ کہتے کہ میں سلیمان بن داؤدؑ ہوں۔ مجھے کچھ کھانے کو دو تو ان کا سر پھوڑ دیا جاتا تھا، ان پر پتھر پھینکے جاتے تھے اور طرح طرح کی توہین کی جاتی۔ ان کو جھوٹا سمجھا جاتا تھا۔ ایک روز کسی کے گھر پر آپ نے کھانا مانگا تو دھکے دے کر وہاں سے نکال دیئے گئے۔ ایک عورت نے آپ کے منہ پر تھوک دیا۔ روایت میں آیا ہے کہ ایک ضعیفہ پیشاب سے بھرا ہوا آبخورہ لیکر نکلی اور سلیمانؑ کے سر سے اس کو پھوڑ دیا غرضکہ اس کس مپرسی میں آپ چالیس[1] روز تک رہے۔ آخر کار اللہ تعالیٰ نے مچھلی کے پیٹ سے آپ کی انگوٹھی برآمد کردی آپ نے اس کو پہن لیا۔ اس وقت پرندے آپ کے پاس آکر کھڑے ہوگئے۔ تمام جنات، شیاطین اور چرندے درندے سب کے سب آپ کے گرد حاضر ہوگئے۔ آپ کی تذلیل کرنے والوں نے جب آپ کو پہچان لیا تو سابقہ سبکی آمیز سلوک کے معذرت خواہ

---

[1] لغنیہ، طبع مصر سامنے ہے۔ "حضرت سلیمانؑ کا یہ واقعہ لفظ بلفظ اس میں موجود ہے ہو سکتا ہے کہ حضرت سلیمانؑ کی یہ کس مپرسی اسرائیلیات سے ہو۔ قرآن پاک میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے واقعہ کی تصریح میں کس مپرسی کی یہ داستان نہیں ہے۔

ہوئے، آپ نے جواب میں فرمایا جو کچھ تم نے اس سے پہلے کیا میں اس عمل پر تم کو ملامت نہیں کرتا اور اب جو کچھ کر رہے ہو اس کو بھی اچھا نہیں کہتا یہ سب کچھ میرے رب کی طرف سے تھا اور اس سے کچھ اور چارہ کار ہی نہ تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کا ملک ان کو واپس کر دیا اور پھر اپنی پناہ میں لے لیا۔

جب ایسے بڑے بڑے سرداروں، پیشواؤں اور صاحبان حکم و والیان شرع اور اللہ کے خلفاء (پیغمبروں) کا یہ حال تھا تو بیچارے تیری کیا ہستی ہائے مسکین اور تیرا کیا اترانا! تو دھوکے کے گھر میں شیطان کے پاس ہے۔ تجھے تو دشمنوں کا لشکر گھیرے ہوئے ہے، کہیں ہوائے نفس ہے تو کہیں شہوت، کہیں تمنائیں ہیں کہیں وسوسے کہیں شیطان کی ملمع کاری ہے لیکن تو اپنی ظاہری عبادت روزہ، نماز اور حج و زکوٰۃ پر مغرور، اپنے اعضا کو ظاہری ڈر سے گناہ سے باز رکھنے پر نازاں ہے۔ حالانکہ تیرا باطن، روحانی عبادت سے خالی ہے اور وہ کامل پرہیزگاری، تقویٰ، زہد، شکر، صبر، رضا بقضا، قناعت۔ توکل، تسلیم، تفویض، یقین، ماسوا اللہ سے دل کا بچاؤ، نفس کی سخاوت، احسان شناسی، حسن نیت، حسن سلوک، حسن ظن، حسن اخلاق، حسن صحبت، حسن معرفت، حسن طاعت، صدق و اخلاص اور دوسرے محاسن و فضائل اخلاق سے خالی ہے، اس کے بجائے تیرا باطن بری خصلتوں سے بھرپور اور ایسے گناہوں کی جڑوں میں جکڑا ہوا ہے جن سے ہر قسم کی تکالیف، مصائب اور دنیا و آخرت میں ہلاک کرنے والی بلائیں پھوٹتی ہیں یعنی تجھے مفلسی اور محتاجی کا ڈر ہے۔ اللہ تعالیٰ کی تقدیر (تقدیر الٰہی) سے بیزاری و ناراضگی، قضا و قدر پر اعتراض اور اس سلسلہ میں تو خدا پر بہتان باندھتا ہے، اس کے وعدوں پر تجھے شک ہے۔ تیرا دل کھوٹ، کینہ، حسد، دھوکا فریب، جاہ طلبی، خودستائی، دنیا میں منزلت کی آرزو اور اس پر خوشنودی اور اطمینانِ قلب! اللہ کے بندوں پر تکبر کرتا ہے، اتراتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ ۝ (اور جب اس سے کہا جاتا ہے کہ اللہ سے ڈر تو اسے عزت گناہ کے ساتھ پکڑ لیتی ہے)

حد سے زیادہ غیظ و غضب، عصبیت (بیجا طرفداری)، عار (ننگ، چڑاپن) سرداری کی محبت، باہمی عناد، عداوت، طمع بخل، خوف، اترانا، شیخی بگھارنا، دولتمندوں کی تعظیم، مفلسوں کی تحقیر، فخر، دنیاوی حرص، مباہات، ریا، تعلّی (شیخی) کے باعث حق سے روگردانی، بیہودہ باتوں میں غور و فکر، یاوہ گوئی کی کثرت، لاف زنی، دوسروں کے احوال کی ٹوہ، اور اپنی حالت سے بے خبری (حالانکہ خود خبری اور اپنی حالت کی نگہداشت بھی ایک گونہ عبادت ہے) اپنی ملکیت جتانا، خدا کے حاکموں میں اپنی قوت اور اپنے زور پر غور کرنا، خلق خدا کی حد سے زیادہ (دنیوی) معاملات میں تعظیم کرنا اور ان کی خاطر سے حق کو چھپانا، اپنے اعمال پر مغرور ہونا، جھوٹی تعریف سے خوش ہونا، دوسروں کی عیب جوئی کرنا، اپنے عیبوں سے چشم پوشی، خدا کی نعمتوں کو فراموش کر دینا، ہر نعمت کی اپنی ذات یا کسی دوسری مخلوق سے نسبت کرنا حالانکہ تمام مخلوق اللہ ہی کے احکام کے تابع اور اسی کی آلہ کار ہے، ظاہر پرستی کرنا اصول اور مقررہ حدود کے تحفظ کا خیال نہ کرنا، بیجا کام کرنا، خوشی کو پسند اور غم سے نفرت کرنا حالانکہ غم و ملال کے بغیر دل ویران ہے جو دل اس سے عاری ہیں ان میں حکمت کا فروغ اور نور الٰہی بجھ جاتا ہے۔ حالانکہ حکمت الٰہی کے نور کی فراوانی سے حق تعالیٰ کی قربت حاصل ہوتی ہے۔ اللہ سے دل کا لگاؤ پیدا ہو جاتا ہے، توجہ کے ساتھ بگوش ہوش اس کا کلام سنتے ہیں اور اس کے احکام کا فہم پیدا ہو جاتا ہے تمام مخلوق سے بے نیازی حاصل ہو جاتی ہے، سعادتِ دوام اور لازوال نجات اور کامل نعمت

میسّر آتی ہے۔ یہی حزن و ملال نفس کی فریب کاریوں سے بچانے میں معاون و مددگار ہوتا ہے کیونکہ جب نفس کو ذلّت پہنچتی ہے اور بندہ صبر و شکر کرتا ہے تو اس کو نیک بختی حاصل ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے دوستوں، اس کے اصفیا، محبّین، شہداء، صالحین، علماء و عارفین اور انبیا علیہم السلام کے زمرہ میں اس کو محسوب کیا جاتا ہے۔

مگر تیرا حال تو یہ ہے کہ تیرا باطن دین سے تعاون میں سستی کرتا ہے اور حامیانِ دین، اولیا کاملین کو (جن کی دعوت خلق .. کے لئے حجت ہے، ان کا اللہ کی طاعت کی طرف بلانا اور خداوند تعالیٰ کے عذاب و عتاب سے ڈرانا اور اس کی رحمت و جنت کے وعدے کو یاد دلانا ان کا کام ہے) ظاہر میں اپنا بھائی قرار دیتا ہے (بھائی کی طرح ان کی محبّت کا مدعی ہے)، مگر باطن میں اُن سے مخالفت رکھتا ہے اور ان نیک اور مقدّس لوگوں کی موافقت سے گریز کرتا ہے حالانکہ ان کے دل اللہ کی محبت سے چور چور ہیں وہ رحمٰن کے دوست ہیں اور سارے جہان سے منہ موڑ کر صرف اللہ پر توکل کئے بیٹھے ہیں شدّت کے ساتھ مصائب کو برداشت کرتے ہیں اور اطاعت الٰہی سے کبھی غافل نہیں ہوتے وہ اللہ تعالیٰ کے احسان کے مرہون اور اس کی دوستی کا خلعت پہنے ہوئے ہیں۔ ان کا نام رب العزت کے مخلصین میں تحریر ہے، دنیا میں امراء کے دروازوں کا طواف کرنے، دنیاوی فتنوں اور قبروں میں برزخ کے خوف اور اس کے فشار سے مامون و مصئون ہیں۔ قیامت میں ان کو حساب دینے کی وحشت اور ڈر نہیں ہے وہ جنت میں نعمت و سرور اور تازگی و فرحت کے ساتھ ہمیشہ رہنے والے ہیں۔

تجھکو دنیا میں جو مال و دولت دیا گیا، مصیبتوں سے آزادی دی گئی، تکلیف کے بدلے تجھے راحت سے نوازا گیا تو اس پر تو فریب خوردہ اور مغرور ہو گیا، اور اللہ تعالیٰ کی اس بخشش، فضل و کرم کے چھینے جانے کا خوف تیرے دل سے جاتا رہا جو تجھ سے پہلے دوسروں کو عطا کی گئی تھی اور ان سے منتقل ہو کر تیرے پاس آئی تھی یہ مال و منال، فرعون، ہامان، قارون، شدّاد عاد۔ قیصر و کسریٰ اور دوسرے شاہان ماضی اور ان اقوام کو حاصل تھا جو صفحۂ ہستی سے مٹ گئیں۔ یہ دنیا ان کے لئے بازیچۂ اطفال بن گئی تھی، امیدوں اور آرزوؤں نے فریب میں مبتلا کر رکھا تھا اور شیطان نے اللہ تعالیٰ سے ان کو برگشتہ کر رکھا تھا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا حکم آ گیا اور ان کا وہ مال و منال جس سے ان کی دلچسپیاں وابستہ تھیں ان سے واپس لے لیا گیا، نرم بستروں سے ان کو اٹھا دیا گیا، بلند ایوانوں اور کوشکوں سے ان کو نکالا مل گیا۔ وہ عزت جو ان کو حاصل تھی، ان سے چھین لی گئی، وہ ملک جس پر ان کو ناز تھا ان کی ملکیت تھا ان سے لے لیا گیا اور وہ امانتیں (مال و منال دنیا) جو عارضی طور پر ان کے پاس رکھی گئی تھیں ان سے واپس لے لی گئیں، اللہ تعالیٰ کی طرف سے انھیں وہ حکم پہنچا جس کا ان کو گمان تک نہ تھا (یعنی موت کا حکم) پھر ان کی ... بداعمالیاں ان کے سامنے لائی گئیں اور معمولی سے معمولی اعمال کا سختی کے ساتھ محاسبہ کیا گیا، جن تنگ قید خانوں میں وہ دنیا کے اندر دوسروں کو بند کیا کرتے تھے اُن سے بھی زیادہ تنگ و تاریک قید خانوں میں ان کو بند کیا گیا اور جو سختی وہ دوسروں پر کرتے تھے اس سے کہیں زیادہ تشدّد سے ان کو دوچار ہونا پڑا اور جو عذاب وہ دوسروں کو دیتے تھے اس سے بھی زیادہ سخت ان کو دیا گیا، ان کے ہاتھ پیروں کو زنجیروں سے جکڑ کر دوزخ میں جلایا گیا۔ زقوم اور تھوہڑ ان کو کھانے کو دیا گیا، اور پھر کچلہو اور پیپ پلایا گیا۔ کیا عہدِ ماضی کے اِن افراد کے احوال سے تجھے کچھ بھی عبرت حاصل نہیں ہوئی؟ کیا ان لوگوں کے انجام سے تجھے نصیحت حاصل نہیں ہوئی جن کو ان کے گھر والوں سے الگ کر کے قید کر دیا گیا اور تو ان کے ترکہ کا مالک بن بیٹھا ہے اور اُن

کے بنائے ہوئے مکانوں میں آج آباد ہے حالانکہ ان کے بانیوں کو ان سے نکال باہر کر دیا گیا کیونکہ ان کی تعمیر میں انھوں نے ظلم وستم کو اپنا شعار بنایا تھا، بہت سے لوگوں کی ان محلات میں توقیر کی تھی اور بہت سے لوگوں کی تذلیل، ان کے رخساروں، پیٹوں اور سروں پر مار ماری گئی تھی۔ بہت سی غریب، مصیبت زدہ اور بدحال آنکھوں کو رلایا تھا، بہت سے شریف، متمول افراد کو ان کا سب کچھ چھین کر محتاج بنایا تھا، بہت سی نئی رسمیں جاری کی تھیں اور مذموم طریقے رائج کئے تھے۔ دانشمندوں اور داناؤں کو پست حوصلہ بنایا ان کے دل توڑے اور اپنے سے ناراض کیا۔" بہت سے اہل دل حضرات نے اللہ کے حضور میں آدھی آدھی رات کو ان کے مظالم کی شکایتیں پیش کیں، آہ وزاری اور فریاد کی۔ تاکہ اللہ تعالیٰ ان (حضرات) کی مصیبتوں کو دور کر دے، چونکہ اہل دل نے اپنی فریاد سب سے باخبر ہستی (خداوند دوجہاں) سے کی تھی اس لئے معزز فرشتوں نے ان کو (ہاتھوں ہاتھ) لیا اور اس عظیم المرتبت شہنشاہ اور سب سے بڑے منصف کے سامنے پیش کر دیا جو ظالم نہیں۔

عزیز وحکیم، غالب وبرتر رب العزت نے ان (دنیا پرستوں) کے سینوں میں جو کچھ تھا دیکھ لیا اس لئے کہ وہ ہر کھلی اور چھپی چیز سے باخبر ہے۔ اس لئے ان نیک بندوں کی شکایت اور فریاد پر توجہ فرمائی اور ان کی دعا کو قبول فرما کر جواب میں فرمایا "میں ضرور ضرور تمھاری مدد کروں گا اگرچہ وہ مدد کچھ دیر بعد ہو" چنانچہ ان ظالموں کو (ان کے ظلم کی پاداش میں) ایسی کٹی ہوئی کھیتی کی طرح کر دیا جس کا اب کہیں نشان بھی باقی نہیں!! کسی قوم کو غرقاب کر کے ہلاک کیا گیا، کسی کو زمین دھنسا کر فنا کے گھاٹ اتار دیا گیا اور کسی پر سنگباری کر کے نیست ونابود کر دیا۔ کسی کو قتل کرا کے، کسی قوم کی صورتیں مسخ فرما کر برباد کر دیا گیا اور کسی قوم کی عقل وخرد کو اس طرح سلب کیا گیا کہ ان کے دلوں کو پتھر کی طرح سخت کر دیا۔ ان پر کفر کی مہریں لگا دیں اور شرک وظلمت کے پردوں سے ان کو سربند کر دیا گیا، چنانچہ ان کے دلوں میں نہ ایمان داخل ہوا نہ اسلام اس کے بعد ان کو ایک سخت مواخذہ نے پکڑ لیا اور سخت ترین پنجۂ عقوبت میں لیکر ایسی ہلاکت خیز جگہ پر جھونکا گیا جہاں ان کی کھالیں جھلس جاتی ہیں پھر اس کی جگہ دوسری کھال بدل دی جاتی ہے، اس طرح وہ ہمیشہ عذاب میں، دہکتی آگ اور مصیبت میں مبتلا رہیں گے۔ اور ان کو کھانے کو وہ کچھ دیا جائے گا جو ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ ان کا وہاں رہنا دائمی ہے، جب تک یہ زمین وآسمان موجود ہیں وہ نہ مریں گے اور نہ وہاں سے چھٹکارا پائیں گے ان کے عذاب کی نہ کوئی انتہا ہے اور نہ ان کی ہلاکت کی کوئی حد! دوزخ میں بھی ان کے لئے رسوائی کی زندگی ہے ان کی طرف خوشی کا گزر نہ ہوگا، نہ وہاں سے ان کی سانس نکلے گی نہ روح! ان کی ساری امیدیں ٹوٹ جائیں گی اور ان کا نالہ وشیون بیکار ہوگا، ان کے دل گلے میں پھنسے ہوں گے اور ان کی زبانوں میں بولنے کی سکت نہیں ہوگی، ان سے کہا جائے گا دور رہو! بات نہ کرو!!

اے مسکین! (اے مخاطب) اس عذاب سے ڈر! اگر تو ان جیسے اعمال کا مرتکب ہے، ان کی روش پر چل رہا ہے۔ ان کی پیروی کرتا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ تو بغیر توبہ کے مر جائے اور غفلت وفریب میں مبتلا ہو کر ان کی حالت میں پکڑا جائے تو اپنے نفس کے لئے تو کوئی عذر یا جواب پیش نہ کر سکے۔ پس رہائی، مخلصی اور نجات کی تدبیر کر اور آگے کے لئے زاد راہ تیار کر ورنہ وہی عذاب وعقوبت جو ان کے لئے ہے تیرے لئے بھی ہوگی۔

توبہ کی شرطیں
اور
اُن کی نوعیت

توبہ کی تین شرطیں

توبہ کی تین شرطیں ہیں، پہلی شرط احکام الٰہی کے خلاف اعمال پر شرمندگی و ندامت ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "النَّدَمُ تَوبَۃٌ" پشیمانی و ندامت توبہ ہے، صحیح ندامت اور پشیمانی کی پہچان یہ ہے کہ دل میں رقت پیدا ہو اور کثرت سے آنسو بہائے جائیں۔ اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ توبہ کرنے والوں کی مجلس میں بیٹھو کیونکہ وہ لوگ نرم دل ہیں۔

دوسری شرط یہ ہے کہ ہر آن اور ہر گھڑی گناہوں سے باز رہا جائے۔ تیسری شرط ہے کہ معاصی اور خطاؤں کا دوبارہ ارتکاب نہ کرے جس طرح کہ پہلے مرتکب ہوا ہے۔ ابوبکر واسطیؒ سے جب توبۃ النصوح کے معنی دریافت کئے گئے تو فرمایا کہ گناہگار پر گناہ کا کوئی بیرونی اور اندرونی اثر باقی نہ رہے، جس کی توبہ خالص ہوتی ہے وہ پرواہ نہیں کرتا کہ کس طرح شام ہوتی ہے اور کس طرح صبح، توبۃ النصوح پشیمانی (گناہ نہ کرنے کا) پختہ ارادہ پیدا کر دیتی ہے، پختہ ارادہ اور عزم اس بات کا ہوتا ہے۔ کہ جو گناہ پہلے کئے ہیں دوبارہ ان میں مبتلا نہ ہو کیونکہ پشیمانی اور ندامت سے اس کو معلوم ہوتا ہے کہ اس کے اور اس کے رب کے درمیان معاصی حائل ہو جاتے ہیں اور یہ گناہ اس کو اس آخرت سے باز رکھتے ہیں جو دنیا کی محبت اور برے انجام سے محفوظ ہے۔ حدیث شریف میں وارد ہے کہ "گناہ کرنے سے بندہ رزق کثیر سے محروم ہو جاتا ہے چنانچہ زنا افلاس کا موجب اور سبب بنتا ہے۔

بعض عارفوں نے فرمایا ہے کہ جب تم کسی میں تغیر، رزق میں تنگی، پریشانی اور بدحالی دیکھو تو جان لو کہ وہ اپنے مولا کے حکم کو بجالانے والا نہیں ہے بلکہ وہ ہوائے نفس کا تابع ہے، جب تم دیکھو کہ لوگوں کی دراز دستی، زبان درازی، تم پر غالب ہے اور ظالموں کا پنجہ تمھاری جان و مال اور اولاد پر مسلط ہے تو سمجھ لو کہ تم ممنوعات کے مرتکب، حقوق العباد میں کوتاہی کرنے والے، حدود الٰہی سے تجاوز کرنے والے اور آداب و طریقت کو برباد کرنے والے بن گئے ہو، جب تم دیکھو کہ اندوہ و غم اور حزن و ملال کے بادل تمھارے دلوں پر منڈلا رہے ہیں (دل غم میں گرفتار ہیں) تو جان لو کہ تمھارے رب نے تمھارے لئے جو قضاء و قدر مقدر فرمادی تھی تم اس سے اعراض کر رہے ہو اور اللہ کے وعدے کو جھٹلا رہے ہو تم کو اس پر اعتماد نہیں ہے اور جو تدبیر خدا نے تمھارے اور اپنی مخلوق کے لئے کی ہے تم اس سے راضی نہیں ہو، تو جب توبہ کرنے والا اپنے حال پر غور و فکر کر کے جان لیتا ہے تو وہ اس پر پشیمان ہوتا ہے۔

پشیمانی اور ندامت کے معنی یہ ہیں کہ محبوب کے جدا ہونے سے اس کے دل کو دکھ پہنچتا ہے، دل سے ہوک اٹھتی ہے اور وہ غم زدہ رہ جاتا ہے اسی بنا پر اس کا حزن و ملال بڑھتا ہے اور اس کی حسرت میں اضافہ ہوتا ہے وہ بکثرت گریہ وزاری کرتا ہے اس کے ساتھ ہی وہ ارادہ کر لیتا ہے کہ پھر ایسی حرکت (گناہ) نہیں کریگا۔ گناہ زہر سے زیادہ ہلاکت آفریں ہے اور وہ حملہ آور دشمن ہے جلا دینے والی آگ اور ٹکڑے ٹکڑے کر دینے والی تلوار سے زیادہ ضرر رساں ہے۔ مومن کی یہ شان نہیں ہے کہ ایک سوراخ سے دوبارہ ڈسا جائے

لہٰذا وہ گناہوں سے ضرور بھاگتا ہے اور اس طرح بھاگتا ہے جس طرح مہلک اور مضرت رساں چیزوں سے لوگ بھاگتے ہیں۔ لہٰذا یہ بات گرہ میں باندھ لینی چاہیئے کہ گناہوں (کے ارتکاب) میں پوری پوری ہلاکت ہے اور اطاعت خداوندی میں کلی طور پر بقا، ابدی سلامتی کی لذت۔ گناہ، طویل حزن و ملال پیدا کرتے ہیں اور بعد میں زحمت، بیماری، عمر گناہوں سے گھٹتی ہے اور لوگوں کو آگ کا ایندھن بننا پڑتا ہے۔

صحت توبہ کی شرط

توبہ سے جو نتیجہ پیدا ہوتا ہے اس سے جذبۂ تدارک پیدا ہوتا ہے اس کا تعلق حال سے بھی ہے اور ماضی سے بھی؛ حال سے تعلق کا تقاضہ یہ ہے کہ ان تمام ممنوعات (معاصی) کو ترک کر دے جن کا مرتکب ہو رہا ہے اور جن کو کرتا چلا آرہا ہے۔ اور جس فرض کی ادائیگی کی طرف متوجہ ہے اس کو فوراً ادا کر دے اور ماضی سے تعلق یہ ہے کہ زمانۂ ماضی میں جو کوتاہی ہوگئی ہے اس کو آئندہ پورا کر دے، ترک معاصی اور اطاعت پر مرتے دم تک قائم رہے۔ صحت توبہ کا ماضی سے متعلق ہونے کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ اپنے خیال کو اس دن کی طرف منعطف کرے جس دن بالغ ہوا تھا اور اس دن تک غور کرے جس دن اس نے توبہ کی ہے اور پھر حساب لگائے کہ اس عمر کے کتنے سال، کتنے دن، کتنی گھڑیاں اور کتنے سانس گزرے ہیں اور غور کرے کہ اس عرصہ میں اس سے کتنی کوتاہیاں ہوئی ہیں۔ اور کس قدر معاصی کا ارتکاب ہوا ہے، طاعات و عبادات میں اس طرح غور کرے کہ اس نے کتنی نمازیں اس کے شرائط و ارکان کے بغیر پڑھی ہیں اور کتنی نمازیں سرے سے پڑھی ہی نہیں، کتنی نمازیں بغیر وضو ادا کی ہیں اور کتنی ناکارہ وضو کے ساتھ پڑھی ہیں (مثلاً وضو میں نیت نہیں کی یا یہ کہ واجبات وضو کو ترک کیا، کلی نہیں کی، ناک میں پانی نہیں چڑھایا، پیر دھونا بھول گیا یا ٹال دیا یا ناپاک کپڑوں یا ریشمی لباس یا غصب کئے ہوئے کپڑوں اور مغصوبہ زمین پر نماز ادا کی) اب ایسا شخص جو سن بلوغت کے دن سے اپنی توبہ کے دن تک تمام فرائض کی قضا کرے تو سب سے پہلے ان تمام فرائض کی ادائیگی میں مصروف ہو جو اس سے قضا ہوئے ہیں اور اس وقت تک قضا ادا کرتا رہے جب تک موجودہ وقت کی نماز کا وقت نہ آجائے۔ موجودہ نماز کا وقت آجانے پر اس کو ادا کرے پھر قضا پڑھنا شروع کردے یہاں تک کہ تمام نمازیں ادا ہو جائیں۔ جب جماعت ہونے لگے تو اس کے ساتھ بھی بہ نیت قضا شریک ہو جائے اور جماعت کے بعد پھر حسب معمول تنہا لوٹاتا رہے یہاں تک کہ جب اس وقت کی نماز کا وقت تنگ ہونے لگے تو وقتی نماز تنہا بہ نیت ادا پڑھے اور امام کے ساتھ پڑھی ہوئی نماز کو فوت شدہ نماز کی قضا قرار دے لے۔ یہ تمام احتیاط قضا میں اس لئے کرے کہ اسے ترتیب حاصل ہو جائے اس لئے کہ ہمارے نزدیک ترتیب قضا واجب ہے اگرچہ وقتی نماز جماعت سے امام کے ساتھ ادا کی نیت سے پڑھ لی تو اس کی ادا ہے دوبارہ وقتی نماز تنہا لوٹانے کی ضرورت نہیں ہے مگر زیادہ صحیح پہلی صورت ہی ہے لیکن اگر اس کا شمول ان لوگوں میں رہا اور ان لوگوں میں اس کی زندگی گزری جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَآخَرُونَ اعْتَرَفُوا بِذُنُوبِهِمْ خَلَطُوا عَمَلًا صَالِحًا وَآخَرَ سَيِّئًا عَسَى اللَّهُ أَنْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ ۝

اور دوسرے لوگ وہ ہیں جو اپنے گناہوں کا اقرار کرتے ہیں اور انکے عمل نیک و بد کے ساتھ ملے جلے ہوتے ہیں تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ انکی توبہ قبول کرے

یعنی جب ان لوگوں پر ایمان کا غلبہ ہوتا ہے تو روزہ نماز خوب اچھی طرح ادا کرتے ہیں، نجاست اور حرام شرعی سے اجتناب کرتے ہیں اور اپنے دین میں احتیاط کرتے ہیں اور جب ان پر بدبختی کا غلبہ ہوتا ہے تو ان کو شیطان بہکاتا ہے، وہ نماز میں کوتاہی اور اس کے شرائط و ارکان ادا کرنے میں کاہلی اور سستی برتتے ہیں کچھ ادا کرتے ہیں اور کچھ چھوڑ دیتے ہیں یا کسی دن نماز پڑھی کسی

دن نہیں پڑھی، یا دن رات میں دو ایک نمازیں پڑھ لیں، باقی چھوڑ دیں نہیں پڑھیں ان کے لئے اس صورت میں لازم یہ ہے کہ خوب کوشش کرکے یقین کے مرتبے تک پہنچے اور نمازوں کو تمام و کمال طریقے سے جس طرح شریعت نے شروع کیا ہے بجا لائے (یعنی ترتیب حاصل کرنے کی کوشش کرے) ورنہ جس نماز کے کامل ادا کرنے کا یقین ہو اس کو دوبارہ نہ لوٹائے لیکن اگر اولیٰ اور بہتر کا خواہاں ہے تو اگرچہ دشواری بہت ہے مگر سب نمازیں لوٹائے اس صورت میں جو کوتاہی ادا کی تکمیل و تعمیل میں ہوگئی ہے اس کی درستی ہوجائے گی اور یہ نمازیں ان احکام میں کوتاہی کا کفارہ بن جائیں گی جو اس سے ہو چکی ہے۔ مثلاً کبھی جھوٹ بولا تھا یا ناجائز طور پر سودی کمائی بھی تو ان گناہوں کا کفارہ ان نمازوں سے ادا ہو جائے گا، ایسی صورت میں جنت کے اندر اس کے بلند مراتب ہونگے بشرطیکہ توبہ کی حالت میں اسلام اور سنت رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اس کا خاتمہ ہو (اس کی موت واقع ہو)۔

جب تائب تمام فوت شدہ فرائض کی قضا (لوٹانے) سے فارغ ہوجائے اور اللہ تعالیٰ اس کو مہلت اور عمر عطا فرمائے (اور اپنی طاعت و بندگی کی توفیق اس کو مرحمت فرمائے اور اپنی طاعت کے لئے اس کو منتخب فرمائے اور اس کو استقامت بخشے اپنے محبت کرنے والوں میں اس کو محسوب کرے، ضلالت و گمراہی سے اسے بچائے، شیطان کی پیروی، اس کی دوستی اور ہوا و ہوس کی لذت سے اسے محفوظ رکھے، اس کا منہ دنیا سے موڑ کر آخرت کی جانب اسے متوجہ کرے) تو اسے چاہیئے کہ مؤکدہ سنتوں کی ادائیگی کی طرف متوجہ ہوجائے (جو سنت ہائے مؤکدہ فوت ہو چکی ہیں، ان کی قضا پوری کرے) اور فوت شدہ متعلقات نماز کے ادا کرنے میں اسی طرح مشغول ہو جس کی تفصیل فرائض کے ضمن میں ہم بیان کر چکے ہیں، اس کے بعد وہ تہجد، رات کی نماز اور ان اوراد میں مشغول ہوجائے جن کا ذکر مفصل انشاء اللہ ہم آخر کتاب میں کرینگے۔

روزے کی قضا

اب رہا روزے کی قضا کا مسئلہ تو جس نے سفر یا مرض کی وجہ سے روزہ چھوڑ دیا، قصداً روزہ نہیں رکھا یا رات سے قصداً یا سہواً نیت کو چھوڑ دیا (روزہ بغیر نیت رکھ لیا) تو ایسے تمام روزوں کی قضا کرے، لیکن اگر یقینی طور پر کچھ یاد نہ ہو تو یاد کرے، سوچے اور غور کرے، جس روزے کے چھوٹ جانے کا زیادہ گمان ہے اس کو دوبارہ رکھے باقی چھوڑ دے ہاں اگر احتیاط ملحوظ ہے تو سب کی قضا کرے یہ زیادہ بہتر ہے اگر ایسا کرے تو سن بلوغت سے یوم توبہ تک حساب کرے (یعنی تمام روزوں کو شمار کرے) اگر دس سال گزرے ہوں تو دس ماہ کے اور اگر بارہ سال گزرے ہوں تو بارہ مہینے کے روزے رکھے۔ غرضیکہ ہر سال کے لئے ایک ماہ کے روزوں کی قضا ادا کرے (یہ قضا ماہ رمضان کے روزوں کی قضا ہوگی)۔

زکوٰۃ کی عدم ادائیگی کے ادا کا طریقہ

نماز اور روزوں کی طرح ادائیگی زکوٰۃ کا حساب وقت بلوغ سے نہیں لگایا جائے گا بلکہ اس وقت سے لگایا جائے گا جب سے وہ مالک نصاب ہوا ہے ہر چند کہ ہمارے نزدیک نابالغ بچے اور دیوانے کے مال پر بھی زکوٰۃ واجب ہے (بشرطیکہ وہ مالک نصاب ہو) وہ اس وقت سے تمام سالوں اور کل مال کا حساب کرے پھر تمام سالوں کی زکوٰۃ نکال کر فقراء اور مساکین اور حقداروں کو دیدے اگر اس نے بعض سالوں کی زکوٰۃ ادا کر دی ہے اور بعض سالوں کی ادا نہ کی ہو (ان میں سستی کی ہو) تو ان سالوں کا حساب کرے (جن میں زکوٰۃ نہیں دی ہے) پھر ان برسوں کی زکوٰۃ ادا کرے (ادا کئے ہوئے سالوں کو چھوڑ دے) جیسا کہ ہم پہلے نماز اور

روزے کے سلسلہ میں بیان کر چکے ہیں۔

قضا حج کی ادائیگی

حج کی ادائیگی کے بارے میں یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ اگر حج کے تمام شرائط اس کے حق میں پورے ہوگئے ہوں تو فوراً اسے حج ادا کرلینا چاہیئے، سستی اور کوتاہی میں اگر کچھ مدت گزرگئی اور اس مدت میں حج کی کچھ شرطیں مفقود ہوگئیں، محتاج ہوگیا لیکن کچھ مدت کے بعد پھر استطاعت حاصل ہوگئی تو اس وقت فوراً ارادہ کرلینا چاہیئے اور حج کے سفر پر چل دینا چاہیئے اگر دوبارہ مالی استطاعت تو حاصل نہ ہوئی لیکن سفر حج کے لئے جسمانی طاقت موجود ہے تب بھی حج کا ارادہ کرلینا اور سفر پر نکل کھڑا ہونا واجب ہے، اگر مال (زادراہ) موجود نہیں ہے لیکن جسمانی طاقت موجود ہے تو اس پر لازم ہے کہ کسب حلال کرے اور اس سے سفر خرچ اور سواری وغیرہ کا انتظام کرے اگر کھانے پر قدرت نہیں ہے تو دوسروں سے امداد طلب کرے تاکہ دوسرے اپنے زکوٰۃ و صدقات سے ادائے حج کے لئے اس کی مدد کریں اور اس کو زکوٰۃ وخیرات سے اس قدر مال ملجائے کہ وہ حج کرسکے۔ اللہ تعالیٰ نے مصارف صدقات کے حکم میں (آیت میں) جو آٹھ قسمیں مستحقین کی بیان فرائی ہیں ان میں" فی سبیل اللہ" بھی ایک قسم ہے اور ہمارے نزدیک حج کرنا، فی سبیل اللہ کے زمرے میں ہے۔ اگر ایسا شخص حج کئے بغیر مرگیا تو وہ گنہگار اور عاصی رہے گا۔ اس لئے کہ اس نے ادائیگی حج میں کوتاہی کی۔ ہمارے نزدیک صاحب استطاعت ہوتے ہی حج کے لئے روانہ ہوجانا واجب ہے، رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے جو شخص خانۂ کعبہ تک پہنچنے کے لئے سواری اور زاد راہ کے لئے پس انداز کرتا ہے اور پھر وہ حج نہ کرے تو وہ اپنے دین پر نہیں[1] اور کوئی افسوس نہیں کہ وہ یہودی، نصرانی ہوکر مرے، یہ سب کچھ ادائیگی حج کے حکم کی تاکید، تحفظ حج کی احتیاط اور حج کے ضائع ہونے کے اندیشہ کے طور پر فرمایا گیا ہے۔

کفاروں کی ادائیگی

اگر کسی شخص پر کفارہ یا نذریں واجب ہیں تو سب سے پہلے اُن کی ادائیگی سے عہدہ برآ ہو جو کچھ بیان کیا جا چکا ہے اس کے مطابق ضروری ہے۔ ان تمام فرائض، واجبات اور سنن موکدہ کی ادائیگی کے بعد گناہوں کے بارے میں غور کرے اور سوچے کہ اوّل بلوغ سے توبہ کے وقت تک آنکھ، کان، زبان، ہاتھ، پاؤں، آلات جنسی اور دوسرے تمام اعضا سے کیا کیا گناہ صادر ہوئے ہیں، اس کے بعد تمام دنوں، گھڑیوں پر غور کرے اور اپنے سامنے اپنے گناہوں کی تفصیل کا دفتر لائے (اس تمام گناہوں کا جائزہ لے) یہاں تک کہ اپنے تمام صغیرہ و کبیرہ گناہوں سے باخبر ہوجائے (سب اس کو یاد آجائیں)، گناہوں کی یاد اُن لوگوں کے دیکھنے سے بھی آجاتی ہے جو گناہوں کے ساتھی اور شریک تھے اور اُن تمام مقامات اور جگہوں کو بھی یاد کرے جہاں اپنے گمان میں لسنے لوگوں کی نگاہوں سے چھپ کر گناہ کئے اور ان آنکھوں (کے دیکھنے) سے غافل رہا جو نہ سوتی ہیں اور نہ پلک جھپکاتی ہیں یعنی کراماً کاتبین جو نامۂ اعمال لکھنے والے فرشتے ہیں۔ تم جو کچھ کرتے ہو اور جو کچھ منہ سے نکالتے ہو وہ سب جانتے ہیں وہ ہر حال میں بندہ کے پاس اس کے نگہبان و محافظ ہیں اور بندہ ان عزت والے نگہبان فرشتوں سے غافل ہے حالانکہ وہ آگے پیچھے دائیں بائیں موجود رہتے ہیں اور اللہ کے حکم سے اس کی نگرانی کرتے ہیں اور ہر فعل اور اس کی ہر سانس کا شمار کرتے رہتے ہیں، بندہ اس خدا سے چھپ کر گناہ کرتا ہے جو ہر راز اور بہت ہی پوشیدہ بات

---

[1] حضرت مصنف رضی اللہ عنہ کے زمانے میں آجکل کی طرح زرمبادلہ کی پابندیاں اور اس کے باعث اس سعادت کے حصول سے محرومی کا سوال ہی نہیں تھا۔

کو بھی جانتا ہے، جو دلوں کے رازوں سے آگاہ ہے اور ظاہر و باطن اس سے کچھ بھی پوشیدہ نہیں (یعنی تمام ظاہر و باطن سے باخبر ہے) پس اپنے گناہوں پر غور کرنا چاہئیے اگر وہ محض اللہ تعالیٰ (حقوق اللہ) کی نافرمانیاں ہوں اور بندوں کے حقوق سے ان کا کچھ تعلق نہ ہو جیسے زنا، شراب خوری، باجا اور گانا سننا اور غیر محرم کی طرف دیکھنا، مسجد میں ناپاکی کی حالت میں بیٹھنا بغیر وضو کے قرآن پاک چھونا، کوئی بُرا عقیدہ رکھنا تو ان گناہوں کی توبہ اس طرح ہوگی کہ ندامت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور میں معذرت خواہ ہو اور ان گناہوں کی تعداد، کثرت اور مدت کو شمار کر کے بقدر ان کے نیکیاں کرے اور ہر گناہ اور معصیت کا بدل اسکی نوعیت کے اعتبار سے نیکیوں سے کرے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

(نیکیاں بدیوں کو فنا کر دیتی ہیں)۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہر حالت میں اللہ سے ڈرو اور ہر بدی کے عوض نیکی کرو کیونکہ نیکی بدی کو زائل کر دیتی ہے۔

الغرض ہر بدی کا کفارہ ویسی ہی نیکی یا اس سے ملتی جلتی نیکی کے ذریعہ سے ہوتا ہے۔ مثلاً شراب نوشی کا کفارہ ہر حلال مشروب کے ذریعہ ہوسکتا ہے لیکن وہ مشروب ایسا ہو جو اس کے نزدیک بہت ہی پسندیدہ اور مرغوب ہو، گانے بجانے کا کفارہ یہ ہے کہ قرآن کریم، احادیث نبویہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اور حکایات الصالحین کو سنا جائے۔ مسجد میں حالت جنابت میں بیٹھنے کا کفارہ یہ ہے کہ مسجد میں عبادت میں مشغول ہونے کے علاوہ اعتکاف بھی کرے، بے وضو قرآن کریم کو چھونے کا کفارہ قرآن کریم کی بہت زیادہ عزت و توقیر اور اسے کثرت سے پڑھنا اور باوضو ہو کر اس کو خوب چھوئے اور تعلیمات قرآن سے عبرت حاصل کرے، اس کا اقرار کرے اور ان احکام پر عمل کرے نیز یہ کہ قرآن کریم خود لکھ کر اس کو دوسروں کے لئے وقف کر دے۔

بندگانِ خدا کے حقوق کا ادا نہ کرنا

اب رہے بندگانِ خدا پر چیرہ دستی اور ان کی حق تلفی تو ان میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور اس کے احکام کی خلاف ورزی ہوتی ہے، اللہ نے زنا، شراب، سود وغیرہ کی طرح بندوں کی حق تلفی کی بھی ممانعت فرمائی ہے، اللہ تعالیٰ کے احکام کی نافرمانی کا کفارہ تو وہی پشیمانی، ندامت، افسوس اور آئندہ ایسا نہ کرنے کا عہد اور نیکی کرنا ہے۔ لیکن بندوں کے حقوق تلف کرنے کا تدارک اور ان کی تلافی یہ ہے کہ اگر لوگوں کو دکھ دیا ہے تو ان کے ساتھ بھلائی کرے تاکہ ان کا کفارہ ادا ہو جائے گویا زیادتیوں اور حق تلفیوں کا کفارہ لوگوں کے ساتھ نیکیاں کرنا اور ان کے لیے دعائے خیر کرنا ہے۔ اگر وہ شخص جس کو ایذا دی تھی فوت ہو چکا ہے تو اس کے لئے رحمت کی دعا مانگے اس کی اولاد اور اس کے ورثا کے ساتھ مہربانی اور حسن سلوک کرے یہی اس کا کفارہ ہے بشرطیکہ وہ اذیت زبان سے پہنچی ہو یا مار پیٹ سے اور اگر اذیت اموال کے غصب کرنے سے پہنچی ہے تو اس کا کفارہ اس طرح ہوگا کہ جو حلال مال اس کے پاس ہے اس کو لوجہ اللہ صدقہ کرے اور اگر اس کو بے آبرو کیا ہے یعنی کسی کی غیبت کی ہے، چغلی کھائی ہے، عیب جوئی کی ہو تو اس کا کفارہ یہ ہے۔ اگر وہ شخص دیندار اور اہل سنت ہو تو اس کے دوستوں اور اس کے احباب کے سامنے مختلف مجلسوں اور محفلوں میں اس کی تعریف و توصیف کرے اور جو کچھ خوبیاں اس کی معلوم ہوں ان کو بیان کرے۔ کسی کو قتل کرنا اللہ تعالیٰ کے حق سے متعلق ہے اس کا کفارہ غلام آزاد کرنا ہے اس لئے کہ غلام کی آزادی اس کی زندگی ہے (گویا اس طرح زندگی بخشنا ہوا) کیونکہ غلام اپنے ذاتی حقوق میں بالکل مردے کی طرح ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا

مَمْلُوۡکًا لَّا یَقْدِرُ عَلٰی شَیْءٍ : اللہ ایک غلام مملوک کی مثال دیتا ہے جو کسی چیز پر قادر نہیں ہے) اس کی تمام کمائی اس کے آقا کی ہے، اس کے تصرفات و حرکات و سکنات سب اس کے مالک کی ملکیت ہیں پس اس کو آزاد کر دینا گویا اس کو نیست سے ہست کر دینا اور مرے کو زندہ کر دینا ہے (مجازاً) اسی طرح گویا قاتل ایک عبادت گزار بندے کو معدوم کر دیتا ہے اور اللہ کی وہ اطاعت جو وہ کرتا تھا اس کے فعل سے معطل ہو جاتی ہے اس صورت میں وہ اللہ تعالیٰ کا بھی خطاکار ہے، اس صورت میں اللہ نے اس کو حکم دیا ہے کہ مقتول کے بجائے کسی عبادت گزار بندے کو پیش کرے جس کی صورت صرف یہی ممکن ہے کہ کسی غلام کو غلامی سے نجات دلائے تاکہ پھر وہ بغیر کسی رکاوٹ کے اپنے لئے جو چاہے کرے اس طرح معدوم کا معاوضہ موجود سے ہو جائیگا گناہ کی یہ تمام کیفیات حقوق اللہ سے تعلق رکھتی ہیں۔

حق تلفی اور قتل خطا

بندوں کی حق تلفی خواہ وہ جانی و مالی ہو یا اس کو بے آبرو کیا جائے یہ سب کی سب خالص ایذائیں ہیں۔ جانی حق تلفی کی صورت یہ ہے کہ کسی کو بغیر ارادہ قتل کیا جائے تو اس کی توبہ کی شکل اس کے خون بہا (دیت) کی ادائیگی ہے۔ مقتول کے ورثا یا اس کا آقا یا حاکم اس خون بہا کے وصول کرنے کے مستحق ہیں، قتل خطا میں (یعنی بھول چوک سے کسی کو قتل کر دینے میں) ہمارے نزدیک قاتل کے خاندان والوں پر دیت ادا کرنا لازم ہے۔ جب تک خون بہا ادا نہ ہوگا یعنی مستحقین کو نہیں پہنچے گا قاتل ذمہ دار ہے لیکن اگر قاتل کے رشتے کنبے والے (عاقلہ) نہ ہوں اور قاتل میں ادائیگی کی استطاعت ہو تو ایک مسلمان غلام آزاد کرے بہتر یہ ہے کہ قاتل یہ دیت خود برضا و رغبت ادا کر دے اس لئے کہ ہمارے نزدیک دیت کا ادا کرنا صرف وارثوں (عاقلہ) کی ذمہ داری ہے، قاتل کا ادائیگی دیت سے کوئی تعلق نہیں (قاتل تو صرف اس صورت میں ایک بردہ آزاد کر دے گا جب کہ اس کے ورثا نہ ہوں) یہی قول صحیح ہے۔

امام شافعیؒ کا ارشاد

ایک قول یہ بھی ہے کہ اگر قاتل صاحب حیثیت ہے اور اس کے ورثا نہیں ہیں تو قاتل اپنے پاس سے دیت ادا کر دے یہ مسلک امام شافعیؒ کا ہے، اُن کی دلیل یہ ہے کہ دیت ابتداً قاتل ہی پر واجب ہوتی ہے، اس کے بعد اس کی آسانی (اور امداد) کے لئے اس کے رشتہ داروں پر یہ بوجھ ڈال دیا جاتا ہے اور بطور تاوان ورثا اس بوجھ کو برداشت کرتے ہیں اس لئے ورثا (عاقلہ) اور قاتل میں باہم توارث پایا جاتا ہے، جب عاقلہ نہ ہو تو قاتل پر اسکی ادائیگی ضروری ہے خصوصاً جب کہ وہ توبہ کی حالت میں ہو اور ظلم و تعدی اور گناہوں سے عہدہ برآ ہونا چاہتا ہو اور حقوق انسانی کے بارے رستگاری کا خواستگار اور تقوی کا آرزومند ہے۔

قتل عمد سے توبہ

قتل عمد سے بغیر قصاص کے خلاصی ناممکن ہے، اگر قتل نہیں کیا بلکہ ایسی جگہ ضرب لگائی گئی ہے جس کا عوض (قصاص) لینا ممکن ہو لیکن اس ضرب سے جان جانے کا خطرہ تھا تو بدلہ کے لئے وارثوں سے گفتگو کی جائے اور اگر ضرب میں اتلاف جان کا خطرہ نہیں تو پھر مضروب سے بات کی جائے اگر ورثا قصاص سے دستبردار ہو جائیں اور اس کو معاف کر دیں تو قصاص ساقط ہو جائے گا اور اگر مال لیکر معاف کرنا چاہیں (خون بہا قبول کریں) تو مال ادا کرنا ہوگا اس طرح وہ اپنے گناہوں سے نجات حاصل کرے گا۔

نامعلوم قاتل: اگر کسی انسان کو قتل کیا اور کسی کو نہیں معلوم کہ قاتل کون ہے تو قاتل پر لازم ہے کہ مقتول کے وارثوں کے

سامنے خود قتل کا اقرار واعتراف کرے اور اپنی جان کا اختیار ان کو دیدے خواہ وہ معاف کردیں خواہ قصاص لے لیں۔ یا دیت طلب کریں، اخفاء قتل جائز نہیں، قتل کا جرم صرف توبہ سے معاف نہیں ہوگا، اگر کسی شخص نے ایک جماعت کو مختلف جگہوں پر قتل کیا اور مقتولین کے ورثاء کا پتہ نہیں اور نہ مقتولین کی صحیح تعداد کا پتہ ہے تو اس صورت میں پختہ توبہ کرے اور اپنے کردار کو سزا دے اور اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ سزا خود اپنی جان کو دے یعنی گوناگوں نفسانی مجاہدے کرے اور جانسوزی کے کام کرے، اگر کوئی شخص تجھ پر ظلم کرے یا اسے ایذا پہنچائے (تو اپنے کئے ہوئے قتل کے بدلے میں) تو اُسے معاف کردے، غلام آزاد کرے مال کا صدقہ دے اور بکثرت نوافل ادا کرے تاکہ اس کے اِن اعمال خیر کی جزا قیامت کے دن اس کے ان متعدد جرم ہائے قتل کے برابر ہوجائے اور اس کو (عذاب سے) نجات حاصل ہوجائے۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے جنت الانعام فرمائے اس لئے کہ اس کی رحمت ہر شے کو اپنے آغوش میں لئے ہے وہ ارحم الرّاحمین ہے۔

ایسی صورت میں جب کہ وہ مقتولین کے ورثاء سے واقف نہیں، مقتولین کو مجروح کرنے کی وضاحت، ان کو لوٹنے کی صراحت لوگوں کے سامنے بے فائدہ ہے اس لئے کہ عدم آگاہی کے باعث وارثوں کو ان کا حق تو پہنچا ہی نہیں سکتا یا ان سے عذر تقصیر کرسکے، اپنا گناہ معاف کرائے، بلکہ جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے ویسا ہی عمل کرے۔

نامعلوم افراد کا گناہ

اسی طرح اگر اس نے زنا کیا، شراب پی، چوری کی اور وہ اس کے مالک کو نہیں پہچانتا، ڈاکہ ڈالا لیکن صاحب مال سے واقف نہیں، راستہ میں لوٹا، لوٹے جانے والے سے ناآشنا ہے۔ یا جماع کے علاوہ کسی اجنبی عورت سے کوئی ایسی حرکت کی جس کی کوئی شرعی تعزیر نہیں ہے تو اِن جرائم سے صحیح توبہ کرے، اس بات پر موقوف نہیں ہے کہ وہ گزشتہ واقعات کا تذکرہ کرکے خود اپنے آپ کو رسوا کرے اور آپ اپنی پردہ دری، یا اِن جرموں پر حدود (شرعی سزائیں) قائم کرانے کے لئے امام وقت یا حاکم کو تلاش کرے بلکہ اللہ تعالیٰ نے جو پردہ ڈال دیا ہے۔ اس پردہ میں چھپا رہے اور در پردہ اللہ تعالیٰ سے توبہ کرے، نفسانی جہاد کرے، روزے رکھے، مباح چیزوں اور لذتوں سے محظوظ ہونے میں کمی کردے، تسبیح و تہلیل بکثرت کرے، تقویٰ اور پرہیزگاری اختیار کرے، حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "اگر کوئی شخص ان گناہوں میں سے کوئی گناہ کر بیٹھے تو اس کو چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کی پردہ پوشی کے ساتھ اسے پوشیدہ رکھے، اور ہمارے روبرو اپنے گناہوں کو ظاہر نہ کرے، اگر اس نے اپنے قصور بتا دیئے تو ہم اس پر اللہ کی حد نافذ کریں گے اور اگر اس کے برعکس اس نے حاکم کے پاس جاکر اپنا جرم پیش کردیا اور حاکم اس کے لئے سزا تجویز کردے، اس کو سزا دیدے تو پھر اس مجرم کی توبہ صحیح اور مقبول ہوگی اور وہ گناہ کی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہوجائیگا اور جرم کی نجاست سے اس کو پاکی حاصل ہوجائے گی۔

مالی حقوق کا غصب کرنا

مالی حقوق کا غصب اور ان سے توبہ

اب یہ سوال کہ اموال میں توبہ کی صورت کیا ہے؟ (یعنی اگر کسی نے کسی شخص کے اموال غصب کئے ہیں تو وہ صحیح توبہ کس طرح کرے، اگر کسی نے کسی انسان کا مال چھینا ہے یا

چوری کی ہے یا کسی کے مال پر ڈاکا ڈالا ہے یا امانت میں خیانت کی ہے یا کسی معاملۂ مالی میں دھوکہ دیا ہے۔ خراب مال فروخت کیا ہے یا بیچتے جانے والے مال کے عیب کو چھپایا ہے' یا مزدور کی اُجرت میں کمی کی یا سرے سے اسکی اجرت ہی نہ دی توان تمام صورتوں پر حسابی نظر ڈالنا چاہیے اور اس وقت سے اس کا حساب کرے جب سے وہ عاقل اور تمیزدار ہوا ہے اس میں بالغ ہونے کے وقت آغاز کی شرط نہیں ہے بلکہ اس وقت سے شمار کرے جب کہ کسی وصی کی زیر نگرانی تھا اور وصی نے اس کے مال کو اپنے مال کے ساتھ خلط ملط کر دیا تھا اور وصی نے اپنی دینی سستی (ضعف دینداری) کے باعث اس کی کوئی پرواہ نہیں کی تھی کیونکہ وصی تو خود حق تلفی کرنے والا تھا۔ اور اس سے مذہب (کی شرائط) کی خلاف ورزی ہوئی اس لئے وصی کا حرام مال لڑکے کے مال میں مل گیا کچھ تو وصی کی نا انصافی اور بددیانتی اور ظلم کی وجہ سے اور کچھ خود لڑکے کی جانب سے خیانت کے باعث مال میں ملاوٹ ہوتی تو بالغ ہونے کے بعد جب یہ لڑکا تائب ہوا تو اس کو اس معاملہ پر تفتیشی نظر ڈالنا چاہیئے اور غیر کا حق اس کو واپس دینا چاہیئے اور اپنے مال کو حرام اور شبہ رکھنے والے مال سے پاک کرنا چاہیئے۔

ارتکاب جرم سے توبہ کے دن تک ذرہ ذرہ کا دل میں حساب لگانا چاہیئے ایسا نہ ہو کہ حساب کے بغیر غفلت کی حالت میں موت آجائے اور اس کے لئے روز حساب آجائے کہ وہ نہ ثواب حاصل کرسکا اور نہ اس کا اعمال نامہ پاک ہوا اور باز پرس کے وقت کوئی جواب قابل پذیرائی نہ ہو اس وقت یہ پشیمان ہوگا لیکن پشیمانی سے اس کو کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا، رب کی رضا حاصل کرنا چاہے گا۔ مگر عتاب الٰہی سے محفوظ نہ ہوگا، مہلت کا طالب ہوگا مگر مہلت نہیں ملے گی، شفیع ڈھونڈے گا لیکن کوئی شفیع نہ ہوگا۔ یہ تمام نتائج بد اس وقت مرتب ہوں گے جب زندگی میں شرعی حدود سے پار قدم رکھے گا، پسندیدہ چیزوں اور لذتوں کے حصول کے لئے اپنے نفس اور شیطان کی پیروی کرے گا، اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کی بارگاہ سے منحرف ہوگا، دعوتِ حق کو قبول کرنے سے پیچھے ہٹے گا، پروردگار کی نافرمانی اور خلاف ورزی کی طرف اس کے قدم تیزی سے بڑھیں گے، اس لئے قیامت کے دن اس کا حساب کتاب بہت طویل ہوگا اور اس کی گریہ و زاری اور واویلا بہت کچھ ہوگا۔ (بار گناہ سے) اس کی کمر ٹوٹ جائے گی اس کا سر ندامت سے جھکا ہوگا، بڑی شرمندگی اٹھانا پڑے گی، کوئی حجت اور دلیل پیش نہیں جائے گی۔ دوزخ کے فرشتے اس کو پکڑ کر اس عذاب کی طرف لے جائیں گے جو اس نے خود اپنے لئے پہلے ہی سے تیار کرایا ہوگا۔ وہ خود ہی اپنے نفس کو ہلاکت میں ڈالنے اور دوزخ میں داخل کرنے کا موجب اور باعث ہوگا اور قارون، فرعون، ہامان کے برابر کے درجہ میں دوزخ میں داخل ہوگا۔ اس لئے کہ حقوق العباد کی طرف سے روز حساب چشم پوشی نہیں کی جائے گی اور نہ ان سے درگزر کیا جائے گا۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ بندہ کو اللہ کے سامنے کھڑا کیا جائے گا اور اس کی نیکیاں پہاڑ کے برابر ہوں گی اگر وہ نیکیاں باقی بچیں تو یقیناً وہ اہل جنت سے ہوگا مگر حقوق کا مطالبہ کرنے والے کھڑے ہوں گے، اس نے کسی کو گالی دی ہوگی، کسی کا مال مارا ہوگا، کسی کو زدوکوب کیا ہوگا پس ان حقوق کے بدلے یہ نیکیاں ان لوگوں کو دیدی جائیں گی اور اس کے پاس نیکیوں کا کچھ حصہ بھی باقی نہیں رہے گا اس وقت فرشتے عرض کرینگے کہ الٰہ العالمین! اس کی نیکیاں تو ختم ہوگئیں اور حقوق کے طلب کرنے والے بہت سے باقی ہیں، اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ ان مطالبہ کرنے والوں (حقوق طلب کرنے والوں) کی برائیاں (بدیاں) اس کی بدیوں میں ڈال دو اور اسے دوزخ میں دھکے دیتے ہوئے لیجاؤ غرض وہ دوسروں کے گناہوں کی وجہ سے جو بدلے کے طور پر اس کے ذمے ڈالے

جائیں گے ہلاک اور تباہ ہوجائے گا اس طرح مظلوم ظالم کی نیکیوں کے ذریعے نجات پا جائیں گے کیونکہ ظالم کی نیکیاں بطور تاوان مظلوم کے حق میں منتقل کردی گئی ہیں "۔

اعمال کے تین دفتر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اعمال کے تین دفتر ہوں گے، ایک دفتر ایسا ہوگا جس کا لکھا ہوا اللہ تعالیٰ معاف فرمادے گا، ایک دفتر ایسا ہوگا جس کا لکھا ہوا اللہ تعالیٰ معاف نہیں فرمائے گا اور ایک دفتر کا نوشتہ بغیر بدلے کے معاف نہیں کیا جائے گا۔

وہ دفتر جس کا لکھا اللہ تعالیٰ معاف نہیں فرمائے گا وہ شرک (کا گناہ) ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ (جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا بلاشبہ اس پر جنت حرام ہے اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے،) اور جس دفتر کا نوشتہ اللہ تعالیٰ معاف فرمادے گا وہ حقوق اللہ ہیں یعنی وہ ظلم جو اس نے اپنے اور اپنے رب کے حقوق کے مابین اپنی جان پر کئے ہیں، اور تیسرا دفتر جس کا نوشتہ بغیر بدلہ کے نہیں رہے گا وہ حقوق العباد ہیں یعنی بندوں کی باہم حق تلفی ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا جانتے ہو کہ قیامت کے دن میری اُمت میں سے کون مفلس ہوگا صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم میں سے مفلس وہ ہے جس کے پاس مال و دولت نہ ہو، نبی کریمؐ نے فرمایا میری اُمت میں سے مفلس وہ ہوگا جو اپنے روزوں اور نماز کے ساتھ تو آئے گا لیکن اس نے کسی کو گالی دی ہوگی، کسی پر تہمت لگائی ہوگی، کسی کا مال کھایا ہوگا، کسی کا خون (ناحق) بہایا ہوگا اور کسی کو مارا ہوگا بس وہ مظلوم ظالم کی نیکیوں سے بدلہ حاصل کرے گا اور ظالم کی نیکیاں اس کی ہونگی، اگر نیکیاں (بدلہ کے لئے) ختم ہوجائیں گی تو مظلوم کی برائیاں اس کے نامۂ اعمال میں لکھ دی جائیں گی۔ پھر اس (مفلس) کو جہنم میں پھینک دیا جائے گا اس لئے ظالم کے لئے ضروری ہے کہ توبہ میں جلدی کرے

توبہ میں عجلت کی جائے حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایسے تاخیر کرنے والے لوگ ہلاک ہوگئے جو کہتے ہیں کہ ہم کچھ عرصہ بعد توبہ کرلیں گے۔ حضرت ابن عباسؓ آیہ کریمہ بَلْ يُرِيْدُ الْاِنْسَانُ لِيَفْجُرَ اَمَامَهٗ (بلکہ آدمی چاہتا ہے کہ وہ گناہ کرتا چلا جائے) کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ انسان چاہتا ہے کہ گناہوں کو بڑھاتا رہے اور توبہ میں تاخیر کرتا رہے، اور پھر کہے عنقریب توبہ کرلوں گا یہاں تک کہ اسے موت آجاتی ہے اور بدترین حالت میں آتی ہے۔ لقمان حکیم نے اپنے بیٹے سے کہا: پیارے بیٹے!! توبہ کو کل پر نہ ٹالنا کیونکہ موت ناگہانی طور پر آجائے گی، پس ہر ایک شخص پر واجب ہے کہ صبح و شام توبہ کرتا رہے۔ مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص صبح و شام توبہ نہ کرے وہ ظالم ہے۔

توبہ دو قسم (نوعیت) کی ہے ایک وہ جس کا تعلق حق العباد سے ہے، اس کا مفصلاً ذکر ہم کرچکے دوسری وہ ہے جس کا تعلق بندہ اور اللہ تعالیٰ سے ہے یعنی حق اللہ سے ہے، حق اللہ سے انحراف اور اتلاف سے توبہ کی شکل یہ ہے کہ زبان سے استغفار کرے اور دل میں اپنے کئے پر شرمندہ ہو، اور یہ پختہ ارادہ کرے کہ وہ گناہ (جن کی طرف ہم پہلے اشارہ کرچکے ہیں) نہیں کرے گا لہٰذا توبہ کرنے والے کو انتہائی کوشش کرنی چاہیئے اور اپنی پوری قوت اس پر صرف کردینا چاہیئے کہ اس کی نیکیاں زیادہ ہوجائیں، کہ قیامت کے دن جب کہ اس کی نیکیاں اس سے لیکر مظلوموں کے پلڑے میں رکھدی جائیں تو یہ خالی ہاتھ نہ رہ جائے

چنانچہ بندوں کے جتنے زیادہ حقوق اس کے ذمہ ہوں اتنی ہی زیادہ نیکیاں اس کو کرنا چاہیئے ورنہ دوسروں کے گناہوں کی وجہ سے یہ ہلاک و تباہ ہوجائے گا۔ پس یہ ضروری ہے کہ تمام عمر کو نیکیاں حاصل کرنے میں مصروف رکھے اور توبہ کے بعد باقی رہنے والی زندگی بھی طویل ہو تو خوب نیکیاں کماسکے ورنہ موت تو گھات میں ہے اور اکثر موت قریب آجاتی ہے اور تکمیل آرزو، اخلاص عمل اور درستیٔ نیت سے پہلے ہی موت زندگی کو کاٹ دیتی ہے تو اگر ایسی صورت واقع ہوگئی تو تیرا کیا حال ہوگا۔ اس لئے نیکیوں کے کرنے میں اپنی پوری کوشش کرے، ان سے معافی طلب کرے اور ان کے حقوق ادا کردے، اگر وہ لوگ نہ ملیں جن کے حقوق اس نے تلف کئے ہیں تو ان کے ورثا سے رجوع کرے، یہ تمام حقوق ادا کرنے کے بعد بھی ظالم اللہ کے عذاب سے ڈرتا رہے اور اس کی رحمت کا امیدوار رہے۔ خداوند بزرگ و برتر کی ناپسندیدہ باتوں سے بچتا رہے اس کی اطاعت و رضا کے حصول میں لگا رہے ایسی حالت میں اگر موت آجائے گی تو اس کا ثواب اللہ کے ذمہ ہوجائے گا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَنْ يَخْرُجْ مِنْ بَيْتِهِ مُهَاجِرًا إِلَى اللهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ أَجْرُهُ عَلَى اللهِ ۝ جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی جانب ہجرت کرکے گھر سے نکلا پھر اسے موت آگئی (اس حال میں) تو اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے۔

صحیح بخاری و مسلم شریف میں بروایت حضرت ابو سعید خدریؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ حضور نے فرمایا "تم سے پہلی اُمتوں میں ایک شخص تھا جس نے ننانوے (۹۹) خون کئے تھے اس نے روئے زمین کے سب سے بڑے عالم کے بارے میں دریافت کیا کسی شخص نے اسے ایک راہب کا پتہ بتادیا، یہ شخص اس راہب کے پاس پہنچا اور اس سے دریافت کیا کہ کسی شخص نے ۹۹ خون کئے ہیں کیا اس کے لئے توبہ ممکن ہے؟ راہب نے کہا نہیں! یہ جواب سنکر اس شخص نے راہب کو بھی قتل کردیا۔ اس طرح سو خون پورے کرلینے پر اس نے پھر سب سے بڑے عالم کا پتہ دریافت کیا اُسے پھر ایک عالم کا پتہ بتادیا گیا وہ وہاں پہنچا اور اس عالم سے دریافت کیا کہ میں نے سو خون کئے ہیں۔ کیا میرے لئے توبہ ممکن ہے اور کیا وہ توبہ قبول ہوسکتی ہے؟ اس عالم نے کہا ہاں ہوسکتی ہے۔ تیرے اور توبہ کے درمیان کون حائل ہوسکتا ہے!! فلاں مقام پر جا وہاں کچھ لوگ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف ہیں ان کے ساتھ مل کر تو بھی عبادت کر اور اپنے علاقہ کی طرف پھر لوٹ کر کبھی نہ جانا کیونکہ وہ بہت بُری سرزمین ہے، چنانچہ یہ شخص بتائے ہوئے مقام کی طرف چلا اس نے ابھی نصف راستہ ہی طے کیا تھا کہ اس کو موت نے آکر دبوچ لیا۔ رحمت اور عذاب کے فرشتوں کے مابین اس کے لئے اختلاف پیدا ہوگیا، رحمت کے فرشتوں نے کہا کہ یہ توبہ کرتا ہوا اللہ کی طرف رجوع ہوا ہے، عذاب کے فرشتوں نے کہا، اس نے کبھی نیکی نہیں کی تھی، اس اثنا میں ایک فرشتہ آدمی کی شکل میں آیا تمام فرشتوں نے اس کو حَکَم بنالیا۔ اس نے کہا دونوں طرف زمین ناپ لو جو جگہ قریب ہو وہی اس کے لئے ہے چنانچہ دونوں طرف کی زمین ناپی گئی، اُس طرف زمین کم نکلی جدھر توبہ کرنے جارہا تھا۔ (یعنی اس سے قریب تھی)، چنانچہ رحمت کے فرشتوں نے اسے لے لیا۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ نیک آبادی کا فاصلہ صرف ایک بالشت کم تھا، دوسری روایت میں ہے کہ گناہوں کی آبادی کو اللہ نے حکم دیا کہ اس سے دور ہوجا اور دوسری آبادی (یعنی نیکی کی آبادی) کو حکم ہوا اس سے قریب ہوجا پھر فرمایا اب دونوں زمینوں کا فاصلہ ناپ لو، فرشتوں نے نیک آبادی کا فاصلہ کم پایا (یعنی اس سے قریب پائی) اور اس کی مغفرت

کردی گئی، یہ اس امر کی کھلی اور روشن دلیل ہے کہ نیت کرکے توبہ کا ارادہ کرنا، توبہ کی طرف دوڑنا اور توبہ کی نیت کرنا بھی مفید ہے اور اس امر کی بھی دلیل ہے کہ نیکیوں کا پلڑا وزنی ہوئے بغیر بھی خواہ وہ ذرہ بھر ہی کیوں نہ ہو اس کی نجات نہیں ہے پس توبہ کرنے والوں کے لئے نیکیوں کی کثرت ضروری ہے اور اس کو نوافل بھی کثرت سے پڑھنے چاہئیں تاکہ قیامت کے دن حقوق کے دعویداروں کو وہ راضی کر سکے اور فرائض بھی مرتفع ہو جائیں جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا نفل کی کثرت کرو ان کے ذریعہ فرائض بلند کئے جائیں گے، اللہ سے پختہ اور مستحکم وعدہ اور مضبوط عہد کرلو کہ آئندہ یہ اور اس جیسے دوسرے گناہ کبھی نہیں کروں گا اور اس وعدے کو اس طرح تقویت پہنچائے کہ تنہائی اور خاموشی اختیار کرے خوراک کم کردے، کم سوئے، حلال روزی کا التزام کرے اور شبہ کی روزی سے بچے خواہ کمائی کرکے یا میراث سے یا کسی اور حلال ذریعہ سے روزی حاصل کرے اگر میراث کے مال میں شبہ ہو یا حرام کا جزو ہو تو اس کو دور کردے، اسے نہ کھائے نہ پہنے کیونکہ گناہوں کی جڑ حرام پر اور دین کی بنیاد حلال روزی پر ہے، تقوی کے ساتھ حلال اور پاک لقمہ دین کی اصل ہے۔ انسان میں نیکی اور بدی کی جو خصلت پیدا ہوتی ہے وہ اسی لقمہ سے پیدا ہوتی ہے، پس یاد رکھو کہ حلال لقمہ نیکی پیدا کرتا ہے اور حرام لقمہ بدی جیسے کہ ہانڈی اسی چیز کی خوشبو دیتی ہے جو اس میں پکائی جا رہی ہے۔

توبہ کرنے والے کو چاہئے کہ علماء اور فقہا کی صحبت میں زیادہ بیٹھے اور ان سے اپنے دین کے بارے میں استفسار کرے اور راہ خدا میں چلنے کی معرفت حاصل کرے، اللہ کی اطاعت میں حسن ادب اور دینی امور میں استقامت اُن سے سیکھے، علماء اس کو وہ تمام مخفی باتیں سکھائیں گے جو طریقت اور سلوک کے لئے ضروری ہیں کیونکہ ہر ناواقف راہ کے لئے دلیل راہ کی ضرورت ہوتی ہے اور ہادی کی ضرورت ہے کہ وہ ہدایت کرے۔ توبہ کرنے والا ان تمام باتوں میں سچائی، اخلاص اور مجاہدہ کو کام میں لائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۰ (جو ہماری راہ میں کوشش کرتے ہیں ہم اُن کو راستہ بتاتے ہیں)

بلاشبہ ہدایت کی راہ میں سچی کوشش کرنے والے کا خدا ہادی ہے، جب وہ اس راہ میں صادق ہوگا تو ہدایت کو وہ معدوم نہیں پائے گا۔ (ضرور ہدایت پائے گا) اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا وعدہ فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ نہ وعدہ خلاف ہے اور نہ بندوں پر ظلم کرنے والا ہے وہ ارحم الراحمین، رؤف و رحیم ہے، اپنی مخلوق پر مہربانی کرنے والا ہے۔ وہ اپنی طرف متوجہ ہونے والوں کا مددگار اور توفیق دینے والا ہے اور جو اس سے روگردان ہوتے ہیں اور اس سے پیٹھ موڑتے ہیں ان کو مہربانی کے ساتھ بلاتا ہے اور ان کی توبہ سے خوش ہوتا ہے اسی طرح جیسے ایک مہرباں ماں طویل سفر سے اپنے بچے کی واپسی پر خوش ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی ایک مثال

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ بندے کی توبہ سے اس طرح خوش ہوتا ہے جیسے تم میں سے کوئی شخص ہلاکت خیز بیابان میں سفر کر رہا ہو اور اس کے ساتھ ایک سواری ہو جس پر ضروریات زندگی لدی ہوں اور وہ سواری مع تمام سامان کے گم ہو جائے (پھر وہ اس کی تلاش میں اس قدر مارا مارا پھرے کہ جان لبوں پر آجائے اس وقت وہ دل میں کہے کہ اب وہیں چلنا چاہیئے جس جگہ سواری گم ہوئی

ہے اور وہیں مجھے مرنا چاہیئے پھر وہ اس جگہ واپس آئے، اس کی آنکھیں نیند سے بوجھل ہوں۔ چنانچہ ایک لمحہ کے لئے وہ آنکھیں بند کرلے اور ایک لمحہ بعد جب آنکھیں کھولے تو دیکھے کہ اس کی سواری مع سامان کے اس کے سرہانے موجود ہے۔ اس وقت اس مسافر کی خوشی کا کیا ٹھکانہ ہوگا (پس جیسی اس مسافر کو خوشی ہوگی ایسی ہی خوشی اللہ تعالیٰ کو ہوتی ہے)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) سے سنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی بندہ اگر گناہ کرے پھر اٹھ کر وضو کرے اور اپنے گناہوں سے استغفار کرے تو اللہ پر اس کو بخش دینے کا حق ہوجاتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَمَنْ یَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ یَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ یَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ یَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ۝

جس شخص نے کوئی گناہ کیا ہو یا اپنے نفس پر ظلم کیا ہو وہ اللہ سے معافی مانگے تو وہ اللہ کو بخشنے والا اور مہربانی کرنے والا پائے گا

اگر موجودہ مال (جو ترکہ میں ملا ہے) اس میں چھینا ہوا مال شامل ہو (تو توبہ سے پہلے) اس مال کو اس کے مالک کو واپس کردے اس صورت میں کہ وہ اس کے خاص مالک کو جانتا ہو اگر مالک نہ مل سکے تو اس کے ورثاء کو واپس کردے، اگر یہ صورت نہ ہو تو لازم ہے کہ اس کے مالک کی طرف سے اس مال کو صدقہ کردے، اگر حلال مال کے ساتھ حرام مال مل گیا ہے تو غور سے حساب لگائے اور حرام مال کی مقدار جاننے کی کوشش کرے پھر اتنا مال صدقہ کردے بقیہ مال اپنے اور اہل و عیال کے خرچ میں لائے۔

کسی کی بے آبروئی کرنا جیسے کسی کو گالی دینا یا کسی کو بُرا کہنا دل آزاری ہے اور یہ گناہ ہے اسی طرح کسی کو پیٹھ پیچھے برا کہنا (غیبت کرنا) یا اس طرح برائی کے ساتھ اس کا ذکر کرنا کہ (اگر وہ سنے تو) اس کو بُرا معلوم ہو، غیبت میں داخل ہے اس کا عوض یا کفارہ یہ ہے کہ جس کی غیبت کی ہے اس سے وہ بات کہدے جو اس کے پیچھے کہی گئی ہے اور اس سے اس بات کی معافی مانگے اگر کسی جماعت کو بُرا کہا ہے تو اس کے ہر فرد سے معافی مانگے اگر کوئی فرد اس جماعت کا فوت ہوگیا تو مرنے والے کی نیکیوں کا کثرت سے ذکر کرے جیسا کہ ہم پہلے بیان کرچکے ہیں، اگر جس شخص کی غیبت کی ہو اس کی اطلاع اس کو نہ پہنچی ہو تو ایسی صورت میں اس سے معافی نہ مانگے کہ اس صورت میں اس کے دل کو دکھ پہنچے گا بلکہ جن لوگوں کی موجودگی میں غیبت کی ہو ان کے سامنے خود کو جھوٹا قرار دے اور جس کی غیبت کی ہو اس کی تعریف کرے۔

مظالم کا تدارک اور بدلہ لینے کا بیان

گنہگار نے جس کی غیبت کی ہے یا برائی کی ہے اس کے روبرو تمام مظالم کو صراحت و تفصیل سے بیان کرنے اور اس کی مقدار بتانے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ مبہم طریقے سے کہدے کہ تفصیل کی صورت میں اس کا نفس ظالم کو بخشنے پر رضامند نہیں ہوگا بلکہ وہ اسے قیامت کے دن کے لئے اٹھا رکھے گا تاکہ مظلوم اس کا بدلہ اس کی نیکیوں سے لے لے یا مظلوم کی برائیاں ظالم کے دفتر اعمال

میں شامل کردی جائیں ہاں اگر اس قسم کا گناہ ہے جس کے بیان کرنے سے مظلوم کو اذیت پہنچے گی اور اس کا دل دکھے گا جیسے کسی کی بیوی یا باندی سے زنا کرنے کی خبر یا کسی پوشیدہ عیب سے اسے منسوب کرنے کا گناہ اگر کیا ہے تو مبہم طریقے پر معافی طلب کرے اس کے سوا کوئی اور چارۂ کار نہیں ہے اور پھر جو کچھ حق اس کا رہ جائے اس کا ازالہ نیکیوں سے کرے جیسے میت یا مفقود کی حق تلفی ازالہ کی صورت یہ ہے کہ زیادہ سے زیادہ نیکیاں کمائے کہ قیامت کے دن اگر مظلوم اپنے حق کے عوض ظالم کی نیکیاں بھی لے لے تب بھی اتنی نیکیاں بچ جائیں کہ اس کو ظالم کو، جنت میں جگہ مل جائے (بخشدیا جائے)۔

اگر صاحب حق کو اپنی حق تلفی کا علم نہ ہو اور گناہگار یا مجرم کو یہ شبہ ہو کہ میں اگر صاحب حق کے سامنے اس کی حق تلفی بیان کروں گا تو وہ جلد معاف نہیں کریگا یا مقابلہ پر آمادہ ہو جائے گا' یا اس کے اظہار میں ایک جان کے زیان کا اندیشہ ہے تو کفارہ کا طریقہ یہ ہے کہ اس کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرے' اس کی مشکلات کو دور کرے اور اس کے ضروری کاموں کی تکمیل میں سعی کرے' اس طرح محبت و شفقت کے برتاؤ سے اس کا دل اس کی طرف مائل ہو جائے گا کیونکہ انسان بندۂ احسان ہے' ہر شخص برائی دیکھ کر بھاگتا اور بچتا ہے اور حسن سلوک کے باعث اس کا دل مائل ہوتا ہے اگر ایسا طریقہ اختیار کرنا بھی دشوار ہو تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ کثرت سے نیکیاں کرے تاکہ اس کے گناہ کے عوض اس کی نیکیاں بدلہ بن سکیں' مثلاً کسی نے کسی کا مال تلف کر دیا ہے اور تلف شدہ مال کے عوض دوسرا مال اس کو دینا چاہا مگر اس نے قبول کرنے سے انکار کر دیا اور حق اسی طرح باقی رہا، لیکن حاکم حکم دیتا ہے کہ اس مال کو قبول کرنا ہوگا اسی طرح میدان قیامت میں اللہ تعالیٰ عوض قبول کرنے کا حکم دے گا، وہ سب سے بڑا حاکم اور سب سے بڑا عادل ہے۔

زہد و تقویٰ

توبہ کرنے والا جب حقوق العباد سے بیباق ہو جائے اور اس کے ذمہ کوئی ظلم نہ رہے اور خصوصیت کے ساتھ عبادات میں مشغول ہو تو پھر تقویٰ کا راستہ اختیار کرے' تقوی ہی کے باعث بندے کو دنیا اور آخرت میں بندوں کے حقوق سے اور اللہ کے عذاب سے نجات حاصل ہوگی اور اسی کے بدولت روز حساب اس سے آسان حساب لیا جائے گا اس لئے کہ بروز قیامت حقوق العباد اور انسانوں کے آپس کی باہمی معاملات کا ضرور حساب ہوگا جو شریعت کے خلاف سرزد ہوتے ہیں۔ جس شخص نے دنیا میں ہی اپنا حساب کر لیا اور اپنا حق مخلوق سے حاصل کر لیا اور اس چیز کو چھوڑ دیا جس پر اس کا حق نہیں تھا اور وہ قیامت کے دن حساب کتاب کی طوالت سے ڈرا تو اس کے حساب میں سختی نہیں کی جائے گی۔ حدیث شریف میں وارد ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کو پرہیزگاروں کا حساب کرتے شرم آئے گی، اس لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ " اس سے قبل کہ تم سے حساب لیا جائے اپنا محاسبہ خود کرو اور اعمال کو وزن کرو قبل اس کے کہ ان کو تولا جائے"، نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان کے اسلام کی خوبیوں میں سے یہ بھی ایک خوبی ہے (یعنی حسن اسلام ہے) کہ وہ غیر ضروری باتوں سے اجتناب کرے۔ اس حدیث شریف میں اس طرف اشارہ ہے کہ ہر معاملہ میں سوچ بچار سے کام لے اور شرعی اجازت

کے بغیر کسی کام کی طرف قدم نہ بڑھائے اگر شریعت میں اس کو اختیار کرنے کی گنجائش موجود ہے تو کرے ورنہ باز رہے اور شریعت کے مطابق دوسرے کام کی طرف رجوع ہو۔ اس ارشاد میں اس جانب حضور کا ارشاد ہے دَعْ مَا یُرِیبُكَ اِلٰی مَالَا یُرِیبُكَ کہ جو بات تم کو شک میں ڈالے اس کو چھوڑ دو اور اس چیز کو اختیار کرو جس میں شک شبہ نہ ہو۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن توقف کرنے والا ہے اور منافق عجلت کرنے والا ہوتا ہے۔ (یعنی مومن سوچ سمجھ کر اس وقت کام کرتا ہے جب کہ اس کو شریعت کے مطابق پاتا ہے اور اگر خلاف شرع ہوتا ہے تو اس کو ترک کردیتا ہے) آپ نے ارشاد فرمایا! اگر تم اتنی نمازیں پڑھ لو کہ کمان کی طرح خمیدہ ہو جاؤ اور اتنے روزے رکھ لو کہ تانت کی طرح (دُبلے پتلے) بن جاؤ تب بھی بغیر تقویٰ کے تم کو یہ عبادت کوئی نفع نہ دے گی۔

ایک حدیث شریف میں ہے کہ جس کو یہ پرواہ نہیں کہ اس کا کھانا پینا کیسا ہے (حلال طریقہ سے حاصل ہوا ہے یا حرام طریقہ سے) تو اللہ تعالیٰ بھی پرواہ نہیں کرے گا کہ اسے جہنم کے کس دروازے سے داخل کیا جائے۔

حضرت جابرؓ بن عبد اللہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو بندہ حرام مال کھاتا ہے اور اسی مال سے صدقہ دیتا ہے تو اس کو (اس صدقہ پر) کچھ اجر نہیں ملے گا اور نہ حرام مال کے خرچ میں برکت ہوتی ہے اور جو کچھ حرام مال وہ اپنے پیچھے چھوڑ جائے گا وہ اس کے لئے جہنم کے راستہ کا توشہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ بدی کو بدی سے نہیں مٹاتا بلکہ بدی کو نیکی سے مٹاتا ہے۔

حضرت عمرانؓ بن حصین سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے میرے بندو! میں نے تم پر جو فرض کیا ہے اُسے بجالاؤ تاکہ تم لوگوں میں سب سے بڑھ کر عابد بنو اور جن باتوں سے میں نے منع کیا ہے ان سے باز رہو تاکہ تم لوگوں میں زیادہ متقی بنو اور جتنا رزق میں نے تم کو دیا ہے اس پر قناعت کرو تاکہ تم لوگوں میں سب سے زیادہ غنی بن جاؤ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا "پرہیزگاری اختیار کرو تاکہ لوگوں میں سب سے زیادہ عابد بنو۔"

تقویٰ کے سلسلہ میں اسلاف کرام کے اقوال

حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا ذرّہ بھر پرہیزگاری، ہزار روزے اور نماز (نفل) سے بہتر ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی فرمائی کہ اہل قربت کو کوئی چیز پرہیزگاری کی طرح مجھ سے قریب نہیں کرتی (پرہیزگار مجھ سے سب سے زیادہ قریب ہیں)۔ ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک درہم کا بھی مالک کو واپس کر دینا اس میں خیانت نہ کرنا، سو مقبول حجوں سے زیادہ فضیلت رکھتا ہے ایک روایت میں ستر مقبول حج آئے ہیں۔ حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا کہ قیامت کے دن باری تعالیٰ کا قرب پانے والے اہل تقویٰ اور زہاد ہوں گے۔

ابن مبارکؒ نے فرمایا کہ حرام کا ایک پیسہ نہ لینا اور کر دینا، سو پیسے صدقہ کرنے سے بہتر ہے، ابن مبارکؒ کے بارے میں منقول ہے کہ وہ ملک شام میں حدیث شریف کی کتابت کر رہے تھے، ان کا قلم ٹوٹ گیا انھوں نے عاریتاً کسی سے

قلم مانگا جب کتابت سے فارغ ہوگئے تو قلم واپس کرنا بھول گئے اور قلمدان میں وہ قلم پڑا رہ گیا جب وہ شام سے مرو پہنچے تو قلمدان میں وہ قلم نظر پڑا فوراً پہچان گئے اور پھر انھوں نے قلم واپس کرنے کے لئے ملک شام کے سفر کی تیاری شروع کردی. (اور واپس جاکر دے دیا)۔

حضرت نعمان بن بشیرؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ حرام واضح ہے اور حلال بھی واضح ہے لیکن ان دونوں کے درمیان بکثرت شبہات ہیں جن کو بہت سے لوگ نہیں جانتے لہٰذا جس نے شبہات سے اجتناب کیا اس نے اپنا دین محفوظ کرلیا اور اپنی عزت بچالی جس نے ایسا نہیں کیا وہ حرام میں مبتلا ہوا، جس طرح چرواہا بکریاں چراتا ہے اور خیال رکھتا ہے کہ (دوسرے کے) کھیت میں نہ جانے پائیں کہ ہر بادشاہ کی ایک محفوظ چراگاہ ہوتی ہے، اچھی طرح سن لو کہ اللہ تعالیٰ کی محفوظ چراگاہ اس کی حرام کردہ چیزیں ہیں (تحریمی احکام ہیں)۔ سنو! جسم میں ایک پارۂ گوشت ہے' جب وہ درست ہوتا ہے تو سارا جسم صحیح وسالم (صحت مند) رہتا ہے اور جب وہ خراب ہوجاتا ہے تو سارا جسم خراب ہوجاتا ہے' جانتے ہو وہ پارۂ گوشت کیا ہے؟ وہ دل ہے!!

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ ہر چیز کی ایک خاص حد معین ہے اور اسلام کی حدود ہیں۔ پرہیزگاری، تواضع، صبر اور شکر! تقویٰ اور پرہیزگاری ان سب کی جڑ ہے' صبر دوزخ سے نجات کا باعث ہے اور شکر جنت کے حصول کا ذریعہ حضرت حسن بصریؒ مکہ کو گئے تو دیکھا کہ حضرت علیؓ کی اولاد میں سے ایک صاحبزادے خانۂ کعبہ سے پشت لگائے لوگوں کو نصیحت کررہے ہیں (وعظ کہہ رہے ہیں) حضرت حسن بصریؒ وہاں رک گئے اور ان سے دریافت کیا! میاں صاحبزادے! دین کا ستون کیا ہے؟ انھوں نے جواب دیا تقویٰ، پھر حضرت حسن بصریؒ نے دریافت کیا ' دین کو تباہ کرنے والی چیز کیا ہے'؟ انھوں نے جواب دیا لالچ!! یہ سن کر حضرت حسن بصری کو کمال تعجب ہوا!!

تقویٰ کی دو قسمیں

حضرت ابراہیم ادہمؒ نے فرمایا کہ تقویٰ کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جو فرض ہے دوسرا وہ جو ڈر اور خوف سے ہو غرض تقویٰ تو معاصی سے بچنا ہے اور خوف اور ڈر کا تقویٰ اللہ تعالیٰ کے محرمات میں شبہات سے بچنا۔ عوام کی پرہیزگاری تو حرام وشبہ کی ان تمام چیزوں سے بچنا ہے جن کا مخلوق کی نظر میں برا انجام اور شریعت کی طرف سے ان پر مواخذہ ہے اور خواص کی پرہیزگاری ہے ان تمام چیزوں سے الگ رہنا جن میں خواہش (نفس) کا دخل اور نفس کی لذت و رغبت کا شائبہ ہے اور جو حضرات خواص میں خاص ہیں یعنی خاص الخاص ہیں ان کا تقویٰ ہے ان چیزوں سے بچنا جن میں انسان کے ارادے اور رائے کو دخل ہو' گویا عوام کا تقویٰ ہے ترک دنیا میں' خواص کا تقویٰ ہے ترک جنت میں اور خاص الخاص کا تقویٰ ہے ماسوا اللہ سے ہر شے کا ترک کردینا!!

یحییٰ بن معاذؒ رازی کا قول ہے کہ تقویٰ دو قسم کا ہے ایک ظاہری اور دوسرا باطنی! ظاہری تقویٰ یہ ہے کہ تیرا ارادہ اور ہر حرکت اللہ کے لئے ہو اور باطنی تقویٰ یہ ہے کہ تیرے دل میں اللہ کے سوا کسی کا دخل ممکن نہ ہو۔ یحییٰ بن معاذؒ نے یہ بھی فرمایا کہ جو شخص تقویٰ کے دقائق اور باریکیوں پر نظر نہیں کرتا اسے کچھ حاصل نہیں ہوتا نہ خدا کی طرف سے اس کو کچھ عطا ہوتا ہے کہا گیا ہے کہ جس کی نظر تقویٰ میں باریک بین ہے قیامت میں اس کا مرتبہ بلند و ارفع ہوگا، ایک قول یہ بھی ہے کہ گفتگو کا تقویٰ

سونے چاندی کے تقویٰ سے زیادہ سخت ہے اور سرداری میں تقویٰ، سونے چاندی کے تقویٰ سے زیادہ سخت ہے اس لئے کہ ان دونوں کو تو اس کے حصول کے لئے خرچ کیا گیا ہے۔

ابوسلیمان دارانیؒ فرماتے ہیں کہ تقویٰ زہد کا پہلا درجہ ہے جس طرح قناعت رضا کی آخری منزل ہے۔ حضرت ابوعثمان نے فرمایا تقویٰ کا ثواب حساب میں ہلکا ہوتا ہے اور یحییٰ بن معاذ رازی نے فرمایا تقویٰ بغیر تاویل کے علم کے مرتبہ پر فائز ہوتا ہے ابن الجلاؒ کا قول ہے کہ جس کی درویشی میں تقویٰ نہیں ہے وہ ظاہر میں حرام کھاتا ہے۔ یونس بن عبداللہ نے فرمایا کہ تقویٰ ہر مشتبہ چیز سے گریز کرنے (بچ نکلنے) اور ہر آن نفس کا محاسبہ کا نام ہے۔ حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ تقویٰ سے زیادہ آسان چیز میں نے نہیں دیکھی کہ جو چیز دل میں کھٹکی (ذرا بھی مشتبہ معلوم ہوئی) اس کو میں نے چھوڑ دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کا بھی یہی مطلب ہے کہ جس چیز کے حلال ہونے میں تمھارے دل میں شبہ ہو اور اس پر دوسرے لوگوں کا آگاہ ہونا تم پر گراں گزرے، تمھارے سینے میں اس کے لئے کشادگی پیدا نہ ہو اور دل میں کچھ شبہ ہو تو ایسی چیز گناہ ہے۔

اسی طرح حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ گناہ دلوں میں خراش پیدا کرنے والا ہے یعنی جو چیز دل میں خراش اور کھٹک پیدا کرے، اس پر دل مطمئن نہ ہو تو اس سے پرہیز کرو، اسی سلسلہ کی ایک اور حدیث بھی ہے جس میں حضور نے فرمایا کہ "دل میں خراش پیدا کرنے والی چیزوں سے بچو وہ گناہ ہیں"۔ یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ دل میں شک و شبہ ڈالنے والی چیز کو چھوڑ کر اس چیز کو اختیار کرو جو شک و شبہ پیدا کرنے والی نہیں ہے۔

حضرت معروف کرخیؒ کا قول ہے کہ جس طرح مذمت سے زبان روکتے ہو اسی طرح دوسروں کی مدح سے بھی روکو! بشر حافیؒ نے فرمایا، تین کام مشکل ترین ہیں، اول ناداری میں سخاوت، تنہائی میں پرہیزگاری اور ایسے شخص کے سامنے حق بات کہنا جس سے امید بھی ہو اور خوف بھی (نقصان پہنچانے کا خوف اور انعام و الطاف کی امید) بشر بن حارث حافیؒ کی بہن حضرت امام احمد بن حنبلؒ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ اے امام! ہم چھت پر بیٹھ کر سوت کاتتے ہیں۔ جب ادھر سے مشعلیں گزرتی ہیں تو اس کی روشنی ہم پر پڑتی ہے کیا اس کی روشنی میں ہمیں سوت کاتنا جائز ہے، حضرت امام نے یہ سن کر فرمایا! خدا تمھیں معاف کرے تم کون ہو! انھوں نے کہا کہ میں بشر بن حارثؒ کی بہن ہوں، یہ سن کر حضرت امام احمدؒ رونے لگے اور فرمایا کہ تمھارے گھر سے تو پرہیزگاری اور تقویٰ کا دریا بہتا ہے، تم مشعلوں کی روشنی میں سوت نہ کاتا کرو!

حضرت علی عطارؒ نے فرمایا میں بصرے کے ایک کوچہ سے گزر رہا تھا میں نے دیکھا چند ضعیف لوگ بیٹھے ہیں اور بچے کھیل رہے ہیں، میں نے ان بچوں سے پوچھا تم کو ان بزرگوں کے سامنے کھیلتے شرم نہیں آتی، یہ سُنکر ایک بچہ بولا چونکہ ان بزرگوں میں تقویٰ کم ہوگیا ہے اس لئے ان کی ہیبت بھی کم ہوگئی ہے۔

حضرت مالک بن دینارؒ چالیس سال بصرہ میں رہے لیکن مرتے دم تک بصرہ کا چھوہارا یا کھجور نہیں چکھی! جب کھجوروں کی فصل ختم ہو جاتی تو فرماتے بصرہ والو! نہ میرے اس پیٹ کا نقصان ہوا اور نہ تمھاری کھجوروں میں کچھ کمی و بیشی ہوئی!

حضرت ابراہیم بن ادہمؒ سے کہا گیا کہ حضرت آب زمزم کیوں نہیں پیتے، فرمایا میرے پاس ڈول نہیں ہے، میرا ڈول ہوتا تو پیتا۔

روایت ہے کہ حارث محاسبیؒ جب مشتبہ کھانے کی طرف ہاتھ بڑھاتے تھے تو انگلیوں کے پوروں پر پسینہ آجاتا تھا،

اس سے آپ سمجھ جاتے تھے کہ کھانا حلال نہیں ہے، کہتے ہیں کہ حضرت بشر حافی کے سامنے مشتبہ کھانا لایا جاتا تو آپ کا ہاتھ کھانے کی طرف بڑھتا ہی نہیں تھا، حضرت بایزید بسطامیؒ جب شکم مادر میں تھے اس وقت آپ کی والدہ کے سامنے اگر مشتبہ کھانا آجاتا اور وہ اس کی طرف ہاتھ بڑھانا چاہتیں تو ہاتھ بڑھتا ہی نہیں تھا۔ بعض بزرگوں کے سامنے جب مشتبہ کھانا لایا جاتا۔ تو کھانے سے بدبو نکلنے لگتی جس سے وہ سمجھ جاتے کہ کھانا مشتبہ ہے اور وہ اسے نہ کھاتے، بعض حضرات کے متعلق منقول ہے کہ جب وہ مشتبہ کھانے کا لقمہ منہ میں رکھتے تو لقمہ چبایا ہی نہ جاتا تھا بلکہ وہ لقمہ ان کے دہن میں ریت کی طرح ہو جاتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ صورتیں ان کا بوجھ ہلکا کرنے، ان کی آسانی اور ان کی حفاظت کے لئے کر دی تھیں جب اِن لوگوں نے اپنے لقموں کو حرام سے پاک رکھا، طلب حلال اور ترک حرام کی کوشش کی تو اللہ نے بھی ان کو مشتبہ اور نامرغوب کھانوں سے محفوظ رکھا اور کھانے کی شناخت اُن پر آسان کر دی۔ فروخت کرنے والوں کی تلاش اور ان کے احوال کی جستجو۔ اور حرام و حلال کی تنقیح کی ان کو ضرورت باقی نہیں رہی اور اللہ تعالیٰ نے ان کو پہچان عطا کر دی یہ نشانیاں اور علامات اُن اکابرین کو عطا ہوئیں جن کے حال پر حق تعالیٰ کی عنایت مبذول اور اس کی رحمت اُن کے شامل حال ہوئی؛ عام مسلمانوں کے لئے ہر وہ چیز حلال ہے جس کا نتیجہ مخلوق کی نظر میں قابل مذمت نہ ہو اور نہ اس پر شرعی مواخذہ ہو جیسا کہ حضرت سہلؒ بن عبداللہ تستری کے بارے میں منقول ہے کہ جب اُن سے رزقِ حلال کے بارے میں دریافت کیا گیا تو فرمایا حلال وہ ہے جس میں اللہ کی نافرمانی نہ ہو ایک قول یہ بھی اس کے جواب میں ان سے منقول ہے کہ انھوں نے فرمایا "حلال اور پاک وہ ہے جس میں اللہ کو فراموش نہ کیا گیا ہو"۔

حلال عین انبیاء کا کھانا ہے

عام[1] مسلمانوں کے لئے ہر وہ چیز حلال ہے جس میں کسی مخلوق کا حق نہ ہو اور اس پر کوئی شرعی مطالبہ بھی نہ ہو جیسا کہ حضرت سہیل بن عبداللہ تستریؒ نے ایک سوال کے جواب میں فرمایا۔ حلال ہر وہ چیز ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ ہو، دوسری مرتبہ فرمایا کہ حلال وہ صاف مال ہے جس میں اللہ تعالیٰ کو نہ بھلایا جائے، غرضیکہ حلال خدا کے حکم سے حلال ہوتا ہے خود کسی کے بنانے سے حلال نہیں بن جاتا؛ اس لئے کہ حلال عینی ہی اگر حلال ہوتا (اس کے سوا ہر چیز حرام) تو کسی کے لئے مردار کا کھانا حلال نہ ہوتا اور نہ وہ کھانا حلال ہوتا جیسے کسی سپاہی نے اپنے حرام مال سے خریدا اور پھر جس سے خریدا اس کو واپس کر کے اپنے دام واپس لے لئے، ایسا کھانا متقی مومن کے لئے کھانا جائز نہیں اس لئے کہ خریدنے اور واپس کرنے کے درمیان اس کھانے پر ایک ایسی حالت بھی گزری ہے جس میں وہ کھانا حرام تھا اور وہ حرمت، سپاہی خریدار کے ہاتھ میں جانے سے پیدا ہوئی اگرچہ تمام مسلمان بالاتفاق واپسی کے بعد اس کھانے کو حلال جانتے ہیں، اس طرح یہ بات ظاہر ہو گئی کہ حلال و حرام وہ ہے جس پر شریعت نے حکم دیا نہ کہ وہ شے بذات خود حلال و حرام ہے۔ حلال عین انبیاء علیہم السلام کا کھانا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے، رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو یہ دعا مانگتے سنا کہ الٰہی! مجھے حلال مطلق روزی عطا فرما! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حلال مطلق روزی

---

[1] حلال حکمی وہ چیز ہے جو بنفسہ نہ حلال ہے نہ حرام بلکہ بعض حالتوں میں اس کا کھانا بعض لوگوں کے لئے حلال ہے، جیسے مردار کہ بعض حالتوں میں بعض لوگوں کے لئے اس کا کھانا حلال ہے ورنہ عام طور پر حرام، اوپر جو کچھ بیان ہوا وہ حلال حکمی کے بارے میں ہے حلال عینی کے بارے میں نہیں ہے۔

انبیاء کا رزق ہے، تو ایسا رزق اللہ سے مانگ جس پر تجھے عذاب نہ ہو۔

یہودی، نصاریٰ اور ذمیوں کے بارے میں حرام چیزوں کی فروخت کا حکم!

شریعت میں ہے کہ اگر کوئی کافر، ذمی، یہودی، نصرانی اور مجوسی، حرام چیزوں کی تجارت کرے مثلاً شراب، خنزیر وغیرہ تو اس کو اس کی اجازت دے دی جائے گی اس سے قیمت کا عُشر (۱/۱۰) لے لیا جائے گا یہ بات حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے کہ آپ نے حکم فرمادیا تھا کہ اِن ذمیوں کو ایسی تجارت کرنے کی اجازت دیدو اور ان سے اس کی قیمت کا دسواں حصّہ لے لو اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس عشر (۱/۱۰) کا کیا کیا جاتا تھا؟ کیا اس سے مسلمان فائدہ اٹھاتے تھے (ضرور اٹھاتے تھے)، اب اگر صرف حلالِ عینی (وہ شے جو اپنی ذات کے اعتبار سے حلال ہو) ہی کو حلال قرار دیا جائے تو شراب اور خنزیر حرام ہیں، اُن کی قیمت کا عُشر کس طرح حلال ہوسکتا ہے حالانکہ مقدار اور قبضہ کے تغیر کے باعث اس کو حضرت عمرؓ نے حلال قرار دے دیا تھا۔ پس جس شخص نے اپنے ہاتھ میں شریعت کی مشعل لے کر اس کی روشنی میں لین دین کیا اور اس لین دین میں کچھ تغیر و تبدل نہیں کیا اور شریعت کے دائرہ سے قدم باہر نہ رکھا اور وہی لیا جس کی شریعت نے اجازت دی ہے اور وہی دیا جس کا حکم شریعت نے دیا ہے اور شریعت کے مطابق ہی تمام تصرفات کئے تو ایسے شخص کو حلال کھانے والا کہا جائے گا اور حلال مطلق کی طلب اور تلاش اس کے لئے ضروری نہیں ہے۔ نیز یہ کہ حلال مطلق کا دستیاب ہونا تقریباً ناممکن ہے بجز اسکے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بعض اولیاء و اصفیا کو اس سے سرفراز فرمادے اور اللہ تعالیٰ کے لئے یہ امر کچھ دشوار نہیں۔

روزی کمانے کے لحاظ سے تین قسم کے لوگ

روزی کمانے کے لحاظ سے لوگ تین طرح کے ہیں، اول متقی، دوم ولی، سوم اہلِ معرفت، متقی کے لئے بس وہ چیز حلال ہے جو اپنے نتیجہ کے اعتبار سے مخلوق کی نظر میں عیب کے قابل نہ ہو اور نہ اس پر کوئی شرعی مواخذہ ہو۔ ولی کامل مومن کے لئے وہ کھانا حلال ہے جس میں نفسانی خواہشات کا شائبہ اور اس کی آمیزش نہ ہو محض امرِ الٰہی کے تابع ہو (جو کچھ میسر آگیا وہ کھالیا)۔

عارفوں اور اہلِ معرفت کا کھانا وہ ہے جس میں ان کے قصد و ارادہ کو مطلق دخل نہ ہو بلکہ صرف تقدیر الٰہی کارفرما ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ کا فضل ہمیشہ ان کے شاملِ حال رہتا ہے، وہی ان کی روزی فراہم کرتا ہے اور وہی اس روزی تک ان کی رہنمائی فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ اور مشیئت سے ان کے لئے ہر شے مہیا کرتا ہے اور اپنی نعمتوں سے سرفراز کرتا ہے اور وہ اللہ کے فضل کے تحت اس طرح پرورش پاتے ہیں جس طرح ایک شیر خوار بچہ ماں کی آغوش میں پرورش پاتا ہے، پس جب تک پہلا مرتبہ حاصل نہ ہو دوسرے درجہ تک رسائی حاصل نہیں ہوتی، اور جب تک دوسرے درجہ پر نہ پہنچ جائے تیسرے مقام کا حصول نہیں ہوسکتا۔

متقی کا کھانا بے نفس آدمی کے لئے مشتبہ ہے اور بے نفس شخص کا کھانا اس شخص کے حق میں مشتبہ ہے جس نے اپنے ارادوں کو مشیئت الٰہی کے تابع کردیا۔ اور راہ الٰہی میں فنا کردیا ہے۔ جیسا کہ کہا گیا ہے "سَیِّئَاتُ الْمُقَرَّبِیْنَ حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ" یعنی اہل قربت کی برائیاں نیک لوگوں کی نیکیوں کے برابر ہیں۔ پس شیخ کا کھانا مرید کے لئے تو مباح ہے مگر شیخ کے لئے مرید کا طعام شیخ کے تزکیہ حال، پاکیزگیٔ نفس، قرب الٰہی اور منزلت کی بلندی کے باعث حرام ہے۔

تقویٰ کی ایک اور مثال حقائق تقویٰ کے سلسلہ میں ایک اور مثال کہمش رحؒ سے منقول ہے، کہتے ہیں کہ مجھ سے ایک ایسا گناہ ہوگیا جس کی ندامت میں مَیں چالیس سال سے رو رہا ہوں، میرا ایک بھائی مجھ سے ملنے کو آیا میں نے اس کی مدارات کے لئے ایک دانگ کی بھنی ہوئی مچھلی خریدی، جب وہ کھانے سے فارغ ہوگیا تو ہاتھ صاف کرنے کے لئے پڑوسی کی دیوار سے (اس کی اجازت کے بغیر) ایک ڈھیلا توڑ کر میں نے اس کو دیدیا اس نے اس مٹی سے ہاتھ مل کر صاف کر لئے اور میں نے اس فعل پر پڑوسی سے اس کی معافی طلب نہیں کی۔

دوسری مثال منقول ہے کہ ایک مکان میں کرایہ دار رہتا تھا اس نے کسی کو خط لکھا، (روشنائی تازہ تھی) اس نے چاہا کہ اس مکان سے تھوڑی سی مٹی لیکر سیاہی کو خشک کر دے فوراً اس کے دل میں خطرہ گزرا کہ مکان اس کی ملک نہیں ہے بلکہ کرایہ پر ہے، چند لمحے بعد اس نے دل کو یہ کہکر بہلالیا کہ تھوڑی مٹی لینے میں کیا ڈر؛ چنانچہ مٹی لے کر خط خشک کرلیا فوراً غیب سے آواز آئی کہ اے مٹی کو حقیر و خفیف سمجھنے والے! تجھے بہت جلد پتہ چل جائے گا جب کل تو طویل حساب میں گرفتار ہوگا۔

تیسری مثال عتبہؒ کو لوگوں نے دیکھا کہ وہ موسم سرما میں پسینے سے شرابور ہیں، کسی نے وجہ پوچھی تو کہا کہ یہ مکان وہ ہے جس میں میں نے اپنے رب کی نافرمانی کی تھی، جب ان سے گناہ کے بارے میں دریافت کیا گیا تو بتایا گیا کہ ہاتھ صاف کرنے کے لئے مٹی کا ڈھیلا دیوار سے اکھاڑ لیا تھا اور مالک مکان سے اس کی اجازت نہیں لی تھی[1]

چند اور مثالیں منقول ہے کہ حضرت امام احمدؒ بن حنبلؒ نے مکہ مکرمہ میں ایک دوکاندار کے پاس اپنا طشت گرو رکھدیا جب اس کو واپس لینے کا وقت آیا تو دوکاندار نے دو طشت آپ کے سامنے رکھدیئے اور کہا کہ ان دونوں میں جو آپ کا ہو لے لیجئے، حضرت امامؒ نے فرمایا کہ اپنے طشت کا پہچاننا میرے لئے مشکل ہے لہٰذا یہ دونوں طشت تم ہی اپنے پاس رہنے دو امام صاحب نے رہن کا روپیہ اس کو دے دیا۔ دوکاندار نے کہا کہ حضرت میں تو آپ کی آزمائش کر رہا تھا، یہ رہا آپ کا طشت!! امام صاحب نے فرمایا، اب میں نہیں لوں گا یہ کہکر طشت چھوڑ کر چلے گئے۔

مروی ہے کہ حضرت رابعہ عدویہؒ نے شاہی مشعل کی روشنی میں اپنی پھٹی ہوئی قمیص سی لی اس کے نتیجہ میں ان کے دل کی حالت بدل گئی (دل کو کھویا کھویا سا پانے لگیں) ان کو کچھ مدت بعد اپنی پھٹی ہوئی قمیص کا خیال آیا۔ فوراً ہی قمیص کو پھاڑ ڈالا اور رکھدیا، دل کی حالت درست ہوگئی اور پھر نور پیدا ہوگیا۔

کسی نے سفیان ثوریؒ کو خواب میں دیکھا کہ پرندے کی طرح آپ کے دو بازو ہیں اور جنت میں وہ ایک درخت سے اُڑ کر دوسرے درخت پر پہنچ جاتے ہیں ان سے پوچھا کہ آپ کو یہ مرتبہ کیسے ملا آپؒ نے جواب دیا کہ تقویٰ کے باعث۔

حسّان ابن سنانؒ کے بارے میں روایت ہے کہ وہ ساٹھ برس تک لیٹ کر سوئے نہ چربی (چکنائی) کھائی اور نہ ٹھنڈا پانی پیا۔ آپ کے انتقال کے بعد کسی شخص نے آپ کو خواب میں دیکھا آپ سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا، فرمایا اچھا سلوک کیا لیکن میں ایک سوئی کے باعث جسے میں نے عاریتاً لیا تھا اور اسے واپس نہیں کیا جنت سے روک دیا گیا ہوں۔

حضرت عبدالواحدؒ بن زید کا ایک غلام چند سال سے ان کی خدمت میں تھا، وہ چالیس سال تک عبادت گذار رہا۔

---

[1] حضرت کہمشؒ اور حضرت عتبہؒ کے واقعات میں مشابہت ہے لیکن دونوں واقعات الگ الگ ہیں۔

عبدالواحد کے پاس وہ غلہ ناپنے کی خدمت پر مامور تھا، اس کے انتقال کے بعد کسی شخص نے اس کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے ساتھ کیا معاملہ کیا، اس نے جواب دیا کہ میرے ساتھ بہتر ہوا ہے لیکن مجھے جنت سے روک دیا ہے کیونکہ جب میں غلہ ناپ کے دیتا تھا تو میرے پیمانے سے چالیس پیمانے گرد و غبار (میرے ذمہ) نکالی گئی یعنی ہر ناپ کے ساتھ جو گرد و غبار غلہ کے ساتھ مل کر جاتا تھا وہ چالیس پیمانے نکلا اور اس کی سزا میں مجھے جنت میں جانے سے روک دیا گیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ایک قبرستان سے گزر ہوا، آپ نے ان مردوں میں سے ایک مردے کو پکارا حکم الٰہی سے وہ زندہ ہوگیا، آپ نے اس سے دریافت کیا تو کون ہے؟ اس نے عرض کیا حضرت میں ایک حمال (قلی) ہوں۔ لوگوں کے بوجھ اٹھایا کرتا تھا ایک روز ایک آدمی کا گٹھا میں نے پہنچایا۔ اثنائے راہ میں ان لکڑیوں میں سے ایک تنکا دانت کریدنے کے لئے توڑ لیا، اس کا مطالبہ مرنے کے وقت سے اب تک مجھ سے کیا جارہا ہے۔

تقویٰ کی تکمیل کے شرائط

تقویٰ کی تکمیل کی دس شرطیں

انسان جب تک ان دس باتوں کو پورا نہ کرے اس وقت تک کامل تقویٰ حاصل نہیں ہوگا۔

اول:۔ غیبت سے زبان کو روکنا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا (تم میں سے کوئی کسی کی غیبت نہ کرے)۔

دوم:۔ بدگمانی سے بچنا اور پرہیز کرنا، اللہ تعالیٰ کا حکم ہے:۔ اِجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ (بہت گمان کرنے سے بچو بعض گمان گناہ ہوتے ہیں۔) حدیث شریف میں وارد ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "گمان سے پرہیز کرو، گمان بڑی جھوٹی بات ہے۔"

سوم:۔ مزاح (ٹھٹھہ بازی) سے اجتناب کرو، اللہ کا ارشاد ہے "لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ (کوئی قوم کسی قوم کا مذاق نہ اڑائے)

چہارم:۔ نامحرم سے آنکھیں بند رکھنا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ (اہل ایمان سے کہہ دیجئے کہ وہ اپنی آنکھیں نیچی رکھیں۔

پنجم:۔ زبان (گفتگو) کی سچائی: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔ وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا یعنی جب بات چیت کرو تو سچ بولو (انصاف کرو)

ششم:۔ اللہ کے احسان کو پہچاننا تاکہ مغرور نہ ہو جائے۔ اللہ کا ارشاد ہے بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ اَنْ هَدٰىكُمْ لِلْاِيْمَانِ ۝ (بلکہ یہ تو اللہ کا تم پر احسان ہے کہ اس نے تم کو مومن ہونے کی ہدایت کی۔)

ہفتم:۔ راہ حق میں مال کو خرچ کرنا، ناجائز راستہ میں خرچ نہ کرنا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَالَّذِيْنَ اِذَا اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا ۝ (اور وہ لوگ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ بخل کرتے ہیں) (نیک کاموں میں خرچ میں بخل نہیں کرتے اور معصیت میں خرچ نہیں کرتے)۔

ہشتم:۔ دنیا میں عروج اور غرور کا طالب نہ ہو! اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔ تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ

لَا یُرِیْدُوْنَ عُلُوًّا فِی الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا ۔ (آخرت کا گھر ہم ان لوگوں کے لئے رکھیں گے جو زمین پر نہ اتراتے ہیں اور نہ فساد برپا کرتے ہیں)۔

نہم :۔ نماز پنجگانہ کی اُن کے اوقات میں حفاظت کرنا (ان کو ادا کرنا) اور ان کے رکوع و سجود میں پابندی کرنا کیونکہ ارشاد ربانی ہے :۔ حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ۔ تمام نمازوں کو نگاہ رکھو (نمازوں کی پابندی کرو) خصوصاً درمیانی نماز عصر کو، اور اللہ کے حضور خضوع کے ساتھ کھڑے رہو۔

دہم :۔ مذہب سنت و جماعت پر قائم رہنا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِیْلِهٖ ۔ اور یقیناً یہ میری سیدھی راہ ہے تم اس (سنت) پر چلو دوسری راہیں مت اختیار کرو اگر دوسرے راستوں میں داخل ہوگے تو اللہ کے سیدھے راستہ سے بھٹک جاؤ گے۔

بعض گناہوں سے توبہ

بیک وقت توبہ بیک وقت اگر تمام گناہوں سے ممکن نہ ہو تو بعض گناہوں سے توبہ کرنا اور بعض سے نہ کرنا جائز ہے مثلاً کبیرہ گناہوں سے توبہ کرے اور صغیرہ سے نہ کرے کہ وہ جانتا ہے، اللہ تعالیٰ کے نزدیک کبائر بڑے گناہ ہوتے ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کے عتاب اور سخت عذاب میں مبتلا کرنے والے ہیں اور صغیرہ گناہوں کا درجہ کمتر ہے اس لئے ان کی معافی کا راستہ قریبی ہے، یہ خیال کرکے کبائر سے توبہ کرنا دشوار نہیں ہے اس کے بعد جب دل میں ایمان و یقین مستحکم ہو جائے گا اور ہدایت کے انوار ظاہر ہو جائیں اور اللہ کی طرف رجوع ہونے میں بندے کا سینہ کھل جائے تو اس وقت تمام صغائر، گناہوں کی باریکیوں، شرک خفی، دلوں کے گناہ اور مقامات و حالات کے تمام گناہوں سے توبہ کرے بلکہ اس کے بعد تو ہر مقام اور ہر حالت کے گناہ سے بھی توبہ کرتا رہے گا، جب بندہ کو کسی مقام (عرفان) پر ترقی ہوتی ہے تو وہاں پہنچکر وہ خود جان لیتا ہے کہ اُسے کیا کرنا چاہیئے اس بات کو وہی سمجھ سکتا ہے جو اس کا مذاق رکھتا ہے اور اس راستہ پر گامزن ہے۔ اس راہ کے راہروں سے ملتا جلتا ہے اس لئے بار اوّل ہی ان لوگوں کی گرفت اس چیز پر نہ بڑھنے لگے جو انتہا درجہ کی چیز ہے تم کو آسانی پیدا کرنے کے لئے بھیجا گیا ہے، دشواریاں اور نفرت پیدا کرنے کے لئے نہیں بھیجا گیا ہے۔ بلا شبہ دین اسلام ایک مضبوط دین ہے یہ کچا دین نہیں ہے، آہستگی اور نرمی کے ساتھ اس پر چلو، جس نے ترقی کی راہ چھوڑی اس کے لئے کوئی سواری نہیں ہے اور نہ اس کا کوئی راہ بر ہے۔

جس شخص نے بعض کبیرہ گناہوں سے توبہ کی اور بعض سے نہیں کی اور یہ خیال کیا کہ اللہ کے نزدیک زیادہ سخت اور زیادہ عذاب کا باعث ہیں یہ سمجھکر وہ ان بعض کبائر سے تائب ہوگیا اور بعض سے نہیں ہوا، اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص قتل، لوٹ مار اور لوگوں پر ظلم و ستم کرنے سے اس لئے توبہ کرلیتا ہے کہ وہ جانتا ہے کہ بندوں کے حقوق بدلہ کے بغیر نہیں چھوڑے جائیں گے۔ اور وہ گناہ جن کا تعلق بندے اور اللہ کے درمیان ہے جلد تر معاف ہو جائیں گے یا ایک شخص شراب پینے

سے تو توبہ کرلیتا ہے لیکن زنا سے نہیں کرتا اِس خیال سے کہ شراب تمام برائیوں کی جڑ ہے اور اس سے عقل زائل ہوجاتی ہے اور بندہ تمام گناہوں کا مرتکب ہوتا ہے، مدہوش ہوکر انسان مغلظات بکنے لگتا ہے، اللہ سے منکر ہوجاتا ہے، تہمت پر اترآتا ہے، زنا کرتا ہے اسے بُت پرستی سے رُکنے کا بھی ہوش نہیں رہتا غرضیکہ وہ تمام گناہ کر گزرتا ہے کیونکہ شراب تمام گناہوں کی جڑ ہے اور اُن کا سرچشمہ ہے، جیسے کوئی شخص چند صغیرہ گناہوں سے تو توبہ کرلیتا ہے مگر کبیرہ گناہوں پر ڈٹا رہتا ہے جیسے غیبت یا نامحرم کو دیکھنے سے تو توبہ کرلیتا ہے مگر مے نوشی پر قائم رہتا ہے کیونکہ وہ اس کا بہت زیادہ عادی ہے اور اس کا خوگر ہے یا اس کا نفس اس کو دھوکا دیتا ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ یہ میری بیماری کا علاج ہے اور دوا کے طور پر استعمال کی ہم کو اجازت ہے، شیطان بھی اس کو ورغلاتا ہے اور شراب کی اچھائیاں اس کے سامنے پیش کرتا ہے اور خود بھی اس کو مے نوشی کا بڑا شوق ہے جانتا ہے کہ پینے سے سرور وکیف حاصل ہوتا ہے تمام غم دور ہوجاتے ہیں علاوہ ازیں صحت جسمانی کا فائدہ بھی حاصل ہوتا ہے ہلاکت آفریں نتائج اور برُے عواقب اس کی نظر سے چھپ جاتے ہیں اور وہ اللہ کے عذاب کی طرف سے غافل ہوجاتا ہے نہ دین کی خرابیوں کی طرف اس کی نظر جاتی ہے اور نہ دنیا کی! اس کو یہ خیال نہیں آتا کہ شراب عقل کو برباد کردیتی ہے اور عقل ہی سے دین اور دنیا کے تمام کام سرانجام ہوتے ہیں۔

ہم نے ابھی اوپر بیان کیا ہے کہ بعض گناہوں سے توبہ کرنا درست ہوتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر مسلمان عام حالت میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور نافرمانی سے خالی نہیں ہوتا ہاں حالات میں تفاوت ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قربت کے لحاظ سے گناہوں کا چھوٹا بڑا ہونا الگ الگ چیز ہے، فاسق تک یہ کہتا ہے کہ ہوا وہوس کے غلبہ کی وجہ سے شیطان اگر مجھ پر غالب آگیا تھا اور اس نے مجھ سے گناہ سرزد کرائے تھے تو یہ تو مجھے کبھی زیب نہیں دیتا کہ میں نفس کو آزادہ رو چھوڑدوں اور گناہوں میں آلودہ ہوتا رہوں بلکہ جن گناہوں کا ترک کرنا میرے لئے آسان ہے ان کو کوشش کرکے چھوڑدوں میری یہ کوشش میرے دوسرے گناہوں کا کفارہ بن جائے گی اور شاید اللہ تعالیٰ یہ دیکھ کر کہ میں اس کے خوف سے بعض گناہ ترک کررہا ہوں اور اپنے نفس اور شیطان سے جہاد میں مصروف ہوں، میری مدد فرمائے اور مجھے اپنی رحمت سے دوسرے گناہوں کے ترک کی توفیق مرحمت فرمادے اور میں جو دوسرے گناہ کرتا ان کے درمیان رکاوٹ ڈال دے۔

فاسق کی عبادات

اگر ہمارا یہ قول درست قرار نہیں دیا جائے گا۔ تو پھر فاسق کی نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج غرضکہ کوئی طاعت وعبادت بھی صحیح نہیں ہوگی اور اس سے بس یہ کہدیا جائے کہ تو فاسق ہے۔ اللہ کی... طاعت سے خارج ہے حکم الٰہی کی خلاف ورزی کرنے والا ہے اس لئے تیری طاعتیں اور عبادتیں اللہ کے لئے نہیں ہیں بلکہ غیر اللہ کے لئے ہیں۔ اگر تو اللہ کی عبادت کا داعی ہے تو فسق کو چھوڑدے اس راہ میں بس اللہ کا ایک ہی حکم ہے اور جب تک تو فسق کو ترک نہ کردے یہ خیال نہیں کیا جاسکتا کہ تو اپنی نمازوں سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا چاہتا ہے، یہ محال ہے ایسا نہیں کیا جائے گا۔

ایک مثال

اس دلیل کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص پر دو لوگوں کے دو دینار قرض ہیں اور مقروض اتنی استطاعت رکھتا ہے کہ دونوں کا قرض ادا کردے لیکن وہ شخص دو میں سے ایک کا قرض چکتا کردیتا ہے (ایک دینار ادا

کردیتا ہے) اور دوسرے کا قرض ادا کرنے سے انکار کردیتا ہے اور قسم کھالیتا ہے باوجودیکہ وہ جانتا ہے اور دل میں قرض دارہونے کا بھی اقرار کرتا ہے تو اس صورت میں بلاشبہ جس کا اس نے قرض ادا کردیا اس کے بارے میں وہ سبکدوش ہوگیا لیکن دوسرے شخص کا قرض جس سے وہ منکر ہے اس پر باقی رہا، اسی طرح وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کے بعض احکام بجالاتا ہے اور اس کا میں سے بعض جب وہ ممنوعات کے ارتکاب سے نافرمانی کرتا ہے تو وہ اس معصیت کی وجہ سے گنہگار بنتا ہے اور اس کا ایمان ناقص بنتا ہے کیونکہ وہ ایک ہی وقت میں کچھ امور میں اللہ کا مطیع و فرمانبردار ہے اور بعض باتوں میں نافرمان ہے، دینی امور میں طاعت و معصیت کا خلط ملط کرنے والوں کا یہی طریقہ ہے، اب اگر یہ شخص ترقی کرکے اس درجہ پر پہنچ جائے کہ نفسانی خواہشات زائل ہوجائیں اس وقت وہ تمام گناہوں سے باز آجاتا ہے بشرطیکہ خداوندی یہ سلسلہ منقطع کرنا چاہے، اگر اللہ تعالیٰ کی مرضی نہیں ہے اور بندہ پر گنہگار ہونے کا آخری فیصلہ وہ کردے تو کسی کے بس کی بات نہیں کیونکہ گناہوں سے محفوظ رہنا ہمارے بس کی بات نہیں مگر جو اللہ تعالیٰ سے توبہ کرتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ رحم بھی فرماتا ہے اور جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے اس کی مہربانی اس کے شامل حال ہوتی ہے۔

توبہ کے بارے میں احادیث و آثار

توبہ کے متعلق احادیث

حضرت جابرؓ بن عبداللہ سے مروی ہے کہ جمعہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ میں ہم سے ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! مرنے سے پہلے توبہ کرو اور قبل اس کے کہ ضعف یا بیماری کی وجہ سے عاجز ہوجاؤ نیک اعمال میں عجلت کرو، اللہ سے اپنا تعلق جوڑ لو کامیاب ہوجاؤ گے، خیرات زیادہ کرو تمہارے رزق میں افزونی ہوگی، دوسروں کو بھلائی کا حکم دو محفوظ رہو گے، بری باتوں سے لوگوں کو روکو تمہاری مدد کی جائے گی"۔ حضور اقدس اکثر یہ دعا فرمایا کرتے تھے: اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَتُبْ عَلَیَّ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ (الٰہی مجھے بخشدے اور میری توبہ قبول فرما بیشک تو ہی توبہ قبول کرنے اور مہربانی کرنے والا ہے)۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ابلیس کو جب زمین پر اتارا گیا تو کہنے لگا! الٰہی! تیری عزت اور جلال کی قسم آدمی کے بدن میں جب تک جان رہے گی میں برابر اس کو بہکاتا رہوں گا، پروردگار نے فرمایا مجھے اپنے عزت و جلال کی قسم جب تک موت کی آخری ہچکی اُسے نہ آجائے میں اس کی توبہ بھی قبول فرماؤں گا

حضرت محمدؒ بن مطرف فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آدمی پر رحمت ہو کہ وہ گناہ کرتا ہے اور مجھ سے معافی مانگتا ہے، میں اس کو بخش دیتا ہوں، اس پر رحمت ہو وہ دوبارہ گناہ کرتا ہے اور مجھ سے مغفرت طلب کرتا ہے اور میں اسے معاف کردیتا ہوں، رحمت ہو اس پر کہ نہ تو وہ گناہ کے ارتکاب سے باز آتا ہے اور نہ میری رحمت سے مایوس ہوتا ہے میں تم کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اس کو بخش دیا۔

حضرت انسؓ نے فرمایا کہ آیۂ کریمہ وَاَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْا اِلَیْهِ کے نزول کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اور صحابہ کرامؓ ہر روز سو مرتبہ استغفار کرتے اور کہتے تھے۔ نَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَنَتُوْبُ اِلَيْهِ (ہم اللہ سے مغفرت چاہتے ہیں اور توبہ کرتے ہیں۔ حضرت انسؓ نے فرمایا کہ ایک شخص حضورؐ کی مجلس میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! مجھ سے ایک بڑا گناہ سرزد ہو گیا آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ سے استغفار کرو، اس نے عرض کیا میں استغفار کر لیتا ہوں پھر دوبارہ ویسا کرتا ہوں، آپ نے فرمایا جب بھی گناہ کا ارتکاب کیا کرے توبہ کیا کر، یہاں تک کہ شیطان ذلیل و خوار ہو جائے، اس نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر میرے گناہ زیادہ ہو جائیں تو؟ حضور نے فرمایا! اللہ تعالیٰ کی معافی تیرے گناہوں سے بہت زیادہ ہے۔

بغیر توبہ کے مغفرت نہیں

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ بغیر توبہ کے مغفرت کی اور بغیر عمل ثواب کی امید نہ رکھ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ سے غافل ہونا اس کے غضب میں مبتلا کر دیتا ہے اور ایسے اعمال کا ارتکاب کرنا جن سے وہ راضی نہ ہو اور اس پر مغفرت کی آرزو کرنا تیری آرزو کی فریب خوردگی ہے، یہاں تک کہ (اسی حالت میں) موت آجائے گی کیا تو نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں سنا۔ وَغَرَّتْكُمُ الْاَمَانِيُّ حَتّٰى جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ وَغَرَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ہ یعنی بیکار امیدوں نے تم کو فریب دیا آخر تم کو خدا کا حکم پہنچا اور اللہ کے متعلق تم کو شیطان نے دھوکے میں رکھا۔ دوسری جگہ (اسی بارے میں) ارشاد ہوتا ہے وَاِنِّيْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰى ہ جس نے توبہ کی، ایمان لایا، نیک کام کئے اور سیدھی راہ اختیار کی میں اسے بخش دیتا ہوں۔ یہ بھی ارشاد فرمایا۔ وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ ہ میری رحمت ہر چیز کو اپنے اندر سمائے ہوئے ہے میں اپنی رحمت ان لوگوں کے لئے مقدر کروں گا جو تقویٰ رکھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور میری آیات پر ایمان رکھتے ہیں۔

پس بغیر توبہ و تقویٰ رحمت اور جنت کی آرزو حماقت، نادانی اور نفس کا فریب ہے کیونکہ رحمت اور جنت کی شرطیں ان مذکورہ آیتوں میں بیان کر دی گئی ہیں، یعنی رحمت و جنت توبہ تقویٰ کے ساتھ مربوط ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، مومن اپنے گناہوں کو پہاڑ کے مانند سمجھتا ہے اور ڈرتا ہے کہ وہ پہاڑ کہیں سر پر نہ آگرے اور فاجر اپنے گناہوں کو اس مکھی کے مانند سمجھتا ہے جو ناک پر بیٹھی ہوئی ہے کہ اشارے سے اس کو اڑایا جا سکتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بندہ گناہ کرتا ہے اور وہ گناہ اس کو بہشت میں لے جاتا ہے؟ آپ نے فرمایا گناہ اس کی نظر کے سامنے رہتا ہے جس سے اس کو ندامت اور شرمندگی محسوس ہوتی ہے وہ اللہ سے مغفرت چاہتا ہے بالآخر وہی گناہ اسے بہشت میں لیجانے کا موجب بن جاتا ہے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں نے کسی چیز کو طلب میں اتنا حسین اور تاثیر میں اتنا تیز نہیں پایا۔ جتنی پرانے گناہ کے لئے نئی نیکی ہوتی ہے، بلاشبہ نیکیاں گناہوں کو دور کر دیتی ہیں۔ یہ فرمان نصیحت حاصل کرنے والوں کے لئے ایک عظیم نصیحت ہے۔ جب کوئی بندہ گناہ کرتا ہے تو گناہ سے دل میں ایک سیاہ نقطہ پیدا ہو جاتا ہے، وہ توبہ کرتا ہے گھبرا کر اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے اور استغفار کر لیتا ہے اس وقت وہ نقطہ دل سے صاف ہو جاتا ہے، اگر وہ توبہ، زاری اور استغفار نہیں کرتا تو گناہ بالائے گناہ، داغ بر داغ تہ بہ تہ ہو جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ تمام دل سیاہ ہو کر مردہ ہو جاتا ہے اور یہی معنی ہیں اس آیت کے، كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ہ یعنی ایسا نہیں ہے بلکہ جو کام وہ کرتے تھے ان کاموں کے باعث

اُن کے دلوں پر زنگ آگیا ہے، ان کے اعمال کا زنگ ان کے دلوں پر چڑھ گیا ہے۔ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا گناہ نہ کرنا طلب توبہ سے زیادہ آسان ہے اس لئے موت کی تاخیر کو غنیمت جانو۔

آدم بن زیاد کا قول ہے کہ اپنے آپ کو ایسا سمجھو کہ موت سامنے آگئی ہے اور تم اللہ سے معافی طلب کر رہے ہو اور اللہ تعالیٰ نے معافی نہ دی ہے۔ اس لئے ہر وقت اللہ کی اطاعت کے کام کرو!!

حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس وحی آئی کہ ڈرتے رہو! کہیں ایسا نہ ہو کہ غفلت کی حالت میں تم کو میں پکڑ لوں اور میرے سامنے آؤ تو کوئی حجت کام نہ آئے۔ کوئی مردِ صالح عبد الملک بن مروان کے پاس گئے۔ عبد الملک نے اُن سے کہا مجھے کچھ نصیحت فرمائیے۔ مردِ صالح نے فرمایا! اگر تمھارے پاس موت آئے تو کیا تم مرنے کے لئے تیار ہو گے؟ عبد الملک نے کہا نہیں! تب اُن بزرگ نے فرمایا کیا تم اتنی قدرت رکھتے ہو کہ اس حالت کو ایسی حالت کی طرف لوٹا سکو جو تم کو پسند ہے؟ (یعنی موت کو واپس کر سکتے ہو؟) عبد الملک نے نفی میں جواب دیا، بزرگ نے فرمایا کیا تم اس سے محفوظ ہو کہ تم کو موت اچانک آدبوچے؟ عبد الملک نے نفی میں جواب دیا؛ اس وقت اُن بزرگ نے فرمایا کہ میں نے کسی ذی فہم شخص کو اُن باتوں سے راضی اور خوش ہوتے نہیں دیکھا جن پر تم مغرور ہو (یعنی ملک و متاعِ دنیا)

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (گناہ پر) ندامت اور پشیمانی توبہ ہے آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ جس نے گناہ کیا پھر اس پر پشیمان ہوا تو پشیمانی اس گناہ کا کفارہ ہو گیا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا ہے کہ توبہ کے چار ستون ہیں (۱) زبان سے معافی کا طالب ہونا (۲) دل سے پشیمان ہونا (۳) اعضا کو گناہ سے روکنا (۴) یہ نیت رکھنا کہ آئندہ ایسا گناہ نہیں کروں گا۔ یہ بھی فرمایا کہ توبۃ النصوح یہ ہے کہ توبہ کرے اور جس گناہ سے توبہ کی ہے اس کی طرف پھر نہ لوٹے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "گناہ سے توبہ کرنے والا بے گناہ کی طرح ہو جاتا ہے" اور گناہ کا ارتکاب کرنے کے باوجود رب سے معافی طلب کرنے والا گویا اپنے رب سے مذاق کرتا ہے۔ جب کوئی بندہ "اَستَغفِرُکَ وَاَتُوبُ اِلَیکَ" کہتا ہے اور اس کے بعد پھر گناہ کرتا ہے پھر یہی کہتا ہے اور پھر گناہ کرتا ہے تو تین بار اسی طرح، گناہ کرنے کے بعد چوتھی بار اس کے گناہ کو (صغیرہ ہونے کے باوجود) کبیرہ کی فہرست میں لکھ دیا جاتا ہے۔

حضرت فضیل بن عیاضؒ نے فرمایا کہ تم اپنی ذات کے خود وصی بنو اور دوسرے لوگوں کو اپنے لئے وصی نہ بناؤ! جب کہ خود تم نے اپنی زندگی میں اپنے نفس کی وصیت ضائع کر دی تو پھر تم ان دوسروں کو اس بات پر کس طرح بُرا کہہ سکتے ہو کہ انھوں نے تمھاری وصیت رائگاں اور ضائع کر دی! کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

تَمَتَّعْ اِنَّمَا الدُّنیَا مَتَاعٌ یہ دنیا تھوڑی پونجی ہے جہاں تک ہو فائدہ اٹھالو	وَاِنَّ دَوَامَهَا لَا یَستَطَاعُ اور اس دنیا کو ہمیشگی نہیں ہے، بس کی بات نہیں
وَقَدِّمْ مَا مَلَکْتَ وَاَنتَ حَیٌّ جب تک کرنے پر قدرت رکھتا ہے اور زندہ ہے	اَمِیرًا فِیهِ مُتَّبِعٌ مُطَاعٌ نیکی کر کے آگے بھیج تو امیر ہے جب کہ نیکی میں تیری پیروی کی گئی ہو
وَلَا یَغتَرِکَ مَن تُوصِی اِلَیهِ کسی کو وصی بنانے کے دھوکے میں نہ رہنا	فَقَصرُ وَصِیَّةِ المَرءِ لِضَیَاعٍ کہ کوشش کی کمی عموماً وصیت میں بگاڑ ناکارہ بنادیتی ہے

ایک اور شاعر کہتا ہے:

إِذَا مَا كُنْتَ مُتَّخِذًا وَصِيًّا — فَكُنْ فِيمَا مَلَكْتَ وَصِيَّ نَفْسِكَ

اگر تو کسی دوسرے کو وصی بنانے کا خواہاں ہے تو نہ بنا — جو چیز تیرے قبضہ میں ہے اس کا اپنے نفس کو وصی بنا دے

سَتَحْصُدُ مَا زَرَعْتَ غَدًا وَتَجْنِي — إِذَا وُضِعَ الْحِسَابُ ثِمَارَ غَرْسِكَ

جو تو آج بوئے گا کل وہی کاٹے گا — اور جب حساب ہو گا تو اپنے ہی لگائے ہوئے درخت کے پھل توڑ یگا

حضرت ابوامامہؓ باہلی سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کہ داہنے بازو کا فرشتہ بائیں بازو کے فرشتے پر حاکم ہے جب بندہ نیکی کرتا ہے تو دائیں بازو کا فرشتہ اس کی دس نیکیاں لکھ لیتا ہے اور جب بندہ برائی (گناہ) کرتا ہے اور بائیں بازو کا فرشتہ اس کی برائیاں لکھنے لگتا ہے تو دائیں بازو کا فرشتہ کہتا ہے ٹھہر جاؤ چنانچہ وہ چھ سات گھڑی تک (لکھنے سے) رکا رہتا ہے اب اگر اس عرصہ میں بندہ نے اپنا گناہ اللہ تعالیٰ سے بخشوا لیا تو گناہ نہیں لکھا جاتا ورنہ بدی لکھ لی جاتی ہے۔

حدیث شریف کے دوسرے الفاظ اس طرح سے ہیں کہ" بندہ جب گناہ کرتا ہے تو وہ نہیں لکھا جاتا یہاں تک کہ وہ دوسرا گناہ کرے، جب اس کے پانچ گناہ جمع ہو جاتے ہیں اور ان کے بعد وہ ایک نیکی کر لیتا ہے تو اس کے لئے پانچ نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور وہ پانچ نیکیاں ان پانچ گناہوں کا بدل ہو جاتی ہیں، اس وقت ابلیس چیختا ہے اور کہتا ہے میرا ابن آدم پر قابو کس طرح چلے میں کتنی ہی کوشش کیوں نہ کروں وہ ایک نیکی کر کے میری ساری کوشش پر پانی پھیر دیتا ہے"۔

حضرت امام حسنؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر بندے پر دو فرشتے مقرر ہیں، دائیں طرف والا بائیں طرف کے فرشتے پر حاکم ہے، بندہ جب کوئی گناہ کرتا ہے اور بائیں طرف کا فرشتہ کہتا ہے کہ میں اس کو لکھ لوں تو دائیں طرف والا (حاکم) فرشتہ کہتا ہے ابھی ٹھہر کہ وہ پانچ گناہ کرے (تب لکھنا) جب بندہ پانچ گناہ کر لیتا ہے اور بائیں طرف کا فرشتہ ان کو لکھنا چاہتا ہے تو دائیں طرف کا فرشتہ کہتا ہے ابھی ٹھہر جا کہ وہ کوئی نیکی کرے جب بندہ کوئی نیکی کر لیتا ہے تو دائیں طرف کا فرشتہ کہتا ہے کہ ہم کو بتایا گیا ہے کہ ہر نیکی کا عوض دس گنا ہے بس آؤ ہم پانچ گناہوں کو پانچ نیکیوں سے مٹا دیں اور باقی پانچ نیکیاں اس کی لکھ لیں، اس وقت شیطان چیختا ہے اور کہتا ہے کہ میں انسان پر کس طرح غالب آسکتا ہوں! میں جتنی کوشش اور محنت کرتا ہوں اس کی ایک نیکی میری تمام کوششوں کو ملیا میٹ کر دیتی ہے۔ یہ تمام احادیث شریفہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے مطابق ہیں:۔ وَإِنِّي لَغَفَّارٌ لِّمَن تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدَىٰ ہ

حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ حضرت آدمؑ سے چار ہزار سال پہلے عرش کے گرد لکھ دیا گیا تھا:۔ وَإِنِّي لَغَفَّارٌ لِّمَن تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدَىٰ نیز احادیث مذکورہ اس حکم الٰہی کے عین مطابق ہیں۔

إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ ذَٰلِكَ ذِكْرَىٰ لِلذَّاكِرِينَ ہ

مزید احادیث

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بندہ جب توبہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کر لیتا ہے تو باری تعالیٰ کراماً کاتبین کو اس بندے کے کئے گناہ فراموش کرا دیتا ہے اور بندہ کے وہ اعضا

جن سے گناہ کئے اور وہ زمین جہاں اس نے گناہ کئے، وہ آسمان جس کے نیچے اس نے گناہ کئے سب فراموش کردی جاتی ہیں عضو، زمین اور آسمان سب فراموش کردیتے ہیں۔ اسی طرح قیامت کے دن جب وہ بندہ آئے گا تو اس کے گناہوں پر کوئی گواہی دینے والا نہ ہوگا اور نہ اس پر گناہ کا بوجھ ہوگا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "گناہ سے توبہ کرنے والا اس شخص کی مانند ہے جس نے کوئی گناہ نہیں کیا۔ ایک روایت میں اس حدیث میں اتنا اور زیادہ ہے "اگرچہ دن میں ستر بار گناہ کرے اور توبہ کرے"۔ حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جو شخص تین بار اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الْعَظِیْمَ الَّذِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ[1] پڑھے گا اس کے تمام گناہ معاف کردیئے جائیں گے خواہ وہ مقدار میں سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں۔ یہ بھی حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آدمی قیامت کے دن اپنے اعمال نامہ میں اوّل گناہوں کو مندرج اور آخر میں نیکیوں کو درج پائے گا لیکن جب دوبارہ اعمال نامہ کے آغاز پر نظر ڈالے گا تو اس کو سب نیکیاں ہی نیکیاں تحریر نظر آئیں گی۔ آیت کریمہ فَاُولٰٓئِکَ یُبَدِّلُ اللّٰہُ سَیِّاٰتِھِمْ حَسَنٰتٍ (یہ وہ لوگ ہی ہوں گے کہ اللہ ان کی برائیوں کو نیکیوں سے بدل دیگا) کے یہی معنی ہیں اور یہ اس توبہ کرنے والے کے حق میں ہے جس کا خاتمہ انابت اور توبہ پر ہوا ہو۔

بعض اکابرین سلف کا قول ہے کہ بندہ جب گناہوں سے توبہ کرلیتا ہے تو اس کے تمام گزشتہ گناہ نیکیوں سے بدل جاتے ہیں، حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن کچھ لوگ تمنا کریں گے کہ ان کے گناہ زیادہ ہوتے، حضرت ابن مسعودؓ نے یہ بات اس لئے فرمائی کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کے گناہ چاہے گا نیکیوں سے بدل دے گا۔

حضرت حسن بصریؒ نے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ حضور والا نے ارشاد فرمایا "تم میں سے جب کوئی گناہ کرتا ہے تو زمین سے آسمان تک فضا گناہوں سے پُر ہوجاتی ہے اور جب وہ اللہ تعالیٰ سے توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمالیتا ہے اسی لئے حضور نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ اے ابن آدم! اگر تو سطح زمین کو گناہوں سے بھر کر مجھ سے ملے گا تو میں اس کے برابر مغفرت کے ساتھ تجھ سے ملوں گا۔

ایک روایت ہے کہ حضرت عبد اللہ ابن مسعودؓ کوفہ کی ایک گلی سے گزر رہے تھے کہ ایک فاسق کے گھر میں بہت سے اوباش جمع تھے اور شراب پی جارہی تھی۔ ان لوگوں میں ایک گانے والا بھی تھا جس کا نام زاذان تھا وہ بربط پر عمدہ آواز سے گا رہا تھا، حضرت ابن مسعودؓ نے اس کی آواز سن کر فرمایا "کیسی اچھی آواز ہے، کاش یہ قرآن کی تلاوت کرتا تو کتنا اچھا ہوتا" پھر آپ اپنی چادر سر پر ڈال کر آگے بڑھ گئے، زاذان نے آپ کی آواز سن لی۔ لوگوں سے پوچھا یہ کون صاحب تھے لوگوں نے بتایا کہ یہ رسول اللہ کے صحابی حضرت عبد اللہ ابن مسعودؓ ہیں زاذان نے کہا یہ کیا فرمارہے تھے لوگوں نے کہا کہ وہ کہہ گئے ہیں "کتنی اچھی آواز ہے کاش گانے کے بجائے قرآن کی تلاوت کی جاتی تو کتنا اچھا ہوتا"۔ یہ سنتے ہی زاذان کے دل پر ہیبت طاری ہوگئی فوراً اٹھ کھڑا ہوا، بربط کو زمین پر مار کر توڑ ڈالا اور دوڑتا ہوا حضرت تک پہنچا اور گلے میں چادر ڈال کر خطا کار کی شکل بنا کر رونے لگا آپ نے زاذان کو گلے لگالیا اور اس کے ساتھ خود بھی رونے لگے اور فرمایا "میں کیسے اس سے محبت نہ کروں جس

---

[1] میں اس اللہ بزرگ و برتر سے مغفرت طلب کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور وہ زندہ اور ہمیشہ رہنے والا ہے میں اسکی طرف توبہ کرتا ہوں۔

سے اللہ کو محبت ہے"، اس کے بعد زاذان نے بربط بجانے اور گانے سے توبہ کرلی اور حضرت ابن مسعودؓ کی خدمت میں رہنے لگا یہاں تک کہ قرآن پاک پڑھ لیا اور اتنا علم حاصل کیا کہ علم دین کا امام بن گیا چنانچہ زاذانؒ نے بہت سی حدیثیں حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ اور حضرت سلمان فارسیؓ سے روایت کی ہیں۔

اسرائیلی روایات میں آیا ہے کہ ایک زنڈی گانے کا پیشہ کرتی تھی لوگوں کو اپنے حسن و جمال سے فتنہ میں ڈال رکھا تھا، اس کے گھر کا دروازہ ہمیشہ کھلا رہتا تھا اور وہ خود کھلے دروازے کے پاس تخت پر بیٹھا کرتی تھی، جو شخص ادھر سے گزرتا اور اس کو دیکھتا فریفتہ ہوجاتا مگر اس کے پاس آنے کی اجازت اس وقت ملتی جب دس دینار یا اس سے زیادہ رقم پیش کرتا۔ ایک روز کوئی اسرائیلی زاہد ادھر سے گزرا اچانک اس عابد کی نظر اس فاحشہ عورت پر پڑی وہ عابد بھی اسے دیکھتے ہی فریفتہ ہوگیا لیکن عابد نے اپنے نفس سے جنگ شروع کردی یہاں تک کہ اس نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی کہ وہ اس گناہ کی خواہش اس کے دل سے دور کردے وہ برابر اپنے دل کو قابو میں کئے، مگر آخر کار دل بے قابو ہوگیا یہاں تک کہ اس کے پاس جسقدر مال و متاع تھا وہ سب اس نے فروخت کردیا اور جس قدر دیناروں کی ضرورت تھی جمع کرکے اس فاحشہ عورت کے دروازے پر آیا، فاحشہ نے عابد سے کہا کہ دینار اس کے وکیل کے سپرد کردے، پھر اس کے پاس گئے عابد نے اس کے کہنے کے مطابق کیا، وہ اس کے سامنے تخت پر بنی سنوری بیٹھی تھی عابد دینار دے کر اس کے پاس بیٹھ گیا جب عابد نے ہاتھ بڑھا کر اس سے لطف اندوز ہونے کا قصد کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی سابقہ عبادت کی برکت اور اپنی رحمت سے اس کو اس طرح بچالیا کہ عابد کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے عرش سے اس کی اس ناگفتنی حالت کو دیکھ رہا ہے اور وہ اس فعل حرام میں مصروف ہے، ہائے ہائے میرے تمام اعمال ضائع ہوگئے پس اسی وقت عابد کے دل میں خوف خدا پیدا ہوا اور وہ سارے بدن سے کانپنے لگا اور اس کا رنگ فق ہوگیا' بدکار عورت نے اس کا اڑا رنگ دیکھ کر پوچھا کیا بات ہے؟ عابد نے کہا میں اپنے رب سے ڈر رہا ہوں، مجھے واپس جانے دو' عورت نے کہا تم بھی خوب ہو! سینکڑوں لوگ تو میری آرزو کرتے ہیں کہ مجھے پالیں اور تم میری محبت سے منہ موڑ رہے ہو' عابد نے کہا میں اپنے اللہ سے ڈرتا ہوں رہا وہ مال جو میں نے تم کو دیا ہے وہ مجھے واپس نہیں چاہیئے وہ تمہارے لئے حلال ہے۔ وہ تم ہی لے لو اور مجھے جانے دو؛ فاحشہ نے کہا معلوم ہوتا ہے کہ کبھی تم نے اب سے پہلے یہ لطف (صحبت) نہیں اٹھایا ہے: عابد نے کہا ہاں!! پھر فاحشہ نے اس کا نام اور پتہ دریافت کیا، عابد نے اپنا اور اپنے گاؤں کا نام بتا دیا اس کے بعد عورت نے اس کو جانے کی اجازت دیدی، عابد نالاں و خیزاں اپنی حالت پر گریہ کناں وہاں سے واپس آیا، اس کے بعد عابد کی برکت سے عورت کے دل میں بھی اللہ کا خوف پیدا ہوا اور دل میں کہنے لگی، اس شخص کا تو یہ پہلا گناہ تھا اور اس کے دل میں اللہ کا اس قدر خوف پیدا ہوا، میں تو اتنی برسوں سے یہ گناہ کررہی ہوں اور میرا رب بھی وہی ہے جو اس شخص (عابد) کا ہے، ڈرنا تو مجھے چاہیئے تھا، اس کے بعد فاحشہ عورت نے اپنا دروازہ لوگوں پر بند کردیا، شریفانہ لباس پہن کر اللہ کی یاد میں مصروف ہوگئی۔ ایک دن اس عورت نے سوچا کہ اب اسے اس عابد کے پاس چلنا چاہیئے کیا تعجب کہ وہ مجھ سے نکاح کرلے۔ اگر ایسا ہوجائے تو میں اپنے دین کی باتیں اس سے سیکھ لوں گی اور وہ اللہ کی عبادت میں میرا مددگار و معاون ہوگا۔ یہ سوچ کر اس نے اپنا تمام سامان اور روپیہ پیسہ اپنے ساتھ لیا اور عابد کے بتائے ہوئے پتہ پر

پہنچکر عابد کے متعلق لوگوں سے پوچھا، لوگوں نے عابد کو بتایا کہ ایک عورت آئی ہے اور آپ کو دریافت کر رہی ہے، عابد اٹھ کر اس عورت کے پاس پہنچا تو عورت نے اپنے چہرے سے نقاب الٹ دیا تاکہ عابد اس کو پہچان لے، عابد نے اس کو پہچان لیا اور اسی کے ساتھ اس کو اپنا گناہ بھی یاد آ گیا، ایک چیخ ماری اور گر پڑا گرتے ہی اس کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی، اب تو وہ عورت بہت گھبرائی اور بہت کڑھی اور کہنے لگی میں نے جس کے لئے گھر چھوڑا وہ خود ہی دنیا چھوڑ کر چلا گیا۔ اس نے لوگوں سے پوچھا کیا اسکے رشتہ داروں میں کوئی ایسا شخص ہے جو مجھ سے شادی کرے، لوگوں نے بتایا کہ عابد کا ایک نیک اور صالح بھائی ہے لیکن وہ مفلس اور تنگدست ہے عورت نے کہا کچھ مضائقہ نہیں میرے پاس کافی مال موجود ہے چنانچہ عابد کے بھائی نے اس عورت سے نکاح کر لیا نکاح کے بعد اس صالح عورت کے بطن سے سات لڑکے پیدا ہوئے جو سارے کے سارے بنی اسرائیل کے نبی ہوئے۔

صدق وطاعت کا اثر

تم نے صدق، طاعت اور حسنِ نیت کی برکت دیکھی، حضرت عبداللہ بن مسعود کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے زادان کو کس طرح ہدایت بخشی چونکہ حضرت عبداللہ خود صادق اور نیک دل تھے اس لئے ان کی بات نے زادان پر یہ اثر کیا، لہٰذا تم اس وقت تک کسی بدکار کو نیک نہیں بنا سکتے جب تک تم اپنی ذات میں خود نیک نہ بنو اور رب کا خوف تمہارے دل میں نہ ہو، اگر تم مخلص ہو اور اپنی حرکات و سکنات میں ریاکار نہیں ہو، ہر حال میں اللہ کو واحد و یکتا سمجھو گے تو تم کو نیکی کی توفیق اور زبان ملے گی اور اللہ تعالیٰ تمہاری راہِ راست پر زیادہ رہنمائی فرمائے گا اور تمہارے باعث دوسرے کی برائی بغیر کسی تکلیف کے زائل ہو جائے گی اور موجودہ زمانے کی طرح نیکی برائی کی صورت میں رونما نہیں ہوگی، اس زمانہ میں تو اگر کوئی کسی ایک برائی کو روکنے کی کوشش کرتا ہے تو لوگ اس کے درپے آزار ہو جاتے ہیں اور فسادِ عظیم برپا کر کے روکنے والے کو گالیاں دیتے ہیں، اس پر زنا کی تہمت لگاتے ہیں اور مار دھاڑ کرتے ہیں۔ اس کو لوٹ لیتے ہیں غرضیکہ طرح طرح سے اس کو ستاتے ہیں یہ ساری برائیاں اس لئے ہیں کہ ان کے ایمان و یقین میں نقص ہے اور ان کے اندر صدق کی کمی ہے کیونکہ وہ اپنی خواہشات سے مغلوب ہیں اور ساری برائیاں ان میں موجود ہیں، پس ان برائیوں کے دور کرنے کا فرض ان پر عائد ہوتا ہے لیکن وہ کیسے یہ فرض ادا کریں کہ ان کے نفوس تو بڑے بڑے مشغلوں میں لگے ہوئے ہیں وہ دوسروں کو تو برائی سے منع کرتے ہیں مگر ان پر جو فرضِ عین ہے اس کو چھوڑ کر فرضِ کفایہ میں مصروف ہیں، وہ اپنے فرض کو چھوڑ کر ایسی باتوں میں مشغول ہوتے ہیں جو ان کے لئے موزوں نہیں ہیں۔

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ آدمی کے اسلام کی خوبی اس میں ہے کہ جو چیز اس کے لائق نہ ہو اس کو ترک کر دے، اگر وہ چاہتا ہے کہ دوسرے جلد برائی کو ترک کر دیں تو خود اس پر لازم ہے کہ پہلے وہ اپنے سے اس برائی کو دور کرے اور اپنے آپ کو نصیحت کر کے اس سے بچا رہے اور تمام گناہوں کو چھوڑ دے خواہ وہ ظاہری گناہ ہوں یا باطنی؛ جب وہ خود ان گناہوں سے پاک صاف ہو جائے اس وقت دوسروں کی (اصلاح کی) طرف متوجہ ہو۔ اور حسنِ تدبر کے ساتھ ان سے برائیوں کو دور کرے جس طرح حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن مسعودؓ کے ذریعہ زادان کی برائی زائل ہوئی، بنی اسرائیل کے عابد کی عبادت اور اس کے اخلاص و صدقِ دلی پر غور کرو کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے اسے گناہِ کبیرہ اور بدکاری کے ارتکاب سے بچا لیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ ۝ (واقعہ یوں ہی ہوا تاکہ ہم اس کو برائی

اور بے حیائی سے روکیں یقیناً وہ ہمارے مخلص بندوں میں سے تھا) چونکہ سابقہ ایام میں خلوتوں اور تنہائیوں میں ان کے اندر خوفِ سچائی اور حسنِ طاعت تھا اس لئے اللہ کی مدد ان کے اور اس فاحشہ عورت کے درمیان حائل ہو گئی' اس پر بھی غور کرو کہ اللہ تعالیٰ نے اس عابد کی بدولت اس بدکار عورت کو بدکاری سے کس طرح نجات دی اور پھر کس طرح عابد کی برکت سے عابد کے بھائی کو کیا کچھ میسّر آگیا، اللہ تعالیٰ نے اس کی مفلسی اور تکلیف (عسرت) کو دُور ہی نہیں کیا بلکہ ایک حسین ترین بیوی بھی اسے عطا فرمادی۔ اس کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح رزق دیا اور اس طرح غنی کیا کہ وہ اس کا سان و گمان بھی نہیں کرسکتا تھا پھر اسے سات نبیوں کا باپ اور اس عورت کو ان کی ماں بنایا۔

خلاصہ یہ کہ تمام بھلائیاں اللہ تعالیٰ کی طاعت' فرمانبرداری میں ہیں اور تمام برائیاں اس کی نافرمانی اور معصیت میں لہٰذا تم کو کسی حالت میں بھی معصیت شعار نہیں بننا چاہیئے' اگر ہم عصیاں کوش ہوئے تو نہ ہم ہوں گے اور نہ عصیاں رہیں گے۔

توبہ کی شناخت

توبہ کی شناخت چار باتوں سے ہوتی ہے

توبہ کرنے والے کی توبہ کی شناخت چار باتوں سے ہوتی ہے' اوّل زبان کو بیہودہ باتوں، غیبت، چغل خوری اور جھوٹ سے روک لے دوم: اپنے دل میں کسی کی طرف سے حسد اور دشمنی نہ رکھے' سوم: برے لوگوں سے دور رہے کیونکہ یہ لوگ برائی کی طرف اس کو راغب کرینگے اس طرح توبہ کی پختگی میں نقص ڈالیں گے اور اس کی توبہ ٹوٹ جائے گی۔ اُن باتوں کو اپناتا رہے جن سے توبہ میں پختگی آتی ہے اور اُن باتوں سے پرہیز کرے جن سے توبہ میں لچک پیدا ہوتی ہے لہٰذا امید' قوت اور قلبی ارادے کو مضبوط کرے کیونکہ اس طرح اس میں قوت اور ولولہ پیدا ہوگا اور یہ ارادہ توبہ کو برقرار رکھنے کا محرک ہوگا، پس ممنوعات شرعیہ سے دور رہے اور نفس امّارہ کو خواہشوں کی تکمیل سے باز رکھے اور اس کو روکے رہے تاکہ وہ دوبارہ گناہ کا ارتکاب نہ کرے۔ چہارم: بندہ (توبہ کرنے والا) خود کو ان کاموں سے الگ رکھے جس کا ذمہ خود حق تعالیٰ نے لیا ہے مثلاً رزق وغیرہ اور ان کاموں میں (اطاعت و بندگی) میں مصروف ہوجائے جس کی ادائیگی کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔ جب تم کسی توبہ کرنے والے میں یہ علامتیں موجود پاؤ تو جان لو کہ وہ ان لوگوں میں سے ہے جن کے بارے میں حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ (توبہ کرنے والوں کو اللہ دوست رکھتا ہے)۔

لوگوں پر بھی چار باتیں عائد ہوتی ہیں

اسی طرح توبہ قبول کرنے والے۔ حق تعالیٰ کی طرف سے چار باتیں دوسرے لوگوں کے ذمہ ہیں اوّل یہ کہ لوگوں کو چاہیئے کہ ایسے شخص سے محبت کریں کیونکہ اس بندے نے اللہ سے محبت کرنا شروع کر دی ہے دوم۔ لوگ اپنی دعاؤں کے ذریعے اس کی توبہ کی حفاظت کریں اور کہیں کہ اللہ تعالیٰ اسے توبہ پر قائم رکھے۔ سوم: لوگ اس کو اس کے گزشتہ (سابقہ) گناہوں پر ملامت نہ کریں۔ طعنہ نہ دیں، نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس نے کسی مومن (توبہ کرنے والے) کو اس کی برائی (گناہ) کے ساتھ ملامت کی تو وہ برائی اس ~~~ کے لئے کفارہ بن جائے گی۔

اور اللہ تعالیٰ اگر چاہے گا تو برائی کرنے والے کو اس برائی میں مبتلا کر دے گا۔

اور جو شخص کسی مسلمان کے کسی گزرے ہوئے گناہ سے اس پر طعنہ زن ہو تو وہ دنیا سے اس وقت تک نہیں جائے گا جب تک وہ خود اس جرم کا ارتکاب نہ کرلے اور اس کے باعث رسوا نہ ہو، اس لئے کہ کوئی مومن ارتکاب گناہ کا ارادہ نہیں کرتا نہ اپنے دل سے قصدِ گناہ کرتا ہے نہ گناہ کو دین کا جزو سمجھتا ہے کہ اسے دینداری کے طور پر کرتا ہو صرف شیطان کی فریب دہی، جوشِ شہوت اور نفسانی شوق کی فراوانی، غفلت اور فریب خوردگی کی وجہ سے اس سے گناہ واقع ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَكَرَّهَ إِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ وَالْعِصْيَانَ اور اللہ نے کفر، فسق اور نافرمانی کو تمہارے لئے ناپسندیدہ بنا دیا ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے وضاحت فرما دی ہے کہ اہل ایمان کے نزدیک معصیت انتہائی ناگوار چیز ہے اس لئے مومن جب توبہ کرے اور اللہ کی طرف رجوع ہو جائے تو اس کو توبہ کردہ گناہ یاد دلا کر شرمندہ کرنا جائز نہیں بلکہ اس کے لئے دعا کرنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ اس توبہ پر اس کو قائم رکھے اور اس کو توفیق دے اور اس کی حفاظت فرمائے۔ چہارم: لوگوں پر واجب ہے کہ اس کے ساتھ بیٹھیں اٹھیں، اس سے بات چیت کریں۔ اس کے مدد معاون ہوں اور اس کی عزت کریں۔

توبہ کرنے والے کو بھی اللہ تعالیٰ چار باتوں سے سربلند و معزز فرماتا ہے (۱) گناہوں سے اس کو اس طرح نکال لیتا ہے جیسے اس نے گناہ ہی نہیں کیا، (۲) اللہ تعالیٰ اس کو اپنا دوست بنا لیتا ہے۔ (۳) شیطان اس پر غالب نہیں ہوتا۔ (۴) دنیا سے رخصت ہونے سے قبل اس کو خوف سے امن و امان بخشتا ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:-

تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ ۝

ان پر فرشتوں کا نزول ہوتا ہے اور وہ کہتے ہیں کہ تم خوف نہ کرو اور نہ حزن و ملال! تم کو اس جنت کی خوشخبری ہو جسکا تم سے وعدہ کیا گیا ہے

توبہ کے بارے میں مشائخ طریقت کے اقوال

توبہ کے درجے شیخ طریقت ابو علی دقاق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ توبہ کے تین درجے ہیں (۱) توبہ (۲) اِنابت (۳) اَوبت، توبہ ابتدائی درجہ ہے، درمیانی درجہ اِنابت ہے اور آخری یا انتہائی درجہ اوبت ہے۔ جس نے عذاب الہٰی کے خوف سے توبہ کی وہ صاحب توبہ ہے، جس نے ثواب کی خاطر یا عذاب سے بچنے کے لئے توبہ کی وہ صاحب انابت ہے اور جس نے محض اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں توبہ کی، ثواب کی امید اور عذاب کے اندیشہ سے نہیں وہ صاحب اَوبت ہے۔ مشائخ کرام نے یہ بھی فرمایا ہے کہ توبہ عام اہل ایمان کی سنت ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:-

تُوبُوا إِلَى اللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَا الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝ اے ایمان والو! اللہ سے توبہ کیا کرو تاکہ تم فلاح پاؤ!

انابت اولیائے مقربین کی صفت ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔ وَجَاءَ بِقَلْبٍ مُّنِيبٍ (اللہ کی طرف) متوجہ ہونیوالے دل کے ساتھ آیا ہے۔ اوبت انبیا مرسلین علیہم السلام کی صفت ہے ارشاد باری ہے:۔ نِعْمَ الْعَبْدُ إِنَّهُ أَوَّابٌ کتنا اچھا بندہ ہے کیونکہ وہ اللہ کی طرف رجوع ہونے والا ہے:۔

حضرت جنیدؒ نے فرمایا کہ توبہ تین معانی پر حاوی ہے (۱) گناہ پر پشیمانی۔ (۲) جس چیز کو اللہ نے منع فرمایا ہے اس کو دوبارہ نہ کرنے کا پختہ ارادہ، (۳) حقوق انسانی کو ادا کرنے کی کوشش۔

حضرت سہل بن عبد اللہؒ نے فرمایا کہ توبہ نام ہے آئندہ گناہ کو ترک کر دینے کا (آئندہ گناہ نہ کرنے کا) حضرت جنیدؒ سے مروی ہے کہ میں نے حارثؒ کو یہ کہتے سنا کہ میں کبھی اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ التَّوْبَةَ نہیں کہتا بلکہ کہتا ہوں اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ شَھْوَةَ التَّوْبَةِ (یعنی اے اللہ میں تجھ سے توبہ کی آرزو طلب کرتا ہوں)۔

حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں کہ ایک روز میں حضرت سری سقطیؒ کے پاس پہنچا تو میں نے ان کا رنگ پریدہ پایا میں نے وجہ دریافت کی تو آپ نے فرمایا کہ ایک جوان نے مجھ سے توبہ کے بارے میں دریافت کیا۔ میں نے اس کو بتایا کہ توبہ یہ ہے کہ تو اپنے گناہ کو نہ بھولے، وہ نوجوان مجھ سے جھگڑنے لگا اور کہا کہ توبہ تو یہ ہے کہ تو اپنے گناہوں کو بھلا دے۔ میں نے کہا کہ میرے نزدیک تو توبہ کے یہی معنی ہیں جو اس جوان نے بتائے ہیں۔ حضرت سری سقطیؒ نے پوچھا کیوں یہ معنی کیونکر ہیں؟ میں نے جواب دیا کہ میں اس لئے کہتا ہوں کہ جب میں رنج والم کے عالم میں ہوتا ہوں تو وہ مجھے آرام وراحت کی حالت میں لے جاتا ہے اور آرام وراحت کی حالت میں رنج والم کو یاد کرنا ظلم ہے یہ سنکر وہ خاموش ہوگئے۔

توبہ کے مزید معنی

حضرت سہلؒ بن عبد اللہؒ نے فرمایا توبہ یہ ہے کہ تو اپنے گناہوں کو نہ بھولے! حضرت جنید بغدادیؒ نے کسی شخص کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ توبہ یہ ہے کہ اپنے گناہوں کو بھول جاؤ، حضرت ابو نصر سراجؒ نے مذکورہ بالا (دونوں متضاد) قولوں کی تشریح کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت سہلؒ کے قول میں مریدوں اور ان دوسرے لوگوں کے احوال کی طرف اشارہ ہے کہ وہ کبھی تو اپنے نفع کے سلسلے میں سوچتے ہیں اور کبھی نقصان پر افسوس کرتے ہیں لیکن حضرت جنیدؒ نے محققین کی توبہ کی طرف اشارہ کیا ہے کیونکہ جب محققین کے دلوں پر عظمت الٰہی کا غلبہ ہوتا ہے اور وہ ہمیشہ ذکر الٰہی میں مشغول رہتے ہیں اس لئے وہ اپنے گناہوں کو یاد ہی نہیں کر پاتے، حضرت جنیدؒ کا یہ قول حضرت رُوَیمؒ کے قول کے مانند ہے کہ جب ان سے توبہ کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انھوں نے فرمایا کہ ”توبہ کی یاد سے توبہ کرنا چاہیئے“۔

حضرت ذوالنون مصریؒ

حضرت ذوالنون مصریؒ نے فرمایا کہ عوام کی توبہ گناہوں سے ہوتی ہے اور خواص کی غفلت سے؛ حضرت ابوالحسن نوریؒ نے فرمایا کہ توبہ یہ ہے کہ ماسوا اللہ سے توبہ کی جائے! حضرت عبد اللہ بن محمد بن علی نے فرمایا کہ ایک توبہ کرنے والا تو اپنی لغزشوں سے توبہ کرتا ہے ایک تائب غفلت سے توبہ کرتا ہے اور ایک توبہ کرنے والا نیکیوں کے دیکھنے سے توبہ کرتا ہے ظاہر ہے کہ ان تینوں میں کتنا عظیم فرق ہے۔

حضرت ابوبکر واسطی توبہ کسے کہتے ہیں

حضرت ابوبکر واسطیؒ نے فرمایا کہ خالص توبہ یہ ہے کہ تائب کے ظاہر و باطن میں معصیت کا شائبہ بھی باقی نہ رہے جس کی توبہ خالص ہوتی ہے وہ پرواہ نہیں کرتا کہ توبہ

کے بعد اس کی شام کیسی گزری اور صبح کیسی ہوئی؟ حضرت یحییٰ بن معاذ رازیؒ نے مناجات میں کہا: الٰہی! میں یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ میں نے توبہ کی ہے نہ یہ کہتا ہوں کہ اب ایسا نہیں کروں گا۔ کیوں کہ میں اپنی سرشت کو پہچانتا ہوں اور نہ میں اس کی ضمانت دے سکتا ہوں کہ آئندہ گناہ نہیں کروں گا کیونکہ میں اپنی کمزوریوں کو جانتا ہوں۔ پھر بھی میں کہتا ہوں کہ آئندہ ایسا نہیں کرونگا کیونکہ شاید میں دوبارہ ایسا کرنے سے پہلے مرجاؤں۔

حضرت ذوالنونؒ مصری نے فرمایا کہ گناہوں کو چھوڑے بغیر توبہ کرنا جھوٹوں کی توبہ ہے، آپ نے یہ بھی فرمایا کہ توبہ کی حقیقت یہ ہے کہ زمین اپنی وسعت و فسحت کے باوجود تجھ پر تنگ ہو جائے یہاں تک کہ تیرے لئے فرار کی راہ باقی نہ رہے اس کے بعد تیری جان تجھ پر تنگ ہو جائے جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے:۔

وَضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ۝	فراخ ہونے کے باوجود زمین ان پر تنگ ہوگئی ……
وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ أَنفُسُهُمْ وَظَنُّوا أَن لَّا مَلْجَأَ مِنَ اللَّهِ إِلَّا إِلَيْهِ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوبُوا ۝	اور ان کی جانیں ان پر تنگ ہوگئیں اور انھوں نے جان لیا کہ اللہ کے سوا اور کوئی ذریعہ اللہ سے بچاؤ کا نہیں ہے پھر اللہ نے ان کی طرف توجہ فرمائی تاکہ وہ اسی کی طرف لوٹ آئیں۔

ابن عطاؒ کا ارشاد ابن عطاؒ نے فرمایا کہ توبہ دو طرح کی ہے توبۂ انابت اور توبۂ استجابت، توبۂ انابت یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے توبہ کرے۔ توبۂ استجابت یہ ہے کہ بندہ خداوند تعالیٰ کے لطف و کرم سے حیا کرتے ہوئے توبہ کرے۔

حضرت یحییٰؒ بن معاذ رازی کے فرمایا کہ توبہ کے بعد کا ایک گناہ، توبہ سے پہلے کے ستر (۷۰) گناہوں سے بدتر ہے۔

حضرت ابو عمرؒ انطاکی نے فرمایا کہ علی بن عیسیٰؒ وزیر ایک عظیم لشکر کے ساتھ جا رہا تھا۔ عوام پوچھنے لگے کہ یہ کون شخص ہے؟ سرراہ کھڑی ہوئی ایک ضعیفہ نے کہا کہ کیا تم یہ پوچھتے ہو کہ یہ کون ہے؟ یہ ایک بندہ ہے جو خدا کی نظروں سے گر گیا ہے اور خدا نے اِس کو (دنیا) میں مبتلا کر دیا ہے جس میں تم اسے دیکھ رہے ہو، ضعیفہ کی یہ بات علی بن عیسیٰ نے سن لی۔ گھر واپس جا کر انھوں نے وزارت سے استعفا دے دیا اور مکہ مکرمہ میں پہنچ کر مقیم ہو گئے۔

باب ۱۱

آیت، اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ

(اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ متقی ہے)

کی تشریح وتفسیر

علمائے ربّانی نے تقویٰ کے معنی اور متقی کی حقیقت کے بارے میں اختلاف کیا ہے (علماءٔ کے اقوال مختلف ہیں)۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے کہ مکمل تقویٰ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں ہے:۔

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَاءِ ذِی الْقُرْبٰی وَیَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْکَرِ وَالْبَغْیِ یَعِظُکُمْ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ ٥

بیشک اللہ تعالیٰ تم کو عدل، احسان اور قرابت والوں کو مال دینے کا حکم دیتا ہے اور تمھیں بدکاری، بےحیائی اور نافرمانی سے منع کرتا ہے تاکہ تم نصیحت قبول کرو۔

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا ہے متقی ہر وہ شخص ہے جو کسی دوسرے شخص کو دیکھے تو یہ کہے کہ یہ مجھ سے بہتر ہے۔ حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت کعب احبارؓ سے فرمایا مجھے تقویٰ کے بارے میں کچھ بتاؤ تو انھوں نے فرمایا کیا آپ کبھی خار دار راہ سے گزرے ہیں، حضرت عمرؓ نے فرمایا ہاں! حضرت کعبؓ نے فرمایا اس وقت آپ اس راہ سے کیسے گزرے؟ آپ نے فرمایا دامن سمیٹے ہوئے گزرا ہوں: حضرت کعبؓ نے کہا کہ یہی حال تقویٰ کا ہے۔ ایک شاعر نے اس مضمون کو اس طرح نظم کیا ہے، کہتا ہے!

خَلِّ الذُّنُوبَ صَغِیْرَھَا ۔۔۔ وَکَبِیْرَھَا فَھُوَ التُّقٰی

چھوڑ دے گناہوں کو وہ چھوٹے ہوں ۔۔۔ یا بڑے ... اسی کا نام تقویٰ ہے

وَاصْنَعْ کَمَاشٍ فَوْقَ اَرْ ۔۔۔ ضِ الشَّوْکِ یَحْذَرُ مَا یَرٰی

چلنے والا جس طرح احتیاط رکھتا ہے زمین ۔۔۔ کے کانٹوں سے جو اس کو نظر آتے ہیں

لَا تَحْقِرَنَّ ... صَغِیْرَۃً ۔۔۔ اِنَّ الْجِبَالَ مِنَ الْحَصٰی

کسی چھوٹے گناہ کو حقیر نہ سمجھ ۔۔۔ بیشک پہاڑ چھوٹے سنگریزوں سے بنتا ہے

حضرت عمرؓ بن عبدالعزیز نے فرمایا کہ دن کو روزہ رکھنا، رات کو نمازیں پڑھنا اور ان کے درمیان گڑبڑ کرنا ــ (نامناسب اعمال کا ارتکاب)، تقویٰ نہیں ہے، تقویٰ تو یہ ہے کہ جس کو اللہ نے حرام کیا ہے اس سے بچے اور جو فرض کیا ہے اس پر عمل کرے، اس کے بعد اللہ تعالیٰ تجھے جو رزق عطا فرمائے وہ خیر ہی خیر ہے۔

منقول ہے کہ طلق بن حبیبؒ سے دریافت کیا گیا کہ تقویٰ کیا ہے؟ اس کی تعریف بیان فرمائیے تو انھوں نے کہا اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی روشنی میں ثواب کی امید پر اللہ سے شرم کرتے ہوئے احکامِ الٰہی کی طاعت اور ان پر عمل کرنا تقویٰ ہے۔ یہ بھی کہا

گیا ہے کہ اللہ کے دیئے ہوئے نور کے مطابق اس کے عذاب سے ڈرتے ہوئے معصیت کو ترک کر دینا تقویٰ ہے۔ بکر بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ انسان اس وقت تک متقی نہیں ہو سکتا جب تک اس کا کھانا حرام اور مشتبہ سے پاک نہ ہو اور وہ غضب سے بچنے کی کوشش نہ کرے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے فرمایا متقی کو لگام دی گئی ہے جس طرح حرم میں احرام باندھنے والے کو (یعنی جس طرح محرم پر بہت سی حلال چیزیں حرام ہو جاتی ہیں اسی طرح متقی کے لئے بہت سی چیزوں سے بچنا ضروری ہے' حضرت شہر بن حوشب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ متقی وہ ہے جو ایسے کام کو چھوڑ دے جس کے کرنے میں کچھ مضائقہ نہ ہو اور اس کا یہ ترک اس خوف سے ہو کہ وہ کسی خطر والے کام میں نہ پڑ جائے۔

حضرت سریؒ سقطی کا سلام

حضرت سفیان ثوریؒ اور فضیل رحمہما اللہ تعالیٰ نے فرمایا متقی وہ ہے جو لوگوں کے لئے وہ چیز پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے کیونکہ متقی وہی ہوتا ہے جو دوسروں کے لئے دل میں زیادہ وسعت رکھتا ہے (اسی طرح جس طرح اپنے لئے) مجھیں معلوم ہے میرے استاد محترم سری سقطیؒ کو ایک واقعہ پیش آیا۔ ایک روز کسی دوست نے آپ کو سلام کیا آپ نے ان کے سلام کا جواب دیدیا لیکن آپ تیوری چڑھائے رہے اور شگفتہ روئی کا اظہار نہیں ہوا، میں نے اس کی وجہ دریافت کی تو آپ نے فرمایا مسلمان جب اپنے مسلمان بھائی کو سلام کرتا ہے اور وہ جواب دیتا ہے تو دونوں پر سو رحمتیں تقسیم کی جاتی ہیں، نوّے اس شخص کو ملتی ہیں جو زیادہ شگفتہ رو ہوتا ہے اور دس دوسرے کو دی جاتی ہیں۔ میں چیں بجبیں اس لئے رہا کہ یہ نوّے رحمتیں اس کو مل جائیں۔

حضرت محمد بن علی ترمذیؒ نے فرمایا متقی وہ ہے جس سے جھگڑا کرنے والا کوئی نہ ہو۔ حضرت سری سقطیؒ نے فرمایا متقی وہ ہے جو اپنے نفس سے بغض رکھتا ہے۔ حضرت شبلیؒ نے کہا کہ متقی وہ ہے جو اللہ کے سوا ہر چیز سے بچے ناطق صادقؐ نے فرمایا: "آگاہ رہو اللہ کے سوا ہر چیز باطل ہے"۔ محمد بن حنیفؒ نے فرمایا کہ ہر وہ چیز جو تجھے اللہ سے دور کر دے اس سے کنارہ کش ہونے کا نام تقویٰ ہے۔ قاسم بن قاسمؒ نے فرمایا: "آداب شریعت کی محافظت کا نام تقویٰ ہے"۔ حضرت ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ "متقی وہ ہے جو دنیا اور اس کی آفتوں سے بچے"۔ ابو یزیدؒ نے فرمایا تمام شبہوں سے بچنے کا نام تقویٰ ہے' نیز فرمایا تقویٰ یہ ہے کہ جو کچھ تو کہے خدا کے لئے کہے اور جب خاموش رہے تو خدا کے لئے خاموش رہے اور جب ذکر کرے تو اللہ کا ذکر کرے۔

دشمن بھی محفوظ رہیں

حضرت فضیلؒ بن عیاض فرماتے ہیں کہ بندہ اس وقت تک متقیوں میں سے ہرگز نہیں ہو سکتا جب تک اس کے دشمن اس سے اس طرح امن وامان میں نہ ہو جائیں جیسے اس کے دوست: حضرت سہلؒ فرماتے ہیں متقی وہ ہے جو اپنے وجود کی طاقت اور قوت سے بے پرواہ ہو جائے یہ بھی کہا گیا ہے کہ تقویٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے اس جگہ نہ دیکھے جس جگہ کے لئے تجھے منع کیا گیا ہے اور اس جگہ تو غیر موجود نہ ہو جہاں موجود ہونے کا تجھے حکم دیا گیا ہے۔ ایک قول ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کا نام تقویٰ ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ غفلتوں سے دل کو، خواہشات سے نفس کو، لذتوں سے حلق کو اور بری باتوں سے اعضاء کو بچانا اور محفوظ رکھنا

تقویٰ ہے۔ اس وقت یہ اُمید ہوسکتی ہے کہ زمین و آسمان کے مالک تک تیری رسائی ہوجائے۔ حضرت ابوالقاسمؒ فرماتے ہیں کہ حُسنِ خلق، تقویٰ ہے۔ بعض حضرات کا قول ہے کہ مرد کا تقویٰ تین چیزوں سے معلوم ہوتا ہے "۱۔ جو چیز اسے نہ ملے اس تک پہنچنے اس پر توکل، ۲۔ جو چیز مل گئی ہے اس پر رضامندی، ۳۔ جو چیز جاتی رہی اس پر خوبصورتی کے ساتھ صبر۔

کہا گیا ہے کہ جو شخص اپنی خواہشات کا تابع نہیں وہی متقی ہے۔ مالکؒ نے کہا کہ مجھ سے وہب بنؒ کیہان نے کہا کہ مدینہ کے کسی فقیہ نے حضرت عبداللہؓ بن زبیرؓ کو لکھا کہ اہل تقویٰ کی چند علامتیں ہوتی ہیں ان کے ذریعہ ان کی شناخت کی جاتی ہے "معصیت پر صبر، حکم الٰہی پر راضی، نعمتوں پر شاکر، احکام الٰہی کی اطاعت اور فرمانبرداری کرتے ہیں۔

نفس سے حساب فہمی تقویٰ ہے!!

میمونؒ بن مہرانؒ کہتے ہیں کہ آدمی اس وقت تک متقی نہیں ہوسکتا جب تک وہ اپنے نفس سے اس سے بھی زیادہ حساب فہمی نہ کرے جس طرح ایک بخیل شریک تجارت اپنے شریک سے کرتا ہے یا ایک ظالم بادشاہ (اپنے دیوان سے)۔

حضرت ابوترابؒ نے فرمایا، منزل تقویٰ سے پہلے پانچ گھاٹیاں آتی ہیں جب تک تو ان کو عبور نہیں کرے گا منزل تقویٰ تک نہیں پہنچ سکتا: (۱) نعمت پر فقر کو ترجیح (۲) بقدر کفایت روزی کو کثیر روزی پر ترجیح (۳) ذلت کو عزت پر ترجیح (۴) رنج کو راحت پر ترجیح (۵) موت کو زندگی پر ترجیح دینا۔

بعض مشائخ نے فرمایا ہے کہ آدمی جب تک ایسے مقام پر نہ پہنچ جائے کہ اس کی دلی آرزوؤں اور خواہشات کو طشت میں رکھ کر بازار میں پھرانے کے لئے کہا جائے تو اس کو جھجک محسوس نہ ہو (کیونکہ اس کے خیالات اور آرزوئیں خلافِ تقویٰ نہیں ہونگی) اس وقت وہ تقویٰ کی چوٹی پر پہنچ سکتا ہے ورنہ اس کی رسائی وہاں تک نہیں ہوسکتی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ جس طرح تم اپنا ظاہر مخلوق کے لئے آراستہ کرتے ہو اسی طرح اپنا باطن حق تعالیٰ کے لئے آراستہ کرو۔ یہی تقویٰ ہے۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

يُرِيدُ الْعَبْدُ أَنْ يُعْطِى مُنَاهُ ۔۔۔ وَيَأْبَى اللّٰهُ إِلَّا مَا أَرَادَا

بندہ چاہتا ہے کہ اسکی مراد حاصل ہوجائے ۔۔۔ اور اللہ تعالیٰ صرف وہی کرتا ہے جو ارادہ فرماتا ہے

يَقُولُ الْمَرْءُ فَائِدَتِي وَمَالِي ۔۔۔ وَتَقْوَى اللّٰهِ أَحْسَنُ مَا اسْتَفَادَا

بندہ کہتا ہے کہ یہ میرا فائدہ ہے یہ میرا مال ہے ۔۔۔ حالانکہ وہ جن سے نفع اندوز ہونا چاہتا ان سے تقویٰ بہتر ہے

حضرت ابوسعیدؓ خدری سے مروی ہے کہ ایک شخص نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا: یا رسول اللہ مجھے کچھ ہدایت فرمائیے، آپ نے ارشاد فرمایا! خدا سے ڈرتے رہو، یہ تمام بھلائیوں کا مجموعہ ہے، جہاد کے پابند رہو یہ اسلام کی (جائز) رہبانیت ہے، خدا کی یاد پابندی سے کرو یہ تمہارے لئے روشنی ہے۔

ابی ہرمزؒ نافع بن ہرمز کا بیان ہے کہ میں نے حضرت انسؓ سے سنا ہے کہ انھوں نے ارشاد فرمایا "کسی شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ حضور! آپ کی آل کون ہے؟ حضور نے ارشاد فرمایا ہر مومن متقی میری آل ہے۔ الغرض تقویٰ تمام خوبیوں کا مجموعہ ہے اور تقویٰ کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ کی فرمانبرداری کے ساتھ ساتھ اسکے عذاب سے بچا رہے۔ عرب

کا محاورہ ہے اِتّقی فلان بترسہٖ فلاں شخص نے اپنی ڈھال سے پناہ لی۔ تقویٰ کی اس شرک سے بچنا، اس کے بعد معاصی و سیئات سے بچنا پھر شبہات سے بچنا اور اس کے بعد فضول اور بیکار باتوں کو ترک کر دینا ہے۔ اِتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تُقَاتِہٖ (اللہ سے ڈرو جتنا ڈرنے کا حق ہے) کی تفسیر میں بتایا گیا ہے کہ اللہ کی اطاعت کی جائے نافرمانی نہ کی جائے اس کو یاد کیا جائے۔ فراموش نہ کیا جائے اس کا شکر ادا کیا جائے ناشکری نہ کی جائے۔

حضرت سہیلؒ بن عبداللہ نے فرمایا اللہ کے سوا کوئی مددگار نہیں ہے، رسول اللہ کے سوا کوئی دلیل و رہنما نہیں، تقویٰ کے سوا کوئی توشہ نہیں اور صبر کرنے کے سوا کوئی عمل نہیں۔ کنانیؒ نے فرمایا "دنیا کو مصیبتوں پر تقسیم کیا گیا ہے اور جنت کو تقویٰ پر جو شخص اپنے اور اللہ کے مابین تقویٰ اور مراقبہ کو کام میں نہ لائے وہ کشف و مشاہدہ تک نہیں پہنچ سکتا۔

نصر آبادیؒ نے فرمایا کہ تقویٰ یہ ہے کہ بندہ ماسوا اللہ سے بچے (اللہ کے سوا ہر چیز سے گریز کرے) سہیلؒ فرماتے ہیں کہ جو چاہتا ہے کہ اس کا تقویٰ درست ہو جائے اس کو چاہیئے کہ تمام گناہوں کو چھوڑ دے اور یہی قول ہے نصر آبادیؒ کا کہ جس نے تقویٰ کو اختیار کر لیا وہ دنیا کو چھوڑنے کا مشتاق بن گیا، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ۝ بیشک آخرت کا گھر متقی لوگوں کے لئے بہتر ہے۔

بعض مشائخ عظامؒ نے فرمایا کہ جس کا تقویٰ درست ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ اس کے دل سے دنیا کی کنارہ کشی کو سہل و آسان بنا دیتا ہے۔ حضرت عبداللہ رودباریؒ فرماتے ہیں کہ تقویٰ ہر اس چیز کے ترک کر دینے کا نام ہے جو تجھے اللہ تعالیٰ سے دور کرنیوالی ہے۔ حضرت ذوالنون مصریؒ نے فرمایا کہ جو اپنے ظاہر کو مخالف شرع باتوں سے اور اپنے باطن کو خدا سے غافل رکھنے والی باتوں سے آلودہ نہ کرے، موقف الاتفاق میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کھڑے ہوں گے۔ ابن عطیہؒ نے فرمایا متقی کے لئے ظاہر بھی ہے اور باطن بھی اس کا ظاہر حدود شرعی کی محافظت ہے اور اس کا باطن حسن نیت اور اخلاص ہے۔ حضرت ذوالنون مصریؒ نے فرمایا کہ زندگی اسی کی ہے جو ایسے مردانِ خدا کے ساتھ ہو جن کے دل تقویٰ کے آرزومند ہوں اور اللہ کے ذکر میں خوشحال ہوں"۔

ابو حفصؒ نے فرمایا پرہیز حلال محض کو اختیار کرنے میں ہے کسی دوسری چیز میں نہیں ہے۔ حضرت ابوالحسنؒ زنجانی نے فرمایا جس کا سرمایہ تقویٰ ہے اس کی تعریف سے زبانیں گنگ ہیں (اس کی تعریف نہیں کی جا سکتی)، واسطیؒ نے کہا کہ تقویٰ یہ ہے کہ اپنے تقویٰ کی دید سے پرہیز کرے (ایسی صورت پیدا نہ کرے کہ اس کے تقویٰ کے اظہار کے مواقع پیدا ہوں اور اس کی نگاہوں سے گزریں، لوگ اس کے سامنے اس کے تقویٰ کی تعریف کریں)۔

مروی ہے کہ ابن سیرینؒ نے گھی کے چالیس کُپّے خریدے ان کے غلام نے کسی کپّے سے چوہا نکالا! ابن سیرینؒ نے غلام سے دریافت کیا کہ چوہا کس کپّے سے نکالا؟ غلام نے کہا مجھے یاد نہیں رہا تو آپ نے تمام کپّوں کا گھی پھنکوا دیا۔

بعض آئمہ کبارؒ سے منقول ہے کہ وہ اپنے مقروض کے درخت کے سائے میں بھی نہیں بیٹھتے تھے اور فرماتے تھے کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جس قرض سے کچھ نفع حاصل ہو وہ سود ہے، منقول ہے کہ حضرت بایزید بسطامیؒ نے اپنے ایک رفیق کے ساتھ جنگل میں کپڑے دھوئے، دھونے کے بعد ان کے ساتھی نے کہا کہ ان کپڑوں کو انگور کی باڑھ (انگور کی ٹٹی) پر پھیلا دیں، آپ نے کہا ہم لوگوں کی دیوار میں میخ نہیں گاڑتے، ساتھی نے کہا اچھا درخت سے لٹکا دیں تو آپ نے فرمایا۔

نہیں، اسکی ٹہنیاں ٹوٹ جائیں گی، ساتھی نے کہا تو پھر اذخر (مرچیا گند) گھاس پر پھیلا دیں تو آپ نے فرمایا یہ چوپایوں کا چارہ ہے ہم جانوروں سے اس کو نہیں چھپا سکتے (کپڑوں کے پھیلانے سے گھاس چھپ جائے گی) آخر کار آپ نے اپنی پلیٹھ پر کپڑے ڈال لئے اور سورج کی طرف پیٹھ کرکے کھڑے ہو گئے، جب کپڑے ایک رخ سے سوکھ گئے تو ان کو الٹ دیا پھر دوسرا رخ بھی سوکھ گیا، اس طرح آپ نے کپڑے خشک کر لئے۔

حضرت ابراہیم بن ادھمؒ نے فرمایا کہ میں ایک رات صخرہ بیت المقدس کے نیچے ٹھہر گیا۔ کچھ رات گئے دو فرشتے اترے، ایک نے دوسرے سے کہا یہاں کون ہے؟ دوسرے نے جواب دیا ابراہیم بن ادھمؒ۔ پہلے فرشتے نے کہا یہ وہی ابراہیم ادھمؒ ہے جس کے مراتب میں سے اللہ تعالیٰ نے ایک مرتبہ کم کر دیا ہے، دوسرے نے پوچھا اس کی کیا وجہ ہوئی پہلے نے کہا ابراہیم نے بصرہ میں کچھ چھوارے خریدے تھے، میوہ فروش کے چھواروں میں سے ایک چھوہارا (تول کے علاوہ) ان کے چھوہاروں میں گر گیا تھا اور وہ انھوں نے رکھ لیا)۔ حضرت ابراہیم بن ادھمؒ کا بیان ہے کہ یہ سنتے ہی میں بصرہ واپس آیا، اسی دوکاندار سے چھوہارے خریدے۔ ایک چھوہارا دوکاندار کے چھوہاروں میں ڈال دیا اور پھر بیت المقدس لوٹ آیا اور صخرہ کے نیچے آکر سویا۔ کچھ رات گئے وہی دونوں فرشتے وہاں اترے اور ایک نے دوسرے سے پوچھا یہاں کون ہے؟ دوسرے فرشتے نے جواب دیا ابراہیم ادھمؒ ہے، پہلے نے کہا یہ وہی شخص ہے جس نے چیز کو اس کی جگہ واپس کر دیا (یعنی چھوہارا) اور اس کا درجہ جو کم کر دیا تھا پھر بلند کر دیا گیا۔

کہا گیا ہے کہ تقوی کی کئی قسمیں ہیں اُن میں سے عوام کا تقوی ترک شرک ہے؛ خواص کا تقوی ترک معاصی کے بعد خواہشات نفس کو ترک کر دینا اور ہر حال میں نفس کی مخالفت کرنا ہے، اولیاءِ خواص کا تقوی ہے ہر چیز میں اپنے ارادہ کا ترک کر دینا نفلی عبادات کا خالص اللہ کے لئے بجالانا، اسباب سے وابستگی کو ختم کر دینا اور ماسوی اللہ کی طرف توجہ اور میلان سے کنارہ کش ہو جانا، حال و مقام کی پابندی کو ترک کرکے تکمیل فرائض کے ساتھ تمام باتوں پر اللہ تعالیٰ کے احکام کی پابندی کرنا۔

انبیاء (علیہم السلام) کا تقوی یہ ہے کہ کوئی غیب ان سے غیب میں تجاوز نہیں کرتا (یعنی عالم غیب میں ہر غیب ان کی زندگی کا راہنما ہوتا ہے اور وحی پر ہر وقت ان کی نظر ہوتی ہے بس یہ تقوی من اللہ (اللہ کی طرف سے) الی اللہ (اللہ کی طرف) ہوتا ہے اللہ ہی ان کو حکم دیتا ہے اور اللہ ہی منع فرماتا ہے، وہی ان کو توفیق عطا کرتا ہے اور ادب سکھاتا ہے، وہی اُن کو پاکیزہ بناتا بناتا ہے، وہی ان کو بیماری سے شفا دیتا ہے، وہی ان سے کلام اور گفتگو کرتا ہے وہی ان کو ہدایت دیتا اور رہنمائی فرماتا ہے۔ وہی ان کو برکت عطا کرتا ہے، وہی ان کو آگاہ کرتا ہے، وہی ان کو صاحب بصیرت بناتا ہے، عقل کو اس میں مجال نہیں (کہ مداخلت کر سکے) انبیاء تمام انسانوں بلکہ فرشتوں سے بھی الگ ہوتے ہیں۔ البتہ اُن امور میں جن کا تعلق امت اور عام مومنین کے جو ظاہری احکام اور واضح امور ہیں ان میں انبیاء عام لوگوں کے ساتھ شریک ہیں ان باتوں کے علاوہ دوسرے امور میں وہ منفرد ہیں البتہ مخصوص اولیائے کرام اور عظیم المرتبت ابدالوں کو اس تقوی کا کچھ حصہ مل جاتا ہے، یہ حضرات تقوی کی اپنے الفاظ میں تعبیر نہیں کر سکتے نہ ان امور کا ان سے ظہور ہوتا ہے، لوگوں کے فہم و ادراک اور حس سامعہ میں صرف وہی چیز آجاتی ہے۔ جو ان اولیائے کرام کی زبان پر آجائے پس اکثر ایسا ہوتا ہے کہ بغیر ارادہ، بیساختہ کوئی لفظ یا چند الفاظ ان کی زبان سے نکل جاتے ہیں بس فوراً ہی ان کے اس جوش کو ساکن اور ان کے ہیجان کو ساکت کر دیا جاتا ہے اور اس پر پردہ ڈال دیا جاتا ہے وہ

اس سکوت و سکون کے بعد فوراً بیدار ہوجاتے ہیں اور اپنی زبانوں کو (بیان سے) روک لیتے ہیں اور جو کچھ ہو چکا ہے (یا دہ کہہ چکے ہیں) اس کی اللہ سے معافی مانگتے ہیں، عبارت کو بدل دیتے ہیں اور ادا شدہ الفاظ کو معقول طریقے پر درست کر لیتے ہیں، اس طرح کہ معمول کے مطابق ان کا مفہوم پیدا ہوجائے۔

حصولِ تقویٰ
کی
ابتدائی صورت

تقویٰ کس طرح حاصل کیا جائے

حصول تقویٰ کی ابتدائی صورت یہ ہے کہ سب سے پہلے ان مظالم کی معافی مانگے جو اس نے لوگوں پر کئے ہیں اور ان کے حقوق کے مطالبات سے عہدہ برآ ہوجائے اس کے بعد صغیرہ اور کبیرہ گناہوں سے آزادی حاصل کرے، اور اپنے دل کے گناہوں کو ترک کرنے میں مشغول ہو کر دل کے گناہ ہی تمام گناہوں کی اصل و بنیاد ہیں دل ہی سے دوسرے اعضاء میں گناہوں کی تحریک ہوتی ہے جیسے ریا و نفاق، عجب و تکبر، حرص و طمع، مخلوق سے امید، جاہ و مرتبت اپنے ہم جنسوں پر تفوق و برتری کے گناہ (کہ ان کی جڑ دل ہی ہے) جن کی تفصیل بہت طویل ہے، ان تمام کو ترک کرنے کی طاقت خواہشات نفس کی مخالفت سے پیدا ہوتی ہے، (پس نفسانی خواہشات کی مخالفت کرے تاکہ تمام قلبی گناہوں کو ترک کرنے کی طرف قدم بڑھا سکے۔

اللہ تعالیٰ کے حکم کی موجودگی میں (اس کے حکم کے خلاف) کسی چیز کو پسند نہ کرے اور نہ اللہ تعالیٰ کی تدبیر کے ساتھ اپنی کسی تدبیر کو کام میں لائے اور نہ اپنی تدبیر کو تدبیر الٰہی پر ترجیح دے، اپنے رزق میں کسی سبب اور وجہ کو تلاش نہ کرے خلق کے انتظام میں اللہ کے کسی حکم پر اعتراض نہ کرے، ہر چیز کو اللہ کے سپرد کر دے اور اس کا مطیع و فرماں بردار بن جائے؛ اپنے آپ کو اس کے حوالے کر دے اور اللہ تعالیٰ کے دست قدرت میں ایسا بن جائے جیسے ایک شیر خوار بچہ اپنی آتہ (دودھ کھلائی) کی گود میں ہوتا ہے، جیسے مُردہ غسّال کے ہاتھ میں مسلوب الاختیار ہوتا ہے۔ بندوں کی نجات اور رستگاری صرف اسی طریقہ میں ہے۔

تقویٰ کا حصول

اگر کوئی یہ کہے کہ اس طریقے کو کس طرح حاصل کیا جائے تو اس کو بتا دیا جائے کہ اس راستہ کے حصول کا مدار ہے، سچے دل سے اللہ کی پناہ حاصل کرنا، سب سے الگ ہو کر اللہ کا ہو جانا اس کے اوامر و نواہی کی تعمیل کر کے اس کی طاعت و بندگی کی پابندی، اپنے آپ کو تقدیر الٰہی کے سپرد کر دینا، اس کے حدود کی حفاظت کرنا اور ہمیشہ اپنے حال کی نگہداشت کرنا۔

نجات

نجات کے بارے میں مشائخ کے اقوال

نجات کے بارے میں مشائخ کے مختلف اقوال ہیں۔ حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں کہ جس کو بھی نجات ملی اس کو بغیر اس کے نہیں ملی جب تک وہ صدق دل سے اللہ عز و جل کی پناہ میں نہ آجائے؛ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔ وَعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا حَتّٰى إِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّا اِلَيْهِ ٥ اللہ نے اپنی رحمت فرمائی ان تین شخصوں پر جو پیچھے رہ گئے تھے یہاں تک کہ زمین ان پر تنگ ہوگئی اپنی وسعت کے باوجود اور ان کے نفوس بھی ان پر تنگ ہوگئے (جان سے عاجز آگئے) اور انھوں نے گمان کیا اس کے سوا کہ اللہ ہی کی طرف رجوع کیا جائے اس سے بچنے کا کوئی اور طریقہ نہیں ہے۔

حضرت ادہمؒ نے فرمایا کہ جس نے بھی نجات پائی وہ صدق وصفا کے بغیر نہیں پائی، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔ وَيُنَجِّي اللّٰهُ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا بِمَفَازَتِهِمْ ٥ اللہ تعالیٰ اہل تقویٰ کو ان کی کامیابی کے ساتھ نجات دیتا ہے۔

حضرت حریریؒ نے فرمایا کہ کوئی شخص وعدہ پورا کئے بغیر (ایفائے عہد کے بغیر) نجات نہیں پا سکتا جس نے ایفائے وعدہ کا پاس کیا وہ نجات پا گیا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

اَلَّذِيْنَ يُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَلَا يَنْقُضُوْنَ الْمِيْثَاقَ ٥ وہ لوگ جو اللہ کے عہد کو پورا کرتے ہیں اور عہد پیمان کو نہیں توڑتے

حضرت عطاؒ کا ارشاد ہے کہ جب تک حیا موجود نہ ہو کوئی نجات نہیں پا سکتا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اَلَمْ يَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ يَرٰى ۔ (کیا وہ نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے)

بعض مشائخ عظامؒ فرماتے ہیں کہ بغیر حکم الٰہی اور قضائے سابق کے (جو اللہ کے علم میں پہلے سے تھی) کسی نجات پانے والے نے نجات نہیں پائی۔ اللہ فرماتا ہے:۔

اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰى ٥ (جن کے لئے ہماری طرف سے پہلے ہی بھلائی مقدر ہو چکی ہے (وہ دوزخ میں نہیں جائیں گے)

حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا کہ دنیا اور دنیا سے روگردانی کے بغیر کسی نجات پانے والے کو نجات میسر نہیں آئی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اِنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ (دنیاوی زندگی تو نرا لہو ولعب ہے) رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ دنیا کی محبت ہر گناہ کی جڑ ہے قربت الٰہی حاصل کرنے والوں کے لئے قرب کے حصول کا ذریعہ ادائے فرض سے زیادہ بہتر اور کوئی ذریعہ نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ارشاد فرمایا، جب سے اللہ نے دنیا کو پیدا کیا ہے اس کو کبھی پسندیدگی کی نظر سے نہیں دیکھا اس حدیث کی تشریح و تفسیر میں حضرت بصریؒ فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ دُنیا مکروہ ہے اللہ تعالیٰ نے نگاہ رحمت سے اس کی طرف کبھی نہیں دیکھا یہ دنیا اللہ اور بندے کے درمیان بڑا حجاب ہے، یہ کھوٹے کھرے کا معیار (کسوٹی) ہے جن کو دنیا سے لگاؤ ہوتا ہے وہ حق سبحانہ تعالیٰ کی مناجات میں لذت نہیں پاتے اس لئے کہ دنیا اللہ اور اس کی پسندیدہ چیزوں کی ضد ہے اور ضد کو اللہ تعالیٰ دوست نہیں رکھتا۔

توحید وطاعت

اور

وَعدَہ و وعید

وعدہ وعید جس طرح اللہ تعالیٰ نے ثواب کا وعدہ فرمایا اور عذاب سے ڈرایا ہے، جنت و راحتِ عقبیٰ کی رغبت دلائی ہے اور دوزخ سے ڈرایا ہے، اسی طرح مخلوق کو اپنی توحید اور طاعت کی طرف بلایا ہے پس اس نے ڈرایا، دھمکایا، تنبیہ فرمایا تاکہ حجت پوری ہو جائے اور مخلوق کو کوئی عذر باقی نہ رہے! باری تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

رُسُلاً مُّبَشِّرِیْنَ وَمُنْذِرِیْنَ لِئَلَّا یَکُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَی اللّٰہِ حُجَّۃٌ بَعْدَ الرُّسُلِ ہ

ہم نے پیغبروں کو بھیجا جو لوگوں کو بہشت کی خوشخبری دیتے ہیں اور دوزخ سے ڈراتے ہیں تاکہ رسولوں کو بھیجنے کے بعد لوگوں کو اللہ کے خلاف کوئی حجت باقی نہ رہے۔

اور ایک دوسری آیت میں فرمایا:۔

وَلَوْ اَنَّآ اَھْلَکْنٰھُمْ بِعَذَابٍ مِّنْ قَبْلِہٖ لَقَالُوْا رَبَّنَا لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اِلَیْنَا رَسُوْلاً فَنَتَّبِعَ اٰیٰتِکَ مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّذِلَّ وَنَخْزٰی ہ

اگر اس سے قبل ہم ان کو عذاب سے ہلاک کر دیتے تو (قیامت کے دن) وہ کہتے کہ پروردگار تو نے ہمارے پاس پیغمبر کیوں نہیں بھیجا کہ ہم ذلیل و خوار ہونے سے پہلے تیرا حکم بجالاتے۔

ایک جگہ ارشاد فرمایا:۔ وَمَا کُنَّا مُعَذِّبِیْنَ حَتّٰی نَبْعَثَ رَسُوْلاً ہ (بغیر پیغمبر بھیجے ہم عذاب نہیں دیا کرتے)

اور یہ بھی ارشاد فرمایا:۔ یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْکُمْ مَّوْعِظَۃٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِی الصُّدُوْرِ وَھُدًی وَّرَحْمَۃٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ ہ

"اے لوگو! بیشک تمہارے رب کی طرف سے نصیحت اور شفا اس کے لئے ہے جو سینوں میں ہے اور مومنین کے لئے ہدایت اور رحمت آچکی ہے۔

وعیدِ الٰہی اللہ تعالیٰ نے خوف دلانے اور عذاب سے ڈرانے کے لئے ارشاد فرمایا:۔

وَیُحَذِّرُکُمُ اللّٰہُ نَفْسَہٗ وَاللّٰہُ رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ ہ

اللہ تم کو اپنے (ذاتی) عذاب سے ڈراتا ہے اور اللہ اپنے بندوں پر بڑا شفقت کرنے والا ہے۔

مزید ارشاد فرمایا:۔ وَاعْلَمُوْآ اَنَّ اللّٰہَ یَعْلَمُ مَا فِیْٓ اَنْفُسِکُمْ فَاحْذَرُوْہُ ہ

جان لو کہ جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے اللہ اس سے واقف ہے پس اس سے ڈرتے رہو۔

اور:۔ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ

جان لو کہ اللہ ہر چیز سے واقف ہے۔

اور فرمایا:۔ وَاتَّقُوْنِ یٰٓاُولِی الْاَلْبَابِ ہ

اے دانشورو! مجھ سے ڈرو۔

اور بھی زیادہ واضح طور پر ارشاد فرمایا:۔

وَاتَّقُوا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ o

ارشاد فرمایا:۔ وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِىْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْئًا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا تَنْفَعُهَا شَفَاعَةٌ

اور ارشاد فرمایا:۔ يٰاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ وَاخْشَوْا يَوْمًا لَّا يَجْزِىْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ وَلَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَيْئًا اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ o

مزید فرمایا:۔ يٰاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَاءً وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِىْ تَسَاءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا o

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ o

اور ارشاد فرمایا:۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ o

قُوْا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ o

اسی سلسلہ میں مزید فرمایا گیا:۔ اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ o

اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى o

ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔ اَفَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا بَيَاتًا وَّهُمْ نَآئِمُوْنَ اَوَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا ضُحًى وَّهُمْ يَلْعَبُوْنَ o

اس دن سے ڈرو جس دن تم اللہ کی طرف لوٹو گے پھر وہ نفس (جان) کو بدلہ دیگا۔ جو اس نے کمایا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا

اور اس دن سے ڈرو جب کوئی کسی کے کام نہ آئیگا اور نہ اس سے بدلہ قبول کیا جائے گا اور نہ کوئی سفارش اس کیلئے نفع بخش ہوگی۔

اے لوگو! اپنے اللہ سے ڈرو اور اس دن سے ڈرو جب باپ اپنے بیٹے کو نجات نہ دلا سکے گا اور نہ بیٹا باپ کو، خدا کا وعدہ سچا ہے پس دنیا کی زندگی سے دھوکا نہ کھاؤ! اور شیطان اللہ کے متعلق تم کو دھوکے میں نہ رکھے

اے لوگو! اپنے اس مالک سے ڈرو جس نے تم کو ایک شخص سے پیدا کیا اس سے اس کے جوڑے کو پیدا کیا پھر دونوں سے بہت سے مرد اور عورتوں کو پیدا کیا اور اس اللہ سے ڈرتے رہو جس کے نام پر تم باہم مانگتے ہو اور رشتہ داریوں کو منقطع کرنے سے ڈرتے رہو، بیشک اللہ تمھارا نگہبان ہے۔

ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچ بات کہو!!

اے ایمان والو! خدا سے ڈرو اور ہر شخص اس چیز کو دیکھے جو اس نے کل کے لئے بھیجی ہے، اور اللہ سے ڈرتے رہو اللہ تمھارے اعمال سے باخبر ہے۔

اور اللہ سے ڈرو بیشک اللہ کا عذاب سخت ہے۔

اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں۔

کیا تمھارا خیال ہے کہ ہم نے تمھیں یونہی بے فائدہ پیدا کیا ہے اور تم ہماری طرف نہیں لوٹو گے۔

کیا انسان یہ گمان کرتا ہے کہ وہ یوں ہی چھوڑ دیا جائے گا۔

کیا بستی والوں کو اس بات کا ڈر نہیں کہ رات کے وقت ان پر ہمارا عذاب آئے اور وہ سوتے ہوں یا وہ اس بات سے بے خوف ہوگئے ہوں کہ چاشت کے وقت ان پر ہمارا عذاب آئے اور وہ کھیل میں لگے ہوں۔

خواہشات کی پیروی کا انجام:

اے مسکین! اِن آیات (مذکورہ بالا) کا تیرے پاس کیا جواب ہے؟ اور اِن ارشادات کے مطابق تیرا کیا عمل ہے؟ کیا تو اپنی نفسانی خواہشوں کی پیروی سے باز آ گیا ہے؟ یہ خواہشات ناپاک ہیں دنیا اور آخرت میں تجھے ہلاک کرنے والی ہیں، تجھے بدبختی اور خواری کی جگہ پر جھونکنے والی ہیں وہ جگہ ایسی ہے جس کی آگ تجھے جلائے گی اور جس کے سانپ تجھے ڈسیں گے، اور جہاں کے بچھو تجھے گزند پہنچائیں گے، اذیت، تکلیف دینے والی چیزیں تجھے اذیت و تکلیف میں مبتلا کرینگی، جہاں کے کیڑے مکوڑے تجھے کھائیں گے، جہاں کے فرشتے اور نگہبان تجھے ماریں گے اور ہر روز نو بنو قسم قسم کے عذاب تجھے دیئے جائیں گے، جہاں فرعون، ہامان، قارون اور شیطان کے ساتھ ساتھ تو بھی ہو گا۔

ترغیب (تقوی) کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:-

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ٥

اور جو اللہ سے ڈرتا ہے تو اللہ اس کے لئے نکاس (بچاؤ) کا راستہ نکال دیتا ہے اور ایسی جگہ سے اس کو رزق پہنچاتا ہے جسکا گمان بھی نہیں ہوتا

مزید ارشاد فرمایا:-

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَيُعْظِمْ لَهٗ اَجْرًا ٥

اور جو اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے گناہ ساقط کر دیتا ہے

اور فرمایا:- يٰاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ الَّذِيْ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَ ٥

اے انسان! تجھے کس شے نے دھوکا دیا؟ تیرا پروردگار وہ اللہ کریم ہے جس نے تجھے پیدا کیا اور ٹھیک کیا اور سنوارا (تیرے صحیح اور کامل عضو بنائے)

مزید ارشاد فرمایا:- اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ ٥

جو لوگ ایمان لائے ہیں، کیا اُن کے لئے (ابھی) وقت نہیں آیا ہے کہ ان کے دل ڈر اور عاجزی سے اللہ کو یاد کریں۔

بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے تمھیں اِس کی رغبت دلائی ہے کہ تم اس کا فضل تلاش کرو، اس کی وسیع رحمت کو ڈھونڈو، اس کے پاک رزق کی جستجو کرو اور تقویٰ کی راہوں پر چل کر اور اس پہ مداومت کر کے راحت پذیر اور طمانیت اندوز ہو۔ تمھارے لئے اس نے تقویٰ کی راہوں کو واضح کر دیا ہے اور حجت بیان فرما دی ہے، اس کے بعد تمھارے گناہوں کو معاف فرمانے، خطاؤں کو ساقط فرما دینے اور اجر و ثواب کو بڑھانے کا ذمہ لیا ہے اور ارشاد فرمایا ہے:-

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَيُعْظِمْ لَهٗ اَجْرًا ٥ پھر اس نے تمھاری غفلت، فراموش کاری اور راہ الٰہی سے آنکھیں بند کر لینے اور اس کی آیات و نصائح کے سننے پر بہرہ بن جانے پر خبردار کیا ہے اور ارشاد فرمایا:-

مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ الَّذِيْ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَ ٥ اس آیہ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو صفت کرم سے موصوف فرمایا ہے تاکہ تم اس کے معاملے میں روگردانی اختیار نہ کرو، اور اس کے قرب سے نفرت نہ کرنے لگو اور دوسری مخلوق کی طرف راغب ہو جاؤ اس کے بعد اس نے تم کو پیدا کیا اور عدم سے تم کو وجود میں لایا، ساتھ ہی زندگی عطا فرمائی" اس کے بعد تم کچھ بھی نہ تھے، تمھاری تنگدستی کے بعد تمھیں غنی کیا اور تمھاری ضعیفی کے بعد تم کو قوی کیا، تمھارے اندھے پن کے بعد اپنے معاملات میں تمھیں بصیرت بخشی، جہالت کے بعد علم دیا اور گمراہی کے بعد ہدایت مرحمت فرمائی، پس اے غافل تو اس کے

اس فضلِ عظیم کو طلب کرنے سے بیٹھ رہا ہے اور کیوں اس کی طاعت کی پابندی سے سستی کر رہا ہے، اس کی طاعت تو تجھے دنیا میں معزز بنا دے گی اور آخرت میں سعادت تیرے نصیب میں ہوگی اور تیرے بلند درجات کو مزید بلند کر دے گی۔ کیا تجھے دنیاوی حیات پسند ہے؟ کیا تو بہتر کے عوض حقیر چیز کے لئے تیار ہے؟ کیا تو نے دنیا کو، دنیا والوں کو، اور اس کی ظاہری زیب و زینت کو جو سب کے سب فنا ہونے والے ہیں، فردوس اعلیٰ پر، پیغمبروں، صدیقوں اور شہیدوں کی رفاقت پر ترجیح دی ہے؟

کیا تو نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں سنا:۔

أَرَضِيتُم بِالْحَيَوٰةِ الدُّنْيَا مِنَ الْآخِرَةِ فَمَا مَتَاعُ الْحَيَوٰةِ الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا قَلِيلٌ ۝

کیا تم نے آخرت کے بجائے دنیاوی زندگی کو پسند کر لیا ہے؛ حیاتِ دنیا کا سامان تو آخرت میں بہت حقیر ہوگا۔

ایک اور جگہ ارشاد ہے:۔

بَلْ تُؤْثِرُونَ الْحَيَوٰةَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ ۝

بلکہ تم تو دنیوی زندگی ہی کو پسند کرتے ہو حالانکہ آخرت بہتر اور لازوال ہے

ارشاد فرمایا ہے:۔

فَأَمَّا مَن طَغَىٰ وَآثَرَ الْحَيَوٰةَ الدُّنْيَا فَإِنَّ الْجَحِيمَ هِيَ الْمَأْوَىٰ ۝

جس نے سرکشی کی اور دنیاوی زندگی کو اختیار کیا تو اس کے لئے دوزخ ہے اور وہی اس کا ٹھکانہ ہے!!

باب ۱۲

جنّت اور دوزخ

جنت اور دوزخ میں داخلہ واضح رہنا چاہیئے کہ دوزخ میں داخل ہونا کفر کے سبب سے ہے اور وہاں عذاب کی زیادتی اور جہنم کے طبقات کا فرق اور اُن کی تقسیم برُے اعمال و اخلاق کے مطابق ہوگی، اور جنت میں داخلہ ایمان کی وجہ سے ہوگا اور وہاں کا عیش (جاودانی) اور اس کی فراوانی اور جنت کے طبقات کی تقسیم فضائل اخلاق اور اعمال حسنہ کے مطابق ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے جنت کو پیدا فرمایا اور اہل جنت کے ثواب کے لئے اس کو نعمتوں سے معمور فرما دیا اور دوزخ کو پیدا کر کے دوزخیوں کے عذاب کے لئے اس کو عذاب سے بھر دیا ہے' دنیا کو پیدا فرما کر آزمائش و امتحان کے لئے اس کو آفتوں اور نعمتوں سے بھر دیا پھر حق تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا اور ان سے جنت و دوزخ کو چھپا دیا، انسان نے اِن دونوں کو نہیں دیکھا، لہٰذا دُنیا میں جس قدر دُکھ سکھ ہیں وہ آخرت کی راحت و تکلیف کا نمونہ ہیں اور جو کچھ آخرت میں ہے اس کا ذائقہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے زمین پر اپنے بندوں میں سے بادشاہ بنائے اور ان کو سلطانی قدرت اور غلبہ عطا فرمایا لوگوں کے دلوں میں ان کی ہیبت بٹھائی، تاکہ وہ ان پر حکومت کریں یہ ایک نمونہ اور مثال ہے اللہ کی تدبیر حکمرانی اور اسکے نفاذ حکم کی، اِن سب باتوں کی خبر اس نے قرآن مجید میں دے دی!! دنیا اور آخرت کی حالت بیان فرما دی' (اپنی حکومت' اقتدار، انتظام، احسان اور اپنی صنعت گری کو بھی واضح فرما دیا اور مثالیں بھی بیان فرما دیں تاکہ فہم کو آسانی ہو)۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:۔

وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ	وہ مثالیں ہم لوگوں کے لئے بیان کرتے ہیں۔ جسے دانا
وَمَا يَعْقِلُهَا اِلَّا الْعَالِمُوْنَ ہ	لوگ ہی سمجھتے ہیں۔

مثل کا فائدہ پس اللہ کے جاننے والے اللہ کی بیان فرمودہ مثالوں کو سمجھتے ہیں، مثل کے معنی ہیں کہ دیکھی ہوئی چیز کے ذریعہ کسی اَن دیکھی چیز کی حالت کو تم سمجھ سکو، اور جس چیز کو آنکھوں سے دیکھ رہے ہو اس کے واسطے سے اس چیز کو پہچان لو جو آنکھوں کے سامنے نہیں ہے اس طرح تم ان چیزوں کا ادراک کر لو گے جو آنکھوں سے نظر نہیں آتی ہیں، تاکہ تم اللہ تعالیٰ کی حقیقی بادشاہت اور دونوں جہان کی بھلائیوں اور اس کے معاملات کو خوب اچھی طرح سمجھ لو۔

جنّت کی مثال پس دنیا کی ہر راحت اور لذّت جنت کا نمونہ اور اس کا ذائقہ ہے' جس کو نہ کبھی آنکھ نے دیکھا ہے اور نہ کبھی کان نے سنا نہ کبھی انسان کے دِل میں اس کا تصوّر آیا' اگر بندوں کے سامنے اللہ تعالیٰ اِن نعمتوں میں سے کسی نعمت کا نام ظاہر بھی فرما دیتا تو نام سے کسی کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا کہ نہ کبھی نے اس کو سمجھا ہے اور

نہ دیکھا ہے اور نہ دنیا میں اس کا کوئی نمونہ موجود ہے۔ مثلاً اسلام نے بتایا ہے کہ جنت کے سو درجے ہیں اور ان میں سے صرف تین درجوں کی حالت اور کیفیت بیان کی گئی ہے یعنی سونا، چاندی اور نور کے درجات، اس سے آگے بیان نہیں فرمایا کیونکہ وہ عقل میں نہیں آسکتے۔

دوزخ کی مثال اسی طرح دنیا میں جو تکالیف اور آلام ہیں وہ بھی دار آخرت کا نمونہ ہیں، ان کے علاوہ عذاب کی جو اور شکلیں ہیں عقل ان کو برداشت نہیں کر سکتی۔ یہ تمام عقوبتیں اور دوزخ کے عذاب ان پر ہونگے جن پر اللہ کا غضب اور عتاب ہوگا اور جنت کی تمام نعمتیں ان کے لئے ہوں گی جو اللہ کی رحمت کے مستحق ہیں۔ جو بندے دنیا کی چیزوں میں سے مباح نعمت کو استعمال کرتے ہیں اور اس پر اللہ کا شکر بجا لاتے ہیں اس کو اس شکر کے عوض جنت میں ایسی نعمت ملے گی جس کے سامنے یہ دنیاوی نعمت بہت ہی حقیر ہے اور جو دنیا کی ممنوعہ نعمت کو استعمال کرے گا وہ آخرت کے درجات (اور اس کی نعمتوں) سے اپنے آپ کو محروم کر دے گا اور جو آخرت کو سچا (حقیقت) نہیں سمجھے گا وہ اپنے نفس کو جنت کی ہر نعمت سے محروم کر دے گا۔

اہل جنت کے انعامات اہل جنت کے لئے جنت عروسیں، ولیمے اور مہمانیاں ہونگی۔ عرائس، دعوتیں وغیرہ اس لئے ہونگی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو دار السلام کی جانب بلایا تاکہ ان کو خوبصورت، تر و تازہ اور ابدی زندگی عطا فرمائے، شادیوں کی دعوتیں اور ضیافتیں ملاقات کے لئے ہونگی کیونکہ اہل جنت باہم ملاقات بھی کریں گے اور آپس میں باتیں کرنے کے لئے اچھی اچھی جگہیں بھی ہوں گی، طوبیٰ کے سائے میں ان کا اجماع بھی ہوگا جہاں پیغمبروں کی زیارت اور ملاقات سے مشرف ہونگے، فرشتوں کے آپس میں جلسے بھی ہونگے، ان سب پر اللہ رب العزت جل و علیٰ کا سلام ہوگا، وہاں بازار ہونگے وہاں وہ اپنی اپنی پسند کی چیزیں منتخب کریں گے۔ اور نماز کے اوقات میں صبح و شام اللہ تعالیٰ کی جانب سے الوان نعمت مطعومات و مشروبات اور خواکہات تحفہ میں دیئے جائیں گے، ان کو اتنا وافر رزق دیا جائے گا کہ وہ کبھی کم نہیں ہوگا اور نہ اس کی کمی محسوس ہوگی بلکہ اللہ کی جانب سے روز بروز اس میں اضافہ ہوگا۔ جب اہل جنت کے سامنے یہ عمدہ، لذیذ تازہ بتازہ نعمتیں آئیں گی تو وہ پہلی چیزوں کو بھول جائیں گے پھر وہ ایسے مقام پر لے جائے جائیں گے جہاں نہر کوثر کے کنارے باغوں میں موتیوں کے خیمے نصب ہونگے، ان میں سے ہر خیمہ ساٹھ مربع میل کا ہوگا اور اس میں کوئی دروازہ نہیں ہوگا۔ ان خیموں کے اندر عطر بیز جسم والی باندیاں ہوں گی ایسی جن کو نہ کبھی فرشتے نے دیکھا ہوگا نہ جنت کے کسی خادم نے نہ حوروں نے فِيهِنَّ خَيْرَاتٌ حِسَانٌ: کا مطلب یہی ہے۔ ان خیموں کے اندر (ان باندیوں کے علاوہ) خوبصورت اور حسین بیبیاں ہونگی، ان کی خوبصورتی کی تعریف جب خود اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہے تو پھر کس کی مجال ہے کہ ان کی تعریف کر سکے ارشاد فرمایا حُورٌ مَّقْصُورَاتٌ فِي الْخِيَامِ (خیموں کے اندر محفوظ حوریں ہونگی) یہ حوریں اللہ تعالیٰ کی منتخب کردہ ہونگی اللہ تعالیٰ نے انھیں خوبصورت اور نیک بنایا ہے، انھیں ابر رحمت سے پیدا کیا ہے جب ابر رحمت برستا ہے تو یہ خوبصورت حوریں پیدا ہوتی ہیں، ان کے چہروں کا نور عرش کے نور سے مستنیر و مستفاد ہے پھر ان حوروں کے گرد موتیوں کے خیمے نصب کر دیئے جاتے ہیں۔ تاکہ انھیں کوئی نہ دیکھ سکے گویا انھیں ان خیموں میں پردے میں رکھا گیا ہے،

بس وہ صرف اپنے شوہروں کے لئے خیموں کے اندر محفوظ ہوں گی، اہل جنت محلوں کے اندر اپنی ان بیویوں (ازواج) کے ساتھ لطف اندوز ہوں گے اور جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا، وہ اس نعمت کو پاتے رہیں گے، جب مشیت الٰہی کے مطابق ان نعمتوں اور راحتوں کی تجدید کا دن آئے گا تو بہشت کے درجات میں اُن کو پکارا جائے گا کہ اے اہل جنت: آج خوشی، مسّرت اور سرور کا دِن ہے تم اپنی تفریح گاہ کی طرف نکلو اس وقت وہ لوگ موتی اور یاقوت کے گھوڑوں پر سوار ہوکر اپنے اپنے محلوں کے دروازوں سے نکلیں گے اور فرحت و سرور کے میدانوں میں پہنچیں گے یہ لوگ وہاں پہنچکر ان باغوں کی سیر کریں گے جو نہر کوثر کے کنارے واقع ہیں اس کے بعد اللہ تعالیٰ ہر جنتی کی اس کی منزل کی طرف رہنمائی فرمائے گا اور پھر ہر شخص اپنے آپ کو اپنے خیمے کے پاس کھڑا ہوا پائے گا، اس خیمے کا کوئی دروازہ نہیں ہوگا اسی وقت وہ خیمہ اللہ کے محبوب بندے کے سامنے شق ہوجائے گا اور اس سے دروازہ نمودار ہوگا تاکہ اس کو معلوم ہوجائے کہ اندر کی نعمتوں (حور) کو کسی نے نہیں دیکھا ہے اسی طرح اس وعدہ کی تکمیل ہوجائے گی جو اللہ تعالیٰ نے دنیا میں فرمایا تھا کہ فِیْهِنَّ خَیْرٰتٌ حِسَانٌ اور فرمایا تھا حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِی الْخِیَامِ اور جس کی صفت یہ بیان فرمائی تھی لَمْ یَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ (جنتیوں سے پہلے ان حوروں کو نہ کسی انسان نے چھوا ہوگا اور نہ کسی جن نے)۔ پھر یہ لوگ جنتی حوروں کے ساتھ نزہت کے تختوں پر متمکن ہونگے، ان کے سامنے ازدواج کے ولیمہ کا کھانا پیش ہوگا ولیمہ کے کھانے سے فراغت کے بعد اللہ تعالیٰ ان کو شراب طہور (پاکیزہ شربت) سے سیراب فرمائے گا، اور یہ تازہ پھل کھائیں گے جو تو بنو اللہ تعالیٰ ان کو مرحمت فرمائے گا ان کو زیور اور اعلیٰ جوڑے (خلعت) بھی پہنائے جائیں گے اور یہ اپنی خوبصورت بیویوں سے راحت اندوز ہونگے، اپنی حاجت ان سے پوری کریں گے۔ پھر ان باغوں میں نہروں کے کنارے منبت کاری سے آراستہ پیراستہ نفیس نشست گاہوں کی طرف آئینگے وہاں یہ سبز موٹے گدّوں پر بیٹھ جائیں گے اور ان سے سہارا لگائیں گے۔ مُتَّکِـِٔیْنَ عَلٰی رَفْرَفٍ خُضْرٍ وَّ عَبْقَرِیٍّ حِسَانٍ ہ کے یہی معنی ہیں۔

جب اللہ تعالیٰ خود کسی شے کے بارے میں حسان فرمائے تو پھر کونسی خوبصورتی باقی رہ جاتی ہے

رفرف کی تعریف رَفرَف وہ چیز ہے کہ آدمی اس پر بیٹھے تو وہ لچک جاتی ہے اور جدہر کو جھکے تو بیٹھنے والا بھی اُدھر کو جھک جائے۔ (اسپرنگ والا گدا، صوفہ یا جھولا اس کی مشابہت کامل تو نہیں ہاں مثال کے طور پر کہہ سکتے ہیں)۔

جب جنتی اِن صوفوں پر بیٹھ جائیں گے تو حضرت اسرافیل علیہ السلام نغمہ سرائی شروع کرینگے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ کی مخلوق میں حضرت اسرافیلؑ سے زیادہ اور کوئی خوش آواز نہیں، جب حضرت اسرافیلؑ نغمہ سرائی شروع کریں گے تو ساتوں آسمان والوں کی تسبیح و نمازیں رک جائیں گی۔ حضرت اسرافیلؑ اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس کے رنگا رنگ نغمے سنائیں گے ان کی نغمہ سرائی کے وقت جنت کا ہر درخت پھولوں سے بھر جائے گا۔ ہر پردہ اور دروازہ گونج اُٹھے گا اور کھل جائے گا۔ دروازے کی زنجیر بھی بصورت نغمہ بجنے لگے گی۔ سونے اور چاندی کے جھاڑی والے نیستانوں (گنجان جھاڑیوں کے جنگل) میں جب اسرافیلؑ کے نغموں کی گونج پہنچے گی تو ان سے بھی طرح طرح کے زمزمے پیدا ہونگے اس وقت ہر حور اپنے مخصوص راگ میں اور ہر پرندہ اپنی آواز میں نغمہ سرا ہوجائے گا، اس وقت اللہ تعالیٰ

ملائکہ کو حکم دے گا کہ تم بھی ان نغمہ سراؤں کو جواب دو اور میرے اُن بندوں کو اپنے نغمے سناؤ جنھوں نے دنیا میں شیطان کے باجوں سے اپنے کان بند کرلئے تھے۔ فرشتے جواب میں اپنے روحانی نغمے سنائیں گے ان تمام آوازوں سے (مل کر) ایک ہمہمہ پیدا ہوگا اس وقت اللہ تعالیٰ حکم دے گا" اے داؤد! اٹھو! ساقِ عرش کے پاس کھڑے ہوکر میری تقدیس بیان کرو! حضرت داؤد علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی تقدیس و تمجید ایسے لحن سے بیان کریں گے کہ آپ کی آواز تمام آوازوں پر غالب آجائے گی اور ان آوازوں کی لذت چند در چند ہوجائے گی۔ جنتی والے اپنے اپنے گدیلوں پر متمکن ہوں گے رنگا رنگ لذتیں اور راگ گانے ان کو محظوظ کر رہے ہوں گے، گوناگوں نغموں کے سُروں سے ان کے کان بھر جائینگے" فَهُمْ فِي رَوْضَةٍ يُحْبَرُونَ[1] کے یہی معنی ہیں۔

یحییٰ بن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ" روضہ سے مراد ایک قسم کی لذت ہے اور یہ سماع کا نام بھی ہے"! غرضیکہ اہل جنت اسی لذت و سرور میں ہونگے اتنے میں جنتِ عدن کی طرف سے مَلِکُ القدوس (اللہ تعالیٰ) کی رحمت کا دروازہ کھل جائے گا فوراً ہی باب عدن سے لیکر تمام جنتیوں کے تمامی درجات تک روحانیوں کی آوازیں اللہ تعالیٰ کی تمجید و تقدیس میں مصروف ہوجائیں گی اور گونجنے لگینگی۔ عدن سے ایک ہوا طرح طرح کی خوشبو کے ساتھ حیات بخش اور کیف آفریں جھونکے لیکر چلے گی اس کا نام نسیم قربت ہوگا۔ اس کے پیچھے ایک نور چمکے گا، اس نور سے اہل جنت کے باغات، ان کے خیمے اور نہروں کے کنارے روشن ہوجائیں گے اور ہر چیز پُر نور ہوجائے گی، اس کے بعد رب العزت کی آواز اُن کے سروں کے اوپر سے آئے گی"تم پر سلامتی ہو اے میرے محبوبو! میرے دوستو! میرے برگزیدہ بندو! جنت والو!! تم نے اپنی تفریح گاہ کیسی پائی! یہ تمھاری عید کا دن ہے، دشمنوں کے نوروز کے بجائے۔ میرے دشمنوں نے نعمتوں کی تجدید کے لئے دنیا میں ایک دن مقرر کیا تھا مگر اپنی بدبختی اور خباثت کی وجہ سے انھوں نے خود اس نعمت کو خراب بنادیا اس لیے وہ اپنے لئے مطلوبہ لذت نہ پاسکے اور جو کچھ انھوں نے اس دنیا میں طلب کیا تھا اس کے مقابل وہ آخرت میں گھاٹے میں رہے اور ان سے اتنا صبر نہ ہوسکا کہ جو چیز میں نے آخرت میں اپنے اطاعت گذاروں کے لئے مہیا کی ہے اس کو وہ حاصل کرلیتے۔ تم نے اُن سے کنارہ کشی کی اور دنیا پرستوں نے جس چیز کی حرص کی تھی تم اس سے باز رہے، آج وہ اپنے کئے کا وبال چکھیں گے۔ دار فنا (دنیا) میں ان کی وہ لذت اور خواہش جلد ہی فنا ہوگئی تھی اور آج وہ ذلت و خواری میں مبتلا ہوگئے۔ تم کو اُس صبر کے عوض جنت محلہ بہشتی۔ تفریح گاہ اور سلامتی حاصل ہوئی، پس یہ تمھارا" یوم نوروز" ہے۔ میرے گھر میں جنت عدن کے اندر یہ تمھاری باہمی ملاقات کا دن ہے۔ دنیا میں تم کو آج کے دن اکثر عبادتیں کرتے اور گناہوں سے اعراض کرتے دیکھا تھا جب کہ لوگ دنیا کے لہو و لعب، معصیتوں اور عیش و عشرت کے مزے اڑا رہے تھے اور دنیا کے لین دین میں مست و مغرور تھے۔ تم میرے حدود کی پابندی کرتے رہے تھے، مجھ سے کئے ہوئے عہد کے پابند تھے اور میرے حقوق کو ضائع کرنے سے ڈرتے تھے (یہ سب کچھ اس کا صلہ ہے۔

---

[1] پس وہ نغمے کی لذت سے بھر جائیں گے۔

دوزخ

دوزخ اور دوزخیوں کے حالات

اس کے بعد دوزخ کے دروازوں میں سے ایک دروازہ کھول دیا جائے گا جس سے آگ کے شعلے اور دھواں اُٹھے گا، دوزخی چیختے چلاتے اور فریاد کرتے ہونگے تاکہ اس حالت کو دیکھکر اہل جنت اپنی جنت اور اپنی نشستوں پر بیٹھے ہوئے اُن نعمتوں کو دیکھیں جو اللہ تعالیٰ نے اُن کو عطا فرمائی ہیں تاکہ ان کی قابل رشک حالت اور کیف و سرور میں اضافہ ہو۔

دوزخی اپنے قید خانوں اور جیل خانوں سے اس حال میں کہ وہ طوقوں اور بیڑیوں سے کسے ہوئے ہیں اپنے ہاتھ سے کھوئی ہوئی نعمتوں کو دیکھ کر تاسف کریں، چونکہ اس وقت اہل جنت کا رخ اللہ تعالیٰ کی طرف ہوگا اس لئے وہ اہل جنت کا وسیلہ لے کر اللہ تعالیٰ سے فریاد کریں گے اور اہل جنت کو ان کے ناموں سے پکاریں گے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا!!

اِنَّ اَصْحَابَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِي شُغُلٍ فَاكِهُوْنَ هُمْ وَاَزْوَاجُهُمْ فِي ظِلَالٍ عَلَى الْاَرَائِكِ مُتَّكِئُوْنَ ہ لَهُمْ فِيْهَا فَاكِهَةٌ وَّلَهُمْ مَّا يَدَّعُوْنَ ہ سَلَامٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ وَامْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ ہ اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يَا بَنِيْ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطَانَ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ، وَاَنِ اعْبُدُوْنِيْ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ہ

اہل جنت بلاشبہ آج کے دن چین (مزے) کرتے ہیں وہ اور ان کی بیویاں گدیلوں پر تکیہ لگائے سایوں میں ہیں۔ ان کے لئے جنت میں میوے ہیں اور ہر وہ شے ہے جس کی وہ خواہش وطلب کریں۔ رحم والے رب کی جانب سے ان پر سلامتی ہے۔ مہربان رب کا فرمایا ہوا آج پورا ہوگا! اور کہا جائیگا کہ اے مجرمو! آج چھٹ جاؤ! اے اولاد آدم کیا میں نے تم سے عہد نہیں لیا تھا کہ شیطان کو نہ پوجنا، بلاشبہ وہ تمھارا کھلا دشمن ہے اور میری بندگی کرنا کہ یہی سیدھی راہ ہے۔

اس کے بعد آتش جہنم میں جوش پیدا ہوگا، دوزخیوں کی جماعت منتشر ہوجائے گی اُن کی فریاد و واویلا بند ہوجائیگا۔ اور ان کو آگ کے جزیروں میں پھینک دیا جائے گا جب دوزخی وہاں پہنچیں گے تو کھجور کے تنوں کے مانند ڈنک رکھنے والے بچھو انھیں دوڑ دوڑ کر ڈنک ماریں گے پھر آگ کا سیلاب ان پر چڑھ آئے گا، یہ خدا کا عذاب ہوگا یہ سیلاب ان کو آگ کے سمندر میں غرق کردیگا اللہ کی طرف سے ایک منادی پکاریگا "یہ وہی دن ہے جس کے جھٹلانے کے لئے تم میرے مقابلہ میں جنگ کرتے رہے ہو اور میری ہی نعمتوں میں مست ہوکر میرے خلاف سرکشی کرتے آئے ہو۔ تم دارالمحن اور عبودیت کے گھر میں (یعنی دنیا میں) اس تکذیب پر خوش ہوتے تھے، آج ہم نے اپنے فرمانبردار بندوں کے لئے جو نعمتیں فراہم کی ہیں تم اپنی دنیاوی نعمتوں کو ان کے مشابہ اور مثل قرار دیتے تھے۔ اب تمھاری لذتیں ختم ہوگئیں، جس چیز کو تم نے دنیا میں پسند کیا تھا اس کا مزا چکھو، اہل جنت بیشک تم سے الگ تھلگ ہیں۔ وہ ولیموں کی دعوتوں، انواع واقسام کے میووں، تروتازہ تحائف، دوشیزہ حوروں کی قربت سے محظوظ ہورہے ہیں، گدیلوں پر بیٹھے ہیں، طرح طرح کے نغمات سننے میں مشغول ہیں، میرا اُن پر سلام ہے۔ میں اُن پر مزید لطف وکرم کے ساتھ متوجہ ہوں۔ میری نعمتوں کا ان پر روز بروز اضافہ ہوتا جائے گا تاکہ وہ مسرور وشاد کام

رہیں: تو اے اہلِ جنت!! تمھارا یہ دن میرے دشمنوں کے اُس دن کا بدل ہے جس میں وہ ایک دوسرے کو مبارکباد پیش کرتے تھے اور اپنے (دنیاوی) بادشاہ کے حضور میں نذریں پیش کرتے تھے؛ تم یقیناً اپنی منزل مقصود پر پہنچ گئے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک روز ایک شخص رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ مجھے اچھی آواز سے بہت رغبت ہے کیا جنت میں بھی اچھی آوازیں ہوں گی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ضرور ہوں گی!! قسم ہے اس پاک ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ جنت میں اللہ تعالیٰ درختوں کو حکم دے گا کہ میرے ان بندوں کو گانا سناؤ جو میری عبادت اور میرے ذکر میں (دنیا میں) مشغول رہے اور چنگ و رباب سے دنیا میں بچتے رہے، تو درخت ایسی آواز سے نغمہ سرا ہوں گے کہ ایسی آواز مخلوق نے کبھی نہیں سنی ہوگی، درخت اللہ تعالیٰ کی تمجید و تقدیس میں نغمہ سرائی کریں گے۔

حضرت ابو قلابہؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا جنت میں رات بھی ہوگی؟ حضور نے ارشاد فرمایا تمھیں اس سوال کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی؟ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ میں نے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ارشاد کیا ہے!

وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيهَا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا ۝ — جنت میں اہل جنت کو صبح و شام ان کا رزق ملے گا۔

میں نے یہ خیال کیا کہ صبح و شام کے درمیان رات ہوگی۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا بہشت میں رات نہیں ہے وہاں تو روشنی ہی روشنی ہے، صبح کے بعد شام اور شام کے بعد صبح ہوگی۔ اہل جنت جن اوقات میں دنیا میں نمازیں پڑھتے تھے ان اوقات میں جنت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو تازہ اور عمدہ تحفے ملیں گے اور فرشتے ان کو سلام کریں گے۔ پس جو شخص چاہتا ہے کہ دوامی پرکیف زندگی اس کو حاصل ہو اسے چاہیئے کہ تقویٰ کے حدود کی پابندی کرے اور انھیں محفوظ رکھے، اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں پرہیزگاری کی یہ شرطیں بیان کی ہیں:

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِى الرِّقَابِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا وَالصّٰبِرِيْنَ فِى الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۝

مشرق و مغرب کو منہ کر لینا ہی (بس) نیکی نہیں ہے، نیکی تو ان کی نیکی ہے جو اللہ پر، روز آخرت پر، ملائکہ پر، اللہ کی کتابوں پر اور اس کے نبیوں پر ایمان رکھتے ہیں۔ مال کی محبت ہوتے ہوئے اس کو یتیموں، مسکینوں، مسافروں، مانگنے والوں کو اور گردنیں چھڑانے کے لئے دیتے ہیں۔ نمازیں ادا کرتے ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں اور جب کوئی وعدہ کر لیتے ہیں تو اس کو پورا کرتے ہیں۔ تکلیف اور دکھ میں اور خوف کے وقت صبر کرتے ہیں۔ یہی لوگ سچے ہیں اور یہی لوگ متقی اور پرہیزگار ہیں۔

پس اہل تقویٰ پر لازم ہے کہ وہ اسلام کے ارکان اور اس کے شرائط کو بجا لائے۔

روایت ہے کہ حضرت حذیفہؓ بن یمان نے یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَآفَّۃً[1] کی تفسیر میں فرمایا کہ اسلام کے آٹھ حصے ہیں۔ ایک حصہ نماز ہے، ایک زکوٰۃ ہے، ایک روزہ، ایک حج۔ ایک عمرہ۔ ایک جہاد، ایک امر بالمعروف اور ایک حصہ نہی عن المنکر ہے۔ وہ شخص بڑا ہی نامراد ہے جس کے پاس اسلام کا کوئی حصہ نہ ہو!

عاصم احول نے بروایت حضرت انسؓ بن المالک بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسلام کی مثال ایسی ہے جیسے زمین میں جما ہوا درخت، اللہ کا ماننا اس درخت کی جڑ ہے۔ پانچوں وقت کی نماز اس کی شاخیں ہیں، روزے اس کی چھال ہیں اور حج وعمرہ اس کے پکتے ہوئے پھل (جو توڑنے کے قابل ہیں) وضو اور غسل جنابت اس کی سیرابی کے لئے پانی ہے۔ ماں باپ کی فرمانبرداری اور اقربا پروری اس کی نازک ٹہنیاں ہیں، ممنوعات شرعیہ سے خود کو باز رکھنا (روکے رکھنا) اس کے پتے ہیں اور اعمال صالحہ اس کے پھل اور اللہ کی یاد اس کے ریشے (سوتے) ہیں، اس کے بعد حضور نے فرمایا جس طرح درخت کی خوبصورتی اور درستی اس کے سبز پتوں کے بغیر نہیں ہوتی اسی طرح اسلام کا حسن ترک مناہی اور اعمال حسنہ کی ادائیگی کے بغیر نہیں پایا جاتا۔"

دوزخ اور دوزخ کے عذاب

اللہ نے دوزخیوں کیلئے جو عذاب رکھے ہیں

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا، جب قیامت کا دن ہوگا اور اس یقینی دن میں سب مخلوق ایک میدان میں اکھٹا ہوگی تو ایک کالا سائبان ان پر چھا جائے گا اس کی سیاہی کی شدت ایسی ہوگی کہ ایک دوسرے کو دیکھ نہیں سکے گا۔ سب لوگ اپنے اپنے پیروں پر کھڑے ہوں گے، ان کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کا فاصلہ ستر سال کی مسافت ہوگی لوگ اسی حالت میں ہوں گے کہ اچانک اللہ تبارک تعالیٰ فرشتوں پر تجلی فرمائے گا اس وقت اللہ کے نور سے تمام زمین روشن ہو جائیگی تمام تاریکی دور ہو جائے گی وہ نور تمام مخلوق کو احاطہ کرلے گا۔ فرشتے اپنے رب کی تسبیح وتحمید میں عرش کے گرد اگرد طواف میں مشغول ہو جائیں گے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اس اثنا میں تمام مخلوق صف بستہ کھڑے ہوگی۔ ہر امت کی ایک مخصوص جگہ ہوگی اس وقت صحیفے اور میزان لائی جائے گی، یہ میزان ایک فرشتے کے ہاتھ پر معلق ہوگی اور وہ کبھی ایک پلڑے کو اٹھائے گا اور کبھی جھکا دے گا، اعمالنامے اس میں رکھے جائیں گے اسی حالت میں جنت کا پردہ اٹھایا جائے گا اور پھر جنت قریب لائی جائے گی پھر بھی اس کا فاصلہ اہل ایمان سے پانچسو برس کی راہ ہوگا، جنت سے ایک ہوا چلے گی جس کی خوشبو ایمان والے مشک کی طرح محسوس کریں گے۔ پھر دوزخ کے اوپر سے پردہ اٹھایا جائے گا، دوزخ کی بدبودار ہوا اسکے دھوئیں سے آلودہ ہوگی، مجرم اس کی بو کو محسوس کریں گے حالانکہ ان کے اور دوزخ کے درمیان پانچسو برس کی راہ کا فاصلہ ہوگا، پھر دوزخ کو بڑی بڑی زنجیروں سے کھینچ کر (قریب) لایا جائے گا اس پر ۱۹ فرشتے موکل ہوں گے اور

---

[1] اے ایمان والو۔ اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ۔ (پ رکوع)

ہر موکّل کے مددگار ستر ہزار فرشتے ہوں گے تمام موکّل اور اُن کے مددگار فرشتے دوزخ کے دائیں بائیں اور پیچھے پیچھے چلتے ہوئے اس کو گھیرے میں لئے ہوئے کھینچ کر لائیں گے۔ ہر فرشتے کے ہاتھ میں لوہے کا گرز ہوگا جس کی ضرب سے دوزخی چیخ اٹھینگے دوزخ کی آوازیں گدھے کی پہلی اور آخری آواز کی طرح انتہائی کریہہ ہونگی، دوزخ میں مصیبتیں ہوں گی، تاریکی ہوگی، بدبودار دھواں ہوگا۔ شور ہوگا، دوزخ دوزخیوں پر غضبناک ہوگا اور شدتِ غضب کے باعث اس سے شعلے اٹھیں گے، فرشتے دوزخ کو کھینچتے ہوئے جنت اور محشر کے درمیان نصب کردینگے اس وقت دوزخ آنکھ اٹھاکر ساری مخلوق کو دیکھے گا پھر اُن پر حملہ آور ہوگا تاکہ سب مومنوں و دوزخیوں کو نگل لے مگر داروغۂ دوزخ (مالک) اور اس کے موکل اس کو زنجیروں سے روکے رکھیں گے، دوزخ جب دیکھے گا کہ اس کو باندھ لیا گیا ہے تو اس میں سخت جوش آئے گا اور غضب کی شدت کی وجہ سے قریب ہوگا کہ وہ پھٹ جائے پھر وہ دوبارہ دھاڑے گا، تمام مخلوق اس کے دانت پیسنے کی آواز سنے گی، مخلوق کے دِل دہل جائیں گے اور دھڑک کر سینوں سے نکلنے لگیں گے۔ لوگوں کے ہوش اڑ جائیں گے، آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائینگی دل سینوں سے تڑپ کر حلق تک آجائیں گے۔

منقول ہے کہ ایک شخص نے حضور کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ ہم کو دوزخ کی حالت سے آگاہ فرمائیے! آپ نے فرمایا! دوزخ زمین سے نشتر گنا بڑا ہے، کالا ہے، تاریک ہے، اس کے سات سر ہیں، ہر سر پر تیس دروازے ہیں، ہر دروازے کا طول تین روز کی راہ کے برابر ہے، اس کا بالائی لب نتھنے سے لگتا ہے اور زیریں لب (اس قدر لمبا ہوگا کہ وہ اسے) گھسیٹتا ہوا چلے گا، اس کے ہر نتھنے میں ایک بڑی زنجیر اور سخت بندش پڑی ہوگی اس زنجیر کو ستر ہزار فرشتے تھامے ہوں گے، وہ فرشتے بھی بہت تندخو اور ہیبتناک ہونگے، اُن کے دانت باہر نکلے ہوئے ہونگے، آنکھیں انگاروں کی طرح دہکتی ہوں گی، آگ کے شعلوں کی طرح رنگ ہوگا، نتھنوں سے شعلے نکلتے ہوں گے اور ان سے دھواں اٹھتا ہوگا اور یہ سب کے سب اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کے لئے تیار ہونگے۔ اس وقت دوزخ اللہ کے حضور میں سجدہ کرنے کی اجازت طلب کریگا جو اس کو ملجائے گی اور دوزخ اس وقت تک سجدے میں رہے گا۔ جب تک اللہ تعالیٰ کی مرضی ہوگی، پھر اللہ تعالیٰ اسے سر اٹھانے کا حکم دے گا، دوزخ سر اٹھاکر کہے گا وہ اللہ تمام تعریفوں کا سزاوار ہے جس نے مجھے ایسا بنایا کہ میرے ذریعہ سے وہ اپنے نافرمانوں سے انتقام لیتا ہے اور کسی دوسری مخلوق کو ایسا نہیں بنایا کہ وہ مجھ سے انتقام لے سکے، پھر وہ رواں اور صاف شستہ زبان میں کہے گا کہ حمد خدا ہی کے لئے ہے وہی اس کے لائق ہے۔ وہ یہ حمد باآواز بلند بجالائے گا، پھر بڑے زور سے فریاد کرے گا اس وقت مقرب فرشتہ، نبی، رسول اور موقف (محشر) میں کھڑے ہوئے افراد میں سے کوئی بھی ایسا باقی نہ رہے گا کہ وہ زانو کے بل (خدا کے حضور میں) نہ گر پڑے اس کے بعد دوزخ دوبارہ فریاد کرے گا اس وقت ہر فرد کی آنکھوں سے آنسو چھلک پڑیں گے پھر وہ تیسری بار فریاد کرے گا اس وقت اگر کسی جن یا انسان کے اعمال بہتر (۷۲) پیغمبروں کے برابر بھی ہوں گے تو وہ بھی خیال کرے گا کہ میں دوزخ میں گر پڑوں گا پھر وہ چوتھی بار فریاد کریگا اس وقت کوئی فرد ایسا باقی نہیں رہے گا جو خاموش نہ ہوجائے صرف جبرئیل، میکائیل اور حضرت ابراہیم علیہ السلام عرش کو پکڑے ہوں گے اور ان میں سے ہر ایک مناجات میں مشغول ہوگا، ہر طرف نفسی نفسی کا

عالم ہوگا ہر ایک یہی کہتا ہوگا کہ میں اپنے نفس ورجان کے سوا تجھ سے کوئی سوال نہیں کرتا. حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ اس کے بعد دوزخ آسمان کے ستاروں کے برابر چنگاریاں پھینکے گا اس کی ہر چنگاری اتنے بڑے بادل کے برابر ہوگی جو مغرب سے امنڈتا چلا آتا ہو اور یہ چنگاریاں مخلوق کے سروں پر آکر گریں گی۔

اس کے بعد دوزخ پر پُل صراط نصب کیا جائے گا، اس پر سات سو گذرگاہیں بنائی جائیں گی، ہر گذرگاہ کے درمیان ستر سال کی مسافت ہوگی، ایک روایت میں ہے کہ اس پر سات گزرگاہیں ہوں گی اور پل کی چوڑائی ایک راستہ سے دوسرے راستہ کے مابین پانچسو سال کی مسافت کی ہوگی. ساتواں طبقہ یا راستہ اپنی گرمی اور تپش کے لحاظ سے سب سے زیادہ گرم ہوگا اور اس گہرائی بھی دوسرے طبقوں کے مقابل میں بہت زیادہ ہوگی یہی طبقہ عذاب میں دوسرے تمام طبقوں سے زیادہ شدید، انتہائی بھیانک اور ہولناک ہوگا، اس کی چنگاریاں بھی ستر گز لمبی ہوں گی.

قریب ترین درجے کے شعلے پل صراط سے گزر کر اِدھر اُدھر جائیں گے اور ان کی اونچائی تین تین میل ہوگی. دوزخ کا ہر درجہ، حرارت کی تیزی، انگاروں کی لمبائی اور نوع بہ نوع عذاب کی کثرت کے لحاظ سے اپنے بالائی طبقے سے ستر گونہ زیادہ ہوگا ہر طبقے میں سمندر، دریا اور پہاڑ بھی ہوں گے، پہاڑ کی اونچائی ستر ہزار سال کی مسافت کے برابر ہوگی۔ دوزخ کے ہر درجہ میں ستر ستر پہاڑ ہوں گے اور ہر پہاڑ کے ستر درّے ہوں گے، ہر درّے میں ستر ہزار درخت، تھوہڑ (اندرائن) کے ہونگے. ہر درخت کے ستر ہزار شاخیں ہونگی. ہر شاخ پر ستر ستر سانپ اور بچھو ہوں گے، ہر سانپ کی لمبائی تین میل کی مسافت کے برابر ہوگی; ہر بچھو بڑے بڑے بختی اونٹ کے برابر ہوگا. ہر درخت میں ستر ہزار پھل ہوں گے اور ہر پھل دیو کے سر کے برابر ہوگا، ہر پھل کے اندر ستر ہزار کیڑے ہونگے اور ہر کیڑا تیر کی مسافت کے بقدر لمبا ہوگا۔ بعض پھلوں میں کیڑے نہیں ہونگے بلکہ کانٹے ہوں گے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بعد فرمایا کہ دوزخ کے سات دروازے ہونگے ہر دروازے کی ستر وادیاں ہوں گی ہر وادی کا عمق (گہرائی) ستر میل کی مسافت کے بقدر ہوگی، ہر وادی میں ستر ہزار درّے اور ہر درّے میں ستر ہزار غار اور ہر غار کی ستر ہزار شاخیں ہوں گی، ہر شاخ ستر ہزار سال کی مسافت کے برابر ہوگی۔ ہر شاخ کے اندر ستر ہزار اژدہے ہوں گے ہر اژدہے کی باچھ میں ستر ہزار بچھو پوشیدہ ہونگے ہر بچھو کے ستر ہزار گرّے ہوں گے اور ہر گرّے یا منکے میں مٹکا بھر زہر بھرا ہوگا جو کافر یا منافق اس میں پہنچیگا اس کو یہ تمام زہر پینا ہوگا۔

حضورؐ نے ارشاد فرمایا تمام مخلوق گھٹنوں کے بل کھڑی ہوگی اور جہنم ان پر بار بار اس طرح حملہ کرے گا جیسے مست اونٹ حملہ کرتا ہے اس وقت ایک منادی پکارے گا اور تمام انبیاءؑ، صدیقین، شہدا اور صالحین اٹھ کھڑے ہونگے اس کے بعد تمام مخلوق کی پیشی ہوگی اور ہر شخص اپنے مظالم اور اعمال کے عوض کیفر کردار کو پہنچے گا اس کے بعد دوسری پیشی ہوگی اور ارواح و اجسام میں جھگڑا ہوگا (کہ کون پیش ہو) بالآخر اجسام ارواح پر غالب آئیں گے، اس کے بعد تیسری پیشی ہوگی اس وقت نامۂ اعمال اڑ اڑ کر لوگوں کے ہاتھوں میں جاکر گریں گے کچھ لوگ ایسے ہوں گے جن کے داہنے ہاتھ میں نامۂ اعمال ہوگا اور کچھ کے بائیں ہاتھ میں، کچھ لوگوں کا نامۂ اعمال اُن کی پشت پر ہوگا.

جن کے نامۂ اعمال داہنے ہاتھ میں ہوں گے (اصحاب الیمین) ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور عطا ہوگا، اُن

کی اس عزت افزائی پر فرشتے ان کو مبارکباد دینگے اور وہ لوگ اپنے رب کی مرحمت کے ساتھ پل صراط (بآسانی) عبور کرجائینگے اور جنت میں داخل ہوجائیں گے۔ جنت کے دربان جنت کے دروازہ پر اُن کی سواریوں اور ان کے حلّہ ہائے بہشتی کے ساتھ اُن سے ملاقات کریں گے (ان کو سواریاں اور جنتی خلعتیں پیش کرینگے)، یہاں سے سب جنتی الگ الگ ہوکر اپنے اپنے مخصوص ایوانوں اور خوش خوش اپنے اپنے محلوں کی طرف جائیں گے، اپنی بیویوں (حوروں) کے پاس پہنچیں گے اور ایسی نعمتیں دیکھیں گے جن کے بیان سے زبان قاصر ہوگی نہ ان کی آنکھوں نے اس سے پہلے یہ نعمتیں دیکھی ہونگی اور نہ دل میں ان کا تصوّر آیا ہوگا پھر یہ مقررہ اندازہ کے مطابق کھائیں اور پئیں گے، زیور اور خلعتیں پہنینگے۔ بیویوں کو گلے لگائیں گے پھر اپنے خالق کی حمد کریں گے جس نے ان کے غم کو دور کردیا۔ اضطراب سے امن بخشی اور ان کے حساب کو آسان فرمادیا۔ یہ اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کا شکر ادا کریں گے اور کہیں گے کہ تمام حمد اللہ ہی کو سزاوار ہے جس نے اس راہ کی طرف ہماری راہنمائی فرمائی اگرچہ ہمارے اندر ایسی طاقت نہ تھی اگر اس کی ہدایت شامل حال نہ ہوتی تو ہم راہ سے بھٹک گئے ہوتے۔

اس وقت اُن کی آنکھیں لائے ہوئے توشہ سے ٹھنڈی ہوں گی، وہ دنیا میں یقین و ایمان رکھتے تھے تصدیق کرتے تھے، عذاب سے ڈرتے تھے۔ اللہ کی رحمت کے امیدوار تھے اور ثواب (آخرت) سے اُن کو رغبت تھی۔ اس وقت نجات پانے والوں کو نجات میسر آجائے گی اور کافر تباہ ہوجائیں گے۔

جن لوگوں کو اُن کے اعمال نامے بائیں ہاتھ یا پیٹھ کے پیچھے سے دیئے گئے ہوں گے ان کے ہاتھ سیاہ ہوں گے ان کی آنکھوں کی سفیدی پھر جائے گی (آنکھیں بے نور ہوجائیں گی) ان کی ناک پر داغ لگا دیا جائے گا ان کے بدن بڑے اور بدن کی کھالیں موٹی پڑجائیں گی۔ جب وہ اپنے اعمال نامے کو دیکھیں گے تو واویلا کریں گے۔ اور انھیں معلوم ہوگا کہ کوئی چھوٹے سے چھوٹا گناہ بھی بغیر درج ہوئے نہیں بچا۔ وہ لوگ ہونگے جن کے دل کھوٹے ہونگے اور خیالات بُرے، وہ اس وقت زبردست خوف و ہراس میں مبتلا ہونگے اُن کو سروں کے بل اندھا کردیا جائے گا، شرم سے اُن کی آنکھیں جھکی ہوں گی اور گردنیں لٹکی ہوئی ہوں گی۔ دوزخ کی طرف دیکھنے سے ان کی آنکھیں پتھرا جائیں گی اور ایک لحظہ کے لئے بھی اس طرف نظر نہ اٹھاسکیں گے کیونکہ ان کے سامنے بڑا بھیانک منظر ہوگا۔ سخت دشوار، ہر طرف مصیبت ہی مصیبت، اضطراب آفریں حالت اور گھبرادینے والی دہشت، غم پیدا کرنے والی، ذلیل بنانے والی، دلوں کو فکر میں ڈالنے والی اور آنکھوں کو رلانے والی فضا ہوگی۔

اس وقت وہ اپنے رب کی بندگی کا اقرار کریں گے اور اپنے گناہوں کا اعتراف بھی مگر اس وقت اس کا اقرار و اعتراف ان پر آگ، شرم، غم، بدبختی، الزام اور غضب میں اور بھی اضافہ کردے گا۔ (بجائے فائدے کے اور نقصان ہوگا)۔

یہ رب کے سامنے دوزانو بیٹھے گناہوں کا اقرار کرتے ہوں گے، آنکھیں نیلی ہوں گی کچھ دکھائی نہ دے گا۔ دل گرھوں میں گرہے ہوں گے کچھ ان کی سمجھ میں نہ آئے گا۔ عضو عضو کانپ رہا ہوگا، کچھ بول نہ سکیں گے، باہمی رشتہ داریاں کٹ چکی ہونگی، نہ نسب باقی ہوگا، نہ برادری۔ کوئی کسی کا پرسان حال نہ ہوگا، سب اپنی اپنی مصیبت میں مبتلا ہونگے،

اور اس کو دور کرنا اُن سے ممکن نہ ہوگا دنیا میں لوٹ جانے کی درخواست کرینگے تو وہ قبول نہ ہوگی، اس وقت ان کو اس چیز کا یقین ہوجائے گا جس کو وہ دنیا میں تسلیم نہیں کرتے تھے، وہاں ان کو پیاس بجھانے کو نہ پانی ملے گا نہ پیٹ بھرنے کو کھانا۔ نہ تن ڈھانکنے کو کپڑا بس وہ پیاسے، بھوکے ننگے بے یار و مددگار، غمگین پریشان حال پھرتے ہوں گے، جان، مال، کمائی بیوی بچوں غرض کہ ہر طرف سے گھاٹے ہی گھاٹے میں ہوں گے اس حالت میں اللہ تعالیٰ دوزخ کے موکلوں کو حکم دے گا کہ اپنے کارندوں کو ساتھ لے کر جہنم سے باہر آئیں اور تمام زنجیریں، بیڑیاں، طوق اور گرز ساتھ لائیں چنانچہ سب اس سامان کے ساتھ حاضر ہوجائیں گے، جب لوگ عذاب کی ان چیزوں کو دیکھیں گے تو اپنے ہاتھ اور اپنی انگلیاں چبا ڈالیں گے، موت کو پکاریں گے، آنسو بہائیں گے اور ان کے پاؤں لڑکھڑا جائیں گے اور اس وقت وہ ہر بھلائی اور بہتری سے نا اُمید ہوجائیں گے (ان کی تمام امیدیں منقطع ہوجائیں گی) باری تعالیٰ کا حکم ہوگا ان کو پکڑلو، ان کی گردنوں میں طوق ڈال کر جہنم میں ڈھکیل دو اور وہاں زنجیروں میں جکڑ دو، اس کے بعد اللہ تعالیٰ جس شخص کو جہنم کے جس درجے میں داخل کرنا چاہے گا اس درجہ کے موکلوں کو بلا کر حکم دے گا اس کو گرفتار کرلو چنانچہ ایک ایک آدمی کی طرف ستر ستر موکل بڑھیں گے اس کو خوب جکڑ کر باندھیں گے، بھاری طوق گردنوں میں اور بھاری زنجیریں نتھنوں میں ڈالیں گے جس سے دم گھٹنے لگے گا پھر پیٹھ کی طرف سے ان کو طوقوں سے ملادیا جائے گا جس کے باعث پیٹھ کی ہڈیاں ٹوٹ جائیں گی، اس تکلیف سے آنکھیں پھٹ جائیں گی، رگیں پھول جائیں گی، گردنوں کا گوشت طوق کی گرمی سے جل جائے گا، رگوں سے کھال اُتر جائے گی، سروں کے اندر بھیجے پگھل جائیں گے اندر سے بہہ کر باہر آجائیں گے۔ بہتے ہوئے پیروں تک پہنچ جائیں گے۔ بدن کی کھال اُدھڑ کر گر پڑے گی۔ گوشت نیلے پڑجائیں گے اور خون اس سے بہنے لگے گا۔ ان کی گردنیں مونڈھوں سے کانوں تک بہت سے طوقوں سے بھری ہوں گی سارا گوشت جل جائے گا۔ ہونٹ کٹ جائیں گے، دانت اور زبانیں باہر نکل آئیں گی وہ واویلا کریں گے، چیخیں گے، طوقوں سے شعلے نکلیں گے، ان کی گرمی رگوں میں اس طرح دوڑے گی جس طرح خون دوڑتا ہے ان کے طوق کھولتے ہوں گے جن کے اندر تپش گردش کرتی ہوگی، ان طوقوں کی گرمی دلوں تک پہنچے گی اور دلوں کی کھال کو اُدھیڑ دے گی۔ دل چھل کر حلق تک آجائیں گے، دم بہت زیادہ گھٹے گا یہاں تک کہ آوازیں نکلنا بند ہوجائیں گی۔ اسی اثنا میں اللہ تعالیٰ جہنم کے موکلوں کو حکم دے گا کہ ان کو (جہنم کا) لباس پہناؤ، موکل اُن کو کپڑے پہنائینگے ان کو انتہائی کالے، بدبودار کھردرے، جہنم کی گرمی سے دہکتے ہوئے کرتے پہنائے جائیں گے، وہ اس قدر دہکتے ہوں گے کہ اگر پہاڑ پر ان کو رکھ دیا جائے تو وہ بھی پگھل جائیں، پھر اللہ تعالیٰ حکم دے گا کہ ان کو ان کے ٹھکانے پر لے جاؤ اس وقت ان کو لیجانے کے لئے دوزخ سے اور زنجیریں آئیں گی جو پہلی زنجیروں کے مقابلہ میں بہت زیادہ بھاری اور بڑی ہوں گی، فرشتے ان زنجیروں کو پکڑیں گے اور ان سے ہر ایک نافرمان اُمت کو الگ الگ باندھیں گے پھر فرشتہ زنجیروں کے سروں کو اپنے کاندھوں پر رکھ کر پیٹھ پھیر کر منہ کے بل کھینچتا ہوا لے چلیگا، پیچھے سے ستر ہزار فرشتے ہر گروہ کو پیچھے سے گرزوں سے مارتے ہوئے ہنکائیں گے، جب جہنم پر پہنچ جائیں گے تو یہ موکل کہیں گے: "یہ وہ آگ ہے جس کو تم نہیں مانتے تھے کیا یہ کوئی جادو ہے، کیا تم کو دکھائی نہیں دیتا، کیا تم کو دکھائی نہیں دیتا۔ اب تو تم کو اس

میں داخل ہونا ہے تم صبر کرو یا نہ کرو دونوں برابر ہیں، تمھارے اعمال کی تم کو سزا دی جائے اس وقت جہنم کے دروازے کھول دیئے جائیں گے، تاکہ وہ اس آگ میں داخل ہو جائیں۔ دروازوں کے پردے اٹھا دیئے جائیں گے اس وقت آتش دوزخ جوش مارے گی اور لپٹیں بھڑکنے لگیں گی، دھواں بلند ہوگا شرارے بلند ہوں گے، ہر ایک شرارہ ستّر سال میں طے ہونے والی مسافت کے بقدر بلند ہوگا، یہ شرارے بلند ہوکر پھر پلٹیں گے اور اِن دوزخیوں کے سروں پر گریں گے، اِن کے بال جل کر بھسم ہو جائیں گے اور کھوپڑیاں ٹوٹ جائیں گی، اس وقت دوزخ بڑے زور سے چلائے گا اور کہے گا! اے دوزخ والو! میری طرف جلدی آؤ! قسم ہے میرے رَب کی کہ میں تم سے ضرور بدلہ لوں گا، پھر دوزخ کہے گا کہ تمام حمد اسی کو سزاوار ہے جس نے اپنے غضب کے باعث مجھے غضبناک بنایا اور اپنے دشمنوں سے میری آگ کے ذریعہ انتقام لیتا ہے! اے پروردگار! میری گرمی میں اور میری قوت میں اور اضافہ فرما دے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے بعد کچھ فرشتے جہنم سے باہر آئیں گے، ہر فرشتہ، ہر اُمّت کو اپنی ہتھیلی پر اٹھا کر اوندھا جہنم میں پھینک دیگا، یہ لوگ سرنگوں حالت میں ستّر سال کی مسافت تک لڑھکتے ہوئے چلے جائیں گے آخر کار یہ جہنم کے پہاڑوں کی چوٹیوں پر پہنچیں گے تو وہاں بھی اُن کو آرام میسّر نہیں آئے گا ہر جہنمی کی ستّر کھالیں تہ بہ تہ ہو جائیں گی پہاڑوں کی چوٹیوں پر پہنچنے کے بعد سب سے پہلے اُن کو تھوہڑ (زقوم) کھانے کو ملے گا جس کی گرمی اس کے (اوپر) پوست سے نمودار ہوگی۔ وہ بہت زیادہ کڑوا اور کانٹوں دار ہوگا۔ دوزخی زقوم چبا رہے ہوں گے کہ یکبارگی گرز بردار موکل ان کو گرزوں سے مارنا شروع کر دینگے گرز کی ضربات سے ان کی ہڈیاں ریزہ ریزہ ہو جائیں گی۔ پھر ان کو پاؤں سے پکڑ کر گھسیٹ گھسیٹ کر دوزخ میں پھینک دیں گے۔ پھر ستّر سال کے راستہ کے برابر فاصلہ تک دوزخ کی گہرائی میں لڑھکتے چلے جائیں گے اور آخر کار پھر ان پہاڑوں کے درّوں میں جا پہنچیں گے!! اس اثنا میں ۷۰ مرتبہ اِن کا پوست بدلا جائے گا اور وہاں بھی اُن کو غذا زقوم (تھوہر) ہی ملیگی لیکن ان کی یہ خوراک ان کے منہ ہی میں رہے گی (حلق سے نیچے اتارنے کی اِن میں طاقت نہیں ہوگی) ان کا منہ اور ان کا دل دونوں ان کے گلے میں پھنس جائیں گے جس سے ان کا دَم گھٹنے لگیگا۔ اس وقت وہ شور و واویلا کرینگے اور پانی مانگنگے ان گھاٹیوں میں کچھ ندیاں اور نہریں ہوں گی۔ یہ جہنمی پانی کے لئے اِن نہروں کی طرف بڑھیں گے اور ان کے کناروں پر پہنچکر اوندھے گر پڑیں گے تاکہ کسی صورت سے پانی پی لیں، اس وقت اُن کے منہ کی کھالیں الگ ہوکر نہروں میں گر پڑیں گی اور وہ پانی نہ پی سکیں گے۔ وہ مایوس ہوکر نہروں سے پلٹنا چاہیں گے کہ دوزخ کے فرشتے پھر آموجود ہوں گے دوزخ کے فرشتے انھیں آتے ہی مارنا شروع کر دینگے، مار مار کر ان کی ہڈیاں چور چور کر دینگے پھر ان کو پاؤں سے پکڑ کر گھسیٹ لینگے اور باہر لاکر پھر دوزخ میں پھینک دیں گے، پھر یہ لوگ اوندھے منہ چالیس سال کی راہ تک آگ کے شعلوں اور ان کے سخت دھوئیں میں پھنسے ہوئے عذاب بھگتتے رہیں گے۔ جہنم کی وادیوں میں اترنے سے پہلے ہر جہنمی کی ستّر بار کھال بدلی جائے گی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دوزخ کی یہ ندیاں وادیوں میں جاکر ختم ہوں گی۔ یہ لوگ اُن ندیوں کا پانی پئیں گے مگر وہ اتنا گرم ہوگا کہ پیٹ میں نہیں ٹھہرے گا۔ (ان کے پیٹ کی کھال جل جائے گی) اس وقت اللہ تعالیٰ

ان کو سات نئی کھالیں عطا فرمائے گا تب کہیں کچھ پانی اُن کے پیٹ میں ٹھہرے گا لیکن پیٹ میں پہنچ کر آنتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا اور یہ کٹی ہوئی آنتیں مقعد کی راہ سے نکل جائیں گی، پانی کا کچھ باقی حصہ رگوں میں پھیل جائیگا جس سے ان کا گوشت پگھل جائے گا اور ہڈیاں چٹخ جائیں گی، اب پھر ان کو فرشتے جا پکڑیں گے، ان کی پیٹھ، منھ اور سروں پر گرز ماریں گے ہر گرز کی ۲۶۰ دھاریں ہوں گی، گرز کی ضربات سے ان کی پشتیں ٹوٹ جائیں گی اس کے بعد انھیں کھینچکر پھر اوندھے منھ میں دوزخ میں ڈال دیا جائے گا جب یہ دوزخ کے بیچوں بیچ پہنچیں گے تو ان کی کھالوں میں آگ بھڑک اٹھے گی، کانوں میں پہنچے گی، ناک کے نتھنوں اور پسلیوں سے شعلے نکلنے لگیں گے اور سارے بدن سے کچلیو (خونابہ) بہنے لگے گا، آنکھیں نکل کر رخساروں پر لٹک جائیں گی اس وقت ان کو ان شیطانوں کے ساتھ جنھوں نے ان کو بہکایا تھا اور اُن (جھوٹے) معبودوں کے ساتھ جن سے یہ مصیبت کے وقت مدد مانگا کرتے تھے ملا کر باندھ دیا جائے گا اور تنگ جگہوں پر ان کو ڈال دیا جائے گا۔ اس وقت وہ (تنگ آ کر) موت کو پکارینگے مگر موت نہیں آئے گی پھر ان کے دنیوی مال کو آگ میں تپا کر ان کی پیشانیوں اور پہلوؤں پر داغ لگائے جائیں گے اور ان کی پیٹھوں پر وہ گرم گرم سونا اور چاندی رکھوایا جائے گا جو اِن کی پیٹھ پھاڑ کر باہر نکل آئے گا یہ لوگ جہنم کے مستحق ہوں گے اور اپنے شیطانوں اور پتھروں (معبودوں) کے ساتھ بندھے پڑے ہوں گے اس وقت گناہوں کے باعث اِن کے بدن پہاڑوں کی طرح کر دیئے جائیں گے تاکہ عذاب کی شدت اور زیادہ ہو جائے، ایک ایک پہاڑ کی لمبائی ایک مہینے کی مسافت کے بقدر اور چوڑائی تین راتوں کی مسافت کے بقدر ہوگی۔ ہر ایک پہاڑ کا سرا ورقانؔ[1] کے برابر ہوگا، بتیس دانت رکھنے والے دوزخی کے دانت بعض اس کے سر سے بعض اس کی ٹھوڑی سے نکل آئیں گے، ناک ایک بڑے ٹیلے جیسی ہو جائے گی، بالوں کی لمبائی اور ان کی سختی صنوبر کے درخت کی طرح ہوگی، بال اپنی کثرت اور زیادتی میں دنیا کے گھنے جنگلوں ایسے ہو جائیں گے، اوپر کا ہونٹ کھنچا ہوا ہوگا اور نیچے کا ہونٹ نوّے ہاتھ کا ہو جائے گا۔ ہاتھ دس شبانہ روز مسافت کے برابر اور ان کی موٹائی ایک دن رات کی مسافت کے برابر ہوگی۔ دوزخی کی ران ورقانؔ[2] کی طرح اور کھال کی موٹائی چالیس ہاتھ ہوگی، پنڈلی کا طول پانچ رات کی مسافت کے برابر ہوگا اور موٹائی ایک دن کی مسافت کے برابر ہوگی۔ ہر آنکھ کوہ حرا کی طرح بن جائے گی، جب ان کے سر پر تارکول ڈالا جائے گا تو آگ بھڑک اٹھے گی اور اس کی شعلہ باری بڑھتی ہی چلی جائے گی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے کہ اگر آدمی اس ہیئت کذائی میں دوزخ سے باہر آجائے کہ اس کے دونوں ہاتھ گردن سے بندھے ہوں۔ گردن میں بہت سے طوق پڑے ہوں اور پاؤں میں بیڑیاں اور وہ زنجیریں کھڑکھڑاتا باہر نکل آئے اور لوگ اس کو اس حالت میں دیکھ لیں تو (ڈر کر) بھاگ کھڑے ہوں اور جہاں تک اُن سے بھاگا جائے وہ بھاگتے چلے جائیں“

حضورؐ نے فرمایا کہ دوزخ کی گرمی، تاریکی، گوناگوں عذابوں اور ٹھکانوں کی تنگی کی وجہ سے دوزخیوں کے گوشت نیلے پڑ جائیں گے، ہڈیاں ٹوٹ جائیں گی، دماغ کھولنے لگے گا، بھیجا پگھل پگھل کر باہر نکل کر جسم پر بہتا ہوگا، جہاں سے گزریگا

---

[1] شام کی سرحد کے قریب ایک پہاڑ کا نام۔ [2] یہ بھی ایک پہاڑ کا نام ہے۔

اس جگہ کو اپنی حدت اور تپش سے جلا دیگا۔ جوڑ جوڑ پارہ پارہ ہوجائیں گے، ان سے کچلہو بہنے لگے گا۔ ان ٹوٹے ہوئے جوڑوں میں کیڑے پڑجائیں گے، ان میں ایک ایک کیڑا گورخر کی برابر ہوگا۔ کوہوں اور شاہین کی طرح ان کے نکیلے ناخن ہونگے یہ ناخن کھال اور گوشت کے اندر پیوست ہوجائیں گے، اِدھر اُدھر دوڑیں گے، یہ کیڑے کاٹیں گے، سہمے ہوئے جنگلی جانوروں کی طرح اِدھر اُدھر جائیں گے۔ دوزخیوں کا گوشت کھائیں گے، ان کا خون پئیں گے، گوشت اور خون کے سوا ان کی کوئی غذا نہیں ہوگی۔

پھر فرشتے دوزخیوں کو پکڑ کر انگاروں پر نیزوں کے بھالوں جیسے نوکیلے پتھروں پر بڑی قوت اور سختی کے ساتھ گھسیٹنگے اور اسی طرح گھسیٹتے ہوئے جہنم کے سمندر تک جو یہاں سے ستر میل کی مسافت پر ہوگا لے جائیں گے اس اثنا میں ان کا جوڑ جوڑ کھل جائے گا اور پارہ پارہ ہوجائے گا۔ ان کو روزانہ ستر ہزار نئی کھالیں (عذاب سہنے کے لئے) دی جائیں گی، بحرِ جہنم پر پہنچکر اُن کو جہنم کے موکلوں کے سپرد کردیا جائے گا۔ وہ ان دوزخیوں کی ٹانگیں پکڑکر جہنم کے سمندر میں پھینک دینگے، جہنم کے سمندر کی گہرائی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو معلوم نہیں۔

بعض روایات میں آیا ہے کہ توریت میں مرقوم ہے کہ بحرِ جہنم کے مقابلے میں دنیا کا سمندر ایسا ہی ہے جیسے اس دنیا دی سمندر کے مقابلے میں ایک چھوٹا چشمہ!! بحرِ جہنم میں پھینکے جانے کے بعد جب وہ عذاب اٹھائینگے اور عذاب کا مزہ چکھیں گے تو ایک دوسرے سے کہے گا کہ پہلے ہم کو جو کچھ عذاب دیا گیا تھا وہ تو اس عذاب کے مقابل میں محض ایک خواب تھا (کچھ بھی نہیں تھا)۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک بار اس جہنم کے سمندر میں غرق ہونے کے بعد سمندر انھیں اچھال کر ستر ہاتھ دور پھینک دے گا۔ ہر ہاتھ کا فاصلہ ۱/۲ گز کا نہیں ہوگا بلکہ اتنا ہوگا جتنا مشرق سے مغرب تک ہے، پھر فرشتے ان دوزخیوں کو گرزوں سے ماریں گے اس کے بعد انھیں ستر سال کی مدت میں طے ہونے والی گہرائی میں غرق کردیا جائے گا ان کا کھانا پینا اسی دریا سے ہوگا پھر وہ ایک سو چالیس سال کی مسافت کے بقدر اوپر ابھریں گے اور ان میں سے ہر ایک چاہے گا کہ ذرا دم لے لے، مگر فوراً ہی فرشتے گرز مارنے کے لئے آجائیں گے یہ عذاب اس عذاب کے علاوہ ہوگا جو اُن پر جاری ہے جب وہ دم لینے کو سر اوپر اٹھائیں گے تو ستر ہزار گرز ان کے سروں پر پڑیں گے اور پھر ان کو ستر ہاتھ کی گہرائی میں غوطہ دیا جائے گا۔ جب تک اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا وہ اسی حال میں رہیں گے یہاں تک کہ اُن کا گوشت اور ہڈیاں سب گل سڑ جائیں گی صرف جان باقی رہ جائے گی اس وقت ایک موج اُٹھ کر ان کو ستر سال کی مسافت کے بقدر دوری پر لیجا کر کسی ساحل کی طرف ان کو اچھال دے گی۔ اس ساحل میں ستر ہزار غار ہوں گے اور ہر غار کی ستر ہزار شاخیں ہوں گی اور ہر شاخ کا طول ستر سال کی مسافت کے بقدر ہوگا۔ ہر شاخ میں ستر ہزار اژدہے ہوں گے اور ہر اژدہے کی لمبائی ستر گز ہوگی۔ اس کے ستر دانت ہوں گے اور ہر دانت میں ایک مٹکا زہر بھرا ہوگا۔ ان غاروں میں آنے کے بعد ان کی روحوں کو نئی کھالیں اور نئے بدن دیئے جائیں گے، لوہے کے طوق پہنائے جائیں گے۔ سانپ اور بچھو ان طوقوں سے لپٹ جائیں گے، ہر دوزخی پر (عذاب کے لئے) ستر ہزار سانپ اور ستر ہزار بچھو مقرر کئے جائیں گے۔ پہلے تو یہ سانپ ان کے گھٹنوں

تک اوپر چڑھیں گے دوزخی اس اذیت کو برداشت کریں گے پھر یہ سینوں تک آجائیں گے اس پر بھی یہ صبر کریں گے پھر یہ
ہنسلی تک چڑھ آئیں گے اس پر بھی یہ صبر کریں گے یہاں سے یہ اوپر چڑھ کر ان کے نتھنوں، لبوں، زبانوں اور کانوں کو
پکڑ کر لٹک جائیں گے۔ اسی طرح بچھو عمل کریں گے۔ بچھو اور سانپ اپنا تمام زہر ان کو پلائیں گے اس وقت جہنم کی طرف
بھاگنے اور اس میں گر پڑنے کے سوا کوئی چارۂ کار نہ ہوگا، کوئی اس وقت ان کی مدد کو نہیں آئے گا۔ سانپ ان کا گوشت
چبائیں گے، خون چوسیں گے اور بچھو ان کو ڈسیں گے، اس وقت ان کا سارا گوشت گل گل کر گر پڑے گا اور ہر جوڑ الگ
ہوجائے گا، جب یہ (اس اذیت سے بچنے کے لئے) بھاگ کر دوزخ میں جاگرینگے تو ستر برس تک ان سانپوں اور
بچھوؤں کے زہر کی وجہ سے آگ کا ان پر اثر نہیں ہوگا۔ پھر آگ میں جلنے کے بعد ان کو نئی کھالیں دی جائیں گی
اس وقت وہ کھانا مانگیں گے، فرشتے کھانا لے کر آئیں گے جو ولیمہ سے موسوم ہوگا، یہ کھانا لوہے سے زیادہ سخت
ہوگا وہ اسے چبا نہ سکیں گے اور اُگل دینگے اور بھوک کی شدت میں اپنی انگلیوں اور ہاتھوں کو چبا ڈالیں گے، وہ اپنی
ہتھیلیوں کو کھا جائیں گے، اس کے بعد کلائیاں پھر کہنیاں اور اس کے بعد مونڈھے کھا جائیں گے، صرف شانے باقی رہ
جائیں گے اس سے آگے ان کا منہ نہیں پہنچے گا اس لئے وہ مزید نہ کھا سکیں گے، پھر لوہے کے آنکڑوں میں ان کی کونچیں
(ایڑیوں کے اوپر کا حصہ) پھنسا کر تھوہڑ کے درختوں میں (الٹا) لٹکا دیا جائے گا، زقوم کی ہر شاخ میں اگرچہ یہ دوزخی ستر
ستر ہزار لٹکے ہوں گے لیکن ان کے بوجھ سے شاخ نیچے کو نہیں جھکے گی، نیچے سے ان کو جہنم کی لپٹیں پہنچیں گی اور ستر برس
تک یہ عذاب ان پر ہوتا رہے گا یہاں تک کہ ان کے جسم پگھل جائیں گے اور جانیں باقی رہ جائیں گی پھر از سر نو ان کے
اور کھالیں پیدا کی جائیں گی اس وقت ہاتھ کے پوروں کے بل ان کو لٹکایا جائے گا، ان کے سرینوں سے آگ ان کے جسم
کے اندر داخل ہوگی اور ان کے دلوں کو کھاتی ہوئی ان کے نتھنوں اور کانوں سے نکل جائے گی، اس عذاب کی مدت ستر
سال ہوگی جب اس مرتبہ میں ہڈیاں اور گوشت پگھل جائیں گے اور صرف جانیں باقی رہ جائیں گی تو پھر از سر نو بدن اور
کھالیں پیدا کی جائیں گی، اس بار ان کی آنکھوں میں آنکڑے ڈال کر ان کو لٹکایا جائے گا اور برابر عذاب ہوتا رہے گا
غرضیکہ کوئی جوڑ کوئی عضو اور سر کا کوئی بال ایسا نہیں رہے گا جہاں آنکڑا ڈال کر تھوہڑ کے درخت سے ستر سال
تک نہ لٹکایا جائے پس وہ ہر عضو اور ہر جوڑ سے موت کا مزا چکھیں گے لیکن ان کو موت نہیں آئے گی، ان عذابوں کے بعد
بھی ان پر طرح طرح کے عذاب ہوں گے۔ جب فرشتے ان دوزخیوں کو یہ تمام عذاب دے چکیں گے اور ان کو چھوڑ دیں گے تو
ہر جہنمی ہر دوزخی کو زنجیر میں باندھ کر منھ کے بل گھسیٹتے ہوئے دوزخ میں اُن کے ٹھکانوں پر لیجائیں گے، ہر دوزخی کا
ٹھکانہ اس کے اعمال کے مطابق ہوگا، کسی کے ٹھکانے کا طول ایک مہینے کی مسافت کے بقدر ہوگا اور وہاں آگ
دہکتی ہوگی اور سوائے اس شخص کے کوئی دوسرا وہاں نہیں ہوگا، کسی کی فرودگاہ کا طول ۱۹ دن کی مسافت راہ کے
بقدر ہوگا پھر یہ ٹھکانے تنگ اور چھوٹے ہونا شروع ہوں گے اور بعض ٹھکانوں کا طول صرف ایک دن کی مسافت کے
بقدر رہ جائے گا، ان ٹھکانوں کی وسعت اور تنگی کے تناسب ہی مکینوں پر عذاب کیا جائے گا۔ کسی کو الٹا لٹکا کر
عذاب دیا جائے گا اور کسی کو چت لٹا کر، کسی کو بٹھا کر، کسی کو گھٹنوں کے بل جھکا کر، کسی کو کھڑا کر کے عذاب دیا جائے گا

یہ تمام مقامات عذاب پانے والوں کے لئے نیزے کی نوک سے بھی زیادہ تنگ ہوں گے، آگ کسی کے ٹخنوں تک ہوگی اور کسی کے گھٹنوں تک، کسی کی رانوں تک پہنچے گی، کسی کی ناف تک اور کسی کے حلق تک، کوئی آگ میں غوطہ کھاتا ہوگا اور کوئی اس میں غرق ہوگا۔ کوئی آگ میں (گرداب کی طرح) چکر کھائے گا، یہ آگ انھیں ستر ماہ کی مسافت کے بقدر گہرائی تک پہنچادے گی پھر جب وہ اپنے اپنے ٹھکانوں پر پہنچ جائیں گے تو ہر ایک کو اس کے ساتھی کے ساتھ ملا دیا جائے گا یہ وہاں اتنا روئیں گے کہ ان کے آنسو سوکھ جائیں گے اس وقت وہ خون کے آنسو روئیں گے، ان کے آنسو اس قدر ہوں گے کہ اگر جمع ہو جائیں تو ان میں کشتی رانی ہو سکتی ہے۔

دوزخ کی تہہ میں دوزخیوں کے جمع ہونے کا ایک دن ہوگا اور اس دن کے بعد پھر وہ کبھی ایک جگہ جمع نہیں ہوسکینگے، خدا کے حکم سے منادی دوزخ کی تہ میں ندا دے گا: اس منادی کی آواز دور، نزدیک، دوزخ کے بالائی حصے اور زیریں حصے والے سب ہی سن لیں گے۔ اس منادی کا نام حشر ہوگا۔ حشر پکارے گا! اے دوزخیو! جمع ہو جاؤ! سب کے سب جہنم کے بنیادی حصے میں جمع ہو جائیں گے، اُن کے عذاب کے فرشتے ساتھ ہوں گے یہ سب دوزخی آپس میں مشورہ کرینگے۔ دنیا میں جن لوگوں کو کمزور اور حقیر سمجھا جاتا تھا وہ بڑے لوگوں سے کہیں گے ہم دنیا میں تمھارے مطیع و فرمانبردار بنے رہے کیا آج تم ہم کو خدا کے عذاب سے بچا سکو گے؟ دنیا کے یہ بڑے (مغرور و متکبر) لوگ کہیں گے کہ ہم سب دوزخ میں پڑے ہیں، اللہ اپنے بندوں کا فیصلہ کر چکا ہے! (پھر تم ہم سے کیا مدد طلب کرتے ہو) اللہ تم کو سمجھے تم ہم سے فریاد کر رہے ہو، یہ کمزور لوگ جواب دیں گے، خدا کرے تم کبھی خوشی کا منہ نہ دیکھو! تم ہی تو یہ عذاب ہم پر لائے ہو (تمھاری ہی بدولت یہ عذاب ہم پر نازل ہوا ہے) پھر یہ لوگ خداوند عالم سے عرض کرینگے! اے ہمارے رب جن کی بدولت ہمیں اس عذاب کا سامنا کرنا پڑا ہے ان پر اپنا عذاب دوگنا کر دے (بد دعا سنکر) یہ منکر و مغرور لوگ کہینگے کہ اگر اللہ ہم کو ہدایت دیتا تو ہم ضرور تمھاری مدد کرتے، غریب اور کمزور لوگ جواب دینگے کہ تم جھوٹ کہتے ہو تم رات دن مکر و فریب میں مبتلا رہے کہ ہم اللہ کی نافرمانی کریں اور اس کا شریک بنائیں آج ہم تم سے اور ان جھوٹے معبودوں سے جن کی پرستش کی تم ہم کو دعوت دیتے تھے، بیزار ہیں۔

اس کے بعد یہ سب دوزخی اپنے ساتھ کے شیطانوں کی طرف توجہ کریں گے اور کہیں گے تمھارے گمراہ ہونے سے ہم بھی گمراہی کے گڑھے میں گر پڑے سب سے آخر میں شیطان ملعون بلند آواز سے کہے گا! اے دوزخیو! بیشک اللہ تعالیٰ نے تم سے سچا وعدہ کیا تھا، اس نے تم کو دعوت حق دی تھی مگر تم نے اس کو قبول نہیں کیا اور اس کے وعدے کو سچ نہ جانا اور اس کی تصدیق نہیں کی، اور میں نے تم سے جو وعدہ کیا تھا آج اس کے خلاف کیا میرا تم پر کوئی زور تو تھا نہیں صرف اتنی بات تھی کہ میں نے تم کو (باطل کی) دعوت دی تم نے وہ دعوت قبول کرلی۔ اب مجھے تم برا نہ کہو بلکہ خود اپنے آپ کو ملامت کرو، اب تو میں نہ تمھاری فریاد رسی کر سکتا ہوں اور نہ اپنی مدد پر قادر ہوں، اللہ کے سوا جن کی تم پرستش کرتے تھے میں آج ان کا انکار کرتا ہوں۔ اس کے بعد منادی اعلان کرے گا "ظالموں پر اللہ کی لعنت"۔ اس وقت کمزور متکبروں پر اور متکبر و مغروران کمزور لوگوں پر لعنت بھیجیں گے، یہ سب اپنے ساتھ والے

شیطانوں پر اور ان کے ساتھی شیطان اِن سب پر لعنت بھیجیں گے اور اپنے ساتھی شیطانوں سے کہیں گے کاش! ہمارے اور تمہارے درمیان فاصلہ، مشرق و مغرب کے فاصلے کے برابر ہو جائے، تم آج بھی بڑے ساتھی ہو اور کل دنیا میں بھی بڑے ساتھی تھے۔

بعد ازیں لوگ اپنے اپنے جماعت اور گروہ پر نظر ڈالیں گے اور ایک دوسرے سے کہیں گے آؤ! ان موکّلوں سے کہیں کہ یہ اللہ سے ہماری سفارش کریں تاکہ ایک دن کا عذاب ہی اللہ تعالیٰ ہلکا کر دے، اپنے موکّلوں سے گفتگو کرنے میں ان کو ستّر سال لگ جائیں گے اور اس تمام مدت میں وہ عذاب میں مبتلا رہیں گے آخر کار موکّلوں سے وہ یہ بات کہیں گے وہ ان کو جواب دیں گے کہ کیا اللہ کے احکام لے کر پیغمبر تمہارے پاس نہیں آئے تھے، سب کہیں گے بیشک آئے تھے اس وقت موکل کہیں گے بس تو اب تم یونہی فریاد کرتے رہو مگر کافروں کی پکار اب بیکار ہےؔ، جب موکلوں کے جواب سے وہ مایوس ہو جائیں گے اور ان کو اچھا جواب نہیں ملا تو وہ مالک (داروغہ جہنم) سے فریاد کرینگے اور کہینگے اے مالک تم ہی ہمارے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرو! کہ وہ ہم کو موت دیدے، مالک اوّل تو بقدر مدت دنیا ان کی بات کا جواب نہیں دینگے، کوئی بات ہی نہیں کریں گے پھر جواب دیں گے بھی تو کہیں گے، موت کے فیصلہ سے پہلے مدتوں تک تم کو یہاں رہنا ہوگا۔ جب وہ مالک کے جواب سے بھی مایوس ہو جائیں گے تو اس وقت اپنے رب سے فریاد کرینگے اور کہیں گے الٰہی! تو اب ہم کو یہاں سے نکال دے اگر دوبارہ ہم تیری نافرمانی کریں تو بیشک ہم ظالم ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس فریاد کا بقدر زمانۂ ستر سال جواب نہیں دیگا پھر جس طرح کتوں کو دھتکارتے ہیں اسی طرح رد ... ہوئے) ان کا جواب دیگا کہ "جہنم میں ذلت کے ساتھ پڑے رہو" مجھ سے فریاد نہ کرو، جب وہ دیکھیں گے کہ ... بھی ان پر رحم نہیں فرماتا اور کوئی امید افزا جواب نہیں دیا گیا تو ایک دوسرے سے (مایوسی کے ساتھ) کہیں گے کہ اب ہم اس عذاب پر صبر کریں یا نہ کریں دونوں باتیں برابر ہیں ہم کو رہائی تو نصیب نہیں ہوگی اس وقت نہ ہمارا کوئی سفارشی ہے اور نہ کوئی دلسوزی کرنے والا دوست ہے۔ اگر ایک بار ہم دنیا میں پھر لوٹ جائیں تو ضرور ایمان والوں میں شامل ہو جائیں

بعد ازیں فرشتے ان کو لوٹا کر ان کے ٹھکانوں پر لیجائیں گے اس وقت ان کے قدم ڈگمگاتے ہونگے ان کی تمام حجتیں ناکارہ بن چکی ہوں گی، اللہ کا عذاب دیکھ چکے ہوں گے اور اس کی رحمت کی اُمید منقطع ہو چکی ہوگی سخت اضطراب کا عالم ہوگا، رسوائی اور ایک عظیم ذلت ان پر مسلط ہوگی وہ اپنی اس کوتاہی پر جو اُن سے دنیا میں سرزد ہوئی بہت کچھ فریاد و فغاں کریں گے اور اعمال کے ان بوجھوں پر حسرت و افسوس کرینگے جو اپنی گردنوں پر دُنیا سے لاد کر لائے تھے، ان کی گردنوں پر نہ صرف ان کے بوجھے ہوں گے بلکہ ان کی گردنوں پر اُن کی پیروی کرنے والوں کے بوجھے ہوں گے، اُن کا عذاب اُن کی زمین کے ذرّوں اور ان کے دریاؤں کے قطروں سے بھی زائد ہوں گے اِن کے اِرد گِرد عذاب دینے والے سفاک و طرار فرشتے ہوں گے جو عذاب دینے میں کوئی رد و رعایت نہیں کریں گے، ان کا حکم بہت سخت اور بات اٹل ہوگی، ان عذاب دینے والے فرشتوں کے جسم بڑے بڑے، بجلی کی طرح کوندتے چہرے انگاروں سی دہکتی آنکھیں اور شعلۂ آتشیں کی طرح سرخ بھبھوکا

ؔ وَمَا دُعَاءُ الْکَافِرِیْنَ اِلَّا فِیْ ضَلَالٍ (کافروں کی دعا سوائے گمراہی کے اور کچھ نہیں ہے)

رنگت، دانت باہر نکلے ہوئے بیل کے سینگوں کی طرح لمبے لمبے، ناخن، ہاتھوں میں آگ کے بھاری بھاری لمبے لمبے گرز لئے ہوئے ایسے کہ اگر ان کو پہاڑوں پر ماریں تو وہ بھی ریزہ ریزہ ہو جائیں (ایسی ڈراونی صورت، اور ایسے گرزوں سے) وہ اللہ کے نافرمانوں کو ماریں گے، ان ضربات سے اگر سرشک چشم کے بجائے خون کے آنسو بہیں تو کچھ تعجب نہیں: وہ اگر ان فرشتوں کو پکاریں گے تو ان کا جواب نہیں دینگے، وہ گریہ وزاری کرینگے اور ان کو رحم نہیں آئے گا ٹھنڈے پانی کے لئے چیخیں گے تو اس کے بجائے پگھلے ہوئے تانبے کی طرح ان کو کھولتا پانی ملے گا جو اُن کے دہنوں کو جھلس ڈالے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دوزخیوں پر روزانہ ایک ایسا بڑا بادل چھائے گا جس کی بجلی کے کوندوں سے ان کی بینائی جاتی رہے گی اور اس کی کڑک ان کی کمر توڑ دے گی، ان پر ایسی گہری تاریکی مسلط ہو جائے گی کہ وہ عذاب کے فرشتوں کو بھی نہیں دیکھ سکیں گے پھر بادل ان سے مخاطب ہوگا کہ اے جہنم والو! کیا تم چاہتے ہو کہ میں پانی برساؤں؟ سب مل کر کہیں گے کہ ہاں ہم پر ٹھنڈا پانی برسا دے! بادل ان پر پانی کے بجائے اس طرح پتھر برسائے گا کہ ان کی کھوپڑیاں چکنا چور ہو جائیں گی۔ اس کے بعد بادل ان پر کھولتا ہوا پانی، شعلے، لوہے، کانٹے اور میخیں برسائے گا۔ پھر سانپ، بچھو دوسرے حشرات الارض اور زخموں کا دھوون برسائے گا۔ بادل کے چھانے پر دوزخ کے دریا اتنا جوش ماریں گے کہ ان کی لہریں اُبل پڑیں گی یہ لہریں بڑی غضبناک ہوں گی اس وقت کوئی جگہ ایسی باقی نہیں ہوگی جہاں دریا کا پانی نہ چڑھ آیا ہو۔ اس سیلاب (بد) میں تمام دوزخی غرق ہو جائیں گے مگر اُن کو خوف نہیں آئے گا۔ نافرمانوں پر جو اس کے اندر ہوں گے۔ جہنم کا جوش اس کا درجہ حرارت، اس کی ہیبتناک آواز، شعلے، دھواں، تاریکی، گرم لپٹیں، گرم پانی بھڑکتی اور دہکتی آگ پروردگار کے غضب کے باعث اور بھی زیادہ تیز ہو جائے گی۔ ہم سب دوزخ سے، دوزخ میں جانے والے کاموں سے، دوزخیوں کی ہمراہی سے اللہ کی پناہ طلب کرتے ہیں۔ (آمین)۔

الہ العالمین: تو ہمارا بھی مالک ہے اور دوزخ کا بھی: الٰہی ہم کو دوزخ کے حوض میں نہ اتارنا، ہماری گردنوں میں اس کے طوق نہ ڈالنا، ہم کو اس کا لباس نہ پہنانا، اس کا تھوہڑ ہم کو نہ کھلانا اس کا گرم پانی ہم کو نہ پلانا اس کے موکلوں کو ہم پر مقرر نہ فرمانا، اس کی آگ کا ہم کو نوالہ نہ بنانا، اپنی رحمت سے پُل صراط سے ہم کو گذارنا، ہم کو اس کے شعلے اور شراروں کو دور رکھنا، اپنی رحمت سے اس کے دھوئیں سے اس سختی اور اس کے عذاب سے بچا لینا، آمین یارب العالمین!

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر جہنم کا سب سے چھوٹا دروازہ مغرب کی طرف سے کھول دیا جائے تو اس کی حدت و حرارت سے مشرق کے پہاڑ اس طرح پگھل جائیں جس طرح تانبا پگھلتا ہے اگر اس کی ایک چنگاری اڑ کر مغرب میں جا گرے اور آدمی مشرق میں ہو تو اس کا دماغ کھولنے لگے یہاں تک کہ مغز جسم پر بہنے لگے۔

دوزخیوں پر سب سے کم درجے کا عذاب یہ ہوگا کہ ان کو آگ کے جوتے پہنائے جائیں گے جس کی آگ نتھنوں اور کانوں کے سوراخوں سے نکل کر بہنے لگے گی، اُن کے دماغ کھولنے لگیں گے، ان کے قریب جو لوگ ہوں گے وہ اس کی تپش سے ایک پتھر سے تڑپ کر دوسرے پتھر پر گریں گے۔ تمام دوزخیوں کو ان کے اعمال کے مطابق عذاب دیا جائے گا، ہم اُن کے اعمال اور اُن کے مقام آخرین سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔

گناہوں کے ساتھ مختص عذاب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو لوگ اپنی شرمگاہوں کو فعل حرام سے محفوظ نہیں رکھتے (زنا کے مرتکب ہوتے ہیں) ان کا عذاب یہ ہوگا کہ ان کی شرمگاہوں کو آنکڑوں میں پھنسا کر دنیا کی مدت کے بقدر دوزخ میں لٹکا دیا جائے گا یہاں تک کہ ان کے جسم پگھل جائیں گے صرف ان کی جانیں باقی رہ جائیں گی پھر ان کو اُتار لیا جائے گا اور از سر نو جسم اور کھالیں دی جائیں گی پھر ان کو اسی عذاب میں مبتلا کر دیا جائے گا اور بقدر مدتِ دنیا ستر ہزار فرشتے کوڑے ماریں گے یہاں تک کہ ان کے بدن گل جائیں گے اور صرف جانیں رہ جائیں گی۔

چور کا عذاب

جو چوری کے گناہ کا مرتکب ہے اس کا عذاب یہ ہے کہ اس کا بند بند کاٹا جائے گا پھر از سر نو جسم دیا جائے گا ستر ہزار فرشتے اس کے بند کاٹنے کے لئے چھریاں ہاتھ میں لئے اس کی طرف بڑھیں گے۔

جھوٹی گواہی دینے پر عذاب

جھوٹی گواہی دینے والوں پر عذاب کی کیفیت یہ ہوگی کہ ان کی زبانوں میں آنکڑے ڈال کر ان کو اُلٹا لٹکا دیا جائے گا پھر ستر ہزار فرشتے ان پر کوڑے برسائیں گے یہاں تک کہ ان کے جسم پگھل جائیں گے صرف روحیں باقی رہ جائیں گی۔

مشرک پر گناہ

وہ لوگ جو شرک میں مبتلا رہے ہیں ان کو جہنم کے غاروں میں ڈال دیا جائے گا پھر غاروں کے دہانے بند کر دیے جائیں گے، ان غاروں میں سانپ اور بچھو کثرت سے ہونگے، آگ کے شعلے اور اس کا دھواں ہوگا اور ہر دوزخی کا ہر گھڑی ستر ہزار بار جسم تبدیل کیا جائے گا۔

ظالم و جابر اور متکبروں کا عذاب

ظالم، سرکشوں اور متکبروں جیسے فرعون، ہامان وغیرہ پر اس طرح عذاب ہوگا کہ ان کو آگ کے صندوقوں میں ڈال کر مقفل کر دیا جائے گا پھر اُن صندوقوں کو جہنم کے سب سے زیریں حصہ میں رکھ دیا جائے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایسے ہر دوزخی کو ایک لمحہ میں ننانوے قسم کا عذاب دیا جائے گا اور دن میں ہزار مرتبہ ان کی کھالیں تبدیل کی جائیں گی۔

خیانت کرنیوالوں کا عذاب!

جو لوگ خیانت کرتے ہیں اُن کو اُن چیزوں کے ساتھ لایا جائے گا جن میں انھوں نے خیانت کی ہوگی، پھر ان کو جہنم کے دریا میں ان چیزوں کے ساتھ ڈال دیا جائے گا پھر ان سے کہا جائے گا کہ دریا میں غوطہ لگاؤ اور ان چیزوں کو نکالو جن میں تم نے خیانت کی تھی وہ دریا کی تہہ تک جائیں گے۔ صرف اللہ تعالیٰ کو اس کی گہرائی کا علم ہے اور کسی کو نہیں! وہ اس دریا میں غوطہ لگائیں گے اور جب سانس لینے کے لئے سر اٹھائینگے تو ستر ہزار فرشتے لوہے کے گرز سے انھیں مارینگے یہ عذاب اُن پر ہمیشہ ہوتا رہے گا۔

راوی کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کر دیا ہے کہ اہل دوزخ جہنم میں قرنوں (احقاب) تک رہیں گے، مجھے اِن قرنوں (احقاب) کی تعداد نہیں معلوم ہاں آخرت کا قرن (حقب) اسی ہزار برس کا۔ برس تین سو ساٹھ دن کا اور دن ہزار برس کا ہوگا۔ پس اہل دوزخ کی ہلاکت ہی ہلاکت ہے، اُن کے چہروں کی ہلاکت کہ وہ آفتاب کی گرمی اور حدت کو تو برداشت نہیں کر سکتے مگر دوزخ کی آگ میں اُن کو جلنا پڑے گا۔ اُن سروں کی ہلاکت ہے جو سر کا درد تو برداشت نہیں کر سکتے تھے مگر دوزخ میں ان پر کھولتا پانی ڈالا جائے گا۔ اور ہلاکت ہے ان آنکھوں

کی جو آشوب چشم کو برداشت نہیں کر سکتی تھیں مگر دوزخ میں ان سے آگ کے شعلے نکلیں گے۔ اور ہلاکت ہے ان نتھنوں کی جو بدبو کو سونگھنا گوارا نہیں کرتے تھے مگر وہاں آگ ان کو کھائے گی۔ ان کانوں کی ہلاکت ہے جو خوشگوار آوازیں سننا پسند کرتے تھے مگر جہنم میں ان سے شعلے نکلیں گے، ہلاکت ہے ان گردنوں کو جو درد و الم تو برداشت نہیں کر سکتی تھیں مگر اس وقت ان میں طوق ڈالے جائیں گے، ہلاکت ہے ان کھالوں کی جو موٹا لباس پہننا برداشت نہیں کرتی تھیں مگر جہنم میں ان کو آگ کے کھردرے بدبودار اور سخت کپڑے پہنائے جائیں گے، ہلاکت ہے ان پیٹوں کی جو ذرا سی تکلیف برداشت نہیں کر سکتے تھے مگر دوزخ میں زقوم (تھوہڑ) کے کھولتے پانی سے ان کو بھرنا پڑے گا جس سے انتڑیاں بھی کٹ جائیں گی۔ ان پیروں کی ہلاکت ہے جو برہنہ پائی برداشت نہیں کر سکتے تھے مگر انھیں آگ کی جوتیاں پہنائی جائیں گی، پس اہلِ دوزخ کے لئے ہلاکت ہی ہلاکت اور عذاب ہی عذاب ہے جس میں وہ مبتلا ہوں گے۔ الٰہی اپنے حلم عظیم اور فضل عمیم کی برکت سے دوزخی نہ بنانا (آمین ثم آمین)

دوزخ کے پل عبور کرنے کے بعد

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نے ارشاد فرمایا کہ جہنم کے سات پل ہیں اور ہر دو پلوں کے درمیان ستر سال کا فاصلہ ہے، ہر پل کی چوڑائی تلوار کی دھار کے برابر ہے، لوگوں کا پہلا گروہ پلک جھپکنے کی تیزی کی طرح اس پل پر سے گزر جائے گا، دوسرا گروہ بجلی کے کوندے کی طرح تیسرا گروہ تیز ہوا کے جھونکے کی مانند، چوتھا گروہ پرندے کی پرواز، پانچواں گروہ دوڑتے ہوئے گھوڑوں کی طرح، چھٹا تیز رفتاروں کی مانند اس پل سے گزر جائے گا۔ ساتواں گروہ پیادہ پا لوگوں کی طرح اس سے گزرے گا، پل سے گزرنے والوں میں جب آخری آدمی رہ جائے گا تو اس کو حکم دیا جائے گا کہ گزر! وہ اپنے دونوں پاؤں جیسے ہی پل پر رکھے گا اس کا پاؤں پھسل جائے گا تو وہ گھٹنوں کے بل چلنے کی کوشش کرے گا، آگ فوراً اس کے بالوں اور کھال پر اثر انداز ہوگی۔ وہ پیٹ کے بل چلنے کی کوشش کرے گا اور گھسٹتا ہوا چلے گا جب پاؤں بھی سہارا نہیں دے گا تو ایک ہاتھ پکڑ کر چلے گا اور دوسرا ہاتھ اس کا لٹکتا رہے گا۔ دوزخ کی آگ اس پر عذاب کرتی رہے گی وہ خود یہ گمان کرے گا کہ اب میں عذاب سے بچ نہیں سکتا مگر پیٹ کے بل سرکتے سرکتے وہ پل کو پار کرلے گا پل پار کرنے کے بعد وہ پل کی طرف دیکھے گا اور کہے گا "کیسی برکت والی ہے وہ ذات جس نے اپنے عذاب سے نجات بخشی، مجھے یقین نہیں آتا کہ میرے رب نے اگلوں یا پچھلوں میں سے کسی پر ایسی رحمت و بخشش فرمائی ہو جیسی اس نے مجھ پر فرمائی۔"

حضور نے ارشاد فرمایا کہ ایک فرشتہ آئے گا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اس حوض کے پاس لے جائے گا جو جنت کے دروازے کے سامنے ہے۔ اور کہے گا اس میں غسل کرلو اور اس کا پانی پی لو وہ غسل کرے گا اور پانی پیئے گا۔ اس سے بہشت والوں کی خوشبو آئے گی اور اس کا رنگ نکھر جائے گا پھر وہی فرشتہ اسے جہنم کے دروازے پر لاکر کھڑا کر دیگا اور کہے گا اس وقت تک یہاں کھڑے رہو جب تک اللہ تعالیٰ کی اجازت تمہارے بارے میں نہ آجائے اس وقت وہ دوزخیوں کی طرف دیکھے گا، دوزخی کتوں کی طرح بھونکتے ہوں گے اس وقت وہ شخص رو رو کر عرض۔۔

کرے گا الٰہی! میرا منھ اِن دوزخیوں کی طرف سے پھیر دے (تاکہ میں انھیں نہ دیکھ سکوں) اے میرے رب! اس کے سوا میں تجھ سے کچھ اور طلب نہیں کروں گا۔ وہی فرشتہ رب العالمین کی بارگاہ سے آئے گا اور اس کا منھ جہنم کی طرف سے پھیر دے گا اس وقت وہ بندہ جہاں کھڑا ہوگا وہاں سے جنت صرف ایک قدم کے فاصلے پر ہوگی۔ وہ جنت کے دروازے اور اس کی وسعت کی طرف دیکھے گا۔ دروازے کے دونوں بازوؤں کے مابین فاصلہ تیز اڑنے والے پرندے کی چالیس سال کی مسافت کے بقدر ہوگا، حضورؐ نے ارشاد فرمایا وہ بندہ اپنے رب سے عرض کرے گا "اے میرے رب: یقیناً تونے مجھ پر احسانات عظیم فرمائے ہیں، تونے مجھے آگ سے نجات دی منھ پھیر کر جنت کے رُخ پَر کردیا۔ اب میرے اور جنت کے درمیان صرف ایک قدم کا فاصلہ ہے! اے پروردگار! تیرے جلال وعزت کی قسم میں تجھ سے عرض کرتا ہوں کہ تو مجھے جنت کے دروازے میں داخل کردے میں تجھ سے اور کچھ طلب نہیں کروں گا سوائے اس کے کہ جنت کے دروازے کو میرے اور اہل دوزخ کے درمیان حائل فرمادے تاکہ میں ان کی آواز بھی نہ سُن سکوں اور نہ انھیں دیکھوں۔ پھر وہی فرشتہ رب العالمین کی بارگاہ سے آئے گا، اور کہے گا اے ابن آدم۔ تو کسقدر جھوٹا ہے؟ کیا تونے سوال نہ کرنے کا وعدہ نہیں کیا تھا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بندہ کہے گا اور قسم کھائے گا کہ عزت رب کی قسم میں کچھ اور نہیں مانگوں گا، اس وقت فرشتہ اس کا ہاتھ پکڑ کر جنت کے دروازے میں داخل کردے گا اور خود بارگاہ الٰہی میں واپس چلا جائے گا وہ شخص اس وقت اپنے دائیں بائیں اور سامنے یکساں مسافت کے بقدر جنت کو دیکھے گا تو اسے سوائے درختوں اور پھلوں کے کچھ نظر نہیں آئے گا، جنت کے قریب ترین درخت کا اس کے مقام سے فاصلہ ایک پرتیر ہوگا۔ وہ اس پیڑ کو دیکھے گا تو اس کی جڑ سونے کی شاخیں چاندی کی اور پتے اُن حسین کپڑوں کی طرح نظر آئیں گے جنھیں انسان نے دیکھا ہے۔ اس کے پھل مکھن سے زیادہ نرم۔ شہد سے زیادہ شیریں اور مشک سے زیادہ خوشبودار رہیں۔ بندہ یہ دیکھکر حیران رہ جائے گا اور پھر عرض کرے گا! الٰہی تونے مجھے جہنم سے نجات دی اور جنت کے دروازے میں داخل کردیا، تونے مجھ پر بڑے احسانات کئے ہیں لیکن میرے اور اس درخت کے درمیان صرف ایک قدم کا فاصلہ ہے اس کو بھی دور فرمادے اس کے سوا میں تجھ سے اور کوئی سوال نہیں کروں گا۔ پھر وہی فرشتہ آئے گا اور کہے گا تو بھی بڑا جھوٹا ہے تونے تو مزید سوال نہ کرنے کا وعدہ کیا تھا پھر یہ مزید استدعا کیوں کررہا ہے، تیری قسم کہاں گئی تجھے شرم نہیں آتی! آخرکار اس کا ہاتھ پکڑ کر جنت کے اندر قریب ترین محل تک لے جائیگا یکایک اسے ایک سال کی مسافت کے بقدر دوری پر موتی کا یک محل دکھائی دے گا۔ اس محل کو اپنے سامنے اور اپنی قیامگاہ کو اپنے عقب میں دیکھ کر اسے ایسا معلوم ہوگا کہ پچھلی جگہ بالکل ہیچ تھی اس وقت وہ بے ساختہ عرض کرے گا! الٰہی! میں یہ مکان تجھ سے مانگتا ہوں اس کے بعد کسی چیز کی درخواست نہیں کروں گا۔ فوراً ایک فرشتہ آئے گا وہ کہے گا اے انسان: کیا تونے اپنے رَب کی قسم اس سے پہلے نہیں کھائی تھی؟ تو کسقدر کاذب ہے خیر جا تجھے وہ محل دے دیا! جب یہ بندہ اس محل میں پہنچے گا تو اس کے مقابل کا سماں اور منظر دیکھ کر یہ مکان اور محل تو بے وقعت معلوم ہوگا، محل دیکھ کر بے تابو ہوجائے گا اور عرض کرے گا "اے رب میں تجھ سے اس محل کا خواستگار ہوں اس کے بعد کوئی اور سوال نہیں کروں گا فرشتہ پھر آکر کہے گا اے ابن آدم کیا تونے قسم نہیں کھائی تھی؟ آخر تو کتنا دروغ گو ہے؟ فرشتہ اسے اس محل میں داخل کردیگا۔

تو وہ خوش ہو کر اِدھر اُدھر دیکھے گا تو اسے خواب جیسا معلوم ہوگا اور بندہ پھر مقابل کے محل کے لئے استدعا کرے گا پھر فرشتہ آئے گا اور اس کو اس کا وعدہ اور قسم یاد دلائے گا لیکن اس بار ملامت نہیں کریگا کیونکہ وہ محسوس کرے گا کہ جنت کے عجائب و غرائب انسان کے لئے حیران کن ہیں جنھیں دیکھ کر انسان قابو میں نہیں رہ سکتا پھر اسے ایک اور محل نظر آئے گا جسے دیکھکر موجودہ محل بھی اسے خواب و خیال معلوم ہوگا مبہوت ہو کر رہ جائے گا اور پھر اس میں درخواست کی سکت نہ رہیگی آنحضرت صلی اللہ علیہ سلم نے ارشاد فرمایا' پھر وہی فرشتہ آئے گا اور اس سے کہے گا اپنے رب سے اب مانگتے کیوں نہیں؟ بندہ جواب دیگا کہ تم پر خدا کی رحمت ہو میں نے رب العزت کی قسم اسی بار کھائی ہے کہ اب اس سے ڈرتا ہوں مجھے اس سے حیا آتی ہے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے میرے بندے! کیا تو اس پر راضی ہے کہ ازل سے اَبد تک کل دنیا میں جو کچھ ہے اس سے دس گنا تجھے دے دوں؟ بندہ عرض کرے گا پروردگار کیا تو مجھ سے استہزاء فرما رہا ہے تو تو رب العالمین ہے:۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں ایسا کر سکتا ہوں تو جو مانگنا چاہتا ہے مانگ! اس وقت بندہ عرض کریگا کہ مجھے آدمیوں (ہم جنسوں) سے مِلا دے' فوراً ایک فرشتہ اس کا ہاتھ پکڑ کر جنت میں پیادہ پا لے جائے گا اس وقت وہ ایسی چیز دیکھے گا جو اس سے پہلے اس نے کبھی نہیں دیکھی ہوگی بندہ سجدے میں گر پڑے گا اور کہے گا بلاشبہ میرے رب جَلّ و عَلا نے مجھے اپنے جلوہ سے نوازا (مجھے اپنا جلوہ دکھایا)۔ فرشتہ کہے گا سر اٹھا کر دیکھ یہ تیرا گھر ہے یہ تیری منزل ہے اور سب سے کم درجہ کی منزل ہے۔

بندے کے ہزار محل: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بندہ کہے گا کہ اللہ عزوجل اگر میری نظر کی حفاظت نہ فرماتا تو یقیناً اس قصر کے نور سے خیرہ ہو کر میری بینائی جاتی رہتی' پھر وہ اپنے محل میں رہنے لگے گا' تب اس سے ایک دوسرا بندہ ملاقات کرے گا۔ اس ملاقاتی کے چہرے اور لباس کو دیکھ کر وہ خیال کرے گا کہ شاید وہ فرشتہ ہے! آنے والا قریب آکر کہے گا" السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ' آپ کے آنے کا اب وقت آیا وہ سلام کا جواب دینے کے بعد دریافت کرے گا کہ بندۂ خدا تم کون ہو؟ وہ جواب دے گا کہ میں آپ کا محافظ ہوں اور میری طرح آپ کے ایک ہزار محافظ اور ہیں اور ہر ایک کے ذمّہ آپ کے ایک محل کی نگرانی ہے' آپ کے ہزار محل ہیں اور ہر محل میں ہزار خادم اور ایک حور آپ کے لئے مخصوص ہے یہ شخص محل میں داخل ہوگا تو دیکھے گا کہ موتی کے ستر کمرے ہیں' ہر کمرے میں سَتّر دروازے ہیں اور ہر دروازے میں موتی کا ایک قبہ ہے' وہ ان قبوّں کو کھولے گا جسے آج تک کسی مخلوق نے نہیں کھولا ہوگا' درمیانی قبہ میں اس کو سُرخ موتی (یاقوت) کا ایک گنبد نظر آئے گا جس کا طول سَتّر گز ہوگا اور اس کے ستر دروازے ہوں گے اور کوئی موتی آپس میں ہم رنگ نہیں ہوگا۔ ہر لولوی گنبد میں حُور عین موجود ہوں گی' اُن کی جلوہ گاہیں آراستہ و پیراستہ ہوں گی۔ تخت بچھے ہوں گے قبہ کے اندر داخل ہوگا تو ایک حور ملے گی وہ اس کو سلام کریگی یہ شخص سلام کا جواب دیکر متحیر کھڑا رہ جائے گا۔ حور کہے گی: آپ کو میری ملاقات کے لئے اب وقت مِلا! میں آپ کی بیوی ہوں' یہ شخص حور کے منہ کو دیکھے گا اس وقت اس کے چہرے میں (آئینہ کی طرح) اس کو اپنا عکس نظر آئے گا۔ حور ستر جوڑے پہنے ہوگی' ہر جوڑے کا الگ رنگ ہوگا حور کا جسم اس قدر شفاف ہوگا کہ لباس کے باہر سے اس کی پنڈلی کی ہڈی کا گودا

تک نظر آئے گا جب یہ بندہ اس کی طرف سے ذرا دیر کو بھی غافل ہو کر دوبارہ اس کے جمال کو دیکھے گا تو اس کو حُور کا جسم پہلے سے ستر گنا زیادہ حسین نظر آئے گا، حُور اس کے لئے آئینہ ہوگی اور وہ حُور کے لئے !!

جنّت کے محل کی کیفیت

ہر محل کے تین سو ساٹھ دروازے ہوں گے اور ہر دروازے پر تین سو ساٹھ موتی، یا قوت اور دیگر جواہر کے قُبّے ہونگے اور ہر قُبّے کا رنگ ایک دوسرے سے مختلف ہوگا جب وہ محل سے سر نکال کر جھانکے گا تو بقدر مسافت زمین اس کو اپنی ملکیت نظر آئے گی اور جب وہ اس کی سیر کرے گا تو سو برس تک اپنی ہی ملکیت (سرزمین) میں چلتا رہے گا مگر اس کی حد ختم نہیں ہوگی۔ ہر دروازے پر فرشتے موجود ہونگے یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلام اور تحفے لائیں گے۔ ہر فرشتے کے پاس ایسا ہدیہ ہوگا جو دوسرے کے پاس نہیں ہوگا۔ یہ فرشتے اپنے ہدیوں اور تحفوں کے ساتھ روزانہ دِن چڑھے اس بندے کو سلام کرنے آئیں گے، اللہ کی کتاب (قرآن شریف) میں اس کی تصدیق اس طرح موجود ہے۔

وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ — ہر دروازے سے فرشتے اُن سے سلام علیکم کہتے ہوئے آئیں گے

سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ○ — یہ بدلہ ہے اس کا جو تم نے صبر کیا تو آخرت کا گھر (جنت) کتنا اچھا ہے

مزید ارشاد فرمایا:-

وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيْهَا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا ○ — اور جنت میں ان کے لئے صبح و شام رزق ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ بندہ جو سب سے آخر میں داخل ہوا تھا اہل جنت اسے مسکین کے نام سے پکاریں گے اس کی وجہ یہ ہے کہ دوسروں کے مرتبے اس سے کہیں زیادہ افزوں ہونگے۔ اس مسکین کے کھانے کے لئے صرف اسّی ہزار خادم مقرر ہوں گے جب وہ کھانے کی خواہش کرے گا تو اس کے سامنے کھانا ایسے خوانوں میں پیش ہوگا جو زرد اور سرخ یاقوت سے مرصع ہوں گے ان خوانوں کے پائے مروارید کے ہوں گے ہر پائے کی لمبائی بیس میل ہوگی ان خوانوں میں ستر قسم کے لذیذ اور رنگا رنگ کھانے ہوں گے۔ پیالوں میں مختلف قسم کے شربت ہوں گے۔ کھانے کا مزہ شروع سے آخر تک یکساں قائم رہے گا، اگرچہ بعض کھانے ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہوں گے لیکن ان کا رنگ و روپ ایک دوسرے سے الگ ہوگا ہر خادم کو اس کا حِصّہ کھانے سے ضرور دیا جائے گا لیکن جب یہ بندہ کھا چکے گا تب اس کے پس خوردہ سے دیا جائے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے تھے کہ اونچے درجہ والے اس مسکین جنتی کی زیارت کرینگے (بلندی سے اس کو دیکھیں گے۔ لیکن یہ ان لوگوں کو نہیں دیکھ سکے گا۔ اونچے درجے والے ہر جنتی کی خدمت میں آٹھ لکھ خدمت گار ہوں گے ہر خادم کے ہاتھ میں ایک خوان ہوگا جس میں کھانا ہوگا اور جو کھانا ایک خوان میں ہوگا وہ دوسرے میں نہیں ہوگا۔ جنتی ہر قسم کے کھانے میں سے کچھ نہ کچھ ضرور کھائے گا، جب یہ کھانے سے فارغ ہوگا تو ہر خادم کو اس پس خوردہ کھانے اور شربت سے حصہ ملے گا۔ ہر جنتی کو ۷۲ حوریں اور دو انسانی بیویاں عطا ہوں گی۔ ہر بیوی کا محل یاقوت سبز کا ہوگا جو سرخ یاقوت سے مرصع ہوگا ہر قصر کے ستر ہزار دروازے (کواڑ) ہونگے۔ ہر کواڑ پر

موتی کا ایک قبہ ہوگا۔ ہر بیوی ستر ہزار جوڑے پہنے ہوگی۔ ہر جوڑے کے ستر ہزار رنگ ہوں گے اور کوئی جوڑا ایک دوسرے کے مانند و مشابہہ نہ ہوگا۔ ہر بیوی کی خدمت میں ایک ہزار لونڈیاں ہوں گی اور ستر ہزار خواتین سہیلیاں ہوں گی، ہر لونڈی کے ہاتھ میں کھانے سے بھرا ہوا خوان اور شربت سے پُر پیالہ ہوگا اور ایک خوان کا کھانا اور پیالہ کا شربت دوسرے خوان کے کھانے اور شربت سے مشابہہ نہیں ہوگا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ جب وہ بندہ خواہش کریگا کہ اپنے اس بھائی سے ملاقات کرے جس سے دنیا میں اللہ عزوجل کے واسطے محبت کرتا تھا، وہ کہے گا کہ کاش مجھے اپنے بھائی کا حال معلوم ہوتا کہ وہ کس حال میں ہے اس کو خطرہ ہوگا کہ کہیں وہ تباہ نہ ہوگیا ہو۔ اللہ تعالیٰ اس کے دل کے اس خطرے سے واقف ہوگا وہ فرشتوں کو حکم دے گا کہ میرے بندے کو اس کے بھائی کے پاس پہنچادو، اس حکم کے بعد فرشتہ اس کے پاس ایک عمدہ اونٹنی لیکر آئے گا جس پر پالان کے بجائے نور کے گدّے (نمدے) پڑے ہوں گے، جنتی اس کو سلام کریگا فرشتہ سلام کا جواب دینے کے بعد کہے گا کہ اٹھو سوار ہو اور اپنے بھائی کے پاس ملاقات کے لئے چلو، جنتی اونٹنی پر سوار ہوکر بہشت کا وہ راستہ جو ہزار برس میں طے ہوسکتا تھا اتنی جلدی طے کرلیگا جتنی دیر میں تم اونٹنی پر سوار ہوکر تیز رفتاری سے ایک قدم کا راستہ طے کرتے ہو۔ یہ راہ طے کرکے اپنے بھائی کے گھر پہنچ جائے گا اور اس کو سلام کرے گا وہ سلام کا جواب دے گا۔ اور اسے خوش آمدید کہے گا وہ دریافت کرے گا کہ اے بھائی تم کہاں تھے؟ مجھے تو تمہارے بارے میں اندیشہ لاحق ہوگیا تھا، دونوں معانقہ کرینگے اور کہینگے اس خدا کا شکر و احسان ہے جس نے ہم کو ملایا پھر دونوں اللہ تعالیٰ کی حمد ایسی خوش الحانی سے کرینگے کہ کسی نے ایسی آواز کبھی نہیں سنی ہوگی۔

حضور نے فرمایا کہ اس وقت اللہ تعالیٰ ان دونوں سے فرمائے گا کہ اے میرے بندو! یہ وقت عبادت اور بندگی کا نہیں ہے بلکہ ہم سے تحائف مانگنے کا وقت ہے لہٰذا تم دونوں کی جو خواہش ہو ہم سے طلب کرو، وہ دونوں عرض کریں گے کہ الٰہی! ہم دونوں کو اس درجہ (منزلت) میں یکجا کردے، اللہ تعالیٰ ان دونوں کو ایک خیمہ میں یکجا کردیگا (دونوں کو ایک ساتھ رہنے کا حکم فرمادیگا) اس خیمہ کے چاروں طرف موتی اور یاقوت ہوں گے ان کی بیویوں کے لئے الگ مقام ہوں گے پھر وہ دونوں ایک ساتھ کھائے پئیں گے اور ہر طرح کا لطف اٹھائیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جنتی جب کوئی لقمہ اپنے منہ میں رکھے گا اور اس کے دل میں کسی دوسرے کھانے کی خواہش ہوگی تو اللہ تعالیٰ اسی لقمہ کو اس کے منہ میں اسی مرغوب و مطلوب کھانے میں تبدیل فرمادے گا۔

جنّت کی زمین

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ جنت کی زمین کیسی ہوگی؟ حضور نے ارشاد فرمایا اس کی زمین سفید و نرم چاندی کی اور اس کی مٹی مشک کی ہوگی اور ٹیلے زعفران کے ہوں گے اس کی چہار دیواری مروارید، یاقوت اور سونے چاندی کی ہوگی اور ایسی شفاف کہ اندر سے باہر کی چیز اور باہر سے اندر کی چیز نظر آئے گی، جنت میں ایسا کوئی محل نہ ہوگا جس کی اندر کی چیزیں باہر سے اور باہر کی چیزیں اندر سے نظر نہ آتی ہوں، جنت میں ہر شخص کا لباس تہبند (ازار) اور چادر اور بغیر سلے ہوئے جوڑے ہوں گے

موتیوں کا تاج سر پر ہوگا، تاج میں چاروں طرف موتی، یاقوت اور زمرد ہوں گے اور اس سے سونے کی دو زنجیریں لٹکتی ہونگی۔ گردن میں سونے کا گلوبند ہوگا جس کے کنارے یاقوت سبز اور مروارید کے ہوں گے۔ ہر جنتی کے ہاتھ میں تین کنگن ہوں گے، ایک کنگن سونے کا، ایک چاندی کا ایک موتیوں کا ہوگا، تاج کے نیچے موتیوں اور یاقوت کے سربند ہوں گے۔ جوڑوں کے اوپر باریک ریشم کا لباس ہوگا جن کے استر سبز حریر کے ہونگے۔ سب تکئے لگائے ایسے بستروں پر بیٹھے ہوں گے جن کا استر موٹے ریشم کا اور ابرہ عمدہ سُرخ نفیس کپڑے کا ہوگا۔ اس پر سُرخ یاقوت کی دھاریاں پڑی ہوں گی۔ ان کے تخت سُرخ یاقوت کے اور ان کے پائے مروارید کے ہوں گے، ہر تخت پر ہزار فرش بچھے ہوں گے اور ہر فرش میں ستر رنگ ہونگے کوئی رنگ ایک دوسرے سے مشابہہ نہیں ہوگا۔ ہر تخت کے سامنے ستر ہزار بستر ہوں گے اور ہر بستر کے ستر رنگ ہوں گے۔ اور کوئی بستر دوسرے سے مشابہہ نہیں ہوگا۔ ہر بستر کے دائیں بائیں ستر ہزار کرسیاں ہوں گی اور ہر کرسی نئی ہوگی اور ایک دوسرے سے مختلف ؛

اہل جنت کی ہیئت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمام اہل جنت خواہ وہ دنیا میں پست قد ہی کیوں نہ ہوں جنت میں حضرت آدم علیہ السلام کے قد کے برابر ہوں گے۔ حضرت آدم علیہ السلام کا قد ساٹھ ہاتھ کا ہوگا۔ تمام جنتی جوان ہوں گے، ریش و بروت (داڑھی مونچھ) کے بغیر، ان کی گہری سرمگیں آنکھیں ہونگی اُن کی بیویاں سب یکساں قد کی ہوں گی، اس اہتمام کے بعد منادی ایسی آواز میں پکارے گا جو دور و نزدیک نیچے اور اوپر یکساں سُنی جائے گی کہ اے جنت والو! کیا تم کو اپنے یہ گھر پسند آئے؟ سب جواب میں عرض کرینگے، خدا کی قسم ہمارے رب نے ہمیں عزت اور کرامت کی جگہ اُتارا ہے ہم یہاں سے کہیں اور منتقل نہیں ہونا چاہتے اور نہ اس کے بدلے دوسرا گھر ہم چاہتے ہیں، ہم اپنے رب کے جوار میں خوش ہیں، اے اللہ! اے ہمارے پروردگار! ہم نے تیری منادی سُنی اور اس کا سچا جواب عرض کردیا۔

دیدار الٰہی الٰہی ہم تیرے دیدار کے طالب ہیں تو ہمیں اپنا جلوہ دکھادے کیونکہ تیرا دیدار ہی تو سب سے بڑھ کر ہے۔
اس وقت اللہ تعالیٰ اس جنت کو جس کا نام دارالسلام ہے اور جہاں اللہ تعالیٰ کی مجلس اور مقام ہے حکم دیگا کہ خود کو سجالے اور آراستہ کرلے اور اس کے لئے تیار ہو جا کہ میں اپنا دیدار اپنے بندوں کو کراؤں۔ جنت دارالسلام رب کا حکم سُنے گی اور بات ختم ہونے سے پہلے ہی خود کو آراستہ کرلے گی اور اللہ تعالیٰ کا دیدار کرنے والوں کے لئے تیار ہو جائے گی۔ اس وقت اللہ تعالیٰ ایک فرشتے کو حکم دے گا کہ میرے دیدار کے لئے میرے بندوں کو بلاؤ وہ فرشتہ بارگاہِ الٰہی سے روانہ ہو کر بہت پُرکیف بلند اور لمبی آواز میں پکارے گا! اے اہلِ جنت اے اللہ کے دوستو!! آؤ اپنے رب کا دیدار کرو، اس کی آواز ہر جنتی سن لے گا خواہ وہ اوپر کے طبقے میں ہو یا نیچے کے طبقے میں! تمام جنتی اونٹوں اور گھوڑوں پر سوار ہو جائیں گے۔ سفید کستوری اور زرد زعفران کے ٹیلوں کی طرف چلیں گے اور دروازے کے قریب پہنچکر سلام پیش کریں گے اور اس طرح کہیں گے "السَّلَامُ عَلَيْنَا مِن رَّبِّنَا" (ہم پر ہمارے رب کی طرف سے سلام ہو) پھر وہ داخلے کی اجازت چاہیں گے ان کو اجازت دیدی جائیگی،

جونہی وہ دروازہ میں داخل ہونے کا ارادہ کریں گے کہ عرش کے نیچے سے مثیرہ نامی ہوا چلے گی وہ ہوا مشک و زعفران کے ٹیلوں کو اٹھائے گی اور غبار بن کر ان طالبانِ دیدار کے سروں، گریبانوں اور کپڑوں پر ڈال دے گی پھر وہ اندر داخل ہوکر اپنے رب اور اس کی عرش و کرسی پر نظر ڈالیں گے، ان کو ایک نورِ تاباں نظر آئے گا مگر رب جلوہ فرما نہ ہوگا اس وقت یہ سب یک زبان ہوکر کہیں گے "سُبْحَانَكَ رَبَّنَا قُدُّوْسٌ ، رَبُّ الْمَلٰٓئِكَةِ وَالرُّوحِ تَبَارَكْتَ وَتَعَالَيْتَ" (اے ہمارے پروردگار تو ہر عیب سے پاک ہے تو قدوس ہے تو فرشتوں اور روحوں کا رب ہے تو برکت والا اور عالی مرتبہ ہے) ہمیں اپنے جمال کے دیدار سے مشرف فرما! اس وقت اللہ تعالیٰ حجاباتِ نور کو حکم دے گا کہ ہٹ جاؤ، فوراً یکے بعد دیگرے حجابات اٹھتے چلے جائیں گے اس طرح ستر حجابات اُٹھ جائیں گے اور زیرین حجاب اپنے بالائی حجاب سے نورانیت میں ستر گنا زیادہ ہوگا، اس کے بعد اللہ تعالیٰ جلوہ افروز ہوگا۔ طالبانِ دیدار سب سجدے میں گر پڑیں گے اور جتنی دیر اللہ چاہے گا سجدہ ریز رہیں گے، سب سجدے میں کہیں گے "ہم تیری پاکی بیان کرتے ہیں تیرے ہی لئے تمام حمد و ثنا ہے، تو نے ہم کو دوزخ سے بچایا اور جنت میں داخل کیا، یہ مکان ہمارے لئے کتنا اچھا ہے ہم تجھ سے پورے پورے راضی ہیں تو بھی ہم سے راضی ہوجا" اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں تم سے پورے طور پر راضی ہوں، یہ بندگی اور حمد و ثنا بیان کرنے کا وقت نہیں ہے، یہ عیش و شادکامی کا وقت ہے، مجھ سے مانگو میں تمھیں عطا کروں گا، آرزو کرو میں تمھاری آرزو سے بہت زیادہ تم کو دوں گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اہل جنت دل ہی دل میں آرزو کریں گے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو جو کچھ عطا فرمایا ہے وہ ہمیشہ قائم رکھے اللہ تعالیٰ (ان کی آرزو کے جواب میں) فرمائے گا کہ جو کچھ میں نے تم کو عطا کیا ہے اور اسی کی مثل و مانند جو کچھ اور عطا کروں گا وہ سب تمھارے لئے قائم و دائم رکھوں گا، اہل جنت اللہ اکبر کہتے ہوئے سر اٹھائیں گے اور رب العزت کے نور پاک کی شدت سے اس طرف نظر نہ اٹھا سکیں گے اس مجلس کا نام "مشرقی قبۂ عرش رب العالمین" ہوگا۔ اس کے بعد رب العزت ان سے فرمائے گا اے میرے بندو! اے میری قربت والو! میرے دوستو! میرے محبو! مجھ سے محبت رکھنے والو! اے وہ لوگو جن کو میں نے اپنی مخلوق اور اطاعت گزار بندوں میں سے منتخب کیا ہے! مَرْحَبًا مَرْحَبًا!!

عرشِ الٰہی اور منبر

اس کے بعد ان لوگوں کو رب العزت کے عرش کے سامنے کچھ نورانی منبر نظر آئیں گے، ان منبروں کے نیچے نور کی کرسیاں ہوں گی، ان کرسیوں کے نیچے فرش پر غالیچے اور غالیچوں کے نیچے مسندیں ہونگی۔ اللہ جل و جلالہ فرمائے گا! آؤ اور حسب مراتب بیٹھو، سب سے آگے رسولانِ کرام علیہم السلام تشریف لائیں گے اور منبروں پر تشریف فرما ہو جائیں گے پھر انبیاء علیہم السلام کرسیوں پر جلوہ افروز ہوں گے اور حضرات صالحین آگے بڑھ کر مسندوں پر بیٹھ جائیں گے اس کے بعد نورانی خوان بچھائے جائیں گے، ہر خوان کے ستر رنگ ہوں گے اور ہر ایک مروارید و یاقوت سے مرصع ہوگا۔ پھر حق تبارک تعالیٰ اپنے خدام کو حکم دے گا کہ سب کو کھلاؤ یہ خدام سب کے آگے خوانوں میں ستر پیالے یاقوت و مروارید کے رکھیں گے ہر ایک پیالے میں ستر قسم کا کھانا ہوگا اللہ عزوجل ارشاد

فرمائے گا کہ کھاؤ، ہر ایک جتنا چاہے گا کھائیگا، کھاتے وقت آپس میں یہ حضرات کہیں گے کہ آج کے کھانے کے مقابل میں ہمارے گھر کا کھانا بالکل ہیچ تھا۔ وہ اس کے مقابلہ میں خواب و خیال ہے پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے یہ حضرات شراب سے سیراب کئے جائیں گے اس وقت اہل جنت آپس میں کہیں گے کہ ہمارے مشروبات تو اس مشروب کے مقابلے میں ایک خواب و خیال (ہیچ) ہیں، پھر رب العزت فرمائے گا کہ تم نے ان کو کھلا پلا دیا اب ان کو پھل اور میوے کھلاؤ، خدام پھل لیکر آئیں گے اہل جنت ان پھلوں میں سے کچھ کھائیں گے اور کہیں گے اِن پھلوں کے مقابلے میں ہمارے دنیا کے پھل بالکل ہیچ اور بے حقیقت ہیں۔ اللہ تعالیٰ خادموں کو حکم دیگا کہ تم نے ان کو کھلا پلا دیا میوے بھی کھلا دیئے اب ان کو لباس بہشتی اور زیور سے آراستہ کرو۔ خادم لباس اور زیور ان کو پہنائیں گے اس وقت یہ لوگ آپس میں کہیں گے کہ اس کے مقابلے میں ہمارے زیور و لباس تو بالکل ہیچ تھے۔ یہ لوگ کرسیوں پر ہی بیٹھے ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ عرش سے ایک ہوا بھیجے گا جس کا نام مثیرہ ہوگا یہ ہوا زیر عرش سے مشک اور کافور کا غبار (جو برف سے زیادہ سفید ہوگا) ساتھ لاکر ان کے سروں، گریبانوں اور کپڑوں پر ڈال دے گی جس سے یہ سب معطر ہو جائیں گے، پھر تمام خوان بچے ہوئے کھانوں کے ساتھ اٹھالئے جائیں گے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس وقت اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے میرے بندو۔ مجھ سے سوال کرو میں عطا کروں گا اور آرزو کرو گے اس سے زیادہ دوں گا یہ سب جنتی متفقہ طور پر کہیں گے اے اللہ! اے ہمارے رب: ہم تجھ سے تیری رضا کے طالب ہیں، اللہ تعالیٰ فرمائیگا میرے بندو میں تم سے راضی ہوں، سب سجدے میں گر پڑیں گے اور تسبیح و تکبیر میں مشغول ہو جائیں گے اس وقت رب العزت فرمائے گا میرے بندو! سر اٹھاؤ یہ عبادت کا وقت نہیں ہے یہ وقت تو عیش و عشرت اور راحت نعمتوں کا ہے: بندے سجدے سے سر اٹھائیں گے، انوار ربی کی وجہ سے ان کے چہرے تاباں ہوں گے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اب اپنے اپنے محلوں کو واپس جاؤ۔ یہ سب جنتی بارگاہِ الٰہی سے نکل آئیں گے، خدام سواریاں لے آئیں گے یہ تمام جنتی اپنی اپنی اونٹنی یا خچر پر بیٹھ جائیں گے ہر ایک کی رکاب میں ستر ہزار غلام ہوں گے یہ غلام بھی اسی جیسی سواری پر سوار ہوں گے۔ راستہ میں سے جو جہاں کا ہو اپنے علاقے اور محل کی طرف چلا جائے گا باقی سب اس کے ہمرکاب ہیں گے یہاں تک کہ اس کا قصر آ جائے گا۔ قصر میں پہنچ کر جنتی اپنی بیوی کی طرف جائے گا وہ کھڑے ہو کر اس کا استقبال کرے گی، خوش آمدید و مرحبا کہے گی اور کہے گی میرے محبوب آپ تو اپنے رب کے پاس حسن و جمال اور نور لیکر خوشبودار لباس اور حسین زیور کے ساتھ آئے، میں بھی آپ سے جدا نہیں آپ کے ساتھ تھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک فرشتہ بلند آواز سے پکار کر کہے گا، اے اہل جنت! تم ہمیشہ اسی حال میں رہوگے اور تم کو اسی طرح یہ نعمتیں ملتی رہیں گی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ فرشتے ہر دروازے سے "سَلَامٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ" کہتے ہوئے آئیں گے ان کے ساتھ ہدیے کے طور پر مطعومات، مشروبات، ملبوسات اور زیورات ہونگے۔

حضور فرماتے تھے کہ جنت کے سو درجے ہوں گے ہر دو درجوں کے درمیان ایک سردار معین ہے جس کی بزرگی اور فضیلت کا سب اقرار کریں گے۔ جنت میں سفید کستوری اور زعفران کے پہاڑ ہیں، اہل جنت کی ڈکار سے کستوری کی اور پسینے سے مشک کی خوشبو آتی ہے وہ نہ تھوکتے ہیں اور نہ انھیں بول و براز کی ضرورت پیش آتی ہے نہ

کی ناک بہتی ہے اور نہ وہ بیمار ہوتے ہیں نہ ان کے سر میں درد ہوتا ہے۔
حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے تھے کہ تمام اعلیٰ درجہ اور کم درجہ والے جنتی چاشت کے وقت کھانا کھاتے ہیں پھر دو گھڑی آرام کرتے ہیں اور دو گھڑی آپس میں ملاقاتیں کرتے ہیں۔ چار گھڑی اپنے خالق کی تمجید بیان کرتے ہیں پھر دو گھڑی آپس میں ملتے جلتے ہیں۔ جنت میں رات اور دن بھی ہیں لیکن جنت کی رات کی تاریکی دن کی روشنی سے ستر گنا زیادہ ہوگی۔ حضور فرماتے تھے کہ تحفہ و ہدایا دینے کے اعتبار سے ادنیٰ درجہ کا شخص بھی ایسا ہوگا کہ اگر اس کے پاس جن وانس مہمان ہوں تب بھی اس کے پاس اپنے مہمانوں کے لئے کرسیاں، فرش، تکئے اور بستر ہوں گے اور مہمانوں کو کھلانے کے لئے بھی کافی سامان خوراک ہوگا۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں بعض درختوں کے تنے سونے کے بعض چاندی کے اور بعض یاقوت و زبرجد کے ہوں گے ان کی شاخیں بھی ایسی ہی ہوں گی اور ان کے پتے دنیوی زیوروں سے زیادہ خوبصورت ہوں گے ان کے پھل مکھن سے زیادہ نرم اور شہد سے زیادہ شیریں ہوں گے، ہر درخت کی لمبائی پانچسو سال اور موٹائی ستر سال کی مسافت کے بقدر ہوگی، دیکھنے والے کی نظر درخت کے آخری پتے اور پھل تک نہ پہنچے گی۔ ہر درخت کے پھل ستر ہزار قسم کے ہوں گے اور کوئی پھل ہم رنگ نہیں ہوگا۔ جنتی کو جس قسم کے پھل کی خواہش ہوگی وہی پھل رکھنے والی شاخ پانچسو، پچاس یا اس سے کم مسافت کی راہ سے نیچے جھک آئے گی، اس پھل کا طالب اگر اس پھل کو ہاتھ سے توڑنا چاہے گا تو اس کو توڑ لے گا، اور اگر منہ میں لینا چاہے گا تو اپنا منہ کھول دیگا وہ پھل اس کے منہ میں آجائے گا۔ جب پھل کو توڑے گا فوراً اس کے عوض ایک دوسرا خوبصورت اور عمدہ پھل اللہ تعالیٰ پیدا کردے گا، جب جنتی پھل توڑنے اور کھانے کی خواہش پوری کرے گا تو شاخ آاچک کر پھر وہیں اوپر لوٹ جائے گی جہاں سے جھکی تھی، جنت میں بعض درخت ثمردار نہیں ہوں گے بلکہ ان میں صرف شگوفوں کے غلاف اور آستینیں ہوں گی جن میں حریر، خوبصورت نفیس ریشم، باریک ریشمی کپڑے ہوں گے اور بعض آستینوں میں مشک وکافور ہونگے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے تھے کہ اہل جنت ہر جمعہ کو اپنے رب کے دیدار سے مشرف ہوں گے، نیز ارشاد فرمایا کہ اگر بہشت کا ایک تاج آسمان سے نیچے لٹکا دیا جائے تو اس کی تابانی سورج کی چمک دمک کو ماند کردے۔
حضور فرماتے تھے کہ جنت میں رہنے سے محل ہیں ہر محل میں چار نہریں رواں ہیں۔ ایک آب شیریں کی، دوسری دودھ کی، تیسری شراب (طہور) کی اور چوتھی شہد مصفا کی، اگر جنتی کسی نہر کا پانی پیئے گا تو آخر میں اس پانی سے مشک کی خوشبو آئے گی۔ جنتی ان چشموں کا پانی ملائے بغیر نہروں کا پانی پئیں گے، ایک چشمہ کا نام زنجبیل ہے، دوسرے کا نام تسنیم تیسرے کا کافور، چشمۂ کافور سے صرف مقربین حضرات سیراب ہوں گے۔ رسول اللہ فرماتے تھے کہ اگر اللہ تعالیٰ یہ فیصلہ صادر نہ فرما چکا ہوتا کہ اہل جنت شراب طہور کے پیالے لینے میں ایک دوسرے پر پیشقدمی کرینگے تو اہل جنت اُن کاسوں کو کبھی اپنے منہ سے نہ ہٹاتے، حضور فرماتے تھے کہ اہل جنت ایک لاکھ سال یا اس سے بھی زیادہ دور کی مسافت سے باہم ملاقات کے لئے جائیں گے اور جب وہ ملاقات کے بعد اپنے اپنے محلات کو واپس جائیں گے تو وہ سیدھے اپنے اپنے ٹھکانوں پر (راہ بھٹکے اور بھولے بغیر) واپس آجائیں گے۔

واپسی پر اللہ کی طرف سے تحفے

اہلِ جنت جب دیدارِ الٰہی سے مشرف ہوکر واپسی کا قصد کرینگے تو اللہ تعالیٰ ہر شخص کو ایک سبز رنگ کا انار مرحمت فرمائے گا جس میں ستر دانے ہونگے اور ہر دانے میں سو رنگ ہونگے اور کوئی دانہ ہم رنگ نہیں ہوگا، بارگاہ الٰہی سے مراجعت کے وقت وہ جنت کے بازاروں سے گزریں گے ان بازاروں میں خرید و فروخت نہیں ہوگی بلکہ وہاں زیور، کپڑوں کے جوڑے، باریک ورموٹا ریشمی کپڑا، خوبصورت منقش موتی اور یاقوت اور مرصع تاج لٹکے ہوں گے، وہاں سے جنتی اتنی چیزیں لیں گے جتنی وہ لے جانا چاہیں گے مگر ان بازاروں میں کچھ کمی نہیں آئے گی، وہاں حسین ترین تصویریں بھی ہوں گی ایسی ہی جیسی آدمیوں کی تصویریں ہوتی ہیں ان تصویروں کے سینوں پر تحریر ہوگا کہ جو شخص مجھ جیسا حسین ہونا پسند کریگا اللہ تعالیٰ اس کو مجھ جیسا بنادے گا پس جو اُن تصویروں جیسا حسین ہونا پسند کرے گا اس کے چہرے کا حسن اس تصویر کی طرح حسین ہوجائے گا۔ جب لوگ لوٹ کر اپنے اپنے محلات میں آئیں گے تو غلمان صف باندھے کھڑے ہوں گے اور ان واپس آنے والوں کو خوش آمدید مرحبا کہتے ہوئے آگے بڑھیں گے، ہر ایک اپنے برابر والے کو ان جنتیوں کی واپسی کی بشارت دے گا اس طرح سلسلہ بہ سلسلہ یہ خوشخبری اس کی بیوی (حور) تک پہنچ جائے گی، بیوی فرطِ انبساط سے دروازے تک آئے گی اور اس کو سلام و مرحبا کہے گی، دونوں گلے ملیں گے اور معانقہ کرتے ہوئے اندر آجائیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ جنتی کی بیوی اتنی حسین وجمیل ہوگی کہ اگر اسے کوئی فرشتہ نبی یا رسول دیکھ لے تو اس کے حسن پر فریفتہ ہوجائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اہل جنت کھانے کے بعد جو آخری شربت پئیں گے اس کا نام "طہور دِھاق" (پاک لبریز) ہوگا اس کا ایک گھونٹ پینے کے بعد جو کچھ کھایا پیا ہے سب ہضم ہوجائے گا اس کی ڈکار مشک کی خوشبو کی طرح ہوگی اہل جنت کے پیٹ میں کبھی کوئی تکلیف نہیں ہوگی شراب طہور پینے کے بعد انھیں پھر کھانے کی خواہش ہوگی اور ہمیشہ ان کا یہی طریقہ رہے گا۔

جنّت کی قسمیں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ اہل جنت کی سواریاں سفید یاقوت سے بنائی گئی ہیں۔ آپ فرماتے تھے کہ جنتیں تین قسم کی ہیں ایک کا نام الجنّتہ دوسری کا عدن اور تیسری کا دارالسلام ہے۔ جنت عدن' الجنتہ' سے ستر کروڑ گنا بڑی ہے، الجنّتہ کے محل باہر سے سونے کے اور اندر سے زبرجد کے ہوں گے اس کے برج سرخ یاقوت کے اور اس کے جھروکے (کھڑکیاں) موتیوں کی لڑیوں کے ہونگے، جنتی اپنی بیوی سے سات سو سال کی مدت کے بقدر لطف اندوز ہوگا پھر اس کی دوسری بیوی جو پہلی بیوی سے زیادہ حسین وجمیل ہوگی دوسرے محل سے اس کو پکارے گی کہ اے دوست! اب وقت آگیا ہے کہ میں تم سے دولت وصال حاصل کروں! وہ پوچھے گا تم کون ہو؟ وہ جواب دے گی کہ میں وہ ہوں جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا تھا:۔

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ (کوئی نہیں جانتا کہ ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک کے لئے کیا کیا چھپا کر رکھا گیا ہے۔)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ جنت میں ایک درخت ہے اس کا سایہ اتنا ہے کہ سوار سات سو سال تک چلے تب بھی اس کا سایہ ختم نہ ہو اس کے نیچے نہریں رواں ہیں اس کی ہر شاخ پر شہر تعمیر ہیں، ہر شہر کی لمبائی دس ہزار

نکل ہے ایک شہر سے دوسرا شہر مشرق و مغرب کے فاصلہ پر ہے ان کے محلوں سے سلسبیل کے چشمے شہروں کی طرف جاری ہیں اس درخت کا پتا اتنا بڑا ہے کہ اس کے سایہ میں پوری ایک اُمّت آجائے. حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ جب جنتی مرد اپنی بیوی کے پاس جائے گا تو وہ کہے گی قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے آپ کی ملاقات کی عزت بخشی کہ جنت کی کوئی چیز مجھے آپ سے زیادہ محبوب نہیں ہے. جنتی بھی ایسا ہی جواب دیگا. حضورؐ فرماتے تھے کہ جنت میں ایسی ایسی چیزیں موجود ہیں جن کی تعریف بیان کرنے والے بیان نہیں کرسکتے نہ ساری دنیا ان کا تصور کرسکتی ہے نہ کسی سننے والے کانوں نے ان کو سنا اور نہ مخلوق کی آنکھوں نے ان کو دیکھا ہے۔

جنّتِ عدن

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ایسے دو شخصوں کو جو محض اللہ کے لئے آپس میں محبت رکھتے تھے "عدن" کی جنت میں ایسے سرخ یاقوت کے منار پر اتارے گا جس کا عرض ستر ہزار سال کی مسافت کے بقدر ہے، اس منار پر ستر ہزار کمرے ہوں گے اور ہر کمرہ ایک محل کی صورت میں ہوگا. محض اللہ کے لئے محبت کرنے والے اوپر سے تمام اہلِ جنت کو دیکھیں گے۔ اِن اہل منار کی پیشانیوں پر لکھا ہوگا "ہم لوجہ اللہ محبت کرنے والے ہیں" جب ان میں سے کوئی اپنے محل سے اہلِ جنت کو دیکھے گا تو اس کے چہرے کے نور سے اہلِ بہشت کے محلات اس طرح معمور ہوجائیں گے جس طرح خورشید کے نور سے اہل زمین کے گھر بھر جاتے ہیں اس وقت ایک جنتی دوسرے جنتی سے کہے گا یہ روشنی ان چہروں کی ہے جنھوں نے محض اللہ کے لئے آپس میں دوستی کی ہے، یہ کہتے ہی اس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح درخشاں اور فروزاں ہوجائے گا.

حضورؐ فرماتے تھے کہ جنتی اپنے حسن میں جنت کے خادموں پر ایسی فضیلت و برتری والا ہوگا جیسے ستاروں پر ماہِ کامل کو فضیلت حاصل ہے، آپؐ نے فرمایا کہ جب اہل جنت کھانے سے فارغ ہوجائیں گے تو جنت کی بیویاں کیف آفریں لے کے ساتھ گائیں گی اور کہیں گی "ہم ہمیشہ رہنے والی ہیں ہم کو کبھی موت نہیں آئے گی، ہم امن و امان میں رہنے والی ہیں ہم کو کبھی خوف دامنگیر نہیں ہوگا، ہم خوش و خرم رہنے والی ہیں ہم کبھی ناخوش نہیں ہوں گی، ہم ہمیشہ جوان رہنے والی ہیں ہم کو بڑھاپا لاحق نہ ہوگا ہم ہمیشہ لباس میں ملبوس رہنے والی ہیں کبھی برہنہ نہیں ہوں گی، ہم نیک اور حسین ترین عورتیں اور عزت والی قوم کی بیویاں ہیں۔

جنّت کے پرندے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ جنت کے ہر پرندے کے ستر ہزار پر ہیں، اُن کا ہر پر دوسرے سے الگ رنگ کا ہے، ہر پرندہ کی جسامت طول و عرض میں ایک ایک میل ہوگی اگر جنتی ان پرندوں میں سے کسی کے کھانے کا خواستگار ہوگا تو اس پرندے کو ایک ظرف میں لاکر رکھ دیا جائے گا اس وقت وہ اپنے پر پھڑ پھڑائیگا جس سے ستر رنگ کے کھانے گرینگے، ان میں کچھ کچا گوشت ہوگا اور کچھ بھنا ہوا، ہر گوشت کا رنگ الگ الگ ہوگا اس کا مزہ منّ کی مانند ہوگا، یہ گوشت منّ کے مزے کے ترنجبین سے زیادہ لذیذ اور مکھن سے زیادہ نرم و لطیف چھاچھ سے زیادہ سفید ہوگا، جب جنتی کھانے سے فارغ ہوجائے گا، تو یہ پرندہ پھڑ پھڑا کر اڑ جائے گا اور اس کا ایک پر بھی کم نہ ہونے پائے گا

وہ غذا جو صحرا میں بنی اسرائیل پر بیابان تیہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا تھا یہ ایک قسم کا گوند تھا جو مزے میں ترنجبین سے زیادہ لذیذ تھا۔

جنتیوں کے پرندے اور اُن کے گھوڑے جنت کے باغوں میں اور ان جنتیوں کے محلوں کے آس پاس چراگاہوں میں چریں گے۔

مزید انعامات

حضور فرماتے تھے کہ اہلِ جنت کو اللہ تعالیٰ سونے کی انگوٹھیاں مرحمت فرمائے گا جنہیں وہ پہنیں گے یہ بہشت کی انگشتریاں ہوں گی، اس کے بعد مزید یاقوت اور لُولُو کی انگشتریاں ہوں گی۔ یہ انگشتریاں دارالسلام میں دیدارِ الٰہی کے وقت عطا ہوں گی۔ اہلِ جنت جب اپنے رب کی زیارت سے مشرف ہونگے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا فرمودہ مہمانی کے کھانوں کو کھائیں گے، مشروبات پئیں گے اور ان کی لذتوں سے محفوظ ہوں گے اس وقت رب العزت فرمائے گا۔ اے داؤدؑ اب خوش الحانی سے میری عظمت کے ترانے گاؤ حضرت داؤدؑ حکم کی تعمیل فرمائیں گے۔ آپ کی خوش لحانی سے جنت کی ہر چیز پر ایک سکوت کا عالم طاری ہو جائے گا اور ہمہ تن گوش ہو جائے گی۔ پھر رب العزت اہلِ جنت کو لباس اور زیورات عطا فرمائے گا اور یہ لوگ اپنے اپنے مکانوں میں واپس آجائیں گے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ہر جنتی کے لئے ایک درخت مخصوص ہوگا جس کا نام طوبیٰ ہوگا، جب اس کو اعلیٰ لباس پہننے کی خواہش ہوگی تو وہ طوبیٰ کے پاس جائے گا، درخت اپنے شگوفوں کے غلاف کھول دے گا وہ چھ رنگ کے ہونگے ہر غلاف میں ستّر رنگ کے کپڑے ہوں گے ہر ایک رنگ اور نقش دوسرے کے نقش اور رنگ سے جداگانہ ہوگا۔ جنتی جو لباس چاہے گا منتخب کرے گا، منتخب لباس کا کپڑا لالہ کے پھول کی پنکھڑیوں سے زیادہ نرم و نازک اور لطیف ہوگا۔ حضورؐ فرماتے تھے کہ جنت کی بیویوں کے گلوں میں تحریر ہوگا؛ "تم میرے حبیب ہو اور میں تمھاری محبوبہ ہوں تمھاری طرف سے میرے دل میں نہ کدورت ہوگی اور نہ شکایت"۔ جنتی جب اپنی بیوی کے سینے کی طرف نظر ڈالے گا تو اجسم اس قدر شفاف ہوگا کہ گوشت اور ہڈیوں کے عقب سے جگر کی سیاہی نظر آئے گی، عورت کا جگر مرد کے لئے آئینہ ہوگا اور مرد کا جگر بیوی کے لئے آئینہ ہوگا۔ جگر کی سیاہی سے اس بیوی کے حُسن میں کوئی نقص پیدا نہیں ہوگا جس طرح یاقوت میں دھاگہ پرونے سے کوئی نقص پیدا نہیں ہوتا، ان کی سفید موتی کی طرح اور چمک دمک یاقوت کی طرح ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: كَاَنَّهُنَّ الْيَاقُوْتُ وَالْمَرْجَانُ ۝ (گویا وہ یاقوت اور مرجان کی طرح ہیں)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ جنتی لوگ موتی اور یاقوت کی اونٹنیوں اور خچروں پر سوار ہوں گے، ان کے قدم منتہائے نظر پر پڑیں گے، ہر چوپائے کی جسامت ستّر میل کی ہوگی، ان کی مہاریں اور لگام میں موتی اور زبرجد کی ہوں گی۔

فَوَقٰهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَلَقّٰهُمْ نَضْرَةً وَّسُرُوْرًا۝

جہنم کی ہولناکیاں | یعنی اللہ تعالیٰ نے اہل جنت کو اس دن کی برائی سے بچا لیا اور ان کو تازگی اور مسرت سے ہمکنار کیا، مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنتیوں کو قیامت کے دن حساب کی سختی اور دوزخ کی شدت اور تکلیف سے محفوظ رکھا۔

دوزخ | قیامت کے میدان میں انیس فرشتے ایسے ہونگے جن میں سے ہر ایک کے ساتھ ستر ہزار فرشتے بطور مددگار موجود ہوں گے تاکہ رب العزت کے حکم کی تعمیل کریں، یہ فرشتے دوزخ کو کھینچ کر لائیں گے یہ بڑے ہی بھیانک اور بدخو ہوں گے، بہت ہی سخت مزاج ہوں گے، ان کے دانت باہر کو نکلے ہوں گے، آنکھیں شعلہ کی طرح اور ان کے نتھنوں سے دھواں نکلتا ہوگا، وہ کبھی دوزخ کے دائیں بائیں اور کبھی اس کے پیچھے چلیں گے۔ ہر ایک کے ہاتھ میں لوہے کا گرز ہوگا اس گرز سے وہ دوزخ کو ہانکیں گے، دوزخ کی پھنکاریں، دھاڑیں، تاریکی، کڑک اور شدت غضب کے باعث شعلے اٹھتے ہونگے، فرشتے دوزخ کو مخلوق کی تباہ شدہ اور بہشت کے درمیان لاکر کھڑا کردیں گے، دوزخ منہ اٹھا کر دیکھے گا تو سامنے مخلوق کھڑی ہوگی، دوزخ زور کرکے آگے بڑھ کر ان کو کھانا چاہے گا مگر موکل اپنی زنجیروں سے اس کو روک لینگے (اگر اس کو نہ روکا جائے تو وہ ہر مومن و کافر کو نگل لے) جب اس کو روک دیا جائے گا تو اس میں (غصہ) ایک زبردست جوش پیدا ہوگا۔ یہ معلوم ہوگا کہ شدت غضب سے پھٹ پڑے گا اس وقت وہ اس زور کی سانس کھینچے گا کہ اس کے دانت بجنے کی آواز ساری مخلوق کو سنائی دے گی، اس ہولناک آواز سے لوگوں کے دل دہل جائیں گے، سینے سے باہر نکلنے لگیں گے، آنکھیں پتھرا جائیں گی، دل سینوں سے اچھل کر حلق میں آجائیں گے، اس وقت میدان حشر میں ہر مقرب فرشتہ اور نبی مرسل دوزانو بیٹھ جائے گا، دوزخ پھر سانس کو باہر پھینکے گا، تو ہر شخص کی آنکھوں میں جتنے قطرے ہیں وہ سب کے سب باہر نکل پڑیں گے (ہر ایک کی آنکھیں اشکبار ہو جائیں گی، پھر دوزخ تیسری سانس لیگا تو اگر کسی جن یا انسان کے اعمال بہتر نبیوں کے برابر بھی کردیے جائیں تب بھی وہ خیال کرے گا کہ وہ کہیں دوزخ کی غذا نہ بن جائے، جب وہ پھر سانس لے گا تو زبانیں گنگ ہو جائیں گی، حضرت جبرئیل، میکائیل اور حضرت خلیل اللہ علیہ السلام عرش الٰہی سے چمٹ جائیں گے اور اس وقت ہر شخص نفسی نفسی پکارتا ہوگا اور اپنی جان کی سلامتی کے سوا وہ کوئی اور دعا نہ مانگ سکے گا۔ پھر دوزخ ستاروں جتنے شعلے پھینکے گا، یہ شرارے مخلوق کے سروں پر سے گزریں گے۔" یہی وہ شر ہے جس سے ان مومنوں کو اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے گا جو اپنی نذروں کو پورا کرتے اور اللہ کے عذاب سے ڈرتے تھے۔"

بے شک و شبہ اللہ تعالیٰ اپنے اس عذاب سے تمام اہل توحید و ایمان اور اہل سنت و جماعت کو محفوظ رکھے گا اور اس دن اپنی رحمت کے ساتھ پیش آئے گا اور ان کا حساب آسان کرکے انھیں جنت میں داخل کرے گا اور پھر وہاں ہمیشہ

ہمیشہ رکھے گا۔

کافروں، مشرکوں اور بت پرستوں پر اس کی بدی اور شر کو زیادہ فرمائے گا، ان کے لئے خوف و عذاب کو بھی دونا کردے گا اور پھر انہیں دوزخ میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ڈال دیگا (یہ معنی تشریح و تفسیر فَوَقٰهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ کی)

اس کے بعد ارشاد باری ہے وَلَقّٰهُمْ نَضْرَةً وَّسُرُوْرًا (اور ان کو تازگی، فرحت اور مسرت سے ہمکنار کریگا) اس کی صورت یہ ہوگی کہ ہر مومن بروز قیامت جب اپنی قبر سے باہر آئے گا اور اپنے سامنے دیکھے گا تو اس کو ایک ایسا شخص (آدمی) نظر آئے گا جس کا چہرہ چاند کی طرح چمکتا ہوگا اور وہ مسکراتا اور ہنستا ہوگا اس کے کپڑے سفید ہونگے اور سر پر تاج ہوگا وہ مومن کے قریب آکر کہے گا کہ اے اللہ کے دوست (ولی) آپ کے لئے سلامتی ہے، مومن جواب میں کہے گا کہ آپ پر بھی سلامتی ہو، اے بندۂ خدا آپ کون ہیں؟ کیا فرشتہ ہیں؟ وہ کہے گا نہیں! مومن بندہ کہے گا کہ کیا آپ پیغمبر ہیں؟ وہ جواب نفی میں دے گا مومن کہے گا کہ کیا آپ مقربین الہی سے ہیں؟ وہ کہے گا نہیں: تب بندۂ مومن کہے گا خدا کی قسم پھر آپ کیا ہیں: وہ کہیگا میں آپ کا عمل صالح ہوں، میں آپ کے لئے دوزخ سے نجات اور بہشت کے انعام کی خوشخبری لے کر آیا ہوں، مومن کہے گا کیا آپ ان دونوں باتوں سے آگاہ ہیں جو مجھے خوشخبری اور بشارت دے رہے ہیں وہ کہے گا جی ہاں میں آگاہ اور واقف ہوں!! بندہ مومن کہے گا پھر آپ مجھ سے کیا چاہتے ہیں تو وہ جواب دیگا کہ آپ مجھ پر سوار ہو جائیں! مومن کہے گا کہ آپ جیسے (نورانی اور بزرگ فرد) پر سوار ہونا میں مناسب نہیں سمجھتا! وہ جواب دیگا کہ اس میں کیا ہرج ہے میں بھی تو دنیا میں مدتوں آپ کے اوپر سوار رہا ہوں! اب میں آپ کو خدا کا واسطہ دے کر درخواست کرتا ہوں کہ آپ میرے اوپر سوار ہو جائیں، خدا کا واسطہ پاکر مومن اس کے اوپر سوار ہو جائے گا اس وقت وہ کہے گا کہ آپ ڈریئے نہیں میں آپ کو جنت کی طرف لے جاؤں گا مومن یہ سن کر اس قدر خوش ہوگا کہ اس خوشی کا اثر چہرہ سے نمایاں ہوگا۔ چہرہ جگمگانے لگیگا اور دل میں کیف و سرور پیدا ہوگا۔ وَلَقّٰهُمْ نَضْرَةً وَّسُرُوْرًا۔ کا یہی مطلب ہے۔

کافروں کی بدانجامی

کافر جب قبر سے اٹھے گا تو وہ اپنے سامنے ایک بدہیئت شخص کو دیکھے گا جس کی آنکھیں نیلی اور رنگ اس کافر سے بھی زیادہ سیاہ ہوگا جیسے تاریک رات میں قبر کی تاریکی!! اس کا لباس بھی سیاہ ہوگا اس کی داڑھیں زمین سے لگی ہوں گی (بڑے بڑے دانت ہونگے) گرج کی طرح گرجتا ہوا آئے گا، اس سے مردار سے بھی بدتر سڑاند آتی ہوگی! کافر اسے دیکھ کر کہے گا کہ تو کون ہے! اور اس سے منھ پھیرنا چاہے گا تو وہ کہے گا! اے عدو اللہ! آ میری طرف آ: آج میں تیرے لئے ہوں اور تو میرے لئے ہے! کافر کہے گا: اے تو غارت ہو! کیا تو کوئی شیطان ہے: وہ کہے گا نہیں! خدا کی قسم میں تیرا عمل بد ہوں، کافر کہے گا کہ مجھ سے کیا چاہتا ہے۔ وہ کہے گا کہ میں تجھ پر سوار ہونا چاہتا ہوں! کافر کہے گا میں تجھے اللہ کی قسم دیتا ہوں مجھے چھوڑ دے اور مجھے ساری مخلوق کے سامنے رسوا نہ کر! وہ کہے گا خدا کی قسم اس کے بغیر کوئی چارہ ہی نہیں، مدتوں تک (دنیا میں) تو مجھ پر سوار رہا ہے آج مجھے تجھ پر سوار ہونا ہے یہ کہکر وہ کافر پر سوار ہو جائے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ آیت:۔ وَهُمْ يَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ عَلٰى ظُهُوْرِهِمْ اَلَا سَآءَ مَا يَزِرُوْنَ ہ (کافر اپنی پیٹھوں پر اپنے گناہوں کا بوجھ لادیں گے، آگاہ رہو وہ کیا برا بوجھ اٹھائیں گے) کا یہی مطلب ہے۔

اس [illegible] اللہ تعالیٰ نے اپنے دوستوں کا ذکر کیا ہے کہ ان مومن بندوں کو بشارت کے بعد بلاؤں پر صبر کرنے اور اوامر کو بجالانے اور ممنوعات سے بچنے اور تقدیر پر رضامند رہنے کی وجہ سے ان کو جنت اور ریشمی لباس، جَنَّةً وَّحَرِيْرًا ، عطا کیا جائے گا، وہ جنت میں رہ کر لطف اندوز ہوں گے اور اعلیٰ خلعتیں پہنیں گے۔

اہلِ جنت پر مزید اکرام

مُتَّكِئِيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَائِكِ وہ جنت میں پردے والی مسہریوں (چھپرکھٹ) پر تکیہ لگائے بیٹھے ہونگے لَا يَرَوْنَ فِيْهَا شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِيْرًا جہاں وہ سورج کی گرمی کو دیکھیں گے اور نہ ٹھٹھرانے والی سردی کو۔ اس لئے کہ جنت میں نہ گرمی کا موسم ہوگا نہ سردی کا۔ وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلٰلُهَا وَذُلِّلَتْ قُطُوْفُهَا تَذْلِيْلًا ۝ ان پر جنت کے درختوں کے سائے ہوں گے اور میوے ان کے قریب لائے جائیں گے۔ (اہل جنت جنت کے پھل اگر چاہیں گے تو کھڑے ہو کر چاہیں گے تو بیٹھ کر جی چاہے گا تو لیٹ کر کھائیں گے (ان کا جس طرح جی چاہے گا وہ پھل کھائیں گے)۔ وَيُطَافُ عَلَيْهِمْ بِاٰنِيَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ وَّاَكْوَابٍ ۝ ان پر چاندی کے برتنوں اور [illegible] کا دور چلے گا یہ کوزے گول ہوں گے پکڑنے کے لئے ان میں کنڈے نہیں ہوں گے وہ کوزے قَوَارِيْرَا یعنی شیشے کے [illegible] ہیں مینا (شیشہ) چاندی کا ہوگا۔ قَدَّرُوْهَا تَقْدِيْرًا وہ کوزے ایسے برتنوں کے انداز پر بنے ہوں گے نہ [illegible] کرنے کی گنجائش ان میں ہو یعنی جب جنتی ایسے کوزے سے شراب طہور پئے تو سیراب ہو جائے، اور برتن میں کچھ باقی نہ رہے گویا اندازے سے مراد ہے برتن کا خادم کے ہاتھ میں گرفت اور سیرابی کے مطابق ہونا۔ وَيُسْقَوْنَ فِيْهَا كَاْسًا کاس سے مراد شراب ہے جو شراب برتن میں ہو وہ خمر نہیں ہے بلکہ کاس ہے اور جو برتن میں نہیں [illegible] نہیں ہے۔ یعنی اور پیالے سے شراب پلائیں گے۔ كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِيْلًا جس میں چشمہ زنجبیل کا پانی ملا ہوا ہوگا [illegible] عَيْنًا فِيْهَا تُسَمّٰى سَلْسَبِيْلًا وہ چشمہ جس کا نام سلسبیل ہے وہ جنت عدن سے نکل کر [illegible] کی طرف لوٹ آئے گا اس طرح تمام جنتیوں میں اس کا بہاؤ ہوگا۔ وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ ولدان سے مراد غلمان ہیں جو کبھی بوڑھے نہیں ہوں گے۔ نوخیز ہی رہیں گے (ان پر ہمیشہ جوان رہنے والے غلمان گشت کرتے ہیں یعنی خدمت کے لئے حاضر رہتے ہیں) اِذَا رَاَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنْثُوْرًا وہ غلمان ایسے حسین ہیں کہ دیکھنے والوں کو وہ بکھرے ہوئے موتی نظر آئیں گے (ان بکھرے ہوئے موتیوں کی تعداد سوائے اللہ کے کوئی نہیں جانتا۔ وَاِذَا رَاَيْتَ ثَمَّ جب تم جنت میں جا کر دیکھو گے۔ رَاَيْتَ نَعِيْمًا وَّمُلْكًا كَبِيْرًا تو وہ تم کو ایک عظیم نعمت اور ایک بڑا ملک نظر آئے گا، کیونکہ ہر جنتی کو یاقوت کا قصر ملے گا اس قصر میں ستر محل ہوں گے پھر ہر محل میں ستر گھر زمرد اور [illegible] مجوف موتی کا ہوگا۔ ہر موتی کی بلندی چوڑائی اور لمبائی ایک فرسخ ہوگی۔ موتی کے ہر مکان میں چار ہزار سونے کے دروازے ہیں، ہر گھر میں یاقوت اور یاقوت کی قلموں سے بنا ہوا ایک تخت ہے اس تخت کے دائیں بائیں چار ہزار سونے کی کرسیاں ہوں گی جن کے پائے سرخ یاقوت کے ہوں گے، اس ایک تخت پر ستر فرش ہیں ہر ایک جداگانہ رنگ ہوگا جنتی اس تخت پر اپنی بائیں جانب تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے، سب اندر بدن سے لگا ہوا سفید ریشم کا لباس ہوگا۔ پیشانی پر یاقوت، زمرد اور رنگا رنگ جواہر کی [illegible] ہوگی ہر جواہر کا رنگ جدا ہوگا۔ سر پر سونے کا تاج ہوگا، اس تاج کے ستر

گوشے ہونگے، ہر ایک گوشہ پر ایک موتی ہوگا جس کی قیمت مشرق و مغرب کے تمام مال و متاع کے برابر ہوگی۔ ہاتھوں میں کنگن ہونگے
ہاتھوں اور پیروں کی انگلیوں میں سونے کی انگوٹھیاں ہوں گی ان انگوٹھیوں میں رنگ برنگ کے نگینے ہوں گے، اس جنتی
کے پاس دس ہزار غلام ہوں گے۔ یہ نہ کبھی بڑے ہوں گے نہ بوڑھے (ہمیشہ امرد رہیں گے) سامنے یاقوت سرخ کا ایک
خوان رکھا جائے گا، جس کی لمبائی چوڑائی ایک میل ہوگی، اس خوان میں سونے چاندی کے ستر ہزار برتن ہوں گے اور ہر
برتن میں سبز رنگ کا کھانا ہوگا۔ جنتی اگر کوئی لقمہ کسی کھانے کا اٹھائے گا اور اتنی دیر میں کسی دوسرے رنگ کے کھانے
کی خواہش پیدا ہوگی تو وہ لقمہ فوراً اسی کھانے کے ذائقے کے مطابق ہو جائے گا۔ جنتی کے سامنے غلمان کھڑے ہوں گے
ان کے ہاتھوں میں چاندی کے کوزے اور برتن ہوں گے، ان کے پاس شربت اور پانی بھی ہوگا۔ جنتی چالیس آدمیوں
کے کھانے کے برابر کھانا تمام کھانوں میں سے کھائے گا، کھانے سے فراغت کے بعد غلمان اس کو اس کی پسند کا شربت پلائیں گے
جب وہ ڈکارے گا اور جب پانی پی کر اس کو پسینہ آئے گا تو اللہ تعالیٰ کھانے کی خواہش کے ہزار دروازے اس پر کھول
دیگا یعنی تمام کھانا ہضم ہو جائے گا اور پھر شدت کے ساتھ بھوک لگے گی۔ جو پرندے جنتی کے حضور میں آئیں گے وہ بختی اونٹوں
کے برابر ہوں گے یہ پرندے جنتی کے سامنے آ کر کھڑے ہو جائیں گے ہر ایک پرندہ دنیا کے ہر گانے سے زیادہ سریلی آواز
میں اپنی تعریف بیان کرے گا اور کہے گا اے اللہ کے دوست! آپ مجھے کھالیں! میں مدتوں تک جنت کے باغوں میں چگتا
رہا ہوں اور میں نے فلاں فلاں چشمے کا پانی پیا ہے۔ یہ تمام پرندے بڑی خوش الحانی کے ساتھ گائیں گے، اس وقت جنتی ان
کی طرف نظر اٹھا کر دیکھے گا تو وہ سب سے زیادہ خوش الحان پرندہ کو پسند کرے گا۔ اللہ ہی جانتا ہے کہ یہ خواہش کتنی دیر
اس کے دل میں رہے گی کہ وہ پرندہ اس کے خوان پر گر جائے گا۔ اس کا کچھ حصہ قدید (نمکین خشک کیا ہوا گوشت) بن جائے گا
اور بعض شوی یعنی برف سے زیادہ مفید اور شہد سے زیادہ شیریں بھنا ہوا گوشت ہوگا۔ جنتی اس میں سے کچھ کھائے گا، اس
کے سیر ہو جانے پر وہی پرندہ پہلا جیسا بن کر اسی دروازہ سے نکل کر واپس چلا جائے گا جس سے وہ داخل ہوا تھا۔

جنتی مسہری پر آرام فرما ہوگا اور اس کی بیوی سامنے موجود ہوگی، جنتی کو انتہائی صفائی کے باعث اپنے چہرے کا
عکس بیوی کے چہرے میں نظر آئے گا۔ جنتی کے دل میں قربت (مجامعت) کی خواہش پیدا ہوگی تو اس کی طرف نظر اٹھا کر دیکھے گا۔
لیکن حیا کے باعث اس کو اس مقصد سے اپنے پاس بلانے سے شرما جائے گا، بیوی اس کے اس مقصد کو سمجھ جائے گی اور وہ
خود اس کے قریب آ جائے گی اور کہے گی آپ پر قربان جاؤں! ذرا میری طرف تو دیکھئے آج آپ میرے لئے ہیں اور میں آپ کیلئے۔
جنتی اس وقت اس سے جماع کرے گا، جماع کے وقت اس میں سو مردوں کی طاقت اور چالیس مردوں کی خواہش جمع ہوگی۔
جماع کے وقت وہ اس بیوی کو باکرہ پائے گا اس کی وجہ سے اس کے دل میں اس کی محبت اور بڑھ جائے گی وہ برابر چالیس دن
تک اس سے مجامعت میں مشغول رہے گا، جماع سے فارغ ہوگا تو بیوی کے جسم سے مشک کی خوشبو آئے گی اس
خوشبو کے باعث جنتی کے دل میں اس کی محبت اور بڑھ جائے گی؛ اس جنتی کے لئے ایسی چار ہزار آٹھ سو بیویاں
ہوں گی۔ ہر بیوی کے ستر خدمت گار اور لونڈیاں ہوں گی۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ اگر ایک خدمت گار لونڈی کو دنیا میں بھیج دیا جائے تو تمام

دُنیا والے اس کے لئے کٹ مریں گے، اور اگر ایک حُور زمین پر اپنے گیسو دکھا دے تو اس کے نور سے سورج کی روشنی ماند ہو جائے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب جنّتی اپنے تخت پر بیٹھا ہوگا تو اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ کو اس کے پاس بھیجے گا جس کے پاس ستّر جوڑے کپڑوں کے ہوں گے، ہر جوڑے کا رنگ دوسرے سے الگ ہوگا۔ یہ سب جوڑے فرشتوں کی دو انگلیوں میں دبے ہوں گے (ان کی نرمی و نزاکت کا یہ عالم ہوگا) فرشتہ دروازے پر آکر دربان سے کہیگا کہ میں رَبّ العالمین کا قاصد ہوں، اللہ کے ولی سے میرے لئے اجازت طلب کرو، دربان کہے گا کہ میں اس اللہ کے ولی سے خود خطاب کرنے کی طاقت نہیں رکھتا ہوں میں اپنے برابر کے دربان سے کہے دیتا ہوں اس طرح ستّر دروازوں تک دربان بہ دربان یہ سلسلہ چلے گا تب اس جنّتی کو اطلاع ملے گی کہ اللہ کا قاصد داخلہ کی اجازت چاہتا ہے۔ جنّتی اس کو اندر آنے کی اجازت دے دیگا فرشتہ اندر آکر کہے گا "السلام علیکم یا ولی اللہ" رب العزت آپ سے راضی ہے اور آپ کو سلام کہتا ہے، اس پیام کو سُن کر جنّتی اتنا خوش ہوگا کہ اگر اللہ نے اس کو حیاتِ جاوداں عطا نہ کی ہوتی تو اس کو شادی مرگ ہو جاتا، آیت وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰہِ اَکْبَرُ ذٰلِکَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ (بندے کے لئے سب سے بڑی نعمت اللہ کی طرف سے اللہ کی رضا مندی ہے) کا یہی مطلب ہے، آیت اِذَا رَاَیْتَ ثَمَّ رَاَیْتَ نَعِیْمًا وَّمُلْکًا کَبِیْرًا (اے محمدؐ آپ جنت میں دیکھیں گے کہ جنّتی کو عظیم نعمتیں حاصل ہوں گی اور بڑی حکومت دیکھیں گے) کا یہی مطلب ہے۔

اس کے بعد رَبّ العزت نے ارشاد فرمایا عَالِیَهُمْ ثِیَابُ سُنْدُسٍ خُضْرٌ وَّاِسْتَبْرَقٌ ۝ ان کا بالائی لباس سبز ریشم کا باریک اور دبیز ہوگا۔ بالائی لباس کی تخصیص اس وجہ سے ہے کہ ان کے بدن سے چپٹے ہوئے کپڑے سفید ریشم کے ہونگے۔ وَحُلُّوْٓا اَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍ ان کو چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے دوسری جگہ ارشاد ہے۔ یُحَلَّوْنَ فِیْهَا اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّلُؤْلُؤًا یعنی یہ کنگن جو ان کو پہنائے جائیں گے سونے اور موتیوں کے ہوں گے۔ وَسَقٰهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا۔ ان کا رب انھیں شراب طہور پلائے گا۔

جنت کے دروازے پر ایک درخت ہے اس کی جڑ سے دو چشمے نکلتے ہیں، بندہ جب صراط سے گزر کر ان چشموں کی طرف جائے گا تو ایک میں داخل ہو کر غسل کرے گا اس کے پانی کی خوشبو کستوری سے بھی زائد خوشبودار ہوگی، اس چشمہ کی گہرائی ستّر قد آدم ہوگی اور اہل جنت کے قد کی درازی ساٹھ ہاتھ ہوگی۔ جنت کا ہر مرد اور ہر عورت قد میں برابر ہوں گے اور اس کا سن و سال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سن و سال کے مطابق ہوگا یعنی تینتیس سال (۳۳) گویا سب کے سب جوان ہوں گے، کمسنی کو بڑھا کر ۳۳ سال کر دیا جائے گا۔ ہر مرد و عورت حضرت یوسفؑ بن یعقوب علیہما السلام کے مانند حسین ہوگا۔ اس چشمہ سے غسل کرنے کے بعد جب دوسرے چشمہ سے پانی پئینگے تو ان کے دلوں سے کدورت، حزن و ملال اور حسد و نفرت دور ہو جائے گا، اس چشمہ کے پانی سے اللہ تعالیٰ

ان کے دل کو اغراضِ نفسانیہ سے پاک کر کے حضرت ایوب علیہ السلام کے دل کی طرح کر دے گا اور ان کی زبان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح (عربی) ہوگی، اس کے بعد سب جنّتی چل کر جنت کے دروازے پر پہنچیں گے ان سے جنت کے دربان کہیں گے، طِبتُم (تم راضی اور خوش ہو) آپ کے مزاج ٹھیک ہیں جنّتی کہیں گے ہاں! ہم راضی اور خوش ہیں' اس وقت دربان کہیں گے کہ آپ ہمیشہ کے لئے جنت کے اندر آجائیے' جنت کے اندر داخل ہونے سے پہلے ہی جنت کے دربان ان کو بشارت دے دیں گے کہ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِیْنَ ہ کہ اب وہ کبھی جنت سے نہیں نکلیں گے۔ سب سے اوّل جب جنّتی اندر داخل ہوگا اور اعمال لکھنے والے دو فرشتے کراماً کاتبین اس کے ساتھ ہوں گے تو سامنے سے ایک فرشتہ آئے گا جس کے ساتھ سبز یاقوت کی ایک اونٹنی ہوگی جس کی مہار سرخ یاقوت کی ہوگی، کجاوہ کا اگلا اور پچھلا حصہ موتی اور یاقوت کا ہوگا۔ پالان کے دونوں اطراف سونے اور چاندی کے ہوں گے، اس فرشتہ کے ساتھ ستّر جوڑے ہوں گے۔ جنّتی ان جوڑوں کو پہنے گا اس کے سر پر تاج رکھے گا، جنّتی کے آگے آگے سیپ میں چھپے ہوئے صاف و شفاف موتی کی طرح دس ہزار غلمان ہوں گے اس وقت فرشتہ کہے گا' اے اللہ کے دوست۔ اس اونٹنی پر سوار ہوجائیے یہ آپ کی ہے اور اسی طرح آپ کے لئے اور بھی چیزیں ہیں۔ جنّتی اس اونٹنی پر سوار ہوجائے گا، اس اونٹنی کے پرندے کی طرح دو بازو ہوں گے اور قدم اس کا منتہائے نظر پر پڑے گا۔

اس کی سواری کے آگے آگے دو فرشتے اور دس ہزار غلمان ہوں گے (یہ دونوں فرشتے وہی دنیا والے کراماً کاتبین ہوں گے) اس طرح اس کی سواری چلتی ہوئی اس کے محلات کے پاس پہنچے گی (وہ اپنے محلات کے پاس پہنچ جائے گا)۔ وہ اپنے محلات کے پاس پہنچکر سواری سے اُتر آئے گا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:-

اِنَّ هٰذَا الَّذِیْ وَصَفْتُ لَكُمْ فِیْ هٰذِهِ السُّوْرَةِ كَانَ لَكُمْ خَیْرٌ لِاَعْمَالِكُمْ وَمِنْ حُسْنِ الثَّوَابِ وَكَانَ سَعْیُكُمْ مَشْكُوْرًا ہ

یعنی میں نے تمہارے انعام کا صلہ جو کچھ اس سورت میں بیان کیا ہے وہی تمہارا صلہ ہے، بیشک تمہاری مساعی قابل تعریف تھیں تو تم کو اس کے عوض جنت عطا فرمائی۔

باب ۱۲

اَیّام مُتبرّکہ اور فضائل شہور

مجلسِ اوّل

ماہِ رَجب کے فضائل

چار بزرگ مہینے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔ اِنَّ عِدَّۃَ الشُّھُوْرِ عِنْدَ اللّٰہِ اثْنَا عَشَرَ شَھْرًا فِیْ کِتَابِ اللّٰہِ یَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْھَا اَرْبَعَۃٌ حُرُمٌ ۔ اللہ کی کتاب میں سال کے مہینوں کی تعداد بارہ ہے اور جس روز سے اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کو پیدا کیا اسی روز سے چار مہینوں کو حرمت والا بنایا ہے۔

اس آیت کی شانِ نزول یہ ہے کہ فتح مکہ سے قبل مسلمانوں نے مدینہ سے مکہ کا قصد کیا، آپس میں یہ حضرات کہنے لگے کہ ہمیں اندیشہ ہے کہ کفارِ مکہ کہیں حرمت والے مہینے میں ہم سے آمادہ جدال و قتال نہ ہوں، اس وقت اللہ تعالیٰ نے آیت مذکورہ نازل فرمائی اور بتایا کہ اللہ کے نزدیک مہینوں کی گنتی لوحِ محفوظ میں جس دن آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا گیا بارہ مہینے لکھ دیئے گئے، ان بارہ مہینوں میں چار مہینے حرمت والے ہیں یعنی ماہ رجب، ذیقعدہ ذی الحجہ اور مُحرّم۔ رجب کا مہینہ سب سے الگ ہے باقی تین مہینے یکے بعد دیگرے مسلسل ہیں۔ ذٰلِکَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ یعنی یہ سیدھا حساب ہے فَلَا تَظْلِمُوْا فِیْھِنَّ اَنْفُسَکُمْ ۔ تو ان حرمت والے مہینوں میں تم اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو، اللہ تعالیٰ نے ممانعت میں اِن چار مہینوں کو خاص فرمایا تاکہ ان مہینوں کی عظمت و حُرمت ظاہر ہو جائے اگرچہ دوسرے مہینوں میں بھی ہمارے لئے ظلم ممنوع ہے، لیکن ان مہینوں کا باقی مہینوں سے امتیاز واضح ہو جائے جیسا آیت حَافِظُوْا عَلَی الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوۃِ الْوُسْطٰی (اپنی نمازوں کی حفاظت کرو خاص طور پر درمیانی نماز "عصر" کی) اس آیت میں جس درمیانی نماز کی تخصیص فرمائی ہے وہ عصر کی نماز ہے اگرچہ حفاظت و نگاہ رکھنے کا سب پر اطلاق ہوتا ہے لیکن عصر کی نماز کی حفاظت کا حکم الگ بیان فرمایا تاکہ ہمیں اس کا خاص ہونا معلوم ہو جائے اسی طرح ان چار مہینوں میں خاص طور پر ظلم کی ممانعت فرمائی اور فرمایا کہ مشرکین عرب میں سے کسی ایک کو بھی اِن حُرمت والے مہینوں میں قتل نہ کرو مگر یہ کہ وہ لڑائی کی ابتداء خود کریں۔

حضرت بایزیدؒ نے فرمایا کہ اللہ کی اطاعت کو ترک کر دینا اور اللہ کی نافرمانیاں کرنا ظلم ہے۔ بعض لوگوں کا قول ہے کہ چیز کو اس کے محل کے خلاف رکھ دینا ظلم ہے۔ پہلے قول سے بھی یہی نتیجہ نکلتا ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَقَاتِلُوا الْمُشْرِکِیْنَ کَآفَّۃً کَمَا یُقَاتِلُوْنَکُمْ کَآفَّۃً ۔ — اگر مشرک مل کر تم سے ماہ حرام میں لڑیں تو تم بھی مل کر تمام

کفار سے اس ماہ میں لڑو اور ارشاد فرمایا کہ وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ اللہ کی مدد پرہیزگاروں کے ساتھ ہے۔

مفسرین حضرات نے اَلدِّيْنُ الْقَيِّمُ کے معنی میں اختلاف کیا ہے۔ مقاتل نے کہا کہ دین قیم دین حق ہے اور دیگر مفسرین نے کہا کہ وہ دین صادق ہے یعنی دین اسلام۔ اور بعض مفسرین نے فرمایا کہ دین قیم وہ ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے۔

لفظ رَجَب کی تحقیق

رجب اسم مشتق ہے اور "ترجیب" سے بنا ہے، اہل عرب کے نزدیک ترجیب کے معنی تعظیم کے ہیں، اہل عرب کا ایک محاورہ ہے رَجَبْتُ هٰذَا الشَّهْرَ (میں نے اس مہینے کو عظیم جانا) جب کسی مہینہ کو عظیم و بزرگ بنانا مقصود ہوتا ہے تو یہ جملہ استعمال کرتے ہیں۔ حباب بن منذر بن جموع کا بھی یہی قول ہے وہ کہتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا اس وقت صحابہ کرام بنی ساعدہ کے خیمے میں جمع ہوئے اور امیر کے تقرر میں مہاجرین و انصار کے درمیان اختلاف پیدا ہوا یہ دونوں گروہ (انصار و مہاجرین) مصر تھے کہ ایک امیر ہم میں سے ہو اور ایک تم میں سے ہو، یہ تاریخی واقعہ ہے، حباب بن منذر بن جموع نے اس وقت غضبناک ہو کر تلوار نیام سے نکال لی اور کہا کہ اَنَا جُذَيْلُهَا الْمُحَكَّكُ وَعُذَيْقُهَا الْمُرَجَّبُ میں اپنے قبیلہ کی چھلی (سڈول تراشی موٹی) لکڑی ہوں اور میں اس قبیلہ کی عظیم کھجور ہوں، مدعا یہ کہ میں اپنی قوم میں عظیم المرتبت ہوں، اُن میں میری بات مانی جاتی اور تسلیم کی جاتی ہے۔

لفظ "عُذَيْق" "عذق" کی تصغیر ہے، عذق اس کھجور کے درخت کو کہتے ہیں جس کے کھجور کے خوشے بڑے بڑے ہوں اور اور اپنے مالک کو خوب کھجوریں دے، کھجور کا درخت جب بڑے بڑے خوشوں کی کثرت سے نیچے کو جھک جاتا ہے تو اس کے ٹوٹ کر گر پڑنے کے ڈر سے اس کے نیچے لکڑی کے ستون لگا دیئے جاتے ہیں رُجبہ ان ہی ٹیکیوں (سہاروں) کو کہتے ہیں جو کھجور کے درخت کے آس پاس لگا دی جاتی ہیں جُذَيْل درخت کا تنہ، موٹی لکڑی اور کھجور کا تنہ جس سے خارشتی اونٹ اپنے آپ کو رگڑتے تھے۔ بعض کا قول ہے کہ جذل ایک لکڑی ہوتی ہے جو ایک جگہ گاڑ دی جاتی ہے تاکہ شتر بچے اس سے خود کو کھجائیں، اُن کو پشت خار کا کام دے۔

فراءؒ نے کہا کہ رجب کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس مہینے میں عرب کھجور کے خوشوں کو سہاروں کے ذریعہ روکتے تھے اور اور شاخوں کے ساتھ پتوں کو بھی باندھ دیتے تھے تاکہ ہوا سے ٹوٹ نہ جائیں چنانچہ جو شخص اس قسم کی نخل بندی یا خوشہ بندی کرتا تھا اس موقع پر کہتا کہ رَجَّبْتُ النَّخْلَةَ تَرْجِيْبًا (میں نے کھجور کے اردگرد سہارے کھڑے کر دیئے)۔

بعض لوگوں کا قول ہے کہ ترجیب کے معنی ہیں کھجور کے درخت کے نیچے اردگرد کانٹوں کی باڑھ رکھ دینا تاکہ لوگ خرما نہ توڑ سکیں اور خرما محفوظ رہے، یہ باڑ ترجیب کہلاتی ہے۔ بعض علماءؒ کا کہنا ہے کہ ترجیب کے معنی ہیں کھجور کے درخت کو ٹیکیاں لگا کر جھکنے سے روک دینا۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ رجب کا لفظ عرب کے قول رَجِبْتُ الشَّيْءَ سے ماخوذ ہے یعنی میں نے اُسے ڈرایا، رَجِبْتُهُ، رَجْبَةً۔ بعض نے کہا ہے۔ ترجیب آمادہ و تیار کرنے کے معنی میں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ اِنَّهٗ لَيُرَجَّبُ فِيْهِ خَيْرٌ كَثِيْرٌ لِشَعْبَانَ (ماہ رجب

میں شعبان کے لئے خیر کثیر کی تیاری کی جاتی ہے) بعض لوگوں کا قول ہے کہ ترجیب کے معنی بار بار ذکر خدا کرنا اور اللہ کی عظمت کا اظہار کرنا کیونکہ ماہ رجب میں فرشتے اللہ تعالیٰ کی تسبیح، تمجید اور تقدیس بار بار کرتے ہیں اس لئے اس کا یہ نام پڑا۔ لفظ رجب کو "رجم" میم کے ساتھ بھی کہا گیا ہے اس صورت میں اس کے معنی یہ ہونگے کہ اس مہینے میں شیاطین کو دور کیا جاتا ہے تاکہ مسلمانوں کو اس مہینے میں اذیت نہ دے۔

رجب میں تین حرف ہیں۔ "را، جیم، اور با" را رحمت اللہ، جیم جواد اللہ اور با برّاللہ کی ہے۔ اس ماہ میں شروع سے آخر تک اللہ تعالیٰ کی جانب سے بندوں کے لئے تین عطیات ہوتے ہیں بغیر عذاب کے خدا کی رحمت، بغیر بخل کے بخشش اور بغیر جفا کے اس کا احسان۔

ماہِ رجب کے دوسرے نام

ماہ رجب کے اور نام بھی ہیں اسے رجب مُضَر، مُنَصِّلُ الْاَسِنَّۃِ۔ شَہْرُ اللّٰہِ الْاَصَبّ، شَہرِ مُطَہَّر، شَہرِ سابق، شَہرِ الفَرد۔

شہرِ مُضَر کے سلسلے میں ایک روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک خطبۂ مبارک میں ارشاد فرمایا کہ زمانہ گھوم کر اسی طریقے پر آگیا جس پر آسمان و زمین کی آفرینش کے وقت تھا، سال بارہ مہینہ کا ہے جس میں چار حُرمت والے مہینے ہیں یکے بعد دیگرے آتے ہیں۔ ذی قعدہ، ذی الحجہ اور محرم اور ایک اکیلا ہے رجب مُضَر جو جمادی الثانی اور شعبان کے درمیان آتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رجب کے مہینے کو جمادی الثانی اور شعبان کے درمیان فرماکر حقیقت میں مہینوں کی تقدیم و تاخیر کا ابطال فرمایا ہے، اہل عرب ایام جاہلیت میں ایسا کیا کرتے تھے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّمَا النَّسِیْٓءُ زِیَادَۃٌ فِی الْکُفْرِ یُضَلُّ بِہِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ہ (بیشک نسیٔ (مہینوں کو آگے پیچھے کرنا) اس کے سوانہیں کہ وہ کفر میں اضافہ ہے)۔

اس کی صورت یہ تھی کہ زمانۂ جاہلیت میں جب کفار منیٰ سے واپسی کا ارادہ کرتے تھے تو قبیلہ کنانہ کا ایک شخص جو قبیلہ کا سردار تھا اور جس کا نام نعیم بن ثعلبہ تھا، کھڑے ہوکر اعلان کرتا تھا کہ "میں وہ ہوں جس کی بات مانی جاتی ہے اور جس پر کوئی عیب نہیں لگایا جا سکتا اور نہ اس کا فیصلہ رد کیا جا سکتا ہے۔" لوگ اس کا یہ دعویٰ سن کر کہتے "آپ سچ کہتے ہیں۔" آپ ہمارے لئے ایک مہینہ پیچھے کر دیجئے[1]۔ اس طرح ان کی خواہش یہ ہوتی تھی کہ محرم کے مہینے کو ہم سے مؤخر کردیں اور ماہ صفر کو ماہ حرام قرار دے کر اصل ماہ محرم الحرام میں جنگ و جدل کو حلال بنادیں (لوند کا اعلان کردینے سے ایک مہینہ باقی مہینوں سے پیچھے ہو جائے گا اس طرح باقی تمام مہینے خود بخود ایک مہینہ پیچھے آجائیں گے[2]، یہ تاخیر وہ اس لئے چاہتے تھے کہ عرب جاہلیت کی معاش کا مدار لوٹ اور غارت گری پر تھا، تین ماہ مسلسل قتل و غارت گری سے باز رہنا ان کے لئے دشوار اور سخت مشکل تھا (اس لئے وہ چاہتے تھے کہ محرم کو ماہ صفر قرار دے دیا جائے اور ان کو لوٹ مار کی کھلی چھٹی مل جائے)۔ ان کی اس درخواست پر نعیم کنعانی ایسا اعلان کردیتا تھا اور پھر دوسرے سال اسی طرح اُن کو حرمت

---

[1] ہندوستان میں نجومی اور پنڈت اس کو لوند کا مہینہ کہتے تھے۔

[2] یعنی اس مہینے کو لوند کا مہینہ مقرر کردیجئے اس طرح لگلے مہینے خود بخود ایک مہینہ پیچھے ہو جائیں گے۔

والے مہینے میں قتل و غارت کی جازت مل جاتی تھی۔ اِنْسَاءُ کے معنی بھی ہیں یعنی تاخیر دیر اسی معنی میں اہل عرب کا یہ محاورہ ہے: نَسَاءَ اللّٰہُ فِیْ اَجَلِہٖ اللہ تعالیٰ نے اس کی موت میں تاخیر کردی۔

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ماہ رجب کے دو وصف بیان کئے ہیں اور اس کو دو صفتوں سے مقید فرمایا ہے اوّل تو رجب مُضَرَ فرمایا چونکہ قبائل مُضَرا ماہِ رجب کی بہت زیادہ تعظیم و تکریم کرتے تھے۔ دوسری صفت یہ بیان فرمائی کہ اسے جمادی الثانی و شعبان کے درمیان مقید فرمایا (تاکہ تقدیم و تاخیر کا اندیشہ نہ رہے) تاکہ ماہ محترم کی حرمت کو ماہ صفر سے نہ بدل دیا جائے، اسی لئے حضور نے خصوصیت کے ساتھ رجب مُضَر فرمایا اور جمادی و شعبان کے درمیان مقید فرماکر اس کی حرمت کو دوامی اور پختہ فرمادیا۔ (تاکہ اس کو لوند کا مہینہ نہ بنایا جاسکے)

بعض نے اس کو رجب مُضَر کہنے کی وجہ یہ بتائی ہے کہ بعض کافروں نے اس مہینے میں کسی قبیلہ کے لئے بدُعا کی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کی بددعا سے اس قبیلے کو تباہ کردیا تھا۔ کہتے ہیں کہ اس مہینے میں ظالموں اور ستمگاروں کے حق میں بددعا قبول ہوجاتی ہے اسی لئے عرب جاہلیت کو جب بددعا کرنا ہوتی تو اس مہینے کا انتظار کرتے اور جبؔ مہینہ آجاتا تو بددعا کرتے اور ان کی بددعا ہمیشہ کامیاب اور موثر ہوتی تھی۔

ماہ رجب کو "مُنْصِلُ الْاَسِنَۃِ" یعنی نیزوں سے بھالوں کو نکال دینے والا" اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اہلِ عرب (عرب جاہلیت) اس ماہ میں اس کی عزّت و حرمت کے پیش نظر نیزوں سے ان کی بھالوں کو الگ کردیتے اور تلواروں اور تیروں کو نیاموں اور ترکشوں میں ڈال دیتے تھے۔

اِشتقاق کی مثالیں نَصَلْتُ السَّھْمَ (ثلاثی مجرد) میں نے تیر میں پھل یا بوری لگائی، اَنْصَلْتُ السَّھْمَ (ثلاثی مجرد باب افعال) میں نے تیر سے اس کی بھال الگ کی پس مُنْصِل اسم فاعل ہے، باب افعال سے۔

اِس ماہ کو شہر اللہ الاصم (اللہ کا خاموش مہینہ) بھی کہتے ہیں۔ وجہ تسمیہ کے بارے میں مروی ہے کہ جب رجب کا چاند دکھائی دیا تو جمعہ کے دن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے منبر پر تشریف لاکر خطبہ دیا اور فرمایا: لوگو! سنو!! اللہ کا یہ اصم (بہرا) مہینہ ہے، یہی زکوٰۃ دینے کا مہینہ ہے جس پر قرض ہو وہ قرض ادا کرکے باقی مال کی زکوٰۃ دے، ابن انباری نے کہا کہ حضرت عثمانؓ کے اَصم فرمانے کی وجہ یہ تھی کہ عرب ہمیشہ آپس میں جنگ و جدل میں مصروف ہوتے تھے لیکن جب رجب کا مہینہ آتا تو وہ نیزوں کے پھل بالنوں سے الگ کردیتے۔ پس اس مہینے میں نہ ہتھیاروں کی جھنکار سنائی دیتی تھی نہ نیزوں کی کھٹاکھٹ اگر کوئی شخص اپنے باپ کے قاتل کی تلاش میں نکل کھڑا ہوتا اور وہ قاتل رجب کے مہینے میں مل جاتا تو اس سے کچھ تعرض نہ کرتا۔ گویا یہ معلوم ہوتا تھا کہ اس نے قاتل کو دیکھا ہی نہیں اور نہ اس کی اُسے کوئی خبر ملی ہے؛ بعض نے اَصَمّ کی وجہ تسمیہ یہ بتائی ہے کہ اس مہینے میں کسی قوم پر اللہ کا غضب نازل ہونے کی خبر کبھی نہیں سُنی گئی، اقوام سابقہ پر اس مہینے کے سوا تمام مہینوں میں اللہ کا غضب نازل ہوا۔

اسی مہینے میں حضرت نوح علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے کشتی میں سوار ہونے کا حکم دیا چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام

ﻟﻪ نَسَاءَ اللّٰہُ فی اجلہٖ (اللہ تعالیٰ نے اس کی موت کو موخر کردیا)

اور اُن کے ساتھیوں کو لیکر یہ کشتی چھ مہینے تک اِدھر اُدھر تیرتی رہی، حضرت ابراہیم نخعیؒ کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ماہ رجب میں حضرت نوح علیہ السلام کو کشتی میں سوار ہونے کا حکم دیا، حضرت نوح علیہ السلام نے رجب کے روزے رکھے اور اپنے ساتھیوں کو بھی رکھوائے، اللہ نے آپ کو اور آپ کے ہمراہیوں کو طوفان سے محفوظ و مامون رکھا اور تمام روئے زمین کو ظالموں، مشرکوں سے پاک کردیا۔ بعض نے اس قصہ کو مرفوعاً بیان کیا ہے۔ چنانچہ ہبتہ اللہؒ نے اپنی سند کے ساتھ ابو حازمؒ سے انہوں نے سہل بن سعد سے اور انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کردہ حدیث سنائی۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سنو۔ رجب حرمت والے مہینوں میں سے ہے، اسی مہینے میں اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح کو کشتی میں سوار کرایا، انھوں نے اور ان کے تمام ساتھیوں نے کشتی ہی میں اس ماہ کا روزہ رکھا اور اللہ تعالیٰ نے انھیں نجات بخشی اور غرق ہونے سے محفوظ رکھا اور سیلاب کے بعد زمین کو کفر اور معصیت سے پاک فرمادیا۔

اَصم کی وجہ تسمیہ

اَصم کہنے کی یہ وجہ بھی بیان کی گئی ہے کہ مومن کے ظلم اور اس کی ذلت کو سننے سے یہ مہینہ بہرا ہے۔ اہل مومن کی بزرگی اور اس کے شرف کو خوب سنتا ہے لیعنی اللہ نے مومن کے ظلم اور ذلت کے تذکرے سننے سے اس مہینے کو بہرا بنادیا تاکہ قیامت کے دن یہ مومن کے ظلم اور ذلت کی شہادت نہ دے بلکہ یہ مومن کے حُسن کردار و فضیلت کا تذکرہ جو اس نے سُنا ہے، اس پر قیامت کے دن شاہد ہوگا۔ اس مقولہ کا حاصل یہ ہے کہ مومن رجب کے مہینے میں خصوصیت کے ساتھ کسی پر ظلم نہیں کرتا نہ کوئی اس پر ظلم کرتا ہے کہ اس کی ذلت ہو بلکہ دوسروں کے ساتھ وہ حُسن سلوک اور حُسن خلق سے پیش آتا ہے اس لئے ماہ رجب قیامت کے دن اس کی موافقت میں شہادت دیگا، اسکے خلاف کچھ نہیں کہے گا۔

اَصبّ کہنے کی وجہ

ماہِ رجب کو اَصبّ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس ماہ میں بندوں پر خدا کی رحمت بہائی جاتی ہے، صَب کے معنی ہیں بہانا۔ اللہ تعالیٰ اس ماہ میں بندوں کو ایسی نعمتیں اور ثواب عطا فرماتا ہے جو نہ آنکھوں نے دیکھی اور نہ کانوں نے سُنا ہے، نہ کسی شخص کے دل میں اُن کا تصور آیا۔

رجب میں ثواب

اِس ماہ میں ثواب کی تفصیل میں جو احادیث آئی ہیں ان میں سے ایک حدیث وہ ہے جو شیخ امام ہبتہ اللہ بن مبارک سقطی نے اپنی سند کے ساتھ اعمشؒ سے اور انھوں نے ابراہیم نخعیؒ سے اور انھوں نے علقمہؒ سے اور انھوں نے حضرت ابو سعید خدریؓ سے بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "مہینوں کی گنتی جس دن سے اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کو پیدا فرمایا اللہ کی کتاب میں بارہ مہینے ہیں۔ ان بارہ مہینوں میں سے چار حرمت والے ہیں، ایک رجبؓ ہے اور اس کے بعد تین مسلسل ہیں یعنی ذیقعدہ، ذی الحجہ اور محرم: رجب اللہ کا مہینہ ہے اور شعبان میرا ہے اور رمضان میری اُمت کا، پس جس نے رجب میں ایک دن کا روزہ رکھا (یقین و اخلاص کے ساتھ) تو اس نے اللہ عزوجل کی خوشنودی اپنے اوپر واجب کرلی، اسے فردوسِ اعلیٰ میں ٹھہرایا جائے گا اور جس نے رجب کے دو دن کے روزے رکھے تو اُسے دوگنا اجر دیا جائے گا۔ ہر اجر (ثواب) کا وزن دنیا کے پہاڑوں کے برابر ہوگا اور جس نے تین دن کے روزے رکھے تو اللہ تعالیٰ اس کے اور جہنم کے درمیان ایک خندق حائل کردے گا جس کی مسافت ایک سال کی مسافت کے بقدر لمبی ہوگی۔ جس نے چار روزے رکھے، اللہ تعالیٰ اس کو جذام اور جنون اور برص

کے امراض سے اور دجّال کے فتنوں سے محفوظ رکھے گا جس نے پانچ روزے رکھے اسے قبر کے عذاب سے بچایا جائے گا جس نے چھ دن کے روزے رکھے تو وہ اپنی قبر سے اس طرح اٹھے گا کہ اس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح تاباں و درخشاں ہوگا۔ اور جس نے سات روزے رکھے تو اس کے لئے دوزخ کے ساتوں دروازے بند کردیئے جائیں گے اور جس نے آٹھ روزے رکھے تو جنت کے آٹھوں دروازے اس کے لئے کھول دیئے جائیں گے اور جس نے نَو دن کے روزے رکھے تو وہ اپنی قبر سے اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کہتا ہوا اٹھے گا۔ اس کا منہ جنت کی طرف ہوگا۔ جو دس روزے رکھے گا اللہ تعالیٰ اس کے لئے پل صراط کے ہر میل پر ایک بستر آرام کے لئے مہیا فرمادے گا، اور جو رجب کے گیارہ روزے رکھے گا قیامت کے دن اس سے افضل اور کوئی اُمتی نظر نہ آئے گا سوائے ایسے شخص کے جس نے اس کے برابر یا اس سے زیادہ رجب کے روزے رکھے ہوں، اور جو شخص اس ماہ کے بارہ روزے رکھے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ایسے دو جوڑے پہنائے گا کہ اس کا ایک جوڑا دنیا اور دنیا کی تمام چیزوں سے افضل اور بہتر ہوگا۔ اور جو رجب کے تیرہ روزے رکھے گا قیامت کے دن عرش کے سایہ میں اس کے لئے دسترخوان بچھایا جائے گا اور اس سے وہ جو دل چاہے گا کھائے گا جب کہ اور دوسرے لوگ سخت تکالیف میں مبتلا ہوں گے، جس نے رجب کے چودہ روزے رکھے تو قیامت کے دن اللہ اسے وہ چیز عطا کرے گا جو نہ کبھی دیکھی اور نہ اس کے بارے میں آج تک کسی نے سُنا نہ کسی دل میں اس کا خیال گزرا ہوگا؛ جس نے پندرہ دن کے روزے رکھے تو اللہ تعالیٰ موقف (حشر) میں اُسے امن کے ساتھ کھڑے ہونے والوں میں شامل کرے گا جہاں جب کسی مقرب فرشتہ کا گزر ہوگا یا کسی نبی یا رسول کا۔ تو اس سے کہا جائے گا مبارک ہو تو امن والوں میں سے ہے۔ ایک اور روایت میں پندرہ دن سے زائد روزوں کا بھی ذکر آیا ہے، اس طرح پر کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے سولہ دن کے روزے رکھے تو وہ اللہ تعالیٰ کا دیدار کرنے اور کلام کرنے والوں کی پہلی صف میں ہوگا اور جس نے سترہ دن کے روزے رکھے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے پل صراط کے ہر میل پر ایک آرام گاہ مقرر کردے گا جس میں وہ آرام کرے گا اور جس نے ماہ رجب کے اٹھارہ روزے رکھے وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قبہ میں قیام کرے گا، جس نے اُنیس روزے رکھے تو اس کے لئے اللہ تعالیٰ ایک ایسا محل مہیا فرمادے گا جو حضرت آدم اور حضرت ابراہیم علیہما السلام کے محلات کے روبرو ہوگا اور وہ ان دونوں نبیوں کو سلام نیاز پیش کرے گا وہ دونوں نبی اس کو جواب دیں گے اور جس نے رجب کے مہینے کے بیس روزے رکھے تو آسمان سے ایک منادی ندا دے گا کہ اے اللہ کے بندے! تیرے تمام گناہ معاف کردیئے گئے، تو بخشدیا گیا۔ اب جسقدر تیری عمر باقی ہے ان میں نیک عمل کر۔

ماہِ رجب کا نام "مطہّر" رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ مہینہ اپنے روزہ دار کو گناہوں اور خطاؤں سے پاک کردیتا ہے، اس سلسلہ میں دوسری روایتوں کے منجملہ ایک روایت وہ ہے جو شیخ امام ہبتہ اللہ بن مبارک سقطیؒ نے حسنؒ بن احمدؒ بن عبداللہ مقری کے حوالے سے اور انھوں نے ہارونؒ بن عنترہ اور انھوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "رجب کا مہینہ عظمت و بزرگی والا مہینہ ہے جو شخص اس کا ایک روزہ رکھے گا اس کو ایکہزار برس کے روزوں کا ثواب ہوگا اور جو دو روزے رکھے گا اللہ تعالیٰ اس کے لئے ..."

دو ہزار برس کے روزوں کا ثواب لکھے گا۔ جو تین روزے رکھے گا اس کو تین ہزار سال کے روزوں کا ثواب عطا فرمائے گا اور جس نے سات روزے رکھے اس پر جہنم کے ساتوں دروازے بند کر دیئے جائیں گے اور جو آٹھ روزے رکھے گا اس پر جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جائیں گے وہ جس دروازے سے چاہے جنت کے اندر داخل ہو اور جو بندہ پندرہ روزے رکھے گا اس کے گناہ نیکیوں سے بدل دیئے جائیں گے اور آسمان سے ندا آئے گی کہ تجھے بخش دیا گیا اب بندہ کے لئے تو از سر نو عمل کر اور جو بندہ اس سے زیادہ روزے رکھے گا اللہ اس کو زیادہ ثواب دے گا۔

شیخ امام ہبۃ اللہ بن امام مبارکؒ نے اپنی اسناد کے ساتھ بروایت یونسؒ بن حسن رضی اللہ عنہ روایت کی انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے ماہ رجب کا ایک روزہ رکھا اس کو اللہ تعالیٰ تیس سال کے روزوں کے برابر ثواب دے گا۔

امام ہبۃ اللہؒ بن مبارکؒ حسن بن احمد بن عبداللہ مقری سے اسناد کے ساتھ بروایت علا بن کثیر از مکحولؒ بیان کیا کہ انھوں نے ایک شخص کو حضرت ابو درداءؓ سے ماہِ رجب کے روزوں کے بارے میں سوال کرتے سنا حضرت ابو درداءؓ نے جواب میں فرمایا کہ تم نے ایسے مہینے کے بارے میں پوچھا ہے جس کی عہد جاہلیت میں بھی لوگ عظمت کرتے تھے اور اسلام نے اس کی عظمت و مرتبت میں مزید اضافہ کر دیا کہ جس شخص نے اخلاص کے ساتھ ثواب کی امید اور اللہ کی خوشنودی کے لئے اس ماہ میں ایک دن کا روزہ رکھا تو وہ روزہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے غضب کی آگ کو سرد کر دے گا اور وہ دوزخ کا ایک دروازہ اس کی طرف سے بند کر دے گا، اگر زمین کے برابر اس کو سونا مل جائے تب بھی وہ اس اجر کا بدل نہ ہو سکیگا نہ دنیا کی کسی چیز سے اس کا اجر پورا ہو سکے گا سوائے قیامت کے دن کے۔ ماہ رجب کے اس روزہ دار کی جب شام ہوتی ہے تو اس وقت اس کی دس دعائیں قبول ہوتی ہیں اگر دنیا کی وہ کوئی چیز مانگتا ہے تو وہی اس کو عطا کر دی جاتی ہے ورنہ اس کے لئے خیر کا اتنا ذخیرہ جمع کر دیا جاتا ہے جو ان دعاؤں کے ذخیرہ سے بہتر ہوتا ہے جو اولیاءؒ اور اصفیائے صادقین کرتے ہیں

جس نے رجب کے دو روزے رکھے اس کو مذکورہ ثواب کے علاوہ ایسے دس صدیقوں کا ثواب ملے گا جو اپنے طویل تر عمروں کے ساتھ صدیق رہے اور صدیقین کی شفاعت کے برابر اس کی شفاعت اور سفارش قبول کی جائے گی، وہ خود صدیقین کے ساتھ جنت میں جائے گا۔ جس نے تین دن کے روزے رکھے تو اس کو مذکورہ بالا ثواب کا دوگنا ثواب ملے گا اسکے افطار کے وقت اللہ تعالیٰ فرمائے گا بیشک میرے بندے کا حق واجب ہو چکا ہے اور میری محبت اور دوستی اس کے لئے واجب ہو چکی ہے، اے میرے فرشتو! میں تمھیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اس کے تمام اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیئے اور جب بندہ چار روزے رکھے گا اس کو یہ تمام ثواب ملے گا اور مزید برآں ان عابدوں اور بصیرت والوں کا ثواب بھی ملے گا جو اللہ سے بہت زیادہ توبہ کرتے ہیں۔ اس کا اعمالنامہ دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا اور کامیاب ہونے والے اوّل ترین گروہ میں شامل ہوگا اور جو شخص پانچ روزے رکھے گا اس کو وہ سب کچھ ملے گا جو بیان ہو چکا اور مزید برآں یہ کہ جب اس کو قیامت کے دن اٹھایا جائے گا تو اس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح تاباں اور درخشاں ہوگا، اس کی نیکیاں اتنی لکھی جائیں گی جتنی عالج کے ریگستان میں ریت کے ذرے ہیں وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔ اور اس سے کہا جائے گا کہ اللہ

پر بھروسہ کرتے ہوئے جو آرزو تو کرنا چاہتا ہے کر وہ پوری ہوگی؛ جو چھ روزے رکھے گا اس کو بھی یہی کچھ ملے گا اور اس کے علاوہ ایسا نور بھی عطا ہوگا جس سے قیامت میں جمع ہونے والے لوگ روشنی حاصل کرینگے اور اس کو امن دامن والے لوگوں کے ساتھ اٹھایا جائے گا یہاں تک کہ وہ بغیر حساب کے پل صراط سے گزر جائے گا نیز والدین کی نافرمانی اور قطع رحمی کے گناہوں سے بھی اس کو معافی دے دی جائے گی، قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ کے حضور میں اس کی پیشی ہوگی تو ربّ العزت بذاتِ خود اسکی طرف توجہ فرمائے گا۔ جو سات روزے رکھے گا اس کو مندرجہ بالا اجر بھی عطا ہوگا اور مزید برآں اور اجر بھی ملے گا دوزخ کے ساتوں دروازے اس کے اوپر بند کر دیئے جائیں گے، اللہ تعالیٰ جہنم کی آگ کو اس پر حرام کر دے گا اور جنت کو اس کے لئے واجب فرما دے گا وہ جہاں چاہے قیام کرے اور جو آٹھ روزے رکھے گا اس کے لئے مذکورہ بالا اجر بھی ہوگا اور مزید براں اور اجر بھی ملے گا۔ بہشت کے آٹھوں دروازے اس پر کھول دیئے جائیں گے جس دروازے سے چاہے اس دروازے سے داخل ہو، جو نو روزے رکھے گا اس کو اس اجر کے علاوہ اور اجر بھی ملے گا۔ اس کا اعمالنامہ علیین میں اٹھایا جائے گا، قیامت کے دن انبیاء کے ساتھ ہوگا قبر سے نکلتے وقت اس کا چہرہ ایسا تاباں اور نور پاش ہوگا کہ تمام اہل جنت کے چہرے جگمگا اٹھیں گے یہاں تک کہ لوگ کہیں گے کہ کیا یہ کوئی برگزیدہ نبی ہے! جو درجات اس بندے کو عطا ہوں گے ان میں سب سے کم درجہ یہ ہوگا کہ وہ بغیر حساب دیئے جنت میں داخل ہونے والوں میں سے ہوگا۔ اور جو دس روزے رکھے گا اس کا تو کیا ہی کہنا، وہ ہر طرح تعریف و توصیف کا مستحق ہوگا اس کو دس گنا زائد ثواب ملیگا وہ ان لوگوں میں سے ہوگا جن کی بدیوں کو نیکیوں سے بدل دیا جائے گا وہ اللہ کے مقربین اور اللہ کے لئے عدل و انصاف پر قائم رہنے والوں میں سے ہوگا وہ اس شخص کے مانند ہوگا جس نے ہزار سال تک روزہ دار رہ کر خلوص اور جذبہ کے ساتھ عبادت کی ہو۔

جس نے بیس دن کے روزے رکھے اس کو بیس گنا ثواب ملیگا وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قبہ کے روبرو ہوگا اور وہ قبیلۂ ربیعہ اور مُضر کے لوگوں کے برابر خطاکاروں اور گنہگاروں کی شفاعت کرے گا۔

جو شخص ماہ رجب کے تیس روزے رکھے گا اس کو ان کے ثواب کے علاوہ تیس گنا اور مزید ثواب اور اجر ملے گا ایک منادی آسمان سے ندا کرے گا کہ اے اللہ کے ولی! کرامت عظمیٰ کی آپ کو بشارت ہو، حضورؐ سے دریافت کیا گیا کہ حضور کرامت عظمیٰ کیا ہے! فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے وجہ جمیل کی طرف نظر کرنا (دیدار الٰہی سے مشرف ہونا) اور انبیاء، صدیقین اور شہداء کی رفاقت (جو بہت ہی اچھے رفیق ہیں) کرامتِ عظمیٰ ہے؛ اے ماہِ رجب کے روزے رکھنے والے! کل کو جب حجابات اٹھ جائیں گے تو اپنے رب کے اجر عظیم تک پہنچے گا اور پھر تیرے لئے مسرت ہی مسرت ہوگی۔

مرتے دم اس روزہ دار پر جب موت کا فرشتہ اُترے گا تو نزع کے وقت اللہ تعالیٰ حوض فردوس کا شربت اس کو پلائے گا اس طرح موت اس پر اس قدر آسان ہو جاتی ہے کہ اس کی تکلیف اس کو قطعی محسوس نہیں ہوتی۔ قبر میں وہ سیراب رہتا ہے اور قیام محشر میں بھی سیراب رہے گا یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوض (حوض کوثر) پر وہ پہنچ جائے گا جب وہ قبر سے اٹھے گا تو ستر ہزار فرشتے، موتی اور یاقوت کی اونٹنیاں، قسم قسم کے زیور اور خلعتیں ساتھ لیکر آئینگے اور اس سے کہیں گے کہ اے اللہ کے دوست اپنے رب کے پاس جلد چلو! جس کی خوشنودی کے لئے تم نے اپنے آپ کو دن بھر

پیاسا رکھا اور جس کی رضا طلبی کے لئے تم نے اپنے جسم کو کمزور اور مضمحل کیا، وہ قیامت کے دن فائزین کے ساتھ جنت عدن میں سب سے پہلے داخل ہونے والوں میں ہوگا۔ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡھُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡہُ، ذٰلِکَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِیۡمُ (اللہ ان سے اور وہ اللہ سے راضی ہونگے اور اللہ کی رضامندی سب سے بڑی کامیابی اور فوز و فلاح ہے) اگر کوئی شخص روزانہ کے روزوں کے ساتھ اپنی روزی کے ہم وزن خیرات بھی کریگا تو اس کا کیا ٹھکانہ، اس کا کیا ٹھکانہ، اس کا کیا ٹھکانہ! (حضور نے یہ کلمات تین مرتبہ ادا فرمائے) جو ثواب اس کو دیا جائے گا اگر تمام مخلوق اس کا اندازہ کرنا چاہے تو اس کے دسویں حصہ کا بھی اندازہ نہیں کر سکتی۔

حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، انھوں نے فرمایا جس نے اپنے مسلمان بھائی سے رجب کے مہینے میں جو اللہ کا ماہ اَصم ہے غم دور کیا تو اللہ اس کو فردوس میں نگاہ کی رسائی کے بقدر وسیع محل مرحمت فرمائے گا، خوب سُن لو! تم ماہ رجب کی عزت کروگے اللہ تعالیٰ تمھیں ہزار درجہ بزرگی عطا فرمائے گا۔

حضرت عقبۃ بن سلامہ بن قیس نے مرفوعاً روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے ماہ رجب میں صدقہ دیا تو اللہ تعالیٰ اس کو آگ (جہنم) سے اتنا دور کردے گا جتنا کوّا ہوا میں پرواز کرکے اپنے آشیانہ سے اس قدر دور ہو جائے کہ اُڑتے اُڑتے بوڑھا ہو کر مرجائے (بیان کیا جاتا ہے کہ کوے کی عمر پانچسو سال ہے) مُدّعا یہ کہ کوّا پانچسو برس میں جتنا فاصلہ اپنے آشیانہ سے طے کرے گا اور اس سے دور ہوگا بقدر اس فاصلہ کے بندہ دوزخ سے دور ہو جائے گا!

سابق کی وجہ تسمیہ رجب کو سابق کہنے کی وجہ یہ ہے کہ حُرمت والے مہینوں میں یہ سب سے پہلے آتا ہے اور فرد کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ حرمت کا اکیلا مہینہ ہے کوئی دوسرا ماہِ حرام اس کے ساتھ نہیں ہے جیسا کہ حضرت ثور بن زیدؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر اپنے خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ "زمانہ گردش کرکے اسی مقام پر آگیا جیسا کہ زمین و آسمان کی آفرینش کے دن تھا، سال بارہ مہینے کا ہے جن میں چار مہینے حرمت والے ہیں اُن میں سے تین تو پے در پے آتے ہیں ذیقعدہ، ذی الحجہ اور محرّم اور ایک فرد ہے یعنی سب سے الگ وہ رجب مُضر ہے جو جمادی الثانی اور شعبان کے درمیان ہے۔

حُرمت والے مہینوں کے خاص اوصاف

رجب کی مزید خصوصیات حضرت عکرمہؓ نے بروایت حضرت ابن عباسؓ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا "رجب کا مہینہ اللہ کا مہینہ ہے، شعبان میرا مہینہ ہے اور رمضان میری اُمت

کا مہینہ ہے۔ حضرت موسیٰ بن عمرانؓ نے کہا کہ میں نے حضرت بن مالکؓ سے خود سنا وہ فرما رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جنت میں ایک نہر ہے جس کا نام رجب ہے اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ شیریں ہے، جس نے رجب کا ایک دن کا بھی روزہ رکھا اللہ اس کو اس نہر کا پانی پلائے گا۔ حضرت انسؓ بن مالکؓ سے مروی ہے کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں ایک محل ہے اس میں صرف وہی داخل ہوگا جس نے رجب کے روزے رکھے ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے علاوہ رجب اور شعبان کے سوا کسی اور مہینے کے پورے روزے نہیں رکھے۔ حضرت انسؓ بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ حضور نے ارشاد فرمایا "جس نے ماہ حرام کے تین دنوں کے روزے رکھے یعنی جمعرات، جمعہ اور ہفتہ تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے نوسو سال کی عبادت لکھے گا۔

بعض اصحاب کا مقولہ ہے کہ رجب کا مہینہ ظلم چھوڑنے کے لئے، ماہ شعبان اعمال دین کے عہد کے لئے اور رمضان کا مہینہ صدق وصفا کے لئے ہے، رجب توبہ کا مہینہ ہے، شعبان محبت کا، رمضان قرب الٰہی کا۔ رجب عزت کا مہینہ ہے، شعبان خدمت کا اور رمضان نعمت الٰہی کا۔ رجب ماہ عبادت ہے، شعبان دنیا سے قطع تعلق اور بے نیازی کا اور رمضان کثرت ثواب اور نیکی میں زیادتی کا مہینہ ہے۔ رجب ایسا مہینہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ نیکیاں دوچند کر دیتا ہے، شعبان کے مہینے میں اللہ تعالیٰ برائیوں کو دور کر دیتا ہے اور رمضان عطاءِ اعزاز کا مہینہ ہے۔ رجب نیکیوں میں سب سے آگے بڑھ جانے والے کا مہینہ ہے، شعبان میانہ روی اختیار کرنے والوں کا اور رمضان گناہگاروں کی معافی کا مہینہ ہے۔

حضرت ذوالنونؒ مصری نے فرمایا کہ رجب آفتوں کو ترک کرنے کے لئے، شعبان عبادت کرنے کے لئے اور رمضان کرامتوں کی عطا کا انتظار کرنے کے لئے ہے، جو آفتوں کو ترک کرے، عبادات بجا نہ لائے اور کرامتوں کا انتظار نہ کرے وہ اہل باطل سے ہے، حضرت ذوالنونؒ نے یہ بھی فرمایا۔ رجب کھیتی بونے کا مہینہ ہے اور شعبان کھیت کو سیراب کرنے اور رمضان کھیتی کاٹنے کا مہینہ ہے، ہر شخص وہی کاٹے گا جو اس نے بویا ہے اور اسی کا بدلہ پائے گا جو اعمال اس نے کئے ہیں پس وہ جس نے کھیتی بوئی نہیں وہ کاٹتے وقت شرمسار ہوگا اور اسی کے ساتھ اس کا انجام برا ہوگا۔

بعض صالحین نے فرمایا کہ سال ایک درخت ہے اور رجب کے ایام اس کے پتے ہیں، شعبان کے ایام اس کے پھل ہیں اور رمضان کے دن میوہ چننے کے دن ہیں۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ رجب کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے معجزات کے ساتھ، شعبان کو شفاعت کے ساتھ اور رمضان کو نیکیاں بڑھانے کے ساتھ، شب قدر کو نزولِ رحمت کے ساتھ اور یوم عرفہ کو دین کی تکمیل کے ساتھ مخصوص کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ (آج میں نے تمہارا دین مکمل کر دیا) یہ آیت یوم عرفہ میں نازل ہوئی تھی۔ اسی طرح جمعہ کا دن دعاؤں کے مقبول ہونے کے لئے اور یوم عید کو آتش دوزخ سے رستگاری کے لئے اور مومنوں کی گردنیں (غلامی سے) آزاد کرنے کے لئے مخصوص کر دیئے گئے ہیں۔ مازنیؒ نے حضرت امام حسینؓ کا قول نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ رجب کے روزے رکھا کرو کیونکہ رجب کے روزے بارگاہ الٰہی کی طرف سے ایک توبہ ہے (نازل کردہ)، حضرت سلمان فارسیؓ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ

جس نے رجب کا ایک روزہ رکھا گویا اس نے ہزار برس کے روزے رکھے اور ہزار غلام آزاد کئے اور جس نے ماہ رجب میں کچھ بھی خیرات کی اس نے گویا ہزار دینار خیرات کئے، اللہ تعالیٰ بدن کے ہر بال کے مقابل اس کے لئے نیکی لکھے گا اور ہزار درجہ بلند کرے اس کی ہزار برائیاں (گناہ) محو فرمادے گا اس کے ہر روزے اور ہر صدقے کے مقابلہ میں ہزار حج اور ہزار عمرے لکھے گا اس کے لئے جنت میں ہزار مکان، ہزار محل، ہزار کمرے اور ہر کمرے میں ہزار خیمے اور ہر خیمے میں ہزار ایسی حوریں جو آفتاب سے ہزار درجہ زیادہ حسین ہوں گی عطا فرمائے گا۔

ماہ رجب کے پہلے روزے اور پہلی رات کے قیام کی فضیلت

امام ہبتہ اللہ سقطیؒ نے اپنی اسناد کے ساتھ حضرت انسؓ بن مالکؓ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت کریمہ تھی کہ جب رجب کا مہینہ شروع ہوتا تو آپ دُعا فرماتے ! الٰہی ہمارے لئے رجب اور شعبان میں برکت دے اور ہمیں رمضان تک پہنچا۔ امام ہبتہ اللہ نے اپنی اسناد کے ساتھ حضرت ابوذرؓ کی حدیث مرفوعاً بیان کی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے رجب کا پہلا روزہ رکھا اس کا یہ روزہ مہینہ بھر کے روزوں کے برابر ہوگا اور جس نے سات دن کے روزے رکھے اس پر جہنم کے ساتوں دروازے بند کردیئے جائیں گے اور جو آٹھ روزے رکھے گا اس پر جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جائیں گے، جس نے دس دن کے روزے رکھے اللہ تعالیٰ اس کی برائیوں کو نیکیوں سے بدل دے گا اور جس نے رجب کے اٹھارہ روزے رکھے تو ایک منادی آسمان سے پکارے گا کہ اے بندے بلاشبہ تجھے بخش دیا گیا اب از سر نو عمل شروع کر۔

ہمارے امام حضرت ہبتہ اللہ سقطیؒ نے اپنی اسناد کے ساتھ بروایت حضرت سلامۃؓ بن قیس مرفوعاً بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص رجب کا پہلا روزہ رکھے گا اللہ تعالیٰ اس کے دس سال کے گناہ معاف فرمادے گا اور جو پندرہ دن کے روزے رکھے گا اللہ تعالیٰ اس کے حساب میں بہت آسانی فرمادے گا اور جس نے تیس روزے رکھے اللہ تعالیٰ اپنی خوشنودی اس کے لئے لکھ دے گا اور اس کو عذاب نہیں دے گا۔

روایت ہے کہ عمرؒ بن عبدالعزیز نے حجاج بن ارطاہ حاکم بصرہ کو (اور ایک روایت ہے کہ عدی بن ارطاہ کو لکھا کہ سال میں چار راتوں میں عبادت ضرور کرو، ان راتوں میں اللہ تعالیٰ اپنی رحمت بہاتا ہے، وہ چار راتیں یہ ہیں۔ رجب کی پہلی رات، شعبان کی پندرھویں رات، رمضان کی ستائیسویں رات اور عیدالفطر کی رات، حضرت خالدؒ بن معدان نے فرمایا کہ سال میں پانچ راتیں ایسی ہیں کہ جس نے ان کا التزام کیا، ان کے ثواب کے حصول کی کوشش کی اور اُن وعدوں کی تصدیق کی۔ تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل فرمادے گا۔ (۱) رجب کی پہلی رات، اس رات کو قیام کرے اور اس کے دن کا (دوسرے دن کا) روزہ رکھے۔ (۲) عیدین کی دو راتیں، راتوں کو قیام کرے لیکن دن میں روزہ نہ رکھے۔ (۳) ایک رات عاشورہ کی رات کو قیام کرے اور دن میں روزہ رکھے۔

سال کی وہ راتیں جن میں قیام کرنا مستحب ہے

بعض علماء نے سال بھر کی اُن راتوں کو جمع کیا ہے جن میں عبادت کرنا مستحب ہے، انھوں نے بتایا ہے کہ یہ کل چودہ راتیں ہیں جن کی تفصیل

اِس طرح ہے:

۱۔ ماہِ محترم کی پہلی رات	۱	۶۔ شعبان کی چودھویں رات	۱
۲۔ عاشورہ کی رات	۱	۷۔ عرفہ کی رات	۱
۳۔ ماہ رجب کی پہلی رات	۱	۸۔ عیدین کی دو راتیں (عید الفطر اور عید الاضحیٰ)	۲
۴۔ رجب کی پندرھویں شب	۱	۹۔ رمضان شریف کے آخری عشرہ کی پانچ	
۵۔ رجب کی ستائیسویں رات	۱	طاق راتیں (۲۱-۲۳-۲۵-۲۷-۲۹)	۵

کل ۱۴ راتیں

اسی طرح سال میں انیس دِن ایسے ہیں جن میں عبادت کرنی اور اوراد و وظائف میں مشغول رہنا مستحب ہے یعنی

۱۔ یوم عرفہ	۱	۵۔ عیدین کے دونوں دِن	۲
۲۔ یوم عاشورہ	۱	۶۔ ذی الحجہ کے ابتدائی دس دن (ایام معلومات)	۱۰
۳۔ شعبان کا پندرھواں دن	۱	۷۔ ایام تشریق، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ذی الحجہ۔	۳
۴۔ جمعہ کا دن	۱	(ایام معدودات)	

ان میں سب سے زیادہ تاکید روز جمعہ کی اور ماہ رمضان کی ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب جمعہ کا دِن سلامت رہتا ہے تو دوسرے تمام دن سلامت رہتے ہیں۔ اور جب ماہ رمضان سلامت رہتا ہے تو پورا سال سلامت رہتا ہے، اِس کے بعد تمام دنوں سے زیادہ دوشنبہ اور پنجشنبہ کی تاکید اور فضیلت ہے، انہی دونوں دونوں میں اللہ کے سامنے بندوں کے اعمال پیش ہونگے۔

ماہ رجب کی ادعیہ ماثورہ

رجب کی پہلی رات میں پڑھی جانے والی دعائیں

مستحب ہے کہ ماہ رجب کی پہلی رات میں نماز سے فارغ ہوکر یہ دعا پڑھے۔

اِلٰهِيْ تَعَرَّضَ لَكَ فِيْ هٰذِهِ اللَّيْلَةِ الْمُتَعَرِّضُوْنَ وَ قَصَدَكَ الْقَاصِدُوْنَ وَ اَمَّلَ فَضْلَكَ وَ مَعْرُوْفَكَ الطَّالِبُوْنَ وَ لَكَ فِيْ هٰذِهِ اللَّيْلَةِ نَفَحَاتٌ وَ جَوَائِزُ وَ عَطَايَا وَ مَوَاهِبُ تَمُنُّ بِهَا عَلٰى مَنْ تَشَاءُ مِنْ عِبَادِكَ وَ تَمْنَعُهَا مِمَّنْ لَمْ تَسْبِقْ لَهُ الْعِنَايَةُ مِنْكَ وَ هَا اَنَا عَبْدُكَ الْفَقِيْرُ اِلَيْكَ الْمُؤَمِّلُ فَضْلَكَ وَ.....

الٰہی! اس رات میں بڑھنے والے تیرے حضور میں بڑھے اور تیری طرف قصد کرنے والوں نے قصد کیا، اور طالبوں نے تیری بخشش اور تیرے احسان کی امید رکھی، اس رات میں تیری طرف سے مہربانیاں، عطیے اور بخششیں ہیں۔ تو ہی ان پر احسان کرتا ہے جن کو چاہتا ہے اور جن پر تیری عنایت نہ ہوگی۔ ان سے روک لیگا۔ میں تیرا محتاج بندہ ہوں، تیرے فضل و کرم کا امیدوار ہوں۔

مَعْرُوْفِكَ فَاِنْ كُنْتَ يَا مَوْلَايَ تَفَضَّلْتَ فِيْ هٰذِهِ اللَّيْلَةِ عَلٰى اَحَدٍ مِنْ خَلْقِكَ وَجُدْتَ عَلَيْهِ بِعَائِدَةٍ مِنْ عَطْفِكَ فَصَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَجُدْ عَلَيَّ بِطَوْلِكَ وَمَعْرُوْفِكَ يَا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ○

میرے مولا اس رات اگر تو کسی مخلوق پر فضل کرے اور اپنی عنایت سے کسی کو نوازے تو سب سے پہلے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل پر رحمت نازل فرما اور اپنے فضل واحسان سے مجھ پر نوازش فرما! یا رب العالمین!

روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دستور تھا کہ آپ سال میں چار راتیں ہر کام سے خالی کر کے عبادت کے لئے مخصوص فرمایا کرتے تھے (ان چار راتوں میں خاص طور پر عبادت فرماتے تھے) ماہِ رجب کی پہلی رات؛ عید الفطر کی رات، عید الاضحیٰ کی رات اور ماہ شعبان کی پندرھویں رات؛

اِن راتوں میں آپ یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ مَصَابِيْحِ الْحِكْمَةِ وَمَوَالِي النِّعْمَةِ وَمَعَادِنِ الْعِصْمَةِ وَاعْصِمْنِيْ بِهِمْ مِنْ كُلِّ سُوْءٍ وَلَا تَاْخُذْنِيْ عَلٰى غِرَّةٍ وَّلَا عَلٰى غَفْلَةٍ وَلَا تَجْعَلْ عَوَاقِبَ اَمْرِيْ حَسْرَةً وَّنَدَامَةً وَّارْضَ عَنِّيْ فَاِنَّ مَغْفِرَتَكَ لِلظّٰلِمِيْنَ وَاَنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ○ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ مَا لَا يَضُرُّكَ وَاَعْطِنِيْ مَا لَا يَنْفَعُكَ فَاِنَّكَ الْوَسِيْعَةُ رَحْمَتُهُ الْبَدِيْعَةُ حِكْمَتُهُ فَاَعْطِنِي السَّعَةَ وَالدَّعَةَ وَالْاَمْنَ وَالصِّحَّةَ وَالشُّكْرَ وَالْمُعَافَاةَ وَالتَّقْوٰى وَالصَّبْرَ وَالصِّدْقَ عَلَيْكَ وَعَلٰى اَوْلِيَآئِكَ اَعْطِنِي الْيُسْرَ مَعَ الْعُسْرِ وَالْاُمَنَ بِذٰلِكَ اَهْلِيْ وَوَلَدِيْ وَاِخْوَانِيْ فِيْكَ وَمَنْ وَلَدَانِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ○

یا اللہ! محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل پر درود اور رحمت بھیج! یہ لوگ حکمت ودانائی کے چراغ ہیں، نعمت کے مالک ہیں، عصمت و پاکی کی کانیں ہیں۔ مجھے بھی ان کے ساتھ ہر بدی سے محفوظ رکھ، غرور اور تکبر کے سبب مجھے نہ پکڑ، میرے انجام کو حسرت وندامت والا نہ بنا۔ تو مجھ سے راضی ہوجا، بیشک تیری مغفرت ظالموں کے لئے ہے اور میں ظالموں میں سے ہوں۔ الٰہی! مجھے وہ چیز عطا فرما جو تجھے ایذا نہیں دیتی، اور مجھے وہ چیز بخشدے جو مجھے فائدہ دینے والی ہے، تیری رحمت وسیع ہے، تیری حکمت نادر اور عجیب ہے، مجھے راحت اور کشادگی عطا فرما، امن وتندرستی بخشدے، اپنی نعمت پر شکر ادا کرنے کی توفیق مرحمت کر عافیت وپرہیزگاری اور صبر عنایت کر، اپنے اور اپنے دوستوں کے نزدیک مجھے راستی اور لطف عنایت فرما، سختی کے بعد آسانی دے، میرے اہل، میرے فرزندوں اور میرے بھائیوں پر جو تیری راہ پر چلنے والے ہیں اور مسلمانوں کے بیٹوں اور بیٹیوں پر، مسلمان مرد وعورتوں پر اپنی رحمت عام فرمادے اور سب کو اپنی رحمت میں شامل فرما!!

ماہِ رجب کی نمازیں

رجب کے مہینے میں بیس رکعت نماز پڑھنے کا طریقہ

شیخ امام ہبۃ اللہؒ بن مبارک سقطیؒ نے ہم سے حدیث بیان کی جو چند اسناد سے ان تک پہنچی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! اے سلمانؓ! رجب کا چاند طلوع ہوگیا اگر اس مہینے میں کوئی مومن مرد یا عورت بیس رکعت نماز اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ اور سورۂ اخلاص تین بار اور سورہ الکافرون تین بار پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کے تمام گناہوں کو محو فرمادیتا ہے اور اس کو اتنا اجر عطا فرمائے گا کہ جیسے اس نے پورے مہینے کے روزے رکھے۔ اور اس کا شمار آئندہ سال تک نماز پڑھنے والوں میں ہوگا۔ (یعنی اس کو سال بھر کی نمازوں کا ثواب ملے گا) اور شہیدِ بدر کے عمل کے برابر اس کے اعمال کو روزانہ بلند سے بلند تر کیا جائے گا اور ہر دن کے روزہ کے عوض سال بھر کی عبادت کا ثواب اس کے لئے لکھا جائے گا اور اس کے ہزار درجے بلند کئے جائیں گے اور اگر اس نے پورے مہینے (ماہ رجب کے) روزے رکھے اور یہی نماز پڑھی تو اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ سے بچالیگا اور اس کے لئے جنت واجب کردے گا وہ خداوند دوجہاں کے قرب و جوار میں ہوگا، مجھے اس کی خبر حضرت جبرئیلؑ نے دی ہے۔ جبرئیلؑ نے کہا تھا کہ یہ آپ کے اور مشرکوں اور منافقوں کے درمیان فرق پیدا کرنے والی نشانی ہے، منافق یہ نماز نہیں پڑھتے ہیں، حضرت سلمانؓ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے بتائیے کہ میں یہ نماز کس طرح پڑھوں!!

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اول ماہ میں دس رکعتیں پڑھو اور ہر رکعت میں سورہ فاتحہ ایک بار، سورہ اخلاص تین بار اور قل یا ایہا الکافرون تین بار اور رجب سلام پھیرو تو ہاتھ اٹھا کر یہ دعا پڑھو!!

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ حَيٌّ لَّا يَمُوْتُ اَبَدًا اَبَدًا بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ ۝

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ یکتا و یگانہ ہے، اس کا کوئی شریک نہیں سب ملک اسی کا ہے، اسی کے لئے حمد ہے وہی زندہ کرتا ہے اور وہی مارتا ہے وہ خود ہمیشہ زندہ ہے اسے کبھی موت نہیں آتی نیکی اسکے ہاتھ میں ہے وہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے، جسے تو عطا کرتا ہے کوئی اسے روک نہیں سکتا اور جسے تو روک دے اسے کوئی دینے والا نہیں، تیری مرضی کے علاوہ کوئی شخص کوشش کرے تو وہ لاحاصل ہے

حضورؐ نے فرمایا اور دس رکعتیں وسط ماہ میں پڑھو اس طرح کہ ہر رکعت میں الحمد ایک بار، سورہ فاتحہ ایک بار سورہ اخلاص تین بار اور قل یا ایہا الکافرون تین بار، سلام پھیرنے کے بعد ہاتھ اٹھا کر کہو:

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ۔ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَ

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں تمام ملک اسی کا ہے، اسی کے لئے تمام ملک ہے، اسی کے لئے

وَيُمِيتُ هُوَ حَيٌّ لَا يَمُوتُ أَبَدًا أَبَدًا بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ إِلٰهًا وَاحِدًا أَحَدًا صَمَدًا فَرْدًا وِتْرًا لَمْ يَتَّخِذْ صَاحِبَةً وَلَا وَلَدًا ۝

حمد ہے وہی سب کو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے وہ ہمیشہ سے ہے اسے کبھی موت نہیں آئے گی، سب نیکیاں اسی کے ہاتھ میں ہیں وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ وہ یکتا ہے، اس کا کوئی نظیر نہیں وہ یگانہ و یکتا ہے، نہ اس کی کوئی بیوی ہے اور نہ کوئی اولاد۔

یہ دعا پڑھ کر دونوں ہاتھ منہ پر پھیر لو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پھر بیٹھنے کے آخر میں دس رکعتیں پڑھو ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ، سورۂ اخلاص اور قل یا ایہا الکافرون تین بار، سلام پھیرنے کے بعد آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہو۔

لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِي وَيُمِيتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّآلِهِ الطَّاهِرِينَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ ۝

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اسی کی حکومت ہے وہی تعریف کا سزاوار ہے، وہ زندہ کرتا ہے اور موت دیتا ہے اسی کے ہاتھ میں ہر بھلائی ہے وہی ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے ہمارے آقا حضرت محمد پر اور آپ کی پاک آل پر اللہ کی رحمت ہو، اونچے مرتبہ والے اللہ کے بغیر کوئی قوت ہے اور نہ طاقت

اس کے بعد مراد مانگو تمہاری دعا قبول ہوگی، اللہ تعالیٰ تمہارے اور جہنم کے درمیان ستّر خندقیں حائل فرما دے گا ہر خندق اتنی وسیع و طویل ہوگی جیسے زمین سے آسمان تک کا فاصلہ، ہر رکعت کے عوض دس لاکھ (ہزار در ہزار) رکعتیں لکھی جائیں گی (دس لاکھ رکعتوں کا ثواب ملیگا) جہنم سے آزادی اور پل صراط سے (بغیر کسی خطرے) کے عبور تمہارے لئے مقرر کر دیا جائے گا، حضرت سلمان رضؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب یہ بیان فرما چکے تو میں اس عظیم اجر پر اللہ کا شکر ادا کرنے کے لئے روتا ہوا سجدے میں گر پڑا، " میں نے یہ حدیث کتاب العمل بالسنۃ میں پڑھی تھی۔"

رَجب کی پہلی جمعرات کے روزے اور اوّل شبِ جمعہ کی نماز کی فضیلت

رجب کی نوچندی جمعرات کا روزہ

ہم سے شیخ امام ہبۃ اللہ سقطیؒ نے اور ان سے قاضی ابو الفضلؒ مکی جعفر بن یحییٰ بن کمال نے بیان کیا اور ان سے ابو عبد اللہ حسین جزری بن عبد الکریم بن محمدؒ نے مکہ میں مسجد حرم میں بیان کیا۔ اور جزریؒ سے ابو الحسن علیؒ ہمدانی نے بروایت ابو الحسن علی سعدیؒ بصری بن محمد بن سعید بیان کیا اور ان سے ان کے والد خلف بن عبد اللہؒ صنانی نے بیان کیا اور خلف بن عبد اللہ نے بروایت حمید طویلؒ حضرت انس بن مالکؓ کا

قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "رجب کا مہینہ اللہ کا مہینہ ہے اور شعبان میرا مہینہ ہے اور رمضان کا مہینہ میری اُمّت کا مہینہ ہے۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ "اللہ کے مہینے" سے کیا مطلب ہے؟ حضور نے فرمایا اس ماہ میں خاص طور پر مغفرت ہوتی ہے' اس ماہ میں خونریزی سے بچایا گیا ہے' اس مہینے میں اللہ نے اپنے نبیوں کی دُعائیں قبول فرمائیں اور اسی ماہ میں اپنے دوستوں کو دشمنوں سے رہائی عطا کی جس نے اس ماہ کے روزے رکھے تو اس نے اللہ تعالیٰ کے ذمّہ تین چیزیں واجب کرلیں۔ تمام گزشتہ گناہوں کی معافی، آئندہ عمر میں ہونے والے گناہوں سے بازداشت اور تیسرے یہ کہ قیامت کے دن (بڑی پیشی کے دن) پیاسے ہونے کا اندیشہ باقی نہیں رہے گا۔ یہ سُن کر ایک ضعیف شخص نے کھڑے ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ میں (بڑھاپے کے باعث) پورے مہینے کے روزے رکھنے سے عاجز و قاصر ہوں، آپ نے فرمایا اوّل تاریخ، درمیانی تاریخ اور آخری تاریخ کا روزہ رکھ لیا کرو تم کو پورے مہینے کے روزوں کا ثواب ملے گا۔ کیونکہ (اس ماہ میں) ہر نیکی کا ثواب دس گنا ہے' مگر رجب کے پہلے جمعہ کی رات سے غافل نہ رہنا کیونکہ یہ رات ایسی ہے کہ فرشتے اس رات کو "لیلۃ الرغائب" (مقاصد کی رات) کہتے ہیں۔ جب اس شب کی اوّل تہائی گزر جاتی ہے تو تمام آسمانوں اور زمینوں میں کوئی فرشتہ ایسا باقی نہیں رہتا جو کعبہ یا اطراف کعبہ میں جمع نہ ہو جائے' اس وقت اللہ تعالیٰ تمام ملائکہ کو اپنے دیدار سے نوازتا ہے اور فرماتا ہے مجھ سے مانگو جو چاہو' فرشتے عرض کرتے ہیں اے رب! ہماری عرض یہ ہے کہ تو رجب کے روزہ داروں کو بخشدے' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں نے انھیں بخش دیا، اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے رجب کی پہلی جمعرات کا روزہ رکھا اور اس کی رات (شب جمعہ) میں مغرب عشاء کی نماز کے درمیان بارہ رکعتیں پڑھیں اور ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۃ القدر تین بار اور سورۂ اخلاص بارہ مرتبہ پڑھی اور ہر دو رکعت کے بعد سلام پھیرا اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد ستّر بار مجھ پر درود پڑھا اور "اَللّٰھُمَّ صلی علی سیّدنا محمد النبیّ الامی وعلیٰ آلہٖ وسلم" پڑھ کر ایک سجدہ کیا اور سجدے میں ستّر مرتبہ "سُبُّوحٌ قُدُّوسٌ رَبُّ الملائکۃِ وَالرُّوحِ" پڑھ کر سجدے سے سر اٹھایا اور ستّر مرتبہ یہ دُعا پڑھی رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَتَجَاوَزْ عَمَّا تَعْلَمُ فَاِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْاَعْظَمُ ہ یہ دعا پڑھ کر پہلے سجدہ کی طرح دوسرا سجدہ کیا اور سجدہ کی حالت میں ہی اللہ سے اپنی مراد مانگی تو اس کی مراد پوری کردی جائے گی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ جو بندہ پابندی سے یہ نماز پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کے تمام گناہوں کو معاف فرمادے گا، خواہ وہ سمندر کے جھاگوں' ریت کے ذرّوں کے برابر یا پہاڑوں کے ہم وزن ہوں یا بارش کے قطروں اور درختوں کے پتّوں کے برابر گنتی میں ہوں۔ قیامت کے دن اپنے گھر کے (کنبہ کے) سات سو آدمیوں کے حق میں اسکی شفاعت اللہ تعالیٰ قبول فرمائے گا اور جب قبر میں اس کی پہلی رات ہوئی تو اس نماز کا ثواب شگفتہ روی اور فصیح زبان کے ساتھ اس کے سامنے آئے گا اور اس سے کہے گا' اے میرے پیارے! تجھے بشارت ہو یقیناً ہر شدت اور سختی سے تو نجات میں رہے گا، وہ شخص پوچھے گا تو کون ہے؟ میں نے تیرے چہرے سے زیادہ حسین کوئی چہرہ نہیں دیکھا، تمھاری شیریں گفتار سے زیادہ کسی کی گفتار نہیں پائی اور نہ تمھاری خوشبو سے بڑھ کر کسی کی میں نے خوشبو سونگھی' وہ جواب دے گا' اے میرے پیارے! میں تیری اس نماز کا ثواب ہوں جسے تو نے فلاں سال فلاں مہینہ میں پڑھا تھا آج میں اس لئے آیا ہوں کہ تیری حاجت پوری کروں

اور تیری تنہائی کا شریک بنوں۔ تجھ سے وحشت کو دور کروں، جب قیامت کے دن صور پھونکا جائے گا تو عرصہ محشر میں تیرے سر پر میں سایہ کروں گا پس تو خوش ہوجا۔ تو اپنے آقا کی طرف سے اپنی نیکی کو کبھی ضائع نہیں دیکھے گا (تیری نیکی کبھی ضائع نہیں ہوگی)۔

---

۲۷ رجب کے روزے کی فضیلت

شیخ ابو البرکات ہبۃ اللہ سقطیؒ نے اسناد کے ساتھ بروایت[1] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ نے فرمایا کہ جس نے ستائیسویں رجب کا روزہ رکھا اس کو ساٹھ مہینوں کے روزوں کا ثواب ملے گا۔ اسی دن حضرت جبرئیل علیہ السلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں رسالت لے کر نازل ہوئے۔

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کا معمول امام ابوالبرکات ہبۃ اللہ نے اپنی اسناد کے ساتھ حضرت حسن بصریؒ سے روایت کی کہ انھوں نے کہا "حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کا معمول تھا کہ جب ستائیسویں رجب آتی تو وہ اعتکاف میں بیٹھے ہوتے تھے اور بعد نماز ظہر نفل پڑھنے میں مشغول ہوجاتے اس کے بعد وہ ... رکعتیں پڑھتے اور ہر رکعت میں سورہ فاتحہ ایک مرتبہ سورۃ القدر تین بار اور سورہ اخلاص پچاس مرتبہ پڑھتے تھے پھر عصر تک دعاؤں میں مشغول رہتے انھوں نے فرمایا کہ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی معمول تھا۔

شیخ ہبۃ اللہ نے اپنی اسناد سے بروایت ابوسلمہؓ حضرت ابوہریرہ اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہما نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ماہِ رجب میں ایک دن اور ایک رات ایسی ہے کہ اگر اس دن کا کوئی روزہ رکھے اور اس رات کو عبادت کرے تو اس کو ایک سو برس روزے رکھنے والے اور سو سال کی راتوں میں عبادت کرنے والے کے برابر اجر ملے گا۔ یہ رات وہ ہے جس کے بعد رجب کی تین راتیں رہ جاتی ہیں (یعنی ستائیسویں شب) اور یہ وہ دن ہے جس دن اللہ تعالیٰ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو رسالت عطا فرمائی۔

روزہ[2] کے آداب اور گناہوں سے احتراز کی فضیلت

روزہ دار کے لئے ضروری شرائط روزہ دار کے لئے ضروری ہے کہ اس کا روزہ گناہوں سے خالی ہو، اللہ تعالیٰ کے تقویٰ کے

---

[1] اس حدیث شریف کے رواۃ یہ ہیں امام سقطیؒ نے حافظ ابوبکر احمد خطیبؒ بن علی بن ثابتؒ نے خطیبؒ سے انھوں نے عبداللہ بن علی بن محمد بن بشیر سے اور انھوں نے حافظ ابن عمرؒ سے انھوں نے ابوبکر نصرؒ تیشیعوں خلال بن موسیٰؒ سے انھوں نے خلالؒ سے اور خلالؒ نے علی بن سعید ویلمی سے، انھوں نے ضمرہ بن ربیعہ قریشی سے انھوں نے ابن شوزبؒ سے اور ابن شوزب نے مطر وراق سے، وراق نے شہر بن حوشب سے، انھوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً بیان کیا۔

[2] روزے کے عمومی آداب بیان کئے گئے ہیں جو ماہ رمضان کے روزوں کے لئے عام اور ماہ رجب کے روزوں کے لئے خاص ہیں۔

ساتھ اس کو پورا کرے۔ ہم سے شیخ ہتبۃ اللہ نے بالاسناد حضرت ابوسعید خدری سے روایت بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رجب حرمت والے مہینوں میں سے ہے' اس کے تمام دن چھٹے آسمان پر تحریر ہیں اگر کوئی شخص رجب کے کسی دن کا روزہ رکھتا ہے اور اللہ کے خوف سے اپنے روزے کو گناہوں سے محفوظ رکھتا ہے تو وہ روزہ بھی کلام کرتا ہے وہ دن بھی اس سے بولتا ہے اور دونوں اس کے حق میں دعا کرتے ہیں کہ پروردگار!! اس روزہ رکھنے والے کو بخشدے اور اگر کسی کے روزہ کی تکمیل اللہ کے تقویٰ کے ساتھ نہیں ہوتی تو دونوں اس کے لئے دعائے مغفرت نہیں کرتے اور کہتے ہیں' اے شخص تجھے تیرے نفس نے فریب دیا!

بروایت اعرج حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روزہ جہنم کی آگ کے لئے ڈھال ہے اگر کسی کا روزہ ہو تو وہ جہالت کی حرکتیں نہ کرے اگر اس کو کوئی گالی دے یا اس سے لڑے تو اس کو چاہیئے کہ وہ اس سے کہدے کہ میں روزہ دار ہوں"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے روزہ میں جھوٹ بولنا اور جھوٹ پر عمل کرنا نہ چھوڑا تو اس کے کھانا پینا چھوڑ دینے کی اللہ کو کوئی ضرورت نہیں ہے۔ بروایت حسن بصری حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روزہ جہنم کی ڈھال ہے جب تک روزہ دار اس کے ٹکڑے ٹکڑے نہ کردے' کسی نے عرض کیا کہ ڈھال کو کون سی چیز ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالتی ہے؟ حضور نے فرمایا جھوٹ اور غیبت!

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بھی مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ صرف کھانا پینا ترک کردینے سے روزہ نہیں ہوتا بلکہ بیہودہ اور لغویات سے بچنا روزہ ہے۔ شیخ ابونصر محمد بن البناء سے بالاسناد حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پانچ چیزیں روزے کو خراب کردیتی ہیں۔ اور ان ہی پانچ چیزوں سے وضو بھی ناقص ہوجاتا ہے اور وہ یہ ہیں۔

(۱) جھوٹ بولنا (۲) چغلی کھانا۔ (۳) غیبت کرنا۔ (۴) شہوت سے کسی عورت یا مرد کو دیکھنا (۵) جھوٹی قسم کھانا

شیخ ابونصر نے بحوالہ ابوعلی بالاسناد حضرت انس بن مالک سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو لوگوں کا گوشت کھاتا رہا (غیبت کرتا رہا) اس کا روزہ نہیں ہے' ابونصر نے اپنے والد سے اُن کی اسناد کے ساتھ بیان کیا کہ حضرت حذیفہ بن یمان نے فرمایا کہ جس نے کسی عورت کے عقب سے بھی اس کے کپڑوں کے اوپر نظر جما کر دیکھا اس کا روزہ بیکار ہوگیا؛ (باطل ہوگیا)۔

شیخ ابونصر نے اسناد کے ساتھ روایت کی ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہ نے فرمایا جب تم روزہ رکھو تو یاد رکھو کہ تمہارے کانوں' آنکھوں اور زبان کا بھی روزہ جھوٹ بولنے اور حرام چیزوں کے دیکھنے سے ہے' اپنے پڑوسی کو ایذا نہ دو اور روزے میں وقار اور سنجیدگی کو قائم رکھنا چاہیئے' اپنے روزے کے دن کو بغیر روزے کے دن کی طرح نہ بناؤ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہت سے روزہ دار ایسے ہیں کہ اُن کا روزہ بھوکے پڑے رہنے کے سوا کچھ نہیں! بہت سے عبادت گذار اور شب زندہ دار ایسے ہیں جن کی بیداری جاگنے کے سوا کچھ اور نہیں ایسے اعمال

سے عرش لرز جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ غضب فرماتا ہے' اس ارشاد گرامی سے حضور کی مراد یہ تھی کہ طاعت و عبادت اگر لوجہ اللہ نہ ہو صرف محض دکھاوے کے لئے ہو تو یہ بات پیدا ہو جاتی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں شریک سے بہتر ہوں جس نے اپنے عمل خیر میں میرے سوا کسی اور کو شریک کیا تو وہ عمل میرے لئے نہیں ہوگا بلکہ اسی شریک کے لئے ہوگا میں تو اسی عمل کو قبول کرتا ہوں جو کلیتہً میرے لئے ہو' اے ابن آدم! میں سب سے بہتر تقسیم کرنے والا ہوں تو اپنے عمل کو دیکھ جو تونے دوسرے کے لئے کیا ہے' تیرے اس عمل کے بدلہ میں ذمہ داری اسی کی ہے جس کے لئے تونے عمل کیا ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دعا میں یہ الفاظ فرمایا کرتے تھے:۔

اَللّٰهُمَّ طَهِّرْ لِسَانِيْ مِنَ الْكِذْبِ وَقَلْبِيْ مِنَ النِّفَاقِ وَعَمَلِيْ مِنَ الرِّيَاءِ وَبَصَرِيْ مِنَ الْخِيَانَةِ فَإِنَّكَ تَعْلَمُ خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ ه

الٰہی! میری زبان کو جھوٹ سے پاک رکھ' میرے دل کو نفاق سے بچا، میرے عمل کو ریاکاری اور خیانت سے پاک رکھ کیونکہ تو آنکھوں کی خیانت اور ان باتوں کو جو سینے میں پوشیدہ ہیں جانتا ہے۔

پس روزہ دار کو لازم ہے کہ روزے کے آداب (شرائط) کو ملحوظ رکھے' روزے میں دکھاوٹ (نمود) نمائش اور مخلوق کو اپنے روزے سے باخبر کرنے سے پرہیز کرے اسی طرح اور دوسری عبادتوں میں ان آداب کو ملحوظ رکھے تاکہ دین و دنیا میں نقصان سے محفوظ رہے۔

شیخ ابو نصرؒ نے بالاسناد بیان کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے تھے کہ میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے سُنا کہ "حضرت نوح علیہ السلام نے یوم عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے سوا تمام عمر روزے رکھے۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے بھی نصف عمر روزے رکھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ہر ماہ میں تین دن یعنی ۱۳-۱۴-۱۵ کو روزے رکھے اس طرح تمام عمر روزے رکھے اور تمام نہ رکھے۔

شیخ ابو نصرؒ نے بالاسناد جابرؓ بن عبداللہ سے روایت کی کہ ایک بدوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور کہا یا رسول اللہؐ! مجھے آپ اپنے روزوں کے بارے میں بتائیے' یہ سُن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قدر غصّہ آیا کہ حضور کے دونوں پاک رخسار سُرخ ہو گئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب یہ حال دیکھا تو اس بدوی کو بہت کھڑکا اور جھڑکا یہاں تک کہ وہ خاموش ہو گیا، جب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا غصّہ فرو ہو گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں آپ پر قربان! مجھے اس شخص کے بارے میں بتائیے جس نے تمام روزے رکھے؟ آپ نے فرمایا کہ نہ تو وہ روزہ دار ہے اور نہ غیر روزہ دار' حضرت عمرؓ نے پھر پوچھا کہ جو تین دن روزہ سے رہے؟ آپ نے فرمایا اسنے تمام عمر کا روزہ رکھا! پھر دریافت کیا کہ اس شخص کے بارے میں ارشاد فرمائیے جو دوشنبہ اور پنجشنبہ کو روزہ رکھتا ہے' حضور نے فرمایا کہ پنجشنبہ تو ایسا دن ہے جس دن اعمال اٹھائے جاتے اور دوشنبہ ایسا دن ہے کہ اس دن میں پیدا ہوا اور یہ وہی دن ہے جس دن مجھ پر وحی نازل کی گئی۔

افطارِ صوم

روزہ افطار کرنے کی دعا

جب روزے کے اِفطار کا وقت ہوجائے تو افطار سے پہلے یہ دعا پڑھے۔

اَللّٰهُمَّ لَكَ صُمْتُ وَعَلٰى رِزْقِكَ اَفْطَرْتُ سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝

اے اللہ! میں نے تیرے لئے ہی روزہ رکھا اور تیرے ہی رزق سے اس کو افطار کرتا ہوں (کھولتا ہوں) تیرے لئے پاکی ہے اور تیرے ہی لئے حمد ہے، ہماری دعا قبول فرما، بیشک تو ہی سننے والا اور جاننے والا ہے !!

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ روزہ کھولتے وقت یہ دعا پڑھتے تھے اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ بِرَحْمَتِكَ الَّتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ اَنْ تَغْفِرَ لِیْ ۝ (الٰہی میں تجھ سے تیری اس رحمت کے صدقے میں جو تمام چیزوں پر محیط ہے، تجھ سے مغفرت کا طلبگار ہوں)۔

ابوالعالیہؒ کا قول ہے کہ جو شخص افطار کے وقت یہ دعا پڑھے گا

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ عَلَا فَقَهَرَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ نَظَرَ فَخَبَرَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ مَلَكَ فَقَدَرَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ يُحْيِی الْمَوْتٰی ۝

تمام تعریفیں اس خدا کو (سزاوار ہیں) جو برتر ہے اور غالب ہے، اور حمد اسی خدا کو ہے جس نے دیکھا اور پسند کیا اور حمد اسی خدا کو جو مالک ہے اور قادر ہے اور حمد اسی خدا کو جو مُردے کو زندہ کرتا ہے

تو گناہوں سے ایسا پاک ہوجائے گا جیسے ماں کے پیٹ سے پیدائش کے دن (گناہوں سے پاک وصاف) تھا۔

(حضرت) مصعبؒ بن سعیدؒ نے بروایت حضرت عبداللہ بن زبیرؓ حضرت سعید بن مالکؓ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی صحابی کے یہاں روزہ افطار کرتے تو ارشاد فرماتے:۔

اَفْطَرَ عِنْدَكُمُ الصَّائِمُوْنَ وَاَكَلَ طَعَامَكُمُ الْاَبْرَارُ وَصَلَّتْ عَلَيْكُمُ الْمَلَائِكَةُ ۝

روزہ داروں نے تمھارے پاس افطار کیا اور نیکوں نے تمھارا کھانا کھایا اور فرشتوں نے تم پر رحمت بھیجی۔

ماہِ رجب کی برکتیں

ماہِ رجب ایسا مہینہ ہے کہ اس میں دعائیں قبول اور خطائیں معاف ہوتی ہیں اور جس نے اس مہینہ میں گناہ کیا اس پر اس کا دوگنا عذاب کیا جاتا ہے، اس سلسلہ میں شیخ ہبتہ اللہ نے بالاسناد حضرت حسینؓ بن علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کی۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم طواف میں مشغول تھے کہ ایک آواز سُنی، کوئی شخص کہہ رہا ہے۔

يَا مَنْ يُّجِيْبُ دُعَاءَ الْمُضْطَرِّ فِی الظُّلَمِ — يَا كَاشِفَ الْكَرْبِ وَالْبَلْوٰی مَعَ السَّقَمِ

اے وہ ذات جو تاریکیوں میں غم زدہ کی دُعا قبول کرتا ہے — اے وہ ذات جو بیماریوں کے ساتھ غم و بلا دُور کرتا ہے

قَدْ بَاتَ وَفْدُکَ حَوْلَ الْبَیْتِ وَالْحَرَمِ ‏ ‏ ‏ نَحْنُ نَدْعُوْ وَعَیْنُ اللّٰہِ لَمْ تَنَمِ

بیشک تیرے گروہ نے کعبہ اور حرم کے گرد رات گزاری ‏ ‏ ‏ اور میں دعا کر رہا ہوں اور چشم الٰہی نہیں سوتی ہے

ھَبْ لِیْ بِجُوْدِکَ مَا اَخْطَاْتُ مِنْ جُرُمٍ ‏ ‏ ‏ یَا مَنْ اَشَارَ اِلَیْہِ الْخَلْقُ بِالْکَرَمِ

اپنے فضل و کرم کے صدقہ میں میرے گناہوں کو بخش دے ‏ ‏ ‏ اے وہ کہ جس کی بخشش کی طرف لوگ اشارہ کرتے ہیں۔

اِنْ کَانَ عَفْوُکَ لَمْ یَسْبِقْ لِمُجْرِمٍ ‏ ‏ ‏ فَمَنْ یَّجُوْدُ عَلَی الْعَاصِیْنَ بِالنِّعَمِ

اگر تیری معافی گناہگار کی جانب سبقت نہ کرے ‏ ‏ ‏ کون ہے جو گناہگاروں پر بخشش کرے۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے میرے والد نے فرمایا! اے حسینؓ تم سُن رہے ہو کہ وہ اپنے گناہوں پر کس طرح رو رہا ہے اور اپنے رب کو کس طرح پکار رہا ہے: تم اُدھر جاؤ شاید وہ تم کو مِل جائے' اسے بلا لاؤ، حضرت حسینؓ فرماتے ہیں کہ میں اس طرف گیا اور وہ مجھے مل گیا، میں نے اُسے دیکھا کہ وہ ایک خوبصورت چھریرے بدن کا آدمی ہے اس کے کپڑے صاف تھے اور خوشبو آرہی تھی، مگر اس کا داہنا بازو شل تھا، میں نے اس سے کہا کہ امیرالمومنین حضرت علی کرم اللہ وجہٗ تم کو بلارہے ہیں یہ سُن کر وہ شخص اٹھا اور مفلوج حصّہ کو کھینچتا ہوا حضرت امیرالمومنین کی خدمت میں پہنچا' انھوں نے اس کا حال دریافت کیا اور پوچھا تم کون ہو' اس نے کہا اے امیرالمومنین! آپ اس کا حال کیا دریافت فرماتے ہیں! جو عذاب میں گرفتار ہو اور اہل و عیال کے حقوق کی ادائیگی سے روک دیا گیا ہو (اپاہج ہو) آپ نے اس کا نام دریافت فرمایا، اس نے اپنا نام "منازل بن لاحق" بتایا، حضرت علیؓ نے فرمایا تمھارا قصّہ کیا ہے؟ اس نے کہا میں لہوو لعب میں اور عیش و طرب کے معاملہ میں سارے عرب میں مشہور تھا، میدانوں میں گھوڑے دوڑانے کے سوا کچھ کام نہ تھا غفلت نے مدہوش کر رکھا تھا کہ نہ میری توبہ کا اعتبار تھا اور نہ معافی مانگنے کا (توبہ کرتا اور توبہ توڑ دیتا جس فعل سے معافی مانگتا دوبارہ اسی کو کرتا)۔ میری حالت یہ تھی کہ رجب اور شعبان کے مہینے میں بھی گناہوں کے ارتکاب سے باز نہ آتا (برابر گناہ کئے جاتا) میرا مہربان اور شفیق باپ مجھے جہنم کے عذاب سے ڈراتا تھا اور گناہوں کے ہولناک انجام سے برابر متنبہ کرتا تھا، وہ کہتے کہ بیٹے! اللہ کی گرفت اور اس کی سزا بڑی سخت ہے' اس خدا کی نافرمانی کیوں کرتا ہے جو آگ کے عذاب میں مبتلا کرنے والا ہے، تیرے مظالم سے بہت سے ہاتھ فریادی ہیں' عزت والے فرشتے حرمت والا مہینہ (رجب) اور بہت سی راتیں تجھ سے نالاں ہیں' ان نصیحتوں کے جواب میں اس کو میں مارتا پیٹتا، آخر کار ایک دن اس نے (میرے مظالم سے) تنگ آکر کہا کہ خدا کی قسم میں روزہ رکھوں گا اور کبھی نہیں کھولوں گا، برابر نماز پڑھوں گا (رات کو کبھی نہیں سوؤں گا) چنانچہ ایک ہفتہ اپنی قسم کے بموجب انھوں نے کیا اور پھر اونٹنی پر سوار ہو کر مکہ معظمہ میں حج اکبر کے دن پہنچ گئے اور کہنے لگے کہ میں اب حرم میں جاکر تیرے خلاف اللہ سے مدد مانگوں گا (تیرے لئے بد دعا کروں گا)۔

چنانچہ حرم میں پہنچ کر انھوں نے کعبہ کے پردے پکڑ کر اس طرح فریاد کی کہ:-

لے وہ ذات پاک جس کی طرف دُور دُور سے حاجی آتے ہیں اور اس بے نیاز اور یکتا ذات کے لطف و کرم کی آس لگاتے ہیں میری فریاد سُن! منازل (میرا بیٹا) میری نافرمانی سے باز نہیں آتا۔ اے رحمٰن! میرے بیٹے سے میرا حق لے لے، اے پاک ذات لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُولَدْ! مجھ پر بخشش کر اور (میری بددعا سے) منازل کا ایک پہلو (بدن کا ایک رُخ) مفلوج کردے۔

منازل نے کہا کہ اس ذات کی قسم جس نے آسمان کو بلند کیا ہے اور پانی کو چشموں سے نکالا ہے کہ میرے والد ابھی یہیں تک کہنے پائے تھے کہ میرا دایاں حصہ (پہلو) مفلوج ہوگیا اور میں ان تختوں کی طرح بے حس حرکت ہو کر رہ گیا جو حرم کے کونوں میں پڑے رہتے ہیں۔ لوگ صبح و شام میرے پاس سے گزرتے تو کہتے یہ وہی ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اس کے باپ کی بددعا قبول فرمالی!

یہ سُن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا پھر تمہارے باپ نے کیا کیا۔ منازل نے کہا کہ امیرالمؤمنین میں نے اپنے باپ کو راضی کرلیا، جب وہ مجھ سے راضی ہوگئے تو میں نے درخواست کی کہ جس جگہ کھڑے ہو کر آپ نے میرے لئے بددعا کی تھی اسی جگہ کھڑے ہو کر آپ میرے لئے دعا کیجئے، انھوں نے میری درخواست قبول کرلی۔ ہم روانہ ہوگئے اثنائے سفر ایک اونٹنی مل گئی، میں نے والد کو اس پر سوار کرایا اور ان کو لے چلا، وادی اراک میں جب ہم پہنچے تو درخت سے ایک پرندہ (پر) پھڑپھڑا کر اس طرح اُڑا کہ اس کی آواز سے اونٹنی بدک گئی، میرے والد اونٹنی سے گر کر ہلاک ہوگئے۔

یہ تمام قصہ سُن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں تجھے ایک دعا بتاتا ہوں جس کو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے حضور نے فرمایا تھا کہ ایسا کوئی غم زدہ نہیں جس نے ان الفاظ سے دعا کی اور اللہ نے اس کے غم دور نہ کردیئے ہوں اور نہ کوئی ایسا مضطرب ہے جس نے اللہ سے ان الفاظ میں دعا کی اور اللہ تعالیٰ نے اس کے اضطراب کو ختم نہ فرما دیا ہو۔ منازل نے کہا بہت بہتر (میں ضرور یہ دعا پڑھوں گا)۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ امیرالمؤمنین رضی اللہ عنہ نے منازل کو یہ دُعا سکھادی۔ منازل نے اللہ سے وہی دعا کی اور اس کو مرض سے نجات مل گئی۔ چنانچہ وہ ہمارے پاس دوسرے دن صبح کو تندرست ہو کر آیا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ منازل! تونے کیا عمل کیا! منازل نے جواب دیا کہ جب تمام لوگ (رات کو) سو گئے تو میں نے وہی دعا تین مرتبہ پڑھی، غیب سے ندا آئی "تیرے لئے اللہ کافی ہے، تونے اسم اعظم کے ساتھ اللہ سے دعا کی ہے۔ اللہ کو جب بھی اسم اعظم سے پکارا جاتا ہے اللہ تعالیٰ دعا قبول فرما لیتا ہے اور جو چیز اس سے طلب کی جاتی ہے وہ اس کو مل جاتی ہے" اس کے بعد میری آنکھ لگ گئی، میں خواب میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا میں نے وہ دُعا عرض کی، حضورؐ نے فرمایا میرے ابن عم علیؓ نے سچ کہا ہے، اسی دعا میں وہ اسم اعظم ہے کہ اگر اس کو لے کر اللہ سے دُعا کی جائے

لے (بددعا کے اصل الفاظ)

يَا مَنْ إِلَيْهِ يَأْتِي الْحُجَّاجُ مِنْ بُعْدٍ | يَرْجُوْنَ لُطْفَ عَزِيْزٍ وَاحِدٍ صَمَدٍ
هٰذَا مَنَازِلُ لَا يَرْتَدُّ عَنْ عَقَقِيْ | فَخُذْ بِحَقِّيْ يَا رَحْمٰنُ مِنْ وَلَدِيْ
وَشَلَّ مِنْهُ بِجُوْدٍ مِنْكَ جَانِبَهٗ | يَا مَنْ تَقَدَّسَ لَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَلِدْ

تو وہ ضرور قبول ہوتی ہے' اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی، کچھ دیر بعد میں دوبارہ پھر سو گیا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھر زیارت کی، میں نے حضورؐ سے گذارش کی میں حضور والا سے اس دُعا کے سننے کا مشتاق ہوں، حضورؐ نے فرمایا اس طرح پڑھو!!

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ یَا عَالِمَ الْخَفِیَّةِ وَیَا مَنِ السَّمَآءُ بِقُدْرَتِهٖ مَبْنِیَّةٌ وَیَا مَنِ الْاَرْضُ بِعِزَّتِهٖ مَدْحِیَّةٌ وَیَا مَنِ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِنُوْرِ جَلَالِهٖ مُشْرِقَةٌ مُضِیْئَةٌ وَیَا مُقْبِلًا عَلٰی كُلِّ نَفْسٍ مُؤْمِنَةٍ ذَكِیَّةٍ وَیَا مُسَكِّنَ رُعْبِ الْخَائِفِیْنَ وَاَهْلِ التَّقِیَّةِ، یَا مَنْ حَوَائِجُ الْخَلْقِ عِنْدَهٗ مَقْضِیَّةٌ یَا مَنْ نَجّٰی یُوْسُفَ مِنْ رِقِّ الْعُبُوْدِیَّةِ، یَا مَنْ لَیْسَ لَهٗ بَوَّابٌ یُنَادٰی وَلَا صَاحِبٌ یُغْشٰی، وَلَا وَزِیْرٌ یُعْطٰی وَلَا غَیْرُهٗ رَبٌّ یُدْعٰی وَلَا یَزْدَادُ عَلٰی كَثْرَةِ الْحَوَائِجِ اِلَّا كَرَمًا وَجُوْدًا وَصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ اَعْطِنِیْ سُؤَالِیْ اِنَّكَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ٥

الٰہی! اے پوشیدہ چیزوں کے جاننے والے! اے وہ ذات جس کی قدرت سے آسمان بنائے گئے اور اے وہ ذات جس کی قدرت سے زمین بچھائی گئی۔ اے وہ ذات جس کے نورِ جلال سے سورج اور چاند روشن اور پُرنور ہیں۔ اے وہ ذات جس کی توجہ ہر پاک نفس کی طرف ہوتی ہے' اے وہ ذات جو ہراساں اور ترساں لوگوں کو خوف سے تسکین دینے والی ہے' اے وہ ذات جس کے یہاں مخلوق کی حاجتیں پوری ہوتی ہیں' اے وہ ذات جس نے نجات بخشی یوسف کو غلامی کی ذلت سے' اے وہ ذات کہ جس کا کوئی دربان نہیں کہ جس کو پکارا جائے اور نہ کوئی مصاحب ہے جس کے پاس حاضری دی جائے اور نہ کوئی وزیر ہے کہ جس کو نذر پیش کی جائے اور نہ اس کے علاوہ کوئی رب (پروردگار) ہے کہ اس سے دعا کی جائے اے وہ کہ جس کا کرم اور جود حاجتوں کی کثرت کے باوجود بڑھتا ہی جاتا ہے' میں تجھ سے درخواست کرتا ہوں کہ حضرت محمدؐ اور آپ کی آل پر رحمت نازل فرما اور مجھے میری مراد عطا کر! بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے۔

منازل نے کہا کہ یہ خواب دیکھ کر میں بیدار ہو گیا، بیدار ہوا تو میں بالکل تندرست تھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس دعا کو مضبوطی کے ساتھ حاصل کرو' یہ عرش کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے کا بھی ایک ایسا ہی واقعہ منقول ہے' بوجہ طوالت ہم یہاں ذکر نہیں کرتے ہیں۔ حاصل کلام یہ کہ کسی ذی ہوش و خرد کے لئے زیبا نہیں کہ وہ گناہوں کو، مظالم کو، اور مظلوم کی بددعا کو حقیر سمجھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ظلم قیامت کے دِن تاریکیاں بن جائے گا۔

حضورؐ نے یہ بھی فرمایا کہ "جب بندہ اپنے ہاتھ (سوال کے لئے) اللہ تعالیٰ کے آگے پھیلاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو خالی ہاتھ پھیرنے سے حیا فرماتا ہے۔" اس لئے اس کو جلد یا بہ دیر دنیا ہی میں دے دیتا ہے یا آخرت میں قیامت کے دن کے لئے جمع کر دیتا ہے۔ اس سلسلہ میں یہ دو اشعار ہیں:۔

اَتَسْمَعُ بِالدُّعَاءِ فَتَزْدَرِیْهِ ‌ ‌ تَبَیَّنَ فِیْكَ مَا صَنَعَ الدُّعَاءُ

کیا تو دعا کو سن کر اسے حقیر سمجھتا ہے: ‌ ‌ دُعا کی تاثیر تو تیرے اندر نمایاں اور ظاہر ہے

سِهَامُ اللَّيْلِ لَا تُخْطِئُ وَ لٰكِن لَهَا أَمَدٌ وَ لِلْأَمَدِ انْقِضَاءٌ

رات کے تیر (نالے) خطا نہیں کرتے مگر ان کے لئے ایک وقت ہے اور وقت کو گزرنا ہے

مَجْلِسْ
مَاہِ شعبان کی فضیلت

ماہ شعبان ـــــ اور شعبان کی پندرھویں شب

شیخ ابونصرؒ نے بالاسناد ابوسلمہ سے اور انھوں نے اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ماہ شعبان کے روزے اس طرح رکھتے تھے کہ ہم کہتے تھے حضور اب کوئی دن ناغہ نہیں فرمائیں گے اور جب حضور ناغہ فرماتے تھے تو ہم کہتے تھے کہ اب (اس ماہ میں) حضور روزہ نہیں رکھیں[1] گے اور میں نے یہ بھی کبھی نہیں دیکھا کہ سوائے ماہِ رمضان کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی مہینے کے پورے روزے رکھے ہوں اور میں نے یہ بھی نہیں دیکھا کہ حضورؐ نے شعبان سے زیادہ کسی مہینے میں روزے رکھے ہوں (علاوہ رمضان کے) یہ حدیث صحیح ہے اس کو امام بخاری نے بروایت عبداللہ بن یوسف امام مالک سے روایت کی ہے۔

شیخ ابو نصرؒ نے بالاسناد حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح مسلسل روزے رکھتے تھے[2] کہ ہم خیال کرنے لگتے کہ آپ کسی دن کا روزہ نہیں چھوڑیں گے اور جب آپ روزہ دار نہ ہوتے تو ہم خیال کرتے کہ آپ اب روزہ نہیں رکھیں گے، آپ کو شعبان کے روزے بہت زیادہ محبوب تھے" میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا سبب ہے کہ آپ ماہِ شعبان میں روزے رکھتے ہیں؟ آپ نے فرمایا" عائشہ! یہ ایسا مہینہ ہے کہ سال کے باقی عرصہ میں مرنے والوں کے نام ملک الموت کو لکھ کر اس ماہ میں دیدیئے جاتے ہیں میں چاہتا ہوں کہ میرا نام ایسی حالت میں نقل کر کے دیا جائے کہ میرا روزہ ہو۔

ابو نصرؒ نے اپنے والد محمد کی اسناد سے بروایت عطا بن یسار حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے علاوہ کسی مہینے میں اتنے روزے نہیں رکھتے تھے جتنے ماہ شعبان میں؛ اس کی وجہ یہ ہے کہ (سال میں) مرنے والوں کے نام زندوں کی فہرست سے نکال کر مُردوں کی فہرست میں شامل کر دیئے جاتے ہیں آدمی سفر میں ہوتا ہے حالانکہ اس کا نام مرنے والوں کی فہرست میں لکھ لیا جاتا ہے۔

شیخ ابو نصرؒ نے بالاسناد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ انھوں نے فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب مہینہ شعبان کا تھا چونکہ وہ رمضان سے متصل ہے۔

---

[1] یعنی حضورؐ اس ماہ میں بعض تاریخوں میں روزہ رکھتے تھے اور بعض تاریخوں میں ناغہ فرماتے۔
[2] ماہ شعبان میں اس طرح مسلسل روزے رکھتے تھے۔

حضرت عبداللہؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو ماہ شعبان کے آخری دوشنبہ روزہ رکھے گا تو اس کی مغفرت کردی جائے گی۔ آخری دوشنبہ سے مراد ہے شعبان کا وہ دوشنبہ جو آخری دنوں میں واقع ہو نہ کہ مہینہ کا آخری دن اس لئے کہ رمضان سے ایک یا دو دن پہلے (شعبان میں) روزہ رکھنا منع ہے۔ حضرت انسؓ بن مالکؓ سے مروی ہے کہ انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس ماہ کا نام شعبان اس لئے رکھا گیا کہ اس ماہ میں رمضان کے لئے بیشمار نیکیاں تقسیم کی جاتی ہیں اور رمضان نام اس لئے رکھا گیا کہ یہ مہینہ گناہوں کو جلا دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا انتخاب اور بزرگ مہینے

اللہ تعالیٰ کی تخلیقات اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ۔ تیرا رب جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور اس سے انتخاب کرلیتا ہے: پس اللہ تعالیٰ نے ہر نوع سے چار کا انتخاب فرمایا اور پھر ان چار سے ایک کا انتخاب فرمالیا۔ ملائکہ سے اللہ تعالیٰ نے چار کو منتخب فرمایا یعنی حضرت جبرئیلؑ، حضرت میکائیل حضرت اسرافیل اور حضرت عزرائیل علیہم السلام پھر ان چار میں سے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو منتخب فرمالیا اسی طرح انبیاء علیہم السلام میں حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ اور سید عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند فرمایا اور ان میں سے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو منتخب فرمایا؛ صحابہ کرام سے چار کو پسند فرمایا یعنی حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت عمر فاروقؓ حضرت عثمان ذوالنورینؓ اور حضرت علی مرتضیٰ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین، پھر ان میں سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو منتخب فرمایا۔

مساجد میں چار مسجدیں پسند فرمائیں یعنی مسجد حرام، مسجد اقصیٰ، مسجد مدینہ اور مسجد طور سینا پھر ان میں سے مسجد حرام کو منتخب فرمایا؛ دنوں میں چار دنوں کو پسند کیا، یعنی یوم الفطر، یوم الاضحیٰ، یوم عرفہ اور یوم عاشورہ؛ پھر ان چاروں میں سے یوم عرفہ کو پسند کیا۔ چار راتیں پسند فرمائیں یعنی شب برات، شب قدر، شب جمعہ اور شب عید؛ ان چاروں سے شب قدر کو انتخاب فرمایا۔ بستیوں میں سے چار بستیوں کو پسند فرمایا ہے: یعنی مکہ مکرمہ۔ مدینہ طیبہ۔ بیت المقدس اور مساجد العشائر۔ ان چاروں سے مکہ مکرمہ کو چن لیا۔ پہاڑوں سے چار پہاڑ انتخاب فرمائے، احد، طور سینا، لکام اور لبنان ان میں سے طور کو منتخب فرمالیا؛ دریاؤں میں سے چار دریا پسند فرمائے، جیحون، سیحون، نیل اور فرات؛ ان میں سے فرات کو منتخب فرمایا۔ مہینوں میں سے چار مہینے پسند فرمائے، رجب، شعبان۔ رمضان اور محرم؛ ان میں سے شعبان کو انتخاب فرمالیا اور اس کو رسول اللہ کا مہینہ قرار دیا۔ پس جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء میں افضل ہیں اسی طرح تمام مہینوں میں ماہ شعبان افضل ہے۔

شعبان رسول اللہ کا مہینہ ہے

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "شعبان میرا مہینہ ہے، رجب اللہ کا اور رمضان میری اُمت کا، شعبان گناہوں کو دور کرنے والا ہے اور رمضان بالکل پاک کردینے والا! رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رجب اور رمضان کے درمیان شعبان کا مہینہ ہے لوگ اس کی طرف سے غفلت کرتے ہیں حالانکہ اس ماہ میں بندوں کے اعمال رب العالمین کے حضور پیش کئے جاتے ہیں اس لئے میں پسند کرتا ہوں کہ میرے اعمال اللہ کے حضور میں اس طرح پیش ہوں کہ میرا روزہ ہو،

حضرت انسؓ بن مالکؓ سے مروی ہے کہ حضور اقدس نے فرمایا رجب کا شرف اور فضیلت باقی مہینوں پر ایسی ہے جیسے دوسرے کلاموں پر قرآن مجید کی فضیلت اور تمام مہینوں پر شعبان کی فضیلت ایسی ہے جیسے تمام انبیاء پر میری فضیلت ہے اور دوسرے مہینوں پر رمضان کی فضیلت ایسی ہے جیسے تمام کائنات پر اللہ کی فضیلت !!

حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب جب شعبان کا چاند دیکھ لیتے تو کلام مجید کی تلاوت میں منہمک اور محو ہو جاتے ! اور مسلمان اپنے اموال کی زکواۃ نکالتے تاکہ مسکین اور غریب مسلمانوں میں بھی روزے رکھنے کی سکت پیدا ہو جائے۔ حکام قیدیوں کو طلب کرتے جس پر حد قائم ہونا ہوتی اس پر حد قائم کرتے باقی مجرموں کو آزاد کردیتے، سوداگر اپنے قرضے ادا کردیتے، دوسروں سے اپنا قرض وصول کرلیتے اور جب رمضان کا چاند اُن کو نظر آجاتا تو (دنیا کے تمام کاموں سے فارغ ہو کر) اعتکاف میں بیٹھ جاتے۔

ماہ شعبان کے فضائل

لفظ شعبان کی تحقیق

شعبان میں پانچ حروف ہیں۔ شؔ شرف کا ہے، عؔ علو کا، بؔ برّ (احسان اور بھلائی) کا اؔ الفت کا اور نؔ نور کا ہے، اس مہینے میں یہ پانچوں حروف بارگاہ الٰہی سے بندے کے لئے مخصوص ہوتے ہیں، اس ماہ میں نیکیوں کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، برکتوں کا نزول ہوتا ہے، خطاؤں کو معاف کیا جاتا ہے، رسول اللہ پر درود کی کثرت کی جاتی ہے (کثرت سے آپ پر درود بھیجا جاتا ہے) درود بھیجنے کا یہ خاص مہینہ ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝

بیشک اللہ اور اس کے فرشتے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) پر درود بھیجتے ہیں اے ایمان والو! تم بھی اُن پر درود وسلام بھیجو۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے صلوٰۃ کے معنی رحمت کے ہیں، ملائکہ کی طرف سے صلوٰۃ کے معنی مدد، نصرت اور استغفار کے اور مومنوں کی طرف سے صلوٰۃ کے معنی ہیں دعا اور ثناء کے۔ مجاہدؒ کا قول ہے کہ صلوٰۃ کے معنی اللہ کی طرف سے توفیق و رحمت کے ہیں، فرشتوں کی جانب سے مدد و نصرت کے اور مسلمانوں کی طرف سے پیروی کرنے اور عزت احترام پہنچانے کے ہیں۔

ابن عطا کہتے ہیں کہ صلوٰۃ کے معنی اللہ کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر تعلق اتصال کی بقا کے ہیں اور ملائکہ کی طرف سے تعظیم کا اظہار کرنے اور اُمت کی طرف سے صلوٰۃ کے معنی ہیں شفاعت طلب کرنا!

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو ایک بار مجھ پر دُرود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس بار رحمت نازل فرماتا ہے اس لئے ہر دانشمند مومن کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس مہینے میں غافل نہ رہے بلکہ رمضان کے استقبال کی تیاری شروع کر دے، گزشتہ اعمال سے توبہ کر کے گناہوں سے پاک ہو جائے، ماہ شعبان ہی میں اللہ کے سامنے زاری کرے رسول اللہ کا وسیلہ پکڑے کہ اللہ اس کے دل کی خرابی کو دُور فرما دے اور دل کی بیماری کا علاج ہو جائے۔ اس سلسلہ میں تاخیر اور لیت ولعل سے کام نہ لے یہ نہ کہے کہ کل کروں گا اس لئے کہ دن تو صرف تین ہیں، ایک کل جو گزر گیا، ایک آج جو عمل کا دن ہے ایک آنے والا کل جس کی بس امید ہی امید ہے کہا نہیں جا سکتا کہ وہ اس کے لئے آئے گا یا نہیں، گزرا ہوا کل ایک نصیحت ہے، آج کا دن غنیمت ہے، آنے والا کل صرف ایک خیالی چیز ہے، اسی طرح مہینے تین ہیں رجب تو گزر گیا وہ دوبارہ کبھی نہیں آئے گا۔ رمضان کا انتظار ہے (آنے والا ہے) معلوم نہیں کہ اس مہینے تک زندہ رہے یا نہ رہے بس شعبان ہی ان دونوں کے درمیان ہے اس لئے اس میں طاعت و بندگی کو غنیمت سمجھنا چاہیئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے ارشاد فرمایا اور اسے نصیحت فرمائی۔ یہ صاحب حضرت عبداللہؓ بن عمر [illegible] تھے [illegible] پانچ باتوں کو پانچ باتوں کے واقع ہونے سے پہلے غنیمت جانو!

۱۔ بڑھاپے سے پہلے جوانی کو ۲۔ بیماری سے پہلے صحت کو ۳۔ مفلسی سے پہلے تونگری کو ۴۔ شغل سے پہلے فرصت کو ۵۔ مرنے سے پہلے زندگی کو۔

فضائل و برکات شب برات

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: حٰمٓ ۝ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ إِنَّا أَنْزَلْنٰهُ فِي لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ ۝ قسم ہے روشن کتاب کی بیشک ہم نے برکت والی رات میں اتارا۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ حٰمٓ یعنی روز قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے اللہ تعالیٰ کا فیصلہ شدہ ہے وَالْكِتٰبُ الْمُبِيْنُ قسم ہے کتاب مبین کی (یعنی قرآن مجید کی) إِنَّآ أَنْزَلْنٰهُ فِي لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ بیشک ہم نے قرآن (کتاب مبین) برکت والی رات میں اتارا۔ یعنی نصف شعبان کی رات میں۔ عکرمہؒ کے علاوہ تمام مفسرین کا یہی قول ہے۔ عکرمہؒ کا قول ہے کہ لیلۃ المبارکۃ سے شب قدر مراد ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بہت سی چیزوں کو مبارک فرمایا ہے قرآن کو بھی مبارک کہا گیا ہے فرمایا ہے هٰذَا ذِكْرٌ مُّبٰرَكٌ أَنْزَلْنٰهُ (یہ قرآن مبارک ذکر ہے جس کو ہم نے نازل کیا)۔ قرآن کی برکتیں طرح طرح کی ہیں مثلاً جس نے اس کو پڑھا اور اس کو مانا اس نے نار جہنم سے نجات پائی۔ یہ برکت اس سے بڑھ کر اس کے آباء و اجداد اور اولاد تک پہنچتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے قرآن پاک کی تلاوت اوراق دیکھ کر کی اللہ تعالیٰ اس کے ماں باپ سے عذاب ہلکا کر دیتا

ہے خواہ وہ کافر ہی کیوں نہ ہوں۔

اسی طرح پانی کو بھی برکت والی چیزوں میں فرمایا ہے" وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً مُبَارَكًا" ہم نے اوپر سے برکت والا پانی نازل کیا' یہ پانی ہی کی برکت ہے کہ چیزیں اس سے زندہ ہیں جیسا کہ ارشاد ربانی ہے وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ اَفَلَا يُؤْمِنُوْنَ (ہم نے سب چیزوں کو پانی سے زندہ کیا ہے پھر بھی تم ایمان نہیں لاتے) کہا گیا ہے کہ پانی میں دس خوبیاں ہیں' یعنی (۱) رقت (رقیلاپن)، (۲) نرمی (۳) طاقت (۴) پاکیزگی (۵) صفائی (۶) حرکت (۷) تری (۸) خنکی (۹) تواضع (۱۰) زندگی۔ یہ سب خوبیاں اللہ تعالیٰ نے دانشمند مومن کو بھی عطا فرمائی ہیں دل میں نرمی بھی ہے اور رقت بھی۔ طاعت و بندگی کی طاقت بھی ہے اور لطافت نفس بھی۔ عمل کی صفائی بھی ہے اور بھلائی کی طرف حرکت بھی ہے' آنکھوں میں تری۔ گناہوں سے افسردگی' مخلوق سے تواضع بھی ہے اور حق بات سننے سے زندگی بھی!!

پانی کی طرح اللہ تعالیٰ نے زَیتون کو بھی مبارک فرمایا ہے' ارشاد ربانی ہے شَجَرَةٍ مُّبَارَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ (برکت والے زیتون کے درخت سے) یہی وہ پہلا درخت ہے جس کا پھل حضرت آدم علیہ السلام نے اُتارنے جانے کے بعد سب سے پہلے کھایا اس میں غذا بھی ہے اور روشنی بخشنے والا تیل بھی' اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں ارشاد فرمایا وَصِبْغٍ لِّلْاٰكِلِيْنَ یہ درخت کھانے کا کام دیتا ہے (کھانے والوں کے لئے سالن ہے) یہ بھی کہا گیا ہے کہ شجرہ مبارکہ سے مراد حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد قرآن کریم ہے' یا ایمان ہے یا مومن کا نفس مُطمئنہ ہے جو نیکی کا حکم کرنے والا ہے اور ممنوعات سے بچنے والا اور قضا و قدر کو قبول کرنے والا ہے اور اللہ تعالیٰ نے جو کچھ لکھا اور حکم فرمایا وہ اس کی موافقت کرنے والا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بھی اللہ تعالیٰ نے مبارک نام رکھا۔ حضرت عیسیٰ کا قول نقل فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَجَعَلَنِيْ مُبَارَكًا اَيْنَمَا كُنْتُ! (اور مجھے برکت والا بنایا گیا جہاں کہیں بھی میں ہوں)

یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی کی برکت تھی کہ حضرت کی والدہ مریم علیہا السلام کے لئے اللہ تعالیٰ نے کھجور کے خشک درخت میں پھل پیدا کر دیئے تھے اور نیچے چشمہ رواں فرما دیا تھا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:۔

فَنَادٰىهَا مِنْ تَحْتِهَآ اَلَّا تَحْزَنِيْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ سَرِيًّا وَهُزِّيْٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا فَكُلِيْ وَاشْرَبِيْ وَقَرِّيْ عَيْنًا ۝

درخت کے نیچے سے مریم کو (ہم نے) پکارا کہ غمگین نہ ہو تیرے رب نے تیرے نیچے چشمہ جاری کر دیا ہے اور کھجور کے درخت کے تنے کو ہلا تیرے اوپر پکے پھل گر پڑیں گے بس کھا پی اور بچّہ کے دیدار سے آنکھیں ٹھنڈی کر

مادر زاد نابینا اور کوڑھیوں کو تندرست کر دینا، دُعا سے مُردوں کو زندہ کر دینا اور دوسرے معجزات بھی عیسیٰ علیہ السلام کی برکتوں میں سے ہیں' کعبہ شریف کو بھی مبارک فرمایا گیا ہے۔

اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا ۝

بےشک سب سے پہلا گھر جو لوگوں کی عبادت کے لئے قائم کیا گیا وہ گھر ہے جو مکّہ میں ہے برکتوں والا ہے۔

یہ کعبہ ہی کی برکت ہے کہ جو کوئی اس میں داخل ہوا اس پر گناہوں کا کتنا ہی بوجھ کیوں نہ ہو جب وہ اس (گھر)

سے باہر آتا ہے تو اس کے تمام گناہ معاف کردیئے گئے ہوتے ہیں (ہوچکتے ہیں) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

یعنی جو مومن گناہوں سے توبہ کرنے کے لئے کعبہ میں داخل ہوتا ہے اللہ اس کو عذاب سے مامون و محفوظ کردیتا ہے اس کی توبہ قبول کرلیتا ہے اور اس کو بخش دیا جاتا ہے۔ بعض علمائے مذکورہ آیت میں مامون ہونے سے مراد یہ لی ہے کہ حرم کے اندر کسی کو کوئی تکلیف نہیں پہنچائی جاسکتی تاوقتیکہ وہ باہر نکل کر نہ آجائے۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ حرمت کعبہ کا لحاظ و پاس کرتے ہوئے حرم کے جانوروں کا شکار کرنا وہاں کے درخت کاٹنا حرام قرار دیا گیا ہے یہ خانہ کعبہ کی حُرمت کی وجہ سے ہے اور مسجد حرام کی حُرمت خانۂ کعبہ کی حُرمت کے باعث ہے، مکۂ مکرمہ کی حُرمت مسجد حرام کی حُرمت کے باعث ہے حرم کی حُرمت مکۂ مکرمہ کی بنا پر ہے جیسا کہ منقول ہے کہ کعبہ مسجد حرام والوں کا قبلہ ہے اور مسجد حرام اہل مکہ کا قبلہ ہے مکۂ مکرمہ اہل حرم کا قبلہ ہے اور حرم تمام اہل زمین کا قبلہ ہے، اس کا نام مکہ اس لئے رکھا گیا ہے کہ وہاں قوموں کا ہجوم و اژدہام ہوتا ہے اور آدمی اس ہجوم میں ایک دوسرے پر روندے جاتے ہیں۔ بکہ اور مکہ ایک ہی لفظ ہیں۔

اسی طرح شب برأت بھی برکت والی چیزوں میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو بھی مبارک فرمایا ہے کیونکہ اہل زمین کے لئے اس رات میں رحمت، برکت، خیر، گناہوں سے معافی اور نزولِ مغفرت ہے، اس کے ثبوت میں دوسری روایات کے منجملہ ایک روایت وہ بھی ہے جو ابونصرؒ نے اپنے والد سے نقل کی ہے کہ جو انھوں نے بالاسناد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیان کی کہ آپ نے فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "نصف شعبان کی رات میں اللہ تعالیٰ قریب ترین آسمان کی طرف نزول فرماتا ہے اور مشرک، دل میں کینہ رکھنے والے اور رشتہ داریوں کو منقطع کرنے والے اور بدکار عورت کے سوا، تمام لوگوں کو بخش دیتا ہے۔

شیخ ابونصرؒ نے اپنے والد سے بالاسناد بیان کیا کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ "نصف شعبان کی رات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری چادر کے اندر سے خاموشی کے ساتھ باہر نکل گئے، خدا کی قسم میری یہ چادر نہ حریرؓ کی تھی نہ قز کی، نہ کتان کی تھی اور نہ خز کی۔ مروۃؓ نے عرض کیا پھر کس کپڑے کی تھی، حضرت صدیقہؓ نے فرمایا، اس کا تانا بالوں کا تھا اور بانا اونٹ کے بالوں کا۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ اس طرح حضور کے نکل جانے سے مجھے یہ گمان ہوا کہ حضور والا کسی اور بی بی کے پاس تشریف لے گئے ہیں میں نے اٹھ کر آپ کو حجرے میں تلاش کیا تو میرے ہاتھ حضور کے پاؤں سے چھو گئے۔ آپ اس وقت سجدے میں تھے، میں نے دعا کے الفاظ یاد کر لئے تھے، آپ سجدے میں فرما رہے تھے۔

سَجَدَ لَکَ سَوَادِیْ وَ جَنَانِیْ وَ اٰمَنَ بِکَ فُؤَادِیْ اَبُوْءُ لَکَ بِالنِّعَمِ وَ اَعْتَرِفُ لَکَ بِالذَّنْبِ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْلِیْ اِنَّہٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ اَعُوْذُ بِعَفْوِکَ مِنْ عُقُوْبَتِکَ وَ اَعُوْذُ بِرَحْمَتِکَ

یا اللہ! میرا جسم اور میرا دل تجھے سجدہ کرتا ہے، میرا دل تجھ پر ایمان لایا اور میں تیری نعمتوں کا شکر ادا کرتا ہوں اپنے گناہوں کا اقرار کرتا ہوں میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا تو مجھے بخشدے تیرے سوا کوئی گناہوں کو بخشنے والا نہیں ہے، میں تیرے عذاب سے بچنے کے لئے تیری پناہ میں آتا ہوں تیرے غضب سے بچنے کے لئے تیری رضا

---

[1] یہ ریشمی کپڑوں کی قسمیں ہیں۔ یعنی حریر۔ قز۔ کتان اور خز۔

مِنْ نِقْمَتِكَ وَاَعُوْذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْكَ لَاۤ اُحْصِیْ ثَنَاۤءً عَلَیْكَ اَنْتَ كَمَاۤ اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِكَ ۞

کا طالب ہوں، تیرے عذاب سے امن میں رہنے کے لئے تجھ ہی سے درخواست کرتا ہوں، تیری حمد وثنا کوئی بیان نہیں کرسکتا تونے آپ اپنی ثنا کی ہے تو ہی آپ اپنی ثنا کرسکتا ہے اور کوئی نہیں کرسکتا۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ صبح تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عبادت میں مصروف رہے کبھی آپ کھڑے ہوجاتے اور کبھی بیٹھ کر عبادت فرماتے یہاں تک کہ آپ کے پائے مبارک متورم ہوگئے، میں آپ کے پاؤں کو دباتے ہوئے کہنے لگی، میرے ماں باپ آپ پر قربان! کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے پچھلے تمام گناہ معاف نہیں کردیئے ہیں، کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ ایسا کرم نہیں کیا اور آپ پر لطف وکرم نہیں کیا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ! کیا میں خدا کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟ تمھیں معلوم ہے یہ رات کیسی ہے؟ میں نے عرض کیا آپ فرمائیں یہ رات کیسی ہے؟ حضورؐ نے فرمایا اس رات میں سال بھر میں پیدا ہونے والے ہر بچے کا نام لکھا جاتا ہے اور اسی کے ساتھ ہر مرنے والے کا نام بھی لکھا جاتا ہے، اسی رات مخلوق کا رزق تقسیم ہوتا ہے، اسی رات ان کے اعمال وافعال اٹھائے جاتے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! کیا کوئی شخص ایسا نہیں ہے جو اللہ کی رحمت کے بغیر جنت میں داخل ہو؟ آپ نے فرمایا کوئی شخص بھی اللہ کی رحمت کے بغیر جنت میں داخل نہیں ہوگا، میں نے عرض کیا "کیا آپ بھی؟" آپ نے فرمایا ہاں میں بھی مگر اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنی رحمت میں ڈھانپ لیا ہے، اس کے بعد حضورؐ نے اپنا دست مبارک چہرے اور سر پر پھیرا۔

شیخ ابو نصرؒ نے بالاسناد حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا! عائشہؓ یہ کونسی رات ہے؟ انھوں نے فرمایا اللہ اور اس کے رسول ہی بخوبی واقف ہیں، حضورؐ نے فرمایا یہ نصف شعبان کی رات ہے اس رات میں دنیا کے اعمال، بندوں کے اعمال اوپر اٹھائے جاتے ہیں (ان کی پیشی بارگاہ رَبُّ الْعِزَّت میں ہوتی ہے)۔ اللہ تعالیٰ اس رات بنی کلب کی بکریوںؓ کے بالوں کی تعداد میں لوگوں کو دوزخ سے آزاد کرتا ہے تو کیا تم آج کی رات مجھے عبادت کی آزادی دیتی ہو؟ میں نے عرض کیا ضرور! پھر آپ نے نماز پڑھی اور قیام میں تخفیف کی، سورہ فاتحہ اور ایک چھوٹی سورت پڑھی، پھر آدھی رات تک آپ سجدے میں رہے پھر کھڑے ہوکر دوسری رکعت پڑھی اور پہلی رکعت کی طرح اس میں قرأت فرمائی (چھوٹی سورت پڑھی) اور پھر آپ سجدے میں چلے گئے، یہ سجدہ فجر تک رہا، میں دیکھتی رہی مجھے یہ اندیشہ ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی روح (مبارک) قبض فرمالی ہے پھر جب میرا انتظار طویل ہوا (بہت دیر ہوگئی) تو میں آپ کے قریب پہنچی اور میں نے حضور کے تلوؤں کو چھوا تو حضورؐ نے حرکت فرمائی، میں نے خود سنا کہ حضور سجدے کی حالت میں یہ الفاظ ادا فرما رہے تھے:۔

اَعُوْذُ بِعَفْوِكَ مِنْ عُقُوْبَتِكَ وَاَعُوْذُ بِرَحْمَتِكَ مِنْ نِقْمَتِكَ وَاَعُوْذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْكَ جَلَّ ثَنَاۤؤُكَ لَاۤ اُحْصِیْ ثَنَاۤءً عَلَیْكَ

الٰہی میں تیرے عذاب سے تیری عفو اور بخشش کی پناہ میں آتا ہوں تیرے قہر سے تیری رضا کی پناہ میں آتا ہوں۔ تجھ سے ہی پناہ چاہتا ہوں، تیری ذات بزرگ ہے، میں تیری شایانِ شان

ؓ بیحد و بے شمار سے مراد ہے۔

اَنْتَ كَمَا اَثْنَيْتَ عَلٰى نَفْسِكَ ٥ ثنا بیان نہیں کرسکتا، تو ہی آپ اپنی ثنا کرسکتا ہے اور کوئی نہیں،
صبح کو میں نے عرض کیا کہ آپ سجدے میں ایسے کلمات ادا فرمارہے تھے کہ ویسے کلمات میں نے آپ کو کہتے کبھی نہیں سُنا، حضور نے دریافت فرمایا کیا تم نے یاد کرلئے ہیں؟ میں نے عرض کیا جی ہاں! آپ نے فرمایا خود بھی یاد کرلو اور دوسروں کو بھی سکھاؤ کیونکہ جبرئیل علیہ السلام نے مجھے سجدے میں ان کلمات کو ادا کرنے کا حکم دیا تھا۔"

ابو نصرؒ نے بالاسناد مرفوعًا سے روایت کی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ایک رات میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بستر پر نہیں پایا میں (آپ کی تلاش میں) گھر سے نکلی، میں نے دیکھا کہ آپ بقیع (کے قبرستان) میں موجود ہیں اور آپ کا سر آسمان کی جانب اٹھا ہوا ہے۔ حضور نے مجھے دیکھ کر فرمایا کیا تمھیں اس بات کا اندیشہ ہے کہ اللہ اور اس کا رسول تمھاری حق تلفی کریں گے، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میرا گمان تو یہی تھا کہ آپ کسی بی بی کے یہاں تشریف لے گئے ہیں، حضور نے فرمایا اللہ تعالیٰ نصف شعبان کی رات میں دنیا کے آسمان پر جلوہ فرما ہوتا ہے اور بنی کلب کی بکریوں کے بالوں کے شمار سے زیادہ لوگوں کی بخشش فرما دیتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام (مولا) عکرمہؓ نے آیت فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ کی تفسیر میں فرمایا کہ نصف شعبان کی رات میں اللہ تعالیٰ آئندہ سال کے تمام امور کا انتظام فرما دیتا ہے، بعض زندوں کو مُردوں کی فہرست میں لکھ دیتا ہے اور بیت اللہ کے حاجیوں کے نام بھی لکھ دیتا ہے (حج کرنے والوں کے نام لکھ دیئے جاتے ہیں) پھر اس لکھی ہوئی تعداد میں کمی و بیشی نہیں ہوتی۔

حکیم بن کیسانؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نصف شعبان کی رات میں اپنی مخلوق کی طرف توجہ فرماتا ہے جو اس سے پاکی کا طلبگار ہوتا ہے اس کو پاک فرما دیتا ہے اور آئندہ اسی رات تک، پاک رکھتا ہے۔ عطاء بن یسارؒ سے مروی ہے کہ نصف ماہِ شعبان کی رات میں تمام سال کے امور پیش ہوجاتے ہیں کچھ لوگ سفر کو جاتے ہیں اور ان کا نام زندوں سے نکال کر مردوں میں لکھ دیا جاتا ہے کوئی نکاح کرتا ہے حالانکہ وہ بھی زندوں کی فہرست سے نکال کر مردوں کی فہرست میں شامل کردیا جاتا ہے۔

ابو نصرؒ نے بالاسناد حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا کہ اللہ تعالیٰ چار راتوں میں خیر و برکت کے دروازے صبح تک کھلا رکھتا ہے یعنی (۱) شب عیدالاضحیٰ (۲) شب عیدالفطر (۳) شب نصف ماہ شعبان اس رات مخلوق کی عمر، ان کی روزی اور حاجیوں کے نام لکھے جاتے ہیں، (۴) شب یوم عرفہ۔ حضرت سعیدؒ نے فرمایا کہ مجھ سے ابراہیمؒ بن ابی نجیح نے فرمایا کہ وہ پانچ راتیں ہیں یعنی پانچویں رات "شب جمعہ" ہے۔

شبِ برأت کے انعامات

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس نصف ماہ شعبان کی شب جبرئیلؑ آئے اور فرمایا یا رسول اللہ! آسمان کی طرف اپنا سر مبارک اٹھایئے، میں نے ان سے دریافت کیا کہ یہ کونسی رات ہے، انھوں نے کہا یہ وہ رات ہے جس رات اللہ تعالیٰ رحمت کے تین سو دروازے کھول دیتا ہے اور ہر اس شخص کو بخش دیتا ہے جس نے اس کے ساتھ کسی کو اپنا شریک نہیں ٹھہرایا بشرطیکہ

وہ جادوگر نہ ہو، کاہن نہ ہو، اور سود خوار نہ ہو، زانی نہ ہو، عادی شرابی نہ ہو، ان لوگوں کی اللہ تعالیٰ اس وقت تک بخشش نہیں فرماتا جب تک وہ توبہ نہ کرلیں۔ پھر جب رات کا چوتھائی حصّہ گزر گیا تو جبرئیل (علیہ السلام) پھر آئے اور کہا یارسول اللہ! اپنا سر مبارک اٹھائیے! آپ نے ایسا ہی کیا، آپ نے دیکھا کہ جنت کے دروازے کھلے ہیں اور پہلے دروازے پر ایک فرشتہ پکار رہا ہے، خوشی ہو اس شخص کے لئے جس نے رات کو رکوع کیا، دوسرے دروازہ پر ایک اور فرشتہ ندا دے رہا ہے: خوشی ہو اس کے لئے جس نے اِس رات میں سجدہ کیا! تیسرے دَروازہ پر ایک اور فرشتہ ندا دے رہا تھا: خوشی ہو اس کے لئے جس نے اس رات دعا کی، چوتھے دروازے پر ایک اور فرشتہ ندا دے رہا تھا: خوشی ہو اس رات میں ان لوگوں کو جو ذکر کرنیوالے ہیں، پانچویں دروازے پر فرشتہ پکار رہا تھا خوشی ہو اس کے لئے جو اللہ کے خوف سے اس رات میں رویا، چھٹے دروازے پر فرشتہ پکار رہا تھا اس رات میں تمام مسلمانوں کے لئے خوشی ہو، ساتویں دروازے پر فرشتہ ندا دے رہا تھا کیا ہے کوئی مانگنے والا کہ اس کی آرزو اور طلب پوری کی جائے! آٹھویں دروازے پر فرشتہ پکار رہا تھا کیا کوئی معافی کا طلبگار ہے کہ اس کے گناہ مُعاف کئے جائیں، حضور فرماتے ہیں کہ میں نے کہا کہ جبرئیلؑ یہ دروازے کب تک کھلے رہیں گے؟ جبرئیلؑ نے کہا کہ اول شب سے طلوع فجر تک! اس کے بعد جبرئیلؑ نے کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس رات میں دوزخ سے رہائی پانے والی کی تعداد بنی کلب کی بکریوں کے بالوں کے برابر ہوگی۔

شب برأت کی وَجہ تسمیہ

دُو برأتیں اس رات کو شب برأت اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس رات میں دُو بیزاریاں ہیں۔ (۱) بدبخت لوگ اللہ تعالیٰ سے بیزار ہوتے ہیں اور دور ہو جاتے ہیں اور اولیأ اللہ ذِلّت اور گمراہی سے دور ہو جاتے ہیں۔

روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب نصف شعبان کی رات ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق پر نظر فرماتا ہے (متوجّہ ہوتا ہے) مومنوں کو تو بخش دیتا ہے اور کافروں کو اور ڈھیل دے دیتا ہے اور کینہ رکھنے والوں کو اس وقت تک چھوڑے رکھتا ہے جب تک وہ کینہ پروری سے باز نہ آجائیں۔ روایت ہے کہ فرشتوں کے لئے آسمان میں دو راتیں عید کی ہیں جس طرح زمین پر مسلمانوں کے لئے دو دِن عید کے ہیں، فرشتوں کی عید کی راتیں ہیں شب برأت اور شب قدر، مسلمانوں کی عیدوں کے دن ہیں عید الفطر اور عید الاضحیٰ۔ فرشتوں کی عیدیں رات میں اس لئے رکھی گئی ہیں کہ وہ سوتے نہیں ہیں۔ مسلمانوں کی عیدیں دن میں اِس لئے رکھی گئی ہیں کہ وہ سوتے ہیں۔ بعض علمأ نے کہا ہے کہ اس میں حکمت الٰہی یہ ہے کہ شب برأت کو تو ظاہر فرما دیا اور شب قدر کو پوشیدہ رکھا، شب قدر رحمت و بخشش اور جہنم سے آزادی کی رات ہے اسے اللہ تعالیٰ نے پوشیدہ اسی لئے رکھا کہ لوگ اسی پر تکیہ نہ کرلیں اور اعمال صالح سے غافل ہو جائیں شب برأت کو اس لئے ظاہر کر دیا کہ یہ رات حکم و فیصلہ کی رات ہے اور خوشی و الم کی رات ہے، رَدّ و قبول کی رات ہے، رسائی اور نارسائی کی رات ہے (وصل و اعراض سے مراد ہے) خوش نصیبی اور بدبختی کی رات ہے، حصول شرف اور اندیشۂ عذاب

کی رات ہے، کسی کو اس میں سعادت نصیب ہوتی ہے اور کسی کو شقاوت، کسی کو جزا دی جاتی ہے، کسی کو رسوا کیا جاتا ہے، کسی کو سرفراز کیا جاتا ہے اور کسی کو نشرُّن کیا جاتا ہے، کسی کو اجر دیا جاتا ہے اور کسی کو جدا کیا جاتا ہے۔ بہت سے کفن دھوئے ہوئے تیار رکھے ہوتے ہیں لیکن کفن پہننے والے بازاروں میں گھومتے پھرتے ہیں (اپنی لاعلمی اور غفلت کی بدولت) بہت سے لوگ ایسے ہیں جن کی قبریں کھدی ہوئی تیار ہوتی ہیں اور قبروں والے خوشی میں مگن غفلت میں پڑے ہوتے ہیں۔ بہت سے چہرے ہنستے ہوئے ہوتے ہیں حالانکہ ان کی ہلاکت کا وقت بہت قریب ہوتا ہے، بہت سے مکانوں کی تعمیر قریب تکمیل ہوتی ہے لیکن صاحب مکان کی موت قریب لگی ہوئی ہے۔ بہت سے بندے ثواب کے امیدوار ہوتے ہیں لیکن ناکامی اٹھانا پڑتی ہے۔ بہت سے لوگ جنت کا یقین رکھے ہوئے ہوتے ہیں لیکن دوزخ کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ بہت سے بندوں کو وصل کا یقین ہوتا ہے لیکن فراق کا منہ دیکھنا پڑتا ہے۔ بہت سے لوگ عطا کے اُمیدوار ہوتے ہیں اور مصیبت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ بہت سے لوگ حکومت کی آس لگائے ہوتے ہیں اور انھیں ہلاکت سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔

حضرت حسن بصریؒ کا واقعہ

روایت ہے کہ حضرت حسن بصریؒ نصف شعبان کی شب کو اپنے مکان سے باہر نکل رہے تھے اس وقت ان کے چہرے سے ایسا ظاہر ہو رہا تھا کہ جیسے ان کو قبر میں دفن کر دیا گیا تھا اور وہ اس سے باہر نکل کر آئے ہیں، آپ سے اس کی وجہ دریافت کی گئی، آپ نے فرمایا خدا کی قسم جس شخص کی کشتی (وسط سمندر) میں ٹوٹ گئی ہو اس کی مصیبت میری مصیبت سے کٹھن نہیں ہے، آپ سے پوچھا گیا کہ ایسا کیوں ہے، آپ نے فرمایا مجھے اپنے گناہوں کا تو یقین ہے لیکن میری نیکیاں معرضِ خطر میں ہیں معلوم نہیں وہ قبول ہوتی ہیں یا میرے منہ پر مار دی جائیں گی۔

شبِ برأت میں نماز

شبِ برأت میں جو نماز اسلاف سے منقول اور وارد ہے اس میں سَو رکعتیں ہیں ایکہزار مرتبہ سورہ اخلاص کے ساتھ یعنی ہر رکعت میں دس مرتبہ قل ھواللہ احد پڑھی جائے۔ اس نماز کا نام صَلوٰۃ الخیر ہے، اس کے پڑھنے سے برکتیں حاصل ہوتی ہیں۔ سلف صالحین یہ نماز باجماعت پڑھتے تھے۔ اس نماز کی بڑی فضیلت آئی ہے اور اس کا ثواب کثیر ہے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا کہ مجھ سے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے تیس صحابہؓ نے بیان کیا کہ اس رات کو جو شخص یہ نماز پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی طرف ستر بار دیکھتا ہے اور ہر بار کے دیکھنے میں ستر حاجتیں اس کی پوری کرتا ہے جن میں سب سے ادنیٰ حاجت اس کے گناہوں کی مغفرت ہے۔ مستحب ہے کہ اس نماز یعنی صلوٰۃ الخیر کو ان چودھا راتوں میں بھی پڑھے جن میں عبادت کرنا اور شب بیداری کرنا مستحب ہے، ان راتوں کا ذکر ماہِ رجب کے فضائل میں گزر چکا ہے، تاکہ نماز پڑھنے والے کو عزت و فضیلت اور ثواب حاصل ہو۔

باب ۱۳

وَهُدًى وَّمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مجلس رمضان المبارکؒ کے فضائل میں

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :۔

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝

اے ایمان والو! تم پر روزے (اسی طرح) فرض کئے گئے جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر تاکہ تم متقی بنو۔

حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ جب تم سنو کہ اللہ تعالیٰ یا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فرمارہا ہے تو اپنے کانوں کو اس کی سماعت کے لئے خالی کردو (ہمہ تن گوش بنجاؤ) اس کے بعد جو ارشاد ہونے والا ہے اس میں یا تو حکم ہوگا جس کو بجالانا ہوگا یا ممانعت ہوگی جس سے اجتناب ضروری ہوگا۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ وہ لذت جو خطاب ندا سے حاصل ہوتی ہے وہ عبادت کی مشقت اور کلفت کو دور کردیتی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا۔ اس میں "یا" حرف ندا ہے، عالم (ذات باری) کی طرف سے اس حرف کے ذریعہ ندا کیگئی ہے "ای" وہ اسم ندا ہے جو منادیٰ معلوم کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ ھَا حرف تنبیہ ہے منادیٰ کو (اس تنبیہہ سے) ندا کی طرف متوجہ کیا گیا ہے۔ اَلَّذِیْ (اسم موصول ہے) اور اس کے ذریعہ محبت قدیمہ اور معرفت سابقہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور اٰمَنُوْا میں اس باطنی حالت کی طرف اشارہ ہے جو پکارنے والے اور جس کو پکارا گیا ہے دونوں کے درمیان ایک راز کی طرح پوشیدہ ہے (جیسے کوئی کہے اے وہ شخص جو میرے باطنی راز سے واقف ہے اور وہ اسے جانتا ہو) كُتِبَ عَلَيْكُمُ یعنی تم پر فرض کئے گئے اَلصِّیَامُ روزہ رکھنا یہ مصدر ہے جیسے تم کہو صُمْتُ صِیَامًا اور صُمْتُ قِیَامًا۔ اصل لغت میں صِیَام کے معنی ہیں رک جانا، جیسے صَامَتِ الرِّیْحُ (ہوا رک گئی) صَامَتِ الْخَیْلُ (گھوڑے دوڑنے سے رک گئے) صَامَ النَّھَارُ (دن ٹھہر گیا، دوپہر ہوگئی) یعنی جب سورج آسمان کے بیچ میں پہنچ جاتا ہے تو ٹھہر جاتا ہے اور سیر سے رک جاتا ہے، صَامَ الرَّجُلُ، مرد بات کرنے سے رک گیا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا (حضرت مریم کا قول) اِنِّیْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا میں نے آج خاموش رہنے کی اللہ سے منت مانی ہے۔ شریعت میں روزہ کے معنی ہیں انسان کا کھانے پینے اور جماع سے باز رہنا اور گناہوں سے رک جانا۔

كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ — یعنی دوسرے انبیاء اور ان کی امتوں پر جیسے روزہ رکھنا فرض کیا گیا تھا۔ سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام پر روزہ فرض ہوا۔ عبدالملکؒ نے ان کے والد ہارون بن عنترہ نے بالاسناد حضرت علی رضؓ

کا قول نقل کیا کہ حضرت علیؓ نے فرمایا ایک روز ٹھیک دوپہر کے وقت جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حجرہ میں تشریف فرما تھے میں حاضر خدمت ہوا اور سلام عرض کیا آپ نے سلام کا جواب دینے کے بعد فرمایا! یہ جبرئیل ہیں تم کو سلام کر رہے ہیں نے کہا علیک وعلیہ السلام یا رسول اللہ۔ حضور نے فرمایا مجھ سے قریب ہو جاؤ (میرے نزدیک آجاؤ) میں حضور کے قریب پہنچ گیا آپ نے فرمایا علیؓ جبرئیل تم سے کہہ رہے ہیں کہ ہر مہینے میں تین دن روزے رکھا کرو۔ پہلے دن کے روزے کے عوض دس ہزار سال کے روزے، دوسرے روزے کے عوض تیس ہزار سال کے اور تیسرے دن کے روزے کے عوض ایک لاکھ برس کے روزے تمہارے لئے لکھے جائیں گے (ان کا ثواب ملیگا) میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اس ثواب کی تخصیص میرے ہی ساتھ ہے یا سب لوگوں کے لئے یہ عام ہے، آپ نے فرمایا علیؓ! تم کو بھی اس کا ثواب ملیگا اور تمہارے بعد جو اس پر عمل کریگا اس کو بھی یہی ثواب ملیگا: میں نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ کون سے دنوں کے روزے ہیں، حضور نے فرمایا ایّام بِیض کے یعنی ہر مہینے کی تیرہ۔ چودھا اور پندرہ تاریخ کے روزے ہیں۔

راوئ حدیث عنترہؒ نے حضرت علیؓ سے دریافت کیا کہ ان دنوں کو ایّام بیض کیوں کہتے ہیں؟ حضرت علی مرتضیٰؓ نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو جنّت سے زمین پر اتارا تو آپ کا جسم اقدس حرارتِ آفتاب سے جل گیا اور سارا جسم سیاہ پڑگیا اس وقت جبرئیل علیہ السلام آئے اور حضرت آدم سے دریافت کیا کیا آپ چاہتے ہیں کہ آپ کا جسم پھر گورا ہو جائے، حضرت آدمؑ نے کہا ہاں! تب آپ سے کہا گیا کہ آپ تیرہ، چودھا اور پندرہ (تاریخ) کو روزہ رکھا کریں۔ حضرت آدمؑ نے پہلا روزہ رکھا تو آپ کا ⅓ جسم سفید ہوگیا، دوسرا روزہ رکھا تو ⅔ اور تیسرے روزہ پر کل جسم کی کھال گوری ہوگئی، اس سبب سے ان دنوں کو ایّام بیض کہتے ہیں پس حضرت آدم (علیہ السلام) ہی وہ پہلے شخص ہیں جن پر تین روزے فرض ہوئے تھے۔

حضرت حسن بصریؒ اور دوسرے علمائے مفسّرین کی ایک جماعت کا قول ہے کہ اَلَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ سے مراد نصاریٰ ہیں، ہمارے روزے نصاریٰ کے روزوں سے اس لئے مشابہ ہیں کہ نصاریٰ اور مسلمانوں کے روزوں کا مہینہ اور اُنکی تعداد یکساں تھی، ان پر بھی ماہِ رمضان کے روزے فرض تھے مگر سخت گرمی اور سخت سردی میں روزے رکھنا ان پر بہت دشوار تھا پھر روزے سفر کی حالت اور کسبِ معاش میں بھی خلل انداز ہوتے تھے اس لئے ان کے علماء (قسّیسین) اور سرداروں نے باتفاق رائے یہ طے کرلیا کہ ہر سال سردی اور گرمی کے موسموں کے درمیان (موسم بہار) روزوں کا وقت مقرر کرلیا جائے چنانچہ انھوں نے موسم بہار کو موسم قیام ٹھہرالیا۔ انھوں نے جو یہ تبدیلی کی تھی اس کے کفارہ میں دس روزے زیادہ کرلئے۔ اس طرح اُن کے چالیس روزے ہوگئے، کچھ مدّت کے بعد عیسائیوں کا بادشاہ دردِ دہن کی بیماری میں مبتلا ہوا اس نے اللہ تعالیٰ سے منّت مانی کہ اگر اُسے شفا ہو جائے تو وہ اس تعداد میں سات دن کا اضافہ کردے گا چنانچہ اس کے حکم سے ایک ہفتے کا اضافہ کردیا گیا۔ اس کے بعد کے بادشاہ نے (سینتالیس) کے بجائے پورے پچاس دن کے روزے کردیئے۔ مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ جب ان میں وبا پھیلی اور بہت سے لوگ مرگئے تو بادشاہ نے کہا کہ روزوں کی تعداد بڑھادو اس طرح لوگوں نے دس بڑھادیئے پھر اس کے بعد دس اور بڑھالئے۔ شعبیؒ فرماتے ہیں کہ اگر میں تمام سال روزے رکھوں تو "یوم الشک"[1]

---

[1] یوم شک سے مراد ہے شعبان کی ۳۰ تاریخ ایسی صورت میں کہ مطلع ابر آلود ہے چاند نظر نہیں آیا تو کوئی اسکو شعبان کی ۳۰ تاریخ کہے گا اور کوئی اس کو رمضان المبارک کی پہلی تاریخ کہے گا۔

میں نہیں رکھوں گا اس کی وجہ یہ ہے کہ ہماری طرح نصاریٰ پر بھی ماہ رمضان کے روزے فرض کئے گئے تھے تو انھوں نے ان روزوں کو موسم بہار میں کر دیا یعنی رمضان کو دوسرے موسم سے تبدیل کر لیا کیونکہ گرمی کے زمانے میں تو یہ گن کر تیس روزے رکھ لیا کرتے تھے، ان کے بعد جب دوسرے لوگ آئے (دوسری نسل) تو ان کو اپنی طاقت پر بڑا اعتماد تھا اس لئے انھوں نے رمضان سے پہلے ایک یا دو دن کے روزے رکھنا شروع کر دیئے اس طرح ان کے بعد آنے والوں نے بھی اگلے لوگوں کی پیروی مں ایک ایک دو دو روزوں کا اضافہ کرنا شروع کیا یہاں تک کہ پورے پچاس دن کے کر لئے۔ آیت کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ کا مطلب یہی ہے اور لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ کے معنی ہیں کہ تم کھانے پینے اور جماع سے (ان ایام میں) باز رہو۔

مفسرین کرامؒ کا ارشاد ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لے آئے تو اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور عام مسلمانوں پر عاشورہ کے دن کا اور ہر مہینے میں تین دن کے روزے فرض کئے جنگ بدر سے ایک ماہ اور چند روز قبل رمضان کے روزوں کی فرضیت کا حکم نازل ہوا جس سے مذکورہ روزے منسوخ ہو گئے، حق تعالیٰ کے ارشاد اَیَّامًا مَّعْدُوْدَات (گنتی کے دن ہیں) سے یہی ماہ رمضان کے ۲۹ یا ۳۰ دن مراد ہیں۔

سعیدؒ بن عمرو بن سعید بن العاصؓ سے مروی ہے کہ انھوں نے ابن عمرؓ سے مرفوعاً بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں اور میری اُمّت اُمّی ہے، ہم نہ حساب کر سکتے ہیں اور نہ لکھ سکتے ہیں کہ مہینہ اتنا، اتنا یا اتنا ہے حضور نے دست مبارک کی تمام انگلیاں کھول کر سامنے بتایا کہ مہینہ اتنا، اتنا اور اتنا ہوتا ہے (یعنی ۳۰ دن کا)۔

شہر کے معنی مہینے کے ہیں یہ لفظ شہرت سے بنا ہے اور اس کے معنی ہیں مشہور ہونا اور سفیدی، طلوع اور اونچا کرنا چنانچہ کہتے ہیں شَہَرْتُ السَّیْفَ میں نے تلوار نیام سے نکال لی اور اونچی کی۔ شَھَرَ الھِلَالُ پہلی تاریخ کا چاند نکل آیا۔

لفظ رمضان کی تشریح و تحقیق

لفظ رمضان کی تحقیق و تشریح میں علماء کا اختلاف ہے، بعض علماء کہتے ہیں کہ رمضان اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے اور "شہر رمضان" کہا جاتا ہے (یعنی اللہ کا مہینہ) جب کہ رجب کے لئے "شَھْرُ الْاَصَمّ" کہا گیا یہ حضرت عبداللہ کا قول ہے۔

حضرت امام جعفر صادقؒ نے بالاسناد اپنے اجداد سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رمضان اللہ کا مہینہ ہے۔ حضرت انس بن مالکؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے لفظ "رمضان" نہ کہو بلکہ اس کو نسبت کے ساتھ کہو جس طرح اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اس کی نسبت فرمائی ہے اور شہر رمضان (ماہِ رمضان) کہا ہے اصمعی نے ابو عمرؒ بن السّعد کا قول نقل کیا ہے کہ رمضان کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس مہینے میں اونٹ کے بچے گرمی کی وجہ سے جھلس جاتے ہیں۔

بعض اصحاب کا خیال ہے کہ چونکہ اس ماہ میں گرمی کی [illegible] سے پتھر تپنے لگتے ہیں اور رمضا گرم پتھر کو کہتے ہیں اس لئے اس کو رمضان کہنے لگے، ایک قول یہ بھی ہے کہ چونکہ [illegible] ماہ میں گ[illegible]ہ جلا دیئے جاتے ہیں یا رمضان گناہوں کو جلا دیتا ہے اس لئے رمضان کہا گیا، "رمض" کے معنی ہیں جلانا، اصمعیؒ اور بعض دوسرے وہ لوگ جنھوں نے گرمی کی شدت وجہ تسمیہ بتائی ہے شاید

ان لوگوں کے زمانے میں رمضان موسم گرما ہی میں واقع ہوا ہوگا (ورنہ وہ تو ہر موسم میں آتا ہے)۔ یہ تیسرا قول بھی سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے مروی ہے۔ بعض علماءِ محققین کا کہنا ہے کہ رمضان میں نصیحت اور آخرت کی فکر کی گرمی سے دِل اس طرح متاثر ہوتے ہیں جیسے ریگ اور پتھر گرمی سے تپتے اور متاثر ہوتے ہیں۔ ایک قول[1] یہ بھی ہے کہ یہ لفظ رمض سے بنا ہے اور رمض کے معنی ہیں برساتی بارش (موسم برشگال کی بارش) چونکہ رمضان بدن سے گناہ بالکل دھوڈالتا ہے اور دلوں کو اس طرح پاک کردیتا ہے جیسے بارش سے چیزیں دُھل کر پاک صاف ہوجاتی ہیں۔

ماہِ رمضان اور نزولِ قرآن
شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ أُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْآنُ
کی تشریح وتفسیر

عطیہ بن اسود کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ مجھے آیت اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ کے معنی میں کچھ شک پیدا ہوتا ہے" آیت کے معنی ہیں کہ "ہم نے قرآن کو برکت والی رات میں اتارا" اور قرآن مجید تو تمام مہینوں میں اُترا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ (ہم نے قرآن کو جدا جدا کرکے اتارا تاکہ آپ وقفے وقفے کے بعد لوگوں کو سنائیں) پس جب مختلف اوقات میں اس کا نزول ہوا تو ایک مبارک رات میں نزول کے کیا معنی (یہ تعارض کس طرح رفع ہو)۔ حضرت ابن عباسؓ نے جواب دیا کہ ماہِ رمضان کے اندر... شب قدر میں پورا قرآن یکبارگی لوح محفوظ سے اُترا تھا اور آسمان دنیا میں بیت العزت میں رکھ دیا گیا تھا پھر تھوڑا تھوڑا تیئیس سال میں حضرت جبرئیل کے ذریعے رسول اللہ پر اترتا رہا۔ اللہ تعالیٰ کے ارشاد فَلَآ اُقْسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوْمِ[2] کا یہی مطلب ہے۔

قرآنِ پاک کس طرح نازل ہوا

داؤد بن ابو ہند نے کہا کہ میں نے شعبیؒ سے دریافت کیا کہ ماہِ رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل ہوا تو کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن پاک برسوں میں نازل نہیں ہوا؟ انھوں نے جواب دیا کہ قرآن برسوں ہی میں نازل ہوا، البتہ جبرئیل علیہ السلام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پورا قرآن دُہراتے تھے اس میں سے اللہ کو جسقدر اور جتنا منظور ہوتا محکم اور برقرار رکھتا اور جتنا حصہ اللہ کو منسوخ کرنا ہوتا وہ رسول اللہ کو فراموش کرادیتا۔

---

[1] صاحب غنیۃ رحمۃ اللہ علیہ نے اس قول کو خلیل سے مروی بتایا ہے اور خلیل مجہول ہیں معروف نہیں اس لئے کسی قول سے تعبیر کردیا ہے (شمس)

[2] میں قرآن کریم کے نزول کے اوقات کی قسم کھاتا ہوں۔

شباب بن طارق رح نے بروایت حضرت ابوذر غفاری رض بیان کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ماہ رمضان المبارک کی تین راتوں میں صحیفے نازل کیے گئے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام پر توریت ماہ رمضان کے جمعہ کی راتوں میں نازل ہوئی۔ حضرت داؤد علیہ السلام پر زبور ماہ رمضان کی اٹھارویں شب کو اتری۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر انجیل ماہ رمضان کی تیرہ تاریخ کو نازل ہوئی اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن مجید رمضان المبارک کی چودھویں تاریخ کو اترا۔

اس کے بعد (یعنی نزول قرآن کے مہینے کی تصریح کے بعد) اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کی صفت بیان فرمائی کہ وہ ھُدًی لِلنَّاسِ ہے (لوگوں کو گمراہی سے نکالنے والا ہے) وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ۝ یعنی حلال و حرام اور احکام کی روشن دلیلیں ہیں اور وہ حق و باطل کے درمیان فرق کر دینے والا ہے۔

ماہ رمضان کے فضائل و خصائص

ابو نصر رح نے بالاسناد حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ شعبان کے آخری دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ ارشاد فرمایا، آپ نے فرمایا ــــــ وہ اے لوگو! ایک عظیم المرتبت اور برکتوں والا وہ مہینہ سایہ فگن ہو رہا ہے جس میں ایک رات ایسی ہے جو ہزار مہینوں سے افضل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس مہینہ کے روزے فرض کیے ہیں۔ اور اس مہینے کی راتوں میں عبادت کو افضل قرار دیا ہے۔ جس شخص نے اس مہینے میں ایک نیکی کی یا ایک فرض ادا کیا اس کا اجر اس شخص کی طرح ہوگا جس نے کسی دوسرے مہینے میں ۷ فرض ادا کئے۔ یہ مہینہ صبر کا ہے اور صبر کا صلہ جنت ہے، یہ مہینہ نیکی پہنچانے کا ہے۔ اس مہینے میں مومن کی روزی میں اضافہ کیا جاتا ہے۔ جس شخص نے کسی روزہ دار کو افطار کرایا اس کے گناہ بخش دیے گئے اس کی گردن آتش دوزخ سے آزاد کی جائے گی اور روزہ دار کے روزے کا ثواب کم کئے بغیر افطار کرانے والے کو بھی روزے دار کی برابر ثواب ملے گا۔

صحابہ کرام رض نے عرض کیا کہ ہم میں سے ہر ایک کی استطاعت اتنی نہیں ہے کہ افطار کرائے! حضور نے فرمایا، اللہ تعالیٰ ہر اس شخص کو اجر مرحمت فرمائے گا جس نے ایک کھجور یا ایک گھونٹ دودھ یا ایک گھونٹ پانی سے بھی روزہ کھلوایا۔ یہ مہینہ ایسا ہے کہ اس کا اول (حصہ) رحمت ہے، درمیانی (حصہ) مغفرت ہے اور آخری (حصہ) دوزخ سے آزادی ہے، پس جس نے اس مہینے میں اپنے غلام پر آسانی کی اللہ تعالیٰ اسے بخش دے گا اور جہنم سے آزادی عطا فرمائے گا پس اس مہینے میں یہ چار باتیں زیادہ سے زیادہ کرنا چاہیئے، ان میں سے دو باتیں ایسی ہیں جن سے تم اپنے رب کو راضی کرسکتے ہو اول یہ کہ اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، دوم اپنے رب سے مغفرت طلب کرنا۔ دو باتیں وہ ہیں جن کی تم کو ضرورت ہے، وہ یہ ہیں اول یہ کہ اللہ تعالیٰ سے جنت کی طلب کرو، دوم اللہ تعالیٰ سے جہنم سے نجات (پناہ) مانگو، جس نے اس مہینے میں کسی کو شکم سیر کر کے کھلایا اللہ تعالیٰ اس کو میرے حوض (کوثر) سے ایک گھونٹ پلائے گا اور پھر کبھی اسے پیاس نہیں محسوس ہوگی۔

کلبی نے ابو مصر رح سے اور ابو نصر رح نے حضرت ابو سعید خدری رض سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد

فرمایا کہ ماہ رمضان کی پہلی رات کو آسمان اور جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور آخر ماہ (مبارک، رمضان) تک بند نہیں کئے جاتے اور جو بندۂ مومن خواہ مرد ہو یا عورت اس ماہ کی راتوں میں نمازیں پڑھتا ہے، اللہ تعالیٰ ہر سجدے کے عوض ایک ہزار سات سو نیکیاں اس کے لئے لکھتا ہے اس کے لئے جنت میں سُرخ یاقوت کا ایسا مکان تعمیر فرماتا ہے جس کے ہزار دروازے ہیں اور دروازوں کے پٹ (کواڑ) سُرخ یاقوت سے مرصّع ہیں اور جس شخص نے اول سے آخر تک (اس ماہ میں) روزے رکھے اللہ تعالیٰ اس کے تمام گناہ معاف فرما دیتا ہے اور (ان روزوں کو) دوسرے ماہ رمضان کا کفّارہ بنا دیتا ہے۔ اس کے لئے ہر روزہ جنت میں محل تعمیر کراتا ہے جس کے ایک ہزار سونے کے دروازے ہوتے ہیں اور اس کے لئے ستّر ہزار فرشتے صبح و شام انتظار کرتے رہتے ہیں اور ہر سجدے کے بدلے اس کو اتنا تناور سایہ دار درخت عطا ہوتا ہے کہ شہسوار اس کے نیچے سو برس تک چل کر بھی مسافت کو طے نہ کر سکے گا۔

مجھ (حضرت عبدالقادر جیلانی رضؓ) سے ابو نصرؒ نے اپنے والد کی اسناد سے بروایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے تو اللہ جل جلالہ اپنی مخلوق کی طرف توجہ فرماتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ کسی بندے پر نظر (توجہ) فرماتا ہے تو اس کو کبھی عذاب نہیں دیتا، اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہزاروں آدمی دوزخ سے آزاد ہو جاتے ہیں۔

ابو نصرؒ نے بالاسناد حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب ماہ رمضان آتا ہے تو جنّت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیاطین کو قید کر دیا جاتا ہے۔

نافعؒ بن مروہ نے بروایت حضرت ابومسعود غفاریؓ بیان کیا کہ میں نے حضور کو یہ فرماتے سُنا کہ جو بندہ ماہِ رمضان کا روزہ رکھتا ہے اس کا نکاح کسی حورِ عین سے ایک کھوکھلے موتی کے خیمے میں کیا جاتا ہے اور یہ حوران اوصاف سے آراستہ ہوتی ہے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے حُوْرٌ مَّقْصُوْرَاتٌ فِی الْخِیَامِ فرمایا ہے۔ حورعین کے بدن پر ستّر جوڑے ہوں گے ہر جوڑا دوسرے جوڑے سے مختلف ہوگا، یہ جوڑے ستّر قسم کی خوشبو سے بسے ہوں گے۔ ہر ایک کی خوشبو دوسری خوشبو سے الگ ہوگی، ہر حور کو ستّر مرصّع تخت سُرخ یاقوت کے دیئے جائیں گے، ہر تخت ستّر بستروں سے آراستہ ہوگا ہر بستر پر ایک مسند ہوگی۔ ہر حورعین کی خدمت کے لئے ستّر ہزار خدمت گار اور ستّر ہزار کنیزیں ہوں گی۔ حورعین اپنے ان تمام خدمتگاروں کے ساتھ شوہر کی خدمت کے لئے ہوگی، ہر کنیز کے پاس سونے کا ایک پیالہ ہوگا جس میں ایسا کھانا ہوگا جس کے ہر لقمہ کا مزہ پہلے لقمہ سے مختلف ہوگا اور لذت میں دوبالا ہوگا۔ اِن تمام لوازم کے ساتھ حورعین کا شوہر بھی (روزہ دار) سُرخ یاقوت کے تخت پر موجود ہوگا، یہ جزا رمضان کے ہر روزہ کی ہوگی، روزہ کے علاوہ جو نیک اعمال اس کے ہیں اُن کا ثواب الگ ملے گا۔

ماہِ رمضان کی برکتیں

ابو نصرؒ نے بالاسناد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ، روایت کی ہے کہ میں نے خود سُنا ہے حضورؐ فرما رہے تھے کہ ماہِ

رمضان کے استقبال کے لئے جنت ایک سال سے دوسرے سال تک (یعنی تمام سال) مزین و آراستہ کی جاتی ہے پھر جب ماہ رمضان کی پہلی شب آتی ہے تو عرش کے نیچے سے ایک ہوا چلتی ہے جس کا نام مثیرہ ہے، یہ ہوا جنت کے درختوں کے پتوں اور کواڑوں کی زنجیروں سے مس ہوتی ہے اور ان کو ہلاتی ہے، اس ہوا کے لگنے سے ایسی آواز پیدا ہوتی ہے کہ اس سے اچھی آواز سننے والوں نے کبھی نہیں سنی ہوگی، پھر حوریں آراستہ ہو کر جنت کے غرفوں (جھروکوں) میں آکر کھڑی ہو جاتی ہیں اور آواز دیتی ہیں کہ کیا کوئی ہے جو ہم کو اللہ سے مانگ لے اور اللہ تعالیٰ اس کا نکاح ہم سے کر دے پھر وہ رضوان جنت سے کہتی ہیں آج کی رات کیسی ہے؟ رضوان جواب دیتا ہے، اے بےمثال حسینو! یہ ماہ رمضان کی پہلی رات ہے حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اُمت میں سے روزہ داروں کے لئے جنت کے دروازے کھول دیئے گئے ہیں اے مالک (داروغہ جہنم) اُمتِ محمدیہ کی طرف سے دوزخ کے دروازے بند کر دو، اے جبرئیل! زمین پر جاؤ اور شیاطین کو مقید کر دو! ان کو زنجیروں سے جکڑ دو، اُن کو سمندر کے گردابوں میں پھینک دو تاکہ میرے حبیب محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اُمت کے روزوں کو خراب نہ کریں۔ حضور والا نے ارشاد فرمایا کہ ماہ رمضان کی ہر رات میں اللہ تعالیٰ تین مرتبہ فرماتا ہے کیا کوئی مانگنے والا ہے کہ میں اس کا سوال پورا کروں؟ کیا کوئی توبہ کرنے والا ہے کہ میں اس کی توبہ قبول کرلوں! کیا کوئی مغفرت کا طالب ہے کہ میں اس کو بخشدوں، کوئی ہے جو ایسے غنی کو قرض دے جو نادار نہیں ہے اور پورا بدلہ دینے والا ہے اور وہ کسی کی حق تلفی کرنے والا نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ماہ رمضان میں ہر روز افطار کے وقت ہزاروں دوزخی دوزخ سے آزاد کر دیئے جاتے ہیں حالانکہ اُن میں سے ہر ایک عذاب کا مستحق ہوتا ہے اور جب جمعہ کا دن اور جمعہ کی شب آتی ہے تو لاکھوں دوزخی دوزخ سے آزاد ہو جاتے ہیں جن میں سے ہر ایک عذاب کا سزاوار ہوتا ہے۔ جب رمضان کا آخری دن آتا ہے تو اوّل تاریخ سے آخر تاریخ تک مجموعی طور پر جتنے افراد دوزخ سے آزادی پا چکے ہیں ان کی تعداد کے برابر (اس آخری روز) آزاد کئے جاتے ہیں۔

شبِ قدر

شب قدر کو اللہ تعالیٰ جبرئیل کو حکم دیتا ہے، حضرت جبرئیل حسب الحکم فرشتوں کی جماعت کے ساتھ زمین پر اترتے ہیں ان کے ساتھ ایک سبز پرچم ہوتا ہے اس کو وہ خانۂ کعبہ کی چھت پر گاڑ دیتے ہیں اور وہ اپنے چھ سو پر پھیلا دیتے ہیں جو مشرق سے مغرب تک پھیل کر نکل جاتے ہیں۔ یہ پرچم لیلۃ القدر کے علاوہ نہیں لہرایا جاتا۔ جبرئیلؑ فرشتوں کو حکم دیتے ہیں کہ اُمتِ محمدیہ میں پھیل جاؤ۔ فرشتے ہر نمازی عبادت گذار اور ذکر الٰہی کرنے والے کو سلام کرتے ہیں، ان سے مصافحہ کرتے ہیں اور دعا کے وقت ان کے ساتھ آمین کہتے ہیں یہ حالت صبح تک قائم رہتی ہے اس کے بعد جبرئیل (علیہ السلام) اعلان کرتے ہیں کہ اے اللہ کے لشکریو! واپسی کے لئے کوچ کرو اس وقت وہ فرشتے کہتے ہیں، اے جبرئیل (علیہ السلام) تم نے اُمت محمدیہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی حاجتوں کے بارے میں کیا کیا؟ جبرئیلؑ جواب دیتے ہیں اللہ نے اُن پر رحمت کی نظر فرمائی ان کو معاف کر دیا اور بخش دیا بجز چار قسم کے لوگوں کے جو یہ ہیں۔

(۱) مے خوار (۲) والدین کے نافرمان (۳) رشتوں کو منقطع کرنے والے۔ (۴) مُشاحن (بغض رکھنے والا) عرض کیا گیا۔ یا رسول اللہ مشاحن کون ہیں آپ نے فرمایا مسلمانوں سے قطع تعلق کرنے والا۔

جب عید الفطر کی رات آتی ہے جس کو شب جائزہ کہتے ہیں یعنی شب انعام، اس کے بعد صبح کو اللہ تعالیٰ فرشتوں کو

تمام شہروں اور امصار میں پھیل جانے کا حکم دیتا ہے چنانچہ فرشتے اتر کر گلیوں اور کوچوں کے شروع میں کھڑے ہو کر ایسی آواز سے پکارتے ہیں جس کو انس و جن کے علاوہ تمام مخلوق سنتی ہے۔ وہ کہتے ہیں اے اُمتِ محمدؐ کے لوگو! اپنے ربِّ کریم کی طرف چلو تاکہ وہ تم کو جزا عطا فرمائے اور تمہارے بڑے بڑے گناہوں کو بخش دے، پھر وہ عید گاہ کی طرف روانہ ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرمایا ہے، اے فرشتو! میں تمھیں شاہد بناتا ہوں کہ اِن بندوں کے روزوں اور رات کی عبادتوں کا ثواب میں نے اپنی رضا اور مغفرت قرار دیا ہے اس کے بعد فرماتا ہے اے میرے بندو! مجھ سے سوال کرو، مجھے اپنے عزت و جلال کی قسم ہے اپنی اس جماعت کے اندر رہ کر مجھ سے جو کچھ آخرت کے متعلق مانگو گے میں ضرور عطا کروں گا اور جو کچھ دنیا سے متعلق مانگو گے میں تمہارے لئے اس پر نظر رکھوں گا، اپنی عزت و جلال کی قسم جب تک تم مجھ سے ڈرتے رہو گے میں تمہاری لغزشوں کی پردہ پوشی کروں گا، اپنی عزت و جلال کی قسم میں تم کو دنیوی سزا پانے والوں (اصحاب حدود) کے سامنے ذلیل اور رسوا نہیں کروں گا! جاؤ تمہاری بخشش ہوگئی، تم نے مجھے راضی کیا اور میں تم سے راضی ہوگیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ انعامات سُن کر فرشتے خوش ہوتے ہیں اور افطار صوم کے وقت اللہ تعالیٰ اُمت کو جو کچھ عطا فرماتا ہے اس کی بشارت اور مبارکباد دیتے ہیں۔ ضحاکؒ بن مزاحم نے حضرت ابن عباسؓ سے جو حدیث نقل کی ہے اس کے الفاظ اس حدیث کے الفاظ سے مماثل اور یکساں ہیں۔

شیخ ابو نصرؒ نے بالاسناد حضرت ابو مسعودؓ غفاری سے روایت کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ماہ رمضان کا چاند دیکھنے کے دن فرمایا کہ اگر بندوں کو معلوم ہو جاتا کہ ماہ رمضان میں کتنی خیر و برکت ہے تو یقیناً بندے تمنا کرتے کہ کاش ماہ رمضان تمام سال کا ہوتا یہ سنکر ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ ہمیں رمضان المبارک کی فضیلت سے آگاہ فرمایئے آپ نے فرمایا کہ ماہ رمضان کے استقبال کے لئے جنت آغاز سال سے مزین اور آراستہ کی جاتی ہے یہاں تک کہ رمضان کی پہلی شب کو عرش کے نیچے سے ایک ہوا چلتی ہے جو جنت کے درختوں کے پتوں سے ٹکراتی ہے، حوریں اس ہوا کو محسوس کر کے کہتی ہیں پروردگار اس مہینے میں تیرے جو بندے روزے رکھیں ان کو ہمارے شوہر مقرر فرمادے تاکہ ان سے ہماری آنکھیں اور ہم سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں (حظ اٹھائیں) پس جو بندہ رمضان کے روزے رکھتا ہے اللہ ایک مجوف (کھوکھلے) موتی کے خیمہ کے اندر اس کا نکاح کسی ایسی حور سے جو ان حوروں میں سے ہوگی جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے حُورٌ مَّقۡصُورٰتٌ فِی الۡخِیَامِ فرمایا ہے، ضرور کر دیتا ہے ان میں سے ہر حور کے جسم پر ستر جوڑے ہوں گے، ہر جوڑے کا رنگ اور خوشبو دوسرے جوڑے سے الگ اور مختلف ہوگی، ہر ایک کو ستر قسم کی خوشبو عطا ہوگی۔ ہر حور سرخ یاقوت کے ایسے تخت پر جلوہ فگن ہوگی جو موتیوں سے مزین اور آراستہ ہوگا۔ اس تخت پر ستر فرش ہوں گے ہر فرش کا استر استبرق (ایک اعلیٰ ریشم) کا ہوگا ہر ایک کے اوپر ستر مسندیں ہوں گی، ہر حور کے ستر ہزار خادم ہونگے اور شوہر کے بھی اتنے ہی خادم ہوں گے، ہر خادم کے ہاتھ میں سونے کا ایک پیالہ ہوگا جس میں کھانا تو ایک رنگ کا ہوگا لیکن ہر لقمہ کا مزا دوسرے لقمہ سے جدا ہوگا۔ ہر حور کے شوہر کو بھی ایسا ہی کچھ انعام ملے گا وہ بھی سرخ یاقوتی تخت پر متمکن ہوگا اور سونے کے دو کنگن یاقوت سے مرصع وہ پہنے ہوگا یہ انعام ہر اس شخص کے لئے ہوگا جس نے ماہ رمضان کے روزے رکھے دوسری نیکیاں جو اس نے کی ہیں اس کا اجر الگ ہوگا۔

حضرت قتادہؓ نے حضرت انس بن مالکؓ سے روایت کی کہ انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ماہ رمضان کی جب پہلی رات ہوتی ہے تو رضوانِ جنت سے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اُمت محمدیہ کے روزہ داروں کے لئے جنت کو آراستہ کرو اس کے دروازوں کو بند نہ کرو جب تک ان کا یہ مہینہ ختم نہ ہو جائے' پھر داروغہ جہنم (مالک) سے خطاب فرماتا ہے کہ اے مالک! وہ کہتا ہے لبیک (میں حاضر ہوں) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے محمدؐ کی اُمت کے روزہ داروں کی طرف سے دوزخ کے دروازے بند کردو اور جب تک یہ مہینہ نہ گزر جائے ان کو نہ کھولو! پھر جبرئیل کو ندا فرماتا ہے۔ جبرئیل کہتے ہیں میں حاضر ہوں۔ اللہ فرماتا ہے زمین پر اترو اور سرکش شیاطین کو جکڑ کر باندھ دو تاکہ اُمت محمدیہ کے روزوں اور روزوں کی افطار میں وہ خلل نہ ڈال سکیں۔

ماہِ رمضان میں ہر روز طلوع آفتاب سے افطار کے وقت تک اللہ تعالیٰ اپنے کچھ بندوں کو خواہ مرد ہوں یا عورت جہنم سے آزادی عطا فرماتا ہے۔ ہر آسمان پر ایک ندا دینے والا فرشتہ ہوتا ہے جس کی چوٹی عرش کے نیچے اور پاؤں زمین کے ساتویں طبقہ کی انتہا پر ہوتے ہیں اس کا ایک بازو مشرق میں اور ایک مغرب میں ہوتا ہے اس کے سر پر لولو' مرجان اور جواہر کا تاج ہوتا ہے' یہ ندا دینے والا فرشتہ پکارتا ہے کیا کوئی توبہ کرنے والا ہے کہ اس کی توبہ قبول کی جائے کوئی مانگنے والا ہے جس کی دُعا قبول کی جائے کوئی مظلوم ہے جس کی دادرسی کی جائے کوئی مغفرت چاہنے والا ہے: جس کی مغفرت کی جائے، کوئی سائل ہے جس کے سوال کو پورا کیا جائے؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ تمام ماہ رمضان میں اسی طرح ندا فرماتا رہتا ہے کہ میرے بندو! اور میری بندیو! تم کو بشارت ہو صبر کرو (کھانے پینے وغیرہ سے) اور پابندی کرو (احکام روزہ کی) میں عنقریب تمھاری مشقتیں دور کردوں گا اور تم میری رحمت اور کرامت تک پہنچ جاؤ گے (تم کو میری رحمت حاصل ہوگی)۔

شب قدر کو جبرئیل فرشتوں کے ساتھ اترتے ہیں اور ہر ذکر الٰہی کرنے والے (خواہ وہ کھڑا ہو یا بیٹھا ہو) کے لئے دُعا رحمت کرتے ہیں۔ حضرت انس بن مالک سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کو بات کرنے کی اجازت دیتا تو یقیناً وہ ماہِ رمضان کے روزہ داروں کو جنت کی بشارت دیتے۔ حضرت عبداللہ بن عدنیؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا کہ روزہ دار کی نیند عبادت ہے وہ خاموشی تسبیح ہے اس کی دُعا مقبول ہے اور اس کا عمل دونا کیا جاتا ہے۔

اعمشؒ نے ابو خیثمہؒ کا قول نقل کیا ہے انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ کہتے تھے کہ ایک رمضان دوسرے رمضان تک' ایک حج دوسرے حج تک' ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک اور ایک نماز سے دوسری نماز تک جو گناہ اس عرصہ میں سرزد ہوتے ہیں وہ اُن کا کفارہ بن جاتے ہیں۔ جب ماہ رمضان آتا تو حضرت امیرالمومنین عمرؓ بن الخطاب فرماتے کہ اے لوگو! تمھیں یہ مہینہ مبارک ہو کیونکہ یہ مہینہ سراپا خیر و برکت ہے اس کے دن روزے کے اور راتیں عبادت کی ہیں اس میں خرچ کرنا راہ خدا میں خرچ کرنا ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریمؐ نے فرمایا جس نے ماہ رمضان کے روزے رکھے یقین و حصول ثواب کی خاطر رات میں قیام کیا تو اللہ تعالیٰ اس کے اگلے پچھلے تمام

گناہ معاف فرمادے گا۔

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری اُمّت کا جب ایک فرد نیکی کرتا ہے تو اس کو دس سے سات سوگُنا تک ثواب دیا جاتا ہے سوائے روزہ کے (اجر کے) اسکے متعلق تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے روزہ میرے لئے ہے میں ہی اس کی جزا دوں گا۔ روزہ دار اپنا کھانا پینا میرے لئے چھوڑتا ہے۔ روزہ ڈھال ہے (دوزخ اور گناہوں سے بچانے کے لئے)، روزہ دار کے لئے دو مسرتیں ہیں ایک مسرت افطار کے وقت اور دوسری اپنے رَب کے دیدار کے وقت' ابوالبرکاتؒ سقطیؒ نے بالاسناد بیان کیا کہ مجھے مسعودیؒ سے یہ حدیث پہنچی ہے کہ ماہ رمضان کی کسی رات میں اگر کوئی اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا ، آخر سورت تک، نفل نماز میں پڑھے تو پورے سال وہ ہر قسم کے شر اور بلاؤں سے محفوظ رہے گا۔

رمضان کے حروف
اور ان کی برکتیں

رَمضَان کے حروف رمضان کے پانچ حروف ہیں۔ ر۔ رضوان اللہ (اللہ کی خوشنودی) ہے۔ م۔ مُحَابتہ اللہ کی ہے (اللہ کی محبت)، ض۔ ضمان اللہ کا ہے (یعنی اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری)، ا الفت کا ہے اور ن نور اور نوال (مہربانی اور بخشش) کا ہے، (یعنی اللہ کے اولیأ اور صلحأ اور ابرار کے لئے بخشش اور عزت کی طرف نون سے اشارہ ہے۔

کہتے ہیں کہ تمام مہینوں میں رمضان کے مہینے کی مثال ایسی ہے جیسے سینہ میں دل؛ یا انسانوں میں انبیائے کرام یا شہروں میں حرم؛ حرم ایسی بزرگ جگہ ہے کہ اس کے اندر دجّال لعین کو داخلہ نہیں ملے گا اور ماہ رمضان میں سرکش شیطانوں کو جکڑ دیا جاتا ہے، انبیا گنہگاروں کی سفارش کرتے ہیں، ماہ رمضان خود بھی گنہگاروں کی سفارش (شفاعت) کرے گا۔ دِل کی جِلا معرفت اور ایمان کے نور سے ہوتی ہے اسی طرح ماہِ رمضان کی زینت تلاوت قرآن پاک سے ہوتی ہے۔ جو شخص ماہِ رمضان میں نہیں بخشا گیا پھر اس کے لئے کونسا مہینہ ہوگا جب میں وہ بخشا جائے گا۔ بندے پر لازم ہے کہ توبہ کے دروازے بند ہونے سے قبل اللہ کی طرف سچّے دل سے رجوع کرے اور گریہ وزاری کا وقت گزرنے سے پہلے ہی (بداعمالی پر) گریہ زاری کرے۔

رَمضَان کی حُرمت ملّت کی عزت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ جب تک میری امّت ماہ رمضان کی حُرمت باقی رکھے گی وہ رسوا نہیں ہوگی۔ ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ رسوائی کیسی؟ حضور نے ارشاد کیا کہ رمضان میں جس نے حرام عمل کا ارتکاب کیا یا کوئی گناہ کیا، شراب پی یا زنا کیا اس کا رمضان (کوئی روزہ) قبول نہیں کیا جائے گا اور آئندہ سال تک اس پر اللہ کی اس کے فرشتوں کی اور آسمان والوں کی لعنت ہوگی اگر اس عرصہ میں (آئندہ سال کے رمضان تک) مرجائے گا تو اللہ تعالیٰ کے حضور میں اس کی کوئی نیکی، نیکی (کی صورت میں قبول) نہ ہوگی۔

سرداری اور سروری

کہا گیا ہے کہ سید البشر حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور سید العرب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور حضرت سلمان رضی تمام اہل فارس کے سردار تھے اسی طرح سید الروم حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ، سید الحبش حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ ہیں اسی طرح تمام بستیوں میں سروری مکہ مکرمہ کو، وادیوں میں سب سے برتری وادیٔ بیت المقدس کو حاصل ہے۔ دنوں میں جمعہ سید الایام ہے راتوں میں شب قدر کو سروری حاصل ہے، کتابوں میں قرآن کریم کو، سورتوں میں سورۃ البقر کو، سورۃ بقر میں آیت الکرسی کو آیات میں سرداری اور بزرگی حاصل ہے۔ پتھروں میں سنگ اسود تمام پتھروں میں بزرگ ہے اور چاہ زمزم ہر کنوئیں سے افضل ہے، حضرت موسیٰ کا عصا ہر عصا سے برتر تھا اور جس مچھلی کے شکم میں حضرت یونس علیہ السلام رہے تھے وہ تمام مچھلیوں میں افضل تھی حضرت صالح کی اونٹنی تمام اونٹنیوں میں افضل تھی اور اسی طرح براق ہر گھوڑے سے افضل تھا، حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگشتری تمام انگشتریوں سے برتر و افضل تھی اور ماہ رمضان تمام مہینوں کا سردار اور ان سے بزرگ و افضل ہے۔

شب قدر کے فضائل

سورۃ قدر کی تفسیر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ (آخر سورت تک، یعنی ہم نے قرآن، شب قدر میں اتارا، قرآن اتارنے سے اس طرف اشارہ ہے کہ لوح محفوظ سے آسمان دنیا کے فرشتوں کے پاس بھیجا پس قرآن مجید کا جسقدر حصہ پورے سال میں بحکم الٰہی حضرت جبرئیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر لے کر آتے تھے اتنا حصہ ہی شب قدر میں آسمان دنیا پر نازل ہو جاتا تھا اسی طرح دوسرے سال شب قدر میں اتنا نازل ہوتا جتنا کہ اس سال حضرت جبرئیل کو لانا ہوتا یہاں تک کہ تمام قرآن مجید لیلۃ القدر میں رمضان کے اندر لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر نازل کر دیا گیا۔

حضرت ابن عباس رضی اور دوسرے مفسرین نے آیت اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ مراد یہ ہے کہ ہم نے اس سورت اور پورے قرآن کے ساتھ جبرئیل کو لکھنے والے فرشتوں کے پاس شب قدر میں اتارا اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر تھوڑا تھوڑا تیئس سال کی مدت میں مختلف دنوں مختلف اوقات اور مختلف مہینوں میں نازل ہوتا رہا۔

لیلۃ قدر کے معنی لیلۃ القدر کے معنی ہیں عظیم رات! یا فیصلہ والی رات' اس کو لیلۃ القدر کہنے کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اس رات میں آئندہ سال تک ہونے والے تمام واقعات مقدر کر دیئے جاتے ہیں اس کے بعد حق تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَیْلَةُ الْقَدْرِ یعنی اے محمد اگر اللہ آپ کو شب قدر کی اہمیت و عظمت نہ بتاتا تو آپ کو کیا معلوم ہوتا کہ شب قدر کیا ہے؟ قرآن مجید میں جس مقام پر بھی وَمَآ اَدْرٰىكَ آیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو اس چیز

کی اطلاع دیدی ہے اور جہاں وَمَا یُدۡرِیۡکَ آیا ہے تو اللہ نے آپ کو اس کی اطلاع نہیں دی. جیسے وَمَا یُدۡرِیۡکَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَکُوۡنُ قَرِیۡبًا (کس نے تمھیں بتایا کہ قیامت عنقریب آنے والی ہے)۔ چنانچہ قیامت کا وقت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر منکشف نہیں ہوا تھا۔

لَیۡلَةُ الۡقَدۡرِ سے مراد عظمت اور فیصلہ والی رات ہے بعض علماءؒ کا خیال ہے یہ وہی رات ہے جس کے متعلق آیت اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنٰهُ فِیۡ لَیۡلَةٍ مُّبٰرَکَةٍ اِنَّا کُنَّا مُنۡذِرِیۡنَ فِیۡهَا یُفۡرَقُ کُلُّ اَمۡرٍ حَکِیۡمٍ[1] نازل ہوئی۔ لَیۡلَةُ الۡقَدۡرِ خَیۡرٌ مِّنۡ اَلۡفِ شَهۡرٍ ه یعنی شب قدر میں عمل کرنا ان ہزار مہینوں کے عمل سے بہتر ہے جن میں شب قدر نہ ہو روایت ہے کہ صحابہ کرامؓ کو جتنی خوشی خَیۡرٌ مِّنۡ اَلۡفِ شَهۡرٍ سے ہوئی کسی چیز سے حاصل نہیں ہوئی، واقعہ یہ ہے کہ ایک روز سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کے روبرو بنی اسرائیل کے چار حضرات یعنی حضرت ایوبؑ، حضرت زکریاؑ، حضرت حزقیلؑ اور حضرت یوشعؑ بن نون (علیہم السلام) کا ذکر فرمایا اور ارشاد کیا کہ انھوں نے اسی برس تک اللہ تعالیٰ کی عبادت کی اور کبھی لمحہ بھر کے لئے بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کی۔ صحابہ کرام کو یہ سن کر تعجب ہوا، اس اثنا میں جبرئیل علیہ السلام آگئے اور کہنے لگے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو اور آپ کے صحابہؓ کو یہ سن کر تعجب ہوا کہ ان حضرات نے اسّی برس عبادت کی اور ایک لمحہ کو نافرمانی نہیں کی، اللہ تعالیٰ نے تو آپ پر اس سے بہتر ارشاد نازل فرمایا ہے اس کے بعد حضرت جبرئیلؑ نے سورۂ اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنٰهُ الخ پڑھی اور کہا کہ جس چیز پر آپ اور آپ کے اصحاب کو تعجب ہوا تھا یہ اس سے افضل ہے، یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت مسرور ہوئے۔

یحییٰ بن نجیح کا قول ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کے لئے ایک ہزار مہینے تک ہتھیار بند رہا اور جسم سے ہتھیار الگ نہیں کئے یہ بات حضور نے صحابہ کرامؓ سے بیان فرمائی تو اس پر صحابہؓ کو تعجب ہوا اس وقت اللہ تعالیٰ نے آیت " لَیۡلَةُ الۡقَدۡرِ خَیۡرٌ مِّنۡ اَلۡفِ شَهۡرٍ " نازل فرمائی مطلب یہ ہے کہ اس شخص کے ہزار مہینوں سے تمھارے لئے ایک شب قدر افضل و برتر ہے۔ بعض اصحاب نے اس مجاہد کا نام شمعون بتایا ہے کسی نے شمون بھی کہا ہے۔

تَنَزَّلُ الۡمَلٰٓئِکَةُ یعنی شب قدر میں غروب آفتاب سے طلوع آفتاب تک فرشتے اور رُوح یعنی جبرئیل علیہ السلام اترتے رہتے ہیں وَالرُّوۡحُ یعنی حضرت جبرئیل علیہ السلام۔ ضحاکؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے فرمایا "اَلرُّوۡحُ" انسانی صورت پر ایک قوی الجثہ خلقت ہے اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا وَیَسۡـَٔلُوۡنَكَ عَنِ الرُّوۡحِ (آپ سے روح کے بارے میں دریافت کرتے ہیں) تو روح وہ فرشتہ ہے جو صف بستہ فرشتوں کے ساتھ قیامت کے دن تنہا کھڑا ہوگا (اکیلی صف میں کھڑا ہوگا) مقاتلؒ کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ فرشتہ تمام ملائکہ سے برتر یعنی اشرف الملائکہ ہے دیگر علماء نے اس سلسلہ میں کہا ہے کہ یہ وہ فرشتہ ہے کہ اس کی صورت تو انسانی ہے لیکن جسم فرشتوں کے مانند ہے وہ عرش کے پاس ہے۔ اعظم مخلوق (مخلوق میں سب سے افضل) وہ صف بستہ فرشتوں کے ساتھ کھڑا ہوتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد اسی کے متعلق ہے " یَوۡمَ یَقُوۡمُ الرُّوۡحُ وَالۡمَلٰٓئِکَةُ صَفًّا۔ الخ

---

[1] ہم نے قرآن مجید کو برکت والی رات میں نازل فرمایا، ہم ہی ڈرانے والے ہیں، اسی رات میں حکمت و دانائی سے بھرے ہوئے فیصلے کئے جاتے ہیں۔

فِیۡهَا یعنی شب قدر میں (فرشتے نازل ہوتے ہیں) مِنۡ کُلِّ اَمۡرٍ ہر امر یعنی ہر بھلائی کے ساتھ (ان فرشتوں کا نزول ہوتا ہے)۔ سَلٰمٌ ۛ هِیَ حَتّٰی مَطۡلَعِ الۡفَجۡرِ یعنی وہ رات سلامتی والی ہے (اس میں کوئی بیماری یا جادو ٹونے کا اثر، کاہنوں کی کہانت موثر نہیں، طلوع فجر تک اگر مطلع کا لام مکسور پڑھا جائے مَطۡلِع پڑھا جائے تو اس کے معنی ہونگے مقام طلوع سلامٌ کے معنی یہ بھی کہے گئے ہیں کہ روئے زمین کے مسلمانوں پر ملائکہ کی طرف سے سلام ہوتا ہے یعنی طلوعِ فجر تک فرشتے سلام سلام کہتے رہتے ہیں۔

کون سی رات

"لَیۡلَةُ الۡقَدۡرِ" ہے

شب قدر کی تلاش شب قدر کو رمضان شریف کے آخری عشرہ میں تلاش کیا جائے (یعنی ۲۰ تاریخ سے آخری تاریخ تک) ان تاریخوں میں زیادہ مشہور ستائیسویں شب ہے۔ امام مالکؒ کے نزدیک کسی تاریخ کا تعین وثوق کے ساتھ نہیں کیا جاسکتا، آخری عشرہ کی سب راتیں برابر ہیں، امام شافعیؒ کے نزدیک اکیسویں شب زیادہ قابل اعتماد ہے۔ ایک قول ہے کہ انتیسویں شب اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کا یہی مسلک تھا (وہ اسی رات کو خیال فرماتی تھیں) حضرت ابو مروہؓ تیئیسویں شب کے قائل تھے۔ حضرت ابوذرؓ اور حضرت حسنؓ نے فرمایا کہ "یہ پچیسویں شب ہے" حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ وہ "چوبیسویں شب" ہے، حضرت ابن عباسؓ حضرت ابی بن کعبؓ نے فرمایا کہ وہ ستائیسویں شب ہے اس تعین پران کی دلیل یہ ہے کہ ستائیسویں شب زیادہ موکد ہے، مختصر یہ کہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ وہ کون سی شب ہے۔

امام حنبلؒ نے بالاسناد حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ صحابہ کرامؓ اپنے خواب آخری عشرہ (رمضان) میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا کرتے تھے اس پر حضورؐ نے فرمایا مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم لوگوں کے خواب ستائیسویں شب کے متعلق متواتر ہیں، اس لئے جو شخص شب قدر کی جستجو کرے وہ ستائیسویں رات کو کرے۔ یہ بھی مروی ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کہا میں نے طاق عددوں پر تو سات سے زیادہ کسی طاق عدد کو لائق اعتماد نہیں پایا۔ پھر جب سات کے عدد پر غور کیا تو آسمانوں کو بھی سات، زمین کو بھی سات، رات کو بھی سات، دریا بھی سات، صفا و مروہ کے درمیان سعی بھی سات بار ہے، خانہ کعبہ کا طواف بھی سات بار ہے، رمئ جمار بھی سات ہے۔ انسان کی تخلیق بھی سات اعضاء سے ہے، اس کے چہرے میں بھی سات سوراخ ہیں، قرآن مجید میں حٰمٓ سے شروع ہونے والی سورتیں سات ہیں سورہ الحمد کی آیات سات ہیں، قرآن پاک کی قرآتیں سات ہیں۔ نیز منزلیں بھی سات ہیں۔ سجدہ بھی سات اعضاء سے ہوتا ہے جہنم کے دروازے سات ہیں۔ جہنم کے نام سات اور اس کے درجے بھی سات ہیں۔ اصحاب کہف سات تھے۔ سات دن کی مسلسل اور لگاتار آندھی سے قوم عاد ہلاک ہوگئی۔ حضرت یوسف علیہ السلام سات سال جیل خانہ میں رہے، بادشاہ (مصر) نے خواب میں جو گائیں دیکھی تھیں وہ سات تھیں، قحط کے بھی سات سال تھے اور ارزانی کے بھی سات سال، پنجگانہ نماز کے فرائض کی

رکعتیں سترہ ہیں[1]۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَسَبْعَةٍ إِذَا رَجَعْتُمْ (جب حج سے فارغ ہو کر لوٹو تو سات روزے رکھو) نسبی عورتیں بھی سات ہی حرام ہیں اور سسرالی عورتیں بھی سات حرام ہیں۔ کتا اگر کسی برتن میں منہ ڈال دے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے بموجب اس کو سات بار پاک کرنے کا حکم ہے جس میں پہلی بار مٹی سے مانجھنا ہے۔ سورہ القدر کے آغاز سے لفظ سلام تک حروف[2] کی تعداد ۲۷ ہے۔ حضرت ایوب علیہ السلام اپنی آزمائش میں سات سال مبتلا رہے۔ حضرت ام المومنین عائشہؓ نے فرمایا کہ میں سات سال کی تھی کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے نکاح فرمایا۔ سردی کے آخری دن سات ہیں تین دن شباط (پھاگن) کے اور چار دن آذر (چیت) کے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کے شہدا سات طرح کے ہیں (۱) راہِ خدا (جہاد) میں مارا جانے والا۔ (۲) طاعون سے مرنے والا۔ (۳) سل کے مرض میں مرنے والا (۴) ڈوب کر مرجانے والا، (۵) جل کر مرجانے والا۔ (۶) پیٹ کے مرض (ہیضہ) سے مرنے والا۔ (۷) وضع حمل میں مرنے والی عورت۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا طول اس زمانے کے سات گز کے برابر تھا اور آپ کے عصا کا طول بھی سات گز تھا، جب یہ ثابت ہو گیا کہ اکثر چیزیں سات ہیں تو اللہ تعالیٰ نے سَلَامٌ هِيَ حَتَّىٰ مَطْلَعِ الْفَجْرِ فرما کر بندوں کو آگاہ کر دیا کہ شب قدر ستائیسویں شب ہے (کہ اس میں سات کا ہندسہ شامل ہے) اس روایت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ شبِ قدر ستائیس تاریخ کو ہوتی ہے۔

شبِ جمعہ افضل ہے یا شبِ قدر

ہمارے علمائے کرام کے درمیان اس امر میں اختلاف ہے کہ شب جمعہ افضل ہے یا شبِ قدر؟ حضرت شیخ ابو عبداللہ بن بطہؒ، شیخ ابو الحسن جوری اور ابو حفص عمرؒ برمکی شب جمعہ کو افضل کہتے ہیں۔ ابو الحسن تمیمی کے نزدیک شب جمعہ سے وہ رات افضل تھی جس میں قرآن پاک کا نزول ہوا اس کے بعد آئندہ سالوں میں (رمضان میں آنے والی) شب قدر سے شب جمعہ افضل ہے (یعنی صرف وہ شبِ قدر شبِ جمعہ سے افضل تھی جس میں قرآن کا نزول ہوا اس کے بعد ہر شب جمعہ آنے والی شب قدر سے افضل ہے)، لیکن اکثر علماء کا اس پر اختلاف ہے ان کا مذہب یہ ہے کہ "شب قدر" جمعہ کی رات اور دیگر تمام راتوں سے افضل و برتر ہے۔

ہمارے اصحاب یعنی اکابرین علمائے حنابلہ (یا حنبلی مذہب) کے قول کی دلیل وہ روایت ہے جس کو قاضی امام ابو یعلیٰؒ نے اپنی اسناد کے ساتھ حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ جمعہ کی رات میں تمام مسلمانوں کو بخش دیتا ہے" یہ فضیلت ایسی ہے کہ کسی اور رات کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی فضیلت بیان نہیں فرمائی۔ یہ بھی حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا "مجھ پر فضیلت والی راتوں میں روشن دنوں میں، جمعہ کے دن اور اس کی رات میں کثرت سے درود بھیجا کرو۔ ایک وجہ یہ بھی ہے کہ شب جمعہ اپنے دن کی تابع ہے بلاشبہ شب جمعہ کی فضیلت میں اتنی روایات ہیں کہ اتنی لیلۃ القدر کی فضیلت میں نہیں ہیں، ان ہی روایات فضائل

---

[1] یہاں سات کا التزام باقی نہیں رہتا۔ [2] حضرت مصنف رضی اللہ عنہ کی مراد حروف سے الفاظ ہے اِنَّا سے سَلَام تک ۲۷ الفاظ ہوتے ہیں۔

میں ایک روایت یہ ہے جس کے راوی حضرت انسؓ ہیں انھوں نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ سلم نے ارشاد کیا کہ آفتاب کسی ایسے دن پر کبھی طلوع نہیں ہوا جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک جمعہ کے دن سے افضل ہو۔

حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا یوم جمعہ سے افضل دن پر سورج نہ طلوع ہوتا ہے نہ غروب اور سوائے دو بڑے فرقوں یعنی جن و انس کا ہر جاندار اللہ سے ڈر کر جمعہ کے دن اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ سے یہ بھی مروی ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا روزِ قیامت اللہ تعالیٰ ہر دن کو اس کی صورت میں اٹھائے گا لیکن جمعہ کے دن کو اس حال میں اٹھائے گا کہ وہ روشن اور تاباں ہوگا اور اہلِ جمعہ اس کے گرداگرد اس طرح چلینگے جیسے دلہن کو جھرمٹ میں اس کے شوہر کی جانب لے جاتے ہیں، سب لوگ اس کی روشنی میں چلینگے، ان کے رنگ برف کی طرح سفید اور ان کی خوشبو مشک کی مانند ہوگی وہ سب کافوری پہاڑوں میں داخل ہوں گے، اہلِ محشر میں تمام جن و انس ان کو تعجب سے دیکھیں گے یہاں تک کہ وہ لوگ جنت میں داخل ہو جائیں گے۔

شب قدر پر شب جمعہ کی افضلیت

اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ اللہ تعالیٰ تو شب قدر کو ہزار مہینوں سے بہتر اور افضل فرماتا ہے تو اس کے جواب میں کہا جائے گا کہ حضرات مفسرین نے فرمایا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جن ہزار مہینوں میں شب قدر نہ ہو ان ہزار مہینوں سے بہتر ایک شب قدر ہے یہ مطلب نہیں کہ جن مہینوں میں شب جمعہ بھی نہ ہو ان سے شب قدر افضل ہے بالفاظ دگر مراد یہ ہے کہ شب قدر ایسے ہزار مہینوں سے افضل ہے جن میں شب جمعہ نہ ہو۔ نیز یہ وجہ ہے کہ شب جمعہ جنت میں بھی باقی رہے گی کیونکہ اس دن میں اللہ تعالیٰ کا دیدار واقع ہوگا اور یہ شب جمعہ دنیا میں قطعی اور یقینی طور پر متعین و معلوم ہے اور شب قدر کا تعین محض ظنی ہے۔

شب قدر افضل ہے شب جمعہ سے

امام ابوالحسن تمیمیؒ اور دیگر علماء کرام کا مذہب یہ ہے کہ شب قدر افضل ہے اس کی وجہ (دلیل) یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ وہ ہزار مہینوں سے افضل ہے اور ہزار مہینے تراسی سال چار مہینہ کے ہیں، ایک قول یہ بھی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں جب آپ کی اُمت کی عمریں پیش کی گئیں تو وہ آپ کو بہت کم معلوم ہوئیں جس پر آپ کو شب قدر پیش کی گئی (یعنی عطا کی گئی)

امام مالکؒ بن انسؓ نے فرمایا کہ میں نے ایک قابل اعتماد شخص سے سنا ہے کہ گزشتہ لوگوں کی عمریں بڑی طویل تھیں حضور والا (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کے مقابلہ میں اپنی اُمّت کی عمروں کو کم پایا اور خیال فرمایا کہ جتنے اعمال (حسنہ) گزشتہ لوگ اپنی طویل عمروں میں کر چکے اس حد تک میری اُمت کے لوگ اپنی کوتاہ عمروں میں نہیں کر سکیں گے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو شب قدر عطا فرمائی جو ہزار مہینوں سے افضل ہے۔

امام مالک بن انسؓ نے سعید بن مسیّبؒ کا قول نقل کیا ہے کہ جو شخص شب قدر میں عشا کی نماز باجماعت میں حاضر ہوا اس کو شب قدر (کی عبادت) کا ایک حصّہ مل گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ جس نے عشا اور مغرب جماعت کے ساتھ پڑھی اس نے شب قدر سے اپنا حصّہ حاصل کر لیا۔ حضور نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ جس نے سورۃ القدر کی تلاوت کی اس نے چوتھائی (۱/۴) قرآن کی تلاوت کی۔ اس سورہ کو ماہِ رمضان کی آخری نمازِ عشاء میں پڑھنا مستحب ہے۔

شبِ قدر کے غیر متعیّن ہونے کا سبب

اگر کوئی کہے کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو قطعی اور یقینی طور سے شب قدر کو کیوں نہیں بتایا (کہ وہ کونسی رات ہے) جس طرح شب جمعہ کی اطلاع تعین کے ساتھ فرمادی ہے اس کا جواب ان کو یہ دیا جائے گا کہ عدم تعین کی وجہ یہ ہے کہ لوگ اس بات پر اعتماد نہ کر بیٹھیں کہ ہم ایسی رات میں عبادت کر چکے جو ہزار مہینوں سے افضل ہے اور اللہ نے ہماری مغفرت کردی، ہم کو بارگاہِ الٰہی سے بڑے بڑے مراتب حاصل ہوگئے۔ جنت مل چکی، یہ خیال کرکے وہ عمل سے کنارہ کش ہوجائیں گے اور مطمئن ہوکر بیٹھ جائیں گے اور امید میں پھنس کر رہ جائیں گے جس کا نتیجہ بربادی ہوگا، شب قدر کے تعین سے مطلع نہ کرنے کی یہی وجہ ہے جو موت کے وقت سے مطلع نہ کرنے کی ہے تاکہ اپنی موت کا وقت جاننے والا یہ نہ کہنے لگے کہ ابھی تو میری عمر بہت پڑی ہے دنیا میں ابھی تو عیش کرلوں، لذتیں اور خواہشیں پوری کرلوں جب زندگی کے خاتمہ کا وقت آئے گا تو اس وقت توبہ کرلوں گا اور عبادت میں مشغول ہوجاؤں گا اور نیکوکاروں کی حالت میں میرا خاتمہ ہوجائے گا اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان سے ان کے مرنے کا وقت پوشیدہ رکھا تاکہ ان کو ہمیشہ موت کا دھڑکا لگا رہے اور نیک عمل میں مصروف رہیں، ہمیشہ توبہ کرتے رہیں اور اعمال کی اصلاح میں مشغول رہیں اور ان پر موت اس حال میں آئے کہ وہ نیکی پر قائم ہوں اس طرح دنیا میں بھی وہ جائز لذتوں سے محظوظ ہوں اور آخرت میں اللہ کی رحمت کے باعث عذاب سے بچ جائیں۔

ایک مقولہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں کے اندر چھپا رکھا ہے بندہ کی طاعت میں اپنی رضا کو، بندہ کی نافرمانیوں میں اپنے غضب کو، درمیانی نماز کو دوسری نمازوں میں، مخلوق میں اپنے اولیا کو اور ماہ رمضان میں شب قدر کو۔

پانچ مخصوص راتیں

اللہ تعالیٰ نے حضور کو پانچ راتیں مرحمت فرمائیں

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو پانچ مخصوص راتیں عطا فرمائی ہیں پہلی رات قدرت اور معجزہ والی رات ہے۔ جس میں آپ کی انگشت مبارک کے اشارے سے چاند دو ٹکڑے ہوگیا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اقترب الساعۃ وانشق القمر (وہ ساعت قریب آگئی اور چاند شق ہوگیا) حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے ان کے عصا کی ضرب سے سمندر شگافتہ ہوگیا تھا لیکن حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگشت مبارک کے اشارے سے چاند شق ہوگیا، یہ سب سے بڑا معجزہ تھا۔ دوسری رات دعوت اور دعوت کی قبولیت کی تھی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا واذ صرفنا الیک نفرا من الجنہ یستمعون القرآن (ہم نے آپ کی طرف جنوں کی ایک جماعت کو بھیجا وہ قرآن سننے لگے) تیسری رات حکم اور فیصلہ کی رات تھی: اللہ تعالیٰ نے فرمایا انّا انزلناہ

فِی لَیۡلَۃٍ مُّبَارَکَۃٍ اِنَّا کُنَّا مُنۡذِرِیۡنَ فِیۡہَا یُفۡرَقُ کُلُّ اَمۡرٍ حَکِیۡمٍ (ہم نے قرآن کو برکت والی رات میں نازل کیا ہم ہی ڈرانے والے ہیں اسی رات میں ہر حکمت والا کام تقسیم کیا جاتا ہے)۔ چوتھی رات قرب اور نزدیکی کی تھی یعنی شب معراج تھی: اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا سُبۡحَانَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصٰی ۔ (پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے کو رات کے ایک حصہ میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک سیر کرائی)۔ پانچویں رات تحیت و سلام کی رات ہے، ارشاد خداوندی ہے اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنٰہُ فِیۡ لَیۡلَۃِ الۡقَدۡرِ .... تَنَزَّلُ الۡمَلٰٓئِکَۃُ وَ الرُّوۡحُ فِیۡہَا تک یہ شب قدر ہے۔

بدکاروں کے لئے نیکوکاروں کی شفاعت

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جب شب قدر ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ جبرئیل (علیہ السلام) کو زمین پر اترنے کا حکم دیتا ہے۔ جبرئیلؑ کے ساتھ سدرۃ المنتہیٰ پر رہنے والے ستر ہزار فرشتے بھی ہوتے ہیں جن کے پاس نوری جھنڈے ہوتے ہیں۔ زمین پر نزول کے بعد جبرئیلؑ اور فرشتے اپنے اپنے جھنڈے چار جگہ گاڑ دیتے ہیں (۱) خانہ کعبہ کے پاس (۲) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس کے پاس۔ (۳) مسجد بیت المقدس کے پاس، (۴) مسجد طور سینا کے پاس۔ اس کے بعد جبرئیلؑ فرشتوں سے کہتے ہیں کہ تم پھیل جاؤ فرشتے ساری زمین پر پھیل جاتے ہیں کوئی گھر، کوئی کمرہ، کوئی کوٹھری اور کوئی کشتی ایسی باقی نہیں رہتی جہاں مومن مرد یا عورت موجود ہو اور فرشتے وہاں داخل نہ ہوں۔ البتہ جس گھر میں کتا۔سور۔ تصویر یا دہ پلید موجود ہو جس کی پلیدگی زنا سے ہوئی ہو، وہاں یہ فرشتے داخل نہیں ہوتے۔ داخل ہونے کے بعد تمام فرشتے تسبیح، تقدیس اور تہلیل میں مصروف ہو جاتے ہیں اور اُمّت محمدیہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لئے استغفار کرتے ہیں (تمام رات رہ کر) فجر کے وقت آسمان پر چڑھ جاتے ہیں، آسمان دنیا کے رہنے والے دریافت کرتے ہیں کہ آپ کہاں سے آئے۔ فرشتے جواب دیتے ہیں ہم دنیا میں تھے کیونکہ یہ رات اُمّتِ محمدیہ کے لئے شب قدر تھی، وہی فرشتے پھر پوچھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی حاجتوں کی بابت کیا حکم فرمایا اس وقت جبرئیل کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اچھے عمل کرنے والوں کو بخشدیا اور بدکاروں کے لئے نیکوکاروں کی شفاعت قبول فرمائی، یہ سنتے ہی آسمان دنیا کے فرشتے اپنی اپنی آواز میں تسبیح و تقدیس اور رب العالمین کی حمد و ثنا کرنے لگتے ہیں اور اس امر پر اللہ تعالیٰ کا شکر بجالاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اُمّتِ محمدیہ کی مغفرت فرمادی اور اپنی رضامندی کا اظہار فرمایا، اس کے بعد آسمان دنیا کے فرشتے ان فرشتوں کے ساتھ دوسرے آسمان تک جاتے ہیں وہاں بھی اسی طرح سوال و جواب و حمد و ثنا کا غلغلہ بلند ہوتا ہے یہاں تک یہ فرشتے ساتویں آسمان تک پہنچ جاتے ہیں اس کے بعد جبرئیلؑ فرماتے ہیں کہ اے آسمان کے رہنے والو! لوٹ جاؤ! فرشتے اپنی اپنی جگہ واپس چلے جاتے ہیں، سدرۃ المنتہیٰ کے رہنے والے فرشتے بھی چلے جاتے ہیں، سدرۃ کے رہنے والے دریافت کرتے ہیں کہ تم کہاں گئے تھے یہ بھی ویسا ہی جواب دیتے ہیں جیسا کہ آسمان دنیا کے رہنے والے فرشتوں نے دیا تھا، ان کا جواب سن کر سدرۃ المنتہیٰ کے رہنے والے فرشتے بھی تسبیح و تہلیل و تقدیس بلند آواز میں کرنے لگتے ہیں ان کی آوازیں جنت الماویٰ سنتی ہے اس کی آواز جنت النعیم اس کی آواز جنت عدن اس کی آواز جنت الفردوس اور اس کی آواز عرش الٰہی تک جاتی ہے تو وہ بھی حمد و ثنا و تسبیح و تہلیل میں مصروف ہو جاتا ہے اور ان انعامات

پر شکر بجا لاتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اُمتِ محمدیہ پر فرمائے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اے میرے عرش! تو نے کس لئے اپنی آواز بلند کی؟ وہ عرض کرتا ہے کہ اے میرے معبود! مجھے معلوم ہوا ہے کہ تو نے آج رات اُمتِ محمدیہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے صالحین کو بخشدیا ہے اور ان کی شفاعت گنہگاروں کے حق میں قبول فرمائی ہے! حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے میرے عرش تو ٹھیک کہتا ہے! میرے نزدیک اُمتِ محمدیہؐ کی اتنی عزت و کرامت ہے کہ نہ کسی آنکھ نے دیکھی اور نہ کسی کان نے سنی اور نہ کسی دل میں اس کا وہم و گمان گزرا!!

روایت ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام لیلۃ القدر میں جب آسمان سے اترتے ہیں تو کوئی مسلمان ایسا باقی نہیں رہتا جس سے انھوں نے سلام کر کے مصافحہ نہ کیا ہو، اس کی علامت یہ ہے کہ اس شخص کی جلد کے رونگٹے کھڑے ہوں گے اس کا دل نرم ہوگا اور اس کی آنکھ سے آنسو بہیں گے، یہی وجہ ہے اُس روایت کی جس میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُمت کے لئے پریشان تھے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے محمدؐ! غمگین نہ ہو میں جب تک تیری اُمت کو انبیاءؑ کے مراتب و درجات عطا نہیں کروں گا ان کو دنیا سے نہیں نکالوں گا اور اس کی صورت یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے پاس چونکہ فرشتے کلام، پیام وحی اور اعزاز لے کر آتے تھے اسی طرح شب قدر میں اللہ کی طرف سے فرشتے سلام و رحمت کے ساتھ اُمت محمدیہ پر نازل ہونگے

شبِ قدر کی علامتیں

شب قدر کی پہچان یہ ہے کہ اس شب میں نہ گرمی ہوگی نہ سردی (موسم معتدل ہوگا) بعض حضرات نے کہا ہے کہ اس رات میں کتے کے بھونکنے کی آواز نہیں سُنی جائے گی اور اس رات کی صبح کو سورج اس طرح طلوع ہوگا کہ اس کی شعاعیں طشت کے مشابہہ ہونگی (یعنی سورج بغیر کرنوں کے طلوع ہوگا)۔ شب قدر کے عجائبات کا انکشاف تو انہی دل والوں پر ہوتا ہے جو اطاعت گزار اور صاحب ولایت ہوتے ہیں ان حضرت میں جس بزرگ کا جیسا حال درجہ اور مرتبہ، قرب ہوتا ہے، ویسے ہی انکشافات ان پر ہوتے ہیں۔

نمازِ تراویح

نمازِ تراویح، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے آپ نے ایک دو یا تین راتیں (باختلاف روایات) تراویح کی نماز پڑھی اس کے بعد صحابہ کرامؓ حجرۂ مقدس سے آپ کے باہر تشریف لانے کے منتظر رہے مگر حضور کاشانۂ نبوت سے باہر تشریف نہیں لائے آپ نے فرمایا اگر میں (تراویح کے لئے) باہر آجاتا تو تم پر تراویح فرض ہوجاتیں۔ حضرت امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں تراویح کی نماز ہمیشہ پڑھی گئی اس بنا پر اس کی نسبت آپ سے کی جاتی ہے، اس لئے بھی کہ اس کی جماعت کی ابتدا آپ ہی نے کی۔

اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ماہ رمضان کی وسط رات میں ایک بار حضور اقدس نے مسجد میں نماز پڑھی، لوگوں نے بھی حضور کی اقتدا میں نماز ادا کی، دوسری رات آدمیوں کی اتنی کثرت ہوئی کہ مسجد تنگ ہوگئی لیکن حضور والا حجرۂ نبوی سے برآمد نہیں ہوئے، صبح کو فجر کی نماز کے لئے تشریف لائے، فجر کی نماز سے فارغ ہوکر لوگوں سے خطاب فرمایا! تمھاری رات کی حالت مجھ سے پوشیدہ نہ تھی لیکن اندیشہ یہ تھا کہ نماز تراویح تم پر فرض ہوجائے اور تم اس کے ادا کرنے

سے عاجز ہو جاؤ، حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو رمضان کی راتوں کو زندہ رکھنے (نماز پڑھنے) کی ترغیب دیا کرتے تھے بغیر اس کے کہ آپ ان پر لزوم کے ساتھ حکم فرمائیں (یعنی وجوبی حکم حضور نہیں دیتے تھے) آپ کے وصال کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عہد فاروقی کے ابتدائی دور میں تراویح کا معاملہ یونہی رہا۔

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا حضرت عمر بن الخطابؓ نے مجھ سے تراویح کی نماز کی حدیث جب سنی تو آپ نے اس پر عمل فرمایا؛ لوگوں نے دریافت کیا کہ اے امیر المومنین وہ حدیث کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ عرش الٰہی کے ارد گرد ایک جگہ ہے جس کا نام "حضیرۃ القدس" ہے وہ نور کی جگہ ہے اس میں اتنے فرشتے جن کی تعداد اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا، عبادت الٰہی میں مشغول رہتے ہیں اور اس میں ایک لمحہ کی بھی کوتاہی نہیں کرتے. جب ماہ رمضان کی راتیں آتی ہیں تو یہ اپنے رب سے زمین پر اترنے کی اجازت طلب کرتے ہیں اور وہ بنی آدم کے ساتھ ملکر نماز پڑھتے ہیں۔ اُمّتِ محمدیہ میں جس نے ان کو چھوا یا انھوں نے کسی کو چھوا تو وہ ایسا نیک بخت وسعید بنجاتا ہے کہ پھر کبھی بدبخت وشقی نہیں بنتا۔ یہ سُن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب کہ اس (نماز) کی یہ شان ہے تو ہم اس کے زیادہ حقدار ہیں. پھر آپ نے تراویح کی جماعت قائم کرکے اس کو سنت قرار دے دیا۔

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ماہ رمضان کی ابتدائی رات میں جب گھر سے باہر آتے اور مسجدوں میں تلاوت قرآن سنتے تو فرماتے اللہ! عمرؓ کی قبر کو روشن کر دے جنھوں نے اللہ کی مسجدوں کو قرآن سے منور کیا ہے (نور اللہ قبر عمر کما نور مساجد اللہ بالقرآن) اسی طرح کی ایک روایت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، اس روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ مسجدوں کے قریب سے گزرے تو مسجدوں کو قندیلوں سے روشن اور لوگوں کو تراویح پڑھتے دیکھا تو فرمانے لگے، اللہ تعالیٰ حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) کی قبر کو روشن فرمائے جس طرح انھوں نے ہماری مسجدوں کو روشن کیا ہے۔

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اللہ کے گھر میں قندیل لٹکاتا ہے (روشن کرتا ہے) ستر ہزار فرشتے اس قندیل کے بجھنے تک اس کے لئے دعائے مغفرت اور استغفار کرتے رہتے ہیں۔ حضرت ابو ذر غفاری رضؓ نے فرمایا ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی۔ رمضان کی تیئیسویں رات کو ایک تہائی رات تک حضور والا نے کھڑے ہو کر نماز پڑھائی چوبیسویں رات کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف نہیں لائے، پچیسویں رات کو تشریف لائے تو نصف شب تک نماز پڑھائی۔ ہم نے عرض کیا کہ اگر حضور ہم کو آج پوری رات تک نفل پڑھاتے تو خوب ہوتا حضور نے ارشاد فرمایا جو شخص امام کے ساتھ نماز ختم ہونے تک باجماعت نماز میں کھڑا رہا اسے پوری رات کا ثواب ملیگا۔ چھبیسویں شب کو حضور پھر تشریف نہ لائے پھر ستائیسویں شب آئی تو حضور والا نے اہل بیت کرام کو بھی جمع فرمایا اور ہم سب کو ساتھ لیکر نماز پڑھائی کہ ہم کو خوف ہوا کہ ہماری فلاح نہ فوت ہو جائے، لوگوں نے عرض کیا کہ فلاح کے کیا معنی ہیں آپ نے فرمایا سحری۔

نماز تراویح کی جماعت

مستحب ہے کہ نماز تراویح باجماعت ہو اور تلاوت قرآن جہری ہو، اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز تراویح اسی طرح پڑھی تھی۔ نماز تراویح کی ابتدا اسی رات سے کرنا چاہئے جس رات کو ماہ رمضان کا چاند نظر آجائے اس لئے کہ وہ رات ماہ رمضان کی رات ہوتی ہے اور اس لئے بھی کہ حضور والا نے

بھی اسی طرح پڑھی ہے، عشاء کی نماز کے فرضوں اور سنتوں کے بعد تراویح ہونی چاہیئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل یہی تھا تراویح کی بیس رکعتیں ہیں ہر دو رکعت کے بعد سلام پھیرنا چاہیئے۔ بیس رکعت کے پانچ ترویحہ ہیں یعنی ہر چار رکعت کا ایک ترویحہ! ہر چار رکعت کے بعد کچھ دیر کے لیئے وقفہ ضروری ہے، ہر دو رکعت کے شروع میں اس طرح نیت کرے کہ میں دو رکعت نماز تراویح مسنونہ ادا کر رہا ہوں۔ نماز خواہ تنہا پڑھ رہا ہو یا جماعت کے ساتھ ہر صورت میں نیت کرنا مستحب ہے۔
ماہ رمضان کی اوّل شب کی تراویح میں پہلی رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد سورہ علق یعنی اقراء باسم ربک الّذی خلق الخ۔ پڑھے کیونکہ ہمارے امام احمد بن حنبلؒ اور دوسرے تمام آئمہ کے نزدیک یہ قرآن کی پہلی نازل شدہ سورۃ ہے اسی طرح تمام مجتہدین رحمہم اللہ کے نزدیک ہے۔ پھر سورہ کے آخر میں سجدۂ تلاوت کرے اس کے بعد اٹھ کر سورۂ بقر کی تلاوت کرے۔

پورے قرآن کو تراویح میں پڑھنا مستحب ہے تاکہ اس طرح لوگ پورے قرآن کو سن لیں اور قرآن میں جو اوامر و نواہی، نصائح اور بصائر ہیں ان سے واقف ہو جائیں۔ پوری تراویح میں ایک ختم سے زیادہ پڑھنا اچھا نہیں تاکہ مقتدیوں کو کوئی دشواری نہ ہو اور وہ تنگدل ہو کر اکتا نہ جائیں۔ جماعت سے کراہت نہ پیدا ہو اور ان کا ثواب عظیم اور اجر جزیل فوت نہ ہو جائے اور چونکہ یہ تمام دقتیں ان کو امام کی وجہ سے پیش آئیں گی اس لئے امام کا گناہ گناہِ عظیم ہوگا۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذؓ سے فرمایا تھا کہ معاذ کیا تم فتنہ و بلا پیدا کرتے ہو (افتّان انتَ یامعاذ)۔ صورت یہ ہوئی کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کچھ لوگوں کو نماز پڑھائی اور قرأت کو طول دیا تو ایک شخص نماز توڑ کر الگ ہو گیا اور اس نے تنہا نماز پڑھنا شروع کر دی پھر اس نے اس امر کی رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی اس وقت حضور نے ان کو بلا کر یہ الفاظ حضرت معاذؓ سے فرمائے!

مستحب ہے کہ تراویح کے بعد وتر پڑھے، وتر کی پہلی رکعت میں "سَبّح اسم ربکَ الاعلیٰ" اور دوسری رکعت میں سورۂ کافرون اور تیسری رکعت میں سورۂ اخلاص پڑھے اس لئے حضور سرور کائناتؐ کا یہی معمول تھا۔ دو تراویحوں کے درمیان نفل پڑھنا مکروہ ہے اسی طرح دو مسجدوں میں تراویح پڑھنا مکروہ ہے۔ نفل نماز کو تراویح کے بعد باجماعت پڑھنا بھی دو راویتوں میں سے ایک کے بموجب مکروہ ہے یہ تعقب یعنی جماعت کے بعد جماعت کرنا ہے۔ امام احمدؒ کے نزدیک تعقب مکروہ ہے ایک روایت میں آیا ہے کہ حضرت انس بن مالکؓ بھی اسے مکروہ سمجھتے تھے بلکہ تراویح کے بعد کچھ دیر سو رہے پھر اٹھ کر جتنے نوافل اور تہجد پڑھنا چاہے پڑھے پھر اپنی خواب گاہ میں چلا جائے ناشِئَۃَ اللّیلِ (رات کا اٹھنا) جس کی تعریف اللہ نے سورۂ مزمل میں فرمائی ہے۔ دوسری روایت میں ہے کہ تراویح کے بعد جماعت نوافل بلا کراہیت جائز ہے لیکن بالکل آخر میں سونے سے پہلے یہ نفل باجماعت پڑھے کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ تم لوگ رات کی فضیلت آخری حصّہ پر چھوڑ دیتے ہو مجھے تو اس ساعت سے جس میں تم نماز سو کر اٹھنے کے بعد پڑھتے ہو وہ ساعت زیادہ محبوب ہے جب کہ تم سو جاتے ہو۔ یعنی جس گھڑی تم سوتے ہو وہ ساعت میرے نزدیک اس وہ گھڑی تمھاری اس ساعت سے زیادہ پسندیدہ ہے جس میں تم کھڑے ہو کر عبادت کرتے ہو۔

شب قدر اور ماہ رمضان

کے مزید مسائل

بطور تتمۂ بحث

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے تَنَزَّلُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ فِيهَا، روح یعنی جبرئیل علیہ السلام ستر ہزار فرشتوں کو ساتھ لیکر اترتے ہیں ان میں جبرئیل سب فرشتوں کے سردار ہوتے ہیں۔ جبرئیل ہر اس شخص کو جو بیٹھا ہو اور دوسرے فرشتے ہر اس شخص کو بھی جو سویا ہو سلام کرتے ہیں۔ حق سبحانہ تعالیٰ اپنے ہر اس بندے پر جو نماز میں کھڑا ہو اسی طرح سلام بھیجتا ہے جس طرح جنت کے اندر مومن بندوں کو اللہ کا سلام پہنچانا ثابت ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے سَلَامٌ قَوْلًا مِّن رَّبٍّ رَّحِيمٍ ۝ (مہربان رب کی طرف سے ان کو سلام ہوگا) اسی طرح یہ بھی جائز ہے کہ دنیا میں اُن نیک بندوں پر سلام بھیجے جن کے لئے روز ازل ہی سے اللہ کی طرف سے بھلائی، رحمت اور سعادت مقدر ہو چکی ہے جو فانی دنیا سے محبت نہیں رکھتے اور اللہ تعالیٰ ہی سے لو لگائے ہیں اور اللہ ہی کی طرف توجہ اور سکون کے ساتھ رجوع ہو کر اپنے گناہوں پر نادم ہیں۔

شب قدر میں زمین کا کوئی چپہ ایسا باقی نہیں رہتا جہاں کوئی فرشتہ حالت سجود یا قیام میں مصروف مومن مرد یا عورت کے لئے دعا نہ کرتا ہو (ہاں صرف عیسائیوں کے معبد (گرجا) یہودیوں کی ہیکل، بت پرستوں کے مندر اور وہ مقامات جہاں غلاظت ڈالی جاتی ہے اس سے مستثنیٰ ہیں (فرشتے وہاں نہیں جاتے)۔

رات بھر یہ ملائکہ مسلمان مردوں اور عورتوں کے لئے دعا میں مصروف و مشغول رہتے ہیں۔ حضرت جبرئیلؑ بھی ہر مومن مرد اور عورت کو سلام و مصافحہ کرتے ہیں وہ ہر مسلمان سے کہتے ہیں اگر تو عبادت میں مشغول ہو تو تجھ پر سلام ہے اللہ تیری عبادت کو قبول کرے اور تیرے ساتھ بھلائی فرمائے اگر تو گناہوں میں مبتلا ہو تو تجھ پر سلام ہو اللہ تیرے گناہوں کو معاف کرے اگر تو سوتا ہے تو تجھ پر سلام ہو اللہ تجھ سے راضی ہو اگر تو قبر میں ہو تو تجھ پر سلام ہو اور تجھے راحت اور رحمت الٰہی میسّر ہو۔ آیت مِن كُلِّ أَمْرٍ سَلَامٌ کا یہی مطلب ہے۔ بعض علمائے کرامؒ فرماتے ہیں کہ فرشتے اہل طاعت پر سلام بھیجتے ہیں اہل عصیان پر نہیں! اُن گنہگاروں میں کچھ تو وہ ہیں جو ظالم ہیں ان کے لئے فرشتوں کے سلام سے کچھ حصہ نہیں ہے کچھ لوگ ایسے ہیں جو حرام خور ہیں، رشتہ داریاں منقطع کرنے والے ہیں، چغلخور، یتیموں کا مال کھانے والے ہیں تو ان لوگوں کے نصیبہ میں فرشتوں کا سلام نہیں ہے۔ پس گناہوں سے بڑھکر اور کونسی مصیبت ہے کہ مبارک ماہ کے آغاز میں رحمت، درمیانی حصہ میں مغفرت اور آخری حصہ میں جہنم سے آزادی کی نعمت موجود ہو اور یونہی گزر جائے اور ملائکہ کے سلام سے محرومی نصیب ہو۔ اس محرومی اور بدنصیبی کی وجہ اس کے سوا کچھ اور نہیں کہ تو رحمٰن سے دور رہ کر نافرمانوں میں شامل ہے۔ تو شیطان کی موافقت کرتا ہے اور ایسے خدا سے دور بھاگتا ہے جس کے قبضۂ قدرت میں برائی اور بھلائی ہے۔

رمضان المبارک کا مہینہ گناہوں سے رہائی دلانے کا مہینہ: اللہ تعالیٰ سے کئے ہوئے وعدوں کو نبھانے کا مہینہ،

اللہ تعالیٰ کی طرف صدق دل سے رجوع ہونے کا مہینہ، تمام برائیوں سے توبہ کرنے کا مہینہ ہے اگر یہ مہینہ بھی تیرے دل کی درستی نہ کرسکا اور تجھے اللہ کی نافرمانیوں سے باز نہ رکھ سکا اور بدبختوں مجرموں سے دور نہ کرسکا تو پھر تیرے دل پر کونسی چیز اثر کرے گی اور تجھ سے کس بھلائی کی امید ہوسکتی ہے، اب کونسی خوبی اور اچھائی تیرے اندر باقی رہ گئی اور تیری جانب سے کونسی فلاح و بہبود کی توقع کی جاسکتی ہے (ذرا سوچ)۔ کونسی بدبختی ہے جو تجھ میں نہیں، اے عصیان میں مبتلا انسان تو جس حال میں مبتلا ہے اس سے خبردار ہوجا، غفلت اور نیند سے بیدار ہوجا اور جس مصیبت میں گرفتار ہے اسے دیکھ! باقی مہینے کو (ماہ مبارک کے بقیہ دنوں کو)۔۔ غنیمت جان کر توبہ کر اور انابت کی طرف متوجہ ہو، اطاعت و استغفار کے ساتھ اپنے منحوس نفس پر چیخ چیخ کر اور ہائے ہائے کرکے گریہ زاری کر! بہت سے روزہ دار ایسے ہوں گے کہ آئندہ ماہ رمضان کے روزے نہیں رکھ سکیں گے۔ بہت سے عبادت گزار ایسے ہونگے کہ پھر ان کو کبھی عبادت کا موقع نہیں ملے گا۔ عمل کرنے والوں کو عمل تمام کرنے کے بعد ہی اُجرت دی جاتی ہے۔ بلاشبہ ہم سے عمل کا وقت رخصت ہورہا ہے، اے کاش ہمیں معلوم ہوتا کہ فلاں شخص کا روزہ یا فلاں شخص کی عبادت مقبول یا مردود ہوگی اور اس کے منہ پر ماردی جائے گی، کاش ہم کو یہ بھی معلوم ہوجاتا کہ کون مقبول ہے تاکہ ہم اس کو مبارکباد پیش کرتے اور یہ معلوم ہوجاتا کہ راندہ درگاہ (مردود) کون ہے کہ ہم اس کی تعزیت اور اس سے اظہار افسوس کرتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بہت سے روزہ دار ہیں کہ جن کو بھوک اور پیاس کے روزوں سے کچھ حاصل نہیں ہوگا (یعنی ان کے روزے بھوک پیاس کے سوا کچھ نہیں) بہت سے راتوں کو نماز پڑھنے والے ہیں جن کی نماز سوائے بیدار رہنے کے اور کسی شمار میں نہیں آئے گی۔

اے رمضان المبارک کے مہینے تجھ پر سلام! اے ایمان کے مہینے تجھ پر سلام! نزول قرآن و تلاوت کے مہینے تجھ پر سلام، ماہ انوار تجھ پر سلام، ماہ بخشش و مغفرت تجھ پر سلام، درجات جنت کے حصول اور دوزخ کے طبقات سے نجات کے مہینے تجھ پر سلام اے عابدوں اور توبہ کرنے والوں کے مہینے تجھ پر سلام، اہل معرفت کے مہینے تجھ پر سلام، اے عارفوں کے مہینے تجھ پر سلام اے امن و امان کے مہینے تجھ پر سلام، اے ماہ رمضان تو گناہگاروں کو گناہوں سے نجات دلانے اور پرہیزگاروں سے انس و محبت رکھنے والا تھا، تجھ پر سلام، سلام ہو ان قندیلوں اور روشن چراغوں پر، سلام ہو ان آنکھوں پر جو بیدار رہتی ہیں، سلام ہو ان آنکھوں پر جو بہتی رہتی ہیں، سلام ہو ان محرابوں پر جو روشن اور منور ہیں، سلام ہو قطرہ قطرہ بن کر گرنے والے آنسوؤں پر! سلام ہو سوختہ دلوں سے نکلنے والی آہوں پر! الٰہی ہم کو بھی ان لوگوں میں شامل فرمادے جن کے روزے اور نمازیں تو نے قبول فرمائی ہیں اور جن کی برائیوں کو تو نے نیکیوں سے بدل دیا ہے اور جن کو تو نے اپنی رحمت سے جنت میں داخل فرمایا اور ان کے مراتب کو بلند فرمایا۔ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ!

صَدقۂ فِطر وعیدُ الفِطر

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَکّٰی وَ ذَکَرَ اسْمَ رَبِّہٖ فَصَلّٰی (بیشک وہ کامیاب ہوئے اور فلاح پائی جنھوں نے باطن کو پاک کیا اور اپنے رب کا ذکر کرتے ہوئے نماز پڑھی) فلاح کی دو قسمیں ہیں ایک تو توفیق طاعت کی

بدولت دنیا میں برکت و سعادت سے ہمکنار ہونا اور آخرت میں ہمیشہ جنت میں رہنا۔ قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ اہل ایمان کو سعادت مل گئی قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَکّٰی کے معنی ہیں جس کو زکوٰۃ ادا کرنے اور ایمان و تقویٰ کو گناہوں سے پاک رکھنے کی توفیق مل گئی وہ خوش نصیب ہوگیا اور جس نے یہ تزکیہ نہ کیا یعنی زکوٰۃ نہ دی اور گناہوں سے اپنے اعمال کو پاک نہ رکھا اس کے لئے کوئی فلاح نہیں ہے لَا یُفْلِحُ الْمُجْرِمُوْنَ کے یہی معنی ہیں یعنی گناہگار (مجرم) نہ کامیاب ہیں اور نہ فلاح پانے والے ہیں۔ گنہگار کامیاب اور خوش نصیب نہیں ہوں گے۔ مَنْ تَزَکّٰی کے معانی میں مفسرین کا اختلاف ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس کے معانی فرمائے کہ "جو ایمان کے ذریعے شرک سے پاک ہوگیا" حسن بصری رضؓ نے فرمایا "فلاح اس کے لئے ہے جس نے نیک اور بڑھنے والے نیک اعمال کئے۔ ابو الاحوصؒ نے ارشاد کیا جس نے مال کی زکوٰۃ ادا کی، قتادہؒ اور عطاءؒ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں صرف صدقۂ فطر مراد ہے۔ شیخؒ نے اسی قول کی بنیاد پر آیت مذکورہ بالا کو صدقہ فطر کے استدلال میں بیان کیا ہے۔

وَذَکَرَ اسْمَ رَبِّہٖ فَصَلّٰی کی تفسیر میں بھی اختلاف ہے، حضرت ابن عباسؓ نے اس کی تفسیر میں فرمایا کہ جس نے اللہ کو واحد جانا اور پنجگانہ نمازیں ادا کیں گویا ذکر سے مراد توحید اور پانچوں وقت کی نمازیں ہیں۔ حضرت ابو سعیدؒ خدری فرماتے ہیں ذکر اسم سے مراد تکبیرات کہنا اور صلی سے مراد ہے عیدگاہ جاکر نماز عید پڑھنا۔ وکیعؒ بن جراح نے فرمایا رمضان کے لئے صدقہ فطر کی وہ حیثیت ہے جو نماز کے لئے سجدۂ سہو کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ دار کو یاوہ گوئی سے پاک رکھنے کے لئے صدقۂ فطر کو واجب قرار دیا ہے یعنی روزہ دار کے روزہ میں یاوہ گوئی، دروغ، چوری، چغلخوری مشتبہ روزی اور حسین عورتوں کی طرف نگاہ کرنے سے جو خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں، صدقۂ فطر مذکورہ گناہوں کا کفارہ، روزوں کا تمہ اور روزوں کے نقص کی تلافی کا ذریعہ ہے جس طرح گناہوں کے لئے توبہ و استغفار ہے اور نماز میں سہو کے لئے سجدہ ہے، شیطان ہی نماز میں سہو پیدا کرتا ہے پس سجدۂ سہو شیطان کو ذلیل و خوار کرتا رہتا ہے، اسی طرح روزہ میں بیہودہ گوئی اور لغزشیں بھی شیطان ہی کے باعث ہوتی ہیں پس گناہوں سے توبہ اور رمضان کے روزوں کی خرابیاں دور کرنے کے لئے صدقۂ فطر بھی شیطان کو ذلیل و خوار کرنے کا ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو شیطان کی گھاتوں سے بچائے اور دنیا کی آفتوں اور بلاؤں سے محفوظ رکھے (آمین) اور ہمیں اپنی رحمت میں جگہ دے، آمین ثم آمین۔

عید کی وجہ تسمیہ عید کو عید اس لئے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی طرف اس دن فرحت و شادمانی کو بار بار لاتا ہے یعنی عید اور عود ہم معنی ہیں۔ بعض علما کا قول ہے کہ عید کے دن اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندہ کو منافع، احسانات اور انعامات حاصل ہوتے ہیں یعنی عید عوائد سے مشتق ہے اور عوائد کے معنی ہیں منافع کے۔ یا عید کے دن بندہ چونکہ گریہ وزاری کی طرف لوٹتا ہے اور اس کے عوض اللہ تعالیٰ بخشش و عطا کی جانب رجوع فرماتا ہے۔ بعض علماء کا کہنا ہے کہ اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ بندہ اطاعت الٰہی سے اطاعت رسول کی طرف رجوع کرتا ہے اور فرض کے بعد سنت کی طرف پلٹتا ہے، ماہ رمضان کے روزے رکھنے کے بعد ماہ شوال کے چھ روزوں کی طرف متوجہ ہوتا ہے اس لئے اس کو عید کہتے ہیں عید کی وجہ تسمیہ کے متعلق بعض علماء کا کہنا ہے کہ عید اس لئے کہا گیا ہے کہ اس دن مسلمانوں سے کہا جاتا ہے (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) کہ اب تم مغفور ہو کر اپنے گھروں اور مقامات کو لوٹ جاؤ۔ بعض علماء نے فرمایا کہ اس کو عید اس لئے کہا گیا کہ اس میں وعدہ و وعید

کا ذکر ہے، باندی اور غلام کی آزادی کا دن ہے، حق تعالیٰ اس دن اپنی قریب اور بعید مخلوق کی طرف توجہ فرماتا ہے، کمزور ناتواں بندے اپنے رب کے سامنے گناہوں سے توبہ اور رجوع کرتے ہیں۔

وہب بن منبہؓ کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یوم فطر کو جنّت پیدا فرمائی اور اسی دن عرش پر درخت طوبیٰ لگایا! حضرت جبرئیل علیہ السلام کو وحی کے لئے منتخب فرمایا اور اسی دن فرعون کی طرف سے حضرت موسیٰ کے مقابلے میں پیش ہونے والے ساحروں نے توبہ کرکے مغفرت پائی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث مروی ہے کہ حضور نے فرمایا جب عید الفطر کا دن ہوتا ہے اور لوگ عیدگاہ کی طرف جاتے ہیں تو حق تعالیٰ ان پر توجہ فرماتا ہے اور ارشاد فرماتا ہے اے میرے بندو! تم نے میرے لئے روزے رکھے، میرے لئے نمازیں پڑھیں اب تم اپنے گھروں کو اس حال میں جاؤ کہ تم بخشدیئے گئے ہو۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس شخص کو جس نے ماہِ رمضان میں روزے رکھے، عید الفطر کی رات میں پورا پورا اجر عطا فرما دیتا ہے اور عید کی صبح فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ زمین پر جاؤ اور ہر گلی، کوچہ اور بازار میں اعلان کردو (اس آواز کو جن و انس کے علاوہ تمام مخلوق سنتی ہے) کہ محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اُمّتیو! اپنے رب کی طرف بڑھو وہ تمہاری تھوڑی نماز کو قبول کرکے بڑا اجر عطا فرماتا ہے اور بڑے بڑے گناہوں کو بخش دیتا ہے پھر جب لوگ عیدگاہ روانہ ہوجاتے ہیں اور وہاں نماز سے فارغ ہوکر دعا مانگتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس وقت کسی دُعا اور کسی حاجت کو رد نہیں فرماتا اور کسی گناہ کو بغیر معاف کئے نہیں چھوڑتا اور لوگ اپنے گھروں کو "مغفور" ہوکر لوٹتے ہیں۔

حضرت ابن عباسؓ کی حدیث میں ہے کہ شب عید الفطر کا نام شب جائزہ (یعنی انعام کی رات) رکھا گیا اور عید الفطر کی صبح کو تمام شہروں کے کوچہ و بازار میں فرشتے پھیل جاتے ہیں اور اعلان کرتے ہیں (جس کو جن و انس کے سوا تمام مخلوق سنتی ہے) کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اُمّت! رَبِّ کریم کی طرف چلو تاکہ وہ تم کو ثواب عظیم عطا فرمائے اور تمہارے بڑے بڑے گناہوں کو بخشدے! لوگ عیدگاہ کو نکل جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتا ہے اے میرے فرشتو! فرشتے لبیک کہتے ہوئے حاضر ہوجاتے ہیں، حق تعالیٰ فرماتا ہے اس مزدور کی کیا اجرت ہے جو اپنا کام پورا کرے؟ فرشتے جواب دیتے ہیں کہ اے ہمارے معبود! اے ہمارے آقا! اُس مزدور کو پوری پوری اجرت دی جائے! رَبِّ جلیل ارشاد فرماتا ہے! اے میرے فرشتو! میں تم کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اِن کے روزوں اور نماز شب کا اَجر خوشنودی اور گناہوں کی مغفرت بنادیا! پھر فرماتا ہے اے میرے بندو! مجھ سے مانگو! اپنی عزت و جلال کی قسم آج تم اپنی آخرت کے لئے مجھ سے مانگو گے میں وہ تم کو ضرور دوں گا اور جو کچھ اپنی دنیا کے لئے مانگو گے میں اس کا لحاظ رکھوں گا! مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم جب تک تم میرے احکام کی حفاظت کروگے (بجالاؤ گے) میں تمہاری خطاؤں اور لغزشوں کی پردہ پوشی کرتا رہوں گا اور تم کو ان لوگوں کے سامنے جن پر شرعی سزا واجب ہوچکی ہے رسوا نہیں کروں گا۔ جاؤ تمہاری بخشش ہوگئی، تم نے مجھے رضامند کیا میں تم سے راضی ہوگیا۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں فرشتے یہ مژدہ سن کر خوش ہوجاتے ہیں اور ماہِ رمضان کے خاتمے پر اُمّتِ محمدیہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو یہ خوشخبری پہنچاتے ہیں۔

چار اُمتوں کی چار عیدیں

ملت ابراہیمؑ کی عید

چار اُمتوں کی چار عیدیں ہیں؛ ایک عید حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملت کے لئے تھی جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اس طرح فرمایا فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُومِ ۝ فَقَالَ إِنِّي سَقِيمٌ (حضرت ابراہیمؑ نے ستاروں پر نظر ڈالی اور کہا میری طبیعت خراب ہے)۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کی قوم کی عید کا دن تھا وہ لوگ عید منانے شہر کے باہر نکلے، حضرت ابراہیمؑ کا مذہب ان کے مذہب سے الگ تھلگ تھا، آپ ان لوگوں کے ساتھ (عید منانے) نہیں گئے اور بیمار بن گئے، جب لوگ شہر کے باہر چلے گئے تو آپ نے تیشہ اٹھایا اور ان کے بتوں کو توڑ ڈالا اور اس کے بعد تیشہ بڑے بُت کے کاندھے پر رکھدیا، جب قوم ابراہیم واپس آئی تو اس نے اپنے بتوں کی یہ درگت بنی دیکھی، انھوں نے حضرت ابراہیمؑ سے پوچھا کہ ہمارے بتوں کے ساتھ یہ سلوک کسنے کیا؟ (اس کا پورا قصہ قرآن مجید میں مذکور ہے) حضرت ابراہیمؑ کو اپنے رب کی عزت کی خاطر جوش آیا اس لئے انھوں نے غصہ میں تمام بتوں کو توڑ ڈالا اور رب العالمین کی محبت میں اپنی جان کو خطرے میں ڈالا اس کے صلہ میں رب العالمین نے آپ کو اپنی دوستی سے نوازا، ان کے ہاتھوں سے مُردہ پرندوں کو زندہ کرایا ان کی نسل میں انبیاء و مرسلین پیدا فرمائے اور ان کو حضرت خیر المرسلین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا جدِ اعلیٰ بنایا۔

اُمتِ موسیٰؑ کی عید

حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کی اُمت کی عید۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا مَوْعِدُكُمْ يَوْمُ الزِّينَةِ (مقابلہ کا مقررشدہ دن تمہارے لئے یوم زینت ہے) یوم زینت کہنے کی وجہ تسمیہ بیان کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے دشمن فرعون اور قومِ فرعون کو ہلاک کرکے حضرت موسیٰ (علیہ السلام) اور آپ کی قوم کو زینت بخشی: فرعون اور قوم فرعون کے ساتھ ۷۲، یا ۷۳ جادوگر میدان میں نکل آئے تھے، اِن جادوگروں کے پاس ساٹھ لاٹھیاں تھیں، ان جادوگروں نے لاٹھیوں کے خول میں پارہ بھر دیا تھا اور اوپر سے اُن پر رسیاں لپیٹ دی تھیں، سب لوگ گرم ریت پر سورج کے نیچے کھڑے تھے (تیز دھوپ میں کھڑے تھے) جب دھوپ تیز ہوئی تو پارہ میں حرکت پیدا ہوئی اور رسیوں سے لپٹی ہوئی لاٹھیاں دوڑنے لگیں لوگوں کو گمان ہوا کہ وہ سانپ ہیں دوڑ رہے ہیں حالانکہ لاٹھیاں غیر متحرک تھیں (ان کے اندر پارہ متحرک تھا)، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے دل میں اپنی قوم کے بارے میں یہ خطرہ محسوس کیا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ لوگ جادوگروں کی اس شعبدہ بازی کو دیکھکر ان ساحروں سے مرعوب ہو جائیں اور صحیح راستہ سے بھٹک کر راندۂ درگاہ بنجائیں ذُبتمتا یَتَوَهَّمُوْنَ اِنَّ الَّذِیْ فَعَلُوْہُ حَقٌّ فَیَنْتَقِصُ اِنَّمَا نَھُمْ (وَیُرْتَدُّوْنَ) اللہ تعالیٰ نے اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا "تم بھی اپنا عصا زمین پر ڈال دو جو کچھ انھوں نے جھوٹ بنایا ہے تمھاری لاٹھی اس کو نگل لے گی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی لاٹھی زمین پر پھینک دی وہ فوراً اژدہا بنکر ایک بڑے اونٹ کی طرح دوڑنے لگا، اس کی دو آنکھیں آگ کی طرح دہکنے لگیں (اس اژدہے کو دیکھکر) ایک قیامت برپا ہوگئی ان لوگوں نے جادو کے زور سے جتنے سانپ دوڑائے تھے حضرت موسیٰ کے اس (اژدہا نما) عصا نے اِن سب سانپوں کو یکبارگی نگل لیا اور اس کی حالت میں کچھ فرق نہیں آیا نہ پیٹ پھولا نہ حرکت میں کمی آئی نہ اس کی لمبائی چوڑائی میں اضافہ ہوا۔ چنانچہ بے اختیار ہوکر تمام جادوگر اللہ تعالیٰ کے حضور سجدے میں گر گئے (ان

جادوگروں کے سردار کا نام شمعون تھا۔ سب جادوگر بیک زبان ہوکر پکار اُٹھے "ہم ہارونؑ اور موسیٰؑ کے رب پر ایمان لائے" سانپ فرعون کے لشکر اور اس کی قوم کی طرف بڑھا، لوگ (ڈر کر) بھاگ نکلے، روایت ہے کہ اس بھگدڑ میں تقریباً پچیس ہزار آدمی مرگئے۔ (اسی دن کا نام یوم الزینہ رکھا گیا اور یہ اُمّتِ موسوی کا عید کا دن ہے)۔

حضرت عیسیٰؑ کی اُمّت کی عید

حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) اور آپ کی اُمّت کی عید:۔ اللہ تعالیٰ (حضرت عیسیٰ کی دعا نقل فرماتے ہوئے) ارشاد کرتا ہے اَللّٰھُمَّ رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَیْنَا مَآئِدَۃً مِّنَ السَّمَآءِ تَکُوْنُ لَنَا عِیْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا۔ (اے اللہ! اے ہمارے رب ہم پر آسمان سے ایک خوانِ نعمت اتار جو ہمارے لئے اور ہمارے اگلے پچھلوں کے لئے عید ہو جائے)۔ واقعہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے حواریوں نے کہا اے اللہ کے رسول کیا آپ کا رب آپ کا یہ سوال پورا کرسکتا ہے کہ آپ اس سے دعا کریں کہ وہ ہمارے لئے آسمان سے خوانِ نعمت نازل فرمائے تو کیا وہ یہ خوانِ نعمت نازل کرسکتا ہے۔ حضرت عیسیٰؑ نے یہ سن کر فرمایا اللہ سے ڈرو، اگر تم ایمان رکھتے ہو تو آزمائش میں پڑنے کا سوال نہ کرو کہ اگر خوانِ نعمت اتار دیا گیا اور تم نے پھر بھی اسے نہ مانا (جھٹلایا) تو تم پر عذاب نازل ہو جائے گا۔ حواریوں نے کہا کہ ہم بھوکے ہیں ہم اس میں سے کھانا بھی چاہتے ہیں اور ہمارے دلوں کو اس پر اطمینان ہو جائے جس پر آپ ایمان لانے اور تصدیق کرنے کو ہم سے کہتے ہیں اور ہم کو معلوم ہو جائے کہ آپ نبوت اور رسالت کے معاملے میں سچے ہیں۔ دوسرے لوگوں (بنی اسرائیل) کے سامنے جا کر ہم خوانِ نعمت نازل ہونے کی شہادت بھی دیں گے۔ نبطی زبان میں حوارین کے معنی کپڑے دھونے اور سفید کرنے والے ہیں ان کی تعداد کل بارہ تھی، یہ حواری بیت المقدس میں کپڑے دھویا کرتے تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: مَنْ اَنْصَارِیْۤ اِلَی اللہِ، کون ہے جو کفر و طغیان کے مقابلے میں میری مدد کرے اور دین کو پھیلائے؟ تاکہ میں ان کافروں کو اطاعت الٰہی اور اس کی وحدانیت کی طرف دعوت دوں یہ سن کر حواریوں نے کہا نَحْنُ اَنْصَارُ اللہِ ہم ہیں راہِ خدا میں آپ کی مدد کرنے والے، حواری اپنا کاروبار چھوڑ کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اتباع اور پیروی پر آمادہ ہو گئے، اور آپ کے ساتھ ہو گئے انھوں نے جب ساتھ رہ کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ سے سرزد ہونے والے عجیب و غریب معجزات دیکھے کہ جب بھوک لگتی تو زمین کی طرف ہاتھ بڑھا دیتے اور اپنے اور اپنے حواریوں کے لئے روٹی نکال لیتے حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ کے ساتھ ہوتے تھے جو معجزات دکھاتے آپ کی مدد کرتے اور نصرت مند فرماتے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو برابر معجزات دکھاتے رہتے مگر بنی اسرائیل آپ کا انکار ہی کرتے رہے (آپ سے دور ہی ہوتے گئے) اتباع اور تصدیق کی ان کو توفیق نہیں ہوئی! یہاں تک کہ ایک دن ان حواریوں کے ساتھ پانچ ہزار جوان چلے اور انھوں نے حضرت عیسیٰ سے خوانِ نعمت کے نزول کی درخواست کی، اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بارگاہِ الٰہی میں اس طرح دعا کی:۔

اَللّٰھُمَّ رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَیْنَا مَآئِدَۃً مِّنَ السَّمَآءِ تَکُوْنُ لَنَا عِیْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَاٰیَۃً مِّنْکَ وَارْزُقْنَا وَاَنْتَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ ○

اے اللہ! اے ہمارے پروردگار! آسمان سے ہم پر ایک خوانِ نعمت نازل فرمائے جو ہمارے لئے (ہمارے زمانے کے لوگوں کے لئے بھی) عید ہو اور آئندہ والوں کے لئے بھی اور تیری طرف سے میری رسالت کی نشانی بھی ہو جائے ہم کو رزق عطا فرما تو سب سے اچھا رزاق ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس دعا کے جواب میں ارشاد فرمایا :۔

إِنِّي مُنَزِّلُهَا عَلَيْكُمْ ۖ فَمَنْ يَكْفُرْ بَعْدُ مِنْكُمْ فَإِنِّي أُعَذِّبُهُ عَذَابًا لَا أُعَذِّبُهُ أَحَدًا مِنَ الْعَالَمِينَ ○

میں عنقریب تم پر خوانِ نعمت نازل کروں گا لیکن اس کے بعد جو انکار کرے گا اس کو عذاب بھی ایسا دوں گا کہ ساری دنیا میں کسی کو نہیں دیا گیا ہوگا۔

غرضکہ اللہ تعالیٰ نے اتوار کے دن اُن پر خوانِ نعمت اتارا جس میں تازہ مچھلی، چپاتیاں (پتلی پتلی روٹیاں) اور کھجوریں تھیں۔ ایک قول ہے کہ تلی ہوئی مچھلی تھی جس کے سر کے پاس نمک اور دم کے پاس سرکہ رکھا تھا۔ روٹیاں پانچ تھیں ہر روٹی پر زیتوں کا ایک پھل رکھا تھا۔ پانچ انار اور کچھ کھجوریں تھیں، ان کے گرداگرد مختلف ترکاریاں (علاوہ لہسن) کے چنی ہوئی تھیں بعض علماء نے کہا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جب کہ وہ ایک باغ میں مقیم تھے اپنے حواریوں سے کہا کہ تم میں سے کسی کے پاس کچھ کھانے کے لئے موجود ہو تو لاؤ! شمعون نے دو چھوٹی چھوٹی مچھلیاں اور پانچ روٹیاں پیش کیں، ایک حواری تھوڑے سے ستو (بھنے ہوئے جو کا آٹا) لے آیا۔ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) نے ان مچھلیوں کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کئے اور روٹیوں کے بھی ٹکڑے کر دیئے، ستو اسی طرح رہنے دیئے پھر وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھی اور اللہ سے برکت کی دعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے حواریوں پر اونگھ طاری کر دی جب ان کی آنکھ کھلی تو کھانا اتنا زیادہ تھا کہ ایک قافلہ کے لئے کافی ہو، حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا کہ اللہ کا نام لیکر کھانا کھاؤ، اٹھا کر رکھ دینے کی اجازت نہیں ہے۔ حکم دیا کہ سب حلقہ بنا کر بیٹھیں چنانچہ سب بیٹھ گئے اور اللہ کا نام لے کر سب نے کھانا شروع کر دیا یہاں تک کہ سب کے سب شکم سیر ہو گئے۔ کھانے والوں کی تعداد پانچ ہزار تھی۔ ایک روایت ہے کہ وہ سب لوگ اٹھارہ سو مرد عورت تھے، ان میں کچھ فقیر بھی تھے اور کچھ فاقہ کش تھے اور ایسے لوگ بھی تھے جنھیں روٹی بھی میسر نہ ہوتی تھی، ان سب نے وہ کھانا کھایا، خوب سیر ہو کر کھایا اور اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے سب لوگ اٹھ گئے کھانا اُتنا کا اُتنا ہی موجود تھا، اس میں کچھ کمی نہیں آئی۔ اس کے بعد لوگوں کی نظروں کے سامنے ہی دسترخوان آسمان کی طرف اٹھ گیا جس فقیر نے اس خوانِ نعمت سے کھانا کھایا وہ توانگر بن گیا اور مرتے دم تک توانگر رہا جس بیمار یا اپاہج نے کھایا وہ تندرست ہو گیا۔

مقاتلؒ کا قول ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے قوم سے پکار کر کہا کیا تم کھا چکے لوگوں نے جواب دیا جی ہاں تو آپ نے فرمایا کہ دوسرے وقت کے لئے کچھ اٹھا کر نہ رکھنا لوگوں نے وعدہ کیا لیکن وعدہ خلافی کرتے ہوئے کچھ اٹھا کر رکھ لیا جو قدر کھانا انھوں نے اٹھایا تھا اس کی مقدار چوبیس مکیال[1] تھی۔ اس معجزے کو دیکھ کر وہ سب کے سب حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئے اور آپ کی رسالت کی تصدیق کی۔ جب بنی اسرائیل کے پاس پہنچے تو ان لوگوں نے خوانِ نعمت کی شہادت دی اور اس کے ثبوت میں جو کھانا (چھپا کر) اٹھا لائے تھے پیش کیا لیکن بنی اسرائیل نے (جو یہودی تھے) نہ مانا اور ان (ایمان لانے والوں) کے ساتھ لگے رہے یہاں تک کہ ان کو اسلام سے پھیر دیا باوجودیکہ خوانِ نعمت سے لی ہوئی خوراک ان کے پاس اب بھی موجود تھی پھر بھی یہ نزولِ مائدہ کے منکر ہو گئے اس انکار کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک دن سوتے میں اللہ تعالیٰ نے ان سب کی صورتیں سوروں کی طرح

---

[1] مکیال۔ غلہ ناپنے کا پیمانہ، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں اس پیمانے میں غلہ جس قدر بھی آتا ہو جیسے عرب میں صاع ہے۔

مسخ کردیں، جن کی صورتیں مسخ کی گئی تھیں وہ سب کے سب مرد تھے ان میں کوئی عورت یا بچہ نہیں تھا۔

بعض عرفائے نے بیان کیا ہے کہ اس معجزے میں ایک نکتہ ہے اور وہ یہ کہ خوانِ لذت میں جو کھانا موجود تھا وہ بہت کم تھا اور کھانے والی ایک جماعت، ایک جمِ غفیر! اور سب کے سب شکم سیر ہو کر اُٹھے اور کھانا اتنا ہی باقی رہا تو غور کرنا چاہیئے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے خوانِ رضا اور خوانِ رحمت کی کیا کیفیت ہوگی جس کی نہ کوئی حد ہے اور نہ کوئی انتہا!

حدیث شریف میں وارد ہے کہ اللہ کی سو رحمتیں ہیں ایک رحمت اس نے دنیا میں اتاری ہے اسی رحمت کے طفیل لوگ آپس میں رحمت و شفقت کرتے ہیں باقی ننانوے حصّے اس کے پاس ہیں قیامت کے دن وہ رحمتیں اپنے بندوں پر نازل فرمائیگا۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ قیامت کے دن اللہ جلّ جلالہٗ اپنی رحمت کی ایسی بساط بچھائے گا کہ اوّلین و آخرین یعنی تمام انسانوں کے گناہ اس کے کناروں میں سما جائیں گے اور اس کے سوا تمام بساط خالی رہے گی یہاں تک کہ ابلیس بھی اس کی طرف بڑھنے کی کوشش کریگا تاکہ اس کو بھی بساطِ رحمت سے کچھ مل جائے، حالانکہ اللہ کی رحمت اس قدر وسیع ہے لیکن عقلمند و ذی فہم شخص کو زیبا نہیں کہ وہ اسی پر تکیہ کرے اور اس فریب خوردگی میں مبتلا ہو جائے لیکن خوف کو اُمید پر غالب بھی نہیں بنانا چاہیئے ورنہ ہلاک ہو جائے گا۔ بقدرِ طاقت بشری کوشش ضرور کرنا چاہیئے۔ جہاں تک ممکن ہو اوامر و نواہی کی پابندی کرے اور اپنے تمام کاموں کو اللہ کے سپرد کر دے یہ ضروری ہے۔ کثرت سے بطور دوام توبہ و استغفار کرتا رہے، نہ خوفِ عذاب کا اتنا غلبہ ہو کہ رحمت کی آس ٹوٹ جائے اور نہ نجات کا اتنا یقین کہ ممنوعات کا ارتکاب کرنے لگے، اوامر کو ترک کرکے نواہی کا مرتکب ہو بلکہ درمیانی راستہ اختیار کرے یعنی مومن کے اندر امید و بیم برابر ہوں، بیم و رجا پرندے کے دو پروں کی طرح ہیں اور پرندہ اڑتے وقت دونوں پروں کا توازن برقرار رکھتا ہے۔

چوتھی عید اُمّتِ محمدیہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ہے آغاز میں اس کے متعلق تفصیل بیان کی جا چکی ہے۔

عید مومن بھی مناتا ہے اور ـــــ کافر بھی!

عید کی خوشی منانے میں مومن اور کافر دونوں شریک ہیں یعنی کافر بھی (اپنی) عید کی خوشی مناتا ہے اور مومن بھی لیکن کافر کی عید شیطان کی خوشنودی کے لئے ہے اور مومن کی عید اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ہے۔ مومن عید کے لئے (عیدگاہ) جاتا ہے تو اس کے سر پر ہدایت کا تاج (مزین) ہوتا ہے، حیا اور شرم کی علامتیں آنکھوں سے نمایاں ہوتی ہیں اور کان حق سُننے کی طرف راغب ہوتے ہیں۔ زبان پر توحید کی شہادت اور ورد اور دل میں معرفت و یقین ہوتا ہے، اس کے شانوں پر اسلام کی چادر اور کمر میں اطاعت (الہٰی) کا پٹکا ہوتا ہے اس کا مقام اور منزل خانقاہ و مسجد ہوتی ہے اس کا معبود بندوں اور ساری مخلوق کا رب ہوتا ہے وہ اسی کے سامنے گڑگڑاتا ہے اسی سے مانگتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی عطا اور بخشش اس کی پذیرائی کرتی ہے اللہ تعالیٰ اسے مقامِ عزت اور جنت میں داخل فرما دے گا۔

کافر عید کو جاتا ہے تو اس کے سر پر نامرادی اور گمراہی کا تاج ہوتا ہے، کانوں پر غفلت کا پردہ اور حجاب پڑا ہوتا ہے، آنکھیں بیحیائی اور خواہشات نفسانی کا پتہ دیتی ہیں، زبان پر بدبختی اور شقاوت کی مہر لگی ہوتی ہے، دل پر جہل وانکار کا اندھیرا چھایا ہوتا ہے، کمر میں بدبختی کا پٹکا ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ سے کٹ جانے کے ہیبتناک گڑھے درمیان میں حائل ہوتے ہیں (ایسے گڑھے جو اللہ اور اس کے درمیان حائل ہوتے ہیں) ان کی نشست وبرخاست کی جگہیں گرجے اور آتشکدے ہوں گے، اس کے معبود بت ہوں گے، آخر کار ایسے لوگوں کا ٹھکانہ جہنم ہی ہے۔

عید منانے کا اسلامی طریقہ

عید میں عمدہ اور اچھا لباس پہننے، عمدہ اور لذیذ کھانا کھانے، حسین عورتوں سے معانقہ کرنے اور لذت وشہوت سے لطف اندوز ہونے سے عید نہیں ہوتی ہے، بلکہ مسلمان کی عید ہوتی ہے طاعت وبندگی کی علامات کے ظاہر ہونے سے گناہوں اور خطاؤں سے دوری سے، سیات کے عوض حسنات کے حصول سے، درجات کی بلندی کی بشارت، اللہ تعالیٰ کی طرف سے خلعتیں، بخششیں اور کرامتیں حاصل ہونے سے، نور ایمان سے سینہ کی روشنی، قوت یقین اور دوسری نمایاں علامات کے سبب دل میں سکون پیدا ہو جانے سے، علوم وفنون اور حکمتوں کا دل کے اتھاہ سمندر سے نکل کر زبان پر رواں ہو جانے سے عید کی حقیقی مسرتیں حاصل ہوتی ہیں۔

عید کے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا آپ اس وقت بھوسی کی روٹی کھا رہے تھے، اس نے عرض کیا کہ آج عید کا دن ہے اور آپ چوکر (بھوسی) کی روٹی کھا رہے ہیں؟ آپ نے جواب دیا آج عید تو اس کی ہے جس کا روزہ قبول ہو، جس کی محنت مشکور ہو، اور جس کے گناہ بخشدیئے گئے ہوں۔ آج کا دن بھی ہمارے لئے عید کا دن ہے اور کل بھی ہمارے لئے عید ہوگی اور ہر وہ دن ہمارے لئے عید کا دن ہے جس دن ہم اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کریں۔

پس ہر صاحب عقل وشعور کے لئے مناسب وزیبا ہے کہ عید کے ظاہر پر نظر رکھنے سے باز آجائے۔ ظاہر پر فریفتہ نہ ہو بلکہ روز عید کو عبرت اور غور وفکر کی نگاہ سے دیکھے، عید کے دن کو قیامت کا دن سمجھے اور شب عید میں شاہی نقارہ کی آواز کو صور کی آواز سمجھے۔ جب لوگ عید کے انتظار میں تیاری کر کے رات کو سو جاتے ہیں تو ان کی اس حالت کو ایسا سمجھے جیسا کہ صور کے دو نفخوں کے درمیان خواب کی حالت ہوگی۔ عید کی صبح لوگوں کو جب اپنے اپنے محلوں اور گھروں سے نکلتے دیکھے ان کو رنگ برنگ لباس، طرح طرح کے زیورات میں لپٹا خوشی سے جھومتا دیکھے تو خیال کرے کہ اہل معصیت غم زدہ ہیں اور اہل تقویٰ خوش وخرم ہیں، بشرکوں اور مجرموں پر خدا کی پھٹکار برس رہی ہے وہ منہ کے بل اوندھے پڑے رینگ رینگ کر چل رہے ہیں، متقی سواریوں پر سوار ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِينَ إِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا ۝ وَنَسُوقُ الْمُجْرِمِينَ إِلَىٰ جَهَنَّمَ وِرْدًا ۝

رحمٰن کی طرف ہم اہل تقویٰ کو سوار کرا کے لیجائیں گے اور مجرموں کو دوزخ کی طرف پیاسے اونٹوں کی طرح ہنکائیں گے۔

اس دن ہر زاہد و عابد و ابدال اپنے حقیقی بادشاہ اور محبوب کے پاس عرش کے سایہ میں آرام و سکون میں ہوگا، ہر ایک کے جسم پر لباس اور زیور ہوگا، چہرے پر معرفت و طاعت کے انوار ہونگے اور رس کی تازگی اور جھلک نمایاں ہوگی سامنے نعمت کے دسترخوان بچھے ہوں گے جس پر طرح طرح کے کھانے، مشروب اور پھل رکھے ہوں گے یہاں تک کہ تمام مخلوق کا حساب ہو چکے گا۔ اس وقت وہ اپنی اپنی منزلوں (قیام گاہوں) میں جنت کے اندر چلے جائیں گے جو ان کے لئے اللہ تعالیٰ نے تیار کر رکھی ہیں، جنت میں ہر مرغوب طبع چیز موجود ہوگی، ہر چیز وہاں کی جاذب نظر ہوگی، وہاں کی نعمتیں ایسی ہوں گی کہ نہ آنکھوں نے ان جیسی نعمتیں دیکھی ہوں گی اور نہ کانوں نے سنا ہوگا بلکہ کسی شخص کے دل میں اُن کا تصور بھی نہ آیا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُم مِّن قُرَّةِ أَعْيُنٍ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝

کوئی نہیں جانتا کہ ان کے اعمال کی جزا میں اہل جنت کیلئے آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچانے والی کیسی چیزیں پوشیدہ رکھی گئی ہیں۔

اور جو دنیا کے طلبگار رہیں تو وہ گریہ و زاری اور رنج و الم میں مبتلا ہوں گے، اہل جنت جن راحتوں سے ہمکنار ہوں گے، اُن راحتوں اور آسائشوں کا دروازہ ان کے لئے بند رہے گا کیونکہ انھیں مال و متاع سے رغبت تھی، حرام اور مشتبہ مال کھاتے تھے اور اپنے رب کی عبادت میں گڑبڑ کرتے رہتے تھے، وہ اہل جنت کے مراتب دیکھیں گے مگر ان تک پہنچ سکیں گے جب تک وہ ان حقوق سے عہدہ برآنہ ہو جائیں گے جو ان کے ذمہ ہیں۔

اب رہے کافر تو وہ طرح طرح کے عذاب، ذلت و خواری، تباہی اور بربادی، دوزخ کے دوامی عذاب کو محسوس کرکے موت اور ہلاکت کی آرزو کریں گے مگر ان کو موت نہیں آئے گی۔

جب مسلمان عید کے دن قومی (شاہی) پھریروں کو لہراتا اور جھنڈوں کو سربلند دیکھے تو اس کو چاہیئے کہ اس وقت کو یاد کرے جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک منادی اونچے نشان والے مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کے دیدار کے لئے پکارے گا اور جب وہ (عید گاہ میں) نمازیوں کی درست صفیں (جن میں بہت سے لوگ شریک ہیں) دیکھے تو یاد کرے کہ (کل) قیامت کے دن تمام مخلوق اللہ کے سامنے اسی طرح کھڑی ہوگی کہ بُرے لوگ الگ قطاروں میں اور نیک لوگ الگ قطاروں میں کھڑے ہوں گے اور تمام ڈھکی چھپی باتیں اس روز ظاہر ہو جائیں گی۔

عید کی نماز سے فارغ ہوکر لوگ عیدگاہ سے لوٹتے ہیں، کوئی گھر کو جاتا ہے کوئی دکان کو اور کوئی مسجد کو! تو اس وقت یہ حالت دیکھکر مسلمان کو چاہیئے کہ اس منظر اور کیفیت کو یاد کرے کہ اس طرح لوگ قیامت میں جزاء و سزا دینے والے بادشاہ کے حضور سے جنت اور دوزخ کی طرف لوٹ کر جائیں گے، جیسا کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ يَتَفَرَّقُونَ فَرِيقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيقٌ فِي السَّعِيرِ ۝

قیامت قائم ہونے کا دن یاد کرو اس روز لوگوں کے گروہ دو بن جائیں گے۔ ایک گروہ جنت میں اور دوسرا جہنم میں چلا جائے گا۔

باب ۱۴

دس راتیں، عشرہ ذی الحجہ، پیغمبروں کی دس چیزیں پُل صراط کی آٹھ سیڑھیاں، حج، احرام و لبیک، ترویہ اور عرفہ، دس دنوں کے فضائل

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:-

وَالْفَجْرِ وَلَيَالٍ عَشْرٍ وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ وَاللَّيْلِ إِذَا يَسْرِ هَلْ فِي ذَالِكَ قَسَمٌ لِّذِي حِجْرٍ ہ

قسم ہے صبح کی، دس راتوں کی، جفت اور طاق کی اور اس رات کی جو گزر جاتی ہے۔ یہ قسمیں ذی فہم لوگوں کے لئے ہیں۔

وَالْفَجْرِ کی تفسیر میں مفسرین کا اختلاف ہے، حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ فجر سے صبح کی نماز مراد ہے وَلَيَالٍ عَشْرٍ سے ذی الحجہ کی دس راتیں مراد ہیں۔ یعنی عشرہ ذی الحجہ۔ شَفع سے جس کے لغوی معنی جفت کے ہیں مخلوق مراد ہے اور وَتر (طاق)، سے مراد اللہ تبارک تعالیٰ ہے۔ وَاللَّيْلِ إِذَا يَسْرِ۔ اور قسم اس رات کی جو گزر جاتی ہے، یا جاتی ہوئی رات کی قسم اور اہل دانش کے لئے یقیناً یہ بڑی قسم ہے کہ إِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ تمہارا رب تمہاری گھات میں ہے۔

مقاتلؒ کا قول ہے کہ فجر سے مراد مزدلفہ کی وہ صبح ہے جو قربانی کے دن ہوتی ہے اور لَيَالٍ عَشْرٍ سے عید الضحیٰ کے قبل کی دس راتیں ہیں[1] اور الشَّفع سے مراد حضرت آدمؑ و حواؑ ہیں اور الوتر خداوند تعالیٰ ہے اور وَاللَّيْلِ إِذَا يَسْرِ کے معنی ہیں آئی ہوئی رات یعنی ذی الحج کی دسویں رات گویا اللہ تعالیٰ نے قربانی کے دن کی دس راتوں کی، آدم و حوا کی، اپنی ذات کی اور عید اضحیٰ کی رات کی قسمیں کھائیں اور ان (متعدد) قسموں کے بعد فرمایا هَلْ فِي ذَالِكَ قَسَمٌ لِّذِي حِجْرٍ یعنی کیا یہ قسمیں صاحب عقل و تمیز کے لئے کافی نہیں ہیں۔ یہ قسمیں بہت عظیم الشان ہیں اور جواب قسم إِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ ہے، یعنی (تمہارا رب یقیناً انتظار میں ہے)۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ فجر سے مراد ہے پو پھٹنا یعنی عام صبح، بعض مفسرین کہتے ہیں کہ اس سے دن مراد ہے اور دن کو فجر سے اس لئے تعبیر کیا گیا ہے کہ وہ دن سے پہلے ہوتی ہے۔ مجاہدؒ کا خیال ہے کہ اس سے روز نحر (قربانی کے دن) کی فجر مراد ہے۔ عکرمہؒ نے کہا کہ فجر سے مراد چشموں سے پانی کا پھوٹ کر بہنا، سبزے کا زمین پھاڑ کر نمودار ہونا اور پھلوں کا درختوں میں آنا فجر ہے اسی فجر کی اللہ نے قسم کھائی ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگشت ہائے مبارک سے پانی پھوٹ کر بہہ نکلنے کی اللہ نے قسم کھائی ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ پتھر سے پھٹ کر حضرت صالحؑ کی اونٹنی کا برآمد ہونا اس سے مراد ہے۔ یہ بھی روایت ہے

---

[1] ذی الحجہ کی دسویں تاریخ سے پہلے دن نو ہوتے ہیں اور راتیں دس۔

کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا کی ضرب سے پتھر کے اندر سے پانی کا پھوٹ کر بہنا مراد ہے۔

بعض نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے گنہ گاروں کی آنکھوں سے پانی پھوٹنے یعنی آنسوؤں کے پانی کا بہنا مراد ہے، یا دل سے معرفت الٰہی کا چشمہ پھوٹنا مراد ہے (کیونکہ ایمان و معرفت سے زندگی حاصل ہوتی ہے) جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اَوَ مَنْ کَانَ مَیْتًا فَاَحْیَیْنٰہُ (دیکھو مردہ دل کو ہم نے ایمان و معرفت کے پانی سے زندہ کر دیا) حضرت جابرؓ ابن عبداللہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وَالْفَجْرِ وَلَیَالٍ عَشْرٍ سے اضحیٰ کی دس راتیں مراد ہیں۔ حضرت عبداللہؓ ابن زبیرؓ اور حضرت عباسؓ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) نے فرمایا کہ اس سے مراد ذی الحج کی دس راتیں ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ سے ایک دوسری روایت آئی ہے کہ آپ نے فرمایا اس سے عشرۂ رمضان کی دس راتیں مراد ہیں۔ مجاہدؒ نے کہا کہ وہ حضرت موسیٰ کی دس راتیں ہیں۔ محمد بن جریر طبریؒ کا قول ہے کہ وہ محرم کی اوّل دس راتیں ہیں۔

وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ کی تفسیر میں قتادہؒ اور سدیؒ نے کہا شَفْع ہر وہ چیز ہے جو جفت ہوں اور الوتر سے مراد اللہ تعالیٰ ہے۔ مقاتل کا قول ہے کہ مراد آدمؑ و حواؑ ہیں۔ کیونکہ آدم علیہ السلام تنہا تھے اللہ نے حواؑ سے ان کا جوڑا کر دیا۔ ایک قول ہے کہ شفع اور وتر سے نمازیں مراد ہیں یعنی کوئی نماز (باعتبار برکت) جفت ہے کوئی طاق، شَفْع اور وتر دونوں سے مراد مغرب کی نماز ہے کہ اوّل دو رکعتیں جفت ہیں اور آخری رکعت طاق یہ قول ربیعؒ بن انسؓ اور ابوالعالیہؒ کا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ شفع یوم نحر (قربانی کا دن) ہے اور وتر عرفہ کا دن یعنی ۹ ذی الحج۔ یا شفع یوم نحر کے بعد کے دو دن ہیں اور وتر تیسرا یعنی تیرھویں تاریخ ذی الحج کی۔

وَالَّیْلِ اِذَا یَسْرِ (گزرتی رات کی قسم یا اندھیری ہونے والی رات کی قسم) بعض نے کہا ہے کہ وہ رات مزدلفہ کی رات ہے۔ بعض کا قول ہے سَرٰی کے معنی ہیں رات کو چلنا یہاں رات کے چلنے کے معنی ہیں رات میں لوگوں کا سیر کرنا اور چلنا؛ وَهَلْ فِیْ ذٰلِکَ قَسَمٌ لِّذِیْ حِجْرٍ۔ اس میں ذی حجر کے معنی حضرت عباسؓ نے عقلمند کے فرمائے ہیں۔ حسن بصریؒ اور ابو رجاؒ کہتے ہیں کہ اس کے معنی ہیں علم والے، محمد بن کعب قرظیؒ کہتے ہیں کہ اس سے مراد دین والے ہیں۔ آیت بالا میں ھَل بجائے اِنَّ کے معنی تحقیق استعمال ہوا ہے۔ بعض نے رَبّ کا لفظ محذوف مانا ہے یعنی قسم ہے مالک فجر کی، قسم ہے دس راتوں کے مالک کی اسی طرح دوسری آیات میں جہاں قسم مذکور ہے لفظ رب محذوف مانا گیا ہے جیسے وَالشَّمْسِ وَضُحٰھَا، وَالسَّمَاءِ وَالطَّارِقِ، وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ

ماہِ ذی الحجہ کے عشرۂ اوّل میں

معجزاتِ انبیاء (علیہم السلام)

شیخ البرکاتؒ نے بالاسناد حضرت عباسؓ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا "ذی الحجہ کے اوّل عشرہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول فرمائی اور ان کو اپنی رحمت سے نوازا اس وقت وہ عرفہ میں تھے۔ عرفہ میں حضرت آدم علیہ السلام نے اپنی خطا کا اعتراف کیا تھا۔ اسی عشرہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنی دوستی سے نوازا (اپنا دوست اور خلیل بنایا)

اپنا مال مہمانوں کے لئے، اپنی جان آتش نمرود کے لئے اور اپنے فرزند اسمٰعیلؑ کو قربانی کے لئے پیش کردیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ذات والا پر کمال توکل ختم ہوگیا۔ اسی عشرہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ شریف کی بنیاد رکھی وَ اِذْ یَرْفَعُ اِبْرَاهِیْمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَ اِسْمٰعِیْلُ[1] اسی عشرہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کلام کی عزت عطا ہوئی۔ اسی عشرہ میں حضرت داؤد علیہ السلام کی لغزش معاف کیگئی، اسی عشرہ میں لیلۃ المباہات (فخر و مباہات کی رات) رکھی گئی۔

روایت میں آیا ہے کہ نزول قرآن کی ابتدا، اسی عشرہ میں دس تاریخ کی صبح کو ہوئی اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عیدگاہ کو تشریف لئے جارہے تھے، اسی عشرہ میں بیعت رضوان ہوئی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ[2] جس درخت کے نیچے یہ بیعت ہوئی وہ سمرہ (ببول) کا درخت تھا۔ یہ بیعت حدیبیہ کے دن ہوئی تھی، اس وقت صحابہ کرامؓ کی تعداد چودھا یا پندرہ سو تھی، سب سے پہلے حضرت ابوسنان اسدیؓ نے بیعت کے لئے ہاتھ بڑھایا تھا (علیہ و علیٰ جمیع اصحابہٖ رحمتہ اللہ و برکاتہ و تحیاتہٖ والتابعین لھم باحسان)۔ اسی عشرہ میں یوم ترویہ (آٹھ تاریخ) یوم عرفہ (۹ تاریخ) اور یوم نحر (۱۰ تاریخ) ہے۔ اور یوم حج اکبر ہے۔

شیخ ابوالبرکاتؒ نے بالاسناد بروایت حضرت ابو سعید خدریؓ بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمام مہینوں کا سردار ماہ رمضان ہے اور تمام مہینوں میں حرمت والا مہینہ، ذی الحج ہے۔ شیخ ابوالبرکات نے بالاسناد بروایت حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا کے دنوں میں سب سے افضل ذی الحجہ کے دس دن ہیں صحابہ کرامؓ نے عرض کیا، کیا ان دنوں کے عمل کے برابر راہِ خدا میں جہاد کرنا بھی نہیں ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں البتہ اس شخص کی بزرگی کے برابر ہے جس نے اپنا منہ خاک آلود کیا۔

عشرۂ ذی الحجہ کی عبادات

شیخ ابوالبرکات نے بالاسناد بیان فرمایا کہ عطا بن ابی رباح نے فرمایا کہ میں نے خود سنا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرما رہی تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک شخص گانا سننے کا بہت دلدادہ تھا لیکن ذی الحجہ کا چاند دیکھ کر صبح سے روزہ رکھ لیتا تھا اس کی اطلاع حضور اقدس تک پہنچی حضور نے فرمایا اس کو بلاکر لاؤ وہ شخص حاضر خدمت ہوا حضور نے دریافت فرمایا کہ تم ان دنوں کے روزے کیوں رکھتے ہو؟ (کون سی ایسی چیز ہے جس نے تم کو اِن دنوں کے روزوں پر ابھارا)۔ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ دن حج کے ہیں اور عبادت کے ہیں، اور میری خواہش ہے کہ اللہ ان کی دعا میں مجھے بھی شریک کردے، حضور نے ارشاد فرمایا، تم جو روزے رکھتے ہو اس کے ہر روزے کے عوض تم کو سو غلام آزاد کرنے، قربانی کے لئے حرم میں سو اونٹ بھیجنے اور جہاد میں سواری کے لئے سو گھوڑے دینے کا ثواب ہوگا اور ترویہ کے دن روزہ دار کو ہزار غلام آزاد کرنے، ہزار اونٹ قربانی کے لئے حرم میں بھیجنے اور ہزار گھوڑے جہاد میں سواری کے لئے دینے کا ثواب ہے اور عرفہ کے روزے کے عوض دو ہزار غلام آزاد کرنے، دو ہزار اونٹ قربانی کے لئے بھیجنے اور دو ہزار گھوڑے جہاد میں دینے کا ثواب ہوگا، اور سال بھر پہلے اور سال بھر بعد کے روزوں کا ثواب مزید برآں ہوگا۔

---

[1] اور جب ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ نے اس گھر کی بنیادیں اٹھائیں؛ [2] جب وہ (صحابہ کرامؓ) تم سے درخت کے نیچے بیعت کررہے تھے۔

شیخ ابوالبرکاتؒ نے اپنی اسناد سے بروایت سعیدؒ بن جبیرؒ ہم سے بیان کیا کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ان ایام یعنی ایام تشریق میں کسی دن نیک کام کرنا اللہ تعالیٰ کو ہر ایک دن میں نیک کام سے زیادہ محبوب ہے، صحابہ کرامؓ نے فرمایا راہ خدا میں جہاد کرنے سے بھی زیادہ؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کی راہ میں جہاد بھی اس سے بہتر نہیں، ہاں جو شخص راہِ خدا میں اپنی جان اور مال لیکر نکلا ہو اور پھر کچھ بھی واپس لیکر نہ آیا ہو (یعنی مال و جان دونوں قربان کر دیئے ہوں)۔

شیخ ابوالبرکاتؒ نے بالاسناد ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چار عمل ترک نہیں فرماتے تھے (۱) عشرہ ذی الحجہ کے روزے، (۲) عاشورہ کا روزہ، (۳) ایام بیض (ہر ماہ ۱۳ ار ۱۴ را در ۱۵ تاریخ کا روزہ) اور (۴) فجر کی نماز سے اول دو رکعتیں۔

شیخ ابوالبرکاتؒ نے بالاسناد بیان کیا کہ سعیدؒ بن مسیّب نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی یوم عبادت کی عبادت اللہ تعالیٰ کو اتنی محبوب اور پسند نہیں جتنی عشرہ ذی الحجہ کے ایام کی محبوب ہے۔ ذی الحج کے عشرہ میں ایک دن کے روزہ کا ثواب سال بھر کے روزوں کے برابر ہے اور اس میں ایک رات کی نماز کا ثواب ایک سال کی نمازوں کے برابر ہے۔

شیخ ابوالبرکاتؒ نے بالاسناد حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے ماہ ذی الحجہ کے دس دن کے روزے رکھے" اللہ تعالیٰ ہر روزے کے عوض اس کے ایکسال کے روزے لکھیگا حضرت سعیدؒ بن جبیرؓ فرماتے تھے کہ ذی الحجہ کی دس راتوں میں تم اپنے چراغ نہ بجھاؤ، آپ کو اس عشرہ میں عبادت بہت پسند تھی، خادموں کو بھی جاگنے اور بیدار رہنے کا حکم دیا کرتے تھے۔

عشرۂ ذی الحجہ میں نمازیں

اس عشرہ کی نمازوں کے فضائل!

شیخ ابوالبرکاتؒ نے بالاسناد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس شخص نے عشرۂ ذی الحجہ کی کسی تاریخ کو رات بھر عبادت کی تو گویا اس نے سال بھر حج اور عمرہ کرنے والے کی سی عبادت کی اور جس نے عشرۂ ذی الحجہ کو روزہ رکھا تو گویا اس نے اپنے پورے سال عبادت کی۔

شیخ البرکاتؒ نے اپنی اسناد کے ساتھ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "عشرۂ ذی الحجہ آجائے تو عبادت کی کوشش کرو، ذی الحجہ کے عشرہ کو اللہ تعالیٰ نے بزرگی عطا فرمائی ہے اور اس عشرہ کی راتوں کو بھی وہی عزت دی ہے جو اس کے دنوں کو حاصل ہے اگر کوئی شخص اس عشرہ کی کسی رات کے آخری تہائی حصہ میں چار رکعتیں اس ترتیب سے پڑھے گا تو اس کو حج بیت اللہ اور روضہ پاک کی زیارت کرنے والے کے برابر ثواب ملے گا۔ اور اللہ تعالیٰ سے وہ جو کچھ مانگے گا اللہ تعالیٰ اس کو عطا فرمائے گا۔ (نماز کی ترکیب و ترتیب آیات یہ ہے) ہر رکعت میں سورۂ

فاتحہ، سورۂ فلق، سورۂ ناس، ایک ایک بار، سورہ اخلاص تین بار اور آیت الکرسی تین بار پڑھے۔ نماز سے فارغ ہو کر دونوں ہاتھ اٹھا کر یہ دعا پڑھے:

سُبْحَانَ ذِی الْعِزَّةِ وَالْجَبَرُوْتِ سُبْحٰنَ ذِی الْقُدْرَةِ وَالْمَلَكُوْتِ سُبْحٰنَ الْحَیِّ الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ سُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعِبَادِ وَالْبِلَادِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِیْرًا طَیِّبًا مُّبَارَكًا عَلٰی كُلِّ حَالٍ ؕ اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِیْرًا رَبَّنَا جَلَّ جَلَالُهٗ وَقُدْرَتُهٗ بِكُلِّ مَكَانٍ ۝

اللہ تعالیٰ پاک، بزرگ، جبروت کا، قدرت کا مالک ہے، وہ مالک الملک ہے، وہ ہمیشہ باقی رہے گا اسے موت نہیں ہے، اسکے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ مومن اور مشرک دونوں کا پالنے والا ہے، وہی بستیوں کا مالک ہے، ہر حال میں کثیر، پاکیزہ اور برکت والی حمد اللہ کے لئے ہے اللہ بڑی بزرگی والا ہے، ہمارا رب بزرگ ہے، اسکی عظمت بڑی ہے اس کی قدرت ہر جگہ ہے (شیخ ابو البرکاتؒ فرماتے ہیں کہ قدرت سے مراد علم ہے یعنی اس کا علم ہر شئے کو محیط ہے)

اس دعا کے بعد جو چاہے دعا کرے۔ اگر ایسی نماز عشرہ کی ہر ایک رات کو پڑھے گا تو اس کو اللہ تعالیٰ فردوس اعلیٰ میں جگہ دے گا اور اس کے ہر گناہ کو محو کر دے گا پھر اس سے کہا جائے گا اب از سرِ نو عمل شروع کر۔ اگر عرفہ کے دن کا روزہ رکھے اور عرفہ کی رات کو بھی نماز پڑھے اور یہی دعا کرے اور اللہ تعالیٰ کے حضور میں زیادہ سے زیادہ تضرع و زاری کرے تو اللہ فرماتا ہے اے میرے فرشتو! میں نے اس بندے کو بخش دیا اور حاجیوں میں اس کو شامل کر دیا، فرشتے اللہ تعالیٰ کی اس عطا سے بیحد مسرور ہوتے ہیں اور بندہ کو بشارت دیتے ہیں۔

پانچ پیغمبروں کی
الگ الگ دس مخصوص چیزیں

۱۔ حضرت آدم علیہ السلام کی دس چیزیں

حضرت آدم علیہ السلام محو خواب تھے، اللہ تعالیٰ نے حضرت حوّا کو ان کی بائیں چھوٹی پسلی سے پیدا فرمایا، بیدار ہونے پر آپ نے حضرت حوّا کو اپنے پاس بیٹھا دیکھا تو پوچھا تم کس لئے ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں آپ ہی کے لئے ہوں۔ حضرت آدم علیہ السلام نے آپ کو چھونا چاہا تو حکم ہوا کہ بغیر مہر ادا کئے ان کو ہاتھ نہ لگانا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے دریافت کیا کہ الٰہی! ان کا مہر کیا ہے؟ اللہ نے ارشاد فرمایا: نبی آخر الزماں پر دس بار درود پڑھنا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دس چیزیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے بھی دس چیزیں مخصوص تھیں! اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَاِذِ ابْتَلٰٓی اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ (جب ابراہیمؑ کی آزمائش اللہ نے چند باتوں سے کی تو ابراہیمؑ نے ان کو پورا کر دیا) یہ دس احکام تھے پانچ کا تعلق سر سے ہے، یعنی سر کے بالوں میں مانگ نکالنا مونچھیں کتروانا۔ مسواک کرنا۔ کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا۔ باقی پانچ چیزوں کا تعلق سارے جسم سے ہے یعنی ناخن کٹوانا۔ زیرِ ناف

بالوں کو صاف کرنا۔ بغلوں کے بال صاف کرنا۔ ختنہ کرانا۔ وضو میں انگلیوں کا خلال کرنا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب یہ دس احکام (دس سنتیں) ادا کر دیئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی دوستی کا خلعت مرحمت فرمایا چنانچہ ارشاد فرمایا وَاتَّخَذَ اللّٰہُ اِبْرَاھِیْمَ خَلِیْلًا (اللہ نے ابراہیمؑ کو دوست بنالیا)

حضرت شعیب علیہ السلام کی دس چیزیں۔

دس چیزیں حضرت شعیب علیہ السلام سے مخصوص ہوئیں! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (حضرت شعیبؑ کے قول کو نقل فرماتے ہوئے) فَاِنْ اَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ (اگر تم نے دس سال پورے کرائے تو یہ تمھاری طرف سے احسان ہوگا) یہ اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت شعیبؑ کی دس سال تک خدمت کرنا قبول کیا تھا اس خدمت کو حضرت شعیبؑ نے اپنی بیٹی صفورا کا مہر قرار دیا تھا (کہ دس سال خدمت کے عوض ان کی بیٹی صفورا کا مہر ادا ہو جائے گا) بعض اصحابؒ کا قول ہے کہ حضرت شعیبؑ دس سال تک روتے رہے اس سے اُن کی بینائی جاتی رہی، اللہ تعالیٰ نے ان پر لطف فرمایا اور بینائی واپس آگئی حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس وحی بھیجی کہ اگر تمھارا یہ رونا دوزخ کے خوف سے تھا تو میں نے دوزخ سے تم کو امان بخش دی اور اگر تم جنت چاہتے ہو تو میں نے تم کو جنت عطا کر دی اور اگر تم میری رضا اور خوشنودی کے طالب ہو تو میں نے تم کو اپنی رضا اور خوشنودی بخش دی، حضرت شعیبؑ نے فرمایا کہ اے جبرئیل میرا رونا نہ دوزخ کے خوف سے ہے اور نہ جنت کی طلب کے لئے بلکہ میں تو دیدار الٰہی کا طالب ہوں، تب حکم ہوا اے شعیب! تو حق کے لئے رویا اس لئے اور بھی جتنا رو سکے رو! اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ صلہ دیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے بلند مرتبہ پیغمبر نے دس سال تک ان کی خدمت کی، اور یہ ان مراتب عالیہ اور تقرب اور اخروی نعمتوں کے علاوہ تھا کہ جو حضرت شعیبؑ کے لئے اللہ تعالیٰ نے مخصوص فرمادی تھیں، یہ مراتب اور نعمتیں ایسی تھیں کہ نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی نے سنا۔ نہ کسی کے دل میں ان کا تصور آیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دس چیزیں

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دس چیزیں وہ تھیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:- وَوٰعَدْنَا مُوْسٰى ثَلٰثِيْنَ لَيْلَةً وَّاَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ (ہم نے موسیٰ سے وعدہ کیا کہ تیس راتوں کی عبادت کریں پھر ہم نے تیس کی تکمیل مزید دس راتوں سے کر دی (یعنی چالیس راتیں عبادت کی ہوگئیں)۔ اس کی صورت یہ ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام کرنے اور توراۃ عطا فرمانے کا وعدہ کیا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تیس دن کے روزے رکھے یہ مہینہ ذی الحجہ کا اور بقول بعض محققین ذیقعدہ کا تھا، ایک ماہ کے روزوں کے بعد منہ میں ناگوار بو محسوس ہوئی تو آپ نے زیتون کی لکڑی کا ایک ٹکڑا منہ میں رکھ لیا۔ (تاکہ بو دور ہو جائے)۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔ اے موسیٰ! کیا تم کو معلوم نہیں کہ روزہ دار کے منہ کی بو تو اللہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ پاکیزہ ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو مزید دس دن کے روزے رکھنے کا حکم دیا جس کی آخری تاریخ یعنی آخری روزہ محرم کی دسویں تاریخ تھی۔ جن حضرات نے ان روزوں کا مہینہ ذیقعدہ مراد لیا ہے ان کے حساب سے مزید دس دن ذی الحجہ کا عشرۂ اوّل ہوگا۔

اس کے بعد موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنا قرب عطا فرمایا اور ہم کلامی کی عزت سے نوازا، اللہ تعالیٰ کا

ارشاد ہے: وَلَمَّا جَاءَ مُوسٰى لِمِيقَاتِنَا ۔

۵ سیدالمرسلین کی دس چیزیں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دس چیزیں وہ ہیں جن کا ذکر والفجر ولیال عشر میں کیا گیا ہے، یہ ذی الحجہ کی دس ابتدائی راتیں ہیں (جن کی تشریح و تفسیر اس سے قبل کی جا چکی ہے۔

عَشرہ ذِی الحج کی عظمت

کہا گیا ہے کہ جو شخص ان دس ایام کی عزت کرتا ہے اللہ تعالیٰ یہ دس چیزیں اس کو مرحمت فرما کر اس کی عزت افزائی کرتا ہے، (۱) عمر میں برکت، (۲) مال میں افزونی، (۳) اہل و عیال کی حفاظت، (۴) گناہوں کا کفارہ، (۵) نیکیوں میں اضافہ، (۶) نزع میں آسانی، (۷) ظلمت میں روشنی، (۸) میزان میں سنگینی (وزنی بنانا)، (۹) دوزخ کے طبقات سے نجات، (۱۰) جنت کے درجات پر عروج؛ جس نے اس عشرہ میں کسی مسکین کو کچھ خیرات دی اس نے گویا اپنے پیغمبروں کی سنت پر صدقہ دیا۔ جس نے ان دنوں میں کسی کی عیادت کی اس نے اولیاء اللہ اور ابدال کی عیادت کی، جو کسی کے جنازے کے ساتھ گیا اس نے گویا شہیدوں کے جنازے میں شرکت کی، جس نے کسی مومن کو اس عشرہ میں لباس پہنایا، اللہ تعالیٰ اس کو اپنی طرف سے خلعت پہنائے گا جو کسی یتیم پر مہربانی کرے گا، اللہ تعالیٰ اس پر عرش کے نیچے مہربانی فرمائے گا۔ جو شخص کسی عالم کی مجلس میں اس عشرہ میں شریک ہو وہ گویا انبیاء اور مرسلین کی مجلس میں شریک ہوا۔

وہب بن منبہؒ کا ارشاد ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کو زمین پر اتارا گیا تو وہ اپنی خطاؤں پر چھ روز تک روتے رہے، ساتویں دن اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی (اس حال میں کہ حضرت آدم مغموم و غمزدہ اور سر جھکائے بیٹھے تھے) کہ اے آدم! یہ تم نے کیسی مشقت اور محنت اختیار کر رکھی ہے؟ حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کیا: الٰہی! میری مصیبت بڑی مصیبت ہے: میرے گناہ نے مجھے ہر طرف سے گھیر رکھا ہے، میں سعادت اور عزت کے گھر یعنی خلد سے نکل کر، ذلت بدبختی موت اور فنا کے گھر میں پہنچ گیا ہوں پھر اپنے گناہوں پر کیوں نہ روؤں! اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ آدم کیا میں نے تجھے اپنا خاص نہیں بنایا تھا، اپنی مخلوق پر تجھے فضیلت نہیں دی تھی؛ کیا مخصوص طریقہ پر تجھے معزز نہیں بنایا، کیا اپنی محبت سے تجھے نہیں نوازا کیا تجھے اپنے ہاتھوں سے نہیں بنایا، کیا اپنے فرشتوں سے تجھے سجدہ نہیں کرایا؛ کیا تو میری طرف سے منتہائے کرامت اور مقام عزت میں نہیں رہا؛ پھر تو نے میرے حکم کے خلاف کیوں کیا؟ میرے حکم کو بھلا دیا! تو نے کس طرح میری رحمت اور نعمت کو بھلا دیا۔ مجھے اپنے عزت و جلال کی قسم ہے کہ اگر تیری طرح لوگوں سے ساری زمین بھر جائے اور وہ سب رات دن میری تسبیح میں مشغول رہیں اور ایک لمحہ کو بھی میری عبادت پر سستی نہ کریں اور پھر وہ میری نافرمانی کریں تو میں ان کو منزل نافرمانوں کی منزل پر اتار دوں گا؛ یہ سن کر حضرت آدم علیہ السلام کوہِ ہند پر تین سو برس تک روتے رہے، اُن کے آنسو پہاڑی نالوں میں بہتے بہتے اور ان سے پاکیزہ درخت اُگ آتے تھے، پھر حضرت جبرئیل نے کہا کہ اے آدمؑ بیت اللہ جائیے اور عشرہ ذی الحج کے منتظر رہیے شاید اللہ تعالیٰ آپ کی لغزش پر رحم فرمائے! حضرت آدم وہاں سے کعبہ کو روانہ ہو گئے، حضرت آدم کا قدم جہاں جا کر پڑتا

تھا وہ جگہ سرسبز ہو جاتی تھی اور دونوں قدموں کے درمیان کی جگہ بنجر رہتی تھی اور حضرت آدم علیہ السلام کے دونوں قدموں کے درمیان کا فاصلہ تین فرسنگ ہوتا تھا غرض حضرت آدم علیہ السلام کعبہ شریف پہنچ گئے، وہاں پہنچکر پورے ایک ہفتہ طواف کیا، اور اتنا روئے کہ گھٹنوں گھٹنوں تک پانی چڑھ گیا، حضرت آدم نے عرض کیا: الٰہی تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو پاک ہے میں تیری حمد کرتا ہوں میں نے بدی کی اور اپنے اوپر خود ظلم کیا۔ میرا قصور معاف فرمادے تو تمام بخشنے والوں سے بہتر ہے تو ارحم الرحمین ہے: مجھ پر رحم فرما! اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد وحی بھیجی اور فرمایا! آدم مجھے تیری کمزوری پر رحم آگیا! میں نے تیرا گناہ معاف کردیا اور تیری توبہ قبول کرلی۔ آیت فَتَلَقّٰٓی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّہٖ کَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَیْہِ کی تفسیر و تشریح ہے؛ یہ اسی عشرہ کی برکت تھی کہ اللہ نے آدمؑ کی توبہ قبول کی پس اسی طرح اگر کوئی مومن اللہ کا نافرمان ہوجائے اور نفسانی خواہشات کی پیروی کرنے لگے اور وہ ان دنوں میں (عشرۂ ذی الحجہ) توبہ کرے اور اللہ کی طرف رجوع کرے اور خدا کا فرمانبردار بن جائے تو اللہ اس پر مہربانی فرمائے گا اور اس کے گناہ معاف فرمادے گا، اپنی مہربانی سے اس کے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دے گا۔

اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَاد

کی تفسیر

قسم یاد کرنے کی حکمت آیت وَالْفَجْرِ وَلَیَالٍ عَشْرٍ سے اِنَّ رَبَّکَ لَبِالْمِرْصَادِ تک اللہ تعالیٰ نے فجر کی دس راتوں کی، شفع کی اور وتر کی قسم کھائی ہے (یعنی جفت اور طاق کی)۔ بات یہ ہے کہ دوزخ کے پل کے آٹھ درجات ہیں، اوّل درجہ یا اوّل سیڑھی پر بندہ سے ایمان کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ اگر ایمان دار ہے تو نجات پاجائے گا ورنہ دوزخ میں گر پڑے گا۔ دوسرے درجہ میں وضو اور نماز کے بارے میں سوال کیا جائے گا اگر بندہ نے اس میں قصور کیا ہے تو دوزخ میں گر پڑے گا اور اگر اس نے رکوع و سجود کی تکمیل کی ہوگی تو نجات پاجائے گا۔ تیسرے درجہ میں زکوٰۃ کی بابت سوال کیا جائے گا اگر ادا کی ہوگی تو بچ جائے گا۔ چوتھے درجہ میں روزہ کے بارے میں پوچھا جائے گا اگر ماہ صیام کے سب روزے رکھے ہیں تو نجات پاجائے گا۔ پانچویں درجہ میں حج اور عمرہ کے بارے میں پرسش ہوگی اگر یہ فرض ادا کیا ہوگا تو نجات پائیگا؛ چھٹے درجہ پر امانت و دیانت کے بارے میں دریافت کیا جائے گا اگر امانت دار ہوگا تو نجات مل جائے گی، ساتویں درجہ پر غیبت، جھوٹ، دوستی پن کے بارے میں پوچھا جائے گا کہ ان سے بچتا رہا یا نہیں۔ اگر بچتا رہا ہے تو نجات پائے گا ورنہ دوزخ میں گرادیا جائے گا۔ آٹھویں درجہ پر اس سے حرام مال کھانے کے سوال کیے جائے گا اگر مال حرام نہیں کھایا ہے تو رہائی مل جائے گی ورنہ دوزخ میں گرادیا جائے گا۔ یہی معنی ہیں اِنَّ رَبَّکَ لَبِالْمِرْصَادِ کے یعنی تیرا پروردگار بلاشبہ گھات میں ہے۔"

یوم الترّویہ

(۸ ذی الحجہ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَ اَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ یَاْتُوْکَ رِجَالًا وَّ رُکْبَانًا ؕ (اے ابراہیمؑ تمھاری اولاد ہو یا دوسرے مومن سب کو حج کے لئے پکارو، کچھ ان میں سے پاپیادہ اور کچھ دُبلے (سفر کے عادی) اونٹوں پر سوار حج کے لئے تمھارے پاس دور اور نزدیک کی مسافتوں سے آجائیں گے۔)

یہ آیت سورہ حج کی ہے اور یہ سورۃ قرآن کریم کی عجیب تر سورتوں میں ہے کیونکہ اس میں مکّی آیات بھی ہیں اور مدنی بھی، سفری بھی ہیں اور حضری (غیر حالت سفر) بھی، رات والی بھی ہیں اور دن والی بھی، ناسخ بھی ہیں اور منسوخ بھی ہیں۔

تیسویں آیت سے آخری سورت تک تمام آیات مکّی ہیں، مدنی آیات پندرھویں آیت سے اُنتیسویں تک ہیں پانچ پہلی آیات رات میں نازل ہونے والی ہیں اور چھ سے نو تک دن میں نازل شدہ ہیں۔ ایک سے بیسویں آیت تک حضری آیات ہیں اور لقیہ سفری ہیں۔ اس سورہ کو مدنی اس اعتبار سے کہا گیا ہے کہ مدینہ کے قریب ان کا نزول ہوا، ناسخ آیت یہ ہے اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقَاتَلُوْنَ الاخر اور منسوخ یہ تین آیات ہیں۔ (۱) وَ مَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِیٍّ اس کی ناسخ آیت سَنُقْرِئُکَ فَلَا تَنْسٰۤی ہے دوسری منسوخ آیت ہے اَللّٰہُ یَحْکُمُ بَیْنَکُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ فِیْمَا کُنْتُمْ فِیْہِ تَخْتَلِفُوْنَ ۝ اس کی آیت سَیف یعنی آیت جہاد ناسخ ہے۔ تیسری منسوخ آیت ہے وَجَاهِدُوْا فِی اللّٰہِ حَقَّ جِهَادِہٖ ؕ اس کی ناسخ آیت ہے۔ فَاتَّقُوا اللّٰہَ مَا اسْتَطَعْتُمْ ؕ

آیت مذکورہ (وَ اَذِّنْ .... الخ) میں حج کے لئے ایک عمومی حکم اس وقت دیا تھا جب خانۂ کعبہ کی تعمیر سے فارغ ہو کر انھوں نے جناب الٰہی میں عرض کیا تھا۔ الٰہی! اس مکان کا حج کون کرے گا؟ اللہ تعالیٰ نے حج کے لئے لوگوں کو پکارنے کا حکم آپ کو دیا۔ آپ نے کوہ بوقبیس پر تشریف لے جاکر بلند آواز سے پکارا: لوگو! اپنے رب کے فرمان کو قبول کرو اللہ تم کو اپنے گھر کا حج کرنے کا حکم دے رہا ہے۔ یہ کوہ قبیس وہی (پہاڑ) ہے جس کی تلہٹی میں صفا پہاڑی ہے:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس پکار (ندا) کو ہر اس مومن مرد اور عورت نے سُن لیا جو روئے زمین پر موجود تھا، یا صُلب پدر یا شکم مادر میں تھا، آجکل حج کے موقع پر جو لَبَّیْکَ کہی جاتی ہے یہ اسی دعوت کا جواب ہے جو اللہ کے حکم سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دی تھی اس روز اس دعوت پر جس نے لبیک کہا تھا وہ خانۂ کعبہ کی زیارت کے بغیر دنیا سے رخصت نہیں ہوگا۔

احرام باندھنا اور لبیک کہنا

مجاہدؒ کی روایت ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ ہم خدمت گرامی میں موجود تھے کہ یمن سے کچھ لوگ حاضر ہوئے اور انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہمارے ماں باپ آپ پر قربان آپ ہم کو حج کے فضائل سے آگاہ فرمائیے! حضورؐ نے ارشاد فرمایا، اچھا سنو: جو شخص حج یا عمرہ کی نیت سے گھر سے چلا تو ہر قدم پر اس کے گناہ اس طرح دور ہوتے ہیں جس طرح درختوں سے پتے نیچے گر جاتے ہیں، جب وہ مدینہ طیبہ پہنچ کر مجھ سے سلام و مصافحہ کرتا ہے اور ذوالحلیفہ کے چشمہ پر پہنچ کر غسل کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے گناہوں سے پاک کر دیتا ہے اور اس سے فرشتے مصافحہ کرتے ہیں۔ جب نئے کپڑے (چادر اور تہبند) پہنتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو بہت سی نئی نیکیاں عطا فرماتا ہے جب وہ لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکْ کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ لَبَّیْکَ وَسَعْدَیْکَ[1] کہتا ہوا جواب دیتا ہے۔ جب مکہ میں داخل ہو کر طواف اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کرتا ہے تو اللہ نیکیوں کو اس کے ساتھ کر دیتا ہے (بیحد نیکیاں اس کو عطا فرماتا ہے)، جب عرفات (کے میدان میں) پہنچ کر حاجتوں کی طلب (دعا) میں اس کی آواز بلند ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ ساتوں آسمانوں کے فرشتوں سے فخر فرماتا ہوا کہتا ہے! میرے فرشتو! میرے آسمانوں پر رہنے والو کیا تم نہیں دیکھتے کہ میرے بندے غبار آلود، بال پریشاں دور دراز مقامات سے آئے ہیں انھوں نے اپنا مال بھی خرچ کیا ہے اور اپنی جانوں کو بھی تھکایا ہے (جسمانی تکلیف بھی اٹھائی ہے) اپنی عزت و جلال کی قسم میں ان نیکوں کے طفیل ان کے بروں کو بھی بخش دوں گا اور ان کو گناہوں سے اس طرح پاک کر دوں گا جس طرح ماں کے پیٹ سے پیدا ہونے کے دن تھے، جب لوگ کنکریاں پھینکتے، سر منڈاتے اور کعبہ کی زیارت کرتے ہیں تو زیرین عرش سے ایک پکارنے والا پکارتا ہے: "تم لوگ اپنے گھروں کو واپس جا سکتے ہو میں نے تمھارے سب پچھلے گناہ معاف کر دیئے اب آئندہ سے نیک عمل کرو۔"

ایک اعرابی کا واقعہ روایت ہے کہ ایک اعرابی خدمت گرامی میں حاضر ہوا اور عرض کیا، رسول اللہ میں حج کے ارادے سے نکلا مگر حج نہ کر سکا، میں احرام پہنے ہوں مجھے کسی ایسے کام کا حکم دیجئے جس کے ذریعے میں حج کو یا حج کے ثواب کو حاصل کر سکوں۔ رسول اللہ نے اس کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا ابو قبیس کو دیکھو! اگر تم اس کی برابر زر سرخ بھی راہِ خدا میں خرچ کر دو تب بھی حاجیوں کے ثواب کو نہیں پہنچ سکتے! اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "حج کرنے والا جب سفر حج کی تیاری شروع کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے دس نیکیاں اسی وقت لکھ دیتا ہے اور دس برائیاں مٹا دیتا ہے۔ اس کے دس درجے بلند فرما دیتا ہے، اور جب وہ اپنی سواری پر سوار ہوتا ہے تو اس سواری کے ہر قدم پر اتنا ہی ثواب ملتا ہے۔ پھر جب کعبہ کا طواف کرتا ہے تو گناہوں سے نکل جاتا ہے، عرفات میں ٹھہرتا ہے تو گناہوں سے الگ ہو جاتا ہے مشعر حرام میں قیام کرتا ہے تو گناہوں سے نکل جاتا ہے، کنکریاں پھینکتا ہے تو گناہوں سے نکل جاتا ہے۔ اس کے بعد آپ نے

---

[1] میں نے تیری آواز سنی اور تیری طرف توجہ کی۔

اعرابی سے فرمایا پھر کس طرح یہ ہوسکتا ہے کہ تم کو حاجی کا ثواب مل جائے۔ (اگر حاجی کے مرتبہ کو پہنچ جاؤ)۔

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ "میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کعبہ کا طواف کر رہا تھا۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان یہ (کعبہ) کیسا گھر ہے، حضورؐ نے ارشاد فرمایا علیؓ! اس کی بنیاد اللہ نے ڈالی تاکہ میری اُمت کے گنہگاروں کے گناہوں کا کفارہ ہوسکے، میں نے عرض کیا یارسول اللہ یہ سیاہ[1] پتھر کیا ہے؟ حضور نے فرمایا یہ جنتی جوہر ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے دنیا میں اُتار دیا، یہ سورج کی کرنوں کی طرح تابندہ درخشندہ تھا لیکن جب سے اس کو مشرکوں نے ہاتھ لگایا اس کی سیاہی بڑھتی رہی اور اس کا رنگ بگڑ گیا۔

ابن ابی ملیکہ" کی روایت ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا میں نے خود رسول اللہ کو فرماتے سُنا کہ اس بیت الحرام پر ہر شب و روز میں ایک سو بیس رحمتیں نازل ہوتی ہیں ساٹھ تو کعبہ کا طواف کرنے والوں کے لئے اور چالیس کعبہ کے گرد اعتکاف کرنے والوں کے لئے اور بیس اس کی طرف دیکھنے والوں کے لئے ہیں۔

زہریؒ نے بروایت سعید بن المسیّبؒ حضرت عمرؓ بن ابی سلمہ کا قول نقل کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حق تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے بندوں کو صحت و تندرستی عطا کی عمر میں درازی بخشی اگر تین ایسے سال گزر جائیں کہ وہ اس گھر (کعبہ) کی طرف نہ آئیں تو یقیناً وہ محروم ہے، بیشک وہ محروم ہے۔

حجرِ اسوَد

حضرت ابوسعید خدریؓ نے فرمایا کہ ہم نے امیرالمومنین حضرت عمر بن خطابؓ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کی خلافت کے ابتدائی زمانے میں حج کیا، جب وہ مسجد حرام میں داخل ہو کر حجر اسود کے پاس کھڑے ہوئے تو فرمایا یقیناً تو ایک پتھر ہے نہ نقصان پہنچاسکتا ہے اور نہ نفع اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے نہ دیکھا ہوتا تب میں بھی تجھے بوسہ نہ دیتا، اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ فرمایا اے امیرالمومنین ایسا نہ فرمایئے بیشک حجر اسوَد خدا کے حکم سے نفع و نقصان پہنچاسکتا ہے۔ اگر آپ نے قرآن پڑھا ہوتا اور مضمون قرآن کو سمجھا ہوتا تو آپ اس کا انکار نہ کرتے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے ابوالحسن! کتاب اللہ میں اس کی تشریح کیا ہے؟ حضرت علیؓ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِیْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ؕ	(جب تمھارے رب نے اولاد آدم سے عہد لیا جب کہ ان کی اولاد اُن کی پشتوں میں تھی اور اُن کی جانوں پر گواہ بنا کر کہا میں تمھارا رب نہیں ہوں پھر سب نے عبودیت کا اقرار کرلیا)

یہ اقرارنامہ ایک صحیفہ پر لکھا اس کے بعد اس پتھر کو طلب کیا اور یہ اقرارنامہ اس پتھر کو نگلا دیا، پس اس جگہ یہ اللہ کا مقرر کردہ امین ہے تاکہ قیامت کے دن اس شخص کی شہادت دے جس نے اپنے اقرار کو پورا کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے ابوالحسنؓ اللہ نے آپ کے سینے میں بڑا علمی خزانہ پوشیدہ رکھا ہے۔

ابو صالحؒ نے بروایت حضرت ابوہریرہؓ بیان کیا کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا" حج اور عمرہ کرنے والے اللہ کے مہمان ہیں وہ جو دعا کرتے ہیں اللہ ان کی دُعا قبول فرماتا ہے اور جب وہ گناہوں کی مغفرت چاہتے ہیں تو اللہ ان کے گناہ معاف فرمادیتا

---

[1] حجرِ اسود۔

ہے۔ مجاہدؒ کی روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا: الٰہی حاجیوں کو اور ان لوگوں کو جن کے لئے حاجی مغفرت کی دعا کریں بخشدے: حضرت حسن بصریؒ سے مروی ہے کہ حدیث میں آیا ہے کہ ملائکہ حاجیوں کا استقبال کرتے ہیں، جو اونٹ پر سوار ہوتے ہیں ان کو سلام کرتے ہیں اور جو خچروں پر سوار ہوتے ہیں ان سے مصافحہ کرتے ہیں اور جو پیدل (پیادہ پا) ہوتے ہیں ان سے گلے ملتے ہیں۔

حج کے ارادے سے گھر سے نکلنے والا اور اس کی وفات

ضحاکؒ کی مرسل روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر وہ مسلمان جو جہاد فی سبیل اللہ کے مقصد سے گھر سے چلا لیکن راستہ میں اس کو کسی درندے نے ہلاک کردیا یا کسی ڈسنے والے نے اس کو ڈس لیا یا وہ کسی اور وجہ سے مرگیا تو وہ شہید ہے اسی طرح ہر وہ مسلمان جو حج بیت اللہ کے ارادے سے گھر سے چلا لیکن منزل سے پہلے اس کو موت آگئی تو اللہ تعالیٰ اس پر جنت کو واجب کردیتا ہے۔

ابو سفیانؒ بن عیینہ نے ابوالزناد کے واسطے سے حضرت ابوہریرہؓ کا قول نقل کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے کعبہ کا حج کیا اور حج میں اس نے نہ کوئی گناہ کیا اور نہ نافرمانی اور جہالت کی بات کی تو وہ لوٹ کر ایسا ہوجاتا ہے جیسا وہ پیدائش کے دن گناہوں سے پاک تھا۔ سعید بن مسیبؒ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے کعبہ کا حج کیا اور اس نے کوئی گناہ و نافرمانی یا جہالت کی بات نہیں کی تو وہ لوٹ کر ایسا ہوجاتا ہے جیسا پیدائش کے دن گناہوں سے پاک تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین آدمی ایک حج کے واسطے سے جنت میں جاتے ہیں، ایک وہ جس نے حج کی وصیت کی۔ دوسرا وہ جس نے وصیت پر عمل کیا، تیسرا وہ جس نے اس کی طرف سے حج کیا' جہاد کی بھی یہی کیفیت ہے۔ علی بن عبدالعزیز نے بیان کیا کہ میں ایک سال حج کے سفر میں عبید القاسم بن سلام کا ہمسفر تھا جب میں موقف میں پہنچا اور جبل رحمت پر قیام کرکے غسل کیا تو میں اپنا سفر خرچ وہیں بھول گیا پھر جب میں اتر کر نیچے آیا تو ابوعبیدہؒ نے کہا کہ اگر آپ کچھ مکھن اور کھجوریں خرید لاتے تو بہتر ہوتا میں مکھن اور کھجوریں خریدنے کو نکلا تو روپیہ یاد ہوا فوراً پلٹ پڑا اور جہاں جہاں میں گیا تھا وہاں دوبارہ پہنچا آخر کار غسل کی جگہ پر پہنچا تو روپیہ مل گیا روپیہ لیکر جب میں پلٹا تو اس وادی کو بندروں اور سوروں سے بھرا ہوا پایا مجھے ان سے ڈر محسوس ہوا لیکن میں ان سے بچتا بچاتا واپس آگیا اور صبح سے پہلے ابوعبیدہؒ کے پاس پہنچ گیا۔ ابوعبیدہؒ نے دریافت کیا کیا ماجرا ہے میں نے سارا واقعہ ان کو سنایا، ان بندروں اور سوروں کا بھی ذکر کیا تو انھوں نے کہا کہ وہ بندر اور سور نہ تھے بلکہ لوگوں کے گناہ تھے جن کو حاجی وہاں چھوڑ کر گئے ہیں۔

یوم ترویہ کی وجہ تسمیہ

یوم ترویہ کی وجہ تسمیہ میں مختلف اقوال ہیں اور علماء کا اختلاف ہے۔ یوم ترویہ ذی الحجہ کے آٹھویں دن کا نام ہے اس دن حاجی مکہ مکرمہ سے منیٰ کی طرف روانہ ہوتے ہیں چونکہ یہ حضرات زمزم کا پانی خوب سیراب ہوکر پیتے ہیں اسی لئے اس کو

ترویہ کہتے ہیں ترویہ بروزن تفعلہ بمعنی سیراب کرنا ہیں یہ ارتوی سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں پانی پیا اور غسل کیا اور حاجی اس روز کثرت سے آب زمزم پیتے ہیں۔ ایک وجہ تسمیہ بتائی ہے کہ ترویہ کے معنی ہیں غور کرنا، سوچنا، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آٹھ تاریخ کی رات کو خواب میں دیکھا تھا کہ اپنے بیٹے کو ذبح کر رہے ہیں صبح کو سوچ میں پڑ گئے اور غور کرنے لگے کہ یہ خواب دشمن خدا شیطان کی طرف سے ہے یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے، دن بھر سوچتے رہے، جب عرفہ کی شب آئی تو غیب سے کہا گیا "جو کچھ تم سے کہا گیا ہے وہی کرو"۔ اس وقت آپ نے سمجھ لیا کہ یہ خواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے تھا، اسی بنا پر اس کا نام یوم ترویہ رکھا گیا، اور نویں تاریخ کو یوم عرفہ (پہچان کا دن) سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ (لوگوں میں حج کی منادی کر دو) اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل کو حکم دیا کہ وہ اس کے بندوں کو اس کے گھر کی طرف آنے کی دعوت دیں، چنانچہ یہ دعوتیں چار ہیں: پہلی دعوت اللہ کی طرف سے بندوں کو ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَاللّٰہُ یَدْعُوْا اِلٰی دَارِ السَّلَامِ (اور اللہ تم کو دار السلام کی طرف بلاتا ہے) یہ دعوت ایک گھر سے دوسرے گھر کی طرف ہے۔ بیت الم سے عزت خانے کی طرف آنے کا حکم: غیبت کے مقام سے (جہاں اللہ کا مشاہدہ نہیں تھا) مشاہدہ کے مقام کی طرف آنے کی دعوت دی۔ سیر کے زوال پذیر مقام سے مقام بقا کی طرف بلایا بندوں کو ایسے گھر کی طرف بلایا جہاں کا آغاز رونے سے اور درمیانی راستہ تکلیف سے اور آخری حصہ فنا ہے، ایسے گھر کی طرف بلایا جس کے شروع میں عطا، درمیان میں رضا اور آخر میں دیدار الٰہی ہے۔

۲۔ دوسری دعوت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اُمّت کو اسلام کی دعوت، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ ٥ اللہ کے راستہ کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ۔

دعوت کا کام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد فرمایا لیکن اُمّت کو سیدھی راہ پر چلانا رسول اللہ کے فرائض میں نہیں رکھا گیا۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے بُعِثْتُ ھَادِیًا وَّلَیْسَ اِلَیَّ مِنَ الْھِدَایَةِ شَیْءٌ (مجھ راہنما بنا کر بھیجا گیا ہے لیکن یہ اس کے اختیار میں نہیں ہے کہ وہ کسی کو زبردستی اچھے راستہ پر ڈال دے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، وَبُعِثَ اِبْلِیْسُ غَاوِیًا وَّلَیْسَ اِلَیْہِ مِنَ الضَّلَالَةِ شَیْءٌ ٥

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اِنَّکَ لَا تَھْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَاءُ ٥ آپ جس کو پسند کریں اس کو ہدایت پذیر نہیں بناتے بلکہ اللہ جس کو چاہتا ہے سیدھے راستہ پر چلاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا ابوطالب کی ہدایت یابی کی درخواست کی حق تعالیٰ نے ان کو ہدایت یاب بنانے سے انکار کر دیا اور حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاتل وحشی بندہ زوجہ ابوسفیان کے غلام کو ہدایت یاب بنا دیا، گویا اللہ تعالیٰ اپنے رسول سے فرما رہا ہے، اے محمد! تمہارے ذمہ صرف دعوت دینا ہے۔ یَا اَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ ٥ اے رسول آپ پر جو کچھ اُتارا گیا ہے وہ لوگوں تک پہنچا دیجئے ایک اور آیت میں ہے۔ اِنَّا اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا وَّدَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا ٥ بیشک ہم نے آپ کو شاہد، بشارت دینے والا، ڈرانے والا، اللہ کے حکم سے اس کی طرف بلانے والا اور روشن چراغ بنا کر بھیجا ہے۔

آپ کے لئے صرف شفاعت ہے لیکن قبول کرنا، ہدایت یاب کرنا میرے اختیار میں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: یَهْدِی اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ یَّشَآءُ اپنے نور کی طرف جس کو چاہتا ہے راہ دکھاتا ہے۔ ایک دوسری آیت میں ہے وَلَوْ شِئْنَا لَاٰتَیْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدٰىهَا اگر ہم چاہتے تو ہر ایک کو ہدایت پر لے آتیں؛

تیسری دعوت موذن کی ہے جو نماز کی طرف بلاتا ہے' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا ؕ اس شخص سے اچھی بات کس کی ہو سکتی ہے جو اللہ کی طرف بلاتا ہے اور نیک کام کرتا ہے' حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ یہ آیت موذنین کے حق میں نازل ہوئی یعنی جس نے لوگوں کو نماز کے لئے بلایا اور اذان و اقامت کے درمیان نماز پڑھی اس سے اچھی بات بات کس کی ہو سکتی ہے۔

حضرت جابرؓ بن عبداللہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا" اذان دینے والے' لبیک پڑھنے والے قیامت کے دن اپنی قبروں سے اذان دیتے ہوئے اور لبیک کہتے ہوئے نکلینگے۔ موذن کی اذان کی آواز جہاں تک جاتی ہے' وہاں تک کی سب چیزیں اس کے لئے دعائے مغفرت کرتی ہیں۔ ہر خشک تر درخت اور مٹی جس نے بھی اس کی آواز سنی ہوگی اس کے لئے شاہد بن جاتی ہے۔ موذن کی اذان کی آواز پر جس شخص نے مسجد میں نماز ادا کی ہوگی اس کی نیکیوں کے برابر نیکیاں موذن کے لئے بھی لکھدی جاتی ہیں۔ اذان و اقامت کے درمیان موذن جو سوال کرتا ہے اللہ اس کو دنیا میں دے دیتا ہے یا آخرت میں اس کے لئے جمع رکھتا ہے یا اس سے کوئی برائی کو دفع کردیتا ہے۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت گرامی میں حاضر ہوکر عرض کیا یارسول اللہ مجھے کوئی ایسا عمل بتا دیجئے کہ جس سے میں جنت میں داخل ہو جاؤں' آپ نے فرمایا اپنی قوم میں موذن بن جاؤ تاکہ تمھاری آواز پر لوگ جمع ہوکر جماعت سے نماز پڑھیں' اس نے عرض کیا اگر میں ایسا نہ کرسکوں تو کیا کروں آپ نے فرمایا' تو قوم کا امام بن جاؤ لوگ تمھاری اقتدا میں نماز پڑھیں' اس نے عرض کیا کہ اگر میں یہ بھی نہ کرسکوں تو! آپ نے فرمایا پہلی صف میں شریک ہوکر نماز پڑھو۔

حضرت ابوامامہ باہلی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم نے فرمایا، موذن کی آواز جہاں تک جاتی ہے اسی کے لائق اس کو بخش دیا جاتا ہے۔ موذن کو بھی اتنا ہی ثواب ملتا ہے جتنا اس کے ساتھ نماز پڑھنے والوں کو ملتا ہے لیکن نماز پڑھنے والوں کے ثواب میں کمی کرکے یہ ثواب موذن کو نہیں دیا جاتا۔ حضرت سعدؓ بن ابی وقاصؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا" مریض اللہ کا مہمان ہے جب تک کہ وہ بیمار رہتا ہے اس کو روزانہ ستر شہیدوں کے درجات کے برابر اس کے درجات بلند کئے جاتے ہیں جب اچھا ہو جاتا ہے تو گناہوں سے ایسا پاک و صاف ہوجاتا ہے جیسا کہ وہ پیدائش کے دن تھا اور اگر اس کے لئے موت مقدر ہوچکی ہے تو اُسے بغیر حساب کے جنت میں داخل کردیتا ہے۔

بعض حضرات کا کہنا ہے کہ موذن اللہ کا دربان ہے' ہر اذان کے عوض اس کو ایکہزار نبیوں کا ثواب پاجائے گا اور امام اللہ تعالیٰ کا وزیر ہے ہر نماز کے عوض اُسے یکہزار صدیقوں کا ثواب پاجائے گا اور عالم اللہ کا وکیل ہے ہر حدیث کے بدلے اس کو قیامت کے دن نور عطا کیا جائے گا اور اس کے لئے ایک ہزار سال کی عبادت لکھی جائے گی اور علم دین حاصل کرنے والے طلباء خواہ

وہ مرد ہوں یا عورت وہ اللہ کے خدمت گذار ہیں ان کی جزا جنت ہے (اس کے سوا کچھ نہیں)۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن تمام لوگوں سے زیادہ لمبی (اونچی) گردن موذن کی ہوگی۔ یہ بھی فرمایا کہ جس نے سات سال تک اذان دی اللہ تعالیٰ اسے دوزخ سے نجات عطا فرمائے گا بشرطیکہ وہ اذان حسن نیت کے ساتھ دے نیز فرمایا کہ اللہ تعالیٰ موذن کو اس کی بلند آوازی (صوتی) کے اعتبار سے بخشے گا (جتنی بلند آواز ہوگی اتنا ہی اس پر لطف وکرم مبذول ہوگا) اس کی تصدیق ہر وہ خشک وتر چیز کرے گی جس نے وہ آواز (اذان) سنی ہوگی۔
چوتھی دعوت ابراہیم علیہ السلام کی ہے، حق تعالیٰ نے فرمایا اَذِّن فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ (لوگوں کو حج کی دعوت دو) اس کی تشریح اوّلاً کی جاچکی ہے۔

یوم عرفہ کے فضائل

تکمیل نعمت کا دن

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ۝ (آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کردیا اور تم پر اپنی نعمت تمام کردی اور میں نے تمہارے لئے دین اسلام پسند کیا)۔ یہ آیت کریمہ عرفات میں نازل ہوئی ہے اس آیت کے علاوہ اس سورہ کی کوئی اور آیت مکی نہیں وہ تمام آیتیں مدینہ میں نازل ہوئیں، یہ سورہ، سورۂ مائدہ ہے، اس آیت میں دین سے مراد حلال وحرام کے دینی قوانین ہیں اور نعمت سے مراد ہے وہ احسان کہ آئندہ سے عرفات (کے میدان میں مسلمانوں کے ساتھ کافر اور مشرک جمع نہیں ہوں گے۔ رَضِیْتُ کے معنی ہیں میں نے پسند کیا میں نے انتخاب کیا! یہ آیت عرفہ کے دِن حجۃ الوداع میں عرفات کے مقام پر اتری، اس آیت کے نزول کے بعد چند ہی دن مزید سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم رونق افروز عالم رہے اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی رحمت ورضوان کی طرف طلب کرلیا۔ یہ تشریح وتفسیر حضرت عبداللہ ابن عباس اور دوسرے مفسرین نے کی ہے۔

محمد بن کعب قرظی، کہتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن یہ آیت نازل ہوئی۔ حضرت امام جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ الیوم کا اشارہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور رسالت کی طرف ہے۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ "الیوم" سے یوم ازل کی طرف اشارہ ہے، اور "اتمام" سے وقت کی طرف اور رضا سے ابد کی طرف اشارہ ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ دین کا کمال دو چیزوں میں ہے ایک معرفت الٰہی دوم سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع وپیروی ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ دین کا کمال امن وفراغت میں ہے اس لئے کہ جب تم اس سے بے خوف ہوگئے جس کا ضامن اللہ تعالیٰ ہے تب تم اس کی عبادت کیلئے فارغ ہوگئے۔ بعض حضرات نے کہا کہ دین کا کمال گردش، قوت اور مخلوق کی طرف سے بیزاری ہے، ان تمام چیزوں سے کنارہ کش ہوکر اس کی طرف رجوع ہوجائے توکل کا مالک ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ تکمیل دین یہ ہے کہ حج کے لئے عرفہ کا دن مقرر کردیا کیونکہ اسلام سے پہلے لوگ ہر سال ہر نئے مہینے میں حج کرتے تھے جب اللہ تعالیٰ نے حج کا دن مقرر کردیا اور اس کو فرض کردیا تو اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ

کی آیت نازل فرمائی۔

دِین کا لفظ قرآن پاک میں کئی معنوں میں استعمال ہوا ہے، دنیا اور طریقے کے معنی میں جیسے مَا کَانَ لِیَاخُذَ اَخَاہُ فِی دِیْنِ الْمَلِکِ، یعنی یوسف اپنے بھائی کو بادشاہ کے دین یعنی ملکی رسم و رواج کے مطابق نہیں رکھ سکتے تھے (روک سکتے تھے)۔ ۲۔ دین بمعنی حساب۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ذٰلِکَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ یہ سیدھا اور درست حساب ہے۔ ۳۔ دین بمعنی عوض اور بدلہ۔ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ یَوْمَئِذٍ یُّوَفِّیْھِمُ اللّٰہُ دِیْنَھُمُ الْحَقَّ یعنی اللہ اس روز ان کو (ان کے اعمال کے عوض) ٹھیک ٹھیک بدلہ دے گا۔ ۴۔ دین کے ایک معنی حکم کے ہیں وَلَا تَاْخُذْکُمْ بِھِمَا رَاْفَۃٌ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ۔ حکم خدا کے نفاذ میں تم کو ان دونوں (زانی اور زانیہ) پر ترس نہ آئے۔ ۵۔ دین بمعنی عید (تہوار) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَذَرِ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا دِیْنَھُمْ لَعِبًا وَّلَھْوًا یعنی ان لوگوں کو چھوڑ دو جنھوں نے دین (یعنی عید) کو محض کھیل کود بنا رکھا ہے۔ ۶۔ دین کے معنی نماز و زکوٰۃ کے بھی ہیں۔ ذٰلِکَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ یہ دین یعنی نماز و زکوٰۃ درست اور سچا ہے۔ ۷۔ دین بمعنی قیامت، ارشاد الٰہی ہے: مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کا مالک ہے۔ ۸۔ دین کے معنی شریعت کے بھی ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ یعنی آج تمھارے دینی قوانین (شریعت) کو میں نے مکمل کر دیا۔

آیت اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ
کی مزید تشریح و تفسیر

اللہ تعالیٰ نے تمام آسمانی کتابوں کو (بجز قرآن مجید کے) ایکدم اور یکبارگی نازل فرمایا اور قرآن مجید کو تھوڑا تھوڑا کرکے نازل فرمایا۔ نزول کا کونسا طریقہ بہتر ہے اس مسئلہ پر علمائے نے مختلف خیالات پیش کئے ہیں۔ چنانچہ بعض نے کہا کہ نزول قرآن کا طریقہ بہتر ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب توریت کو یکبارگی اتارا اور بنی اسرائیل نے اس کو قبول کیا تو اس پر وہ بہت کم مدت تک عامل رہے اُن پر توریت کے اوامر و نواہی بہت ہی گراں گزرے چنانچہ وہ کہنے لگے سَمِعْنَا وَعَصَیْنَا ہم نے سن تو لیا مگر ہم اس کے خلاف، لیکن قرآن حکیم بتدریج نازل ہوا اور اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو سب سے پہلا حکم لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہنے کا دیا! اللہ تعالیٰ نے ضمانت دی کہ جس نے یہ کلمہ پڑھا وہ جنتی ہو گیا لوگوں نے اس کو سُنا اور تسلیم کر لیا اس کے بعد حکم دیا گیا کہ دو دو رکعت کی دو نمازیں ادا کریں ایک قبل طلوع آفتاب (نماز فجر) اور ایک غروب آفتاب کے بعد، پھر پانچ وقت کی نمازوں کا حکم دیا گیا پھر ہجرت کے بعد جماعت کے ساتھ نماز جمعہ کا حکم دیا گیا اس کے بعد زکوٰۃ کا حکم ہوا، پھر عاشورہ کے روزے کا، پھر ہر ماہ تین دن کے روزوں کا حکم ہوا، پھر جہاد کا اور آخر میں حج کا: اس کے بعد جب اوامر و نواہی تمام ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے جمعہ کے روز عرفہ کے دن حجۃ الوداع کے موقع پر آیت اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ الخ۔ نازل فرمائی، اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔

طارق بن شہابؒ زہری سے مروی ہے کہ ایک یہودی نے حضرت عمر خطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ لوگ ایک ایسی آیت پڑھتے ہیں کہ اگر وہ ہم پر نازل ہوئی ہوتی اور اس کا روز نزول ہم کو معلوم ہوتا تو ہم لوگ اس روز عید مناتے حضرت عمر رضی نے فرمایا وہ کون سی آیت ہے، یہودی نے کہا الیوم اکملت لکم۔ الخ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، مجھے معلوم ہے کہ یہ آیت کس روز اور کہاں نازل ہوئی! یہ آیت عرفہ کے روز، جمعہ کے دن نازل ہوئی، ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عرفات کے میدان میں ٹھہرے ہوئے تھے اور اللہ کا شکر ہے کہ یہ دونوں دن ہمارے لئے عید کے دن ہیں۔ (جمعہ اور روز حج)۔ اور جب تک ایک مسلمان بھی دنیا میں باقی رہے گا یہ دن مسلمانوں کے لئے عید کا دن ہی رہے گا۔

ایک یہودی نے حضرت ابن عباسؓ سے عرض کیا کہ اگر یہ دن ہم میں ہوتا تو ہم اس روز عید مناتے۔ حضرت عباسؓ نے فرمایا کہ یوم عرفہ سے بڑھ کر عید کا اور کونسا دن ہوگا۔

عرفات اور عرفہ
کے معانی

موقف کو عرفات اور موقف کے دن کو عرفہ کیوں کہا جاتا ہے، اس میں علماء کا اختلاف ہے، اس کی توجیہہ مختلف ذیل ہے۔ ضحاکؒ نے کہا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو ہندوستان میں اور حضرت حوا کو جدہ میں اتارا گیا۔ حضرت آدمؑ حوا کو اور حوا آدم علیہ السلام کو ڈھونڈتے رہے، آخر کار ایک مدت بعد دونوں عرفات کے میدان میں عرفہ کے دن مل گئے، ایک دوسرے کو پہچان لیا، اس لئے اس دن کا نام عرفہ اور مقام کا نام عرفات رکھا گیا۔

سدیؒ کا قول ہے کہ عرفات کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ حضرت ہاجرہ حضرت اسمٰعیل کو لیکر حضرت سارہؑ کے پاس سے چلی آئیں اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام موجود نہ تھے جب وہ آئے تو اسمٰعیل کو موجود نہ پایا، حضرت سارہ نے واقعہ بیان کیا کہ ہاجرہ اسمٰعیل کو لیکر چلی گئیں، حضرت ابراہیم حضرت اسمٰعیل کی تلاش میں روانہ ہو گئے۔ آخر عرفات میں دونوں مل گئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسمٰعیلؑ کو پہچان لیا اسی لئے اس مقام کا نام عرفات ہوگیا۔

ایک روایت میں آیا ہے (جو مرفوع ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام فلسطین سے روانہ ہوئے تو حضرت سارہ نے آپ کو قسم دی کہ آپ میرے پاس واپس آنے تک سواری سے نہ اتریں، (یعنی حضرت ہاجرہ سے قربت نہ کریں) حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسمٰعیل کو دیکھ کر لوٹ آئے پھر ایک سال تک سارہ نے حضرت ابراہیمؑ کو حضرت اسمٰعیلؑ کے پاس نہیں جانے دیا۔ (ایک سال تک روکے رکھا)۔ ایک سال بعد سارہ نے اجازت دے دی آپ روانہ ہوگئے اور مکہ کے کوہستان تک پہنچ گئے لیکن باوجود رات بھر چلنے اور دوڑتے پھرتے رہنے کے آپ کو منزل نہیں ملی، تنہائی رات گزرنے پر اللہ تعالیٰ کے حکم سے میدان عرفات میں ٹھہرے رہے، صبح ہوئی تو بستیاں اور وہاں کے راستے پہچان لئے اسی شناخت اور پہچان کی وجہ سے اس کو یوم عرفہ قرار دیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کیا کہ الٰہی اس جگہ کو اپنا گھر بنا لے جو

مجھے تمام بستیوں سے زیادہ پسندیدہ ہو اور جس کی طرف دور دراز راستوں سے اہل ایمان کے دل مائل ہوں اور وہ آئیں۔

عطاؒ نے عرفات کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ارکان حج بتاتے جاتے تھے اور کہتے تھے عَرَفْتَ آپ پہچان گئے، پھر بتاتے اور پھر کہتے عَرَفْتَ' اسی لئے اس جگہ کا نام عرفات ہوگیا۔ سعیدؒ بن مسیبؒ سے مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جبرئیل علیہ السلام کو حضرت آدم علیہ السلام کے پاس بھیجا حضرت جبرئیل نے آپ کو حج کرایا جب عرفات کے میدان میں پہنچے تو حضرت جبرئیلؑ نے کہا آپ نے اسے پہچانا! اس لئے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک مرتبہ پہلے یہاں آچکے تھے اس وجہ سے اس کا نام عرفات رکھا گیا۔

ابو الطفیلؒ کی روایت ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے عرفہ کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی ہے کہ حضرت جبرئیلؑ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مکہ کے مقامات اور حج کی جگہیں دکھادیں اور بتادیا کہ اے ابراہیمؑ یہ جگہ ایسی ہے اور یہ جگہ ایسی ہے' حضرت ابراہیم علیہ السلام جواب میں کہتے تھے' میں نے پہچان لیا، میں نے پہچان لیا (عرفت)۔ اسباطؒ نے سدی کا قول نقل کرتے ہوئے کہا ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے لوگوں کو حج کی دعوت دی تو تمام لوگوں نے لبیک کہا اور آنے والے حج کے لئے آگئے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک مقام کی حالت بیان کرتے ہوئے فرمایا! کہ اس جگہ پر نکل کر جاؤ حضرت ابراہیم علیہ السلام نکل کر چلے۔ درخت کے پاس پہنچے تو تیسرے جمرہ یعنی جمرۂ عقبہ پر شیطان سامنے آیا، حضرت ابراہیمؑ نے اس کے سات سنگریزے مارے ہر کنکری کے مارتے وقت آپ اللہ اکبر کہتے، شیطان دوسرے جمرے پر جاکر حضرت ابراہیمؑ نے وہاں بھی اس پر سنگریزے مارے، و تکبیر پڑھی شیطان وہاں سے ہٹ کر پہلے جمرہ پر جا گرا۔ حضرت نے وہاں بھی اس کے سنگریزے مارے اور تکبیر پڑھی، جب شیطان نے اپنے اندر مقابلہ کی طاقت نہیں پائی تو وہاں سے بھاگ گیا، حضرت ابراہیمؑ وہاں سے آگے بڑھ کر ذو المجاز میں پہنچے، آپ نے اس مقام کو نہیں پہچانا اور آگے بڑھ گئے اور عرفات میں جاکر ٹھہرے، آپ نے عرفات کو پہچان لیا اور فرمایا "میں نے پہچان لیا" اسی لئے اس مقام کا نام "عرفات" رکھ دیا گیا اور اس دن کا نام عرفہ رکھا گیا جب شام ہوئی تو آپ مقام جمع پر پہنچ گئے اس مقام کو جمع اس لئے کہتے ہیں کہ یہاں مغرب اور عشاء کی نمازیں جمع کی جاتی ہیں (ایک ساتھ پڑھی جاتی ہیں)۔ اس مقام کو مزدلفہ کہتے ہیں (مزدلفہ کے معنی قریب جگہ کے ہیں)۔ اس مقام کو مشعر حرام کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دوسرے مقامات کی طرح اس مقام کے بارے میں بھی لوگوں کو بتا دیا کہ یہ بھی حرم جیسا ہے تاکہ کوئی شخص یہاں ایسا کام نہ کرے جس کی حج میں ممانعت ہے۔

ابو صالحؒ کی روایت ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ ترویہ اور عرفہ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ذی الحجہ کی آٹھویں تاریخ کی رات کو خواب میں دیکھا کہ انھیں بیٹا ذبح کرنے کا حکم دیا جارہا ہے۔ صبح ہوئی تو سوچ میں پڑگئے دن بھر اسی طرح فکر میں گزر گیا کہ یہ اللہ کا حکم ہے یا شیطان کی طرف سے خواب ہے اسی سوچ کی وجہ سے اس دن کا نام ترویہ (سوچ کا دن) پڑگیا۔ عرفہ کی رات کو پھر وہی خواب دوبارہ دیکھا صبح ہوئی تو ان کو یقین ہوگیا اور یہ پہچان گئے کہ یہ حکم اللہ کی طرف سے ہے اس وجہ سے اس دن کا نام "عرفہ" پڑگیا۔ بعض علماءؒ نے عرفہ کی وجہ تسمیہ بیان کی ہے کہ اس دن موقف میں لوگ جمع ہوکر اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے ہیں اور اس کی اصل یہ ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کو حج کرنے کا حکم دیا گیا تو وہ عرفہ کے دن "عرفات" میں ٹھہرے اور اعتراف کیا "رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا" الخ۔ اور بعض نے کہا ہے کہ "عرفات"

عرف (یعنی پاک اوصاف) سے ماخوذ ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَعَرَّفَهَا لَهُمْ (ان کے لئے اس کو پاکیزہ بنادیا") یہ مِنا کی ضد ہے کیونکہ مِنا وہ مقام ہے جہاں خون بہایا جاتا ہے، وہاں گوبر بھی ہوتا ہے اور خون بھی اس لئے یہ مقام پاک نہیں رہتا۔ عرفات میں یہ پلیدیاں نہیں ہوتی ہیں اس لئے اس کو عرفات کہا گیا۔ یوم وقوف یوم عرفہ ہوتا ہے اس کی وجہ تسمیہ بقول بعض یہ ہے کہ عرفہ میں لوگ ایک دوسرے کو پہچان لیتے ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان دونوں لفظوں کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ عرف کے معنی ہیں صبر، خشوع اور خضوع (گڑگڑانا۔ گریہ وزاری اور عاجزی کرنا) چنانچہ رَجُلٌ عَارِفٌ وہ شخص ہے جو صبر کرنے والا اور عاجزی کرنے والا ہو۔ ایک ضرب المثل ہے اَلنَّفْسُ عُرُوْفٌ وَمَا حَمَّلْتَهَا تَحَمَّلُ۔ نفس بڑا صابر ہے اس پر جو کچھ بوجھ رکھ دو وہ اٹھا لیتا ہے۔

شاعر ذوالرمہ کا قول ہے عُرُوْفٌ لِمَا حَطَّتْ مَقَادِيْرُهُ حکمِ خداوندی اس پر جو کچھ لاد ڈالتا ہے وہ اس پر صبر کرتا ہے، چونکہ حاجی بھی اس جگہ پر بہت کچھ گریہ و زاری کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں طرح طرح کی تکالیف اور شدائد اس عبادت کی تکمیل کے لئے برداشت کرتے ہیں اس لئے اس دن کو عرفہ اور مقام کو عرفات کہتے ہیں۔

عرفہ کے روز و شب

روز عرفہ اور شب عرفہ کی فضیلت

شیخ ہبۃ اللہ بن مبارکؒ نے بالاسناد حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا" یوم عرفہ سے افضل کوئی دن نہیں ہے، اللہ تعالیٰ اس دن زمین والوں کے ذریعہ آسمان والوں پر فخر کرتا ہے اور فرماتا ہے: میرے ان بندوں کو دیکھو بکھرے اور گرد آلود بال ہیں میرے پاس دور دراز راستوں سے میری رحمت کی امید اور میرے عذاب کا خوف لے کر آئے ہیں"۔ لہٰذا یوم عرفہ سے زیادہ دوزخ سے رہائی کا دن کوئی دوسرا نہیں ہے اس دن جتنے مجرم دوزخ سے رہائی پاتے ہیں کسی اور دن نہیں پاتے)۔

شیخ ہبۃ اللہؒ نے بالاسناد حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے فرمایا" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفہ کے دن خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے فرمایا۔

اے لوگو! گھوڑوں اور اونٹوں کو ایذا پہنچانے اور لاغر کرنے میں نیکی نہیں ہے۔

عمدہ اور اچھی رفتار سے چلو اور کمزوروں پر رحم کھاؤ، کسی مسلمان کو ایذا نہ پہنچاؤ"

حضرت نافعؒ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا" اللہ تعالیٰ عرفہ کے دن اپنے بندوں پر نظر فرماتا ہے تو جس کے دل میں ذرا سا بھی ایمان ہوتا ہے وہ ضرور بخشدیا جاتا ہے۔ میں نے حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا کہ یہ مغفرت تمام لوگوں کے لئے ہے یا اہل عرفات کے ساتھ مخصوص ہے؟ انھوں نے فرمایا" یہ مغفرت تمام لوگوں کے لئے ہے"

شیخ ہبۃ اللہؒ نے بالاسناد حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت کی کہ انھوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد

فرمایا کہ عرفہ کا دن ہوتا ہے، تو اللہ تعالیٰ نیچے کے آسمان پر اترتا ہے اور حاجیوں کی وجہ سے ملائکہ پر فخر کرتا ہے۔ اور فرماتا ہے" اے میرے ملائکہ! میرے ان بندوں کو دیکھو کس طرح پریشان بال گرد آلود، دُور دراز راستوں سے آئے ہیں، یہ میری راحت کے امیدوار ہیں اور میرے عذاب سے ترساں ہیں اور جس شخص کی ملاقات کے لئے کوئی آتا ہے تو اس پر حق ہے کہ آنے والے کی عزت کرے، میزبان پر مہمان کی عزت کرنا لازم ہے پس تم گواہ رہو کہ میں نے ان کی مغفرت کردی! ان کی مہمانی کا طعام جنت کو قرار دیا۔ ملائکہ عرض کرتے ہیں کہ پروردگار عالم ان میں تو مغرور و متکبر عورتیں بھی شامل ہیں! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں نے اُن کو بھی بخش دیا۔ روز عرفہ سے زیادہ اور کوئی دن دوزخ سے آزادی کا نہیں ہے۔

شیخ ہبۃ اللہؒ نے بالاسناد حضرت طلحہؓ بن عبداللہ کا قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ عرفہ کے دن سے زیادہ کسی دن بھی شیطان کو خوار و ذلیل، شرمندہ اور غضبناک نہیں دیکھا گیا کیونکہ اس دن اس کو اللہ کی رحمت کا نزول اور بندوں کے گناہوں کی مغفرت نظر آتی ہے، ہاں بدر کا دن اس سے مستثنیٰ ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ بدر کے دن ابلیس نے کیا دیکھا تھا۔ حضرتؐ نے فرمایا، جبرئیل کو ملائکہ کو بلاتے دیکھا تھا۔

عکرمہؒ کا قول ہے کہ حضرت ابن عباسؓ فرماتے تھے کہ یوم عرفہ حج اکبر کا دن ہے وہی دن یوم مباہات ہے کہ اللہ تعالیٰ سب سے نچلے آسمان پر نزول فرماتا ہے اور فرشتوں سے فرماتا ہے" میری زمین پر بندوں کو دیکھو کہ انھوں نے میری وحدانیت و ربوبیت کی، تصدیق کی ہے" تو یوم عرفہ سے بڑھ کر کوئی اور دن ایسا نہیں کہ بیشمار لوگ جہنم سے آزاد کئے جاتے ہوں۔

حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا الیوم الموعود روز قیامت ہے اور.... الشاھد روزِ جمعہ ہے اور اَلمَشھُود روز عرفہ ہے۔

عطاؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ عرفہ کے دن عام لوگوں کے باعث مباہات فرماتا ہے اور حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ کے باعث خاص طور پر (حضرت عمرؓ کی ذات گرامی سے خاص طور پر) حضرت ابن عمرؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا سب سے بڑا مجرم وہ ہے جو یہ جانتے ہوئے عرفات سے لوٹتا ہے کہ اللہ نے اس کی مغفرت نہیں کی۔ حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ عرفہ کی شام کو مزدلفہ میں جمع ہونے والے تمام لوگوں کو بخش دیتا ہے سوائے اُن کے جو کبیرہ گناہ کرنے والے ہیں، جب مزدلفہ کی صبح ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ تمام اہل کبائر (کبیرہ گناہ کرنے والوں) کو اور آزار دینے والے لوگوں کو بھی بخش دیتا ہے۔

شیخ ہبۃ اللہ بن مبارکؒ نے بالاسناد حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ساتھ عرفہ کی شام کو موقف میں ٹھہرے جب وہاں سے روانگی کا قصد فرمایا تو آپ کھڑے ہوگئے سب لوگوں کو خاموش رہنے کا حکم دیا اور فرمایا، اے لوگو! بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے تم پر احسان فرمایا ہے کہ تمھاری آج کے دن تک عمریں دراز کیں اور تمھاری نیکیوں کے طفیل تمھارے بدکاروں نے بھی جو کچھ مانگا بخش دیا۔ اور باہمی ایذا رسانی کے تمام گناہ بھی بخشدیئے! چلو اللہ کا نام لے کر! جب ہم لوگ مزدلفہ پہنچے تو لوگوں کو حضور نے خاموش کرایا۔ جب لوگ خاموش ہوگئے تو فرمایا: لوگو! آج اس دن اللہ نے تم پر بڑا احسان فرمایا، تمھارے بدکاروں کو نیکوں کی وجہ سے بخش دیا اور نیکوں نے جو کچھ مانگا وہ عطا فرما دیا اور

تمہارے گناہوں کو معاف کر دیا اور تمہارے وہ گناہ بھی معاف کر دیئے جو ایذا رسانی کے باعث تم پر ہوئے تھے اور ایذا رسانوں کے ثواب کا بھی ذمہ دار ہو گیا: چلو اللہ کا نام لے کر چلو! آپ کے اس ارشاد کے بعد ایک اعرابی آپ کی اونٹنی کی مہار پکڑ کر کھڑا ہو گیا اور اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے! دنیا میں ایسا کوئی کام نہیں جو میں نے نہیں کیا، میں نے جھوٹے حلف بھی اٹھائے ہیں تو کیا میں بھی ان لوگوں میں شامل ہوں جن کی آپ نے صفت بیان کی ہے؟ حضور والا نے ارشاد فرمایا اے اعرابی! اب تو از سر نو نیک عمل کرنا شروع کر دے: تیرے پہلے تمام گناہ بخش دیئے گئے!! مہار چھوڑ دے!!!

شیخ ہبۃ اللہؒ بن مبارکؒ نے بالاسناد حضرت عباسؓ بن مرداسؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفہ کی رات اپنی اُمت کے لئے مغفرت، بخشش اور رحمت کی دعا فرمائی اس کے بعد آپ نے فرمایا بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے میری اُمت کو بخش دیا سوائے ان کے جو ایک دوسرے پر ظلم کریں، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے وہ گناہ بخش دیئے جو بندے اور اللہ کے درمیان تھے، پھر آپ نے فرمایا! الٰہی!! یقیناً تو قادر ہے کہ اس مظلوم کو اس پر کئے گئے ظلم کا بہتر ثواب عطا فرمائے اور اس ظالم کو بخش دے! حضورؐ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے اس رات جواب عطا نہیں فرمایا پھر جب مزدلفہ کی رات آئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم، نے پھر بارگاہ الٰہی میں عرض کیا اور اللہ تعالیٰ نے اسی وقت آپ کو جواب عطا فرمایا کہ "میں نے ان کو بھی بخش دیا" راوی کا بیان ہے کہ اس وقت حضورؐ نے تبسم فرمایا، ایک صحابیؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ حضور ایسے وقت مسکرائے کہ اس سے پہلے ایسے وقت کبھی تبسم نہیں فرماتے تھے (یعنی دعا کے وقت)، آپ نے فرمایا میں دشمن خدا ابلیس کی حالت پر مسکرایا جب اس کو معلوم ہوا کہ میری مراد کے مطابق اُمت کے لئے اللہ تعالیٰ نے میری دُعا قبول فرمائی ہے تو وہ اپنی بربادی اور تباہی کو پکارنے لگا اور سر پر خاک ڈالنے لگا۔

حضرت سعید بن جبیرؓ سے مروی ہے کہ عرفہ کے دن رسول اللہ عرفات کے اس مقام پر تشریف فرما تھے جہاں بندے اللہ کے حضور میں ہاتھ پھیلاتے ہیں اور چلا چلا کر دعا مانگتے ہیں، کہ جبرئیل نازل ہوئے اور کہا اے محمدؐ (رسول اللہ) خدائے بزرگ و برتر آپ کو سلام کہہ رہا ہے اور فرماتا ہے کہ یہ لوگ میرے گھر کے حاجی اور میری زیارت کے لئے آنے والے ہیں۔ یہ جس کی ملاقات کو آئے ہیں اس پر لازم ہے کہ آنے والے کی توقیر کرے میں آپ کو اور اپنے ملائکہ کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے ان سب کو بخش دیا اور جمعہ کے دن زیارت کرنے والوں کے ساتھ ایسا ہی کرتا رہوں گا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ عرفہ کے دن جب شام ہوئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرفات میں ٹھہرے ہوئے تھے آپ نے لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر تین بار فرمایا۔ اللہ کے ان مہمانوں کو مرحبا: یہ جو سوال کرتے ہیں ان کا سوال پورا کیا جاتا ہے، دنیا میں ان کے رزق میں برکت پیدا کرتا ہے اور آخرت میں ہر درہم کے عوض اللہ تعالیٰ ہزار درہم ان کو عطا فرمائے گا۔ کیا میں تم کو بشارت دوں: صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ کیوں نہیں، ضرور دیجئے آپ نے فرمایا جب یہ رات آتی ہے تو اللہ تعالیٰ آسمانِ دنیا کی طرف نزول فرماتا ہے پھر اپنے فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ وہ زمین پر اتر جائیں چنانچہ فرشتے اتنے کثیر تعداد میں اترتے ہیں کہ اگر سوئی گرے تو فرشتے پر گرے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے ملائکہ! میرے بندوں کو دیکھو کہ میرے پاس

اطراف واکناف سے پریشان اور غبار آلود بالوں کے ساتھ آئے ہیں کیا تم سُن رہے ہو وہ مجھ سے کیا مانگ رہے ہیں؛ فرشتے عرض کرتے ہیں اے ہمارے رب! وہ تجھ سے مغفرت طلب کر رہے ہیں حق تعالیٰ فرماتا ہے میں تم کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اُن کو بخش دیا: اللہ تعالیٰ تین بار یہ فرماتا ہے، لہٰذا اب اپنی قیام گاہ سے چلو تمہاری مغفرت کردی گئی۔

عرفہ کے دِن

نماز، روزہ اور دعا کی فضیلت

عرفہ کے دن کی دُعائیں

عرفہ کا روزہ شیخ ہبتہ اللہ بن مبارکؒ نے بالاسناد بیان کیا کہ حضرت زیدؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" جو شخص عرفہ کے دن کا روزہ رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے ایک سال پہلے اور ایک سال بعد کے گناہ معاف کر دیتا ہے۔ شیخ ہبتہ اللہؒ نے حضرت ابو قتادہؓ کا قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا" عرفہ کا روزہ دو سال کے گناہوں کا کفارہ ہے، ایک گزشتہ سال کے اور ایک آئندہ سال کے۔

عرفہ کے دِن کی نمازیں عرفہ کے دِن کی نماز کے بارے میں شیخ ہبتہ اللہؒ نے اسناد کے ساتھ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا جو شخص عرفہ کے دن ظہر و عصر کے درمیان چار رکعتیں اس ترکیب سے پڑھتا ہے کہ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ ایکبار اور سورہ اخلاص ۵ بار تو اس کے لئے ہزاروں نیکیاں لکھی جاتی ہیں، قرآن کے ہر لفظ کے عوض جنت میں اس کا مرتبہ اتنا اونچا کیا جائے گا جس کی مسافت پانچ برس کی مسافت کے برابر ہوگی۔ قرآن کے ہر حرف کے عوض اللہ تعالیٰ ستر حوریں اس کو مرحمت فرمائے گا ہر حور کے ساتھ ستر خوان موتی اور یاقوت کے ہوں گے ہر خوان پر ہزار رنگ کے کھانے ہونگے جو ستر ہزار سبز رنگ کے گوشت کے ہوں گے۔ کھانے برف کی طرح سرد اور شہد کی طرح شیریں اور مشک کی طرح خوشبودار ہوں گے اس کھانے کو نہ آگ نے چھوا ہوگا اور نہ لوہے سے (گوشت کو) کاٹا گیا ہوگا ہر لقمہ پہلے لقمہ سے بہتر ہوگا، اس کے پاس ایک ایسا پرندہ آئے گا جس کی چونچ سونے کی، بازو سُرخ یاقوت کے ہوں گے، اس پرندے کے ستر ہزار پَر ہوں گے۔ پرندہ ایسی زمزمہ سنجیاں کرے گا کہ کسی نے ایسی نہیں سنی ہوں گی۔ یہ پرندہ کہے گا: اے اہلِ عرفہ! مرحبا! حضورؐ نے فرمایا! پھر وہ پرندہ اس شخص کے پیالہ میں گر جائے گا اس کے ہر پَر کے نیچے سے ستر قسم کے کھانے نکلیں گے جنتی ان کو کھائے گا پھر وہ پرندہ اڑ جائے گا۔ اس نماز پڑھنے والے کو اپنی مُردوں جب قبر میں رکھا جائے گا تو قرآن کے ہر حرف کے باعث اس کی قبر جگمگا اُٹھے گی۔ یہاں تک کہ وہ بیت اللہ کا طواف کرنے والوں کو دیکھے گا، اس کے لئے جنت کا ایک دروازہ کھول دیا جائے گا اس دروازے سے اس کو وہ ثواب اور مرتبہ دکھائی دے گا جو اس کے لئے مخصوص ہوگا اس کو دیکھ کر وہ کہے گا الٰہی! قیامت برپا کر دے۔

شیخ ہبتہ اللہؒ نے بالاسناد حضرت حسنؓ سے اور انھوں نے حضرت علی اور عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص عرفہ کے دن دو رکعتیں پڑھے اور ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ تین بار ... سورۂ فاتحہ کو بسم اللہ الرحمن الرحیم سے شروع کرے) پھر سورۂ کافرون تین بار اور سورۂ اخلاص ایک بار، ہر بار سورۃ کو بسم اللہ الرحمن الرحیم سے شروع کرے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم گواہ رہو میں نے اس کے گناہ بخش دیئے۔

یومِ عرفات کی دعائیں

شیخ ہبۃ اللہؒ نے اپنی اسناد کے ساتھ عمر لیثیؒ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا ہم کو اطلاع ملی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس حضرت جبرئیل کے توسط سے پانچ دعائیں بطور ہدیہ بھیجیں، جبرئیل نے کہا کہ آپ یہ پانچ دعائیں پڑھا کریں۔ اللہ کو ذی الحج کے عشرہ کی عبادت سے زیادہ کسی دن کی عبادت محبوب اور پسندیدہ نہیں ہے۔

پہلی دعا پہلی دعا یہ ہے: لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ بِیَدِہِ الْخَیْرُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ہ

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اسی کی بادشاہت ہے اور اسی کو حمد ہے وہی زندہ کرتا ہے وہی مارتا ہے اسی کے قبضہ میں خیر ہے اور وہ ہر شے پر قادر ہے۔

دوسری دعا دوسری دعا یہ ہے: اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ اِلٰھًا وَّاحِدًا صَمَدًا لَّمْ یَتَّخِذْ صَاحِبَۃً وَّلَا وَلَدًا ہ

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں وہ معبود ہے، ایک ہے، بے نیاز ہے نہ اس کے بیوی ہے نہ بچے۔

تیسری دعا تیسری دعا یہ ہے: اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَھُوَ حَیٌّ لَّا یَمُوْتُ بِیَدِہِ الْخَیْرُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ہ

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اسی کی بادشاہت ہے اسی کے لئے حمد ہے وہی زندہ کرتا ہے وہی مارتا ہے، وہ زندہ ہے اس کے لئے موت نہیں ہے اسی کے قبضہ میں بھلائی ہے اور وہ ہر شے پر قادر ہے

چوتھی دعا چوتھی دعا یہ ہے: حَسْبِیَ اللّٰہُ وَکَفٰی سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ دَعَا لَیْسَ وَرَاءَ اللّٰہِ مُنْتَھٰی ہ

میرے لئے اللہ کافی ہے اور وہی کافی ہے، اللہ کو جس نے پکارا اس نے اس کی پکار سنی اللہ کے سوا؛

پانچویں دعا پانچویں دعا یہ ہے: اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ کَمَا تَقُوْلُ اَللّٰھُمَّ لَکَ صَلٰوتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ وَلَکَ یَا رَبِّ تُرَاثِیْ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ شَتَاتِ الْاَمْرِ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مِنْ خَیْرِ مَا تَجْرِیْ

الٰہی! تو ہی ساری تعریفوں کے لائق ہے جیسا کہ تو نے آپ ہی فرمائی ہے۔ ہماری ہر تعریف سے تو بالاتر اور بہتر ہے۔ الٰہی میری نماز میری عبادت، میری زندگی اور میری موت سب تیرے ہی لئے ہے میری میراث بھی خاص تیرے لئے ہے۔ اے مالک ہر صورت ... تیری بارگاہ میں عذاب قبر سے بچنے کی درخواست کرتا ہوں تیرے کاموں ... سے مجھے بچا جس چیز پر ہوا چلتی ہے میں اس کی بہتری کے لئے تیرے ...

بِهِ الرِّيْحُ ۝ میں دعا کرتا ہوں کہ اس سے مجھے امن و امان میں رکھ۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں نے حضرت عیسیٰ سے ان دعاؤں کا اثر دریافت کیا آپ نے فرمایا جو شخص پہلی دعا ایکسو مرتبہ پڑھے گا تو روئے زمین پر اس جیسا عبادت کرنے والا کوئی دوسرا نہیں ہوگا قیامت کے دن تمام نیکوکاروں سے زیادہ اس کی نیکیاں ہوں گی جس نے دوسری دعا کو سو مرتبہ پڑھا تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے ایک لاکھ نیکیاں لکھے گا اور اتنی ہی اس کی برائیاں مٹادے گا اور جنت میں اس کے دس ہزار درجے بلند کردے گا جس نے تیسری دعا کو سو مرتبہ پڑھا تو سب سے نچلے آسمان سے ستر ہزار فرشتے ہاتھ پھیلائے ہوئے اس کے پڑھنے والے پر رحمت طلب کرتے ہوئے اتریں گے جس نے چوتھی دعا کو سو مرتبہ پڑھا تو اس دعا کو فرشتے سجا کر رب العالمین کے حضور میں پیش کریں گے اور اللہ تعالیٰ اس پر نظر کرم فرمائے گا اور جس کی طرف اللہ تعالیٰ کی نظر کرم ہو وہ بدبخت کیسے ہو سکتا ہے۔ آپ کے حواریوں نے پانچویں دعا کے بارے میں دریافت کیا کہ اس میں کتنا ثواب ہے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ اس کی وضاحت کی انھیں اجازت نہیں دی گئی ہے۔

شیخ ہبۃ اللہ نے بالاسناد روایت کی ہے کہ حضرت امیرالمومنین علیؓ ابن ابی طالب نے فرمایا عرفہ کی شام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر دعا کرتے اور فرماتے تھے:

اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ كَمَا نَقُوْلُ وَخَيْرًا مِّمَّا نَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ لَكَ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ وَلَكَ اٰبَ تُرَاثِيْ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَفِتْنَةِ الصَّدْرِ وَشَتَاتِ الْاَمْرِ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ مِنْ خَيْرِ مَا تَجْرِيْ بِهِ الرِّيْحُ ۝

اے اللہ! تو نے آپ ہی جو کچھ تعریف کی ہے وہ تیرے ہی لئے ہے میرے کہنے سے (تعریف کرنے سے) تو خود بہتر کہتا ہے۔ الٰہی! میری نماز میری موت اور عبادت سب تیرے ہی لئے ہے، میری میراث بھی تیرے ہی لئے ہے! الٰہی میں تجھ سے امن و امان چاہتا ہوں! الٰہی مجھے قبر کے عذاب سے سینہ کے فتنے اور کام کی برہمی سے محفوظ رکھ۔ جس چیز کے ساتھ ہوا چلتی ہے میں تجھ سے اس سے بہتر چیز کی درخواست کرتا ہوں تو مجھے عطا فرمادے۔

شیخ ہبۃ اللہ بن مبارک نے بالاسناد امیرالمومنین حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے یہ بھی روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، عرفہ میں میری اور مجھ سے پہلے پیغمبروں کی دعا یہ ہے:۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ فِيْ قَلْبِيْ نُوْرًا وَفِيْ سَمْعِيْ نُوْرًا وَفِيْ بَصَرِيْ نُوْرًا اَللّٰهُمَّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ وَيَسِّرْ لِيْ اَمْرِيْ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ وَسَاوِسِ الصَّدْرِ وَفِتْنَةِ الْقَبْرِ وَشَتَاتِ الْاَمْرِ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَا يَلِجُ فِي اللَّيْلِ وَمِنْ شَرِّ مَا يَلِجُ فِي النَّهَارِ وَمِنْ شَرِّ مَا تَهُبُّ بِهِ الرِّيَاحُ وَمِنْ شَرِّ بَوَائِقِ الدَّهْرِ ۝

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اسی کا ملک ہے اور وہی تعریف اور حمد و ثنا کے لائق ہے وہ ہر چیز پر قادر ہے، الٰہی! تو میرے دل میں نور عطا فرما، میرے کانوں اور میری آنکھوں کو نور سے معمور کردے! اے اللہ میرا سینہ کھول دے میرے کام آسان کردے میرے سینے کو وسوسوں، قبر کے فتنوں اور کام کی پراگندگی سے امن میں رکھ۔ الٰہی مجھے رات اور دن کی ... شرارتوں (برائیوں) سے بچا۔ مجھے ہوا کی شرارتوں اور بدی سے امن و امان میں رکھ۔

ضحاکؒ کہتے ہیں کہ حجۃ الوداع میں جب لوگ عرفات میں جمع ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا یہ حج اکبر کا دن ہے جو شخص آج رات یا دن میں عرفات میں نہیں پہنچا اس کا حج نہیں ہوا، آج پروردگار سے دعا کرنے اور مانگنے کا دن ہے آج تہلیل و تکبیر اور تلبیہ کا دن ہے جو شخص آج اس جگہ پہنچے گا اور اپنے پروردگار سے مانگنے سے محروم رہا وہی محروم ہے۔ حقیقت میں تم ایسے سخی سے مانگتے ہو جو عطا میں بخل نہیں کرتا اور ایسے متحمل و بردبار سے مانگتے ہو جو جہل (غصہ) نہیں فرماتا، ایسے عالم سے مانگتے ہو جو بھولتا نہیں۔ جس نے اپنے گھر رہ کر عرفہ کے دن روزہ رکھا گویا اس نے ایک سال پہلے اور ایک سال بعد کے روزے رکھے۔

عرفہ کی شام کی وہ دعائیں

جو

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم خصوصیت کے ساتھ فرماتے

عرفہ کی وہ دعائیں جو آنحضرتؐ کے ساتھ مخصوص تھیں

شیخ ہبۃ اللہ نے بالاسناد حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد کیا کہ موقفِ عرفہ میں اس دعا سے افضل اور کوئی قول یا عمل نہیں ہے۔ اس دعا کو پڑھنے والے کی طرف اللہ عزوجل توجہ فرماتا ہے۔" حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرفات میں قبلہ رو ہو کر دعا مانگنے والے کی طرح دونوں ہاتھ پھیلا کر تین بار لبیک فرماتے پھر سو بار ارشاد فرماتے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ، لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ۔ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ بِیَدِہِ الْخَیْرُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝

پھر سو مرتبہ:۔ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ اَشْھَدُ اَنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ وَاَنَّ اللّٰہَ قَدْ اَحَاطَ بِکُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا ۝

اور قوت اللہ ہی کے لئے ہے، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ ہی ہر چیز پر قادر ہے سب کچھ اللہ ہی کے احاطۂ علم میں ہے (کوئی چیز اس کے علم سے باہر نہیں ہے)۔

فرماتے، اس کے بعد شیطان مردود سے پناہ مانگتے اور تین بار فرماتے اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۝ پھر تین بار سورۂ فاتحہ پڑھتے ہر بار سورۂ فاتحہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے شروع فرماتے اور آمین پر ختم کرتے پھر سو بار سورہ اخلاص پڑھتے پھر سو بار بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ پڑھتے اس کے بعد حضور جو چاہتے وہ دعا کرتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جو شخص اس طرح دعا کرتا ہے تو ملائکہ سے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندہ کو دیکھو اس نے میرے گھر کی طرف رخ کیا میری بزرگی بیان کی تسبیح و تہلیل میں مشغول ہوا اور جو سورۃ مجھے سب سے زیادہ محبوب تھی وہی پڑھی اور میرے رسول پر درود بھیجا میں تم کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اسکے عمل کو قبول کیا اسکے اجر کو واجب کر دیا اسکے گناہ بخش دیئے اور اس نے جو کچھ مانگا میں نے اس کی سفارش قبول کی

روزِ عرفہ

ملائکہ (مقربین) اور حضرت خضر علیہ السلام کی دعائیں

شیخ ہبۃ اللہ بن مبارک نے اپنی اسناد کے ساتھ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بری اور بحری (پیغمبر یعنی) حضرت الیاس اور حضرت خضر علیہما السلام ہر سال مکہ معظمہ میں جمع ہوتے ہیں حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا ہم کو یہ خبر ملی ہے کہ یہ دونوں باہم سر مونڈتے ہیں اور ایک دوسرے سے کہتا ہے کہ پڑھو:-

بِسْمِ اللّٰہِ مَا شَاءَ اللّٰہُ لَا یَاتِیْ بِالْخَیْرِ اِلَّا اللّٰہُ بِسْمِ اللّٰہِ مَا شَاءَ اللّٰہُ لَا یَصْرِفُ السُّوْءَ اِلَّا اللّٰہُ بِسْمِ اللّٰہِ مَا شَاءَ اللّٰہُ وَمَا بِکُمْ مِنْ نِعْمَۃٍ فَمِنَ اللّٰہِ بِسْمِ اللّٰہِ مَا شَاءَ اللّٰہُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ ○

بسم اللہ ماشاء اللہ: سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نیکی نہیں دیتا بسم اللہ ماشاء اللہ: خدا کے سوا کوئی بدی کو دور نہیں کرسکتا۔ بسم اللہ ماشاء اللہ: جسقدر نعمت بھی تمہارے پاس ہے وہ اللہ ہی دیتا ہے بسم اللہ ماشاء اللہ، اللہ کے حکم کے بغیر کوئی چیز گردش نہیں کرسکتی نہ کسی میں اس بات کی طاقت ہے۔

اس دعا کا اثر حضرت ابن عباسؓ نے کہا کہ حضور اقدس نے فرمایا جو شخص اس دعا کو روزانہ صبح کو پڑھے گا وہ ڈوبنے سے جلنے سے، چوری سے اور ناگوار و ناپسندیدہ چیز سے شام تک محفوظ رہے گا اور جو شخص یہ دعا شام کو پڑھے گا وہ صبح تک اللہ کی پناہ میں رہے گا۔

شیخ ہبۃ اللہ بن مبارک بالاسناد حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا۔ ہر عرفہ کے دن عرفات میں حضرت جبرئیل، میکائیل، اسرافیل اور حضرت خضر علیہم السلام جمع ہوتے ہیں۔ حضرت جبرئیل کہتے ہیں: ماشاء اللہ لا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔ اللہ جو چاہے اور اللہ کے سوا کسی کو قوت و طاقت نہیں ہے، حضرت میکائیلؑ اس کے جواب میں کہتے ہیں مَا شَاءَ اللّٰہُ کُلُّ نِعْمَۃٍ مِنَ اللّٰہِ (اللہ جو چاہے تمام نعمتیں اللہ کی طرف سے ہیں) اس کے جواب میں حضرت اسرافیل کہتے ہیں: ماشاء اللّٰہ الخیرُ کُلُّہٗ بیدِ اللّٰہ (اللہ جو چاہے: ساری بھلائیاں اللہ کے قبضے میں ہیں) اس کے جواب میں حضرت خضر علیہ السلام فرماتے ہیں: مَا شَاءَ اللّٰہُ لَا یَدْفَعُ السُّوْءَ اِلَّا اللّٰہُ (اللہ جو چاہے، اللہ کے سوا کوئی برائیوں کو دور نہیں کرسکتا)۔

اس دعا کے بعد وہ منتشر و متفرق ہوجاتے ہیں اور آئندہ سال تک عرفہ سے پہلے اکٹھے نہیں ہوتے۔

عرفہ کے دن کی دُعا

میں اقوال و اخبار

ایک حدیث ابن جریجؒ نے کہا کہ مجھے اطلاع ملی ہے کہ حضرت ابن عباسؓ فرمایا کرتے تھے کہ عرفات میں مسلمان کی دُعا زیادہ تر یہ ہونا چاہیے:

رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّ فِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝
الٰہی! ہم کو دنیا میں بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی بھلائی عطا کر۔ اور اے ہمارے رب ہم کو آگ کے عذاب سے محفوظ رکھ

مجاہد نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی کہ انھوں نے فرمایا "جب سے اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان پیدا فرمائے ہیں رکن یمانی کے پاس ایک فرشتہ آمین کہنے کے لئے کھڑا ہے لہٰذا تم یہ کہو: رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّ فِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ حماد بن ثابت نے بیان کیا کہ لوگوں نے حضرت انس بن مالکؓ سے عرض کیا کہ ہمارے لئے دعائے مغفرت فرمائیے آپ نے اس طرح دُعا فرمائی:۔ اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّ فِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ لوگوں نے عرض کیا کچھ مزید دعا فرمائیے آپ نے پھر وہی دعا دہرا دی لوگوں نے پھر عرض کیا کہ مزید دُعا فرمائیے تو آپ نے فرمایا تم اور کیا چاہتے ہو میں نے تمھارے لئے اللہ سے دنیا اور آخرت کی بھلائی مانگ لی۔ حضرت انسؓ بن مالک فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر انہی الفاظ سے دُعا فرمایا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کا خود ارشاد ہے کہ جو شخص یہ دعا کرے گا اللہ تعالیٰ اپنے فضل و رحمت کا کچھ حصّہ اس کو عطا فرمائے گا چنانچہ ارشاد فرمایا ہے فَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّقُوْلُ رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا: بعض لوگ کہتے ہیں پروردگار ہم کو دنیا ہی عنایت کر، یعنی دنیاوی مال و متاع عنایت کر۔ اونٹ، بکری، گھوڑے، گائے غلام و باندی سونا چاندی عطا فرما، دنیا ہی اس کی نیت میں ہوتی ہے، دنیا ہی کی نیت سے وہ خرچ کرتا ہے، دنیا ہی کے لئے نیک کام کرتا ہے، دنیا ہی کے لئے کوشش کرتا ہے اور تھکتا ہے اور دنیا ہی اس کا منتہائے مقصود ہوتی ہے (تو ایسے لوگوں کے لئے) اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا وَمَا لَهٗ فِی الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ۔ (آخرت میں ایسے کا کچھ حصّہ نہیں ہے)۔ وَمِنْھُمْ مَّنْ یَّقُوْلُ رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّ فِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ اور کچھ لوگ (یعنی مومن) کہتے ہیں کہ اے پروردگار ہم کو دنیا میں بھی بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی، ہم کو دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھ۔

دنیا اور آخرت کی بھلائیاں کیا ہیں! اس کے معنی کے تعین میں مختلف اقوال ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں دنیا میں حَسَنہ (نیکی) سے مراد نیک بی بی (بیوی) اور آخرت میں حَسَنہ کے معنی حور عین ہے وَقِنَا عَذَابَ النَّار سے مراد بُری بیوی ہے۔

حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا دنیا میں حسنہ سے مراد علم و عبادت اور آخرت میں حَسَنہ سے مراد جنت ہے۔ [illegible]

اور ابن حبانؒ نے فرمایا "دنیا میں حسنہ سے مراد رزق حلال و وسیع اور عمل صالح ہیں، اور آخرت میں حسنہ سے مراد مغفرت اور اجر ہے" ابن عطیہؒ نے فرمایا کہ دنیا میں بھلائی (حسنہ) سے مراد علم اور علم کے مطابق عمل ہے اور آخرت کی بھلائی حساب میں آسانی اور جنت میں داخلہ ہے۔

بعض علماء نے فرمایا ہے دنیا میں حسنہ سے مراد توفیق (عمل خیر) عصمت ہے اور آخرت میں حسنہ سے مراد نجات و رحمت ہے۔ بعض کا کہنا ہے کہ دنیا میں حسنہ سے مراد نیک اولاد اور آخرت میں حسنہ سے مراد انبیاء علیہم السلام کی رفاقت ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ دنیا میں حسنہ سے مراد اخلاص اور آخرت میں نجات ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ دنیا کی بھلائی ایمان پر قائم رہنا ہے اور آخرت کی بھلائی عذاب سے نجات اور رضاء الٰہی کا حصول ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ دنیا کی بھلائی سے مراد عبادت کی لذت ہے اور آخرت کی بھلائی سے مراد دیدار الٰہی کی لذت ہے۔

قتادہ نے کہا ہے کہ دنیا کی بھلائی سے مراد بھی عافیت ہے اور آخرت کی بھلائی سے بھی مراد عافیت ہے اور اس تاویل کو اس حدیث سے تقویت پہنچتی ہے جو ثابت بنانی نے حضرت انس بن مالکؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کی عیادت کی وہ شخص پرندے کے چوزہ کی طرح لاغر ہو گیا تھا حضور نے اس سے دریافت فرمایا کیا تم اللہ سے کچھ دعا کیا کرتے ہو۔ اور کچھ مانگا کرتے تھے؟ اس شخص نے عرض کیا جی ہاں۔ میں کہتا تھا کہ الٰہی جو عذاب تو آخرت میں مجھے دینا چاہتا ہے وہ اس دنیا میں ہی دیدے۔ حضور نے فرمایا سبحان اللہ۔ لیکن اس وقت تم میں اس کی تاب و تواں نہیں ہے؛ تم نے اس طرح دعا کیوں نہیں مانگی۔ اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ہ اس کے بعد اس شخص نے یہی دعا مانگنی شروع کی تو اللہ تعالیٰ نے اس کو شفا دے دی۔

سہل بن عبداللہ نے کہا کہ دنیا کی بھلائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور آخرت کی بھلائی جنت ہے حضرت مسیب نے مذکورہ بالا آیت کے سلسلہ میں عوف کا قول نقل کیا ہے کہ انھوں نے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جس کو اسلام، قرآن، اہل وعیال اور مال و متاع عنایت فرمایا۔ بلا شبہ اس کو دنیا اور آخرت میں حسنہ بھلائی عطا کی گئی۔

عبدالاعلی بن وہب نے اس آیت کے سلسلہ میں حضرت سفیان ثوریؒ کا قول نقل کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا "دنیا میں حسنہ سے مراد پاک و حلال رزق اور آخرت میں حسنہ سے مراد جنت ہے۔

یوم الاضحیٰ اور یوم نحر

کے فضائل

کوثر کے معنی

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اِنَّآ اَعْطَیْنٰكَ الْكَوْثَرَ ہ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ہ اِنَّ شَانِئَكَ ھُوَ الْاَبْتَرُ ہ بیشک ہم نے آپ کو کوثر عطا فرمایا تو آپ اپنے رب کے لئے نماز پڑھئے اور قربانی کیجئے، یقیناً آپ کا دشمن ہی نسل بریدہ ہے) حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ کوثر سے مراد خیر کثیر ہے جو قرآن بھی ہے، نبوت بھی ہے اور جنت والی وہ نہر بھی جو حسط

جنت سے رواں ہے جس کا اندرونی حصہ اندر کی سطح کھوکھلے موتی سے بنا ہے اور اس کے دونوں کناروں پر سونے کے قبے
ہیں جس کا پانی شہد سے زیادہ شیریں، مکھن سے زیادہ نرم اور جس کی کیچڑ خالص مشک سے زیادہ خوشبودار ہے۔ اس کی مٹی سفید
کافور اور اس کی کنکریاں موتی اور یاقوت کی ہیں — تیر کی طرح اس کے پانی کی روانی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ نہر اپنے پیغمبر محمد
صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائی ہے۔

مقاتلؒ کہتے ہیں کہ کوثر اس نہر کا نام ہے جو وسط جنت میں رواں ہے۔ چونکہ یہ نہر اپنے اوصاف و خوبیوں میں
جنت کی تمام نہروں سے افضل ہے اس لیے اس کا نام کوثر ہے، یہ نہر عجاج یعنی لہروں والی ہے اس میں نہایت اونچی موجیں
ہیں، تیر کی مانند رواں ہے۔ اس کی مٹی خالص مشک کی، کنکریاں یاقوت زمرد اور موتی کی ہیں، اس کا پانی برف سے زیادہ
سفید، مکھن سے زیادہ نرم اور شہد سے زیادہ شیریں ہے، اس نہر کے دونوں کناروں پر کھوکھلے موتی کے گنبد ہیں، ہر گنبد کی
لمبائی چوڑائی ایک ایک فرسنگ ہے، ہر گنبد کے چار ہزار سنہری دروازے ہیں اور ہر گنبد میں ایک طرحدار حور موجود ہے
جس کی ستر ہزار خادمائیں ہیں۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے شب معراج میں جبرئیل سے دریافت کیا کہ یہ خیمے کیسے ہیں؟ انھوں نے
بتایا کہ یہ جنت میں آپ کی بیویوں کے رہنے کے مرکانات ہیں۔ کوثر سے اہل جنت کے لئے وہ چار نہریں نکلتی ہیں،
جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے سورہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں فرمایا ہے، ایک نہر پانی کی۔ ایک دودھ کی۔ ایک شراب،
(شربت) کی اور ایک شہد کی ہے۔

فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ کی تفسیر میں مقاتلؒ کہتے ہیں کہ اس کا مطلب ہے کہ نماز پنجگانہ پڑھو اور قربانی کے دن ہلال
(اونٹ، بکری، ذبح کرو۔ بعض نے کہا ہے کہ اس سے مراد عید کی نماز پڑھنا ہے اور منا میں اونٹ کی قربانی کرنا ہے۔ بعض نے
انحر کی تشریح میں کہا ہے کہ اپنے ہاتھوں کو تکبیر کے لیے ہنسلی کی ہڈی تک اٹھاؤ نحر تک، اور بعض نے کہا ہے کہ اپنے
سینہ کو قبلہ رخ کرو۔

اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ: عاص بن وائل کہتے ہیں کہ اس کی تشریح یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنی سہم کے
دروازے سے کعبہ میں داخل ہوئے، اندر قریش بیٹھے ہوئے تھے، حضور ان کے سامنے سے گزر گئے اور آپ ان کے پاس نہیں رُکے
اور باب صفا سے باہر تشریف لے گئے اُن لوگوں نے داخل ہوتے وقت تو آپ کو دیکھا نہیں جاتے وقت دیکھ لیا مگر پہچان نہ سکے
(پشت ہونے کے باعث)، لیکن اسی وقت عاص بن وائل بن ہشام بن سعید بن سعد باب صفا سے کعبہ میں داخل ہو رہا تھا اس نے
آپ کو دیکھ کر پہچان لیا، یہ وہ زمانہ تھا کہ حضور والا کے صاحبزادے عبداللہ کا انتقال ہو چکا تھا، اہل عرب کا قاعدہ و معمول
تھا کہ جب کسی شخص کی اولاد نرینہ باقی نہیں رہتی تھی (جو اس کی وارث بن سکے) تو ایسے شخص کو وہ ابتر کہتے تھے (یعنی نسل بُریدہ)
چنانچہ عاص جب اپنی قوم کے لوگوں کے پاس پہنچا تو انھوں نے کہا کہ وہ کون شخص تھا جو تمھیں ابھی راستہ میں ملا تھا۔
بدبخت عاص نے فوراً جواب دیا: ابتر (مجھے ابتر یعنی نسل بُریدہ ملا تھا)۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ "آپ سے بغض رکھنے

والا اور آپ کا دشمن ہی ابتر ہے یعنی ہر خیر سے منقطع اور الگ! اور آپ کا ذکر میرے ذکر کے ساتھ ہمیشہ باقی رہے گا' چنانچہ آپ کا ذکر تمام لوگوں میں بلند کیا، سورہ الانشراح میں ارشاد فرمایا:

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ وَ وَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ الَّذِیْۤ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ وَ رَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ○

کیا ہم نے آپ کا سینہ کشادہ نہیں کیا؟ اور ہم نے اس بوجھ کو دور کر دیا جس نے آپ کی پیٹھ دوہری کر دی تھی اور ہم نے آپ کے ذکر کو بلندی اور رفعت عطا فرمائی۔

تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہر جگہ اور ہر کام میں ہوتا ہے۔ عید میں، جمعہ میں، ممبروں پر، مسجدوں میں [illegible] میں حتیٰ کہ تقریر اور نکاح کے خطبوں میں بھی کیا جاتا ہے، فردوسِ اعلیٰ کو آپ کی منزل قرار [illegible] نقصان نہیں پہنچا سکتی بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بدگوئی کے [illegible] جہاں وہ طرح طرح کے عذابوں اور رسوائیوں میں مبتلا رہے گا، اس سزا کا [illegible] اور رسول کا انکار تھا اسی طرح حضور سے محبت رکھنے والے ہر مومن کو جنت اور دشمنی رکھنے والے منافق اور کافر کو دوزخ کا عذاب دیا جائے گا۔

آیت فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَ انْحَرْ میں اولاً تو اللہ تعالیٰ اپنے نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کی امت کو نماز کا حکم دیا اس کے بعد دوسری چیزوں یعنی دعا اور قربانی کا امر فرمایا۔

ذکرِ الٰہی

ذکر و شکر

ذکر کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِیْرًا ○ اے ایمان والو! تم کثرت سے اللہ کا ذکر کیا کرو، اور فَاذْكُرُوْنِیْۤ اَذْكُرْكُمْ وَ اشْكُرُوْا لِیْ وَ لَا تَكْفُرُوْنِ ○ تم میری یاد کرو میں تم کو یاد رکھوں گا اور تم میرا شکر بجا لاؤ ناشکری نہ کرو: اس آیت کی تشریح و تفسیر میں علماء کا اختلاف ہے، حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ میری اطاعت کے ساتھ میرا ذکر کرو یعنی عبادت کی شکل میں ا میں اپنی مدد سے تم کو یاد کروں گا۔ ایک آیت میں آیا ہے: وَ الَّذِیْنَ جٰهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا ○ (جو لوگ ہمارے راستے کی تلاش کرتے ہیں ہم انھیں اپنی راہ دکھاتے ہیں۔ حضرت سعید بن جبیرؒ کہتے ہیں کہ مذکورہ بالا آیت کے معنی ہیں میری طاعت کی صورت میں میری یاد کرو میں مغفرت میں تم کو فراموش نہیں کروں گا: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ○

حضرت فضیلؒ کی تشریح

حضرت فضیل بن عیاضؒ نے فرمایا کہ اس فرمانِ الٰہی کا مطلب ہے کہ میری طاعت کے ساتھ میرا ذکر کرو میں اپنے ثواب سے تمھیں فراموش نہیں کروں گا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو تاکہ تم سزاوارِ رحمت ہو۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اِنَّا لَا نُضِیْعُ اَجْرَ مَنْ اَحْسَنَ عَمَلًا اُولٰٓئِکَ لَھُمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ ٥

جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کئے ہم اُن کا اَجر ضائع نہیں کرتے، نیک کام کرنے والوں کے لئے عدن کی بہشت ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس نے اللہ کی طاعت کی تو حقیقت میں اس نے اللہ کی یاد کی خواہ اس کی نمازیں، اس کے روزے اور قرآن کی تلاوت کم ہو۔ اور جس نے اللہ کی نافرمانی کی وہ اللہ کو بھول گیا خواہ اس کی نمازیں روزے اور قرآن کی تلاوت زیادہ ہو۔ حضرت امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "عبادت کے لئے توحید کافی ہے اور ثواب کے لئے جنت کافی ہے۔"

ابن کیسانؒ کی تشریح

ابن کیسانؒ کہتے ہیں کہ اس کے معنی ہیں "میری یاد کرو یعنی شکر کرو میں تمہیں یاد رکھوں گا" یعنی زیادہ اجر دوں گا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ "اگر تم شکر کرو گے تو میں تم کو زیادہ عطا کروں گا"۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ اس کے معنی ہیں، میری یاد کرو یعنی مجھے واحد جانو اور مجھ پر ایمان لاؤ میں تمھاری یاد کروں گا؛ یعنی بہشت میں مراتب عطا کروں گا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَبَشِّرِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَھُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ (ان لوگوں کو بشارت ہے جو ایمان لائے اور نیک کام کئے ان کے لئے جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں)۔

بعض علماء نے فرمایا ہے کہ اس کے معنی ہیں "تم زمین کے اوپر ہونے کی حالت میں میرا ذکر کرو جب تم زمین کے اندر ہوگے اور اوپر والے تم کو بھول جائیں گے تو اس وقت میں تم کو یاد رکھوں گا، جیسا کہ اصمعیؒ نے کہا ہے کہ میں نے عرفہ کے دن ایک اعرابی کو میدانِ عرفات میں دیکھا کہ وہ کھڑا کہہ رہا تھا: الٰہی! طرح طرح کی زبانوں میں تیری طرف آوازیں بلند ہو رہی ہیں (لوگ اپنی اپنی زبان میں تجھے پکار رہے ہیں) لوگ تجھ سے حاجتیں مانگ رہے ہیں، میری مراد صرف یہ ہے کہ تو مجھے مصیبت کے وقت میں یاد رکھنا جب کہ میرے گھر کے لوگ مجھے فراموش کر دینگے۔

اس آیت کے معنی اور تفسیر میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ "تم مجھے دنیا میں یاد رکھو میں آخرت میں تمھیں یاد رکھوں گا" ایک قول اس سلسلہ میں یہ بھی ہے کہ اس کے معنی ہیں "تم بندگی کے ساتھ مجھے یاد کرو میں ہر دکھ سے بچانے میں تمھیں نہیں بھولوں گا"۔ اس قول کی تائید اس ارشادِ ربّانی سے ہوتی ہے: مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَکَرٍ اَوْ اُنْثٰی وَھُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْیِیَنَّہٗ حَیٰوۃً طَیِّبَۃً ٥ یہ قول بھی (اس کی تفسیر و تشریح میں) آیا ہے کہ تم مجھے خلا و ملا (جلوت و خلوت) میں یاد کرو میں تمھیں خلا و ملا میں یاد کروں گا اس سلسلہ میں ایک روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض کتابوں (صحیفوں) میں فرمایا ہے کہ میں اپنے بندہ کے گمان کے قریب ہوں میرے بارے میں وہ جیسا چاہے گمان کرے، جب وہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں جو مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہے میں اسے باطن میں یاد کرتا ہوں اور جو مجھے ظاہر میں یاد کرتا ہے میں اسے ظاہر میں یاد کرتا ہوں جو میری طرف ایک بالشت بڑھتا ہے میں اس کی طرف ایک ہاتھ بڑھتا ہوں، جو میری طرف چل کر آتے ہیں

٥ جس مرد یا عورت نے ایماندار رہ کر نیک اعمال کئے تو ہم ضرور آخرت میں پاکیزہ زندگی دینگے۔

میں ان کی طرف دوڑ کر آتا ہوں جو میرے پاس اتنے گناہ لے کر آتے ہیں کہ ساری زمین ان سے بھر جائے تو میں اتنی ہی مغفرت اس کو عطا فرماتا ہوں مگر شرط یہ ہے کہ اس نے میرے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا ہو اشرک کا گناہ اس سے سرزد نہ ہوا ہو۔

بعض علماء نے کہا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ تم مجھے عیش و عشرت میں یاد کرو گے تو میں تم کو شدت اور مصیبت میں یاد کروں گا۔ جیسا کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

فَلَوْلَا اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ لَلَبِثَ فِيْ بَطْنِهٖ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ۝ اگر وہ (یونس) اللہ کی تسبیح کرنے والوں میں سے نہ ہوتے تو قیامت کے دن تک مچھلی کے پیٹ میں رہتے۔

حضرت سلمان فارسی کا ارشاد گرامی

حضرت سلمان فارسیؓ کا ارشاد ہے کہ بندہ جب خوشی میں اللہ کو پکارتا ہے (اللہ کو عیش میں یاد رکھتا ہے، پھر اس پر مصیبت پڑتی ہے تو اس وقت فرشتے بارگاہِ الٰہی میں عرض کرتے ہیں پروردگار! تیرے بندے پر مصیبت آپڑی ہے! (اس کو دور فرما دے) اس طرح جب فرشتے اس کی سفارش کرتے ہیں تو اللہ تبارک و تعالیٰ اُن کی سفارش قبول فرمالیتا ہے اور بندہ اگر عیش و عشرت میں اللہ کو نہیں پکارتا (اس کی یاد نہیں کرتا) اور دکھ کے وقت پکارتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں کہ اب اللہ کو پکارتا ہے! اور فرشتے اس کی شفاعت و سفارش نہیں کرتے، اس کی توضیح فرعون کے قصہ سے ہوتی ہے کہ جب ڈوبتے وقت فرعون ایمان لایا تو اللہ کا ارشاد ہوا:۔ آٰلْئٰنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ اب توبہ کرتا ہے حالانکہ پہلے نافرمانی کرتا رہا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ "مجھے تم تسلیم و سپردگی کے ساتھ یاد کرو تو بہترین طریقہ پر میں تمہارا ذکر کروں گا۔ اس کی تائید اس ارشاد ربانی سے ہوتی ہے۔ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ جو اللہ پر توکل و بھروسہ کرتا ہے اللہ اس کے لیے کافی ہے۔ اسی سلسلہ میں ایک قول یہ بھی ہے کہ "تم شوق و محبت سے میری یاد کرو میں وصل و قربت کے ساتھ تمہارا ذکر کروں گا، بعض نے کہا ہے کہ حمد و ثنا کے ساتھ میرا ذکر کرو میں عطا و جزا کے ساتھ تمہارا ذکر کروں گا۔ ایک قول ہے کہ میرا ذکر توبہ کے ساتھ کرو میں تمہارا ذکر معصیت کی بخشش (گناہوں کی معافی) کے ساتھ کروں گا تم مجھ کو دعا میں یاد کرو میں تم کو عطا سے یاد کروں گا۔ تم سوال کے ساتھ مجھے یاد کرو میں بخشش و نوال کے ساتھ تمھیں یاد کروں گا۔ تم بغیر غفلت کے مجھے یاد کرو گے میں بغیر تاخیر کے تمھیں یاد کروں گا۔ تم گناہوں پر پشیمانی کے ساتھ مجھے یاد کرو میں لطف و کرم کے ساتھ تم کو یاد کروں گا۔ تم عذر گناہ کے ساتھ میری یاد کرو میں مغفرت سے تم کو فراموش نہیں کروں گا۔ تم خلوصِ ارادہ کے ساتھ میری یاد کرو میں تمھیں فائدہ پہنچانے سے یاد کروں گا (نفع پہنچاؤں گا)، تم گناہوں سے بچ کر میرا ذکر کرو میں تمہارا ذکر مصیبتیں دور کر کے کروں گا۔ تم بغیر فراموشی کے میرا ذکر کرو میں تمہارا ذکر امن دے کر کروں گا؛ تم احتیاج سے میری یاد کرو میں اپنے اقتدار سے تمہاری یاد کروں گا۔ تم معذرت و استغفار کے ساتھ میری یاد کرو، میں اپنی رحمت اور مغفرت کے ساتھ تمہاری یاد کروں گا۔ تم ایمان کے ساتھ میری یاد کرو میں جنت دے کر تم کو یاد کروں گا، تم اسلام کے ساتھ مجھے یاد کرو میں عزت بخش کر تمھیں یاد کروں گا۔ تم دل سے میری یاد کرو میں حجاب اٹھا کر تم کو یاد کروں گا۔ تم میرا ذکر عاجزی کے ساتھ کرو، میں تمہارا ذکر فضل فرما کر کروں گا۔ تم اعتراف گناہ کے ساتھ میرا ذکر کرو میں میں تمہارا ذکر تمہارے گناہوں کو مٹا کر کروں گا تم میرا ذکر صفت باطن کے ساتھ کرو میں تمہارا ذکر خالص نیکی کے ساتھ کروں گا، تم میرا ذکر صدق کے ساتھ کرو، میں تمہارا ذکر

مہربانی و الفت کے ساتھ کروں گا۔ تم میرا ذکر تعظیم سے کرو میں تمہارا ذکر تکریم سے کروں گا۔ تم میرا ذکر اللہ اکبر (میری عظمت و جلال) کے ساتھ کرو میں تمہارا ذکر دوزخ سے نجات کے ساتھ کروں گا۔ تم میرا ذکر غصہ کو ترک کر کے کرو میں تمہارا ذکر دوفو کی نگہداشت کے ساتھ کروں گا۔ تم میرا ذکر ترکِ خطا سے کرو میں تمہارا ذکر طرح طرح کے لطف و عطا سے کروں گا۔ تم میرا ذکر عبادت میں مشقت اٹھا کر کرو میں تم پر نعمت تمام کر کے تمہارا ذکر کروں گا۔ تم میرا ذکر جیسے تم ہو اس طرح کرو میں تمہارا ذکر جیسا کہ میں ہوں اس طرح کروں گا۔ بیشک و شبہ اللہ تعالیٰ کا ذکر بہت بڑا ہے۔

حضرت ربیعؒ فرماتے ہیں کہ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اس بندہ کو یاد فرمایا ہے کہ جو بندہ شکر بجالاتا ہے اور اس پر مزید اکرام فرماتا ہے اور جو ناشکری کرتا ہے اس پر عذاب کرتا ہے۔ سدیؒ نے اس آیت کے سلسلہ میں کہا ہے جو بندہ اللہ کا ذکر کرتا ہے اللہ اس کا ذکر فرماتا ہے جو مومن اللہ کا ذکر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے ساتھ اس کا ذکر کرتا ہے۔ کافر اللہ کو یاد نہیں کرتا اللہ اس کو عذاب کے ساتھ یاد کرتا ہے۔

حضرت سفیانؒ بن عیینہ نے کہا کہ ہم تک یہ حدیث پہنچی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے اپنے بندوں کو وہ کچھ دے دیا کہ اگر میں جبرئیل و میکائیل کو دے دیتا تو میں نے ان کو بہت کچھ دیا ہوتا۔ میں نے اپنے بندے سے کہدیا اُذْکُرُوْنِیْ اَذْکُرْکُمْ اور میں نے موسیٰ (علیہ السلام) سے کہدیا تھا کہ ظالموں سے کہدو کہ میری یاد نہ کریں کیونکہ جو مجھے یاد کرتا ہے میں اسے یاد کرتا ہوں اور میرا ظالموں کو یاد کرنا اس طرح ہے کہ میں ان پر لعنت کرتا ہوں۔

حضرت ابو عثمانؒ ہندی نے کہا مجھے معلوم ہے کہ میرا رب مجھے کس وقت یاد کرتا ہے لوگوں نے کہا کہ یہ کس طرح؟ آپ نے کہا اللہ نے فرمایا ہے اُذْکُرُوْنِیْ اَذْکُرْکُمْ ۔ پس جس وقت میں اللہ کی یاد کرتا ہوں اسی وقت وہ میری یاد کرتا ہے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد (علیہ السلام) پر وحی نازل فرمائی کہ" داؤد تم مجھ سے ہی خوشی حاصل کرو اور میری ہی یاد سے راحت پاؤ"۔ حضرت سفیان ثوریؒ نے فرمایا ہر چیز کے لئے ایک عذاب موجود ہے' عارف کا عذاب ہے اللہ تعالیٰ کے ذکر سے دور ہو جانا! یہ بھی کہا گیا ہے کہ جب دل میں یاد الٰہی متمکن ہو جاتی ہے اور شیطان اس کے قریب آتا ہے تو بیہوش ہو جاتا ہے جس طرح انسان کے قریب جن آتا ہے تو انسان بیہوش ہو جاتا ہے' اس وقت دوسرے شیطان پوچھتے ہیں اس کو کیا ہو گیا؟ جواب ملتا ہے اس کو انسان کا سایہ ہو گیا ہے یعنی انسان کے چھونے سے یہ بیہوش ہو گیا ہے۔

حضرت سہلؒ بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ میں نہیں جانتا کہ کوئی معصیت اللہ تعالیٰ کو بھلا دینے سے بھی زیادہ قبیح ہے بعض علمائے نے کہا کہ ذکرِ خفی کو فرشتے اٹھا کر نہیں لیجاتے اس لئے کہ ذکر خفی بندے اور اللہ کے درمیان مخفی رہتا ہے۔ اس کی خبر فرشتوں کو نہیں ہوتی۔ ایک شخص نے کہا کہ مجھ سے ایک ایسے ذاکر کی تعریف کیگئی جو ایک جنگل میں رہتا تھا میں اس کے پاس گیا، ہم بیٹھے ہی ہوئے تھے کہ ایک بڑا درندہ آیا اور ذاکر کے پنجہ مارا اور اس کا گوشت نوچ کر لے گیا ذاکر اس صدمہ سے بے ہوش ہو گیا۔ مجھ پر بھی (ہیبت سے) بیہوشی طاری ہو گئی۔ جب مجھے ہوش آیا تو میں نے دریافت کیا کہ یہ کیا قصہ تھا۔ ذاکر نے جواب دیا اللہ نے مجھ پر اس درندہ کو مسلط فرما دیا ہے' جب اللہ کی یاد میں مجھ سے سستی ہوتی ہے تو یہ آکر مجھے اسی طرح دکھتا ہے جیسا تم نے ابھی دیکھا۔

دُعَــا

دعا کا حکم

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِیْ أَسْتَجِبْ لَكُمْ تمہارے رب نے حکم دیا ہے کہ مجھ سے دعا کرو، میں تمھاری دعا کو قبول کروں گا۔ دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے فَإِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ جب تو فارغ ہو تو کھڑا ہو جا یعنی نماز سے فراغت ہو تو دعا کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔ ایک اور جگہ ارشاد فرمایا وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَإِنِّیْ قَرِیْبٌ أُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ میرے بندے جب میرے بارے میں دریافت کریں (کہ ہمارا رب کہاں ہے) تو یقیناً میں قریب ہوں، دعا کرنے والا جب مجھ سے دعا کرتا ہے تو میں اس کی دعا قبول کرتا ہوں، مفسرین کرام کا اس آیت کریمہ کے نزول کے بارے میں اختلاف ہے چنانچہ کلبیؒ نے بروایت ابو صالحؒ حضرت ابن عباسؓ کا قول نقل کیا ہے، انھوں نے فرمایا کہ مدینہ منورہ کے ایک یہودی نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ جب آپ کہتے ہیں کہ ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک پانچسو برس کا راستہ ہے اور ہر آسمان کا حجم (موٹائی) بھی اتنا ہی ہے تو پھر ہمارا رب ہماری دُعا کیسے سنتا ہے تو اس وقت یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تھا کہ ہمارا رب کس جگہ ہے؟ اس سوال پر یہ آیت نازل ہوئی۔ قتادہؒ نے کہا کہ جب آیت اُدْعُوْنِیْ أَسْتَجِبْ لَكُمْ نازل ہوئی تو ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ہم اپنے رب کو کس طرح پکاریں اور کس جگہ سے پکاریں؟ تو اللہ تعالیٰ نے اس سوال پر یہ آیت نازل فرمائی وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَإِنِّیْ قَرِیْبٌ"۔ ضحاکؒ نے بیان کیا ہے کہ بعض صحابہ کرامؓ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ کیا ہمارا رب قریب ہے کہ ہم چپکے چپکے اس سے کلام کریں یا زور سے اس کو پکاریں تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے (اس سوال کے جواب میں) یہ آیت نازل فرمائی۔

مفسرین کا قول

اہل معانی و محققین نے کہا ہے کہ اس آیت میں قُلْ لَهُمْ یا فَأَعْلِمْهُمْ (جزا شرط) محذوف ہے ترتیب کلام اس طرح تھی وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ (فَقُلْ لَهُمْ یا فَأَعْلِمْهُمْ) إِنِّیْ قَرِیْبٌ یعنی جب میرے بندے آپ سے میرے متعلق دریافت کریں تو اُن سے کہہ دیجئے یا ان کو مطلع کر دیجئے کہ میں قریب ہوں۔ ارباب معرفتؒ کا قول ہے کہ بندہ اور خدا کے درمیان سے واسطہ کو اٹھا دینا قدرت کے اظہار کے لئے ہے۔ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ بمعنی استجابت و اجابت ہے یعنی مجھ سے استجابت کریں، لغت میں اجابت کے معنی ہیں طاعت و بندگی اور سوال پورا کرنا۔ ابو رجاء خراسانی نے کہا ہے کہ اس کے معنی ہیں مجھ سے دعا کریں۔ اجابت بمعنی عطا ہے اور اس معنی کی تائید عرب کے اس مقولہ سے ہوتی ہے۔ أَجَابَتِ السَّمَاءُ بِالْمَطَرِ آسمان سے پانی مانگا گیا تو اس نے بارش دی۔ وَأَجَابَتِ الْأَرْضُ بِالنَّبَاتِ۔ اور زمین سے سبزہ طلب کیا گیا تو اس نے سبزہ دیا۔ پس اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجابت بمعنی عطا ہے اور بندہ کی طرف سے اجابت بمعنی طاعت و بندگی ہے۔ لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ (تاکہ وہ ہدایت پائیں)۔

دُعا کی عدم قبولیت

اب اگر سوال کیا جائے کہ جب آیت أُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اور آیت اُدْعُوْنِیْ أَسْتَجِبْ لَكُمْ میں دعا کی قبولیت اور اس کا وعدہ موجود ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ بہت سے لوگوں کی دعا میں

مقبول نہیں ہوتیں، ان کے جواب میں دونوں آیتوں کی تفسیر و توضیح مختلف معانی کے ساتھ کی گئی ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ دُعا سے مراد طاعت اور اجابت سے مراد ثواب ہے، گویا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب بندہ میری طاعت کرے گا تو میں اس کو ثواب دوں گا۔ بعض علماء اور مفسرین نے کہا ہے کہ دونوں آیتوں کے الفاظ اگرچہ عام ہیں لیکن ان کے معنی خاص ہیں اصل کلام یوں تھا۔ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِنْ شِئْتُ یا إِذَا وَافَقَ الْقَضَاءَ یا إِذَا لَمْ يَسْأَلْ مُحَالًا یا إِذَا كَانَتِ الْاِجَابَتُ خَيْرًا لَّهُ۔ یعنی میں دعا کرنے والے کی دُعا قبول کرتا ہوں اولاً اگر میری مشیت ہو، دوسری صورت یہ کہ جب وہ دعا تقدیرِ ابدی کے موافق ہو، تیسرے جب وہ ناممکن کا سوال نہ کرے، چوتھے جب دعا کا قبول کرنا اس کے حق میں بہتر ہو، یہ تمام شرائط محذوف ہیں اور ان کی تائید اس قول سے ہوتی ہے جو علی بن ابی متوکل نے بروایت حضرت ابو سعیدؓ نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "جب مسلمان اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے اور اس میں رشتہ داری سے قطع تعلق یا پھر کوئی گناہ کا سوال نہیں ہوتا تو اللہ تعالیٰ اس کو ضرور تین چیزوں میں سے ایک چیز عطا فرما دیتا ہے یا تو اس کا مدعا فوراً دنیا میں پورا کر دیتا ہے یا آخرت میں جمع کر دیتا ہے یا کسی آنے والی بُرائی سے اس کو بچا لیتا ہے۔ یہ سُن کر صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ایسی صورت میں تو ہم اور زیادہ دعا کیا کریں گے حضور نے فرمایا اللہ اکبر! اس کی عطا بہت زیادہ ہے۔"

ایک علمی نکتہ بعض علماء نے کہا ہے کہ آیت الفاظ کے اعتبار سے جس طرح عام ہے اسی طرح معانی کے اعتبار سے بھی عام ہے آیت میں صرف دعا کی اجابت مذکور ہے، مراد کا دینا اور حاجت کا پورا کرنا مذکور نہیں جس طرح ایک آقا اپنے غلام کی اور ایک باپ اپنے بیٹے کی کسی بات پر ہاں کہہ دیتا ہے لیکن اس کی درخواست پوری نہیں کی جاتی۔ پس دعا کی اجابت منفرد ہوتی ہے اصل یہ ہے کہ اُجِیْبُ اور اَسْتَجِیْبُ خبریہ جملے ہیں اور خبر کبھی منسوخ نہیں ہوتی ورنہ خبر دینے والے کا کاذب ہونا لازم آئے گا اور اللہ تعالیٰ کی ذات کِذب سے منزہ اور پاک ہے اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی خبر کبھی خلاف واقعہ نہیں ہو سکتی!!

اِس توضیح و تفسیر کی تائید اس حدیث شریف سے ہوتی ہے جس کو نافعؓ نے بروایت حضرت عبداللہ بن عمرؓ نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جس کے لئے دعا کا ایک دروازہ کھول دیا جاتا ہے اس کے لئے اجابت کے بہت سے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ حضرت داؤد علیہ السلام پر اللہ نے وحی نازل فرمائی تھی کہ "ظالموں سے کہہ دو کہ مجھ سے دُعا نہ کریں کیونکہ اجابت کو میں نے اپنے اوپر لازم کر لیا ہے اور میں ظالموں کی دعاؤں کی اجابت اس طرح کرتا ہوں کہ ان پر لعنت بھیجتا ہوں"، اس کی یہ تاویل بھی کی گئی کہ مومن کی دعا اسی وقت قبول کر لیتا ہے مگر عطائے مراد میں تاخیر اس لئے فرماتا ہے کہ بندہ اس کو پکارتا رہے اور اللہ تعالیٰ اس کی آواز سنتا رہے، اس مضمون کی مؤید وہ حدیث ہے جو محمد بن منکدرؒ نے بروایت حضرت جابر بن عبداللہؓ بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بندہ اللہ کو پکارتا ہے اور اللہ اس کو پسند فرماتا ہے تو کہتا ہے جبرئیل میرے اس بندے کی حاجت پوری کر دو مگر دیر سے پوری کرنا میں اس کی بہم آواز سننا پسند کرتا ہوں اور اگر بندہ اللہ سے دُعا مانگتا ہے اور اللہ اس کو پسند نہیں فرماتا تو فرماتا ہے جبرئیل میرے اس بندہ کی حاجت اس کے اخلاص کی وجہ سے پوری کر دو اور جلد پوری کر دو مجھے اس کی آواز پسند نہیں۔ کہتے ہیں کہ یحییٰ بن سعیدؒ نے کہا کہ میں رب العزت کے دیدار سے خواب میں مشرف ہوا تو میں نے عرض کیا الٰہی میں نے تجھ سے کتنی دعا کی لیکن تو قبول نہیں فرماتا! فرمایا کہ یحییٰ ہم کو تیری آواز پسند ہے۔

بعض لوگوں نے کہا ہے کہ دعا کے کچھ آداب اور شرائط ہیں انہی پر کامیابی اور اجابت کا مدار ہے جو شخص دعا میں ان کو ملحوظ رکھتا ہے اور ان شرائط کی تکمیل کرتا ہے وہ مقبول الدّعا ہوتا ہے اور جو ان کو ترک کرتا ہے یا اُن میں کچھ نقص پیدا کردیتا ہے وہ دعا کے راستہ سے ہٹ جاتا ہے۔ منقول ہے کہ حضرت ابراہیم بن ادہمؒ سے کسی نے سوال کیا کہ کیا وجہ کہ ہم اللہ سے دعا کرتے ہیں مگر وہ ان کو قبول نہیں فرماتا، انھوں نے جواب دیا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانتے ہو مگر آپؐ کے طریقے پر نہیں چلتے ہو قرآن کو جانتے ہو مگر اس پر عمل نہیں کرتے، اللہ کی دی ہوئی نعمتیں کھاتے ہو مگر اس کا شکر ادا نہیں کرتے، جنت سے واقف ہو مگر اس کو طلب نہیں کرتے، دوزخ کا اقرار کرتے ہو مگر اس سے خوف نہیں کھاتے شیطان کو پہچانتے ہو مگر اس سے مقابلہ نہیں کرتے بلکہ اس کے برعکس اس کی موافقت کرتے ہو، موت سے آگاہ ہو مگر اس کی تیاری نہیں کرتے، مُردوں کو دفن کرتے ہو مگر اُن سے عبرت حاصل نہیں کرتے، تم نے اپنے عیبوں کو چھوڑ دیا ہے اور لوگوں کے عیبوں (کے بیان کرنے) میں لگے ہو (پھر تمھاری دعائیں کس طرح مقبول ہوں)۔

قربانی
نحر

قربانی کی اصل وہ حکم ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل ابراہیم (علیہ السلام) کو دیا تھا جس کی تفصیل یہ ہے کہ نمرود ظالم کی آگ سے جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم خلیل اللہ کو بچا لیا اور اس کے قریبی عذاب سے آپ کو محفوظ رکھا تو اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا اِنِّی ذَاهِبٌ اِلٰی رَبِّی سَیَهْدِیْنِ ہ میں ہجرت کرکے اپنے رب کی طرف مقدّس سرزمین میں جاؤں گا؛ وہ مجھے اپنے دین کی ہدایت فرمائے گا؛ دنیا میں دین الٰہی کے لئے سب سے پہلی ہجرت کرنے والے حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی تھے چنانچہ آپ اپنے ماموں زاد بھائی (حضرت) لوطؑ اور لوط کی بہن یعنی اپنی بیوی سارہ کو لے کر وطن سے چل دیئے ارض مقدس میں پہنچے تو اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور عرض کیا، رَبِّ هَبْ لِیْ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ ہ اے پروردگار مجھے ایک صالح بیٹا عطا فرما، اللہ تعالیٰ نے اُن کی دعا قبول فرمائی اور ایک ذی فہم بیٹے کی بشارت دی یہ لڑکا سارہؓ کا فرزند اسحاق تھا[1]۔

جب حضرت اسحاقؑ آپ سے آپ پہاڑ پر چڑھنے کے قابل ہوگئے (فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْیَ) تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک دن ان سے کہا کہ اے بیٹے! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تم کو ذبح کررہا ہوں۔ (قَالَ یٰبُنَیَّ اِنِّیْ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْ اَذْبَحُكَ) یعنی مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں تمھیں اللہ کی راہ میں ذبح کردوں، یہ حکم اس نذر کے سلسلہ میں تھا جو آپ نے مانی تھی! اے فرزند عزیز بتاؤ تمھاری اس سلسلہ میں کیا رائے ہے؟ فرزند نے عرض کیا کہ اے ابا جان۔ آپ کو

---

[1] اس سلسلہ میں آگے چل کر حضرت مرشدی و مولائی جناب مصنفؒ نے خود بتایا ہے کہ ذبیح اللہ اسحاقؑ نہیں تھے بلکہ اسمٰعیلؑ تھے تمام مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ فرزند اسماعیلؑ تھے، اسحاق نہیں تھے۔

رب نے جو حکم دیا ہے اس کو بجا لائیے اور اپنے رب کی اطاعت فرمائیے! یا اَبَتِ اِفعَل ما تُؤمَرُ گویا اسحاق سمجھ گئے کہ یہ اللہ کا حکم ہے، اسی لئے انھوں نے یوں کہا کہ جو حکم کیا گیا ہے ویسا ہی کیجئے، یہ نہیں کہا کہ جو خواب دیکھا ہے اس کے مطابق کیجئے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے متواتر تین رات یہی خواب دیکھا تھا اور ذبح (فرزند) سے پہلے آپ نے روزہ بھی رکھا تھا اور نماز بھی پڑھی تھی۔ حضرت اسحاقؑ نے جب یہ کہا کہ آپ کو جو حکم دیا گیا ہے اس کو بجا لائیے تو اس کے ساتھ یہ بھی کہا کہ آپ انشاء اللہ ذبح ہونے پر مجھے صابر پائیں گے سَتَجِدُنِی اِن شاءَ اللہُ مِنَ الصّابِرِینَ ۰ جب ان دونوں ہستیوں نے اللہ کے حکم کو تسلیم کر لیا یعنی حکم الٰہی کی اطاعت پر آمادہ ہو گئے فَلَمّا اَسلَمَا تو پیشانی کے بل پر حضرت ابراہیمؑ نے حضرت اسحاق کو پچھاڑ دیا۔ وَتَلَّہٗ لِلجَبِینِ اور پیشانی کے بال پکڑ کر ان کو ذبح کرنے لگے اور اللہ تعالیٰ پر ان دونوں کی سچائی عموماً ظاہر ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے پکار کر فرمایا۔ اَن یّا اِبراہِیمُ قَد صَدَّقتَ الرُّؤیا اے ابراہیم تم نے بیٹے کے ذبح کرنے کے خواب کو سچ کر دکھایا اب تم اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کے بجائے مینڈھا ذبح کرو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَفَدَینَاہُ بِذِبحٍ عَظِیمٍ اور ہم نے اس کے بدلے میں ابراہیم کو قربانی کا ایک عظیم (بڑے رتبہ والا) جانور دے دیا۔ اس مینڈھے کا نام وزیر تھا۔ یہ جنت میں چالیس سال تک چرنے والے مینڈھوں میں سے تھا بعض لوگوں کا قول ہے کہ یہ وہی مینڈھا تھا جو حضرت آدم کے بیٹے ہابیل شہید نے قربانی کیا تھا، یہ مینڈھا جنت میں چرا کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ہم نیکو کاروں کو ایسی ہی جزا دیتے ہیں۔ اِنّا کَذٰلِکَ نَجزِی المُحسِنِینَ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کے حکم (ذبح فرزند) کی اطاعت کی اور نیک عمل بجا لائے اس کے بدلے میں اللہ نے ان کو بہترین جزا دی۔ بعض علماء محققین کا یہ قول بھی ہے کہ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کو اللہ تعالیٰ نے جس فرزند کے ذبح کرنے کا حکم دیا وہ حضرت اسحٰق نہیں تھے بلکہ حضرت اسماعیل علیہ السلام تھے (یہی قول قوی ہے) اس کے بعد ارشاد فرمایا اِنَّ ھٰذا لَھُوَ البَلٰٓؤُا المُبِینُ ۰ یعنی بلا شبہ یہ کھلی ہوئی زحمت تھی جو اللہ نے حضرت ابراہیم کے فرزند سے درگذر فرمائی اور اس کے فدیہ میں دنبہ دے دیا۔ بعض اصحاب نے کہا ہے کہ خلیل اللہ نے جب اپنے فرزند کے حلق پر چھری پھیرنی چاہی تو ندا آئی ابراہیم لڑکے کو چھوڑ دو کیونکہ ہماری مراد فرزند کو قربان کرنا نہ تھی بلکہ مراد یہ تھی کہ فرزند کی محبت سے دل خالی ہو جائے۔ بعض کتابوں میں آیا ہے کہ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) نے جب بیٹے کو ذبح کرنا چاہا تو دل میں کہا پروردگار اگر یہ ذبیحہ دوسرے کے ہاتھ سے ہو جاتا تو بہتر تھا اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ کام تمھارے ہی ہاتھوں ہونا ہے اس وقت فرشتوں نے عرض کیا الٰہ العالمین! اس ارشاد کا موجب اور سبب کیا ہے؟ حق تعالیٰ نے فرمایا تاکہ میرے سوا کسی اور کی محبّت خلیل (ابراہیم) کے دل میں نہ رہے کیونکہ میں محبت میں کسی کا شریک ہونا پسند نہیں کرتا۔ حضرت ابراہیمؑ نے بیٹے سے محبت کی تو اس امتحان میں مبتلا ہوئے، حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف سے محبت کی تو یوسفؑ چالیس برس ان سے غائب رہے اور حضرت یعقوبؑ کو یوسفؑ کی جدائی کی تکلیف برداشت کرنا پڑی، ہمارے پیغمبر حضرت محمد مصطفٰے نے حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ سے محبت فرمائی جب یہ محبت دل میں جاگزیں ہوئی تو جبرئیل نے آکر عرض کیا کہ ان میں سے ایک کو زہر دیا جائے گا اور دوسرے کو شہید کیا جائے گا۔ مطلب یہ ہے کہ محبوب کے ساتھ کوئی دوسرا محبت میں شریک نہ ہو۔

عیدگاہ کی آمد و رفت

عیدگاہ کا راستہ مستحب ہے کہ جس راستہ سے عید کی نماز کو جائے تو اسی راستہ سے واپس نہ آئے یعنی واپسی دوسرے راستے سے ہو، حضرت ابن عمرؓ کا قول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید کے دن (نماز کے لئے، ایک راستہ سے تشریف لے گئے اور دوسرے راستہ سے واپس تشریف لائے، لوگوں نے اس کی مختلف توجیہہ کی ہے، اکثر علماء کا قول ہے کہ اس عمل سے حضور کا مقصد مسلمانوں کا مشرکوں کے لشکر سے تحفظ مقصود تھا۔ بعض حضرات نے کہا ہے کہ اس سے مقصود صرف واپسی کا راستہ مختصر کرنا تھا (یعنی واپسی کا راستہ چھوٹا اور کم تھا، یعنی نیکیوں کی کثرت کے حصول کے لئے تو آپ نے طویل راستہ اختیار کیا اور آپ چھوٹے راستے سے واپس تشریف لائے۔ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ آپ ایک راستہ سے تشریف لے گئے تو زمین نے جانے کی شہادت دی پھر دوسرے راستہ سے واپس تشریف لائے تاکہ واپسی والے راستہ کی زمین بھی شاہد بن جائے۔ بعض حضرات نے یہ توجیہہ کی ہے کہ آنحضرت ایک راستہ سے کسی ایک قبیلہ کی طرف تشریف لے گئے اور واپسی پر دوسرے قبیلہ کی طرف ہو کر آئے تاکہ تمام قبائل کی عزت افزائی ہو جائے اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار مبارک ایک رحمت تھی، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔ وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ۔ (ہم نے آپ کو سارے جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے)۔

بعض محققین کا قول ہے کہ چونکہ زمین انبیاء اور اولیاء کے قدموں سے پامال ہونے پر فخر کرتی ہے اس لئے حضور نے دونوں راستوں کو طے فرما کر ایک راستہ کو دوسرے راستے پر فخر کرنے کا موقع نہیں چھوڑا (دونوں کو فضیلت و کرامت یکساں عطا فرما دی) یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضور عیدگاہ کو ایک راستہ سے گئے اس سے مقصود تھا اللہ کی طرف جانا، پھر جب اپنے اہل و عیال، گھر بار، اور مسکن کی معمولی مٹی اور پانی کی طرف واپسی کا قصد فرمایا تو آپ نے پسند نہیں فرمایا کہ جس راہ سے اللہ کی طرف گئے تھے اسی راستے سے دوسروں کی طرف جائیں۔ اس بنا پر آپ نے دوسرا راستہ اختیار فرمایا۔

بعض حضرات کا خیال ہے کہ اگر حضور والا واپسی کے لئے دوسرا راستہ اختیار نہ فرماتے تو لوگوں پر پہلے راستہ ہی سے واپس ہونا سنت رسول اللہ کے مطابق لازم ہو جاتا اور پھر نماز کے بعد لوگوں کا اپنے اپنے گھروں کو جانا (مختلف راستوں کے بجائے ایک ہی راستے سے) دشوار ہو جاتا اس لئے حضور نے واپسی کے وقت لوگوں پر کشادگی و فراخی پیدا کر دی کہ جس راستے سے چاہیں گھروں کو واپس جائیں، یہ بھی کہا گیا ہے کہ راستے کی تبدیلی کا باعث یہ تھا کہ حضور والا کو منافقوں اور کافروں کی چالبازیوں کا اندیشہ تھا۔ بعض کا خیال ہے کہ آنحضرت اور صحابہ کرامؓ نماز کے بعد صدقہ دیا کرتے تھے، جدا جدا راستہ اختیار کرنے کا مقصد یہ تھا کہ دونوں راستوں کے فقراء اور غرباء کو صدقہ پہنچ جائے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ حضور والا اژدھام سے بچنے کے لئے ایسا کیا کرتے تھے۔

قربانی اور یوم الاضحیٰ کی فضیلت

قربانی کے وقت کی دعا:۔ حضرت عبداللہ بن قرط روی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اللہ کے

نزدیک قربانی کا دن (یوم نحر) سب دنوں سے زیادہ عظمت والا ہے، روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہؓ سے فرمایا قربانی کے جانور کے پاس کھڑی رہو اس لئے کہ قربانی کے جانور کی گردن سے جب خون کا پہلا قطرہ گرے گا تو اس کے عوض تمہارے سارے گناہ معاف کردیئے جائیں گے اور اس وقت یہ پڑھو اِنَّ صَلٰوتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ۝ (میری نماز، عبادت، زندگی اور موت سب اللہ ہی کے لئے ہے جو ساری مخلوق کا پالنے والا ہے)
حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا۔ الٰہی! اُمتِ محمدیہ میں سے قربانی کرنے والوں کو کیا ثواب ملے گا اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس کا ثواب قربانی کے جانور کے ہر بال کے عوض دس نیکیاں ہیں اس کو دس نیکیاں ہر بال کے عوض ملیں گی، اور دس گناہ مٹا دیئے جائیں گے اور اس کے دس درجے بلند کئے جائیں گے، حضرت داؤد نے فرمایا کہ جب وہ قربانی کے پیٹ کو چاک کرے گا تو اس کا کیا ثواب ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب اس بندہ کی قبر شق ہوگی تو اللہ تعالیٰ اس کو بھوک، پیاس اور قیامت کے ہول سے محفوظ کرکے نکالے گا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے داؤدؑ! قربانی کے گوشت کے ہر پارچہ کے عوض جنت کے اندر اس کے لئے بختی اونٹ کے برابر ایک پرندہ مخصوص ہوگا اور ہر ٹکڑے کے عوض اس کو جنت کے اندر ایک اسپ بہشتی ہوگا اور قربانی کے جسم کے ہر بال کے بدلہ اس کو جنت میں ایک محل ملے گا اور قربانی کے سر کے ہر بال کے عوض اس کو حور ملے گی۔ اے داؤدؑ کیا تم کو معلوم نہیں کہ قربانیاں ہی قیامت کے دن پل صراط سے گزرنے کے لئے سواریاں ہوں گی، یہ قربانیاں گناہوں کو مٹا دیتی ہیں، بلاؤں کو دفع کرتی ہیں، تم قربانیوں کا حکم دو یہ مومن کا فدیہ ہیں جیسے وہ قربانی (دنبہ) اسحاقؑ کا فدیہ تھا۔

قربانی کا جانور اچھا ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اچھے جانور قربانی کرو قیامت کے دن یہ تمہاری سواریاں ہوں گے۔ ایک روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آیت یَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِیْنَ اِلَی الرَّحْمٰنِ وَفْدًا[1] تلاوت فرمائی (اور فرمایا وہ گروہ جو اپنی قوم یا حکومت کی نمائندگی کرتا ہے اعلیٰ قسم کے اونٹوں پر سوار ہو کر آتا ہے) پل صراط سے گزرنے کے لئے ان کی سواریاں (اونٹنیاں) یہی قربانی کے جانور ہوں گے، پھر ان کو ایسی اونٹنیاں اللہ تعالیٰ مرحمت فرمائے گا کہ ایسی کسی مخلوق نے نہیں دیکھی ہوں گی، ان کے کجاوے سونے کے اور ان کی مہاریں زمرد کی ہوں گی یہ اونٹنیاں ان کو جنت تک لیجائیں گی، اتنے قریب پہنچا دیں گی کہ وہ جا کر جنت کا دروازہ کھٹکھٹائیں گے۔

ایک روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قربانیاں بطیب خاطر کیا کرو کیونکہ جو شخص اپنی قربانی (قربانی کے جانور سے مراد ہے) کو پکڑ کر اس کا رُخ قبلہ کی طرف کرتا ہے تو قربانی کے بال اور اس کا خون اس کے لئے قیامت کے دن کے لئے محفوظ رکھا جاتا ہے، وجہ یہ ہے کہ جو خون مٹی پر گرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی نگرانی و نگہداشت میں رہتا ہے۔ تم تھوڑا خرچ کرو گے جب بھی تم کو اجر زیادہ دیا جائے گا۔

روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے سیاہی مائل بڑے بڑے سینگوں والے دو دُنبے طلب فرمائے پھر ایک کو لٹا کر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ بِسْمِ اللّٰہِ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ، الٰہی یہ (دنبہ) محمدؐ اور اہل بیت محمدؐ کی طرف سے ہے۔ پھر دوسرے

---

[1] جس دن پرہیزگار لوگ رحمٰن کی طرف وفد بنکر اٹھائے جائیں گے۔

کو لٹا کر آپ نے پڑھا بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم، بِسْمِ اللّٰہِ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰھُمَّ ھٰذا عَنْ مُحَمَّدٍ وَعَنْ اُمَّتِہٖ ۔ الٰہی یہ قربانی، محمدؐ اور اُمت محمدؐ کی طرف سے ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے دن، قربانی فرمائی۔
شیخ ہبۃ اللہ نے باسناد حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص قربانی کے دن اپنی قربانی کے جانور کے نزدیک اس کو ذبح کرنے کے ارادہ سے پہنچتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت سے نزدیک کر دیتا ہے اور جس وقت اس کو ذبح کر دیتا ہے تو اس کے خون کا پہلا قطرہ زمین پر گرتے ہی اللہ تعالیٰ اس کو بخش دیتا ہے اور اس ذبیحہ کو قیامت کے دن اس کے واسطے (پل صراط سے عبور کے لئے) سواری بنا دیتا ہے تاکہ اس پر سوار ہو کر جائے۔ اس کے ہر بال اور اُون کی گنتی کے مطابق یعنی ہر بال کے عوض اس کو نیکیاں دی جائیں گی۔ حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے سیاہی مائل رنگ کے سینگوں والے دو مینڈھوں کی قربانی کی اور ذبح کرتے وقت اس کی گردن پر اپنا پائے مبارک ان کے منہ کے رُخ پر رکھا اور بسم اللہ پڑھی۔ حضرت ابو عبیدہؓ فرماتے ہیں کہ اَمْلَحْ وہ مینڈھا ہوتا ہے جس میں سیاہی اور سفیدی کی آمیزش ہو مگر سیاہی کا غلبہ ہو۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور کے حکم سے سینگوں والا ایک مینڈھا لایا گیا جو سیاہی میں چلتا سیاہی میں دیکھتا اور سیاہی میں بیٹھتا تھا یعنی اس کے پاؤں، منہ اور اس کے پہلو سیاہ رنگ کے تھے، آپ نے اس مینڈھے کی قربانی کی اور اس کو لٹا کر ذبح کیا اور فرمایا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم! الٰہی اس کو محمدؐ، آل محمدؐ اور اُمت محمدؐ کی طرف سے قبول فرما، اہل حدیث نے اس حدیث کی تشریح اس طرح کی ہے کہ مینڈھا گوشت اور چربی کی زیادتی کی وجہ سے اپنے سایہ میں چلتا، اپنے سایہ میں دیکھتا، اور اپنے سایہ میں بیٹھتا تھا یعنی ان کے نزدیک وَیَطاءُ فی سواد وینظر فی سواد ویبرک فی سواد کے معنی یہ ہیں اہل لغت نے اس کے معنی بیان کئے ہیں کہ اَمْلَح وہ ہے جو اسود الیدین والعینین والبرکتین ہو[1] (یہ معنی اوپر بیان کئے جا چکے ہیں)۔

شبِ عید قربان
کی نماز اور قربانی کے مسائل

شبِ عید قربان کی نماز دو رکعت ہے ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ، سورۂ اخلاص، اور سورۂ فلق پندرہ پندرہ مرتبہ پڑھے دوسری رکعت میں سلام پھیرنے کے بعد تین بار آیت الکرسی اور پندرہ مرتبہ استغفار پڑھے، اس کے بعد دنیا و آخرت کی بھلائی کے لئے جو دعا چاہے کرے۔

قربانی کے احکام | قربانی سنت ہے، جو شخص قربانی کر سکتا ہے اس کے لئے اس کا ترک اچھا نہیں ہے۔ امام احمد (حنبل)

---

[1] سیاہ ہاتھ پاؤں، سیاہ آنکھوں اور سیاہ پہلوؤں والا۔

امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک قربانی سنت ہے، باقی دوسرے مجتہدین حضرات کے نزدیک واجب ہے۔ سنت ہونے کی دلیل وہ حدیث ہے جو حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے قربانی کا حکم دیا گیا ہے لیکن تمہارے لئے وہ سنت ہے"۔ ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ حضور نے فرمایا "تین چیزیں مجھ پر تو فرض ہیں مگر تمہارے لئے نفل ہیں۔ قربانی۔ وتر اور فجر کی دو رکعتیں"۔ حضرت ام سلمہؓ کی روایت میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب عشرۂ ذالحج آجائے اور تم سے میں کوئی قربانی کرنا چاہے تو اپنے بال اور کھال کو بالکل نہ چھوئے (یعنی نہ بال منڈائے، نہ کٹوائے، نہ فصد کھلوائے نہ پچھنے لگوائے)۔ اس حدیث میں قربانی کو ارادہ اور خواہش سے متعلق کیا ہے اور جو حکم شرعاً واجب ہوتا ہے اس کا تعلق کرنے والے کے ارادے سے نہیں ہوتا کہ جی چاہے کرے جی چاہے نہ کرے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ قربانی واجب نہیں بلکہ سنت ہے۔

قربانی کا جانور

قربانی کے لئے سب سے افضل اونٹ ہے پھر گائے، اس کے بعد بکری۔ بھیڑ جزع سے کم نہ ہو اور دوسرا جانور مسنہ سے کم نہ ہو۔ بھیڑ چھ ماہ کی پوری ہو جائے تو جزع کہلاتی ہے۔ بکرا بکری ایک سال کا ہو، گائے دو سال اور اونٹ دو سال کا یہ سب اس عمر پر پہنچکر مسن کہلاتے ہیں۔

ایک بکری ایک شخص کے لئے اور ایک اونٹ یا گائے سات آدمیوں کی طرف سے کافی ہے۔

قربانی کے جانور کا رنگ اور اس کی افضلیت

قربانی کا افضل جانور سفید رنگ کا ہے پھر سیاہ رنگ کا۔ خود ذبح کرنا افضل ہے اگر خود اچھی طرح ذبح نہ کرسکتا ہو تو ذبح کے وقت موجود رہے۔ قربانی کا تیسرا حصہ اپنے لیے سب سے اور ایک تیسرا حصہ اعزا و احبا کے لئے اور ایک تیسرا حصہ خیرات کرے۔ عیب دار جانور قربانی کے لئے نہ لے، یہ عیب پانچ ہیں۔ (۱) سینگ یا کان کا بیشتر حصہ کٹا ہوا ہونا (بعض اقوال میں آیا ہے کہ جس جانور کا ایک تہائی کان یا سینگ نہ ہو اس کی قربانی درست نہیں ہے)۔ (۲) منڈا یعنی بغیر سینگ کا جانور۔ (۳) کانا جس کا کانا ہونا نمایاں ہو (یعنی آنکھ اندر دھنسی ہو)۔ (۴) اتنا دبلا جس کی ہڈیوں میں مینگ بھی نہ رہی ہو۔ (۵) لنگڑا۔ ایسا جس کا لنگڑا پن ظاہر ہو اور نمایاں ہو یعنی کمزوری کی وجہ سے جانوروں کے ساتھ چرنے نہ جاسکے، چر نہ سکتا ہو یا ایسا بیمار جس کی بیماری نمایاں ہو [illegible] خارش گوشت کو خراب کردیتی ہے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مقابلہ، مدابرہ، خرقا اور شرقا کی قربانی سے بھی منع فرمایا ہے۔ مقابلہ وہ جانور جس کے کان کا اگلا حصہ کاٹ کر لٹکا کر چھوڑ دیا گیا ہو اور مدابرہ وہ جانور جس کے کان کا پچھلا حصہ کاٹ دیا گیا ہو، خرقا وہ جانور ہے جس کے کان میں داغ لگانے کے باعث سوراخ ہوگیا ہو۔ شرقا اس جانور کو کہتے ہیں جس کا داغ لگانے سے اس کا کان پھٹ گیا ہو یہ ممانعت تحریمی نہیں ہے تنزیہی ہے، پس بہتر یہی ہے کہ ایسے جانور کی قربانی سے گریز کرے اگر قربانی کردے تو جائز ہے۔

قربانی کے دن

قربانی کے تین دن ہیں نماز عید کے بعد سے عید کا پورا دن اور اس کے بعد دو دن [illegible] فقہا کا یہی قول ہے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک چار دن ہیں عید کا دن اور اس کے بعد [illegible] تین دن

کے بارے میں حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت ابن عباسؓ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے اقوال موجود ہیں۔

امام کی نماز سے پہلے قربانی کا ثواب حاصل نہیں ہوتا فقط گوشت کھانے کے لئے ذبیحہ ہو جاتا ہے (اس گوشت کا کھانا جائز ہے لیکن وہ قربانی نہیں ہے)۔ مصنفؒ نے بالاسناد روایت کی ہے کہ حضرت براءؓ بن عازب نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو خطاب کیا اور نحر کے دن نماز کے بعد فرمایا کہ جس نے ہماری طرح نماز پڑھی اور ہماری طرح قربانی کی اس نے صحیح قربانی کی اور جس نے نماز سے پہلے قربانی کر دی تو وہ گوشت کی ایک بکری ہے (قربانی نہیں ہوئی) حضرت ابو بردہؓ نے کھڑے ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! میں تو نماز کو آنے سے پہلے ہی قربانی کر چکا، میں تو یہ سمجھا تھا کہ آج کا دن کھانے پینے کا ہے اس لئے میں نے قربانی جلد کر لی خود بھی کھایا اور اپنے پڑوسیوں کو بھی کھلایا۔ حضور نے جواب میں ارشاد فرمایا "وہ گوشت کی بکری ہوئی (قربانی نہیں ہوئی)۔ حضرت ابو بردہؓ نے عرض کیا کہ میرے پاس بکری کا ایک بچہ جذع (ششماہہ) ہے جو گوشت کی دو بکریوں سے بہتر ہے کیا وہ (قربانی کے لئے) کافی ہو جائے گا حضور نے فرمایا صرف تیرے لئے، تیرے بعد کسی اور کے لئے نہ ہوگا (ششماہہ بچہ کی قربانی صرف تمہارے لئے جائز ہے کسی اور کے لئے نہیں)۔

اسودؓ بن قیس سے مروی ہے کہ میں نحر کے دن حضور کی خدمت میں حاضر تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کچھ ایسے لوگوں کے پاس سے گزرے جنھوں نے نماز سے پہلے ہی جانور ذبح کر لئے تھے، حضور نے فرمایا جس نے نماز سے پہلے جانور ذبح کیا ہے اُسے چاہیئے کہ وہ دوبارہ جانور ذبح کرے اور بعض حدیثوں میں اس طرح آیا ہے کہ حضور نے فرمایا "جس نے نماز سے پہلے جانور ذبح کیا اسے چاہیئے کہ وہ اس کی جگہ دوسری قربانی کرے اور جس نے ذبح نہیں کیا ہے وہ اب ذبح کرے۔

ایّام تشریق

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَاذْكُرُوا اللهَ فِي أَيَّامٍ مَّعْدُودَاتٍ (گنے ہوئے یا مقررہ دنوں میں اللہ کی یاد کرو) یاد سے مراد ہے ہر نماز کے بعد اور ہر پتھری مارتے وقت تکبیر کہنا۔ اوّل عشرہ سے تشریق کے آخر دن تک تکبیر کہنا مستحب ہے۔

تشریق کے معانی اور مختلف توجیہات

ایام معدودات ایام تشریق ہیں یعنی منیٰ کے تین دن اور ایام معلومات سے مراد ذی الحجہ کے دس دن ہیں۔ اکثر علماء کا یہی قول ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے فَمَنْ تَعَجَّلَ فِي يَوْمَيْنِ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ اور جو دو دن میں جلد لوٹ آئے اس پر کوئی گناہ نہیں۔ حاجی ایام تشریق کے دو دن یا پورے تین دن کے بعد حج سے باہر آجاتے ہیں۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے "اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ" میں ذکر کا حکم دیا ہے یہ ایام، ایام تشریق ہیں یعنی نحر کے بعد تین دن، ان دنوں کو گنتی کے دن کہنے کی وجہ یہ ہے کہ پوری عمر کے دنوں کے مقابلہ میں یہ دن تھوڑے ہیں؛ جیسے رمضان کے مہینے کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے "گنتی کے دن" فرمایا ہے اسی طرح حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے

میں ارشاد فرمایا وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُودَةٍ (یوسف کے بھائیوں نے یوسف کو تھوڑی قیمت کے درہموں میں بیچ ڈالا یعنی بہت کم درہموں کے عوض)۔

بعض علماء نے معدودہ کہنے کی وجہ یہ بتائی ہے کہ ان دنوں کا شمار ایام حج میں کیا جاتا ہے چنانچہ مزدلفہ میں قیام اور منیٰ میں کنکریاں (رمی جمار) اور دوسرے مناسک حج انہی ایام میں ہوتے ہیں۔

زجاج کا قول

زجاج کا قول ہے کہ معدودات کا اطلاق لغت میں قلیل چیز پر ہوتا ہے چونکہ یہ بھی تین دن ہیں تھوڑے اس لئے ان کو ایام معدودات کہا گیا یعنی تشریق کے تین دن اور جس ذکر کا ان ایام میں حکم دیا ہے اس سے مراد تکبیر ہے۔ نافعؒ کی روایت ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا ایام معدودات تین دن ہیں ایک دن نحر کا اور دو دن اس کے بعد کے ہیں۔ ابراہیم نخعیؒ نے کہا کہ ایام معدودات (ذی الحج کے) دس دن ہیں اور ایام معلومات قربانی کے دن ہیں۔ ... میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ذکر کا حکم دیا ہے اور اس سے پہلی آیت میں "فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ آبَاءَكُمْ" میں بھی ذکر کا حکم دیا گیا ہے اس کا کیا سبب ہے؟ اس کی وجہ جمیع مفسرین کرام نے یہ بیان فرمائی ہے کہ حج سے فراغت کے بعد عرب کعبہ کے پاس قیام کرتے اور اپنے باپ دادا کے فضائل اور خوبیاں کرکے تفاخر کرتے۔ کوئی کہتا کہ میرا باپ بہت ... کھانا کھلاتا تھا اونٹ ذبح کرتا تھا قیدیوں کو فدیہ دے کر اور دیت ادا کرکے آزاد کراتا تھا، چنیں کرتا اور چناں کرتا غرض اس طرح باہم ایک دوسرے پر فخر کرتے پس اس تفاخر کے بجائے اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی یاد کا حکم دیا اور فرمایا فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ آبَاءَكُمْ۔ اور فرمایا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِي أَيَّامٍ مَّعْدُودَاتٍ! میری یاد کرو میں نے ہی تمہارے اور تمہارے آباؤ اجداد کے ساتھ احسان کیا۔

سدی کی روایت

سدی کہتے ہیں کہ اہل عرب عبادت سے فارغ ہو کر منیٰ میں جاتے ان میں سے ایک بارگاہ الٰہی میں دعا کرتا کہ اے اللہ میرے باپ کا پیالہ بہت بڑا تھا اس کی دہلیز بھی بہت بڑی تھی وہ بہت بڑا دولت مند تھا، مجھے بھی اس کی طرح مالا مال فرما دے گویا اس طرح وہ اللہ کا ذکر نہیں بلکہ اپنے باپ کے فضائل بیان کرتا تھا دنیا کی لذت اور نعمت کی خواہش کرتا اس لئے یہ آیت نازل کی گئی۔

مختلف توجیہات

حضرت ابن عباسؓ، عطاؒ، ربیعؒ اور ضحاکؒ رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے یہ معنی بیان کئے ہیں کہ "تم خدا کو اس طرح یاد کرو جس طرح چھوٹے بچے اپنے باپوں کو یاد کرتے ہیں۔ سب سے پہلے بچہ جب بولنا اور سمجھنا شروع کرتا ہے تو صاف نہیں بولتا پھر ابا اماں ٹھیک طرح سے بولنے لگتا ہے[1]۔ عمر بن مالکؒ کی روایت ہے کہ ابوالجوزاؒ نے بیان کیا کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ سے آیت فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ آبَاءَكُمْ کے سلسلہ میں دریافت کیا کہ کوئی دن ایسا بھی ہوتا ہے کہ آدمی باپ کو یاد نہیں کرتا تو کیا خدا کو بھی کسی روز بھول جانا درست ہے؟ انھوں نے کہا اس کا یہ مطلب نہیں ہے بلکہ مطلب ہے کہ اگر اللہ کی نافرمانی کی جائے تو دیکھ کر تم کو اتنا ہی غصہ آئے جتنا غصہ تم کو اس وقت آتا ہے جب تمہارے ماں باپ کو گالی دی جائے۔

---

[1] بچے شیر خواری میں جب بولنا سیکھتے ہیں تو ہر وقت اماں، ابا ہی کی رٹ لگاتے ہیں، باپ کی یاد ہی ان کے حافظہ کا ماحصل ہوتی ہے (مترجم)

محمد بن کعب کا قول | محمد بن کعب قرظی نے کہا کہ کَذِکْرِکُمْ آبَاءَکُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِکْرًا میں "او" بمعنی بل ہے جیسے اَوْ یَزِیْدُوْنَ کے معنی ہیں بَلْ یَزِیْدُوْنَ یعنی اللہ کی یاد باپ دادا کی یاد کی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ کرو مقاتل نے کہا اَشَدَّ ذِکْرًا کے معنی ہیں اَکْثَرَ ذِکْرًا یعنی شمار میں زیادہ (اکثر و بیشتر) جیسے اَشَدُّ قَسْوَۃً (سختی میں زیادہ) اَشَدَّ خَشْیَۃً (خوف میں زیادہ)

ذِکْر

ذکر کے معنی | اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں چند چیزوں کو "ذکر" فرمایا ہے، اولاً تورات کو "ذکر" کہا ہے فرمایا فَاسْئَلُوْا اَھْلَ الذِّکْرِ یعنی تورات والوں سے پوچھ لو! قرآن کو بھی ذکر کہا ہے فرمایا ھٰذَا ذِکْرٌ مُّبَارَکٌ اَنْزَلْنٰہُ یہ مبارک یادداشت ہے جو ہم نے نازل فرمائی، لوح محفوظ کو بھی ذکر سے یاد فرمایا وَلَقَدْ کَتَبْنَا فِی الزَّبُوْرِ مِنْ بَعْدِ الذِّکْرِ ہم نے لوح محفوظ کے بعد زبور میں لکھ دیا؛ نصیحت کو بھی ذکر سے تعبیر فرمایا ہے فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُکِّرُوْا بِہٖ جب وہ اس نصیحت کو بھول گئے جو ان کو کی گئی تھی؛ رسول کو بھی ذکر کہا ہے۔ ارشاد فرمایا قَدْ اَنْزَلَ اللّٰہُ اِلَیْکُمْ ذِکْرًا رَّسُوْلًا بیشک اللہ تعالیٰ نے تمھاری طرف ذکر کو جو رسول ہے بھیجا؛ اور خبر کا نام بھی ذکر رکھا، چنانچہ فرمایا "ھٰذَا ذِکْرُ مَنْ مَّعِیَ وَمَنْ قَبْلِیْ" یہ ان لوگوں کی خبر ہے جو میرے ساتھ ہیں اور ان لوگوں کی خبر ہے جو مجھ سے پہلے گزر گئے؛ شرف و فضیلت کو بھی ذکر کہا گیا ہے، فرمایا اِنَّہٗ لَذِکْرٌ لَّکَ وَلِقَوْمِکَ یہ تمھارے لئے اور تمھاری قوم کے لئے ایک فضیلت و شرف ہے؛ توبہ کو بھی ذکر سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ارشاد ہے ذٰلِکَ ذِکْرٰی لِلذّٰکِرِیْنَ یہ توبہ کرنے والوں کے لئے یادداشت ہے؛ نماز کو بھی ذکر کہا گیا ہے، ارشاد ہوا فَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَمَا عَلَّمَکُمْ اللہ کو اس طرح یاد کرو جس طرح اس نے بتایا یعنی اس طرح نماز پڑھو جیسے اس نے سکھائی ہے۔ عصر کی نماز کو بھی ذکر کہا ہے، فرمایا اِنِّیْٓ اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَیْرِ عَنْ ذِکْرِ رَبِّیْ اپنے رب کے ذکر سے یعنی عصر کی نماز سے مال کی محبت کو میں نے زیادہ عزیز رکھا؛ جمعہ کو بھی ذکر کہا ہے، ارشاد فرمایا فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ جمعہ کی نماز کی طرف جلدی جاؤ! اطاعت اور مغفرت کو بھی ذکر کہا ہے، فرمایا ہے فَاذْکُرُوْنِیْٓ اَذْکُرْکُمْ تم میری اطاعت کرو میں تمھاری مغفرت کروں گا؛ ندامت کو بھی ذکر کہا گیا ہے، فرمایا ہے اِذَا ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ ذَکَرُوا اللّٰہَ جب تم اپنی جانوں پر ظلم کرو تو اس وقت اپنے دل میں اللہ کا ذکر کرو، (یعنی دل میں ندامت محسوس کرو) اور زبان سے استغفار کرو، تکبیر کو بھی ذکر کہا ہے" وَاذْکُرُوا اللّٰہَ فِیْٓ اَیَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ "تشریق کے دنوں میں اللہ کا ذکر کرو یعنی تکبیر کہو۔

تشریق کی وجہ تسمیہ

تشریق کے معنی | ایام تشریق کی وجہ تسمیہ میں علماء کا اختلاف ہے، بعض کا کہنا ہے کہ زدور جاہلیت میں) مشرک کہتا

ہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے واقعہ میں مذکور ہے۔

کرتے تھے اَشْرِقْ ثَبِیْرُ کَیْمَا نُغِیْرُ اے کوہ ثبیر! روشن ہوجا تاکہ ہم چلیں، بات یہ تھی کہ سورج کے طلوع ہونے سے پہلے یہ لوگ مزدلفہ سے نہیں لوٹتے تھے (جب کوہِ ثبیر چمکنے لگتا تب روانہ ہوتے) اسلام نے اس رسم جاہلیت کو باطل کر دیا! بعض علماء کا ارشاد ہے کہ ایام تشریق کے معنی ہیں قربانی کے گوشت کو پارچہ پارچہ کر کے خشک کرنے کے دن، ایام جاہلیت میں لوگ قربانی کے گوشت کو خشک کر کے رکھ لیتے تھے چنانچہ تشریق اللحم گوشت کے پارچہ کر کے دھوپ میں رکھنا اور شرائق اللحم گوشت کے سوکھے پارچوں کو کہا جاتا ہے۔

بعض حضرات کا کہنا ہے کہ تشریق کے معنی ہیں عید کی نماز۔ لفظ تشریق شروق الشمس سے مشتق ہے یعنی سورج کا روشن ہونا چونکہ عید کی نماز کا وقت طلوع خورشید کے بعد ہی شروع ہوتا ہے۔ اسی اعتبار سے عیدگاہ کو مَشرق کہتے ہیں کہ سورج طلوع ہونے کے بعد لوگ وہاں پہنچتے ہیں اسی وجہ سے یوم عید کو یوم تشریق کہا جاتا ہے۔ پھر عید کے باقی دو دنوں کو ایام تشریق سے موسوم کر دیا گیا۔

حضرت ذوالنُّون مصریؒ نے تشریح فرمائی!

حضرت ذوالنون مصریؒ سے دریافت کیا گیا کہ مَوقِف کا نام مشعر کیوں رکھا گیا، اس کو حرم کیوں نہیں کہا گیا فرمایا کعبۃ اللہ کا گھر ہے اور حَرَم اس کا پردہ ہے مشعر اس کا دروازہ ہے، جب مہمان یعنی حاجی خانۂ خدا کا قصد کرتے ہیں تو اللہ ان کو پہلے دروازے پر ٹھہرا دیتا ہے تاکہ وہ درگاہِ الٰہی پر عاجزی کرے، پھر دوسرے پردے پر آتا ہے جسے مُزدَلفہ کہتے ہیں وہاں حاجی کھڑا ہوتا ہے عاجزی کرتا ہے جب اس کی عاجزی اور زاری قبول ہو جاتی ہے تو اسے قربانی کا حکم دیا جاتا ہے قربانی کرنے سے وہ گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے پھر طہارت کر کے خانہ کعبہ کی زیارت سے مشرف ہوتا ہے۔ ان سے دریافت کیا گیا کہ ایام تشریق میں روزہ رکھنا کیوں مکروہ ہے؟ جواب میں فرمایا اس لئے کہ لوگ (حاجی) اللہ کے مہمان ہیں اس کی ملاقات کو آئے ہیں اور میزبان کے یہاں مہمان کو روزہ رکھنا مناسب نہیں ہے۔ پھر دریافت کیا گیا کہ کعبہ کے پردے پکڑ کر لٹکنے کی کیا وجہ ہے؟ انھوں نے فرمایا اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک بندہ اپنے مالک کا گنہگار ہے اور اس کا کوئی سفارشی ہے تو وہ مجرم بندہ اپنے سفارشی کا دامن پکڑ لیتا ہے اور گریہ و زاری کر کے معافی کی درخواست کرتا ہے۔

تکبیرات

تکبیراتُ ایامِ تشریق کی تعداد

حضرت نافعؒ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما ایام تشریق میں منیٰ کے اندر نمازوں کے بعد مجلس میں، بستر پر، خیمہ میں اور راستہ میں ہر جگہ تکبیر پڑھتے تھے ان دونوں حضرات کی تقلید میں اور لوگ بھی تکبیر پڑھتے اور اس آیت کا (وَاذْكُرُوا اللهَ فِي اَيَّامٍ مَّعْدُودَاتٍ) یہی مطلب مفہوم سمجھتے تھے، تکبیر کے سنت ہونے پر سب (اکابرین اُمت) کا اتفاق ہے۔ اختلاف ہے تو اس کی تعداد میں ہے۔

ف حضرت مصنف رضی اللہ عنہ نے اولاً اوقات تکبیر کا اختلاف بیان فرمایا ہے اس کے بعد تعداد کا اختلاف ظاہر فرمایا ہے۔ مترجم

حضرت علی رضی اللہ عنہ عرفہ کے دن کی فجر سے آخری یوم تشریق کی عصر تک ہر نماز کے بعد تکبیر کہتے تھے۔ ہمارے امام احمد بن محمد بن حنبلؒ اور قاضی ابو یوسف اور محمد بن حسن (رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین) کا یہی مذہب ہے امام شافعیؒ کا بھی اس سلسلہ میں یہی قول ہے اور یہ قول سب سے زیادہ جامع اور اولیٰ ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ عرفہ کی فجر سے یوم نحر (۱۰ ذی الحجہ) کی نماز عصر تک ہر نماز کے بعد تکبیر پڑھا کرتے تھے۔ امام اعظم ابو حنیفہ نعمانؒ کا بھی یہی مذہب ہے۔ حضرت ابن عباسؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ یوم نحر کی ظہر سے آخری یوم تشریق کی عصر تک تکبیر پڑھتے تھے۔ عطا کا قول یہی ہے' امام شافعیؒ کا ظاہر ترین قول یہ ہے کہ نحر کی ظہر سے تکبیر کا آغاز کیا جائے اور آخری یوم تشریق کی فجر پر اس کو ختم کر دیا جائے تاکہ حاجیوں کی اقتداء کامل طور پر ہو جائے۔ امام مالکؒ کا بھی یہی مذہب ہے' شافعی کا ایک قول یہ بھی ہے کہ شب نحر کی مغرب کی نماز سے تکبیر کی ابتداء کی جائے اور آخری یوم تشریق کی نماز فجر پر اس کو ختم کیا جائے۔

تکبیر کے الفاظ اور تعداد

حضرت ابن مسعودؓ دو مرتبہ تکبیر اس طرح کہتے تھے اللہ اکبر، اللہ اکبر، لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر، وللہ الحمد' ہمارے ائمہ اور امام ابو حنیفہؒ اور اہل عراق کا مسلک یہی ہے۔ امام مالکؒ تکبیر اس طرح کہتے تھے۔ اللہ اکبر اللہ اکبر یہاں کچھ ٹھہر جاتے پھر کہتے اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ۔ حضرت سعید بن جبیرؒ اور حسن بصریؒ تین بار لگاتار اس طرح تکبیر کہتے تھے اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر' پھر آخر تک وہی کہتے جو حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کے قول میں اوپر بیان کیا جا چکا ہے' امام شافعیؒ اور اہالیان مدینہ کا یہی مسلک ہے (یعنی وہ شروع میں دو بار کے بجائے تین بار اللہ اکبر کہتے ہیں) حضرت قتادہ تکبیر اس طرح کہتے تھے اللہ اکبر کبیراً علیٰ ما ہدانا۔ اللہ اکبر وللہ الحمد۔ حضرت سعیدؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' ایام منیٰ کھانے پینے اور اللہ کا ذکر کرنے کے دن ہیں۔ حضرت جعفرؒ بن محمدؒ نے کہا کہ رسول اللہ نے ایام تشریق میں ایک منادی کو بھیجا اور ندا کرائی کہ یہ دن (ایام تشریق) کھانے پینے اور عورتوں (بیویوں) سے قربت کے دن ہیں۔

محرم کی تکبیرات

آدمی اگر محرم یعنی احرام کی حالت میں ہو تو نحر کی ظہر سے آخری یوم تشریق تک تکبیر پڑھے امام احمد کا بھی یہی قول ہے۔ امام احمد سے صحیح ترین قول یہ بھی آیا ہے کہ اگر نماز فرض جماعت سے پڑھی ہے تو تکبیر نہ پڑھے بلکہ تنہا نماز پڑھے تو تکبیر کہے۔

عید الفطر کے دن

عید الفطر کی تکبیرات :- یہ مسائل جو بیان کئے گئے ہیں عید الاضحیٰ میں تکبیر کہنے سے متعلق ہیں' عید الفطر میں بھی اسی

ؔ حضرت مصنف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس مقام پر الفاظ یہ ہیں "وَھُوَ مَذْھَبُ الْاِمَامِ الْاَعْظَمِ اَبِی حَنِیْفَۃَ النُّعْمَانِ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالیٰ" یہ عبارت اور یہ اقتباس اُن کج فہموں کے فہم کی درستی کے لئے کافی و وافی ہے جنہوں نے اپنی نادانی سے یہ کہا ہے کہ حضرت نے فرقہ ضالّہ میں فرقہ حنفیہ کو شامل کیا ہے' جیسا کہ اس سے قبل صراحت کی جا چکی ہے وہ چند گم کردہ راہ متبعین حضرت امام اعظم تھے جنہوں نے غلط عقیدہ پر قدم اٹھایا اور خود کو حنفی بھی کہتے رہے حالانکہ وہ اس غلط عقیدے کی بنا پر تقلید کے دائرہ سے خود بخود خارج ہو گئے تھے۔ (مترجم)

طرح تکبیر کہے بلکہ عید الفطر کی رات میں تکبیر کہنے کی زیادہ تاکید آئی ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ ہ اور چاہیئے کہ تم ماہ رمضان کی گنتی پوری کر لو اُس پر اللہ کی بڑائی بیان کرو جس نے تم کو ہدایت بخشی۔

عید الفطر کی تکبیر کا آغاز شب فطر کی مغرب سے ہوتا ہے اور عید کے دِن جب امام دونوں خطبوں سے فارغ ہو جائے اس وقت تک تکبیر کا حکم رہتا ہے پھر یہ حکم ختم ہو جاتا ہے۔

امام اعظم ابو حنیفہ رح نے فرمایا کہ عید الفطر میں تکبیر مسنون نہیں ہے، امام مالک رح کا قول ہے کہ عید الفطر کے دن میں تکبیر پڑھے رات میں نہ پڑھے اور تکبیر پڑھنے کا وقت عید گاہ پہنچنے تک ہے۔ امام شافعی رح نے فرمایا کہ شب عید کی مغرب سے تکبیر شروع اور جب امام عید کے دونوں خطبے ختم کر دے تو تکبیر کہنا بھی ختم کر دے امام شافعی رح نے یہ بھی فرمایا ہے کہ تکبیر شب عید کی مغرب سے شروع کرے کے اس وقت ختم کر دے جب امام عید گاہ میں پہنچ جائے۔ ایک قول میں انتہائی وقت نماز عید کے آغاز کو قرار دیا گیا ہے اور دوسرے قول میں نماز عید سے فارغ ہونے کے وقت تکبیر کا آخری وقت ہے۔

باب ۱۵

یوم عاشورہ اور یوم جمعہ کے فضائل

یوم عاشورہ کے فضائل

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:-

اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَآ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے مہینوں کی تعداد بارہ بیان فرمائی ہے، جس دن زمین و آسمان پیدا کیے گئے، جن میں چار مہینے حرمت والے ہیں۔

حرمت کے مہینوں میں سے اللہ کے نزدیک محرم بھی ہے (اس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے) اور اسی ماہ میں عاشورہ کا دن بھی ہے۔ جس میں عبادت کرنے والے کے لئے عظیم ثواب مقرر کیا گیا۔ ہم سے شیخ ابوالنصرؒ نے بالاسناد حضرت ابن عباسؓ کا یہ قول نقل کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے محرم کے کسی دن روزہ رکھا اس کو ہر روزہ کے عوض تیس دن کے روزوں کا ثواب ملے گا۔ میمونؒ بن مہران نے حضرت ابن عباسؓ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے محرم کی دس تاریخ یعنی یوم عاشورہ کا روزہ رکھا اس کو دس ہزار فرشتوں، دس ہزار شہیدوں اور دس ہزار حج و عمرہ کرنے والوں کا ثواب دیا جائے گا۔ جس نے عاشورہ کے دن کسی یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرا اللہ تعالیٰ اس کے سر کے ہر بال کے عوض جنت میں اس کا درجہ بلند کرے گا، جس نے عاشورہ کی شام کو کسی مومن کا روزہ کھلوایا گویا اس نے اپنی طرف سے تمام اُمت محمدیہ کا روزہ کھلوایا اور ساری اُمت کا پیٹ بھر ا۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یارسول اللہ کیا اللہ تعالیٰ نے عاشورہ کے دن کو تمام دنوں پر فضیلت دی ہے حضورؐ نے فرمایا ہاں! اللہ تعالیٰ آسمانوں، زمین، پہاڑوں، سمندروں کو عاشورہ کے دن پیدا فرمایا، لوح و قلم کو بھی عاشورہ کے دن پیدا کیا، حضرت آدمؑ عاشورہ کے دن پیدا ہوئے، حضرت آدم کو جنت میں عاشورہ کے دن داخل فرمایا، حضرت ابراہیم علیہ السلام عاشورہ کے دن پیدا ہوئے، ان کے بیٹے کا فدیہ قربانی عاشورہ ہی کے دن دیا گیا، فرعون کو عاشورہ کے دن (نیل میں) غرقاب کیا، حضرت ایوب علیہ السلام کی تکلیف عاشورہ کے دن دور فرمائی۔ حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ عاشورہ ہی کے دن قبول فرمائی، حضرت داؤد علیہ السلام کی لغزش عاشورہ کے دن معاف فرمائی، حضرت عیسیٰ عاشورہ کے دن پیدا ہوئے۔ قیامت عاشورہ کے دن ہی برپا ہوگی؛

حضرت ابن عباسؓ کی روایت!

حضرت ابن عباسؓ ہی سے ایک دوسری روایت اس طرح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے عاشورہ کا روزہ رکھا ہے اس کے لئے ساٹھ برس کی عبادت (صیام وصلوٰۃ) اللہ تعالیٰ لکھ دیتا ہے، جس نے عاشورہ کا روزہ رکھا اس کو ہزار شہیدوں کا ثواب یا جاتا ہے، جس نے عاشورہ کا

روزہ رکھا اللہ تعالیٰ اس کے لئے ساتوں آسمانوں کے فرشتوں کا ثواب لکھ دیتا ہے، جس نے عاشورہ کے دن کسی مسلمان کا روزہ روزہ کھلوایا گویا اس نے تمام اُمتِ محمدیہ کا روزہ کھلوادیا اور سب کے پیٹ بھروا دیئے، جس نے عاشورہ کے دن کسی یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرا تو یتیم کے سر کے ہر بال کے عوض جنت میں اس کا مرتبہ بلند کیا جائے گا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے عاشورہ کے روزہ کے ساتھ ہم کو بڑی فضیلت عطا فرمائی! حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ ہاں ایسا ہی ہے کیونکہ اسی دن اللہ تعالیٰ نے عرش و کرسی، ستاروں اور پہاڑوں کو پیدا فرمایا، لوح و قلم عاشورہ کے دن پیدا کئے، جبرئیل اور دوسرے ملائکہ کو عاشورہ کے دن پیدا کیا۔ حضرت آدم اور حضرت ابراہیم علیہما السلام کو عاشورہ کے دن پیدا فرمایا، اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو آتش نمرود سے عاشورہ کے دن نجات بخشی، ان کے فرزند کا فدیہ عاشورہ کے دن دیا، فرعون کو عاشورہ کے دن غرق کیا، حضرت ادریسؑ کو عاشورہ کے دن آسمان پر اٹھایا۔ حضرت ایوبؑ کے دکھ درد کو عاشورہ کے دن دور کیا۔ حضرت عیسیٰ کو عاشورہ کے دن اٹھایا۔ عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش بھی عاشورہ کے دن ہوئی۔ حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ بھی اسی دن قبول ہوئی۔ حضرت داؤد کا گناہ اسی دن بخشا گیا، حضرت سلیمان کو جن و انس پر حکومت اسی دن عطا ہوئی، خود باری تعالیٰ عاشورہ کے دن عرش پر متمکن ہوا۔ قیامت عاشورہ کے دن ہوگی۔ آسمان سے سب سے پہلی بارش عاشورہ کے دن ہوئی، جس دن آسمان سے پہلی مرتبہ رحمت نازل ہوئی وہ عاشورہ کا دن تھا، جس نے عاشورہ کے دن غسل کیا وہ مرض الموت کے سوا کسی بیماری میں مبتلا نہ ہوگا۔ جس نے عاشورہ کے دن پتھر کا سرمہ آنکھ میں لگایا تمام سال اس کو آشوبِ چشم نہیں ہوگا جس نے اس دن کسی کی عیادت کی گویا اس نے تمام اولادِ آدمؑ کی عیادت کی، جس نے عاشورہ کے دن کسی کو ایک گھونٹ پانی پلایا اس نے گویا ایک لمحہ کو اللہ کی نافرمانی نہیں کی۔

عاشورہ کے دن چار رکعت نماز

جس نے عاشورہ کے دن چار رکعت نماز اس طرح پڑھی کہ ہر رکعت میں ایک دفعہ سورہ فاتحہ اور پچاس بار سورہ اخلاص پڑھی، اللہ تعالیٰ نے اس کے پچاس برس گزشتہ کے اور پچاس برس آئندہ کے گناہ معاف فرمائے، ملاءِ اعلیٰ میں اس کے لئے نور کے ہزار محل تعمیر کرائے گا۔ ایک اور حدیث میں چار رکعتیں دو سلاموں کے ساتھ مذکور ہیں، ہر رکعت میں سورہ فاتحہ، سورہ زلزال، سورہ کافرون اور سورہ اخلاص ایک ایک دفعہ اور نماز سے فراغت کے بعد ستر بار درود شریف پڑھنا مذکور ہے۔ (یہ روایت حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے)۔

حضرت ابوہریرہؓ کی روایت!

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت یہ بھی آئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بنی اسرائیل پر سال میں ایک دن یعنی عاشورہ کے دن روزہ فرض کیا گیا تھا، تم بھی اس دن روزہ رکھو اور اپنے گھر والوں کے خرچ میں اس روز فراخی روا رکھو جس نے اس روز اپنے گھر والوں کے خرچ میں وسعت پیدا کی اللہ تعالیٰ اس کو پورے سال آسودگی و کشائش عطا فرماتا ہے جس نے اس دن روزہ رکھا تو وہ روزہ اس کے چالیس سال کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے گا۔ جو شخص شبِ عاشورہ میں رات بھر عبادت میں مشغول رہے اور صبح کو وہ روزہ سے ہو تو اس کو اس طرح موت آئے گی کہ اس کو مرنے کا احساس بھی نہ ہوگا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت!
حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے عاشورہ کی شب عبادت کی تو اللہ تعالیٰ جب تک چاہے گا اس کو زندہ رکھے گا۔ حضرت سلیمان بن عینیہ نے بروایت جعفر کوفی، ابراہیمؒ بن محمد (جو اپنے زمانے میں کوفے کے بہت بڑے بزرگ سمجھے جاتے تھے) سے روایت کی ہے کہ مجھے اطلاع ملی ہے کہ عاشورہ کے دن جو شخص اپنے گھر والوں کے خرچ میں فراخی و وسعت پیدا کرتا ہے اللہ تعالیٰ پورے سال اس کو فراخی اور وسعت عطا فرماتا ہے۔ ہم نے پچاس سال سے برابر اس کا تجربہ کیا ہے اور ہمیشہ روزی کی فراخی ہی میسر ہوئی۔ یہی حدیث حضرت عبداللہ سے بھی منقول ہے کہ جس نے یوم الزینۃ یعنی عاشورہ کے دن روزہ رکھا اس نے سال بھر کے اپنے فوت شدہ صدقہ کو پالیا۔ یحییٰ بن کثیر کا قول ہے کہ جس نے عاشورہ کے دن مشک آمیز سرمہ لگایا اس کی آنکھوں میں سال بھر تک آشوب نہیں ہوگا۔ ابونصرؒ نے اپنی والدہ و والد کی سند سے ابوغلیط عجمیؒ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے گھر پر ایک صرد (مولا) کو دیکھا تو فرمایا کہ سب سے پہلے اس پرندہ نے عاشورہ کا روزہ رکھا۔

جنگلی جانور بھی روزہ رکھتے ہیں!
قیس بن عبادۃؓ نے فرمایا کہ جنگلی جانور بھی عاشورہ کے دن روزہ رکھتے ہیں۔ حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "ماہ رمضان کے بعد روزوں کا سب سے افضل مہینہ وہ ہے جس کو محرم کہا جاتا ہے اور فرض نماز اور وسط شب کی نماز کے بعد سب سے افضل نماز یوم عاشورہ کی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ خدا کے مہینے یعنی محرم میں اللہ تعالیٰ نے کچھ لوگوں کی توبہ قبول فرمالی اور کچھ لوگوں کی توبہ قبول فرمالے گا۔

حضرت ابن عباس کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے ذی الحجہ کے آخری دن اور محرم کے پہلے دن کا روزہ رکھا گویا اس نے گزشتہ سال کو روزوں میں ختم کیا (یعنی سال بھر کے روزے رکھے) اور آئندہ سال کو بھی روزہ سے شروع کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے پچاس برس کے گناہوں کا اس روزہ کو کفارہ بنادیا۔ عروہؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ عہد جاہلیت میں قریش عاشورہ کا روزہ رکھتے تھے اور مکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس دن کا روزہ رکھتے تھے۔ جب ہجرت فرماکر مدینہ منورہ تشریف فرما ہوئے تو رمضان کے روزے فرض کیے گئے، پھر جس نے چاہا عاشورہ کا روزہ رکھا جس نے چاہا اسے ترک کردیا۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ میں تشریف لائے تو یہودیوں کو عاشورہ کا روزہ رکھتے ہوئے پایا جب اس کی وجہ دریافت کی گئی تو یہودیوں نے عرض کیا کہ آج کے دن اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو فرعون پر غلبہ عطا فرمایا اس وجہ سے ہم اس دن کو عظیم سمجھتے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہاری بہ نسبت حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہمارا تعلق زیادہ ہے اس کے بعد حضور نے اس دن کا روزہ رکھنے کا حکم صادر فرمادیا۔

عاشورہ کی وجہ تسمیہ

عاشورہ کی وجہ تسمیہ میں علما کا اختلاف
عاشورہ کی وجہ تسمیہ میں علماء کا اختلاف ہے، اس کی وجہ مختلف طور پر بیان کی گئی

ہے، اکثر علماء کا قول ہے کہ چونکہ یہ محرم کا دسواں دن ہوتا ہے اس لئے اس کو عاشورہ کہا گیا، بعض کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو بزرگیاں دنوں کے اعتبار سے اُمّتِ محمدیہ کو عطا فرمائی ہیں، اس میں یہ دن دسویں بزرگی ہے اسی مناسبت سے اس کو عاشورہ کہتے ہیں۔ پہلی بزرگی تو رجب کی ہے وہ اللہ کا ماہ رحم ہے، اللہ تعالیٰ نے یہ بزرگی صرف اس اُمّت کو عطا کی ہے عطا کی ہے کہ باقی مہینوں پر رجب کو فضیلت ایسی ہی ہے جیسی اُمّت محمدیہ کی فضیلت دوسری امتوں پر۔ ۲؎ ماہ شعبان کی بزرگی ہے، ماہ شعبان کی فضیلت باقی مہینوں پر ایسی ہے جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت دوسرے انبیاؑ علیہم السلام پر۔ ۳؎ تیسرا ماہ رمضان ہے اس کی فضیلت باقی مہینوں پر ایسی ہے جیسے اللہ کی فضیلت مخلوق پر ہے۔ ۴؎ چوتھی فضیلت شب قدر کی ہے یہ ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ ۵؎ پانچواں دن عیدالفطر کا ہے یہ روزوں کی جزا ملنے کا دن ہے۔ ۶؎ عشرہ ذی الحجہ کی فضیلت ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی یاد کے دن ہیں۔ ۷؎ ساتویں فضیلت کا دن عرفہ کا دن ہے، اس دن کا روزہ رکھنے سے دو سال کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے۔ ۸؎ آٹھواں دن نحر (قربانی) کا دن ہے۔ ۹؎ نواں دن جمعہ کا دن ہے یہ دن سید الایام ہے۔ ۱۰؎ دسواں دن عاشورہ کا دن ہے، اس دن روزہ رکھنے سے ایک سال کے گناہوں کا کفارہ ادا ہو جاتا ہے۔ ان تمام دنوں کی ایک خاص عزت اس کے وقت پر ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس اُمّت کو عطا فرمائی ہے تاکہ وہ اس کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے اور اُمّت کو خطاؤں سے پاکی حاصل ہو جائے۔

بعض علماء نے کہا ہے کہ یوم عاشورہ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس روز دس پیغمبروں پر ایک ایک عنایت خاص فرمائی (کل دس عنایتیں ہوئیں)۔ (۱) اس روز حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول فرمائی۔ (۲) حضرت ادریس علیہ السلام کو مقام رفیع پر اٹھایا (۳) حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی اسی روز کوہ جودی پر ٹھہری۔ (۴) اسی روز حضرت ابراہیم علیہ السلام پیدا ہوئے اور اسی روز اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنا خلیل بنایا، اسی دن نمرود کی آگ سے ان کو بچایا۔ (۵) اسی روز حضرت داؤد علیہ السلام کی توبہ قبول فرمائی اور اسی روز حضرت سلیمانؑ کو (چھنی ہوئی) سلطنت واپس ملی۔ (۶) اسی روز حضرت ایوب علیہ السلام کا ابتلا (دکھ درد) ختم ہوا۔ (۷) اسی دن حضرت موسیٰ علیہ السلام کو (رودنیل میں) غرق ہونے سے بچایا اور فرعون کو غرق کر دیا۔ (۸) اسی روز حضرت یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ سے رہائی ملی۔ (۹) اسی روز حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھایا گیا۔ (۱۰) اسی دن سرور کائنات رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش ہوئی۔

محرم کی کس تاریخ کو

عاشورہ سمجھنا چاہیئے!

کس تاریخ کو عاشورہ ہوتا ہے

عاشورہ کا دن محرم کی کس تاریخ کو ہوتا ہے اس میں علماء کا اختلاف ہے اکثر علماء کا قول ہے جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا، کہ محرم کی دسویں تاریخ کو یوم عاشورہ کہتے ہیں۔ بعض علماء نے گیارھویں تاریخ کو عاشورہ کہا ہے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے جو قول منقول ہے اس میں نویں تاریخ محرم کو عاشورہ ہونے کا ذکر ہے۔ حکیم ابن اعرج نے حضرت ابن عباسؓ سے دریافت کیا کہ عاشورہ کا روزہ کس تاریخ کو رکھنا چاہیئے آپ نے فرمایا جب محرم

کا چاند نظر آجائے تو اس سے گنتی رکھ لو، نویں تاریخ کی صبح کو روزہ رکھو، جب حکیمؒ نے دریافت کیا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی تاریخ کو روزہ رکھتے تھے؟ تو آپ نے جواب دیا ہاں! ایک دوسری حدیث میں حضرت ابن عباسؓ کا قول یوں آیا ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی دسویں دن روزہ رکھا اور اس دن روزہ رکھنے کا حکم بھی صادر فرمایا، صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ یہود و نصاریٰ اس دن کو بڑا اور بزرگ جانتے ہیں (یعنی دسویں محرم کو) تو حضورؐ نے فرمایا کہ آئندہ سال ہوگا تو انشاء اللہ ہم نویں (محرم) تاریخ کو روزہ رکھیں گے لیکن آئندہ سال آنے سے پہلے ہی حضورؐ نے وصال فرمایا۔

حضرت ابن عباسؓ کے دوسرے الفاظ اس طرح ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر آئندہ سال تک میں زندہ رہا تو انشاء اللہ تعالیٰ نویں تاریخ کو روزہ رکھوں گا۔ حضور کا یہ ارشاد بہ نظر احتیاط تھا۔ کہ کہیں عاشورہ کا روزہ نہ چھوٹ جائے۔

یوم عاشورہ کے بعض مزید مسائل

یوم عاشورہ کی ایک اور فضیلت یہ ہے کہ اسی دن حضرت امام حسینؓ کی شہادت ہوئی، حضرت ام سلمہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر تشریف فرما تھے آپ کے پاس حسینؓ بھی تشریف لے آئے، میں نے دروازے سے دیکھا تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینۂ مبارک پر چڑھے ہوئے کھیل رہے تھے، حضور کے دست مبارک میں مٹی کا ایک ٹکڑا تھا اور چشم مبارک سے آنسو جاری تھے، جب حسینؓ کھیل کر چلے گئے تو میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب گئی اور میں نے عرض کیا حضور میرے ماں باپ آپ پر قربان میں نے ابھی دیکھا کہ آپ کے ہاتھ میں مٹی تھی اور آپ اشکباری فرما رہے تھے؟ آپ نے فرمایا حسینؓ میرے سینے پر کھیل رہے تھے میں بہت خوش تھا کہ جبرئیلؑ نے مجھے وہ مٹی لا کر دی جس پر حسینؓ کو شہید کیا جائیگا یہ سبب میری اشکباری کا تھا۔

اہل بیت سے اچھا سلوک حسن بصریؒ سے مروی ہے کہ سلیمان بن عبد الملک (اموی) نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ حضور اس کو بشارت دے رہے ہیں اور اس پر مہربانی فرما رہے ہیں صبح ہوئی تو سلیمان بن عبد الملک نے مجھ سے اس خواب کی تعبیر پوچھی، میں نے کہا کہ تم نے شاید رسول اللہ کے اہل بیت سے اچھا سلوک کیا ہے: سلیمان نے کہا جی ہاں! یزید بن معاویہ کے خزانے میں مجھے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر ملا تھا میں نے سر مبارک دیباج کے پانچ کپڑوں سے کفنا کر اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس پر نماز پڑھ کر قبر میں دفن کر دیا۔ میں نے کہا کہ اسی وجہ سے رسول اللہ تم سے راضی ہوگئے۔ اس پر سلیمان نے میرے ساتھ اچھا سلوک اور مہربانی کا برتاؤ کیا۔

حمزہ بن زیات نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خواب میں دیکھا کہ یہ دونوں پیغمبر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی قبر پر نماز پڑھ رہے ہیں۔ شیخ ابو نصر نے بالاسناد ابو اسارؓ کے حوالہ سے بیان کیا کہ جعفرؓ بن محمدؒ نے فرمایا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد آپ کی قبر پر ستر ہزار فرشتے اترے جو قیامت تک آپ کے لئے اشکباری کرتے رہیں گے۔

عاشورہ کے روزے پر طعن
کرنے والے غلطی پر ہیں

بعض لوگ عاشورہ کا روزہ رکھنے والوں پر طعن کرتے ہیں اور ان حدیثوں اور روایتوں پر نکتہ چینی کرتے ہیں جو یوم عاشورہ کی تعظیم کے سلسلہ میں بیان کی گئی ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اس روز روزہ رکھنا جائز نہیں کیونکہ اس روز حضرت حسینؓ شہید کیے گئے تھے، آپ کی شہادت پر ہمہ گیر رنج و ملال ہونا چاہیے لیکن روزہ رکھ کر خوشی اور مسرت کا دن قرار دے لیا جاتا ہے اور اس دن بال بچوں کے مصارف میں فراخی پیدا کر کے خوشی منائی جاتی ہے، فقیروں، محتاجوں اور غریبوں کو خیرات دی جاتی ہے۔ تمام اہل اسلام پر امام حسینؓ کا جو حق ہے اس کا یہ تقاضا نہیں!

یہ اعتراض کرنے والا غلطی پر ہے اس کا مسلک غلط اور فاسد ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی محترم کے فرزند کی شہادت کے لئے ایسے دن کا انتخاب فرمایا جو قدر و بزرگی، عظمت و جلالت میں سب دنوں سے افضل و برتر تھا تاکہ ان کو ذاتی بزرگی کے ساتھ مزید بزرگی اور علو مرتبت حاصل ہوا اور شہید ہوئے، خلفائے راشدین کے مراتب پر پہنچا دیئے گئے۔ اگر آپ کی شہادت کے دن کو مصیبت کا دن بنا لیا جائے تو اس صورت میں دوشنبہ کا دن تو سب سے زیادہ مصیبت کا دن ٹھہرتا ہے کہ اس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی اسی روز وفات پائی ہشام بن عروہ سے منقول ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے دریافت کیا تھا کہ رسول اللہؐ کی وفات کس روز ہوئی تھی میں نے جواب دیا پیر کے روز انھوں نے فرمایا مجھے امید ہے کہ میں بھی اسی روز مروں گا، چنانچہ آپ کی وفات بھی پیر کے دن ہوئی، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات تو دوسروں کی وفات سے بہت عظیم ہے مگر سب لوگوں کا اس پر اتفاق ہے کہ پیر کا دن بزرگ ہے، اس دن روزہ رکھنا افضل ہے، پیر اور جمعرات کے دن اللہ تعالیٰ کے حضور میں بندوں کے اعمال پیش ہوتے ہیں پس عاشورہ کے دن کو بھی اسی طرح مصیبت کا دن نہیں بنانا چاہیے اس کو یوم مسرت و انبساط بنانے سے یوم مصیبت بنانا کسی طرح بھی اولیٰ اور انسب نہیں ہے، ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ اس دن تو اللہ تعالیٰ نے نبیوں کو دشمنوں سے نجات عطا کی اور ان کے بدخواہوں کو ہلاک کر دیا، آسمان و زمین کو پیدا کیا اور عظمت و بزرگی رکھنے والی تمام چیزیں اسی روز بنائیں۔ حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا۔ اس روز کا روزہ رکھنے والے کے لئے ثواب عظیم مقرر فرمایا، اس دن کے روزوں کو گناہوں کا کفارہ بنایا اور تمام برائیوں سے نجات کا وسیلہ بنایا، ان خوبیوں اور نعمتوں کے باعث یوم عاشورہ بھی عیدین، جمعہ اور عرفہ کی طرح متبرک دن ہے، اب اگر ایسے دن کو یوم مصائب، قرار دینا جائز ہوتا تو صحابہ کرام اور تابعین (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) ایسا ضرور کرتے وہ بمقابلہ ہمارے، حضرت امام حسینؓ سے زیادہ قربت اور تعلق رکھتے تھے۔

حدیث شریف میں اس روز اہل و عیال کے نفقہ میں زیادہ وسعت و فراخی اور روزہ رکھنے کی بھی ترغیب دی گئی ہے

حسن بصریؒ سے مروی ہے کہ آپ کے نزدیک عاشورہ کا روزہ رکھنا فرض تھا اور حضرت علیؓ اس روز روزہ رکھنے کا حکم دیا کرتے تھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے لوگوں سے دریافت کیا کہ تم کو روزہ رکھنے کا حکم کون دیتا ہے لوگوں نے کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ! آپ نے فرمایا باقی حضرات میں سنت سے وہ تمام لوگوں سے زیادہ واقف ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ جس نے شب عاشورہ میں رات بھر عبادت کی تو اللہ تعالیٰ جب تک چاہے اس کو زندگی عطا کرتا ہے، اِن مذکورہ دلائل سے اعتراض کرنے والے کے اعتراض کی غلطی اچھی طرح واضح ہوگئی۔

یوم جمعہ کے فضائل!

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:۔

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا إِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ٥

اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن اذان دی جائے (تم کو پکارا جائے) تو نماز کی طرف جلدی چلو اور خرید و فروخت کو ترک کر دو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔

حضرت ابن عباسؓ اس کی تفسیر اس طرح کرتے ہیں کہ اے ایمان والو! اے وہ لوگو! جنھوں نے اللہ کی وحدانیت کا اقرار کیا اور اس کے واحد و یکتا ہونے کی تصدیق کی جب جمعہ کے دن اذان کے ذریعہ تم کو نماز کے لئے بلایا جائے تو نماز جمعہ کے لئے جلد چلو اور اذان کے بعد خرید و فروخت بند کر دو۔ اگر تم سچ جانتے ہو تو کمائی اور تجارت سے نماز تمہارے لئے بہتر ہے۔

شان نزول اس آیت کے نزول کا سبب یہ ہے کہ یہودیوں نے مسلمانوں پر تین باتوں سے تفاخر کیا اولاً وہ کہتے تھے کہ ہم اللہ کے دوست اور اس کے محبوب ہیں تم نہیں ہو، ثانیاً ہماری تو کتاب ہے، تمھاری کوئی کتاب نہیں ہے۔ ثالثاً ہمارے لئے یوم السبت (ہفتہ کا دن) خاص ہے اور تمھارے لئے کوئی دن خاص نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں یہودیوں کی تکذیب فرمادی اور اُن کے دعووں کو رد کر دیا اور اپنے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا!!

قُلْ يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ هَادُوْا إِنْ زَعَمْتُمْ أَنَّكُمْ أَوْلِيَاءُ لِلّٰهِ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ ٥

اے یہودیو! اگر تم اپنے اس دعویٰ میں سچے ہو کہ دوسرے لوگوں کو چھوڑ کر صرف تم ہی اللہ کے دوست ہو تو تم موت کی تمنا کرو (کہ موت کے بعد تم کو اپنی سعادت اور نجات کو یقین ہونا چاہیئے!)

اور ان کے دوسرے دعویٰ کی تردید اس طرح فرمائی هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّيْنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ ٥ (اللہ ہی نے اُن اَن پڑھ لوگوں میں ایک عظیم الشان پیغمبر ان ہی میں سے مبعوث فرمایا) اور یہودیوں کی (جن کو صاحب کتاب ہونے پر ناز تھا) اس طرح مذمت فرمائی!!

مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرَاةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ أَسْفَارًا ٥ (جن لوگوں پر تورات لادی گئی

ان کی حالت ایسی ہے جیسے گدھا بڑے بڑے دفتر اٹھائے ہوئے (یعنی بے عمل) ۔ اور ان کے تیسرے دعوے یوم سبت پر تفاخر) کی تردید میں فرمادیا یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَةِ اور اس کے بعد ارشاد فرمایا: وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَھْوَا نِ انْفَضُّوْۤا اِلَیْھَا الآیۃ۔ اگر ان کو کوئی تجارت یا کھیل کی بات نظر آجاتی ہے تو اس کی طرف بڑھ جاتے ہیں. (پھیل جاتے ہیں) صورت واقعہ یہ ہوئی کہ مدینہ کو کوئی قافلہ (تجارت) آتا تو لوگ تالیاں اور نقارے بجا کر اس کا استقبال کرتے اور لوگ اس قافلہ کو دیکھنے کے لئے مسجد سے نکل کر باہر چلے جاتے، جب ایک روز قافلہ آ ہی پہنچا تو بہت سے لوگ مسجد سے نکل گئے صرف ۱۲ مرد اور ایک خاتون مسجد میں رہ گئیں، اس کے بعد ایک قافلہ اور آیا جب بھی یہی صورت ہوئی کہ سب لوگ سوائے بارہ مرد اور ایک خاتون کے مسجد سے باہر آگئے اس کے بعد وحیہ بن خلیفہ کلبی اسلام لانے سے قبل شام سے کچھ سامان تجارت لے کر مدینہ منورہ آیا اس کے پاس طرح کا سامان تجارت تھا، اس کے استقبال کے لئے مدینہ والے تالیاں بجاتے اور نقارہ پیٹتے باہر نکلے، اتفاقاً مدینہ میں اس کی آمد جمعہ کے دن ایسے وقت ہوئی جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ جمعہ ارشاد فرما رہے تھے لوگ (اس کی آمد کا غوغا سن کر خطبہ چھوڑ کر اس کی طرف چلے گئے ۔ اس وقت حضورؐ نے فرمایا دیکھو مسجد میں کتنے آدمی ہیں۔ لوگوں نے عرض کیا بارہ مرد اور ایک عورت، حضور نے فرمایا اگر یہ بھی نہ ہوتے تو ان سب کی ہلاکت کے لئے پتھروں پر نشان لگا دیئے جاتے (آسمان سے پتھر برستے اور جس پتھر پر جس کا نام ہوتا وہی پتھر اس فرد کو ہلاک کرتا یعنی سب کے سب پتھروں سے ہلاک کر دیئے جاتے)۔ اس آیت میں نقارہ بجانے اور تالیاں پیٹنے کو لھو سے تعبیر فرمایا ہے اور تجارہ سے وہی تجارتی مال مراد ہے جو دحیہ لیکر آیا تھا، جو لوگ مسجد میں ٹھہرے رہے تھے ان میں حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) بھی تھے۔

روز جمعہ کے فضائل

احادیث نبوی میں

علاء بن عبدالرحمن نے بالاسناد حضرت ابوہریرہؓ کا قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ روز جمعہ سے زیادہ بندگی اور عبادت والے دن میں نہ سورج طلوع ہوا اور نہ غروب ہوا (یعنی روز جمعہ عبادت و بندگی کے لئے ہر دن سے افضل و برتر ہے)۔

زمین پر چلنے والا ہر جانور (سوائے جن و انس) کے روز جمعہ سے ڈرتا ہے (کیونکہ قیامت جمعہ کے دن ہوئی۔ جمعہ کے دن مسجد کے ہر دروازے پر دو فرشتے آنے والے لوگوں کو ترتیب وار درج کرتے ہیں، اول نمبر پر ایسا شخص ہوتا ہے جیسے اونٹ قربانی کرنے والا دوسرے نمبر پر گائے کی قربانی کرنے والا اور تیسرے نمبر پر ایسا شخص جس نے بکری کی قربانی کی ہو پھر ایسا جیسے کسی نے مرغی اللہ کی دی ہے پھر ایسا جیسے کسی نے انڈا پیش کیا ہو جب امام خطبہ پڑھنے کھڑا ہوجاتا ہے تو وہ کاغذ لپیٹ دیا جاتا ہے

حضرت ابوسلمہؓ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے

[illegible] جس روز آفتاب طلوع اور غروب [illegible] جمعہ کا ہے، کیونکہ اسی دن حضرت آدم علیہ السلام پیدا ہوئے، اسی دن جنت میں داخل ہوئے اور اسی دن جنت سے زمین پر اتارے گئے۔ اسی دن قیامت قائم ہوگی، جمعہ کے دن ایک ایسی گھڑی آتی ہے کہ اس گھڑی میں بندہ اللہ تعالیٰ سے جو کچھ مانگے گا اللہ تعالیٰ اس کو ضرور عطا کرے گا۔

جمعہ کی ایک ساعت

حضرت ابوسعیدؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن سلامؓ نے فرمایا کہ وہ مقبولیت کی گھڑی دن کی آخری ساعت ہے، وہی وہ ساعت ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وَخَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَجَلٍ ٥

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جمعہ یوم فطر سے بھی زیادہ افضل ہے، اسی دن پانچ اہم کام ہوئے یعنی جس دن حضرت آدمؑ کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا، اسی دن وہ زمین پر اتارے گئے (جس دن وہ زمین پر اتارے گئے وہ جمعہ کا دن تھا) اسی دن ان کی وفات ہوئی، اسی دن میں ایک گھڑی ایسی ہے کہ اس گھڑی میں بندہ اللہ تعالیٰ سے جو کچھ مانگتا ہے بشرطیکہ وہ حرام نہ ہو، اللہ تعالیٰ اس کو عطا فرماتا ہے، اسی دن قیامت قائم ہوگی۔ ہر مقرب فرشتہ جمعہ کے دن سے ڈرتا ہے آسمان اور زمین بھی جمعہ کے دن سے ڈرتے ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "بہترین دن جس میں سورج طلوع ہوتا ہے جمعہ کا دن ہے، اسی دن حضرت آدمؑ کو پیدا کیا گیا، اسی دن ان کو جنت میں داخل کیا گیا، اسی روز ان کو جنت سے زمین پر اتارا گیا، اور اسی دن قیامت برپا ہوگی۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شاید آیت وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ میں شاہد روز جمعہ ہے، مشہود روز عرفہ ہے اور الیوم الموعود سے مراد روز قیامت ہے، جمعہ سے زیادہ فضیلت والے دن نہ سورج نکلا نہ غروب ہوا، اسی دن میں ایک گھڑی ایسی ہے کہ اس گھڑی میں اگر مومن بندہ اللہ تعالیٰ سے خیر طلب کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسں کو ضرور دیتا ہے اور جس شر سے وہ پناہ طلب کرتا ہے اس کو پناہ دیتا ہے۔

ملائکہ فہرست مرتب کرتے ہیں

شیخ ابونصرؒ نے اپنے والد اور دیگر اسناد سے بیان کیا کہ حضرت علی مرتضیٰؓ نے فرمایا جمعہ کا دن ہوتا ہے تو شیاطین جھنڈے لیکر نکلتے ہیں اور لوگوں کو بازاروں کی طرف لے جاتے ہیں اور ملائکہ مسجدوں کے دروازوں پر اتر کر آنے والوں کے نام حسب مراتب آمد لکھتے ہیں، اوّل، اس کے بعد دوم، دوم کے بعد سوم اور اسی طرح بالترتیب یہاں تک کہ امام برآمد ہوتا ہے۔ جو شخص امام سے قریب ہو کر خاموشی کے ساتھ خطبہ سنتا ہے اور اس اثنا میں کوئی لغوبات نہیں کرتا اس کا اجر ایک حصّہ ہوتا ہے اور جو امام کے قریب رہ کر کوئی لغوبات کرتا ہے اور خاموش رہ کر خطبہ نہیں سنتا اس پر دوہرا گناہ ہوتا ہے اور جو امام سے دُور رہ کر لغوبات کرتا ہے اور خاموشی سے خطبہ نہیں سنتا اس پر بڑا گناہ ہوتا ہے، یہاں تک خاموش رہنے کی تاکید ہے کہ اگر ایک شخص نے خطبہ کے دوران دوسرے شخص سے کہا خاموش! تو اس نے بھی لغوبات کی اور اس کا جمعہ نہیں ہوا، اس کے بعد حضرت علیؓ نے مزید فرمایا میں نے تمہارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا ہی سُنا ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ میں نے خود سُنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے امام کے خطبہ کے دوران اگر تو نے اپنے ساتھی سے کہا خاموش رہ! تو تو نے لغوبات کی۔ عمرو بن شعیب نے اپنے والد سے روایت کی کہ ان

کے دادا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "جمعہ کے روز مسجدوں کے دروازوں پر ملائکہ کھڑے ہوتے ہیں اور وہ آنے والے لوگوں کو لکھتے رہتے ہیں یہاں تک کہ امام برآمد ہوجاتا ہے اس وقت وہ کاغذ طے کر لیتے ہیں اور قلم اٹھا لے جاتے ہیں ملائکہ آپس میں کہتے ہیں کہ فلاں شخص کس وجہ سے نہیں آیا اور فلاں شخص کیوں نہیں آیا الٰہی اگر وہ بیمار ہے تو اس کو شفا دے اور اگر وہ راستہ بھول گیا ہو تو اس کو راستہ بتادے اگر وہ مسافر ہے تو اس کی مدد فرما۔

جمعہ کے دن جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے والے

جعفر بن ثابتؒ نے اپنے والد کا قول نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے چاندی کی تختیاں اور سونے کے قلم لے کر ان لوگوں کے نام لکھتے ہیں جو جمعہ کی رات یا دن میں جماعت کے ساتھ نماز ادا کرتے ہیں شیخ ابو نصرؒ نے اپنے والد کے حوالہ سے ابو الزبیر حضرت جابر بن عبد اللہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس پر جمعہ کے دن جمعہ کی نماز فرض ہے البتہ بیمار، مسافر، عورت، بچہ اور غلام اس حکم سے مستثنیٰ ہیں۔

تجارت اور لہو و لعب میں مشغول رہنے والا

جو شخص کھیل کود اور تجارت میں مشغولیت کے باعث جمعہ کی نماز سے بے پرواہ ہوجاتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس سے بے پرواہ ہوجاتا ہے' اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے' ابو الجعد ضمریؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا جس نے حقیر (معمولی بات) سمجھ کر تین جمعہ ترک کر دیئے، اللہ اس کے دل پر مہر کر دیتا ہے۔ شیخ ابو نصرؒ نے بالاسناد روایت کی کہ حضرت جابرؓ نے فرمایا کہ میں نے خود سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما تھے اور فرما رہے تھے! لوگو! مرنے سے پہلے اللہ سے توبہ کر لو اور رکاوٹ پیدا ہونے سے پہلے نیک عمل کرنے میں عجلت کرو اور ذکر الٰہی کی کثرت سے تمہارے اور خدا کے درمیان جو رشتہ ہے اس کو جوڑو، چھپا کر اور کھلم کھلا خیرات کرو تم کو اجر بھی ملے گا اور تمہاری تعریف بھی کی جائے گی' تمہارا رزق بھی زیادہ ہوگا۔ جان لو! کہ اللہ نے جمعہ کی نماز تم پر اس منبر اس جگہ اس سال اب قیامت تک کے لئے قطعی فرض کردی ہے جس شخص کو موقع ملے وہ ضرور پڑھے۔ میری حیات میں یا میرے بعد جو شخص انکار کر کے یا معمولی بات سمجھ کر جمعہ کی نماز کو ایسی حالت میں ترک کرے کہ اس کے لئے کوئی خلیفہ یا نائب خلیفہ موجود ہو خواہ وہ امام عادل ہو یا فاسق تو اللہ اس کی پریشانی دور نہ فرمائے اور نہ اس کے کام میں برکت دے؛

خوب سن لو کہ ایسے شخص کی نہ نماز ہے نہ وضو ہے نہ زکوٰۃ ہے نہ حج ہے۔ غور سے سنو! ایسے آدمی کو کوئی برکت نصیب نہیں ہوگی جب تک وہ توبہ نہ کرے' اگر وہ توبہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی توبہ قبول کرلے گا۔

عورت مرد کی، دیہاتی مہاجر کی، فاسق صالح، مومن کی امامت نہ کرے تاوقتیکہ اسے کسی جابر و ظالم بادشاہ کی تلوار یا کوڑے کا ڈر نہ ہو۔

جمعہ کے دن کی ہیئت

ابو نصرؒ نے اپنے والد سے بالاسناد حضرت ابو موسیٰ اشعری کا یہ قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمام دنوں کو ان کی ہیئت پر محشور و مبعوث فرمائے گا لیکن جمعہ کو روشن اور نمایاں ہیئت پر اٹھائے گا' اہل جمعہ (جمعہ کے نمازی) اس کے ارد گرد جلو میں اس طرح جارہے ہوں گے جیسے دلہن کو جھرمٹ میں شوہر کے پاس لیجاتے ہیں۔ جمعہ ایسا روشن ہوگا کہ اس کی روشنی میں لوگ چلیں گے جلو میں

چلنے والوں کے رنگ برف کی طرح سفید ہونگے اور ان سے مشک کی خوشبو آتی ہوگی وہ کافور کے پہاڑوں کے اندر اندر چلیں گے دوسرے لوگ تعجب سے ان کی طرف تکتے ہوں گے یہاں تک کہ وہ اسی صورت میں جنت میں داخل ہوجائیں گے، سوائے ان مؤذنوں کے جو ثواب کی امید میں جمعہ کی اذان دیتے ہیں کوئی اور ان کے ساتھ شامل نہیں ہوگا۔

جمعہ کے دن چھ لاکھ دوزخی آزاد ہوتے ہیں

حضرت انس بن مالکؓ کا یہ قول بھی شیخ ابونصرؒ نے اپنے والد کی اسناد کے ساتھ نقل کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ ہر جمعہ کو چھ لاکھ دوزخیوں کو دوزخ سے آزاد فرماتا ہے، جمعہ کے دن رات کے چوبیس گھنٹے ہوتے ہیں اور ہر گھنٹہ میں چھ لاکھ دوزخی دوزخ سے آزاد ہوتے ہیں، اسی حدیث شریف کے دوسرے الفاظ اس طرح ہیں " دنیا کے ہر گھنٹہ میں چھ لاکھ افراد جو دوزخ کے مستحق ہوتے ہیں دوزخ سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزاد کئے جاتے ہیں لیکن جمعہ کے دن اور رات کے چوبیس گھنٹوں میں کوئی ساعت بھی ایسی نہیں ہوتی کہ چھ لاکھ دوزخی اللہ تعالیٰ کی طرف سے دوزخ سے آزاد نہ کئے جاتے ہوں۔

جمعہ کی نماز باجماعت کا ثواب

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابو درداءؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا" جو شخص جمعہ کے دِن جمعہ کی نماز جماعت سے پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے ایک مقبول حج کا ثواب لکھ دیتا ہے اور اگر اسی جگہ (مسجد میں) رہ کر وہ عصر کی نماز بھی پڑھتا ہے تو اس کے لئے عمرہ کا ثواب بھی مخصوص ہوجاتا ہے اور اگر اسی جگہ رہ کر وہ مغرب کی نماز ادا کرے تو کوئی چیز ایسی نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ سے مانگے اور اس کو نہ ملے۔

حضرت ابوامامہ باہلیؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا" جس نے جمعہ کے دن امام کے ساتھ نماز پڑھی اور کسی جنازہ میں حاضری دی اور کچھ صدقہ دیا، کسی بیمار کی عیادت کی اور کسی نکاح میں بھی حاضر ہوا اس کے لئے جنت واجب ہوگئی۔

شیخ ابونصرؒ نے اپنے والد سے بالاسناد روایت کی کہ عمرو بن شعیبؒ نے اپنے والد کے حوالہ سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جمعہ کی نماز میں تین قسم کے لوگ ہوتے ہیں، ایک وہ جو خطبہ کے وقت بیکار باتیں کرتا اور نماز میں شریک ہوتا ہے اس کا حصہ (رحمت الٰہی) سے بس ایک تو وہی ہے جو وہ خطبہ کے وقت مانگتا ہے اللہ تعالیٰ کو اختیار ہے چاہے اسے دے یا نہ دے، ایکؒ وہ ہے جو خاموشی کے ساتھ متوجہ ہوکر خطبہ سنتا ہے اور کسی مسلمان کی گردن کو نہیں پھلانگتا نہ کسی کو ایذا پہنچاتا ہے، ایسی نماز اس غازی کے لئے آنے والے جمعہ اور اس کے تین دن بعد تک کے لئے متواتر اس کے گناہوں کا کفارہ بنجاتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے جو نیکی کرے گا اس کو دس گنا اجر دیا جائے گا (لہٰذا یہ دس دن ہوگئے) حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زمین پر چلنے والا ہر جانور اپنے پاؤں پر کھڑا ہوا جمعہ کے روز قیامت برپا ہونے سے ڈرتا ہے سوائے شیطان اور بدبخت انسانوں کے کہ یہ نہیں ڈرتے۔

کہتے ہیں کہ جمعہ کے روز پرندے اور کیڑے مکوڑے باہم ملتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تمھارے لئے سلامتی ہو آج کا دن کتنا اچھا ہے۔ ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ ہر روز زوال شمس ضحوۂ کبریٰ سے پہلے جب خورشید نصف النہار پر ہوتا ہے تو دوزخ

کی آگ تیز کی جاتی ہے تم اس ساعت میں نماز نہ پڑھو۔ ہاں جمعہ کا دن سراسر نماز ہی ہے (اس کا ہر لحظہ ولمحہ نماز ہے۔ اس روز جہنم کی آگ تیز نہیں ہوتی۔

جمعہ کے دن غسل کرکے مسجد میں جانا

حضرت ابوصالحؒ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جمعہ کے دن غسل کرکے جو شخص پہلی گھڑی ہی میں مسجد میں گیا یعنی اول وقت اس نے (ازروئے ثواب) گویا اونٹ کی قربانی کی اور جو دوسری ساعت میں گیا اس نے گویا گائے قربان کی اور جو تیسری ساعت میں گیا اس نے گویا سینگوں والے مینڈھے کی قربانی کی اور جو چوتھی ساعت میں گیا گویا اس نے مرغی اللہ کی راہ میں دی اور جو پانچویں ساعت میں گیا اس نے گویا ایک انڈا خیرات کرنے کا ثواب حاصل کیا۔ اس کے بعد جب امام برآمد ہوجاتا ہے تو فرشتے خطبہ سننے کے لئے اٹھ جاتے ہیں (ناموں کا اندراج ختم ہوجاتا ہے)۔

دن کی ساعتوں کے اوقات

پہلی ساعت صبح کی نماز کے بعد ہوتی ہے، دوسری سورج کچھ بلند ہونے، تیسری ساعت دھوپ پھیل جانے پر یعنی چاشت کے وقت (جب سورج کی گرمی سے ریت اس قدر گرم ہوجاتی ہے کہ پیر جلنے لگتے ہیں) چوتھی ساعت زوال سے پہلے شروع ہوتی ہے اور پانچویں ساعت سورج کے زوال (ختم یا ٹھیک زوال کے وقت) سے شروع ہوتی ہے۔ حضرت نافعؒ کی روایت ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ جو شخص جمعہ کو غسل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو گناہوں سے پاک وصاف کردیتا ہے پھر اسے کہا جاتا ہے کہ (آئندہ کے لئے) از سرِ نو عمل شروع کر (پچھلے گناہ تو معاف ہوگئے)۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ جس نے دوسرے کو نہلایا[1] اور خود بھی نہایا اور اول وقت ہی مسجد میں آگیا، امام کے قریب بیٹھا اور کوئی لغو حرکت نہیں کی تو اس کے لئے ہر قدم پر ایک سال کے دن کے روزے اور ان کی نمازیں لکھی جاتی ہیں۔ جمعہ کو بیوی سے قربت کرنا علماء کے نزدیک مستحب ہے۔ سلف صالحین میں بعض حضرات اس حدیث کے تتبع میں ایسا ہی عمل کرتے تھے (بعض علمائے سلف نے اس کے معنی یہ کہے ہیں کہ جس نے اپنا سر دھویا یا اپنا باقی جسم دھویا یعنی نہایا

جمعہ کے دن کے غسل کی تاکید

حضرت حسن بصریؒ نے حضرت ابوہریرہؓ کا قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: ابوہریرہؓ ہر جمعہ کے دن غسل کیا کرو خواہ پانی (بوجہ گرانی) تم کو اپنی اس روز کی خوراک کے عوض ہی کیوں نہ خریدنا پڑے، اکثر فقہا نے غسل جمعہ کو مستحب قرار دیا ہے۔ داؤد کے نزدیک واجب ہے، جمعہ کی نماز پڑھنے والے کے لئے غسل جمعہ کو ترک کرنا مناسب نہیں ہے۔

غسل کا وقت

غسل (جمعہ) کا وقت صبح صادق کے طلوع کے بعد سے شروع ہوتا ہے۔ زیادہ مناسب اور اولیٰ یہی ہے کہ غسل سے فراغت کے فوراً بعد مسجد کو روانہ ہوجائے تاکہ حدیث شریف کا اتباع ہوجائے اور جمعہ کی نماز تک طہارت ٹوٹنے سے خود کو محفوظ رکھنا چاہیئے۔ غسل سے مقصود خدمت مولا سمجھے (یعنی جمعہ کی نماز کی ادائیگی)۔

اگر ایک شخص جنابت کی حالت میں صبح کو اٹھا اور اس نے جنابت دور کرنے اور جمعہ کی نماز ادا کرنے کی نیت سے وضو

---

[1] اپنی بیوی سے قربت کی اور اس کے غسل کرنے کا باعث ہوا یعنی نہلایا جماع سے کنایہ ہے۔

کرکے غسل کرلیا تو یہ جائز ہے۔ جمعہ کے روز بال صاف کرکے، ناخن ترشوا کر بدن سے بدبو دور کرکے (یعنی خوب اچھی طرح غسل کرکے پاکیزگی حاصل کرے)، جو بہترین لباس اس کو میسّر ہو وہ پہنے، سفید کپڑے پہننا اولیٰ ہے، عمامہ باندھے اور چادر اوڑھے، حدیث شریف میں آیا ہے کہ جمعہ کے روز عمامہ پہننے والے کے لئے فرشتے نزول رحمت کی دعا کرتے ہیں۔ تبدیل لباس کے بعد جو اچھی خوشبو میسّر آئے وہ استعمال کرے لیکن خوشبو کے کپڑوں پر داغ نہیں پڑنا چاہیئے یعنی رنگ ظاہر نہ ہو صرف خوشبو پھیلے، اس کے بعد سکون، تحمل، بردباری، خشوع وخضوع کے ساتھ بارگاہ الٰہی کا محتاج بنکر دعا، استغفار اور کثرت کے ساتھ درود شریف کا ورد کرتا ہوا گھر سے برآمد ہو اور جامع مسجد پہنچ جائے، وہ گھر سے نکلنے اور مسجد کے جانے کو خانۂ خدا میں اللہ کے حضور حاضری سمجھے اور فرض الٰہی کی ادائیگی کو قربِ الٰہی کا ذریعہ جانے اور گھر واپس آنے تک مسجد میں اعتکاف کی نیت کرے، راستہ میں اور مسجد جامع میں کھیل کود اور لغو باتوں سے پرہیز کرے، جمعہ کے دن راحت وآرام دنیاوی لذتوں سے دست کش ہوجائے۔ وظائف واوراد اور عبادات میں مسلسل مشغول رہے۔ جمعہ کے دن کے آغاز سے نماز جمعہ کی ادائیگی تک سارا وقت خداوند تعالیٰ کی خدمت یعنی اوراد ووظائف میں صرف کرے۔ دوپہر سے نماز عصر تک دینی مسائل کے سننے اور موعظت وتذکیر کی مجلسوں میں شرکت کے لئے مخصوص کردے عصر کی نماز سے مغرب تک تسبیح واستغفار میں مصروف رہے۔ اس وقت نیز تمام شبانہ روز میں ہر ذکر سے افضل یہ ذکر ہے (اس میں مشغول ومعروف رہے)۔

جمعہ کا افضل ترین ذکر

جمعہ کے تمام اوقات میں افضل ترین ذکر یہ ہے:۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ حَيٌّ لَّا يَمُوْتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ٥ اس کے بعد دو سو بار سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَبِحَمْدِهٖ ٥ سو بار لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ الْمُبِيْنُ ٥ سو مرتبہ یہ درود شریف اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ۔ اس کے بعد سو مرتبہ، اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الْحَيَّ الْقَيُّوْمَ وَاَسْئَلُهُ التَّوْبَةَ ٥ پھر سو مرتبہ مَا شَآءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ٥

روایت ہے کہ بعض صحابہ کرام روزانہ بارہ ہزار مرتبہ تسبیح پڑھا کرتے تھے، ایک روایت میں آیا ہے کہ بعض تابعینؒ روزانہ تیس ہزار بار تسبیح پڑھتے تھے، اُن میں سے ہر ایک اپنی نماز اور اپنی تسبیح سے واقف تھا یعنی پابند تھا، تم اس بات سے ڈرو کہ کہیں تم محروم رہنے والوں میں شامل نہ ہو جاؤ، اگر تم اللہ کو یاد نہ کروگے تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تمہارا ذکر بھی نہیں ہوگا۔ پہلے مومن خدا کو یاد کرتا ہے پھر اس کا ذکر اور اس کی یاد بارگاہِ الٰہی میں ہوتی ہے چنانچہ ارشاد فرمایا فَاذْكُرُوْنِيْ اَذْكُرْكُمْ

نماز جمعہ سے قبل ایسے شخص کے پاس جانا مناسب نہیں جو قصّے کہانیاں سُناتا ہے؎۔ کیونکہ قصّے کہانیاں سنانا اور کہنا بدعت ہے، حضرت ابن عمرؓ اور دوسرے صحابہ کرام ایسے قصّہ کہنے والوں کو جامع مسجد سے نکلوا دیتے تھے، ہاں اگر وہ قصّہ گو دین کا علم رکھتا ہو اور اس کو معرفت الٰہی حاصل ہو تو اس کی مجلس میں حاضر ہونا نماز سے بڑھ کر ہے (یعنی اس کا ثواب بہت زیادہ ہے)

؎ ایسے واعظ جن کی تقریر چٹکلوں، لطیفوں اور قصّوں پر مبنی ہوتی ہے اور علمی حیثیت بالکل مفقود! ہمارے زمانے میں تو ایسے ہی حضرات کا عَلم بلند ہے۔ حضرت سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کے زمانے میں بھی ایسے لوگ موجود تھے انہی کی صحبت سے منع کیا گیا ہے (مترجم)

حضرت ابوذرؓ سے مروی حدیث میں ہے کہ "حضور مجلس العلم افضل من صلاۃ الف رکعۃ" علم کی مجلس میں حاضر ہونا ہزار رکعت نماز "نفل" سے بہتر ہے)۔

لوگوں کو پھلانگنا منع ہے۔

جب نمازی مسجد میں پہنچے تو لوگوں کی گردنیں نہ پھلانگے (یعنی پیچھے سے آگے پہنچنے کی کوشش میں صفوں کو درہم برہم کرتا ہوا آگے نہ نکلے) ہاں اگر امام یا موذن ہے تو مضائقہ نہیں (اس کے لئے منع نہیں ہے)۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ ایک شخص کو حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ وہ لوگوں کی گردنیں پھلانگ رہا ہے، حضورؐ نے اس سے فرمایا اے شخص تجھے ہمارے ساتھ جمعہ پڑھنے سے کس چیز نے روک دیا' اس نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا آپ نے ملاحظہ نہیں فرمایا کہ میں نماز پڑھ رہا تھا۔ حضور نے فرمایا "میں نے تو یہ دیکھا کہ تو آخر میں آیا اور لوگوں کو دکھ دیا (لوگوں کی گردنیں پھلانگ کر آگے بڑھا۔ ایک اور حدیث کے الفاظ اس طرح سے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا: تونے آج جمعہ کیوں نہیں پڑھا! اس شخص نے عرض کیا یا نبی اللہ میں نے جمعہ کی نماز پڑھی تھی! حضورؐ نے فرمایا کیا میں نے تجھے لوگوں کی گردنوں سے پھلانگتے نہیں دیکھا؛ یعنی تو لوگوں کی گردنیں پھلانگ رہا تھا' یاد رکھو کہ جس نے ایسا عمل کیا اس کی پیٹھ قیامت کے دن دوزخ کا پل بن کی جائے گی لوگ اس کے اوپر سے گزریں گے اور اس کو پامال کریں گے ؛

نمازی کے سامنے سے گزرنے کی ممانعت

خبردار! نمازی کے آگے سے نہ گزرنا؛ حدیث شریف میں آیا ہے کہ چالیس سال تک ایک جگہ پر ٹھہرے رہنا نمازی کے سامنے سے گزرنے والوں کے لئے بہتر ہے! ایک دوسری حدیث میں اس طرح آیا ہے کہ "نمازی کے سامنے سے گزرنے والا اگر خاک ہو جائے کہ اس کو ہوا میں اڑادیں تب بھی یہ بہتر ہوگا بمقابلہ اس کے کہ نمازی کے سامنے سے گزرے' کسی نمازی کو اس کی جگہ سے اٹھا کر خود نہ بیٹھے' کیونکہ ایک روایت میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کو اس کی جگہ سے اٹھا کر اس کی جگہ خود نہ بیٹھے۔ حضرت ابن عمرؓ کے لئے اگر کوئی اپنی جگہ چھوڑ کر کھڑا ہو جاتا تو آپ اس جگہ پر نہیں بیٹھتے تھے بلکہ وہ خود ہی واپس آکر اپنی جگہ پر بیٹھ جاتا تھا۔

امام احمدؒ سے دریافت کیا گیا، اگر کسی کے سامنے جگہ خالی ہو تو ایسی صورت میں کیا لوگوں کو پھلانگ کر اس جگہ پر بیٹھ جانا جائز ہے؟ اس کے جواب میں امام احمدؒ نے فرمایا اپنے ساتھی کو اس جگہ پر بڑھائے اور خود اس کی جگہ پر بیٹھ جائے تو بہتر ہے اگر کوئی اپنے لئے کپڑا وغیرہ بچھا کر چلا جائے (جگہ کو اپنے لئے مخصوص کردے) تو دوسرے کے لئے جائز ہے کہ اسے ہٹا کر بیٹھ جائے۔ امام کے قریب بیٹھنے میں زیادہ ثواب ہے' جب امام خطبہ دے رہا ہو تو خاموشی سے سنے باتیں نہ کرے اگر ایسا کرے گا تو گنہگار ہوگا خطبہ شروع ہونے سے پہلے اور خطبہ ہونے کے بعد کلام کرنا حرام نہیں ہے۔

روز جمعہ کی مزید خصوصیات

شیخ ابو نصرؒ نے اپنے والد سے بالاسناد حضرت امام مالکؒ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:- میرے پاس جبرئیلؑ سفید پر ہاتھ میں لئے ہوئے تشریف لائے' اس پر میں ایک سیاہ نقطہ تھا! میں نے دریافت کیا کہ ہاتھ میں کیا ہے؟ جبرئیلؑ نے کہا یہ جمعہ کا دن ہے جس میں آپ سب کے لئے خیر کثیر ہے۔ میں نے پوچھا یہ سیاہ نقطہ کیا ہے؟ انھوں نے کہا یہ قیامت ہے جو جمعہ کے دن قائم ہوگی۔ جمعہ سید الایام ہے' ہم ملاء اعلیٰ (عالم ملکوت) میں اس کو یوم المزید کہتے ہیں: میں نے کہا یوم المزید کہنے کی کیا وجہ ہے' جبرئیلؑ نے کہا جنت میں اللہ تعالیٰ نے ایک وادی بنائی ہے جس کی خوشبو سفید مشک

سے زیادہ ہے، جب قیامت کا جمعہ آئے گا (وہ جمعہ جس روز قیامت بپا ہوگی) تو اللہ تعالیٰ اس وادی میں جلوہ افروز ہوگا اس کی کرسی کے گرداگرد نور کے منبر ہونگے جن پر انبیاء تشریف فرما ہوں گے۔ ان منابر کے پاس سونے کی جڑاؤ کرسیاں ہوں گی ان کرسیوں پر شہداء و صدیقین بیٹھیں گے پھر اہل غرفہ آئیں گے اور وہ وادی بھر جائے گی، پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں نے تم سے جو وعدہ کیا تھا وہ پورا کر دیا یعنی تم پر اپنی نعمت تمام کر دی اور اپنی عزت کے مقام پر تم کو جگہ دی"۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا "اب تم مجھ سے اپنی مراد طلب کرو"، اس وقت سب کے سب عرض کریں گے الٰہی ہم تیری خوشنودی کے طالب ہیں، اس وقت ارشاد ہوگا کہ میری خوشنودی ہی نے تو تم کو اس گھر میں اتارا ہے میری عطا کی ہوئی عزت تم کو حاصل ہوئی پھر فرمائے گا مجھ سے مانگو سب لوگ وہی جواب دیں گے! پھر ارشاد ہوگا کہ مجھ سے مانگو آخر کار بندے اپنی اپنی مرادیں مانگیں گے یہاں تک کہ ہر بندے کی آرزو اور مرادیں ختم ہو جائیں گی۔ اس وقت ہر ایک کہیگا "ہمارے لئے ہمارا رب کافی ہے"! اس وقت نماز جمعہ سے واپسی کی مقدار کے مطابق (یعنی جتنا وقت نماز جمعہ سے واپسی میں بندہ کا صرف ہوا تھا اس کے بقدر) وہ چیزیں ان کی نظروں کے سامنے لائی جائیں گی جواب تک نہ کسی آنکھ نے دیکھی اور نہ کسی کان نے ان کے بارے میں سنا ہوگا نہ کسی کے دل میں اس کا تصوّر آیا ہوگا۔ یہ سب غرفہ والے اپنے غرفوں کی جانب واپس ہو جائیں گے، ہر غرفہ یا تو سفید موتی، سُرخ یاقوت اور سبز زمرد کا ہوگا، نہ اس میں کوئی نقص ہوگا اور نہ کسی قسم کی ٹوٹ پھوٹ ہوگی، ان غرفوں کے اندر نہریں بہتی ہوں گی، درخت اور سبزے کی بہتات ہوگی۔ درخت پھلوں سے لدے ہوں گے، اُن کی بیویوں کے رہنے کے لئے مخصوص جگہیں ہوں گی، خدمت گار خدمت کے لئے ہوں گے اس وقت وہ (یہ انعامات دیکھکر) کسی چیز کے اتنے ضرورت مند نہیں ہوں گے جتنے جمعہ کے دن کے لئے اس لئے کہ اللہ کے فضل وکرم میں اس سے اضافہ ہوگا۔

جمعہ کے دن جبرئیل علیہ السلام کعبہ میں اپنا جھنڈا نصب کرتے ہیں

شیخ ابو نصرؒ نے بااسناد اصبغ بن نباتہؒ سے روایت کی ہے کہ اُن سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ فرماتے تھے جمعہ کا دن ہوتا ہے تو جبرئیل اُمین صبحدم کعبہ، مسجد حرام میں اپنا جھنڈا نصب کر دیتے ہیں اسی طرح دوسرے فرشتے بھی ان مساجد کے دروازوں پر جہاں جمعہ کی نماز ہوتی ہے اپنے جھنڈے اور عَلَم نصب کر دیتے ہیں پھر چاندی کے کاغذ پر سونے کے قلم سے جمعہ کی نماز کے لئے آنے والوں کے نام بالترتیب (آمد) لکھتے جاتے ہیں، جب ترتیب وار آنے والوں کی تعداد ستر ہو جاتی ہے تو یہ کاغذ طے کر دیئے جاتے ہیں۔ جمعہ میں بالترتیب آنے والے یہ ستر آدمی ان ستر آدمیوں کی طرح ہوتے ہیں جن کا انتخاب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کیا تھا اور یہ سب کے سب نبی تھے، اس کے بعد فرشتے صفوں میں آکر نمازیوں کو دیکھتے ہیں جب کسی نمازی کو نہیں پاتے ہیں تو آپس میں پوچھتے ہیں کہ فلاں نمازی کہاں ہے اگر وہ فوت ہو گیا ہے تو اس کے لئے دعائے مغفرت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ جمعہ کا پابند تھا، پھر کہتے ہیں کہ فلاں شخص کیوں نہیں آیا تو کہتے ہیں کہ فلاں شخص سفر میں ہے سوال کرنے والے فرشتے کہتے ہیں اللہ اس کو اپنی امان میں رکھے وہ جمعہ کا پابند تھا، پھر دریافت کرنے والے فرشتے دریافت کرتے ہیں کہ فلاں شخص کا کیا ہوا تو جواب دیتے ہیں کہ فلاں شخص بیمار ہے تو پوچھنے والے فرشتے اس کے لئے صحت کی دُعا کرتے ہیں کہ وہ جمعہ کا پابند تھا۔

جمعہ کے دن دعا کی قبولیت کی ساعت

جمعہ کے دن ایک ساعت ایسی آتی ہے کہ اس ساعت میں بندہ اللہ تعالیٰ سے جو کچھ دعا کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول کر لیتا ہے۔ شیخ ابو نصرؒ نے اپنے والد سے

بِالاسناد حضرت ابوہریرہؓ کا قول نقل کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ میں طور پر گیا وہاں میری ملاقات کعب الاحبار سے ہوئی میں نے ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث بیان کیں، ہمارا ان کا کسی چیز میں اختلاف نہیں ہوا یہاں تک کہ میں نے یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جمعہ کے دن ایک ساعت ایسی ہے کہ ٹھیک اس وقت اگر کوئی مومن نماز پڑھتا ہے اور اللہ سے ایسی چیز کی دعا مانگتا ہے جس میں خیر ہو تو اللہ اس کو مرحمت فرما دیتا ہے۔ کعب نے کہا کیا ہر سال میں ایک ساعت آتی ہے؟ میں نے کہا نہیں بلکہ ہر جمعہ کے دِن، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی فرمایا ہے یہ سن کر کعب کچھ دُور گئے اور پھر پلٹ آئے اور بولے آپ نے سچ کہا خدا کی قسم ایسی ساعت ہر جمعہ میں ہے! جب کہ یہ رسول اللہ نے فرمایا ہے۔ جمعہ سید الایّام ہے اور اللہ تعالیٰ کو ہر دن سے زیادہ پسند ہے، اسی دن حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش ہوئی اسی ان کو جنت میں داخل کیا گیا اور اسی دن وہ جنت سے زمین پر اُتارے گئے، اسی دن قیامت قائم ہوگی، جن والنس کے سوا زمین پر چلنے والا ہر جانور کان لگائے اس دِن کا منتظر ہے جو جمعہ کے دن واقع ہوگی۔

میں واپس آکر عبداللہ بن سلام سے ملا اور اُن سے وہ گفتگو بیان کی جو کعب سے اور مجھ سے ہوئی تھی، حضرت عبداللہ نے کہا کعب نے سال کی بات غلط کہی تھی۔ تورات میں بھی وہی ہے جو رسول نے فرمایا تھا۔ میں نے کہا کعب نے اپنے پہلے قول سے (سال والی بات سے) رجوع کر لیا تھا۔

عبداللہ بن سلام نے فرمایا مجھے معلوم ہے کہ جمعہ کے دن وہ ساعت کونسی ہے! میں نے کہا بتائیے وہ ساعت کونسی ہے انھوں نے فرمایا جمعہ کے دن کی آخری ساعت! میں نے کہا یہ کس طرح ممکن ہے کہ ٹھیک اس ساعت میں کوئی مومن نماز پڑھے (جب کہ آخری ساعت نماز کا وقت نہیں ہے) انھوں نے فرمایا کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نہیں سُنا کہ جو فرض نماز کا انتظار کرتا ہے وہ گویا نماز ہی میں ہوتا ہے، میں نے کہا جی ہاں میں نے یہ ارشاد سُنا ہے انھوں نے فرمایا بس اس کا یہی مطلب ہے۔

ایک اور روایت میں محمد بن سیرینؒ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جمعہ کے دن ایک ساعت ایسی ہے کہ کوئی مومن اللہ تعالیٰ سے خیر کی دُعا کرے تو وہ ضرور قبول ہوتی ہے پھر آپ نے انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ وہ ساعت بہت مختصر ہوتی ہے۔ بعض بزرگانِ ملت نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پاس بندوں کے اس مقررہ رزق کے علاوہ ایک رزق کا فضل اور ہے جس سے سوائے اس شخص کے جو جمعرات کی شام یا جمعہ کے دن سوال کرے کسی اور کو کچھ نہیں دیا جاتا۔

شیخ ابونصرؒ نے اپنے والد سے بالاسناد روایت کی ہے کہ مرجانہ سے حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جمعہ کے دن ایک ایسی ساعت ہے کہ ٹھیک اس وقت اگر بندہ اللہ تعالیٰ سے خیر کا طالب ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو ضرور عطا فرماتا ہے، میں نے عرض کیا کہ وہ کونسی ساعت ہے؟ حضور نے فرمایا جب نصف سورج غروب کی طرف جُھک جاتا ہے۔

مرجانہ کا بیان ہے کہ (اس ارشاد والا کے پیش نظر) جب جمعہ کا دن ہوتا تو حضرت فاطمہؓ اپنے غلام زید کو حکم دیتی تھیں

کہ وہ ایک بلند مقام پر چڑھ کر یہ دیکھتا رہے اور جب نصف سورج غروب کی طرف جھک جائے تو ان کو آگاہ کر دے چنانچہ زید ایسا ہی کیا کرتا تھا، جس وقت زید آپ کو خبر کرتا آپ فوراً اٹھ کر مسجد میں تشریف لے جاتیں اور جب سورج غروب ہو جاتا تو نماز ادا فرماتیں کثیر بن عبداللہ نے اپنے والد کا اور انھوں نے اپنے دادا کا قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، جمعہ میں ایک ساعت ایسی ہوتی ہے کہ اس وقت بندہ اللہ سے جو کچھ مانگتا ہے اللہ اس کا سوال ضرور پورا کر دیتا ہے۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ وہ کونسی گھڑی ہے؟ حضور نے فرمایا اقامت صلوٰۃ سے ختم نماز تک! کثیر بن عبداللہ نے کہا کہ جمعہ سے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد جمعہ کی نماز سے ہے۔

شیخ ابو نصرؒ نے اپنے والد سے بالاسناد بیان کیا کہ حضرت جابر بن عبداللہ فرماتے تھے کہ یہ دعا رسول اللہ پر نازل ہوئی حضور نے ارشاد فرمایا کہ جمعہ کی (مقررہ) ساعت میں مشرق سے مغرب تک کسی چیز کے لئے بھی اگر دعا کی جائے گی تو ضرور قبول ہوگی۔ وہ دعا یہ ہے:۔ سُبْحَانَكَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ یَا حَنَّانُ یَا مَنَّانُ یَا بَدِیْعَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ ؕ اے عظیم بخشنے والے، اے احسان کرنے والے، اے آسمان و زمین کے پیدا کرنے والے، اے صاحب جلال و اکرام! تو پاک ہے اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں؛

صفوانؒ بن سلیمؒ کا قول ہے کہ مجھے یہ بتایا گیا ہے کہ جمعہ کے روز امام کے منبر پر بیٹھنے کے وقت جو شخص لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ کہتا ہے اس کو بخش دیا جاتا ہے۔

حضرت براءؓ بن عازب نے فرمایا میں نے خود سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرما رہے تھے کہ رمضان میں دوسرے دنوں پر جمعہ کو ایسی فضیلت حاصل ہے جیسی باقی دنوں پر رمضان کو فضیلت ہے۔

جمعہ کے دن درود و سلام پیش کرنا

جمعہ کے دن درود شریف زیادہ پڑھنا چاہیئے

شیخ ابو نصرؒ نے اپنے والد سے بالاسناد حضرت علیؓ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جمعہ کے دن مجھ پر درود زیادہ پڑھا کرو کیونکہ اس روز اعمال (کا ثواب) دوگنا کر دیا جاتا ہے اور میرے لئے اللہ تعالیٰ سے "درجہ وسیلہ" کی دعا مانگا کرو، کسی نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ "درجہ وسیلہ" کیا ہے؟ حضور نے فرمایا یہ جنت میں ایک ایسا اعلیٰ مقام ہے جو صرف ایک نبی کو عطا ہوگا اور مجھے یقین ہے کہ میں ہی وہ نبی ہوں (جس کو وہ مقام عطا ہوگا)

محمدؒ بن منکدر کہتے ہیں کہ حضرت جابرؓ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اذان سنکر یہ کہے گا، اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَالصَّلٰوةِ الْقَائِمَةِ اٰتِ مُحَمَّدَنِ الْوَسِیْلَةَ وَالْفَضِیْلَةَ وَالدَّرَجَةَ

اَلتَّرْفِیْعَةَ وَابْعَثْهُ مُقَامًا مَحْمُوْدَ الَّذِیْ وَعَدْتَّهٗ " اس شخص کے لئے میری شفاعت حلال ہوگئی حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ میں نے خود حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سُنا کہ روشن رات اور روشن دن یعنی جمعہ کی رات اور جمعہ کے دن (جس کی رات بھی روشن اور دن بھی روشن ہے) اپنے پیغمبر پر کثرت سے دُرود پڑھا کرو!

حضرت عبدالعزیز بن حبیب کی روایت

حضرت عبدالعزیز بن حبیبؒ سے مروی ہے کہ حضرت انسؓ بن مالکؓ نے فرمایا کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کھڑا تھا، آپ نے فرمایا جو شخص ہر جمعہ کو اَسّی بار دُرود مجھ پر پڑھے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے اَسّی برس کے گناہ معاف فرمادے گا، یہ سُن کر میں نے عرض کیا یارسول اللہ حضور پر درود شریف کیسے پڑھا جائے، حضور والا نے فرمایا یوں کہو" اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِکَ وَرَسُوْلِکَ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ ہ اور انگلیوں پر (تعداد) شمار کرو!

حضرت ابوامامہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا" ہر جمعہ کے روز مجھ پر کثرت سے دُرُود پڑھا کرو کیونکہ میری اُمت کا درود ہر جمعہ کے دِن میرے سامنے لایا جاتا ہے پس جو زیادہ دُرود پڑھنے والا ہے وہ قیامت کے دِن مجھ سے زیادہ قریب ہوگا۔

جمعہ کی صبح کی نماز
اور
مسنون سورتیں

حضرت عبداللہ کی روایت

شیخ ابونصر نے بالاسناد حضرت عبداللہؓ کا قول نقل کیا ہے کہ جمعہ کے دن صبح کی نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سورۃ الم، سجدہ اور سورۂ ھَلْ اَتٰی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ ایک روایت میں مغرب کی نماز کے سلسلہ میں آیا ہے کہ آپ سورۃ "قُلْ یَا ایھا الکافرون اور قل ھو اللہ احد" پڑھا کرتے تھے، عشاء کی نماز میں سورۂ جمعہ اور المنافقون کی قرآت فرماتے تھے۔ روایت ہے کہ جمعہ کی نماز میں بھی حضور یہی دو سورتیں پڑھا کرتے تھے۔

حضرت حسن بصریؒ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ شب جمعہ میں جس نے سورۂ یٰسین، حٰمٓ اور الدخان پڑھی تو جب وہ صبح کو اٹھتا ہے تو اس کی مغفرت ہوچکی ہوتی ہے (اس کے تمام گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں)۔ روایت ہے کہ جس نے جمعہ کے دِن سورۂ کہف پڑھی وہ اس شخص کے برابر ہوگیا جس نے دس ہزار دینار خیرات کئے، شب جمعہ اور روز جمعہ میں چار رکعت نماز اس طرح پڑھنا مستحب ہے کہ چار رکعتوں میں یہ چار سورتیں پڑھے۔ سورۂ انعام۔ سورۂ کہف۔ سورۂ طٰہٰ۔ اور سورۂ ملک - اگر تمام سورتوں کو اچھی طرح نہیں پڑھ سکتا تو جتنا اچھی طرح پڑھ سکتا ہے تو اتنا ہی پڑھے کیونکہ کہا گیا ہے کہ ختم قرآن بقدر علم قرآن ہے یعنی اگر کسی کو قرآن پورا اچھی طرح یاد نہ ہو تو جتنا

یاد ہو اس کا اتنا ہی پڑھنا ختم قرآن ہوگا، اگر کسی کو پورا قرآن یاد ہے تو اس کے لئے مستحب ہے کہ جمعہ کے دن پورا قرآن ختم کرے، اگر دن میں مکمل نہ ہو سکے تو رات میں بھی پڑھے اور ختم کرے۔ اگر فجر یا مغرب کی دو رکعتوں میں آخری حصّہ کو ختم کیا جائے تو اس کی بڑی فضیلت آئی ہے، اگر دس بیس رکعتوں میں ہزار مرتبہ قل ھو اللہ احد (سورۃ اخلاص) پڑھے گا تو یہ بھی فضیلت میں ختم قرآن سے زیادہ ہوگا۔

جمعہ کے روز ہزار مرتبہ درود شریف پڑھنا

جمعہ کے دن ہزار مرتبہ درود شریف پڑھنا مستحب ہے، اسی طرح ہزار بار تسبیح پڑھنا بھی مستحب ہے، تسبیح کے چار کلمات یہ ہیں!

سُبحَانَ اللہِ وَالحَمدُ للہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ وَاللہُ اَکبَرُ ہ

سیّد الایّام جمعہ کی وجہ تسمیہ

وجہ تسمیہ کی ایک روایت

شیخ ابونصر نے اپنے والد سے ان کی اسناد و رواۃ کے ساتھ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ "تم جانتے ہو کہ جمعہ کا نام جمعہ کیوں ہوا؟ میں نے عرض کیا نہیں؛ حضور نے فرمایا اس لئے کہ اس روز تمھارے باپ آدم کے خمیر کو جمع کیا گیا تھا اس لئے اس کا نام جمعہ رکھا گیا، جس شخص نے اس دن اچھی طرح غسل کیا اور اچھی طرح وضو کر کے نماز جمعہ ادا کی تو ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک اس کے تمام صغیرہ گناہ معاف کر دیئے جائیں[1] گے۔ بعض علمائے کرام نے فرمایا ہے کہ اس دن کا نام لفظ اجتماع سے ماخوذ ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کا پُتلا چالیس برس تک خمیر ہوتا رہا پھر روح کو اسی دن اس خمیر میں ڈالا گیا۔ بعض کا قول ہے کہ حضرت حوّا کو حضرت آدم علیہ السلام کی پسلی سے جب پیدا کیا گیا تو اسی روز دونوں کا اجتماع ہوا تھا، بعض کہتے ہیں کہ طویل جدائی کے بعد حضرت آدم علیہ السلام و حضرت حوّا علیہما السلام کا اسی روز اجتماع ہوا تھا ایک قول یہ بھی ہے کہ اس روز شہر اور دیہات کے باشندے (ادائے نماز کے لئے) جمع ہوتے ہیں، یہ بھی کہا گیا ہے کہ یوم قیامت کا نام یوم الجمع ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے یَومَ یَجمَعُکُم لِیَومِ الجَمعِ ہ (اور جس روز تمھیں جمع ہونے کے لئے جمع کیا جائے گا۔

---

[1] بشرطیکہ وہ کبیرہ گناہوں سے باز رہے۔

باب ١٦

توبہ، طہارتِ قلب، اخلاص اور ریاکاری

توبہ اور توبہ کرنے والے

برکت والے مہینوں کے روزے، قربانی، نماز اور اذکار جن کا ذکر اب تک کیا گیا ہے، آئندہ ہم بیان کریں گے ان سب کی قبولیت، توبہ، دل کی پاکی اور اخلاص عمل اور ریاکاری کو ترک کرنے کے کے بعد ہوتی ہے۔ توبہ کے سلسلہ میں اس سے قبل ہم کہہ چکے ہیں۔ یہاں اس سلسلہ میں مزید یہ کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے اور گناہوں سے پاک ہونے والوں سے محبت کرتا ہے، ارشاد ہے اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ یُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ۔ (اللہ کثرت سے توبہ کرنے والوں کو پسند کرتا ہے، خوب پاک ہونے والوں سے محبت کرتا ہے) اس آیت کی تشریح و تفسیر میں حضرات عطاؒ، مقاتلؒ اور کلبیؒ نے کہا ہے کہ اللہ گناہوں سے توبہ کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے اور نجاست، جنابت، حیض اور وضو توڑنے والی چیزوں کی ناپاکی کو پانی (یعنی غسل اور وضو) سے دور کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے، اس کی وضاحت اہل قبا کے سلسلہ میں نازل ہونے والی آیت سے ہوتی ہے، اہل قبا کی پاکی و طہارت کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا (اس میں وہ لوگ ہیں جو خوب پاک ہونے کو پسند کرتے ہیں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبا والوں سے دریافت فرمایا کہ تم.. طہارت کا کیا عمل کرتے ہو انھوں نے عرض کیا کہ ہم پتھروں سے صفائی کرنے کے بعد پانی سے استنجا کرتے ہیں۔

مجاہدؒ کہتے ہیں کہ گناہوں سے بکثرت توبہ کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے اور طہارت کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے، عورتوں کے پچھلے مقام (دُبر) میں لواطت کرنے والا پاک نہیں ہے، عورت ہو یا مرد دونوں سے لواطت کا ایک ہی حکم ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ گناہوں سے توبہ کرنے والے اور شرک سے پاک ہونے والے لوگوں سے مراد ہے۔ ابوالمنہالؒ نے کہا ہے کہ میں ابوالعالیہ کے پاس موجود تھا انھوں نے اچھی طرح وضو کیا (ان کی یہ حالت دیکھ کر) میں نے کہا اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَیُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ۔ فرمایا کس چیز سے پاکی کے بارے میں فرمایا گیا ہے، پاکی یقیناً اچھی چیز ہے لیکن اس آیت میں مراد ان لوگوں سے ہے جو گناہوں سے خوب پاک ہوتے ہیں (یعنی یہ آیت ان لوگوں کے سلسلہ میں ہے)۔

حضرت سعیدؒ بن جبیرؒ کا قول

سعیدؒ بن جبیرؒ کہتے ہیں کہ اس کے معنی ہیں اللہ شرک سے توبہ کرنے والوں اور گناہوں سے پاک ہونے والوں کو پسند کرتا ہے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ کفر سے توبہ کرنے والے اور ایمان سے طہارت حاصل کرنے والے اس سے مراد ہیں۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ گناہوں سے توبہ کرنے والے وہ ہیں جو دوبارہ گناہوں کی طرف نہ لوٹیں اور گناہوں سے پاک رہنے والے وہ ہیں جن سے گناہ سرزد نہ ہوتے ہوں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد کبیرہ گناہوں سے توبہ کرنے والے اور صغیرہ گناہوں سے پاک رہنے والے مراد ہیں، ایک قول یہ ہے کہ اس سے بُرے کاموں سے توبہ کرنے والے اور بُری باتوں

سے پاک رہنے والے لوگ مراد ہیں۔

ایک قول یہ ہے کہ بُرے افعال سے توبہ کرنے والے اور اقوال بد سے پاک و صاف رہنے والے مراد ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ گناہوں سے توبہ کرنے والے اور جرموں سے پاک و صاف رہنے والے مراد ہیں؛ ایک قول ہے کہ گناہوں سے توبہ کرنے والے اور عیبوں سے پاک و صاف رہنے والے مراد ہیں؛ ایک قول یہ بھی ہے کہ خلوص سے توبہ کرنے والا وہ ہے کہ جب بھی گناہ سرزد ہو، فوراً توبہ کرلے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے" فَإِنَّهُ كَانَ لِلْأَوَّابِينَ غَفُورًا ؛ اللہ تعالیٰ کی طرف کثرت سے رجوع کرنے والے کو اللہ تعالیٰ معاف فرما دیتا ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہؓ کی روایت!

محمدؒ بن منکدر کی روایت ہے کہ حضرت جابرؓ بن عبداللہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا" تم سے پہلے لوگوں میں سے ایک شخص کا گزر ایک کھوپڑی پر ہوا اس نے ایک کھوپڑی دیکھی، کھوپڑی دیکھکر اس نے کہا: الٰہی تو تو ہی ہے اور میں میں ہی ہوں، تو بار بار مغفرت فرماتا ہے اور میں بار بار گناہوں میں مبتلا ہو جاتا ہوں، یہ کہکر وہ سجدے میں گر پڑا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے بندے سر اٹھا: میں بار بار مغفرت کرنے والا ہوں اور تو بار بار گناہ کرنے والا ہے۔ جب اس شخص نے سجدے سے سر اٹھایا تو اس کی بخشش کردی گئی"؛

اِخلاص

خالص اطاعت

اعمال کے اِخلاص کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ؕ ان کو صرف اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ وہ اللہ کی عبادت کریں اور اطاعت خالص اسی کی کریں! اسی سلسلہ کی دوسری آیت ہے أَلَا لِلَّهِ الدِّينُ الْخَالِصُ سن لو (آگاہ رہو) اللہ ہی کی خالص اطاعت کرنا چاہیے۔ مزید ارشاد فرمایا ہے کہ:

لَنْ يَنَالَ اللَّهَ لُحُومُهَا وَلَا دِمَاؤُهَا وَلَٰكِنْ يَنَالُهُ التَّقْوَىٰ مِنْكُمْ ؕ

اللہ کو قربانیوں کا گوشت اور خون نہیں پہنچتا مگر تمھاری پرہیزگاری پہنچ جاتی ہے۔

ایک اور آیت میں ارشاد فرمایا:

لَنَا أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ وَنَحْنُ لَهُ مُخْلِصُونَ ؕ

ہمارے اعمال ہمارے لئے اور تمھارے اعمال تمھارے لئے ہیں ہم تو اسی کے لئے عمل خالص کرتے ہیں۔

اِخلاص کے معنی

اخلاص کے کیا معنی ہیں، اس سلسلہ میں اختلاف ہے۔ حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت حذیفہؓ سے دریافت کیا کہ اخلاص کیا چیز ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ میں نے رسول اللہؐ سے دریافت کیا تھا کہ اخلاص کی کیا حقیقت ہے؟ تو رسول اللہؐ نے فرمایا میں نے جبرئیلؑ سے یہ سوال کیا تھا کہ اخلاص کیا ہے؟ جبرئیلؑ نے کہا میں نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ اخلاص سے کیا مراد ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ میرے رازوں میں سے ایک راز ہے، میں اپنے

بندوں میں سے جس کے دل میں چاہتا ہوں اس کو امانت کے طور پر رکھتا ہوں۔

ابو ادریس خولانیؒ نے کہا کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا کہ بلا شبہ ہر حق کی ایک حقیقت ہے بندہ اخلاص کی حقیقت کو اس وقت تک نہیں پہنچتا جب تک خاص اللہ تعالیٰ کے لئے کئے ہوئے عمل پر اپنی تعریف کو ناپسند نہ کرنے لگے (یعنی تعریف کو پسند کرے)

حضرت سعید بن جبیرؒ کے نزدیک اخلاص کے معنی

سعید بن جبیرؒ نے فرمایا اخلاص یہ ہے کہ اپنی طاعت اور عمل کو خالص اللہ کے لئے کرے اور طاعت میں کسی کو اس کا شریک بنائے اور اس کے کسی عمل میں ریاکاری نہ ہو، حضرت فضیلؒ نے فرمایا کہ لوگوں کی خاطر یا لحاظ سے عمل کرنا شرک ہے اور لوگوں کی خاطر اس کو ترک کر دینا ریا ہے، اخلاص تب ہے کہ تم کو ڈر لگا رہے کہ اللہ تعالیٰ ان دونوں باتوں کی سزا دے گا۔ حضرت یحییٰ بن معاذ فرماتے ہیں کہ عمل کو عیوب سے اس طرح پاک صاف نکال لینا اخلاص ہے جس طرح گوبر اور خون سے دودھ کھینچ کر نکال لیا جاتا ہے۔ ابو الحسنؒ بوشنجی کہتے ہیں کہ اخلاص وہ چیز ہے جس کو نہ فرشتے لکھیں اور نہ شیطان اس کو بگاڑے اور نہ کسی انسان کو اس کی اطلاع ہو۔

شیخ رُویمؒ نے کہا ہے کہ عمل سے نظر کا بلند ہو جانا اخلاص ہے (یعنی عمل پر نظر نہ رہنا) بعض علماء فرماتے ہیں کہ اخلاص وہ ہے جس کے ساتھ حق کا ارادہ کیا جائے یعنی جس کام میں محض حق کی طلب، اور صداقت کا عزم ہو وہ اخلاص ہے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ اخلاص یہ ہے جس میں خرابیوں کی آمیزش اور تاویلاتِ جواز کی تلاش نہ ہو۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ وہ عمل جو مخلوق سے پوشیدہ ہو اور نقائص سے پاک ہو اس کا نام اخلاص ہے، حضرت حذیفہؓ کا قول ہے کہ ظاہر و باطن کی یکسانیت کا نام اخلاص ہے۔ شیخ ابو یعقوب مکفوفؒ نے کہا ہے کہ جس طرح برائیوں کو چھپایا جاتا ہے اسی طرح نیکیوں کو چھپانا اخلاص ہے سہل بن عبد اللہؒ نے کہا کہ اپنے عمل (نیک) کو ہیچ و حقیر سمجھنا اخلاص ہے۔ حضرت انس بن مالکؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین باتیں ہیں جن میں مسلمان کے دل کو خیانت نہیں کرنا چاہئے، اللہ کے لئے خلوصِ عمل حکام کی خیر خواہی اور مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ رہنا۔

ایک قول کے بموجب اخلاص یہ ہے کہ اطاعتِ حق میں مخلوق کی خوشنودی کو نہ ملانا (یعنی مخلوق کی خوشنودی سے اطاعت حق کو الگ رکھنا) نہ مخلوق سے تعریف حاصل کرنے کے لئے، نہ کسی کی طرف سے محبت کے حصول کے لئے (کہ کوئی اخلاص کو دیکھ کر اس سے محبت کرنے لگے) نہ اس لئے عمل کرنا کہ مخلوق کی زبان سے ملامت اور مذمت کو رفع کرے (یعنی بندہ کے عمل اور اخلاص کی بنا پر لوگ اس کی مذمت نہیں کریں گے)۔

کہا گیا ہے کہ مخلوق کی خاطر اور اس کے لحاظ و پاس سے اپنے عمل کو پاک رکھنا اخلاص ہے، حضرت ذوالنون مصریؒ فرماتے تھے کہ جب تک اخلاص میں سچائی اور استقلال نہ ہو اخلاص کی تکمیل نہیں ہوتی، اور جب تک سچائی اور صدق میں اخلاص اور دوام نہ ہو سچائی کامل نہیں ہوتی۔

ابو یعقوبؒ موسیٰ کا قول ہے کہ جب تک لوگ اپنے اخلاص میں اخلاص دیکھتے رہیں گے یعنی اخلاص کا دعویٰ رہے گا، ان کا وہ اخلاص ضدِ اخلاص کا محتاج رہے گا۔ حضرت ذوالنون مصریؒ کا قول ہے کہ اخلاص کی تین نشانیاں ہیں، عوام کی مدح وذم دونوں اس کے لئے برابر ہوں، اپنے اچھے اعمال کو نہ دیکھنا، اچھے اعمال پر آخرت میں ثواب کی طلب کو فراموش

کردینا، حضرت ذوالنون کا یہ قول بھی ہے کہ اخلاص وہ ہے کہ جسے دشمن خراب نہ کرسکے۔

اخلاص کے درجے

ابوعثمانؒ مغربی نے کہا ہے کہ ایک اخلاص تو وہ ہے جس کے اندر نفس کا کوئی حِصّہ کسی حال میں نہ ہو۔ یہ عوام کا اِخلاص ہے۔ خواص کا اخلاص وہ ہے کہ لبغیر ارادہ خود بخود اعمالِ حسنہ کا صدور ہو، ان سے طاعت کا ظہور بغیر قصد کے ہوتا ہے، اوران سے اس سلسلہ میں کوئی ایسی علامت ظاہر نہ ہو جس سے اس امر کا اظہار ہو کہ ان کو طاعت ملحوظ تھی۔

حقیقی اخلاص

حضرت ابوبکر دقاقؒ فرماتے ہیں کہ ہر مخلص کو اپنے اِخلاص کے دیکھنے سے نقصان پہنچتا ہے، اللہ تعالیٰ جب کسی کے اخلاص کو پسند فرمالیتا ہے تو پھر اس کے اخلاص کو اس کی نظر سے گرا دیتا ہے یعنی مخلص اپنے اخلاص پر نظر نہیں رکھتا۔ اس طرح وہ مخلص اپنے اخلاص کو اخلاص ہی نہیں سمجھتا۔ اس طرح وہ خدا کی نظر میں پسندیدہ ہوجاتا ہے۔

حضرت سہلؒ بن عبداللہ کا ارشاد

حضرت سہلؒ بن عبداللہ کا ارشاد ہے کہ صرف مخلص ہی ریا کو پہچان سکتا ہے۔ حضرت ابوسعید مراز کا قول ہے کہ اہلِ معرفت کا ریا اہلِ ارادہ کے اِخلاص سے بہتر ہے یعنی وہ اِخلاص جو ارادہ سے ہو اِن اہلِ معرفت کے ریا سے بھی کم تر درجہ کی چیز ہے، ابوعثمانؒ کہتے ہیں کہ خالق کی طرف ہمیشہ نگاہ رکھنے والا مخلوق کی طرف دیکھنا بھول جاتا ہے، یہی اخلاص ہے، ایک قول یہ بھی ہے کہ اخلاص وہ ہے جس میں صرف حق مطلوب اور صدق مقصود ہوتا ہے، ایک قول یہ بھی ہے کہ اپنے اعمال پر نظر رکھنے سے گریز اور اعراض اِخلاص ہے۔ حضرت سری سقطیؒ نے کہا کہ جو شخص لوگوں کے دکھانے کے لئے اُن چیزوں سے آراستہ ہو جو اس کے اندر موجود نہیں ہیں وہ اللہ کی نظر سے گرجاتا ہے۔

حضرت جنید بغدادیؒ کا ارشاد ہے کہ اِخلاص خدا اور بندے کے مابین ایک ایسا راز ہے جس سے نہ کوئی فرشتہ واقف ہے کہ اس کو لکھ سکے اور نہ شیطان اس سے آگاہ ہے کہ اس کو (اِخلاص سے) روک سکے۔

حضرت رویمؒ فرماتے ہیں کہ عمل میں اخلاص یہ ہے کہ عمل کرنے والا دونوں جہان میں اپنے اس عمل پر اَجر کی اُمید نہ رکھے نہ دیکھنے والے دونوں فرشتوں سے (اَجر کے) کچھ حصّے کا خواستگار ہو (کہ وہ اس کے اس عمل کو لکھیں گے تو اس کو کچھ نہ کچھ اَجر ملے گا)۔

سہلؒ ابن عبداللہ سے پوچھا گیا کہ نفس کے لئے سب سے زیادہ دشوار کیا چیز ہے، انھوں نے فرمایا "اخلاص"۔ اس لئے کہ نفس کے لئے اس میں کچھ حصّہ نہیں ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ اخلاص ایسی چیز ہے کہ اللہ عزّ وجلّ کے سوا اس سے کوئی اور باخبر نہیں ہوتا؛ ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ جمعہ کے دن عصر سے پہلے حضرت سہل بن عبداللہ کے پاس پہنچا میں نے دیکھا کہ ان کے حجرے میں ایک سانپ ہے میں ایک قدم آگے بڑھاتا اور پھر ایک قدم پیچھے ہٹ جاتا، سانپ کا ڈر مجھ پر غالب آگیا تھا! حضرت سہلؒ نے اندر سے آواز دی! کیوں ڈرتے ہو اندر آجاؤ، جس کا ایمان خدا پر ہو اس سے ہر چیز ڈرتی ہے پھر فرمایا کہ تم جمعہ پڑھنا چاہتے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ ہمارے اور جامع مسجد کے بین ایک دن رات کی مسافت ہے، انھوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور روانہ ہوگئے، ہم لوگ تھوڑی ہی دور چلے تھے کہ جامع مسجد سامنے نظر آنے لگی، ہم نے وہاں نماز جمعہ ادا کی پھر باہر نکل آئے حضرت سہلؒ رک گئے اور مسجد سے نکلنے والوں کو دیکھنے لگے پھر فرمایا کہ کلمۂ توحید پڑھنے

والے تو بہت ہیں لیکن ان میں مخلص اصحابان اخلاص بہت کم ہیں۔

توکل و اخلاص ایک بار میں (حضرت مصنفؒ) حضرت ابراہیمؒ کی ہمراہی میں سفر کر رہا تھا، ہم ایک ایسی جگہ پہنچے جہاں سانپ بکثرت تھے، حضرت ابراہیم خواصؒ نے اپنا سامان رکھدیا اور وہاں بیٹھ گئے جب رات ہوئی تو سانپ باہر نکل آئے، میں نے حضرت ابراہیمؒ کو آواز دی، انھوں نے فرمایا کہ "تم ذکر ہی میں مصروف رہو۔ میں ذکر میں مشغول ہو گیا، آتے ہوئے سانپ لوٹ گئے تھوڑی دیر بعد وہ پھر پلٹ پڑے میں نے شیخؒ کو پکارا۔ شیخؒ نے پھر فرمایا کہ ذکر میں مصروف رہو، صبح تک میری یہی حالت رہی صبح کو حضرت شیخؒ روانہ ہوئے میں بھی ان کے ساتھ چل پڑا۔ روانہ ہوتے وقت شیخؒ کے بستر سے ایک بہت بڑا سانپ گرا جو کنڈلی مارے بستر میں موجود تھا، میں نے کہا کیا آپ کو اس سانپ کا احساس بھی نہیں ہوا، انھوں نے فرمایا نہیں، ایک مدت کے بعد میری رات ایسی اچھی طرح گزری۔ ابو عثمانؒ فرماتے ہیں جس نے وحشت کی غفلت کا مزا نہیں چکھا (دنیاوی وحشت میں مبتلا نہیں ہوا) اس نے ذکر کی محبت کی لذت حاصل نہیں کی۔

دِل کی پاکیزگی

ناپاک نفس انسان کے درپے آزار ہے ہر عابد اور ہر عارف کو ہر صورت میں ریاکاری، مخلوق کے دکھاوے اور خود پسندی سے بچنا چاہیئے کیونکہ یہ خبیث نفس ہر انسان کے درپے ہے۔ یہ نفس گمراہ کرنے والی خواہشات، تباہ و برباد کرنے والی رغبتوں اور لذتوں کا سرچشمہ اور منبع ہے جو خدا اور بندے کے درمیان ایک حجاب (پردہ) بن جاتی ہیں، جب تک بدن میں روح موجود ہے اس کی تباہ کن خواہشات سے بچنا بہت مشکل ہے خواہ انسان ابدال یا صدیقین کے مرتبہ پر پہنچ جائے۔ خواہ اس کی موجودہ حالت اس کی سابقہ حالت کے مقابلہ میں زیادہ امن و سلامتی کی ہو۔ (ایسے درجہ پر ہو جہاں نفس کی فریب کاریوں سے امن حاصل رہتا ہو)۔ خیر نصیب ہو معرفت کی فراوانی ہو، عنایت شریک حال اور توفیق الٰہی مدد و معاون ہو اور اللہ تعالیٰ کی حفاظت میسّر ہو بایں ہمہ گناہ سے مامون و محفوظ رہنا ہماری خصوصیت نہیں ہے (عوام الناس کا خاصہ نہیں ہے۔ بلکہ معصوم عن الخطا تو انبیاء (علیہم السلام) ہیں۔ نبوت اور ولایت کا فرق اسی سے ہوتا ہے (یعنی ولی معصوم نہیں ہوتا نبی معصوم ہوتا ہے۔

رِیاکاری

ریاکاروں کو تہدید اللہ تعالیٰ نے ریاکاروں اور شر پسندوں کو ڈراتے ہوئے نفس کی خباثت دنیوی اور اس کے خطرات سے خبردار فرمایا ہے اور نفس کی پیروی سے منع فرمایا ہے۔ اس کی مخالفت کا حکم کبھی قرآن سے اور کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان وحی ترجمان سے فرمایا ہے۔ ارشاد ربّانی ہے:۔

وَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ٥
الَّذِيْنَ هُمْ يُرَاءُوْنَ وَ يَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ ٥

ان نمازیوں کے لئے بڑی خرابی (تباہی) ہے جو اپنی نماز سے غافل ہیں،
دکھاوا کرتے ہیں اور معمولی استعمال کی چیزوں کو بھی ضرورت مندوں سے روکے رکھتے ہیں۔

ایک دوسری آیت ارشاد ہوتا ہے:۔
يَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِهِمْ مَا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُوْنَ ٥

وہ منہ سے ایسی باتیں کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہوتیں اللہ اُن کی چھپائی ہوئی باتوں سے خوب واقف ہے۔

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا گیا:۔
وَاِذَا قَامُوْا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى يُرَاءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا ٥ مُذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ لَا اِلٰى هٰٓؤُلَاءِ وَلَا اِلٰى هٰٓؤُلَاءِ ٥

جب نماز کو اٹھتے ہیں تو کسل اور سستی کے ساتھ، (محض لوگوں کے دکھاوے کو (اٹھتے ہیں) اور اللہ کی یاد کم کرتے ہیں۔ لوگ دونوں گروہوں کے درمیان ڈانواں ڈول (پھر رہے) ہیں نہ ایک طرف اور نہ دوسری طرف۔

ایک اور آیت میں ارشاد ہے:۔ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ٥

عالموں اور عابدوں میں (بنی اسرائیل کے) بہت سے ایسے ہیں جو باطل طریقوں سے لوگوں کا مال کھاتے ہیں اور دوسروں کو اللہ کے راستے سے روکتے ہیں۔

ایک اور آیت میں فرمایا ہے:۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ٥

اے وہ لوگو جو ایمان لاچکے ہو، جو بات کرتے نہیں وہ کہتے کیوں ہو؟ اللہ کو یہ بات بہت ناپسند ہے کہ ایسی بات کہو جو کرتے نہیں۔

ایک اور آیت میں آیا ہے:۔ وَاَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ اَوِ اجْهَرُوْا بِهٖ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ٥

خواہ تم پوشیدہ طریقے سے بات کہو یا ظاہر کرکے، جو کچھ تمہارے دل میں ہے اللہ تعالیٰ اس سے بخوبی واقف ہے

مزید ارشاد فرمایا ہے:۔ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا ٥

جو اللہ کے پاک دیدار کا خواستگار اور طالب ہے اس کو نیک عمل کے لئے کہہ دیجئے اور اس سے کہہ دیجئے کہ اللہ کی عبادت میں کسی اور کو شریک نہ کر۔

ایک اور آیت ہے:۔ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّيْ ٥

نفس تو بہت زیادہ برائی کا حکم دیتا ہے مگر وہ محفوظ رہتا ہے جس پر میرا رب رحم فرمائے۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:۔ وَاُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ۔

اور طبائع بخل پر حاضر رکھی جاتی ہیں (طبائع بخل پر آمادہ رہتی ہیں)

ایک اور مقام پر حکم فرمایا وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۝ خواہشِ نفس کی پیروی نہ کرو اگر ایسا کرو گے تو وہ تم کو راہ خدا سے گمراہ کر دے گا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام سے فرمایا تھا اے داؤد اپنے نفس کی خواہش کو چھوڑ دو، خواہش نفس کے علاوہ میری حکومت میں مجھ سے جھگڑنے والا کوئی اور نہیں ہے (يَا دَاوُدُ اهْجُرْ هَوَاكَ فَإِنَّهُ لَا مُنَازِعَ يُنَازِعُنِيْ فِيْ مُلْكِيْ غَيْرُ الْهَوٰى)

ریا کی مذمت میں احادیث شریفہ

حضرت شداد بن اوس سے ایک حدیث مروی ہے، انھوں نے کہا کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے چہرہ انور پر کچھ ایسے آثار دیکھے جن سے مجھ بہت دکھ ہوا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ حضور کا یہ کیا حال ہے۔ حضور والا نے فرمایا مجھے اپنی اُمت کے مشرک ہونے کا اندیشہ ہے! میں نے عرض کیا کیا حضور کے بعد لوگ شرک میں مبتلا ہو جائیں گے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ سورج، چاند، بت اور پتھر کی تو یقیناً پوجا نہیں کریں گے مگر اعمال میں ریا کریں گے اور ریا ہی شرک ہے۔ پھر حضور نے یہ آیت تلاوت فرمائی:۔ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَاءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖ اَحَدًا ۝

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ قیامت کے دن کچھ مہر کردہ اعمالنامے لائے جائیں گے اس وقت اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرمائے گا اِس اعمالنامہ کو پھینک دو اور اُس کو قبول کر لو۔ فرشتے بارگاہ الٰہی میں عرض کریں گے الٰہی! تیری عزت و جلال کی قسم! ہم کو تو ان اعمال میں خیر ہی معلوم ہوئی تھی، اللہ تعالیٰ فرمائے گا ہاں! لیکن یہ عمل تو دوسروں کے لئے تھا میں صرف وہی عمل قبول کرتا ہوں جو خالصاً میرے لئے ہو (جس کا مقصد صرف میری ذات ہو)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دعا میں فرمایا کرتے تھے! الٰہی میری زبان کو جھوٹ سے پاک فرما، میرے دل کو نفاق سے، میرے عمل کو ریا سے، میری آنکھ کو خیانت سے پاک فرما۔ تو آنکھوں کی خیانت اور دلوں کے پوشیدہ احوال کو جانتا ہے۔

کس عالم کی صحبت میں بیٹھنا چاہیئے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایسے عالم کی صحبت میں بیٹھو جو پانچ چیزوں کو چھڑا کر پانچ چیزوں کی ترغیب دیتا ہو، دنیا کی رغبت سے نکال کر زہد کی ترغیب دیتا ہو، ریا سے نکال کر اخلاص کی تعلیم دے، غرور سے چھڑا کر تواضع کی ترغیب کاہلی اور سستی سے بچا کر پند و نصیحت کرنے کی ترغیب، جہالت سے نکال کر علم کی ترغیب دے۔

حضور سرورِ کائنات کا ایک اور ارشاد

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "میں ہر شریک سے بہتر ہوں جو شخص کسی کو میرے ساتھ اپنے عمل میں شریک کرے گا تو اس کا عمل اسی شریک کے لئے ہوگا میرے لئے نہیں ہوگا، میں تو صرف اسی عمل کو قبول کرتا ہوں جو محض میرے لئے کیا گیا ہو" اے انسان میں سب سے اچھا حصہ دار ہوں! دیکھ جو عمل تو نے میرے لئے نہیں بلکہ دوسرے کے لئے کیا تو اس کا اجر بھی اسی کے ذمہ ہے جس کے لئے تو نے وہ عمل کیا!!

ایک اور ارشاد گرامی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس اُمت کو بشارت دیدو کہ دین میں اس کو بزرگی حاصل ہے اور

شہروں پر قبضہ اور گرفت' جب تک وہ دین کا کام دنیا کے حصول کے لئے نہ کریں (یعنی مسلمانوں کو تمام دُنیا میں اس وقت تک بزرگی اور دنیا کے شہروں پر ان کی حکومت رہے گی جب تک وہ دین کے کام دنیا کے حصول کے لئے نہیں کریں گے' ان کے اعمال خالص رہیں گے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آخرت کی نیت پر (عمل کرنے والے کو) اللہ تعالیٰ دنیا بھی دیتا ہے لیکن دنیا کی نیت پر (عمل کرنے والے کو) آخرت نہیں ملے گی۔

حضرت انسؓ بن مالکؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا' شب معراج میں میرا گزر ایسے لوگوں کی طرف ہوا جن کے ہونٹ آگ کی قینچیوں سے کاٹے جا رہے تھے' میں نے جبرئیل (امین) سے دریافت کیا کہ یہ کون لوگ ہیں' انھوں نے جواب دیا یہ آپ کی اُمت کے واعظ ہیں کہ دوسروں سے تو کہتے تھے اور خود اس کام کو نہیں کرتے تھے' جس چیز کو وہ اچھا جانتے تھے اس کا حکم دوسروں کو دیتے تھے اور خود وہ کام کرتے تھے جن کو وہ بُرا کہتے تھے۔ لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے تھے اور اپنے آپ کو بھول جاتے تھے۔

سب سے بڑا اندیشہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے اپنی اُمت کے متعلق سب سے بڑا اندیشہ اس منافق سے ہے جس کی زبان دراز ہو (بہت بولنے والا) قسم ہے اس ذات کی جسکے قبضہ میں میری جان ہے کہ اس وقت تک قیامت برپا نہیں ہوگی جب تک تم لوگوں پر جھوٹے حاکم' بدکردار وزیر' خائن امیر' ظالم پیشکار' فاسق و فاجر قاری اور جاہل عابد مسلط نہ ہو جائیں گے جب ایسا وقت آجائے گا تو اللہ تعالیٰ اُن پر فتنوں کے تاریک (سیاہ) دروازے کھول دیگا جس کے اندر وہ ظالم یہودیوں کی طرح حیران و پریشان پھرتے رہیں گے' یہ وقت ایسا (نازک) ہوگا کہ اسلام کا قبضہ آہستہ آہستہ کمزور ہوتا جائے گا اور پھر ایک وقت ایسا آجائے گا کہ اللہ اللہ بھی نہیں کہا جائے گا (مسلمان اسلام سے بہت دور ہو جائیں گے)۔

دردناک عذاب

حضرت عدی بن حاتم کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن کچھ لوگوں کو سخت عذاب میں مبتلا کیا جائے گا' اللہ تعالیٰ اُن سے فرمائے گا کیا تم تنہائی میں میرے سامنے بڑے بڑے گناہ نہیں کرتے تھے لیکن جب تم لوگوں سے ملتے تھے تو بڑی عاجزی اور انکسار کے ساتھ ملتے تھے' تم لوگوں سے ڈرتے تھے لیکن مجھ سے نہیں ڈرتے تھے تم نے لوگوں کو بڑا جانا لیکن مجھے بڑا نہیں سمجھا! اپنی عزت کی قسم آج میں تم کو دردناک عذاب دوں گا!

حضرت اسامہؓ بن زیدؓ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے سُنا کہ ایک آدمی کو دوزخ میں ڈالا جائے گا تو اس کی آنتیں باہر نکل پڑیں گی وہ اپنی آنتوں کو کھینچتا ہوا چکی کی طرح گھومتا پھرے گا۔ اس سے پوچھا جائے گا کیا تو نیکی کا حکم لوگوں کو نہیں دیتا تھا' کیا اُن کو بری باتوں سے منع نہیں کرتا تھا؟ وہ جواب دیگا میں اچھے کام کرنے کا دوسروں کو حکم دیتا تھا لیکن خود نہیں کرتا تھا اسی طرح دوسروں کو بری باتوں سے روکتا تھا مگر خود میں ایسی باتیں کرتا تھا!!

دکھاوے کا روزہ اور اسکی جزا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بہت سے روزہ داروں کو بھوک پیاس کے سوا روزہ سے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا اسی طرح بہت سے شب بیدار نمازیوں کو ان

کی شب بیداری کا سوائے نماز کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا (شب بیداری سے کچھ حاصل نہیں ہوتا) حضور والا نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ ان لوگوں کی اس ظاہر پرستی سے) عرش لرز جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ غضبناک ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ بندہ بُرا ہے جس کے اور ثواب الٰہی کے درمیان کوئی دوسرا بندہ حائل ہو جائے۔ ایسا بندہ عبادت اس لئے کرتا ہے کہ جو دوسرے شخص کے پاس ہے وہ اس کو مل جائے! وہ اس بندے کی خوشنودی کے حصول کے لئے اپنے جسم کو تھکاتا ہے لیکن اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے دین سے بھی محروم ہو جاتا ہے اور اس کو عزت سے بھی ہاتھ دھونا پڑتے ہیں' ایسا شخص اس بندے کو (جس کے لئے نماز پڑھی) اپنی خدمت کا اتنا حصہ دیتا ہے کہ اتنا وہ اپنی اطاعت کا حصہ اللہ کو بھی نہیں دیتا)۔

محض اللہ کیلئے خیرات کرنا

حضرت مجاہدؒ سے مروی ہے کہ ایک شخص رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت گرامی میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ! میں محض اللہ کے لئے خیرات کرتا ہوں لیکن یہ بھی چاہتا ہوں کہ مجھے دنیا میں بھی (اسی وصف کے باعث) اچھا کہا جائے، اس پر یہ ارشاد الٰہی نازل ہوا:۔

فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْ لِقَاءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا ۝

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آخری زمانہ میں کچھ لوگ دین کو دنیا کمانے کا ذریعہ بنا لینگے، اپنی نرمی دکھانے کے لئے بھیڑ کی کھال پہن لیں گے (باطن میں درندے ہوں گے) ان کی زبانیں شکر سے زیادہ میٹھی ہوں گی لیکن دل بھیڑیوں کے ہوں گے، اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے کیا یہ لوگ میرے متعلق فریب خوردہ ہیں یا میرے خلاف دلیری اور جسارت کرتے ہیں، میں قسم کھاتا ہوں کہ ان پر ایسا فتنہ کھڑا کر دوں گا جسے دیکھ کر بڑے بڑے بردبار [illegible] رہ جائیں گے۔

حضرت حمزہؓ نے ابی حبیبؒ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا کہ فرشتے بعض بندوں کے اعمال اٹھا کر بارگاہ الٰہی میں اس مقام پر لیجاتے ہیں جہاں اللہ تعالیٰ چاہتا ہے' فرشتے ان اعمال کو اچھا سمجھتے ہیں اور ان کو گناہوں سے پاک قرار دیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم میرے بندے کے اعمال ظاہری کے نگراں ہو اور میں اس کی نیت کو بھی دیکھتا ہوں چونکہ میرے اس بندے نے خالص میرے لئے یہ عمل کیا ہے لہٰذا اس کو علیین کے دفتر میں درج کر دو۔

ریاکار قاری، ریاکار سخی اور ریاکار مجاہد

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کا فیصلہ فرمائے گا، ہر اُمت اس کے حضور میں زانو کے بل موجود ہوگی، اس وقت اللہ تعالیٰ، قاری قرآن، شہید اور توانگر کو طلب فرمائے گا اور اولاً قاری سے استفسار ہوگا کہ تو جتنا جانتا تھا اس پر تو نے کتنا عمل کیا، قاری کہے گا میں شبانہ روز کے اوقات میں کھڑے ہو کر نماز میں قرآن پڑھتا تھا، اللہ تعالیٰ اس کو جواب دیگا! تو نے جھوٹ کہا (فرشتے بھی یہی کہینگے کہ یہ دروغ گو ہے) تیرا مقصد تو صرف یہ تھا کہ لوگ تجھے قاری کہیں چنانچہ تجھے قاری کہہ دیا گیا، پھر اللہ تعالیٰ توانگر کو طلب فرما کر دریافت کرے گا کہ میں نے تجھے جو کچھ دیا تھا تو نے اس کا کیا مصرف کیا وہ عرض کرے گا میں — اس کو صلۂ رحم میں (قرابتداریوں کے قیام کے لئے) خرچ کرتا رہا اور خیرات کرتا رہا اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو جھوٹا ہے (فرشتے بھی یہی کہیں گے) تو نے غلط کہا، اس عمل سے تیرا مقصد

صرف یہ تھا کہ تجھے سخی سمجھا جائے، سو تجھے سخی کہدیا گیا، پھر جہاد میں شہید ہونے والے سے پوچھا جائے گا کہ تو کس لئے مارا گیا وہ جواب دے گا میں تیرے لئے تیری راہ میں لڑا تھا اور آخر کار مارا گیا: اللہ تعالیٰ فرمائے گا تونے جھوٹ کہا فرشتے بھی یہی کہیں گے، تیرا مقصد یہ نہیں تھا بلکہ تیرا مقصود یہ تھا کہ تجھے بہادر کہا جائے چنانچہ تجھے بہادر کہدیا گیا" یہ ارشاد فرماکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں دست ہائے مبارک اپنے پاک زانوؤں پر اظہار افسوس کے لئے مارے اور فرمایا! ابوہریرہ! مخلوق میں سب سے پہلے قیامت کے دن انہی تینوں (قسم کے) لوگوں پر دوزخ کی آگ شعلہ زن ہوگی۔

اس حدیث شریف کی خبر جب حضرت معاویہؓ کو پہنچی تو وہ بہت روئے اور کہنے لگے کہ اللہ کے رسول نے سچ فرمایا اس کے بعد یہ آیت پڑھی۔

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ وَهُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَبَاطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَهُمْ سُوْٓءُ الْعَذَابِ وَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ ۝

جو شخص دنیا کی زندگی اور اس کی زینت کا طالب ہے ہم اس کو دنیا ہی میں اجر دیدیتے ہیں، دنیا میں ان کا حصہ کم نہیں کیا جاتا، لیکن ایسے لوگوں کے لئے آخرت میں سوائے دوزخ کے اور کچھ نہیں ہے۔ دنیا میں جو کچھ کیا ہوگا وہ اکارت جائے گا اور جو کچھ وہ کرتے تھے وہ بیکار گیا۔ ان لوگوں کے لئے بڑا دردناک عذاب ہوگا اور آخرت میں یہ لوگ بڑے خسارے میں رہیں گے۔

جنت سے محروم رہنے والے

حضرت عدی بن حاتم کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن چند دوزخیوں کو جنت کی طرف لیجانے کا حکم ہوگا، جب یہ دوزخی جنت کے قریب پہنچیں گے اور اس کی خوشبو سونگھیں گے، وہاں کے محلات دیکھیں گے اور ان چیزوں کا مشاہدہ کرینگے جو اللہ تعالیٰ نے بہشت والوں کے لئے تیار کی ہیں تو یکایک ندا آئے گی کہ کو واپس کردو ان کا یہاں سے کوئی حصہ نہیں ہے اس وقت وہ ایسی حسرت و پشیمانی کے ساتھ واپس ہوں گے کہ ایسی حسرت و پشیمانی سے کبھی نہ لوٹے ہوں گے، اس وقت وہ (حسرت کے ساتھ) کہیں گے پروردگار تونے اپنے دوستوں کے لئے جو نعمتیں فراہم کی ہیں وہ ابھی ہم نے بتمام و کمال دیکھی بھی نہیں تھیں کہ ہم کو دوزخ میں داخل کردیا گیا (ہم کو وہ نعمتیں پوری دیکھنے کو مل جاتیں) اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میری یہی مشیت تھی! تم تنہائی میں تو میرے سامنے اور لوگوں کے سامنے اپنی پارسائی (تقویٰ) کا دعویٰ کرتے تھے اور ان کے سامنے عاجزی اور تواضع کا اظہار کرتے تھے، تمہارے دلوں میں اسکے خلاف ہوتا تھا، تم لوگوں سے تو ڈرتے تھے لیکن میرا خوف تم کو نہیں آیا، تم لوگوں کو بڑا سمجھتے تھے لیکن مجھے بڑا نہیں جانا، تم نے لوگوں کی وجہ سے برے کام ترک کردیئے لیکن میرے ڈر سے برے کاموں کو ترک نہیں کیا، اس لئے آج میں اپنے عظیم ثواب سے تم کو محروم رکھوں گا اور اپنا عذاب تم پر مسلط کروں گا۔

مومنین کی فلاح اور ریاکاروں کا ابتلا

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے جب جنت عدن کو پیدا فرمایا تو اس میں ایسی نعمتیں پیدا فرمائیں جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا، نہ کسی انسان کے دل میں اس کا خیال گزرا، تو اس سے فرمایا! تو کچھ کہنا چاہتی ہے

تو مجھ سے کہہ! تو جنت عدن نے تین مرتبہ کہا قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ (مومنین ہی فلاح پانے والے ہیں) پھر کہا بیشک میں ہر بخیل اور ریاکار پر حرام ہوں؛

ریاکار اللہ تعالیٰ کو فریب دینا چاہتا ہے

ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ روز قیامت میری نجات کا ذریعہ کیا ہوگا؟ حضور نے فرمایا! اللہ تعالیٰ کو فریب دینے کی کوشش نہ کرنا! اس شخص نے عرض کیا کہ حضور! میں اللہ کو فریب کیسے دے سکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا کام تو تو وہ کرے جس کا اللہ نے حکم دیا ہے مگر اس کا مقصد (اطاعت الٰہی نہ ہو بلکہ) دوسرا ہو' ریا سے بچو، ریا شرک ہے، تمام ریاکار قیامت کے دن تمام مخلوق کے سامنے چار ناموں سے پکارے جائیں گے، اے کافر! اے فاجر! اے دغا باز! اے نقصان اٹھانے والے! تیرا عمل بیکار گیا تیرا اَجر ضائع ہوگیا! آج تیرا کوئی حصّہ نہیں! اے ریاکار تو اپنا ثواب اسی سے مانگ جس کے لئے تو عمل کرتا تھا:

منافق کا انجام

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ریا، شہرت طلبی اور نفاق سے اپنی پناہ میں رکھے، یہ سب کام دوزخیوں کے ہیں منافق کے لئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِى الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۝ یقیناً منافق دوزخ کے سب سے نچلے طبقہ میں رہیں گے۔ یعنی فرعون وہامان کے ساتھ ہاویہ میں پڑے ہوں گے۔ اگر کوئی یہ سوال کرے کہ بعض احادیث سے تو یہ مستنبط ہوتا ہے کہ اگر نیک عمل کو مخلوق دیکھ بھی لے تب بھی کوئی حرج نہیں ہے جیسا کہ دکیعؒ نے بالا سناد حضرت ابوہریرہ کا قول نقل کیا ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ کی خدمتِ بابرکت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ میں بعض اچھے کام اگرچہ چھپا کر کرتا ہوں پھر بھی لوگوں کو اس کی خبر ہو جاتی ہے (لوگ مطلع ہو جاتے ہیں) اور یہ بات میرے دل کو بری بھی لگتی ہے، کیا ایسے عمل کا مجھے اَجر ملے گا؟ حضورؐ نے فرمایا تیرا اَجر دوہرا ہوگا! ایک اَجر چھپانے کا اور دوسرا ظاہر ہو جانے کا' اس حدیث شریف کی توضیح میں کہا گیا کہ دوہرا اَجر اس طرح ہوا کہ اس شخص کو یہ بات پسند تھی کہ دوسرے لوگ بھی اس کی اتباع کریں اس صورت میں ایک اَجر تو عمل کا اور دوسرا اَجر دوسرے لوگوں کی اتباع و پیروی کا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے کوئی اچھا طریقہ (نیک عمل) نکالا اس کو اپنے اس عمل کا بھی ثواب ملیگا اور اُن لوگوں کے عمل کرنے کا بھی جو قیامت تک اس پر عمل پیرا رہیں گے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ معلوم تھا کہ اس شخص (سائل) کو یہ بات پسند ہے کہ لوگ اس کے عمل کی پیروی کریں (اسی لئے آپ نے دوہرا اجر اس کے بدلہ میں فرمایا) ہاں اگر عمل کی پسندیدگی لوگوں کے اتباع کے خیال سے خالی ہو (یعنی اپنے عمل کو محض اپنی ذات کے اعتبار سے پسند کرتا ہے اور اس پر نازاں ہے اور یہ خیال نہیں کہ لوگ میرے عمل کی پیروی کریں) تو ایسے شخص کے لئے کوئی اَجر نہیں ہے۔ اس لئے کہ خود پسندی بارگاہ الٰہی میں پسند نہیں، بندہ اس کی بدولت اللہ کی نظر سے گر جاتا ہے۔

حضرت حسن بصریؒ کا ارشاد ہے کہ جب تم بوڑھے ہوگے تو تم کو ایسے لوگ ملیں گے جن کے رنگ گورے ہوں گے لیکن درشت مزاج، تیز زبان اور بیباک نظر، دل کے مُردہ! تم ان کے جسم دیکھو گے ان کے جسم نہ ہوں گے، ان کی آواز سنائی دیگی ان میں انسیت نہ ہوگی، ان کی زبانیں بہت طرار ہونگی لیکن دل قحط کے مارے خشک ہوں گے! بعض اصحاب رسولؐ نے مجھ سے بیان کیا کہ جب تک ہماری اُمت کے علماء، روساء اور امراء کی صحبت کی طرف راغب نہ ہوں گے اور صالح لوگ

دوڑ دوڑ کر فاجروں سے ملاقات کے لئے نہ جائیں گے، نیک لوگوں کو بُروں کا خوف نہ ہوگا، اس وقت تک اُمّتِ محمدیہ اللہ تعالیٰ کی پناہ میں رہے گی لیکن جب اُن سے یہ بدکرداریاں سرزد ہوں گی تو اللہ تعالیٰ اُن سے اپنا ہاتھ اٹھالے گا، اور ان کو فقر و فاقہ میں مبتلا فرمائے گا اور ان کے دِلوں میں ظالموں کا خوف پیدا کردے گا اور ستمگاروں کو اُن پر مسلط کردے گا اور بُری بُری تکلیفوں کی اُن پر مار پڑے گی۔

حضرت حسن بصریؒ ہی سے یہ روایت بھی ہے کہ وہ بندہ بہت ہی بُرا بندہ ہے جو مغفرت کا سوال کرتا ہے اور عمل معصیت کے اس سے سرزد ہوتے ہیں، خضوع و خشوع کا اظہار اپنی امانت داری کے اظہار کے لئے کرتا ہے حالانکہ وہ فریب سے ایسا کرتا ہے، دوسروں کو (بری باتوں سے) منع کرتا ہے لیکن خود اُن پر عمل پیرا ہے، دوسروں کو جس کام کا حکم دیتا ہے خود وہ کام نہیں کرتا۔ دیتا ہے تو پورا نہیں دیتا تو نہ دینے کا عذر پیش نہیں کرتا، تندرست ہوتا ہے تو نڈر بن جاتا ہے، بیمار ہوتا ہے تو پشیمان ہوتا ہے، محتاجی میں غمگین ہوتا ہے، تو انگر بن جاتا ہے تو فتنے اٹھاتا ہے، اجر و ثواب کا طالب ہو مگر شدائد پر صبر نہ کرے بدمست ہوکر سوجائے اور روزے میں تاخیر کرے۔

حضرت حسن بصریؒ اور فرقد

ایک دن حسن بصریؒ بیش قیمت لباس پہنے ہوئے اپنی مجلس میں موجود تھے، اس مجلس میں فرقد سنجی بھی موجود تھا اور فرقد صوف (پشمینہ) کا لباس پہنے تھا، آپ نے فرقد سے فرمایا۔ میرا لباس جنتیوں کا ہے اور تمہارا لباس دوزخیوں کا ہے۔ تم نے ظاہر میں دنیا چھوڑ رکھی ہے لیکن تمہارے دل میں غرور اور تکبر بھرا ہوا ہے، آجکل لوگوں نے صوف پہننا شعار بنالیا ہے لیکن حقیقت میں وہ چادر اوڑھنے والوں سے زیادہ مغرور ہوتے ہیں۔ لوگ آپس میں تفاخر کرتے ہیں (لباس سے ایک دوسرے پر فخر کرتے ہیں)۔ سنو! شاہانہ لباس پہنو! مگر دلوں کو اللہ کے خوف سے مردہ بنالو (دل خوفِ خدا سے مُردہ ہوجائے)

لباس تین قسم کے ہیں

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لباس وہ پہنو کہ علماء اس کا مذاق نہ بنائیں اور نہ بے خرد تم کو (اس لباس کے باعث) حقیر سمجھیں، کپڑے خواہ سوتی ہی کیوں نہ ہو دل پاک و صاف ہونا چاہیئے! لباس تین قسم کے لوگوں کا ہوتا ہے: ۱ پرہیزگاروں کا لباس، یہ ایسا جائز لباس ہونا چاہیئے جس کے پہننے سے نہ مخلوق کی طرف سے مواخذہ ہو اور نہ شرع کا اس پر مطالبہ ہوسکے، خواہ وہ سوت کا ہو یا صوف کا نیلا ہو یا سفید رنگ کا۔ ۲ اولیاء اللہ کا لباس، اولیاء کا لباس وہ ہے جس کا حکم شریعت نے دیا ہے یعنی کم سے کم اتنا کہ سَترِ عورت ہوسکے! اور جسم کا ضروری حصہ چھپ جائے اور ضرورت کا اتنا حصہ پورا ہوجائے۔ تاکہ ہوا و ہوس شکستہ پر ہوجائیں اور ابدال کے درجہ تک رسائی ہوجائے۔ ۳ ابدال کا لباس: ابدال کا لباس یہ ہے کہ شرعی حدود کی حفاظت کے ساتھ جو کچھ تقدیر سے مل جائے (اس کو کافی سمجھا جائے)۔ وہ ایک دانگ قیمت کا کرتہ ہو یا ایکسو اشرفی کا خلعت (دونوں اس کے لئے برابر ہوں) نہ اپنا ارادہ اعلیٰ لباس پہننے کا ہو نہ نفسانی خواہش۔ وہی لباس پہن کر اس خواہش کو شکست دی جائے بلکہ جو حلال لباس اللہ تعالیٰ اپنی مہربانی سے مرحمت فرمائے بغیر محنت اور تکلیف کے عنایت کردے، نفس میں نہ کسی لباس کا شوق ہو نہ کوئی آرزو (کہ ایسا لباس ملے)۔ تو ایسا لباس ابدال کا لباس ہے۔ ان لباسوں کے علاوہ ہر قسم کا لباس عہد جاہلیت کا لباس ہے، حماقت کا لباس ہے اور نفسانی خواہش کا لباس ہے۔

باب ۱۷

ہفتہ کے مختلف دن

اور

اُن کے فضائل

ایّامِ بِیض اور ایّام بیض کے روزوں کے فضائل

اور ترغیبات، ایام بیض میں شبانہ روز کے وظائف اوراد

ایام کی تخلیق اور ہر دن کی خصوصیت

شیخ ابونصرؒ نے بالاسناد حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انھوں نے فرمایا" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: اللہ تعالیٰ نے شنبہ کے دن زمین پیدا فرمائی اور یکشنبہ کو زمین پر پہاڑوں کو قائم فرمایا۔ دوشنبہ کو درختوں اور سہ شنبہ کو تمام مکروہات کو پیدا کیا۔ چہارشنبہ کو تمام خوبیاں تخلیق فرمائیں اور پنجشنبہ کو زمین پر تمام چوپاؤں کو پیدا فرما کر ادھر اُدھر منتشر فرمایا۔ جمعہ کے روز حضرت آدم علیہ السلام کو عصر کے بعد مغرب سے قبل آخری ساعت میں پیدا فرمایا۔

حضرت انسؓ بن مالکؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہفتہ کے دن کے بارے میں دریافت کیا گیا تو حضور نے فرمایا یہ مکر و فریب کا دن ہے، صحابہ کرامؓ نے وجہ دریافت کی تو حضور نے فرمایا کہ اس دن قریش نے دارالندوہؔ میں میرے لئے فریب کا منصوبہ تیار کیا تھا۔ اتوار کے دن کے بارے میں دریافت کرنے پر فرمایا یہ درخت لگانے اور عمارتیں بنانے کا دن ہے۔ حضور نے فرمایا کہ اسی دن دنیا کی اور اس کی آبادی کی ابتدا ہوئی تھی، پیر کے دن کے متعلق دریافت کرنے پر فرمایا یہ سفر اور تجارت کا دن ہے، صحابہؓ نے فرمایا یہ کس طرح ؟ تو حضور نے فرمایا کہ شعیب پیغمبرؑ نے اسی دن سفر کیا تھا اور تجارت میں مشغول ہوئے تھے، منگل کے دن کے بارے میں جب دریافت کیا گیا تو حضورؐ نے فرمایا یہ خون کا دن ہے، صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یہ کس طرح حضور نے فرمایا، اسی دن حضرت حوّا کو حیض آیا اور آدم کے بیٹے (قابیل) نے اپنے بھائی (ہابیل) کو قتل کیا تھا، بدھ کے دن کے بارے میں جب دریافت کیا گیا تو ارشاد فرمایا یہ نحوست اور بدبختی کا دن ہے، صحابہؓ نے عرض کیا یہ کیونکر؟ حضور نے فرمایا! اسی دن اللہ نے فرعون اور اس کی قوم کو (نیل میں) غرق کیا اور عاد و ثمود کو تباہ کیا۔ جمعرات کے بارے میں سوال کرنے پر فرمایا حاجتوں کے پورا کرنے اور سلاطین کے پاس جانے کا دن ہے صحابہ کرامؓ نے دریافت کیا کہ حضور یہ کس طرح ؟ آپ نے فرمایا کہ اسی روز حضرت ابراہیمؑ خلیل اللہ نمرود کے پاس تشریف لے گئے تھے، نمرود نے آپ کا مدعا پورا کردیا اور آپ نے ہاجرہؓ کو اس سے حاصل کرلیا

۱؎ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جس شب کو ہجرت فرمائی اس دن میں کفار قریش نے ایک مکان میں جمع ہو کر حضور کے بارے میں نعوذ باللہ قتل کا پروگرام بنایا تھا

جمعہ کے بارے میں جب دریافت کیا گیا تو حضور نے ارشاد فرمایا کہ یہ خطبہ اور نکاح کا دن ہے' جب عرض کیا گیا کہ کس طرح؟ تو حضور والا نے ارشاد فرمایا کہ اسی دن انبیاء علیہم السلام نکاح کرتے تھے۔

زہری نے بروایت عبدالرحمان بن کعب بیان کیا کہ ان کے دادا عبدالرحمٰنؓ نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر کے لئے جمعرات ہی کے دن نکلا کرتے تھے، معاویہ بن حرۃؒ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا" جو شخص ۱۷ تاریخ منگل کے دن سینگی لگواتا ہے اللہ تعالیٰ سال بھر تک اس کو بیماری سے محفوظ کر دیتا ہے۔

انبیاء علیہم السلام کے مخصوص دن

ایک روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ اور دوسرے پچاس پیغمبروں کو ہفتہ کا دن دیا تھا (یعنی ان کی عبادت کا دن) حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور اُن کے علاوہ بیس اور انبیاء علیہم السلام کو اتوار کا دن دیا تھا، پیر (دوشنبہ) کا دن سیّد عالم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور ترسیٹھ (۶۳) دوسرے رسولوں کو عطا فرمایا، منگل کا دن حضرت سلیمان اور دوسرے پچاس پیغمبروں کو عطا کیا۔ بدھ (چہارشنبہ) کا دن حضرت یعقوبؑ اور پچاس دوسرے رسولوں کو عطا فرمایا اور جمعرات کا دن حضرت آدم علیہ السلام اور پچاس دوسرے نبیوں کو عطا کیا۔ جمعہ کا دن خالص اللہ تعالیٰ کا اپنا دن ہے۔

اُمتِ محمدیہ کا تحفہ خاص

منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بارگاہ الٰہی میں مناجات فرمائی! الٰہی! میری اُمت کو تو نے کیا عطا فرمایا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے محبوب! جمعہ کا دن میرا ہے اور جنت میری ہے میں جمعہ کا دن اور جنت آپ کی اُمت کو عطا کرتا ہوں اور میں جنت میں آپ کی اُمت کے ساتھ ہوں گا۔

بدھ جمعرات اور جمعہ کے روزے کی فضیلت

حضرت انس بن مالکؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
"جس نے بدھ، جمعرات اور جمعہ کا روزہ رکھا اس کے اجر میں اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں موتی، یاقوت اور زمرد کا محل تیار فرماتا ہے اور دوزخ سے اس کے لئے نجات لکھ دی جاتی ہے"

حضرت انس بن مالکؓ کی ایک اور روایت میں ہے کہ حضور والا نے ارشاد فرمایا کہ جس نے حُرمت والے مہینوں میں جمعرات' جمعہ اور ہفتہ کے دن کے (تین) روزے رکھے اس کے نامۂ اعمال میں نو سال کی عبادت لکھی جاتی ہے' نیز ارشاد فرمایا کہ ہفتہ اور اتوار کو روزہ رکھو اور یہود و نصاریٰ کی مخالفت کرو۔

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور نے ارشاد فرمایا' پیر اور جمعرات کو آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور ہر شخص کو جو شرک نہیں کرتا بخش دیا جاتا ہے مگر وہ شخص نہیں بخشا جاتا جس کے دل میں اپنے مسلمان بھائی کی طرف سے حسد اور کینہ ہو' ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اِن دنوں کے روزوں کو ترک نہیں کیا کرتے تھے خواہ آپ سفر میں ہوں یا حضر میں۔ یہ دونوں دن ایسے ہیں جب بندے کے اعمال بارگاہ الٰہی میں پیش کئے جاتے ہیں۔

لہ یہودیوں میں آج بھی یوم شنبہ عبادت کا دن ہے۔

ایّامِ بیض کے روزے

ایامِ بیض کے روزوں کی فضیلت [1]

ایّامِ بیض کے روزوں کی بڑی فضیلت آئی ہے، شیخ ابونصر نے بالاسناد حضرت امام ... زین العابدین (ابن حسین ابن علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ) نے فرمایا کہ تیرہ تاریخ کا روزہ تین ہزار برس کے روزوں کے برابر ہے اور ۱۴ تاریخ کا روزہ دس ہزار برس کے روزوں کے برابر اور پندرہ تاریخ کا روزہ ایک لاکھ تیرہ ہزار برس کے روزوں کے برابر ہے۔

ابو اسحاقؒ نے حضرت جریرؓ کا قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ جو شخص چاند کی تیرھویں، چودھویں اور پندرھویں کا روزہ رکھے گا اس کو عمر بھر کے روزوں کا ثواب ملے گا، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا جس نے ایک نیکی کی اس کے لئے دس گن ثواب ہے، گویا تین روزوں کا ثواب مہینہ بھر کے روزوں کے برابر ہوگیا۔ اس طرح ہر ماہ تین روزے رکھنے والا تمام عمر روزہ رکھنے والا ہو جائے گا۔

حضرت ابن عباسؓ کا قول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایّامِ بیض کے روزے خواہ سفر میں ہو یا اقامت میں نہیں چھوڑتے تھے شعبیؒ کا قول ہے کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے سنا کہ انھوں نے فرمایا" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سامنے ارشاد فرمایا" جس نے ہر ماہ تین دن کے روزے رکھے اور فجر کی دو رکعت سنتیں ادا کیں اور نماز وتر کو نہ سفر میں چھوڑا نہ حضر میں اس کو سو شہیدوں کا ثواب ملتا ہے۔

سعیدؒ ابن ابی ہند نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی کہ انھوں نے فرمایا! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ان تین باتوں کی وصیت فرمائی کہ" مرتے دم تک مہینے کے تین روزے (ایامِ بیض کے) رکھوں اور مرنے سے پہلے چاشت اور وتر کی نماز نہ چھوڑوں۔

عبدالملک بن ہارون نے بروایت عنترہؒ بیان کیا کہ عنترہؒ نے کہا میں نے حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہ سے سُنا، انھوں نے فرمایا کہ ایک دن دوپہر کے وقت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، حضور اس وقت حجرۂ مبارکہ میں رونق افروز تھے، میں نے سلام عرض کیا حضور نے سلام کا جواب دینے کے بعد فرمایا! علیؓ! یہ جبرئیل ہیں تم کو سلام کر رہے ہیں، میں نے عرض کیا وَعَلَيْكَ وَعَلَيْهِ السَّلَام یا رسول اللہ! حضور نے فرمایا میرے قریب آجاؤ، میں قریب میں حاضر ہو گیا تو حضور نے فرمایا علیؓ! جبرئیل کہہ رہے ہیں کہ ہر ماہ تین دن کے روزے رکھا کرو، پہلے روزے پر دس ہزار سال کا دوسرے روزے پر تیس ہزار سال کا اور تیسرے روزے پر ایک لاکھ سال کا ثواب لکھا جائے گا، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا اس ثواب کی تخصیص میرے ہی ساتھ ہے یا یہ عام طور پر سب کے لئے ہے، حضور نے فرمایا یہ ثواب تمھیں ہوگا اور اس کو بھی جو تمھاری طرح یہ روزے رکھے گا، حضرت علی مرتضیٰ نے روزوں کی تاریخ دریافت کی تو فرمایا ہر ماہ کی تیرھویں، چودھویں اور پندرھویں!!

ایامِ بیض کی وجہ تسمیہ

عنترہؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ ایّامِ بیض کی وجہ تسمیہ کیا ہے؟

[1] ایام بیض ہر ماہ کی تیرھویں، چودھویں اور پندرھویں تاریخ ہیں۔

حضرت علیؓ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو جنت سے زمین پر اتارا تو آفتاب کی تمازت نے ان کے جسم کو سیاہ کر دیا حضرت جبرئیل علیہ السلام ان کے پاس آئے اور کہا کہ اے آدمؑ! کیا آپ چاہتے ہیں کہ آپ کے جسم کی یہ سیاہی دور ہو جائے اور اس کی جگہ سپیدی آجائے، حضرت آدم نے فرمایا ہاں؛ اس وقت حضرت جبرئیل نے فرمایا کہ آپ ہر ماہ کی تیرھویں، چودھویں اور پندرھویں تاریخ کا روزہ رکھا کیجئے! چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام نے پہلا روزہ رکھا تو ⅓ جسم کی سیاہی دور ہو گئی، دوسرے دن ⅔ اور تیسرے دن پورا جسم مبارک سفید ہو گیا (تمام سیاہی زائل ہو گئی)، اس لئے ان دنوں کو ایام بیض کہتے ہیں۔

حضرت ذرؓ بن جیش کا قول ہے کہ میں نے حضرت ابن مسعودؓ سے ایام بیض کی وجہ تسمیہ دریافت کی تو انھوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسکے بارے میں دریافت کیا تھا، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا جب حضرت آدمؑ نے اللہ کی نافرمانی کی اور درخت ممنوعہ کھالیا تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ میرے قرب عزت وعظمت سے نیچے اتر جاؤ، جو میری نافرمانی کرتا ہے وہ میرے قریب نہیں رہ سکتا، آدمؑ نیچے اتر گئے، آپ کے بدن کا رنگ سیاہ ہو گیا، فرشتوں نے اس پر آہ وبکا کی، اور بارگاہ الٰہی میں عرض کیا: رَبّ العزت تو نے آدمؑ کو اپنے ہاتھ سے بنایا، اپنے فرشتوں سے ان کو سجدہ کرایا اور اب ایک گناہ پر ان کے سفید رنگ کو سیاہی سے بدل دیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کے پاس وحی بھیجی کہ تم میرے لئے اس دن یعنی تیرھویں تاریخ کا روزہ رکھو! حضرت آدم نے (پہلا) روزہ رکھا تو ان کا تہائی بدن گورا ہو گیا پھر وحی بھیجی کہ آج چودھویں کا روزہ رکھو، حضرت آدمؑ نے روزہ رکھا تو صبح کو دو تہائی بدن گورا ہو گیا، اللہ تعالیٰ نے پھر وحی بھیجی کہ اس روز یعنی پندرھویں تاریخ کا بھی روزہ رکھو! حضرت آدم نے یہ روزہ رکھا تو سارا بدن گورا ہو گیا، ایام بیض کہنے کی یہی وجہ ہے۔

عتبی نے ادب الکاتب میں کہا ہے کہ ان تاریخوں (دنوں) کو عرب ایام بیض اس وجہ سے کہتے ہیں کہ ان تاریخوں میں پوری رات بھر کی چاندنی ہوتی ہے (راتوں میں بجائے سیاہی کے سفیدی ہوتی ہے)۔

صیام الدھر اور اس کا اجر

ہمیشہ روزہ رکھنے والے کا اجر

شیخ ابو نصرؒ نے اپنے والد سے اور انھوں نے اپنی اسناد کے ساتھ حضرت امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "سب سے بہتر روزے حضرت داؤد کے روزے ہیں، ایک دن روزہ ایک دن ناغہ! جس شخص نے ہمیشہ سارے روزے رکھے (عمر بھر روزہ رکھا) اس نے بلاشبہ اپنی جان اللہ کے لئے وقف کر دی! حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ جس نے عمر بھر روزے رکھے اس پر دوزخ اس طرح تنگ ہو جاتا ہے کہ اس میں داخل ہونا ممکن ہی نہیں رہتا (حضورؐ نے ۹۰ کا عدد بنا کر دکھایا)۔

شعیبؒ نے بروایت سعد بن ابراہیمؒ بیان کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہمیشہ روزے رکھتی تھیں، یعقوبؒ نے اپنے والد کی اسناد کے ساتھ بیان کیا ہے کہ حضرت سعدؓ نے اپنے مرنے سے چالیس سال پہلے سے پیہم روزے رکھے۔

ابو ادریسؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری نے اتنے روزے رکھے کہ سوکھ کر خلال کی طرح ہو گئے تھے، میں نے ان سے کہا

کہ حضرت آپ اپنے نفس کو تو کچھ آرام دیجئے، انھوں نے فرمایا کہ (روزے رکھکر) اس کو آرام ہی تو دینا چاہتا ہوں، میں نے دیکھا ہے کہ دوڑ میں آگے نکل جانے والے گھوڑے وہی ہوتے ہیں جن کو مشاق بناکر دُبلا کر دیا جاتا ہے۔

ابو اسحاق بن ابراہیم کا بیان ہے کہ مجھ سے عمار راہب نے کہا اُبلہ میں عیسیٰ بن زاذان کی مجلس میں سکینہ عفاریہ ہمارے ساتھ شریکِ محفل ہوتی تھیں، آپ اس مجلس میں حاضری کے لئے بصرہ سے آتی تھیں۔ میں نے ان کو خواب میں دیکھا اور دریافت کیا سکینہ! عیسیٰ کے ساتھ اللہ نے کیا معاملہ کیا؟ سکینہ! ہنسیں اور بولیں، ان کو چمکدار حُلّہ (بہشتی) پہنایا گیا۔ خدمت گار آفتابے لئے ان کے گرداگرد گھومنے لگے، پھر ان کو زیور پہنائے گئے اور کہا گیا اے قاری! اپنے مرتبہ میں ترقی کرتا جا؛ اپنی بقا کی قسم روزوں نے تجھے پاک کر دیا ہے۔

عیسیٰ اتنے روزے رکھتے تھے کہ ان کی کمر خمیدہ ہوگئی تھی اور آواز بھی (کمزوری کے باعث) نہیں نکلتی تھی۔

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ حضرت ابو طلحہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جہاد کے باعث نفلی روزے نہیں رکھتے تھے لیکن سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد میں نے ان کو کبھی روزے کے بغیر نہیں دیکھا سوائے یوم فطر اور اور یوم نحر کے۔ ابو بکرؒ بن عبدالرحمن بن حارث بن ہشام کہتے ہیں کہ مجھ سے ایک ایسے آدمی نے یہ روایت کی جس نے خود مشاہدہ کیا تھا کہ گرمی کے دن ہیں، حضور روزے سے ہیں اور گرمی کی شدت اور پیاس کی وجہ سے سر مبارک پر پانی ڈال رہے ہیں۔

سفیانؒ نے بروایت ابو اسحٰق حارثؒ کے حوالہ سے بیان کیا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز روزہ رکھتے تھے اور ایک روز ناغہ فرماتے تھے"۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ اگر کوئی شخص تمام عمر روزہ رکھے تو کیا حکم ہے؟ حضور نے جواب میں فرمایا نہ اس نے روزہ رکھا نہ بغیر روزے کے رہا۔ اس حدیث سے یہ امر مستنبط ہوا کہ اس شخص نے ہمیشہ روزے رکھے، عید الفطر اور ایام تشریق میں بھی ناغہ نہیں کیا، حضرت امام احمد حنبلؒ نے بھی یہی فرمایا ہے لیکن اگر اس نے ان ایام میں روزے نہ رکھے اور باقی پورے سال رکھے تو اس کے حق میں کوئی ممانعت نہیں ہے بلکہ اس کے لئے وہی فضیلت ہے جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔

عام روزہ کی فضیلت

روزہ کی فضیلت بلا تخصیص!

شیخ ابو نصرؒ نے اپنے والد سے بالاسناد بیان کیا کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ جو شخص خالصاً اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے روزہ رکھے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو جہنم سے اتنی مسافت کے بقدر دور کر دے گا کہ ایک کوّے کا بچہ اس مسافت پر اڑنا شروع کرے اور بوڑھا ہو کر مر جائے اور مسافت باقی رہے۔ (کہا جاتا ہے کہ کوّے کی عمر تقریباً پانچسو برس ہے)۔

حضرت ابو الدرداءؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص محض اللہ کے لئے کسی دن کا روزہ رکھے گا اللہ اس کے منھ کو دوزخ سے بقدر ستر برس کی مسافت کے دور فرما دیگا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ارشاد فرمایا میں

نے خود سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم فرماتے تھے جو بندہ صبح کو روزہ دار ہوتا ہے اس کے لئے آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں اس کے اعضا اللہ کی تسبیح و تقدیس بیان کرتے ہیں اور اس کے لئے دنیاوی آسمان والے مغفرت کی دعا کرتے ہیں اور یہ حالت غروب آفتاب تک رہتی ہے اگر وہ ایک دو رکعت نماز نفل بھی پڑھ لیتا ہے تو اس کے لئے آسمان نور سے جگمگا جاتے ہیں۔ رجنت میں اس کی بیویاں یعنی بڑی بڑی آنکھ والی حوریں کہتی ہیں الٰہی اس کی روح قبض کرکے ہمارے پاس پہنچادے ہم اس کے مشتاق ہیں اگر وہ روزہ دار تسبیح و تہلیل میں مصروف رہتا ہے تو ستر ہزار فرشتے اس کی تسبیح و تہلیل کو لکھتے ہیں۔ اور یہ حالت غروب آفتاب تک رہتی ہے

ابو صالح نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو بندہ ایک نیکی کرے اس کی جزا اس کو دس سے سو تک بلکہ سات سو گنا تک ملے گی لیکن روزہ ایسا عمل ہے کہ اس کے بارے میں حق تعالیٰ نے فرمایا وہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا اور روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ محبوب ہے

حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" روزہ کے باعث جو شخص کھانے پینے اور خواہش نفس سے دور رہا اللہ تعالیٰ جنت میں اس کو میوہ کھلائے گا اور جنت کا شربت پلائے گا۔

جنت کا دروازہ ریّان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہر نیک کام کرنے والوں کے لئے جنت کا ایک خاص دروازہ ہوگا، جہاں سے ان کو پکارا جائے گا اور روزہ رکھنے والوں کو جس خاص دروازے سے پکارا جائے گا اس کا نام ریّان ہوگا، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا کوئی شخص ایسا بھی ہوگا جس کو تمام دروازوں سے پکارا جائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں مجھے امید ہے کہ تم ان ہی میں سے ہوگے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہر چیز کا ایک دروازہ ہے چنانچہ عبادت کا دروازہ روزہ ہے

روزہ نصف صبر ہے

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا روزہ نِصفِ صبر ہے' ہر چیز کی زکوٰۃ ہے اور بدن کی زکوٰۃ روزہ ہے. حضرت ابو اوفیٰ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روزہ دار کا سونا عبادت ہے' اس کی خاموشی تسبیح ہے اور اس کا عمل مقبول ہے۔ حضرت ابن عباس کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن روزہ داروں کے لئے سونے کا ایک خوان رکھا جائے گا جس میں مچھلی ہوگی۔ روزہ دار اس خوان سے کھاتے ہوں گے اور دوسرے لوگ ان کو دیکھتے ہوں گے (دوسروں کا اس سے کچھ حصّہ نہ ہوگا۔

احمد بن حواریؒ سے روایت ہے کہ ابو سلیمانؒ نے ان سے کہا کہ ابو علی اصم ایک دن تشریف لائے اور انھوں نے ایک ایسی حدیث سنائی جس سے بہتر آج تک ہم نے نہیں سنی تھی، انھوں نے فرمایا کہ روزہ داروں کے لئے قیامت میں ایک دسترخوان بچھایا جائے گا اور وہ اس پر کھانے میں مشغول ہوں گے جب کہ دوسرے تمام لوگوں سے حساب لیا جاتا ہوگا، یہ لوگ (حساب دینے والے) کہیں گے کہ الٰہی! ہمارا حساب لیا جارہا ہے اور یہ لوگ (نعمتیں) کھانے میں مشغول ہیں! اللہ تعالیٰ فرمائے گا یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے مدّتوں تک روزے رکھے اور تم نے نہیں رکھے، وہ کھڑے نمازیں پڑھتے رہے اور تم سوتے رہے (یہ اس کا انعام ان کو دیا گیا ہے)۔

روزہ دار کے منہ سے مشک کی لپٹیں

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب روزہ دار

اپنی قبروں سے نکلیں گے توان کے منہ سے مشک کی خوشبو کی لپٹیں آئیں گی، جنت کا ایک خوان ان کے سامنے رکھا جائے گا۔ جس سے وہ کھائیں گے اور وہ سب عرش کے سایہ میں ہوں گے۔

حضرت سفیان بن عیینہؒ نے کہا مجھے اطلاع ملی ہے کہ روزہ دار جن چیزوں سے روزہ کھولتا ہے ان کا حساب اس سے نہیں لیا جائے گا۔ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا" اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی روزہ کی جزا دوں گا، میرا بندہ میرے لئے اپنا کھانا پینا اور نفسانی خواہش کو چھوڑتا ہے، روزہ ایک سپر ہے۔ روزہ دار کے لئے دو مسرتیں رکھی گئی ہیں ایک تو جب وہ روزہ افطار کرتا ہے اور دوسری خوشی رب سے ملاقات کے وقت میسّر ہوگی۔ روزہ دار کے منہ کی بُو اللہ تعالیٰ کو مُشک کی خوشبو سے زیادہ پسند ہے۔

حضرت جابرؓ بن عبداللہؓ سے مروی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، روزہ ایک سپر ہے جس کے ذریعہ بندہ دوزخ سے محفوظ رہتا ہے۔ سعید بن جبیرؒ کی روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا، میں دنیا میں اپنے پیچھے کیا کیا چیزیں چھوڑ جاؤں گا اس کا مجھے غم نہیں غم ہے تو دوپہر کے وقت روزہ دار ہونے اور نماز کے جانے کا (کہ مرنے کے بعد یہ چیزیں میسّر نہ ہونگی) مجاہدؒ نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے" جو شخص اللہ کے واسطے نفل روزہ رکھے اور اس کے بدلہ میں زمین بھر سونا اس کو مل جائے تب بھی قیامت سے پہلے اس کے روزہ کا ثواب پورا نہیں ہوگا۔

اَوراد شب و نماز شب
اور اس کی ترغیب

اوراد شب کے سلسلہ میں احادیث

حضرت شفیق بنؒ عبداللہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کچھ لوگوں کا ذکر ہوا، کسی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ فلاں شخص رات بھر سوتا رہا یہاں تک کہ صبح کی نماز بھی اس نے ادا نہیں کی حضور نے فرمایا، شیطان نے اس کے کان میں پیشاب کر دیا۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب آدمی سو جاتا ہے تو شیطان اس کے سر پر تین گرہیں لگا دیتا ہے پھر جب سو کر اٹھتا ہے اور اللہ کا ذکر کرتا ہے تو اس کی ایک گرہ کھل جاتی ہے۔ جب وضو کرتا ہے تو دوسری گرہ کھل جاتی ہے اور جب دو رکعت نماز پڑھ لیتا ہے تو آخری گرہ بھی کھل جاتی ہے صبح کو آدمی ہشاش بشاش ہوتا ہے۔ ورنہ دوسری صورت میں سُست اور چڑچڑا رہتا ہے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ شیطان کے پاس کچھ چیزیں ناک میں ڈالنے، کچھ چاٹنے اور کچھ چھڑکنے کی ہوتی ہیں۔ آدمی جب ناک میں ڈالنے والی چیز کو سڑک لیتا ہے تو وہ بدخلق ہو جاتا ہے اور چاٹنے والی چیز کو جب چاٹ لیتا ہے تو بری باتیں اس کی زبان پر چڑھ جاتی ہیں، جب چھڑکنے والی چیز کو کسی پر چھڑک دیا جاتا ہے تو وہ رات سے صبح تک سوتا رہتا ہے۔

رات کی نماز میں قیام کو طول دینا سنت ہے، رات کی نماز میں دو دو رکعتیں ہیں۔ دن کی نماز میں رکوع اور سجود کی کثرت سنت ہے اگر ایک سلام سے چار رکعتیں پڑھی جائیں تب بھی جائز ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے رات کی

نماز نافلہ (پانچ نمازوں) سے زیادہ بھی اور وہ حضور پر فرض تھی وہ حضور کے لئے قربِ الٰہی اور مرتبت افزائی کا ذریعہ تھی۔ اُمت سے فرائض میں جو خامی اور کوتاہی ہوتی ہے اس کی پورا کرنے والی ہے۔

سالمؒ نے حضرت ابن عمرؓ کا قول نقل کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مسعود میں جب کوئی خواب دیکھتا تھا تو اس کو حضور کی خدمت میں بیان کرتا تھا۔ مجھے بھی آرزو تھی کہ میں کوئی خواب دیکھوں اور حضور والا سے بیان کروں (آخر کار یہ آرزو پوری ہوئی اور) میں نے ایک خواب دیکھا دو فرشتے مجھے پکڑ کر دوزخ کی طرف لئے جا رہے ہیں، دوزخ کے گرد کنوئیں کی طرح منڈیر (منڈیر) بنی ہے اور کنوئیں کے چرخ کے مناروں کی طرح اس میں دو مینار بھی تھے میں نے وہاں کے کچھ لوگوں کو دیکھ کر پہچان لیا اور میں نے کہا اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ النَّارِ (میں دوزخ سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں) مجھے فوراً ہی ایک اور فرشتہ ملا اور مجھ سے کہنے لگا، خوف نہ کھا! (پھر میری آنکھ کھل گئی) میں نے یہ خواب ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا اور انھوں نے حضور والا سے بیان کیا۔ حضور نے فرمایا عبداللہؓ اچھا شخص ہے کاش وہ رات کو نماز پڑھتا! سالمؒ کہتے ہیں کہ پھر عبداللہ رات کو بہت تھوڑی دیر کے لئے سوتے تھے۔

ـــــ ابوسلمہؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرو عاصؓ نے کہا کہ" مجھ سے رسول اللہ نے ارشاد فرمایا کہ تم فلاں شخص کی مانند نہ ہوجانا کہ پہلے وہ رات کی نماز پڑھتا تھا پھر اس نے وہ نماز چھوڑ دی۔

حضرت ابوصالحؒ نے بالاسناد حضرت علی کرم اللہ وجہٗ سے روایت کی کہ انھوں نے فرمایا" ایک رات حضور والا میرے اور اپنی صاحبزادی فاطمہؓ کے پاس تشریف لائے ہم دونوں کو سوتا (لیٹا ہوا) پاکر آپ نے فرمایا تم نماز نہیں پڑھتے ہو (نماز شب) میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہماری جانوں کا مالک اللہ تعالیٰ ہے اگر وہ ہم کو اٹھانا چاہے گا تو (نماز کے لئے) اٹھا دے گا۔ حضور والا واپس چلے گئے اور اس بات کا کوئی جواب ارشاد نہیں فرمایا، البتہ میں نے سنا کہ واپس ہوکر آپ زانوئے مبارک پر ہاتھ مار کر فرما رہے تھے کہ آدمی بڑا جھگڑالو ہے۔

شیخ ابونصرؒ نے اپنے والد سے بالاسناد حضرت جابرؓ بن عبداللہ کا قول نقل کیا کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ اگر آدمی دو رکعتیں رات کے درمیان پڑھ لے تو وہ دنیا اور مافیہا سے بہتر ہے اگر میں اپنی اُمت پر اس کو بار نہ سمجھتا تو (ان دو رکعتوں کو) فرض قرار دے دیتا۔

سب سے افضل نماز

شیخ ابومضرؒ نے اپنے والد کی اسناد سے ابومسلمؒ کا یہ قول نقل کیا کہ" میں نے حضرت ابوذر غفاریؓ سے دریافت کیا کہ کون سی نماز افضل ہے؟ انھوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق دریافت کیا تھا، حضور نے فرمایا تھا کہ درمیان شب یا آدھی رات کی نماز سب سے افضل ہے مگر ایسا کرنے والے (اس نماز کے ادا کرنے والے) کم ہیں۔

حضرت داؤد کو حکم ہوا

بعض احادیث میں آیا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا" الٰہی میں تیری عبادت کرنا چاہتا ہوں اس کے لئے کونسا وقت افضل ہے؟ اللہ تعالیٰ نے ان پر وحی نازل فرمائی اور ان سے فرمایا اے داؤد نہ رات کے اوّل حصہ میں نماز کو کھڑا ہو نہ آخر حصہ میں۔ جو اوّل حصہ میں کھڑا ہوگا وہ آخر حصہ میں سو جائے گا اور جو آخر

میں کھڑا ہوگا تو وہ اوّل حصّہ میں سو جائے گا۔ تو شب کے درمیانی حصّہ میں کھڑا ہو کہ تیری خلوت میں میں ہوں اور میری خلوت میں تو ہو اور اس وقت میرے سامنے اپنی حاجتیں بیان کر۔

یحییٰ ابن مختارؒ سے مروی ہے کہ حسن بصریؒ نے فرمایا کہ وسط شب میں پابندی کے ساتھ قیام (نماز) اور حق پر مال خرچ کرنے سے زیادہ آنکھوں کو ٹھنڈک بخشنے والا پیٹھ کو (معصیت کے بوجھ سے) ہلکا رکھنے والا اور دل کے لئے مسرت بخش بندہ کا کوئی عمل نہیں ہے۔

وحشت قبر نماز سے دُور ہوتی ہے!

حضرت ابو الدرداءؓ فرماتے ہیں بلا شبہ میں تمھارا بہی خواہ ہوں، میں تم پر شفقت کرنے والا ہوں! اے لوگو! وحشت قبر کو دور کرنے کے لئے رات کی تاریکی میں نمازیں پڑھو، روز محشر کی گرمی سے بچنے کے لئے روزے رکھو، سخت دن کے خوف سے خیرات کرو اے لوگو میں تمھارا بھلا چاہنے والا ہوں، میں تمھارا بہی خواہ ہوں۔

شیخ ابو نصرؒ نے اپنے والد سے بالاسناد حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی کہ وہ فرمارہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "ایک تہائی رات باقی رہ جاتی ہے اس وقت دنیاوی آسمان کی طرف اللہ عزوجل نزول اجلال فرماتا ہے اور ارشاد فرماتا ہے: کون ہے جو مجھ سے دعا کرے اور میں اس کو قبول کروں! کون ہے جو مجھ سے طالب مغفرت ہو اور میں اس کی مغفرت کروں؛ کون ہے جو مجھ سے رزق مانگے اور میں اس کو رزق عطا کروں! کون ہے: جو مجھ سے دکھ درد دور کرنے کی استدعا کرے اور میں اس کا دُکھ دور کروں! یہ کیفیت طلوع فجر تک رہتی ہے۔

شیخ ابو نصرؒ نے اپنے والد کی اسناد سے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ ہر رات آخری تہائی میں اللہ تعالیٰ دنیاوی آسمان کی طرف نزولِ اجلال فرماتا ہے اور ارشاد فرماتا ہے کہ کون مغفرت کا طلبگار ہے کہ میں اس کی مغفرت کروں! کون دعا کرنے والا ہے کہ میں اس کی دعا قبول کروں کون سائل ہے کہ میں اس کا سوال پورا کروں؛؛ صحابہ کرامؓ اسی بناء پر آخری رات کی نماز کو مستحب کہتے تھے۔

آخری رات میں فرض نمازوں کے بعد دعا قبول ہوتی ہے۔

حضرت ابو امامہؓ نے فرمایا" رسول اللہ سے دریافت کیا گیا کہ کس حصۂ شب میں دعا زیادہ قابل پذیرائی ہوتی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آخری رات میں اور فرض نمازوں کے بعد حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا، بہترین روزے حضرت داؤد کے روزے ہیں، آپ نصف مدت روزہ رکھتے تھے (ایک دن روزہ سے اور ایک دن بغیر روزے کے رہتے تھے اسی طرح ہر سال وہ چھ ماہ روزے سے رہتے تھے اور بہترین نماز داؤد کی نماز ہے، حضرت داؤد آدھی رات تک سوتے اور پچھلے پہر میں نماز پڑھتے تھے۔

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے اس طرح مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو حضرت داؤد کی نماز سب سے پیاری تھی آپ نصف شب سوتے تھے پھر اُٹھ کر نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہوجاتے تھے، پھر نماز سے فارغ ہو کر آخری حصۂ شب میں سوجاتے تھے پھر آخر تہائی رات کو اٹھ کر نماز پڑھتے تھے۔

حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا: میں رات کے تین حصے کرتا ہوں، ایک تہائی میں نماز ادا کرتا ہوں، باقی ایک تہائی

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث (فرمودات نبوی) یاد کرتا ہوں۔

حضرت ابن مسعودؓ کا ارشاد ہے کہ رات کی نماز کو دن کی نماز پر ایسی ہی فضیلت حاصل ہے جیسے پوشیدہ طور پر خیرات دینے کو ظاہری طور پر خیرات دینے پر۔ حضرت عمروؓ بن العاص کا ارشاد ہے کہ رات کی ایک رکعت نماز دن کی دس رکعتوں سے افضل ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل سے دریافت کیا کہ رات میں دعا کس وقت زیادہ سُنی جاتی ہے، جبرئیل نے جواب دیا، سحر کے وقت سے عرش میں لرزہ آتا ہے (یعنی سحر کے وقت رب العزت کا نزول اجلال ہوتا ہے)۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ نماز شب کو لازم کرو یہ تم سے پہلے گزرنے والے صالحین کا طریقہ تھا، قیام شب قرب الٰہی کا ذریعہ اور گناہوں کو ساقط کرنے، گناہوں سے روکنے اور جسم سے بیماری کو دور کرنے کا واسطہ ہے۔

رات کی ایک خاص ساعت

شیخ ابونصرؒ نے اپنے والد سے بالاسناد بحوالہ حضرت جابرؓ بیان کیا ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا "رات میں ایک ایسی ساعت ہے کہ ٹھیک اسی ساعت میں اگر بندہ اللہ سے کچھ مانگتا ہے تو خدائے بزرگ و برتر ضرور عطا فرما دیتا ہے اور یہ ساعت ہر رات میں موجود ہے۔ علما نے کہا ہے کہ جس طرح رمضان کے عشرۂ اخیر میں شبِ قدر اور روز جمعہ میں قبولیت کی ایک ساعت ہے اسی طرح یہ ساعت ہر روز عام ہے۔

کہا گیا ہے کہ رات میں ایک ساعت ایسی ہے جس میں ہر آنکھ والا سوتا اور غافل ہو جاتا ہے سوائے حَیّ و قیوم کے جس کو فنا نہیں ہے شاید یہ ساعت وہی ہو۔ حضرت عمرو بن عقبہ سے مروی حدیث میں ہے کہ آخر شب کی نماز کا التزام رکھو! یہ نماز مشہودہ و محضورہ ہے، رات اور دن کے ملائکہ اس وقت حاضر اور موجود ہوتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نمازِ شبینہ

بخاری شریف اور مسلم شریف کی صراحت!

ابو اسحاقؒ نے بیان کیا کہ اسودؓ بن یزید میرے بھائی اور دوست تھے میں نے ان سے جا کر کہا ابو عمرؓ (اسودؓ کی کنیت) مجھ سے رسول اللہ کی اس نماز کے بارے میں وضاحت کیجئے جو آپ سے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بیان فرمائی تھی، انھوں نے کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا تھا کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اوّل وقت میں سو رہتے تھے اور آخر شب میں عبادت فرماتے تھے پھر اگر آپ کو بیوی کی ضرورت ہوتی تو آپ اپنی یہ ضرورت پوری فرما لیتے اور پانی کو ہاتھ لگائے بغیر سو جاتے تھے اور پھر جب اذانِ اول سنتے (اذان فجر) تو اچھل جاتے تھے (یکبارگی کھڑے ہو جاتے تھے) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اُٹھ کر کھڑے ہو جاتے تھے نہیں فرمایا، مراد یہ ہے کہ بہت عجلت کے ساتھ دفعتاً حضور کھڑے ہو جاتے تھے۔ اور بدن پر پانی بہاتے تھے حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے "غسل فرماتے تھے" نہیں فرمایا لیکن میں ابو عمر جانتا ہوں کہ حضرت عائشہؓ کی مراد اچھلنے اور پانی بہانے سے کیا تھی)۔ اگر حضورؐ کو نہانے کی ضرورت نہیں ہوتی تھی تو نماز کے لئے وضو فرما کر نماز میں مشغول ہو جاتے تھے۔

کُرَیب مولی ابن عباسؓ (یعنی حضرت ابن عباس کے غلام کُرَیب) نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے

فرمایا کہ ایک رات میں اپنی خالہ ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس رات کو ٹھہر گیا، میں بچھونے کے عرض میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور میری خالہ حضرت میمونہؓ بچھونے کے طول میں استراحت فرما ہوئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے جب آدھی رات ہوئی یا کچھ کم وقت ہو گا کہ حضور والا بیدار ہو گئے، دست مبارک سے چشم ہائے مبارک کو مَلا (نیند کی کیفیت کو دور فرمایا) پھر سورۂ آلِ عمران کی آخری دس آیات پڑھیں اس کے بعد آپ اٹھ کھڑے ہوئے اور پاس ہی جو مشک لٹکی ہوئی تھی اس سے خوب اچھی طرح وضو کیا اور پھر نماز کو کھڑے ہو گئے، میں بھی اُٹھ گیا اور جو عمل حضور نے فرمایا تھا وہی میں نے کیا اور میں حضورؐ کے پہلو میں کھڑا ہو گیا، حضورؐ نے اپنا دست راست اور میرے سیدھے کان کو مروڑا، پھر دو رکعتیں، پھر دو رکعتیں، پھر دو رکعتیں، پھر دو رکعتیں، پھر دو رکعتیں، (دس رکعتیں) پڑھیں اس کے بعد وتر ادا فرمائے اور پھر استراحت کے لئے لیٹ گئے۔ جب صبح کو مؤذن اطلاع کے لئے حاضر ہوا تو آپ نے اٹھ کر دو رکعتیں اختصار کے ساتھ ادا کیں۔ اس کے بعد باہر جا کر نماز فجر ادا فرمائی۔

حضرت عائشہ کی روایت

ابو سلمہؓ سے مروی ہے کہ اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں پچھلی رات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے پاس استراحت فرما پاتی تھیں یعنی آپ وتر کی نماز سے فراغت کے بعد میرے پاس استراحت فرمایا کرتے تھے۔

عمل کی مداومت پسندی

مسروقؓ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ حضور والا صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر عمل پر مداومت بہت پسند تھی میں نے دریافت کیا کہ حضور رات کے کس حصہ میں اٹھتے تھے؟ فرمایا جب صبح کو مرغے کی بانگ سُن لیتے تھے۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، رات میں ضرور عبادت کیا کرو خواہ چار رکعت پڑھو یا دو رکعت! اس لئے کہ جس گھر میں رات میں نماز پڑھی جاتی ہے اس گھر میں منادی آواز دیتا ہے کہ اے گھر والو اٹھو! اپنی اپنی نماز پڑھ لو!

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد تلاوت کے بارے میں

ابو سلمہؓ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نبی کا خوش الحانی سے قرآن پڑھنا جس طرح سنتا ہے اس طرح کسی اور چیز کو نہیں سنتا، حضرت عمرؓ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کی نماز میں ایک شخص کی قرأت سماعت فرمائی تو ارشاد فرمایا اللہ اس پر رحمت نازل فرمائے اس نے مجھے فلاں فلاں آیت یاد دلادی جو میں نے فلاں سورت سے حذف کر دی تھی۔

حضور کی نماز شب کی مقدار

شیخ ابو نصر نے اپنے والد کی اسناد سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شب میں تیرہ رکعت اور دو رکعت فجر کی سنت پڑھا کرتے تھے، یہ بھی ایک روایت میں آیا ہے کہ آپ رات میں بارہ رکعت پڑھا کرتے تھے اور ایک رکعت مزید ملا کر نماز کو وتر (طاق) بنا دیتے تھے۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ آپ دس رکعت نماز پڑھتے تھے اور ایک رکعت مزید ملا کر وتر بنا دیتے تھے۔ (اس طرح گیارہ رکعتیں ہو جاتی تھیں)۔

نمازِ تہجد کی مزید تفصیل

نصِ قرآن اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب مبین میں شب کا قیام کرنے والوں کے بارے میں اس طرح ذکر فرمایا ہے:۔

كَانُوا قَلِيلًا مِّنَ اللَّيْلِ مَا يَهْجَعُونَ وَبِالْأَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُونَ ۝

وہ رات کے تھوڑے حصّہ میں سوتے ہیں اور صبحدم اللہ سے استغفار کرتے ہیں۔

ایک اور آیت میں اس طرح آیا ہے:۔

تَتَجَافَىٰ جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَطَمَعًا ۝

اِن کے پہلو رات کو بستروں سے دور رہتے ہیں اور وہ اپنے رب سے خوف اور امید کے زیرِ اثر دعا کرتے ہیں۔

ایک اور ارشادِ ربانی ہے:۔

أَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ آنَاءَ اللَّيْلِ سَاجِدًا وَقَائِمًا يَحْذَرُ الْآخِرَةَ وَيَرْجُو رَحْمَةَ رَبِّهِ ۝

بھلا جو شخص رات کے اوقات میں سجدہ و قیام کی حالت میں عبادت کرتا ہے، آخرت سے ڈرتا ہے اور اپنے ربّ کی رحمت کی امید رکھتا ہے۔

ایک اور آیت میں ارشاد ہے:۔ وَالَّذِينَ يَبِيتُونَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَقِيَامًا ۝

اور وہ لوگ (نیک بندے) ہیں جو راتوں کو اپنے ربّ کے سامنے سجدہ ریز ہوتے ہیں اور کھڑے رہتے ہیں۔

ایک اور آیت میں آیا ہے:۔

وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهِ نَافِلَةً لَّكَ عَسَىٰ أَن يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا ۝

رات کے کچھ حصّے میں تہجد پڑھا کیجئے یہ آپ کے لئے زائد نماز (فرض) ہے، قریب ہے کہ آپ کا ربّ آپ کو مقامِ محمود پر ناز کرے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جب قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اگلے پچھلے لوگوں کو اکٹھا فرمائے گا تو ایک منادی پکارے گا وہ لوگ کھڑے ہو جائیں جن کے پہلو بستروں سے الگ رہتے تھے اور وہ اپنے رب کو خوف و امید کے تحت پکارتے تھے، یہ سُنکر سب لوگ کھڑے ہو جائیں گے مگر ان کی تعداد کم ہو گی۔ پھر دوبارہ منادی پکارے گا وہ لوگ کھڑے ہو جائیں جن کو مال تجارت خرید و فروخت اللہ کے ذکر سے غافل نہیں کرتی تھیں (ان مشاغل کے باوجود وہ یادِ الٰہی سے غافل نہیں ہوتے تھے) یہ لوگ کھڑے ہو جائیں گے مگر یہ بھی تھوڑے ہوں گے۔ پھر منادی پکار کر کہے گا جو رنج و غم میں اللہ کی ثنا کرتے تھے۔ یہ لوگ کھڑے ہو جائیں گے مگر یہ بھی کم ہونگے، پھر ان کے باقی لوگوں کا حساب کتاب ہوگا۔

سحری کھانا اور قیامِ شب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے سحری کھانے سے دن کے روزے کے لئے اور دوپہر میں قیلولہ کرکے رات کے قیام کے لئے مدد حاصل کرو کیونکہ رات بھر سونے والا قیامت کے دن افلاس کی حالت میں ہوگا۔ اس کے کان میں شیطان پیشاب کر دیتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھی رات میں ایک ہی آیت بار بار پڑھتے تھے اور اسی طرح صبح ہو جاتی: حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک شب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پہلو بہ پہلو استراحت فرما ہوئے پھر فرمایا عائشہ! کیا تم اجازت دیتی ہو کہ آج رات میں اپنے رب کی عبادت میں مشغول رہوں۔ میں نے عرض کیا خدا کی قسم اگرچہ میں آپ کے قرب کو پسند کرتی ہوں مگر میں آپ کی خواہش کو ترجیح دیتی ہوں کہ آپ اپنے رب کی عبادت کریں حضور اُٹھ کھڑے ہوئے اور قرآن پاک کی تلاوت شروع فرمائی اثنائے تلاوت حضور اس قدر روئے کہ آپ کے دونوں مونڈھے تر ہو گئے پھر آپ بیٹھ کر قرآن پڑھنے میں مشغول ہوئے اور اس قدر روئے کہ آنسوؤں سے آپ کے دونوں پہلو اور کولھے تر ہو گئے پھر آپ لیٹ گئے اور قرآن پاک پڑھتے رہے اور اس قدر روئے کہ قریب کی زمین بھیگ گئی۔ اتنے میں حضرت بلال حاضر ہوئے اور یہ حال دیکھ کر عرض کیا! یا رسول اللہ کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو مغفور نہیں فرما دیا! حضور نے جواب دیا کہ اے بلال! کیا میں اللہ کا شکر گذار بندہ نہیں بنوں! آج رات ہی یہ آیات مجھ پر نازل ہوئی ہیں۔

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝

بیشک آسمانوں، زمین کی پیدائش رات، دن کے اختلاف میں اُن دانشمندوں کے لئے نشانیاں ہیں جو کھڑے، بیٹھے اور پہلو کے بل لیٹے اللہ کا ذکر کرتے ہیں، اور زمین و آسمان کی آفرینش پر غور کر کے کہتے ہیں اے ہمارے رب تو نے ان کو بیکار نہیں بنایا، تو پاک ہے، ز بر عاجزی سے ہم کو دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رات کی نماز بیٹھکر پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا ہاں جب آپ کبرسنی کو پہنچے تو آپ بیٹھکر نماز (تہجد) ادا فرماتے تھے پھر بھی جب سورہ کی تیس چالیس آیات باقی رہ جاتی تھیں تو آپ کھڑے ہو جاتے اور ان کو پڑھ کر رکوع فرماتے تھے۔

یعمر بن بشیر کا بیان ہے کہ رات کے وقت میں عبداللہ بن مبارک کے مکان پر گیا تو ان کو نماز پڑھتے پایا وہ سورۃ إِذَا السَّمَاءُ انْفَطَرَتْ کی تلاوت کر رہے تھے جب وہ اس آیت پر پہنچے: يٰأَيُّهَا الْإِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ ۝ اے انسان تجھے کس بات نے اپنے رب کریم سے مغرور کر کے منحرف کر دیا ہے؟ تو اس کو پڑھ کر ٹھہر گئے اور بار بار اس کی تکرار کرنے لگے یہاں تک کہ ساری رات گزر گئی (میں واپس آ گیا اور) پھر میں طلوع فجر کے وقت ان کے یہاں گیا وہ اس وقت بھی اسی آیت کریمہ کی تلاوت کر رہے تھے، جب انھوں نے دیکھا کہ صبح ہو رہی ہے تو نماز ختم کر دی اور اس کے بعد کہا: الٰہی تیرے حلم نے اور میری جہالت نے مجھے دلیر کر دیا تھا۔" اس کے بعد میں لوٹ آیا اور ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے، سردی کا موسم مومن کے لئے بہار کا موسم ہے، دن چھوٹا ہوتا ہے اور اس میں وہ روزہ رکھتا ہے۔ رات طویل ہوتی ہے تو وہ اس میں قیام کرتا ہے۔

حضرت ابن مسعودؓ کے پاکیزہ اقوال

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا قرآن پاک پڑھنے والے کے لئے مناسب وقت یہ ہے کہ رات کو جب سب سو جائیں تو قرآن پاک کی تلاوت کرے اپنی رات کو

پہچانے، اور اپنے دن کو پہچانے جب لوگ بے روزہ ہوں (روزہ رکھے)۔ جب لوگ ہنس رہے ہوں تو اپنے رونے سے واقف رہے اور اپنی پرہیزگاری کو جانے جب لوگ حرام و حلال میں تمیز نہ کر رہے ہوں (تقویٰ پر قائم رہے)، اپنی عاجزی کو پہچانے جب لوگ غرور و تکبر میں مبتلا ہوں (خضوع و خشوع سے کام لے) اپنے غم کو پہچانے جب لوگ خوشی اور مسرت میں مشغول ہوں، جب لوگ یادہ گوئی میں مصروف ہوں تو اپنی خاموشی کو پہچانے (خاموشی اختیار کرے)

مغرب اور عشاء کے درمیان نوافل

مغرب اور عشاء کے درمیان نماز کی فضیلت

شیخ ابو نصرؒ نے اپنے والد سے بالاسناد حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا، اگر کسی نے مغرب کے بعد چھ رکعتیں پڑھیں اور اُن کے درمیان کلام نہیں کیا تو یہ چھ رکعتیں بارہ سال کی عبادت کے برابر ہونگی۔ جناب زیدؓ بن خباب کی روایت ہے کہ یہ بھی شرط ہے کہ اس اثنا میں کوئی بری بات نہ کہی۔

کہا گیا کہ پہلی دو رکعتوں میں قُلْ یَا اَیُّھَا الْکَافِرُوْن اور قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ۔ پڑھنا مستحب ہے۔ تاکہ نماز جلد ختم ہو جائے اس لئے کہ یہ دو رکعتیں نماز مغرب کے ساتھ اٹھائی جاتی ہیں۔ باقی چار رکعتوں میں اگر چاہے تو قرأت طویل کرے۔

حضرت ابن عباسؓ سے مروی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا" مغرب کے بعد کسی سے بات کئے بغیر اگر کسی نے چار رکعتیں پڑھیں تو یہ رکعتیں اس کے لئے علیین میں لکھی جائیں گی اور ثواب میں یہ شخص اس کے مثل ہو جاتا ہے جس نے شب قدر میں مسجد اقصیٰ میں نماز ادا کی؛ یہ نماز آدھی رات کے قیام سے بہتر ہے۔

شیخ ابو نصرؒ نے اپنے والد سے بالاسناد بحوالہ حضرت امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بیان کیا کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے خود سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرما رہے تھے کہ جس شخص نے مغرب کی نماز کے بعد چار رکعتیں پڑھیں تو وہ اس شخص کی مانند ہو گیا جس نے حج پر حج ادا کیا ہو، حضرت صدیق اکبرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ اگر کوئی شخص چھ رکعتیں ادا کرے تب! حضورؐ نے فرمایا! اس کے پچاس برس کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

حضرت سعیدؓ بن جبیرؓ نے بروایت حضرت ثوبانؓ بیان کیا کہ رسول اللہ نے فرمایا جو شخص جماعت والی مسجد میں مغرب و عشاء کے درمیانی عرصہ میں مسجد میں رکا رہے اور سوائے نماز یا تلاوت قرآن کے کسی سے کوئی بات نہ کرے تو اس بندہ کا اللہ تعالیٰ پر حق ہو جاتا ہے کہ جنت کے اندر اس کے لئے ایسے دو محل تعمیر کئے جائیں، کہ ہر محل کا طول صد سالہ راستہ کی مسافت کے بقدر ہو اور دونوں محلوں کے نیچے ایسے درخت لگا دے کہ تمام دنیا ان درختوں کے نیچے بطور مہمان بیٹھ جائے جب بھی تنگی نہ ہو۔ شیخ ابو نصرؒ نے اپنے والد سے بالاسناد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ارشاد نقل کیا ہے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو مغرب کی نماز سے زیادہ اور کوئی نماز پیاری نہیں، بندہ اسی نماز سے اپنی رات شروع کرتا ہے اور اسی نماز پر اپنا دن ختم

کرتا ہے، یہ نماز نہ مسافر سے ساقط ہے نہ مقیم سے۔ جو شخص مغرب کی نماز کے بعد چار رکعتیں کسی شخص سے بات کئے بغیر پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کے لئے دو محل موتی اور یاقوت سے مرصع تیار فرمائے گا۔ اور اگر کسی ہم نشیں سے بات کئے بغیر مغرب کے بعد چھ رکعتیں پڑھے گا تو اس کے چالیس برس کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

حضرت ابوہریرہؓ مغرب و عشاء کے درمیان بارہ رکعتیں پڑھتے تھے۔

ہشام بن عروہؓ نے بروایت اپنے والد حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص مغرب و عشاء کے درمیان بیس رکعتیں پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں ایک محل تیار فرمائے گا۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت انسؓ بن مالکؓ مغرب اور عشاء کے مابین نفل پڑھتے تھے اور فرماتے تھے یہ ناشئۃ اللیل (تہجد کی نماز کے قائم مقام) ہے۔

عبدالرحمٰن بن اسود نے اپنے چچا کا قول نقل کیا ہے کہ انھوں نے کہا "مغرب اور عشاء کے درمیان جب بھی حضرت ابن مسعودؓ کے پاس جاتا آپ کو نماز پڑھتے پاتا، وہ فرماتے تھے" یہ غفلت کی گھڑی ہے۔"

کہا گیا ہے کہ اسی نماز کے متعلق آیت تَتَجَافٰی جُنُوبُهُم عَنِ الْمَضَاجِع" نازل ہوئی۔ حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے نماز مغرب کے بعد الٓمٓ تنزیل السجدہ اور تبارک الذی بیدہ الملک پڑھی تو اس نے اس شب کا حق ادا کر دیا، قیامت کے دن اس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح درخشاں اور تاباں ہوگا، ممکن ہے کہ یہ مسنون دوگانہ سے علاوہ ہو یا اس کے ساتھ شامل ہو۔

مغرب کی نماز سے پہلے دو رکعتیں

حضرت امام احمد بن حنبلؒ کا ارشاد

حضرت امام احمد بن حنبلؒ سے مغرب کی نماز سے قبل دو رکعتیں پڑھنے کے بارے میں دریافت کیا گیا، فرمایا میں ایسا نہیں کرتا اور اگر کوئی کرے تو کچھ حرج بھی نہیں ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے اس کی بابت دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں میں نے کسی کو پڑھتے نہیں دیکھا لیکن حضرت ابن عمرؓ نے مغرب سے پہلے دو رکعتیں پڑھنے سے کسی کو منع بھی نہیں فرمایا۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت انسؓ نے فرمایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں غروب کے بعد نماز مغرب سے پہلے ہم دو رکعتیں پڑھا کرتے تھے میں نے حضرت انسؓ نے دریافت کیا کہ کیا آپ نے بھی پڑھی تھیں؟ انھوں نے فرمایا ہم حضورؐ کو پڑھتے دیکھتے تھے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ حکم دیا نہ ممانعت فرمائی۔

صحابہؓ کبار میں کسی نے یہ نماز نہیں پڑھی

ابراہیم نخعیؒ کا بیان ہے کہ ایک زمانہ میں کوفہ میں بڑے بڑے بزرگ صحابیؓ موجود تھے جیسے حضرت علی کرم اللہ وجہ، حضرت ابن مسعود، حضرت حذیفہ بن

یمانؓ، حضرت عمار بن یاسرؓ، حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہم اجمعین وغیرہ، لیکن میں نے مغرب سے پہلے کسی کو بھی نماز پڑھتے نہیں دیکھا اور نہ حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمان رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں سے کسی نے یہ نماز پڑھی

مغرب اور عشائ کے درمیان
نماز پڑھنا اور اس کا ثواب

عبدالرحمٰن بن حبیب حارثی بصری نے سعید بن سعد سے انھوں نے ابو طیبہ کرز بن دیرہ ابدال سے روایت کی ہے کہ ملک شام سے میرا بھائی میرے پاس ایک تحفہ لایا اور مجھ سے کہا اس کو قبول فرمائیے کیونکہ یہ بہت عمدہ تحفہ ہے، کرزؒ نے ان سے دریافت کیا کہ یہ تحفہ تم کہاں سے لائے ہو انھوں نے کہا کہ مجھے یہ تحفہ ابراہیم تیمی نے دیا تھا، کرز نے اپنے بھائی سے دریافت کیا کہ کیا تم نے ابراہیم تیمی سے دریافت کیا تھا کہ ان کو یہ تحفہ کہاں سے ملا؟ انھوں نے کہا کہ ابراہیم تیمی سے میں نے دریافت کیا تھا تو انھوں نے مجھے بتایا تھا کہ :-

حضرت خضرؑ سے ملاقات اور دیدار رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم

میں خانہ کعبہ کے روبرو بیٹھا ہوا تسبیح و تحمید و تہلیل میں مصروف تھا کہ ایک صاحب تشریف لائے اور سلام کر کے میری دائیں جانب بیٹھ گئے، وہ بہت زیادہ خوبرو تھے، عمدہ صاف اور معطر لباس پہنے ہوئے تھے، میں نے دریافت کیا! اللہ کے بندے تم کون ہو؟ انھوں نے جواب دیا میں خضر ہوں اور تمھیں سلام کرنے آیا ہوں، چونکہ تم اللہ کے محبوب ہو اس لئے تم کو ایک تحفہ پیش کرتا ہوں، میں نے دریافت کیا وہ کونسا تحفہ ہے؟ میرے پوچھنے پر حضرت خضرؑ نے بتایا کہ تم سورج نکلنے اور دھوپ پھیلنے سے پہلے اور اسی طرح غروب آفتاب سے پہلے سات مرتبہ الحمد شریف، سات مرتبہ سورہ الناس، سات مرتبہ سورہ فلق اور سات مرتبہ سورہ اخلاص، سات مرتبہ قل یا ایھا الکافرون، سات مرتبہ آیۃ الکرسی اور سات مرتبہ سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر، اور سات مرتبہ درود شریف اور سات مرتبہ اپنے اور اپنے والدین اور جمیع مسلمانوں مرد اور عورتوں کے لئے استغفار پڑھو اور استغفار کے بعد یہ دعا پڑھا کرو! اَللّٰھُمَّ رَبِّ اَفْعَلْ بِیْ وَبِہِمْ عَاجِلًا وَّاٰجِلًا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ مَا اَنْتَ لَہٗ اَھْلٌ وَّلَا تَفْعَلْ بِنَا یَا مَوْلَانَا مَا نَحْنُ لَہٗ اَھْلٌ اِنَّکَ غَفُوْرٌ حَلِیْمٌ جَوَادٌ کَرِیْمٌ بَرٌّ رَؤُفٌ رَّحِیْمٌ ۝ (الٰہی میرے ساتھ اور تمام کے ساتھ جلدی بلا تاخیر دُنیا و آخرت میں وہی کر جو تیرے شایانِ شان ہو اور ہمارے ساتھ وہ نہ کر جس کے ہم لائق نہیں ہیں، بے شک تو ہی بخشنے والا، بردبار، سخی، کریم، مہربان اور رحم کرنے والا ہے)۔

یہ ورد صبح و شام برابر کرتے رہا کرو اس کو کبھی ترک کرنا، چونکہ جس نے مجھے یہ تحفہ دیا ہے اس نے مجھ سے کہا تھا خواہ عمر بھر میں ایک مرتبہ ہی پڑھنا لیکن اس کو پڑھنا ضرور۔ میں نے حضرت خضرؑ سے دریافت کیا کہ آپ کو یہ تحفہ دینے والا کون تھا؟ انھوں نے کہا مجھے سیدنا عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا فرمایا ہے۔ پھر میں نے کہا مجھے بھی ایسی چیز بتا دیجئے کہ اگر میں اس کو

پڑھوں تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے خواب میں مشرف ہو جاؤں اور میں خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کروں کہ وہ تحفہ کیا ہے جو حضور نے حضرت خضرؑ کو دیا تھا؟

حضرت خضرؑ نے فرمایا تو کیا تم مجھ کو جھوٹا سمجھتے ہو اور مجھ پہ جھوٹ کی تہمت رکھتے ہو؟ میں نے کہا نہیں خدا کی قسم ایسا نہیں ہے میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سننا چاہتا ہوں۔

حضرت خضرؑ نے فرمایا کہ اگر تم خواب میں زیارت کے خواہاں ہو تو اچھی طرح سمجھ لو اور یاد کر لو کہ مغرب کی نماز کے بعد عشاء تک بغیر کسی سے بات کئے کھڑے ہو کر نماز (نفل) پڑھو اور حضور قلب اور پوری توجہ سے نماز ادا کرو، ہر دو رکعت پر سلام پھیرو، ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ، ایک بار اور سورہ اخلاص سات بار پڑھو، جماعت کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھ کر کسی سے بات کئے بغیر گھر آکر وتر پڑھو، سونے سے قبل دو رکعتیں اور پڑھو! ہر رکعت میں سورہ فاتحہ، اور سورہ اخلاص ہر ایک سات بار، پھر نماز کے بعد سجدہ کرو، سجدے میں سات بار استغفار، سات مرتبہ سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ اِلّا باللہِ العَلِیِّ العظیم۔ پڑھو، پھر سجدے سے سر اٹھا کر اچھی طرح بیٹھ کر دونوں ہاتھ اٹھا کر یہ دعا پڑھو یا حَیُّ یا قَیُّوْمُ یا ذَا الجَلَالِ والاِکرام یا اِلٰہَ الاَوَّلِیْنَ وَالاٰخِرِیْنَ یا رَحْمٰنَ الدُّنیا والآخِرَۃِ وَرَحِیْمَھُمَا یا رَبِّ یا اللہُ یا اللہُ پھر کھڑے ہو جاؤ اور قیام میں وہی دعا کرو جو پہلے سجدہ میں کی تھی پھر سجدہ میں جاؤ اور یہی دعا مانگو اس کے بعد سر اٹھا کر جس جگہ چاہو قبلہ رُو ہو کر درود شریف پڑھتے ہوئے سو جاؤ: درود شریف برابر پڑھتے رہنا، یہاں تک کہ تم نیند سے مغلوب ہو جاؤ۔ میں نے کہا کہ میری خواہش تو یہ ہے کہ جس ہستی سے آپ نے یہ دعا سنی ہے وہی مجھے بھی اس کی تعلیم دیں۔ حضرت خضرؑ نے کہا کہ تم مجھ پر جھوٹ کی تہمت رکھتے ہو! میں نے کہا: اس خدا کی قسم جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی برحق بنا کر بھیجا! میں آپ پر جھوٹ کی تہمت نہیں لگاتا: حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا جس جگہ اس دعا کی تعلیم دی جا رہی تھی اور حکم دیا جا رہا تھا میں وہاں موجود تھا پس جس ہستی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم دی تھی میں نے اس ہستی سے اسے سیکھ لیا۔ میں نے حضرت خضر علیہ السلام سے کہا اچھا مجھے اس دعا کا ثواب سنائیے تب خضر علیہ السلام نے کہا کہ اب تم خود ہی سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کر لینا۔"

ابراہیم نخعیؒ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت خضر علیہ السلام کے ارشاد کے مطابق دعائیں پڑھیں اور بستر پر لیٹ کر برابر دعا پڑھتا رہا خضر علیہ السلام کی ملاقات اور حضور کے دیدار پاک کی آرزو سے مجھے اتنی خوشی ہوئی کہ میری نیند اڑ گئی (جاگتے جاگتے) اور صبح بھی ہو گئی میں فجر کی نماز پڑھ کر اپنی محراب میں بیٹھا رہا یہاں تک کہ دن چڑھ آیا' اس وقت میں نے اشراق کی نماز پڑھی لیکن میں اپنے دل سے ہمکلام تھا کہ اگر آج رات تک زندگی باقی رہی تو سابقہ شب کی طرح ان دعاؤں کو پھر پڑھوں گا۔ یہ خیال کرتے کرتے ہی میں سو گیا' نیند میں کچھ فرشتے آئے اور مجھے سوار کر کے اپنے ہمراہ لے چلے اور مجھے لیجا کر جنت میں داخل کر دیا، میں نے وہاں کچھ محل دیکھے ان میں سے بعض یاقوت سرخ، کچھ سبز زمرد کے تھے اور بعض سفید موتیوں کے تھے۔ شہد، دودھ، اور شراب طہور، کی نہریں بھی دکھائی گئیں، ایک محل میں ایک حسین عورت پر میری نظر پڑی، جو مجھے اشتیاق سے دیکھ رہی تھی اس کے چہرہ کے نور سے سورج کی روشنی ماند تھی' اس کی زلفیں اس محل کے اوپر سے زمین تک لٹک رہی تھیں چونکہ فرشتوں نے

مجھے جنت میں داخل کیا تھا اس لئے میں نے ان ہی سے پوچھا کہ یہ محل کون سے ہیں اور یہ عورت کون ہے اور کس کے لئے ہے؟
انھوں نے کہا کہ تیرے عمل کی طرح جو بھی عمل کرے یہ اس کے لئے ہے۔ فرشتے مجھے جنت سے اس وقت تک باہر نہیں لائے
جب تک انھوں نے مجھے جنت کے پھل نہ کھلا دیئے اور وہاں کا شربت نہ پلا دیا۔ اس کے بعد اِن فرشتوں نے مجھے اسی جگہ پہنچا دیا
جہاں میں بیٹھا تھا۔ اتنے میں میں نے دیکھا کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ستر انبیاء کے ساتھ فرشتوں کی ستر قطاروں کے
جلو میں تشریف لائے ہیں، ان قطاروں میں سے ہر قطار مشرق سے مغرب تک چلی گئی تھی، حضور تشریف لائے اور سلام علیک سے
نوازا اور میرا ہاتھ پکڑ لیا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھ سے خضر (علیہ السلام) نے اس طرح فرمایا ہے کہ انھوں نے یہ بات
حضور والا سے سنی ہے! یہ سُن کر حضور نے فرمایا: خضر نے جو کچھ کہا سچ کہا! اور جو کچھ وہ بیان کرتے ہیں حق ہوتا ہے! وہ اہل
زمین میں سب سے بڑے عالم ہیں وہ رئیس الابدال ہیں اور اللہ کے لشکریوں میں سے ہیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ
جو ایسا عمل کرے گا اس کا کیا ثواب ملے گا۔ حضورؐ نے فرمایا جو کچھ تو نے دیکھا اور جو کچھ تجھے دیا گیا اس سے بڑھ کر اور کیا
ثواب ہوگا، تو نے جنت میں اپنی جگہ دیکھ لی۔ جنت کے پھل کھائے، اور جنت کا شربت پیا، فرشتوں اور انبیا کو میرے ساتھ
دیکھ لیا اور حوریں بھی دیکھ لیں، (اس سے بڑھکر ثواب اور کیا ہوگا) میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر کوئی شخص میرے عمل کی طرح
عمل کرے اور جو کچھ میں نے مشاہدہ کیا، وہ یہ سب کچھ نہ دیکھ پائے تو کیا اس کو ان چیزوں کے بدلے کچھ ثواب ملے گا، حضور صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا اس ذات کی قسم جس نے مجھے نبی برحق بنا کر بھیجا ہے ایسے شخص کے تمام صغیرہ اور کبیرہ گناہ بخشدیئے جائیں گے
اللہ تعالیٰ اس پر غضب نہیں فرمائے گا اور نہ اس سے ناخوش ہوگا اگر وہ جنت کو خواب میں نہیں بھی دیکھے گا تب بھی اسکو وہی کچھ
ملے گا جو تجھ کو دیا گیا ہے، ایک منادی آسمان سے ندا کرے گا کہ اس عمل کو کرنے والے کے اور اُمت محمدیہ کے مشرق سے لیکر مغرب
تک (جہاں جہاں وہ موجود ہیں) تمام مومن مردوں اور عورتوں کے گناہ اللہ تعالیٰ نے بخشدیئے ہیں۔ بائیں جانب کے فرشتے کو
اکرام کاتبین میں سے ایک کو حکم دیا جائے گا کہ آئندہ سال تک اس بندہ کے گناہ نہ لکھنا۔

یہ سنکر میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے ماں باپ حضور پر قربان قسم ہے اس خدا کی جس نے مجھے حضور کے جمال
سے مشرف و سرفراز فرمایا اور جنت کی سیر کرائی کیا اس شخص کے لئے بھی اس قدر ثواب ہے۔ حضور نے فرمایا، ہاں! یہ سب
انعام اس کو دیا جائے گا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ تب تو تمام مومن مردوں اور عورتوں کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ اس
طریقے کو سیکھیں اور سکھائیں کیونکہ اس میں بڑی فضیلت اور بڑا ثواب ہے! یہ سن کر حضورؐ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی
جس نے مجھے برحق نبی بنا کر بھیجا اس عمل کو وہی شخص کرے گا جس کو اللہ نے سعید پیدا کیا ہوگا اور اس کو وہی ترک کرے گا
جو پیدائشی طور پر بدبخت ہوگا!

میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ایسا عمل کرنے والے کو کیا کچھ اور بھی ملے گا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے
اس ذات کی جس نے مجھے نبی برحق بنا کر بھیجا ہے کہ جو شخص یہ عمل ایک رات بھی کرے گا تو اس کے لئے کائنات کی پیدائش سے
سے صور پھونکے جانے کے دن تک آسمان سے برسنے والے ہر قطرے کی تعداد کے برابر نیکیاں لکھی جائیں گی اور زمین سے پیدا
ہونیوالے دانوں کے برابر اس کی برائیاں اور بدیاں دور کردی جائیں گی! خواہ وہ مرد ہو یا عورت۔

شب جمعہ میں دو رکعت نماز

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو کوئی شب جمعہ میں دو رکعت نماز اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ، آیت الکرسی ایک ایک بار اور سورہ اخلاص پندرہ بار پڑھے، پھر نماز کے آخر میں ہزار مرتبہ (یہ درود) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ ہ پڑھے تو وہ میرا دیدار خواب میں ضرور کرے گا یعنی دوسرا جمعہ ہونے سے پہلے اس کو میرا دیدار خواب میں ہوجائے گا اور جس نے مجھے دیکھا اس کے لئے جنت ہے، اس کے گزشتہ اور آئندہ کے گناہ معاف کردیئے جائیں گے۔

نمازِ عشا کے بعد نوافل

شیخ ابونصرؒ نے اپنے والد کی اسناد کے ساتھ حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ جس نے نمازِ عشا میں بعد چار رکعت نمازِ عشا کے بعد چار رکعت نماز نفل پڑھی گویا مسجد حرام میں شب قدر کا ثواب اس کو حاصل ہوگیا۔

چار رکعت نفل کا ثواب

کعب احبارؒ کا قول ہے کہ جس نے عشا کے بعد خوب عمدہ قرأت کے ساتھ چار رکعت نفل پڑھے اس کے لئے اتنا اجر ہے جتنا شب قدر کا (گویا اس نے شب قدر میں نماز ادا کی) شیخ ابو نصرؒ نے اپنے والد سے بالاسناد حضرت انسؓ بن مالکؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، جو شخص عشا کے بعد دو رکعتیں اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ ایک بار اور سورہ اخلاص بیس بار پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے دو محل بنائے گا جو جنت میں رہنے والوں کو نظر آئیں گے۔

نمازِ وتر کا وقت

وتر کی نماز رات کے آخری حصہ میں پڑھنا افضل ہے کیونکہ اس وقت کے قیام کی بڑی فضیلت ہے۔ جیسا کہ اس سے پہلے بیان کیا جاچکا ہے۔ حضرت نافعؒ نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے نمازِ شب کے بارے میں دریافت کیا، حضورؐ نے فرمایا دو دو رکعت پڑھو جب صبح صادق ہونے کا احتمال ہو تو تیسری رکعت ملاکر وتر پڑھ لیا کرو۔

حضرت عمر فاروقؓ آخری رات میں وتر پڑھا کرتے تھے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اوّل رات میں سونے سے قبل وتر پڑھ لیا کرتے تھے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں حضرات سے دریافت فرمایا کہ "وتر کس طرح پڑھتے ہو؟" تو حضرت صدیق اکبرؓ نے فرمایا اوّل شب میں سونے سے قبل اور حضرت عمر فاروقؓ نے بتایا کہ آخری رات میں پڑھتے ہیں تو آپ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے متعلق فرمایا کہ یہ محتاط ہیں اور حضرت عمر فاروقؓ کے بارے میں ارشاد کیا یہ قوی و توانا ہیں۔ روایت میں آیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہوشمند اوّل شب میں وتر پڑھ لیتے ہیں اور قوی و توانا آخری رات میں اور یہی افضل ہے لیکن حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عمل کے باعث بعض لوگوں نے اوّل شب میں وتر پڑھنا افضل قرار دیا ہے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں روایت ہے کہ انھوں نے (اس سلسلہ میں) فرمایا میرا معاملہ یہ ہے کہ میں اوّل شب میں وتر پڑھ لیتا ہوں پھر اگر بیدار ہوگیا تو پھر وتر پڑھ لیتا ہوں۔ (ایک رکعت پڑھ کر وتر کو شفع بنا لیتا ہوں گویا میری یہ

رکعت ایک اجنبی اُونٹ کی طرح ہے جس کو میں اس کے ہم جنسوں سے مِلا دیتا ہوں۔ حضرت عثمانؓ کا یہ عمل کہ آپ رات بھر میں پورا قرآن پاک ایک رکعت میں ختم کر دیا کرتے تھے، یہ ایک رکعت ہی اُن کی وتر نماز تھی۔

حضرت ابو ہریرہ رضؓ کو سرورِ عالم کی تین ہدایتیں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے حبیب ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے تین باتوں کی وصیت فرمائی ہے، ایک یہ کہ سونے سے پہلے وتر پڑھا کروں، دوم ہر ماہ تین روزے رکھوں سوم یہ کہ چاشت کی دو رکعتیں پڑھا کروں۔ جس شخص کو یہ ڈر ہو کہ سونے کے بعد آنکھ نہیں کھل سکے گی اس کو سونے سے پہلے وتر ضرور پڑھ لینا چاہیے۔

نماز وتر کے تین طریقے

حضرت علی کرم اللہ وجہٗ نے فرمایا نماز وتر کے تین طریقے ہیں۔ اگر تم چاہو تو اوّل شب میں پڑھ لو پھر دو دو رکعت نفل پڑھو اور چاہو تو وتر کی ایک رکعت پڑھ کر سو رہو، پھر اگر تم بیدار ہو جاؤ تو ایک رکعت پڑھ کر اس کو شفع بنا دو اس کے بعد دوسرے وتر پڑھ لو، اور اگر دل چاہے تو وتر کو آخری رات کے لئے چھوڑ دو اور تہجد کی نماز کے بعد پڑھ لو!!

حضرت جابرؓ بن عبدؓ اللہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا جس کو اندیشہ ہو کہ آخر شب میں بیدار نہیں ہو سکے گا اس کو چاہیئے کہ اوّلِ شب میں وتر پڑھ کر سورہے اور جس کو پچھلی رات میں اٹھنے کی امید ہو وہ وتر کو موخر کر دے، آخر شب میں پڑھے، کیونکہ آخر شب کی نماز میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور یہ افضل ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخر شب میں وتر پڑھ لیتے تھے اگر آپ کو بیوی سے قربت کی غرض ہوتی تو قربت فرماتے ورنہ جاء نماز ہی پر لیٹ جاتے تھے یہاں تک کہ صبح صادق کے وقت، بلالؓ حاضر ہو کر نماز (تیار ہونے) کی اطلاع دیتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری رات میں وتر پڑھے ہیں

حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری رات میں وتر پڑھے ہیں یعنی اوّل میں بھی، درمیان شب میں بھی اور آخر شب میں بھی! آپ کے وتر کی آخری حد سحر ہوتی تھی۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ (کبھی کبھی) وتر اذان کے وقت اور فجر کی دو رکعتیں اقامت کے وقت پڑھ لیتے تھے۔ صحابہ کرامؓ نمازِ عشا پڑھ کر دو رکعتیں پڑھتے تھے پھر چار پڑھتے تھے پھر جو چاہتا وتر پڑھ لیتا اور جس کی رائے ہوتی وہ سو رہتا (پچھلے پہر اٹھ کر وتر پڑھ لیتا)

وِتروں کو فسخ کر دینا

وتروں کا فسخ کرنا

اگر اوّل شب میں وِتر پڑھ لئے ہوں اور پھر تہجد کو بھی اُٹھے تو اوّل شب کے پڑھے ہوئے وتروں کو فسخ کر دے اور از سرِ نو وتر پڑھے یا وتر کو فسخ کئے بغیر جس قدر چاہے نماز ادا کرے، اس سلسلہ میں امام احمد حنبلؒ کی ایک روایت تو یہ ہے کہ وہ وتر کو فسخ نہ کرے (یہ عدم فسخ کی روایت ہے) اور دوسری فضل بن زیاد کی روایت ہے

کہ انھوں نے فرمایا آخر شب میں وتر افضل ہیں ہاں اگر کسی کو سوتے رہنے کا اندیشہ ہو تو اوّل شب میں وتر پڑھ لے پھر اگر آخر شب میں بیدار ہو جائے دو دو رکعتیں (کل چار) پڑھ لے اور وتر نہ پڑھے لیکن دوسری روایت اس روایت کے خلاف ہے۔
فضل بن زیاد کہتے ہیں کہ میں نے امام احمد حنبلؒ سے دریافت کیا کہ پچھلی رات میں اٹھنے والا کیا سونے سے پہلے پڑھے ہوئے وتر فسخ کر دے انھوں نے فرمایا فسخ نہ کرے لیکن اگر فسخ کر دے اور از سر نو پڑھے تو اس میں بھی کوئی ہرج نہیں ہے۔

حضرت عمرؓ، حضرت اسامہؓ، حضرت علیؓ، حضرت ابن عمرؓ، حضرت ابن عباسؓ اور حضرت ابو ہریرہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے ایسا کیا ہے۔ وتر کو فسخ کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اوّل شب میں اگر وتر کی ایک رکعت پڑھ کر سو گیا اور پھر آخر شب میں نماز پڑھنے کے لئے بیدار ہو جائے تو پڑھے ہوئے وتر کو فسخ کرنے اور اس کو شفع بنانے کی نیت سے ایک رکعت اور پڑھ کر سلام پھیر دے اس طرح پہلی رکعت جفت ہو جائے گی، اس کے بعد جسقدر چاہے دو دو رکعت پڑھے اور طلوع فجر سے پہلے کسی دوگانہ کو ایک رکعت پڑھ کر وتر بنا دے)۔

حضرت عثمان ابن عفان کے عمل سے اس کی وضاحت ہوئی ہے جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے، ایسا نہ کرے کہ اوّل شب میں پڑھے ہوئے وتر ویسے ہی چھوڑ دے اور پھر مزید وتر پڑھ لے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ایک رات میں وتر کی دو نمازیں نہیں ہیں۔ البتہ اگر پہلے پڑھے ہوئے وتر چھوڑ دے (فسخ کر دے) پھر جتنی نماز چاہے پڑھے اور آخر میں وتر پڑھ لے تو جائز ہے جیسا کہ اوپر صراحت کی جا چکی ہے۔

وِتر کی دُعَا

وتر کی آخری رکعت میں رکوع سے سر اٹھا کر یہ دعا پڑھی جائے۔[1]

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْتَعِيْنُكَ وَنَسْتَهْدِيْكَ وَنَسْتَغْفِرُكَ وَنُؤْمِنُ بِكَ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْكَ وَنُثْنِيْ عَلَيْكَ الْخَيْرَ كُلَّهٗ وَنَشْكُرُكَ وَلَا نَكْفُرُكَ وَنَخْلَعُ وَنَتْرُكُ مَنْ يَّفْجُرُكَ اَللّٰهُمَّ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَلَكَ نُصَلِّيْ وَنَسْجُدُ وَاِلَيْكَ نَسْعٰى وَنَحْفِدُ وَنَرْجُوْ رَحْمَتَكَ وَنَخْشٰى عَذَابَكَ اِنَّ عَذَابَكَ الْجِدَّ بِالْكُفَّارِ مُلْحِقٌ ۝

الٰہی ہم تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں اور تجھ ہی سے ہدایت کے اور مغفرت کے طالب ہیں اور ہم تجھ پر ایمان رکھتے ہیں اور تیرا بھروسہ رکھتے ہیں اور تمام بھلائیوں پر تیری ثنا کرتے ہیں۔ اور ہم تیرا شکر ادا کرتے ہیں ناشکری نہیں کرتے، ہم تیرے خطاکار کو چھوڑتے ہیں اور اس سے قطع تعلق کرتے ہیں۔ الٰہی ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تیرے ہی لئے نماز پڑھتے اور سجدہ کرتے ہیں اور تیری ہی طرف ہم دوڑتے ہیں اور شتابی کرتے ہیں۔ ہم تیری رحمت سے امید رکھتے ہیں اور تیرے عذاب سے ڈرتے ہیں بلاشبہ تیرا عذاب کافروں کو پہنچنے والا ہے

اَللّٰهُمَّ اهْدِنِيْ فِيْ مَنْ هَدَيْتَ وَعَافِنِيْ

الٰہی جن کو تو نے ہدایت عطا فرمائی منجملہ ان کے مجھے بھی ہدایت

---

[1] حضرات حنابلہ کا یہی مذہب ہے، احناف میں قرأت کے بعد رکوع سے پہلے رفع یدین کے بعد دعائے قنوت پڑھی جاتی ہے۔

فِیْ مَنْ عَافَیْتَ وَتَوَلَّنِیْ فِیْمَنْ تَوَلَّیْتَ وَبَارِکْ لِیْ فِیْ مَا اَعْطَیْتَ وَقِنِیْ شَرَّ مَا قَضَیْتَ اِنَّکَ تَقْضِیْ وَلَا یُقْضٰی عَلَیْکَ اِنَّہٗ لَا یَذِلُّ مَنْ وَّالَیْتَ وَلَا یَعِزُّ مَنْ عَادَیْتَ تَبَارَکْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَیْتَ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِرِضَاکَ مِنْ سَخَطِکَ وَبِعَفْوِکَ مِنْ عُقُوْبَتِکَ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْکَ لَا اُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَیْکَ وَاَنْتَ کَمَا اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِکَ ۔

عطا فرما اور جن کو تو نے آرام دیا منجملہ ان کے مجھے بھی آرام عطا فرما اور جن کی تو نے کارسازی کی ان کے منجملہ میرے بھی کام بنا، اس میں برکت عطا کر اور اپنے فیصلہ کی برائی سے مجھے محفوظ رکھ بلاشبہ تو حکم چلاتا ہے تجھ پر حکم نہیں چلایا جاتا۔ بلاشبہ جس کو تو نے دوست بنایا وہ ذلیل نہیں ہوا اور جس کو تو نے دشمن بنایا وہ عزت نہ پا سکا، اے ہمارے پروردگار تو بزرگ و برتر ہے الٰہی میں تیرے غضب سے تیری رضا کی اور تیرے عذاب سے تیری معافی کی اور تجھ سے تیری ہی پناہ مانگتا ہوں۔ الٰہی جیسی تو نے اپنی ثنا فرمائی ویسی ثنا میں کسی حال میں نہیں کر سکتا۔

اِن الفاظ کے بعد چاہے تو دعائیہ الفاظ اور اضافہ کرے، اس کے بعد ہاتھوں کو چہرے (منہ) پر پھیرے ایک روایت میں ہے کہ سینے پر پھیرے، اگر ماہ رمضان میں یہ دعا مانگنے والا امام ہو تو دعا کے واحد کے صیغوں کے بجائے جمع کے صیغے استعمال کرے (جیسے اھدنا وعافنا وغیرہ

نیند کا غلبہ جو شخص رات میں نماز پڑھ رہا ہو اگر اس پر نیند کا غلبہ ہو جائے تو بہتر یہ ہے کہ وہ سو جائے، کیونکہ بخاری اور مسلم (صحیحین) میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کسی کو نماز کی حالت میں نیند غالب ہو جائے تو اس کو سو جانا چاہیئے تاکہ نیند کا غلبہ جاتا رہے اس لئے کہ اونگھنے کی حالت میں نماز پڑھے گا تو ممکن ہے کہ استغفار کے بجائے خود کو برا کہنے لگے۔

عبدالعزیزؒ بن جیبؒ حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے تو دو ستونوں کے درمیان رسی بندھی ہوئی ملاحظہ فرمائی، حضورؐ نے صحابہ کرام سے اس کی وجہ دریافت فرمائی تو صحابہؓ نے عرض کیا کہ یہ حضرت زینبؓ کی رسی ہے وہ رات کو جب نماز پڑھتی ہیں تو جب سُست ہو جاتی ہیں یا ان کا بدن (نیند کے غلبہ سے) ڈھیلا پڑ جاتا ہے تو ہاتھ سے اس کا سہارا لے لیتی ہیں، آپ نے فرمایا اس رسی کو کھول دو۔ جب تک بدن میں چستی رہے نماز پڑھو اور جب تھک جاؤ یا نیند کا غلبہ ہو تو بیٹھ جاؤ۔

حضرت عروہؓ کا بیان ہے کہ اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں قبیلۂ بنی اسد کی ایک عورت موجود تھی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا یہ کون ہے، حضرت عائشہؓ نے عرض کیا کہ یہ فلاں عورت ہے رات کو (عبادت کی وجہ سے) سوتی ہی نہیں، حضورؐ نے فرمایا تم میں جس عمل کی سکت اور طاقت ہے اس کی پابندی کرو۔ خدا کی قسم تم تھک جاؤ گے، اللہ تعالیٰ نہیں تھکے گا (وہ بدلہ دینے سے نہیں تھکے گا)۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ اللہ کو وہی عمل زیادہ محبوب ہے جو ہمیشہ کیا جائے خواہ وہ کم ہی کیوں نہ ہو (روز کیا جائے) کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب لوگوں کو ان کی طاقت اور توانائی کے مطابق عمل کا حکم دیتے تھے تو وہ عرض کرتے تھے: "یا رسول اللہ ہم آپ کی طرح کس طرح ہو سکتے ہیں

کہ اللہ تعالیٰ نے تو آپ کی تمام اگلی پچھلی لغزشیں تو معاف فرمادی ہیں لہٰذا ہمارا عمل سخت اور زیادہ ہونا چاہیئے یہ سنکر حضورؐ والا کے چہرہ مبارک پر ناگواری کے آثار نمایاں ہوجاتے۔ پس جس عبادت گزار پر نیند کا اس قدر غلبہ ہوجائے کہ اس کو نماز اور ذکر سے روکے (نماز اور ذکر میں رُکاوٹ پڑے) تو اس کو چاہیئے کہ سو جائے تاکہ نیند کا غلبہ جاتا رہے اور بعد میں ہشاش بشاش ہوکر عبادت کرسکے، اور جو پڑھے اس کو سمجھے بھی!

بیٹھے بیٹھے سوجانا بُرا ہے

حضرت ابن عباسؓ بیٹھے بیٹھے سوجانے کو بُرا سمجھتے تھے، حدیث شریف میں آیا ہے، رات میں نیند کی تکلیف نہ اٹھاؤ۔ چنانچہ بعض لوگ عمداً خود کو سونے میں مشغول کرلیتے تھے تاکہ کچھ آرام کرکے رات میں عبادت کرسکیں۔ بعض صلحاً قصداً سونے کو برا جانتے تھے اور جب تک پوری طرح غالب نہیں آجاتی تھی نہیں سوتے تھے۔ کہتے ہیں کہ وہب بن منبہ یمنی نے تیس برس تک زمین سے اپنا پہلو نہیں لگایا، آپ کے پاس چمڑے کا ایک سہارا تھا جب نیند سے مغلوب ہوجاتے تو اس پر سینہ رکھکر چند بار جھولتے اور پھر گھبرا کر نماز کے لئے کھڑے ہوجاتے، وہ فرماتے تھے کہ کسی گھر میں مجھے شیطان کو دیکھنا اتنا ناگوار نہیں گزرتا جتنا بستر کو دیکھنا ناگوار ہے (مراد یہ کہ بستر نیند کی طرف رغبت دلاتا ہے)

ابدال کے اوصاف

کسی سے ابدال کے اوصاف دریافت کیے گئے۔ انھوں نے جواب دیا کہ اُن کا کھانا فاقہ ہے، ان کا سونا اس وقت ہوتا ہے جب نیند کا انتہائی غلبہ ہو، وہ ضرورت کے وقت بولتے ہیں ان کی خاموشی حکمت ہے اور اُن کا علم قدرت ہے۔ بعض صلحاً سے دریافت کیا گیا کہ خوفِ خدا رکھنے والوں کے اوصاف کیا ہیں انھوں نے جواب دیا ان کا کھانا بیماروں کا کھانا ہوتا ہے، اور اُن کی نیند ڈوبنے والوں کی نیند ہوتی ہے لیکن کوئی شخص صالحین کے اعمال و احوال کو پیش نظر رکھے بلکہ اُن احوال و اقوال کی جستجو کرنا چاہیئے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہیں اُن کو دیکھو کہ قابل اعتماد وہی ہیں خواہ ان کی پیروی میں کوئی شخص ایسی حالت ہی کو کیوں نہ پہنچ جائے جو منفرد ہو۔

بہتر عمل

حضرت اُم سلمہؓ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی شخص نے دریافت کیا کہ کونسا عمل افضل ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عمل وہی افضل ہے جو ہمیشہ کیا جائے خواہ وہ کم ہی کیوں نہ ہو۔

علقمہؓ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت کریمہ یہ تھی کہ آپ کی نماز ہمیشہ پابندی کے ساتھ ہوتی تھی اس لئے رسول اللہؐ کبھی آدھی رات تک نماز پڑھتے تھے کبھی ایک تہائی رات تک، کبھی آدھی رات سے رات کے ⅔ حصہ تک، کبھی صرف چہارم رات تک، کبھی رات کے چھٹے حصہ تک، ان تمام کا تذکرہ سورہ مزمل میں آیا ہے۔ ایک روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رات کی نماز پڑھو خواہ اس کا وقت اتنا قلیل ہی کیوں نہ ہو جتنا بکری کا دودھ دوہنے کا! اتنی دیر میں کبھی دو رکعتیں ہوتی ہیں اور کبھی چار! حضور والا نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ آدمی کے لئے رات میں دو رکعتیں پڑھ لینا دنیا اور مافیہا سے بہتر ہے، اگر اُمت کی مشقت کا خیال نہ ہوتا تو میں رات کی دو رکعتیں ان پر فرض کردیتا، حضورؐ نے یہ سب کچھ اس لئے کیا کہ قیام شب کی عبادت اُمت پر دشوار نہ گزرے اور عبادت سے اُن کو بیزاری نہ ہوجائے اور وہ اُکتا نہ جائیں، اُن کے لئے سہولت باقی رہے، حضورؐ نے قیام شب کی ہدایت فرمائی اور اس کا ثواب فضیلت بیان فرمادی تاکہ

وہ صرف فرائض و سنن ہی پر اکتفا نہ کریں۔

مستحب قیام ایک تہائی رات کا قیام مستحب ہے اور اس استحباب کا کم تر درجہ چھٹے حصہ تک قیام و عبادت ہے، اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام رات کبھی قیام نہیں فرمایا اور نہ آپ تمام رات صبح تک محو خواب رہے ہیں بلکہ رات میں کچھ حصہ قیام ضرور فرماتے تھے۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ اوّل رات کی نماز تہجد پڑھنے والوں کے لئے ہے اور آدھی رات کی نماز عابدوں اور زاہدوں کے لئے ہے اور آخر شب کا قیام نمازیوں کے لئے ہے اور صرف نماز فجر کا قیام غافلوں کے لئے ہے۔

یوسف بن مہرانؒ روایت کرتے ہیں کہ مجھے اطلاع ملی ہے کہ عرش کے نیچے مرغ کی شکل کا ایک فرشتہ ہے جس کے نیچے موتی کے اور ناخن سبز زمرد کے ہیں۔ جب تہائی رات گزر جاتی ہے تو وہ بازو پھڑ پھڑاتا ہے اور کہتا ہے اے عبادت گزارو اٹھو اور جب صبح صادق ہوجاتی ہے تو بازو پھڑ پھڑا کر کہتا ہے اے غافلو اٹھو! (اُن سے کہتا ہے جو تہجد کے لئے نہیں اٹھے تھے) اُن کا گناہ ان ہی پر ہے!!

شب بیداروں کے دلوں پر اللہ تعالیٰ کی توجہ بعض اہل عرفان کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ سحر کے وقت شب بیداروں کے دلوں پر نظر فرماتا ہے اور ان کو نور سے بھر دیتا ہے جس کے باعث ان کے دلوں پر روحانی فوائد کا نزول ہوتا ہے اور وہ منور ہوجاتے ہیں پھر یہ روشنی ان منور دلوں سے غافلوں کے دلوں تک پہنچتی ہے

اللہ کے مقبول بندے ایک روایت میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض صدیقین کو بذریعہ الہام خبر دی کہ میرے کچھ بندے ایسے ہیں جو مجھ سے محبت رکھتے ہیں اور میں بھی ان کو محبوب رکھتا ہوں وہ میرے مشتاق ہیں اور میں ان کا، وہ میری طرف دیکھتے ہیں اور میں ان کی طرف دیکھتا ہوں اگر تم نے بھی ویسا ہی عمل کیا تو میں تم کو بھی محبوب بنالوں گا اور اگر تم ان کا طریقہ ترک کردو گے تو میں بھی تم سے منہ موڑلوں گا۔ اُن صدیقین نے عرض کیا الٰہ العالمین! تیرے ان محبوب بندے کی نشانیاں کیا ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا! وہ دن میں نماز کے اوقات (رسایوں) کی ایسی حفاظت کرتے ہیں جیسے درندوں سے ڈرنے والا چرواہا اپنی بکریوں کی دیکھ بھال کرتا ہے۔ اور وہ غروب آفتاب کے ایسے مشتاق ہوتے ہیں جیسے پرندے اپنے اپنے گھونسلوں میں جانے کے لئے سورج ڈوبنے کے منتظر ہوتے ہیں جب رات ہوجاتی ہے تو بستر لگا دیئے جاتے ہیں چارپائیاں بچھادی جاتی ہیں اور ہر دوست تنہائی میں اپنے دوست سے ملتا ہے اس وقت وہ میرے لئے قیام کرتے ہیں اور میرے لئے اپنے چہرے بچھاتے یعنی سجدے کرتے ہیں اور وہ میرے کلام کی تلاوت کرکے مجھ سے ہم کلام ہوتے ہیں، اور میرے انعام کا ذکر کرکے عاجزی کا اظہار کرتے ہیں ان میں سے کچھ گریہ وزاری کرتے ہیں اور کچھ خضوع و خشوع: کچھ آہ کرتے ہیں اور کچھ زاری، کچھ قیام و قعود کرتے ہیں اور کچھ رکوع و سجود!

میری طرف سے ان پر سب سے پہلا انعام یہ ہوتا ہے کہ میں اپنے نور سے ان کے دلوں کو منور کردیتا ہوں پھر وہ غافل لوگوں کو میری خبر دیتے ہیں۔ دوسری مرحمت یہ ہوتی ہے کہ جو کچھ ساتوں آسمان اور جو کچھ اُن میں ہے اگر ان کے پلڑوں میں رکھ دیا جائے تب بھی میں اس کو ان کے لئے بہت تھوڑا اور قلیل سمجھتا ہوں۔ میرا تیسرا انعام یہ ہے کہ میں خود ان کی طرف متوجہ ہوتا

ہوں، اَب تم غور کرو کہ میں جن کی طرف متوجہ ہوتا ہوں ان کو میں کیا کچھ دینا چاہتا ہوں۔

تمام شب کا قیام ساری رات کا قیام تو ان قوی لوگوں کا کام ہے جن پر اللہ تعالیٰ کی عنایت پہلے سے ہو چکی ہے اور اللہ تعالیٰ کی حفاظت ہمیشہ ان کے شامل حال رہی ہو اور جن کے دلوں پر توفیق الٰہی اور جلال و جمال خداوندی کا نور ہمیشہ پرتو فگن رہا ہو، ایسے لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے قیام شب کو اپنی ایسی بخشش و نعمت کا خلعت ان کے لئے بنا دیا ہے کہ وہ ان سے اپنی ملاقات (حشر) تک واپس نہیں لے گا۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے متعلق روایت ہے کہ آپ پورا قرآن مجید ایک رکعت میں ختم کرتے اور تمام رات گزار دیتے تھے۔ حضرات تابعینؒ میں سے چالیس حضرات کے بارے میں بیان کیا گیا ہے کہ وہ رات بھر عبادت میں مصروف رہتے اور فجر کی نماز عشاء کے وضو سے ادا فرماتے تھے اور اس حال میں انھوں نے چالیس سال گزار دیئے یہ روایت صحیح اور بہت مشہور ہے ان تابعین حضرات میں سعید بن جبیرؒ، صفوان بن سُلیمؒ، ابو حازمؒ، محمد بن منکدر (رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین، اہالیان مدینہ سے تھے اور اہل مکہ میں سے فضیل بن عیاض اور وہب بن منبہ (رحمہما اللہ تعالیٰ) اور کوفے والوں میں سے ربیعؒ بن خثیمؒ، حکمؒ (رحمہما اللہ تعالیٰ شامیوں میں ابو سلیمان دارانیؒ اور علی بنؒ بکارؒ تھے اور عبادان کے رہنے والوں میں سے ابو عبداللہ خواصؒ، اور ابو عاصمؒ۔ اہل فارس میں حبیبؒ ابو محمدؒ اور ابو جائز سلیمانی۔ مصریوں میں مالکؒ بن دینار اور سلیمانؒ تیمی۔ یزید رقاشی، حبیبؒ ابن ابی ثابت اور یحییٰ بکار (رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین) وغیرہ ایسے بزرگ تھے (رحمہم اللہ و رضی عنہم

غفلت کے بعد شب بیداری

گنہگار اگر قیام شب کا خواستگار ہو جس کو غفلت نے گھیر رکھا ہو اور گناہوں میں جکڑا ہو، خطاؤں اور لغزشوں نے اس کو شب بیداری سے محروم کر دیا ہو اور اب اگر وہ اس بات کا خواستگار ہو کہ شب بیداری کر کے سحر کے وقت استغفار کرنے والوں اور عبادت گزاروں کے زمرے میں داخل ہونا چاہتا ہو تو اس کو چاہیئے کہ سونے کا ارادہ کرتے اور لیٹتے وقت تین مرتبہ استغفار کرے پھر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر سورہ کہف کی ابتدائی دس اور آخری دس آیتیں پڑھے یعنی آمن الرسول سے آخر تک پڑھے پھر قُل یا اَیُّھَا الکافرون پڑھ کر سو رہے، یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس کو وقت پر بیدار فرما دیگا اور قیام شب کا اہل بنا دے گا اور اپنی وسیع رحمت اور مغفرت کے صدقہ میں اس کو شب بیداری کی قوت ہمت عطا فرما دے گا۔ مذکورہ بالا سورتوں کے ساتھ یہ دعا بھی بہتر ہے۔

اَللّٰھُمَّ اَیْقِظْنِیْ فِیْ اَحَبِّ السَّاعَاتِ اِلَیْکَ وَاسْتَعْمِلْنِیْ بِاَحَبِّ الْاَعْمَالِ لَدَیْکَ الَّتِیْ تُقَرِّبُنِیْ اِلَیْکَ زُلْفٰی وَتُبْعِدُنِیْ مِنْ سَخَطِکَ بُعْدًا، اَسْأَلُکَ فَتُعْطِیْنِیْ وَ اَسْتَغْفِرُکَ فَتَغْفِرُ لِیْ وَاَدْعُوْکَ فَتَسْتَجِیْبُ لِیْ ۞	الٰہی مجھے ایسے وقت بیدار کر دے جو تجھے محبوب ہو اور مجھے ایسے عمل کی توفیق عطا فرما جو تجھے پسند ہو اور جو مجھے تیرے نزدیک کر کے تیرے عذاب سے دُور کر دے، الٰہی میں تجھ سے سوال کرتا ہوں، مجھے عطا فرما! میں مغفرت چاہتا ہوں مجھے بخشدے، دعا کرتا ہوں اسکو قبول فرما!

اَللّٰھُمَّ لَا تُؤْمِنِّیْ مَکْرَکَ وَلَا تُوَلِّنِیْ غَیْرَکَ وَلَا تَرْفَعْ عَنِّیْ سِتْرَکَ وَلَا تُنْسِنِیْ ذِکْرَکَ فَلَا تَجْعَلْنِیْ مِنَ الْغَافِلِیْنَ ○

الٰہی! مجھے اپنے عذاب سے مامون فرما! اپنے سوا کسی دوسرے کے حوالے مت کر، اور مجھ سے اپنا بردۂ عفو نہ چھین اور اپنا ذکر مجھ سے نہ بھلا (میں تیرا ذکر نہ بھولوں) اور مجھے غافلوں میں شامل نہ کر۔

کہا گیا ہے کہ جو شخص سوتے وقت مذکورہ بالا دعا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے تین فرشتے اس کو نماز کے لئے وقت پر بیدار کردیتے ہیں اور جب وہ نماز پڑھتا اور دعا کرتا ہے تو دعا پر فرشتے آمین کہتے ہیں اور اگر وہ شخص نہیں اٹھتا تو فرشتے اس کے عوض عبادت کرتے ہیں اور ان کی عبادت کا ثواب اس شخص کے لئے لکھ دیا جاتا ہے۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص رات کو بیداری کی لذت اور مسرّت حاصل کرنا چاہتا ہے وہ سوتے وقت یہ دعا پڑھے۔

اَللّٰھُمَّ ابْعَثْنِیْ مِنْ مَضْجَعِیْ لِذِکْرِکَ وَشُکْرِکَ وَصَلَاتِکَ وَاسْتِغْفَارِکَ وَتِلَاوَۃِ کِتَابِکَ وَحُسْنِ عِبَادَتِکَ ○

الٰہی! مجھے میری خواب گاہ سے اٹھا دے، اپنے ذکر کے لئے اپنے شکر کے لئے، اپنی نماز کے لئے اور استغفار اور قرآن مجید کی تلاوت اور بہترین عبادت کے لئے۔

پھر ۳۳ بار سبحان اللہ، ۳۳ بار الحمد للہ اور ۳۴ بار اللہ اکبر پڑھے چاہے تو ۲۵ مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَکْبَرُ پڑھ لے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوتے وقت اپنے داہنے ہاتھ پر رُخسارِ مبارک رکھ لیتے تھے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آج شب وصال الی اللہ ہونے والا ہے، اور اس وقت آپ یہ کلمات زبان مبارک سے ادا فرماتے تھے:۔

اَللّٰھُمَّ رَبَّ السَّمٰوَاتِ السَّبْعِ وَرَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ ○ رَبَّنَا وَرَبَّ کُلِّ شَیْءٍ مُنْزِلَ التَّوْرَاتِ وَالْاِنْجِیْلِ وَالْفُرْقَانِ فَالِقَ الْحَبِّ وَالنَّوٰی وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ ذِیْ شَرٍّ وَمِنْ شَرِّ کُلِّ دَابَّۃٍ اَنْتَ اٰخِذٌ بِنَاصِیَتِھَا ○ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ الْاَوَّلُ فَلَیْسَ قَبْلَکَ شَیْءٌ وَاَنْتَ الْاٰخِرُ فَلَیْسَ بَعْدَکَ شَیْءٌ وَاَنْتَ الْبَاطِنُ فَلَیْسَ دُوْنَکَ شَیْءٌ اِقْضِ عَنِّیَ الدَّیْنَ وَاَغْنِنِیْ مِنَ الْفَقْرِ ○

الٰہی تو ساتوں آسمان اور عرش عظیم کا پروردگار ہے، ہماری ہر چیز کا مالک ہے، توراۃ، انجیل اور قرآن مجید کا نازل کرنے والا ہے ہر دانے اور بیج کا پھاڑنے والا ہے۔ میں تیرے یہاں بدوں کی بدی سے امن میں رہنے کی درخواست کرتا ہوں اور ہر اُس جاندار کے شر سے جو تیرے قبضہ اور گرفت میں ہے پناہ چاہتا ہوں، اے کہ تو اوّل سے ہے، تجھ سے پہلے کوئی چیز نہیں تھی۔ اور تو ہی آخر ہے، تیرے بعد کوئی چیز نہیں: تو ظاہر ہے اور کوئی چیز تجھ سے اوپر نہیں، اور تو ہی پوشیدہ ہے اور کوئی دوسری چیز تیرے سوا ایسی پوشیدہ نہیں، مجھ سے میرا قرض دور کر اور مجھے فقر (تنگدستی) سے محفوظ رکھ۔

قیامِ شب پر مداومت

جس شخص کو اللہ تعالیٰ قیام شب اور نوافل پڑھنے کی نعمت عطا فرما دے تو اس کو چاہئے کہ وہ اس کی پابندی کرے، بشرطیکہ اس پر قدرت ہو اور کوئی عذر نہ ہو، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے اللہ تعالیٰ کی عبادت (از قسم نوافل وغیرہ) کی اور پھر تھک کر اس کو ترک کر دیا تو اللہ تعالیٰ کو اس سے نفرت ہو جاتی ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اگر نیند کے غلبہ یا بیماری کے باعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی رات کو نہیں اٹھتے تھے تو دن میں بارہ رکعتیں ادا فرما لیتے تھے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ کو سب سے پیارا وہ عمل ہوتا ہے جو ہمیشہ کیا جائے خواہ وہ تھوڑا ہی کیوں نہ ہو۔ فرض نمازوں کے بعد سب سے زیادہ ثواب تہجد کی نماز کا ہے۔

تہجُّد کی دُعائیں

مستحب ہے کہ تہجد کی نماز کے لئے اٹھتے ہی کہے:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَحْیَانِیْ بَعْدَ مَا اَمَاتَنِیْ وَاِلَیْهِ النُّشُوْرُ ٥

تعریف ہے اس اللہ کے لئے جس نے مارنے کے بعد مجھے زندہ کیا اور مخلوق کا حشر اسی کی طرف ہے۔

اس کے بعد سورہ آلِ عمران کی دس آیات پڑھے اور مسواک کرے، مسواک کے بعد وضو کر کے یہ دُعا پڑھے۔

سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَسْئَلُكَ التَّوْبَةَ فَاغْفِرْلِیْ وَتُبْ عَلَیَّ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ٥ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ صَبُوْرًا شَكُوْرًا وَاجْعَلْنِیْ مِمَّنْ یَذْكُرُكَ ذِكْرًا كَثِیْرًا وَّیُسَبِّحُكَ بُكْرَةً وَّاَصِیْلًا ٥

الٰہی! تو پاک ہے اور تو ہی حمد کے لائق ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ میں تجھ سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور تیرے حضور توبہ کرتا ہوں تو مجھے بخش دے اور میری توبہ قبول فرما۔ بیشک تو ہی توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے، الٰہی تو مجھے توبہ کرنے والوں میں کر دے اور پاکوں میں شامل فرما دے۔ اور مجھے صبر کرنے والا اور شکر کرنیوالا بنا دے، اور اُن لوگوں میں شامل فرما دے جو تجھے بہت یاد کرنے والے ہیں اور صبح و شام تیری پاکی بیان کرتے ہیں:

اس کے بعد آسمان کی طرف سر اٹھا کر یہ دعا پڑھے:۔

اَشْهَدُ اَنْ لَّاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ، اَعُوْذُ بِعَفْوِكَ مِنْ عِقَابِكَ وَاَعُوْذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْكَ لَاۤ اُحْصِیْ ثَنَآءً عَلَیْكَ اَنْتَ كَمَا

میں شہادت دیتا ہوں کہ سوا اللہ کے کوئی معبود نہیں ہے، اس کا شریک نہیں اور میں شہادت دیتا ہوں کہ محمدؐ اسکے بندے اور رسول ہیں۔ میں تیرے عذاب سے تیری معافی کی پناہ مانگتا ہوں اور تیرے غضب سے تیری رضا کے ذریعے پناہ مانگتا ہوں، میں ہرگز تیری ثنا نہیں کر سکتا جیسی کہ تو نے اپنی ثنا کی ہے، میں تیرا بندہ

اَثْنَيْتَ عَلٰى نَفْسِكَ اَنَا عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ نَاصِيَتِيْ بِيَدِكَ جَارٍ فِيَّ حُكْمُكَ عَدْلٌ فِيَّ قَضَاؤُكَ هٰذِهٖ يَدَايَ بِمَا كَسَبَتْ وَهٰذِهٖ نَفْسِيْ بِمَا اجْتَرَحَتْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِيْنَ ۝ عَمِلْتُ سُوْءً وَظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَاغْفِرْ لِيْ ذَنْبِيَ الْعَظِيْمَ اِنَّكَ اَنْتَ رَبِّيْ اِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ۔

اور تیرے بندے کا بیٹا ہوں، میری پیشانی تیرے قبضہ میں ہے، مجھ پر تیرا حکم نافذ ہے، میرے متعلق تیرا فیصلہ سراسر انصاف ہے، میرے یہ ہاتھ اپنے کئے میں گرفتار ہیں اور یہ میری جان اپنے کئے ہوئے اعمال سے وابستہ ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، بیشک میں غافلوں میں سے ہوں میں نے بُرے کام کئے اور اپنی جان پر ظلم کیا، تو میرے گناہ بخشدے، تو ہی میرا رب ہے تیرے سوا کوئی گناہ بخشنے والا نہیں ہے اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔

پھر قبلہ کی طرف منہ کرکے نماز کو کھڑا ہو اور کہے اَللّٰہُ اَکْبَرُ کَبِیْرًا وَّالْحَمْدُ لِلّٰہِ کَثِیْرًا وَّسُبْحَانَ اللّٰہِ بُکْرَۃً وَّاَصِیْلًا۔ پھر دس مرتبہ سبحان اللہ، دس مرتبہ الحمدللہ، دس بار لا الٰہ الا اللہ اور دس بار اللہ اکبر کہے اس کے بعد اَللّٰہُ اَکْبَرُ ذُو الْمَلَکُوْتِ وَالْجَبَرُوْتِ وَالْکِبْرِیَاءِ وَالْعَظَمَۃِ وَالْجَلَالِ وَالْقُدْرَۃِ ۝ ایک بار پڑھے۔

تہجد میں قیام کی حالت میں دُعا

تہجد میں قیام کی حالت میں اگر چاہے تو یہ دعا پڑھے، یہ دعا بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے:۔

اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ زَيْنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ قَيُّوْمُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِيْهِنَّ اَنْتَ الْحَقُّ وَلِقَاؤُكَ حَقٌّ وَالْجَنَّةُ حَقٌّ وَالنَّارُ حَقٌّ وَالنَّبِيُّوْنَ حَقٌّ وَمُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَقٌّ۔ اَللّٰهُمَّ لَكَ اَسْلَمْتُ وَبِكَ اٰمَنْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَبِكَ خَاصَمْتُ وَاِلَيْكَ حَاكَمْتُ فَاغْفِرْ لِيْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَللّٰهُمَّ اٰتِ نَفْسِيْ تَقْوٰهَا وَزَكِّهَا اَنْتَ خَيْرُ مَنْ زَكّٰهَا۔ اَنْتَ وَلِيُّهَا وَمَوْلَاهَا اَللّٰهُمَّ اهْدِنِيْ لِاَحْسَنِ الْاَعْمَالِ فَاِنَّهٗ لَا يَهْدِيْ

الٰہی! تو ہی حمد کے لائق ہے تو آسمان و زمین کا نور ہے تو ہی حمد کے لائق ہے تو آسمان و زمین کی تازگی ہے تو ہی حمد کے لائق ہے تو زمین و آسمان کو زینت بخشتا ہے تو ہی حمد کے لائق ہے۔ تو آسمان و زمین کو اور جو کچھ اُن میں ہے اور جو کچھ اُن پر ہے سب کو باقی رکھتا ہے، تو ہی حق ہے اور تیری ہی طرف سے حق ہے جنّت حق ہے دوزخ حق ہے، تمام نبی حق ہیں اور محمد مصطفےٰ برحق ہیں، اے خدا تیرے لئے ہی میں اسلام لایا اور تجھ ہی پر ایمان لایا اور تجھ ہی پر توکل ہے۔ میرے تمام معاملات تیرے حوالے ہیں تو ہی حکم فرمانے والا ہے، میرے تمام اگلے پچھلے، پوشیدہ اور ظاہر گناہ بخشدے، تو ہی پہلے ہے اور تو ہی بعد میں ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے، اے خدا مجھے تقویٰ اور پاکی نصیب فرما، تو ہی بہترین پاک کرنے والا ہے، تو ہی میرا کارساز ہے تو ہی میرا آقا ہے۔ اے خدا مجھے نیک کاموں کی توفیق عطا کر تیرے سوا کوئی

لَا یَحْسَنِھَا اِلَّا اَنْتَ وَاصْرِفْ عَنِّیْ سَیِّئَھَا فَاِنَّہٗ لَا یَصْرِفُ سَیِّئَھَا اِلَّا اَنْتَ۔ اَسْئَلُکَ مَسْاَلَۃَ الْبَائِسِ الْمِسْکِیْنِ وَاَدْعُوْکَ دُعَاءَ الْمُفْتَقِرِ الذَّلِیْلِ فَلَا تَجْعَلْنِیْ بِدُعَائِکَ رَبِّ شَقِیًّا وَّکُنْ بِیْ رَءُوْفًا رَّحِیْمًا یَا خَیْرَ الْمَسْئُوْلِیْنَ وَاَکْرَمَ الْمُعْطِیْنَ ٥

ہدایت دینے والا نہیں ہے، مجھے گناہوں سے پھیر دے، تو ہی گناہوں سے پھیرنے والا ہے میں تجھ سے اِن باتوں کا سوالی ہوں کہ میں مسکین و محتاج ہوں اور تجھ سے عاجزی و بے لبسی کے ساتھ دعا کرتا ہوں، الہٰی! میں ذلیل فقیر کی طرح تجھے پکار رہا ہوں پروردگار اپنی پکار میں مجھے بدنصیب نہ بنا اور مجھ پر مہربان اور رحیم ہوجا اے وہ ذات جو ہر مسئول (جس سے سوال کیا جائے) سے بہتر اور ہر دینے والے سے زیادہ کریم ہے۔

تہجّد کی تکبیر

شیخ ابونصرؒ نے اپنے والد سے بالاسناد ابوسلمہؒ بن عبدالرحمٰن بیان کیا کہ ابوسلمہؓ نے کہا۔ میں نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تہجّد کی نماز کے لئے اٹھتے تھے تو تکبیر کس طرح پڑھتے تھے اور نماز کی ابتدا کسطرح فرماتے تھے؟ انھوں نے فرمایا کہ تکبیر اور ابتدائے نماز اس طرح فرماتے تھے۔

اَللّٰھُمَّ رَبَّ جِبْرَئِیْلَ وَمِیْکَائِیْلَ وَاِسْرَافِیْلَ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عَالِمَ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ اَنْتَ تَحْکُمُ بَیْنَ عِبَادِکَ فِیْمَا کَانُوْا فِیْہِ یَخْتَلِفُوْنَ اِھْدِنِیْ لِمَا اخْتَلَفُوْا فِیْہِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِکَ اِنَّکَ تَھْدِیْ مَنْ تَشَاءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ٥

یا اللہ! جبرئیل، میکائیل اور اسرافیل کو تو نے ہی پیدا کیا ہے۔ آسمانوں اور زمین کے ظاہری اور باطنی بھیدوں کا جاننے والا تو ہی ہے۔ بندے جن باتوں میں اختلاف کرتے ہیں ان میں تو ہی حکم کرنے والا ہے۔ جس چیز میں اختلاف کیا گیا ہے میں مجھے سیدھا راستہ دکھا، بلاشبہ تو جس کو چاہے سیدھے راستہ کی ہدایت کرتا ہے۔

تہجّد کی نماز کا آغاز

جب شب کو تہجّد کی نماز کے لئے کھڑے ہو تو دو رکعتیں (غیر طویل سورتوں کے ساتھ) پڑھو، اس سے قبل کچھ کھانا پینا درست نہیں ہے کیونکہ بیداری کے بعد دل صاف اور افکار سے خالی ہوتا ہے لیکن کھانے پینے کے بعد یہ کیفیت باقی نہیں رہتی اور تاریکی پیدا ہوجائے گی۔ اس لئے بہتر اور اولیٰ یہی ہے کہ کچھ نہ کھائے جب تک بھوک حد سے زیادہ نہ ہوجائے بصورت دیگر (یعنی سحری) رمضان میں دن میں بھوک پیدا ہوجانے کا اندیشہ ہو اور تاخیر کرنے سے ختم سحری (طلوعِ فجر) کا اندیشہ ہو تو ایسی صورت میں پہلے ہی کھالینا مستحب ہے۔

تین سو آیات کا وِرد

مستحب ہے کہ سونے سے قبل تین سو آیات پڑھے تاکہ بندہ عبادت گزاروں کے زمرے میں شامل ہوجائے اور اس کا نام غافلوں میں درج نہ کیا جائے، مناسب ہے کہ سورہ فرقان یا سورۃ الشعراء پڑھے اس لئے کہ اِن دونوں سورتوں میں تین تین سو آیات ہیں۔ اگر ان سورتوں کا پڑھنا ممکن نہ ہو تو سورۃ واقعہ، سورہ نون، سورۃ الحاقّہ، واقعہ (سال سائل) اور المدثر پڑھے

اور اگر یہ بھی اچھی طرح نہ پڑھ سکتا ہو تو سورۃ الطارق سے آخر قرآن تک پڑھے یہ کل تین سو آیات ہیں۔ اگر تین سو آیات کے بجائے ہزار آیات پڑھے تو بہت ہی افضل ہے، اس کے لئے عظیم اجر ہے اور عبادت گزاروں میں اس کا شمار ہوگا، ایک ہزار آیات کی مقدار سورہ تبارک الذی سے آخر قرآن تک ہے اگر یہ حصہ اچھی طرح یاد نہ ہو تو ڈھائی سو مرتبہ سورۃ اخلاص پڑھے یہ ہزار آیات کے برابر ہوگا، ہر ایک رات میں یہ سورتیں پڑھنا بہتر ہے اُن کو کسی حال میں ترک نہ کرے یعنی سورۃ الم سجدہ، سورہ یٰسین، سورۃ حم سورہ دخان، سورہ تبارک الذی اگر ان سورتوں کے ساتھ سورۂ زمر اور سورہ واقعہ بھی پڑھے تو بہت بہتر ہے۔

معمولات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم استراحت فرمانے سے قبل سورۃ السجدہ، سورہ تبارک پڑھا کرتے تھے ایک حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ سورۂ بنی اسرائیل اور سورۃ الزمر پڑھا کرتے تھے ایک اور حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسبحات پڑھا کرتے تھے (یعنی وہ سورتیں جو سبح سے شروع ہوتی ہیں) اس سورہ میں ایک آیت ایسی ہے جو ایک لاکھ آیتوں سے افضل ہے۔

شب زندہ داری کے لئے معاون چیزیں

شب بیداری کے لئے جو چیزیں معاون ہیں اُن میں سے کچھ یہ ہیں، (۱) رزق حلال، (۲) توبہ پر استقامت (۳) عذاب الٰہی کا خوف، (۴) اللہ تعالیٰ کے ثواب کے وعدوں کے حصول کا ذوق و شوق، منشیہ وزی سے پرہیز (۶) گناہوں سے گریز (۷) موت کی یاد اور معاد کی فکر (۸) دنیاوی فکر و غم سے آزادی، (۹) موت کو بکثرت یاد کرنا، (۱۰) آخرت کو فراموش کرنا، (۱۱) اہل دنیا کی محبت سے دل کا خالی ہونا۔

ایک شخص نے حسن بصریؒ سے عرض کیا کہ میں تندرست ہوں۔ توانا ہوں، اور شب بیداری کو بھی محبوب رکھتا ہوں، وضو کے لئے پانی بھی تیار رکھتا ہوں، اس کے باوجود رات بھر سوتا رہتا ہوں اس کی کیا وجہ ہے؟ انھوں نے جواب دیا تمہیں گناہوں نے جکڑ رکھا ہے!

امام ثوریؒ فرماتے ہیں کہ مجھ سے ایک گناہ سرزد ہوگیا جس کی پاداش میں پانچ ماہ تک میں رات کے قیام سے محروم رہا، کسی نے دریافت کیا: حضرت وہ گناہ کون سا تھا؟ فرمایا میں نے ایک شخص کو روتا دیکھ کر یہ خیال کیا تھا کہ یہ شخص ریاکاری سے رو رہا ہے!!

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ بندہ ایک گناہ کی پاداش میں دن کے روزے اور رات کے قیام سے محروم رہتا ہے۔ بعض علماء کا قول ہے کہ بہت سے ایسے کھانے ہیں کہ جن کی وجہ سے رات کا قیام دشوار ہوجاتا ہے اور بہت سی (حرام) نگاہیں قرآن کی قرأت سے محروم کردیتی ہیں۔ بندہ یقیناً ایسا کھانا کھالیتا ہے یا ایسا کام کرگزرتا ہے جس کی بنا پر سال بھر تک رات کے قیام سے محروم رہتا ہے، بہت جستجو کے بعد اس نقصان کی شناخت ہوتی ہے اور جستجو کی توفیق اس وقت ملتی ہے جب گناہ بہت کم سرزد ہوں۔

ابوسلیمانؒ فرماتے تھے صرف گناہ ہی کی وجہ سے نمازی کی جماعت فوت ہوجاتی ہے، فرمایا کہ بدخوابی کا ہونا بھی ایک عذاب ہے ناپاک رہنا خدا سے دور رہنے کا موجب ہے۔ قیام لیل اور شب بیداری کو مدد کھانے پینے کی کمی اور معدے کو خالی رکھنے سے بھی پہنچتی ہے۔

عون بن عبداللہؒ فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل کے کچھ لوگ عبادت کیا کرتے تھے جب ان کے سامنے کھانا آتا تو ایک شخص کھڑے ہوکر کہتا کہ زیادہ نہ کھاؤ اگر زیادہ کھاؤگے تو نیند آجائے گی اور جب نیند کا غلبہ ہوگا تو نمازیں کم پڑھوگے۔ بعض بزرگوں کا کہنا ہے کہ نیند کی زیادتی کثرت سے پانی پینے کی وجہ سے ہوتی ہے، بتایا گیا ہے کہ ستر صدیقوں کی رائے یہی ہے کہ نیند کی زیادتی پانی

بکثرت پینے سے ہوتی ہے۔ شب بیداری کی معاون چیزیں یہ بھی ہیں کہ دل کو موت، قبر اور قیامت کی ہولناکیوں کے غم و الم سے خالی نہ ہونے دیا جائے، دل کی زندگی کے لئے شب بیداری ضروری ہے، عالم ملکوت میں غور کرنے اور ان میں تھوڑی دیر قیلولہ کرنے سے شب بیداری میں مدد ملتی ہے۔ بدن کو زیادہ محنت کرکے نہ تھکائے تاکہ شب بیداری میں رخنہ نہ پڑے۔

شب بیداری کے طریقے

قیام شب کی ایک صورت تو یہ ہے کہ اول شب میں قیام کرے اور جب نیند کا زیادہ غلبہ ہو تو سو جائے پھر بیدار ہوکر نماز کو کھڑا ہو جائے، پھر نیند سے مغلوب ہوکر سو جائے پھر آخر شب میں اٹھ کر نماز کو کھڑا ہو جائے، اس صورت سے رات میں دو مرتبہ نیند ہو جائے گی اور دو مرتبہ قیام بھی ہو جائے گا۔ اس طرح رات بھر کی عبادت ہو جائے گی مگر یہ ایک کٹھن اور مشکل کام ہے یہ ان ہی لوگوں کا عمل ہے جو اہل حضور ہیں اور صاحب ذکر و فکر ہیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شب بیداری میں یہی شان تھی۔

جو عابد قوی اور توانا ہو وہی رات میں کئی مرتبہ قیام اور کئی مرتبہ نیند کر سکتا ہے لیکن قیام و خواب کا برابر رکھنا بڑا کمال ہے جو صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل تھا، کسی دوسرے کے لئے ایسا عمل ممکن نہیں اس لئے کہ حضور پُر نور کا مبارک قلب ہمیشہ بیدار رہتا تھا اور وحی الٰہی سے آپ کو بیدار کیا جاتا تھا اور سونے سے ممانعت کی جاتی تھی آپ کو کروٹ دحرکت دی جاتی تھی۔ بجز آپ کی ذات پاک کے کسی مخلوق کو یہ وصف حاصل نہیں تھا یہ خصوصیت صرف آپ ہی کی تھی۔

آخر شب میں سونا

قائم اللیل کے لئے آخر شب میں سو جانا دو وجوہ کے باعث مستحب ہے ایک تو یہ کہ صبح کے وقت اونگھ نہ آئے، صبح کا سونا مکروہ ہے اسی لئے اسلاف فجر کی نماز سے قبل سونے سے منع فرماتے تھے اسی لئے سونے والے کو نماز فجر کے بعد سونے کی اجازت دے دی گئی ہے لیکن نماز فجر سے قبل سونا ممنوع ہے، حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز کے بعد کچھ دیر کے لئے سو جاتے تھے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ آخری شب میں سونے سے چہرے کی وہ زردی دور ہو جاتی ہے جو بیداری کے باعث پیدا ہو جاتی ہے، اگر نہ سویا جائے تو زردی باقی رہتی ہے اور اس سے بچنا ضروری ہے۔ یہ ایک بہت باریک بات ہے اس میں نفس کی ایک خواہش پنہاں ہے اور ایک شرک خفی پوشیدہ ہے کیونکہ چہرے کی زردی دیکھ کر اس شخص کی طرف لوگوں کی انگلیاں اٹھتی ہیں اس کی نیکی، اس کا زہد اور اس کی شب بیداری، روزہ داری اور خوف کا لوگوں کو یقین ہوگا (لوگ یقین کرلیں گے کہ یہ زاہد شب زندہ دار ہے)۔ ہم اس شرک خفی، اور اس ریا سے اور اس علامت سے جس میں ریا ہو اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔ رات میں پانی کم پینا چاہیئے، پانی پینے سے نیند آتی ہے اور چہرے پر زردی بھی آجاتی ہے خاص طور سے آخری شب میں اگر ایسا کیا جائے، نیند سے فوراً جاگتے ہی پانی پینا ہی نہیں چاہیئے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخر شب میں وتر پڑھنے کے بعد دائیں کروٹ سے استراحت فرماتے تھے یہاں تک کہ (صبح ہو جاتی اور) بلال رضی اللہ عنہ آتے نماز (فجر) کی اطلاع دیتے تو آپ نماز کے لئے تشریف لے جاتے تھے۔

وتر کی نماز سے پہلے آرام کرنا

وتر کے بعد صبح کی نماز سے پہلے کچھ دیر کے لئے آرام کرنا (سونا) ہمارے اسلاف کرام کے نزدیک مستحب تھا بلکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور آپ کے متبعین تو اس کو سنت سمجھتے تھے۔ اسلاف کرام اس کو اس وجہ سے پسند کرتے تھے کہ اس سے اصحاب مشاہدہ اور اہل حضور کے احوال میں ترقی ہوتی ہے (قربت الٰہی کا حصول ہوتا ہے)۔

ان کو عالم ملکوت کا کشف ہوتا ہے، عالم جبروت (دنیا) کے طرح طرح کے علوم ان پر منکشف ہو جاتے ہیں اور عجیب عجیب حکمتوں سے ان کے دل آگاہ ہوتے ہیں اور اہل ریاضت اور ارباب مجاہدہ کو اس سے سکون حاصل ہوتا ہے، اس لئے فجر کی نماز کے بعد طلوع آفتاب تک اور عصر کی نماز کے بعد غروب آفتاب تک نماز پڑھنے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے تاکہ شبانہ روز کے اوراد و وظائف ادا کرنے والے ان ساعات میں کچھ دیر آرام کرلیں۔

اسی طرح رات کی نماز کے درمیان یعنی ہر دو رکعتوں کے بعد تھوڑی دیر کے لئے بیٹھنا اور ان رکعتوں میں فصل پیدا کرنا مستحب ہے اس جلوس میں سو بار سبحان اللہ پڑھے تاکہ نماز کے لئے قوت حاصل ہو اور اعضائے بدن کو کچھ آرام مل جائے طبیعت کا کسل دور ہو جائے اور تہجد کی نماز کے لئے ذوق و شوق میں کمی نہ آنے پائے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے تحت ہے وَمِنَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاِدْبَارَ النُّجُومِ یعنی جب کہ رات باقی ہو تو ستاروں کے غائب ہو جانے تک اللہ کی تسبیح بیان کرو۔ دوسری آیت میں اَدْبَارَ السُّجُودِ فرمایا ہے یعنی نماز کے پیچھے تسبیح اور پاکی بیان کرو۔

قیام شب کی قضا اگر نیند یا کسی اور وجہ سے رات کا قیام ترک ہو جائے (نماز ادا نہ کی ہو) تو طلوع آفتاب سے زوال آفتاب (ضحو کبریٰ) کے درمیان اس کی قضا کرنا ایسا ہی ہے جیسے کہ رات کے وقت اس کو وقت پر پڑھا گیا ہے شیخ ابو نصرؒ نے اپنے والد سے، انھوں نے اپنی اسناد کے ساتھ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ زوال آفتاب کے بعد ظہر کے فرض سے پہلے چار رکعت نماز کا شمار سحر کی رکعتوں میں ہوتا ہے، حضرت عمرؓ سے ایک حدیث دوسرے الفاظ میں اس طرح مروی ہے کہ "حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنے رات کا وظیفہ ادا کئے بغیر سو رہا یا ادا کرنا بھول گیا پھر نماز فجر سے نماز ظہر تک اس کو پڑھ لیا تو گویا اس نے رات ہی میں پڑھ لی۔

بعض اسلاف کرام کا قول ہے کہ آنحضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا یہ ہے کہ اگر رات کے اوراد و وظائف فوت ہو جائیں تو زوال آفتاب سے قبل ان کو پڑھ لے تو وہی اجر و ثواب ملتا ہے جو رات کو پڑھنے سے ملتا، اگر زوال سے قبل نہ پڑھ سکا تو ظہر و عصر کے درمیان ان کو پڑھ لے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ يَّذَّكَّرَ اَوْ اَرَادَ شُكُوْرًا ۝ (اسی خدا نے رات اور دن کو ایک دوسرے کا قائم مقام کر دیا ہے اس کے لئے جو ذکر اور شکر کا ارادہ کرے)، مطلب یہ ہے کہ اجر و ثواب میں دن رات برابر ہیں ہر ایک فضیلت میں ایک دوسرے کا قائم مقام ہے۔

رات کے اوراد کے پانچ اوقات اس تمام بیان اور تصریحات کا حاصل یہ ہے کہ وظائف شب پانچ ہیں۔ (۱) مغرب و عشا کے درمیان (۲) عشاء سے سونے کے وقت تک (۳) آدھی رات میں (۴) آخری شب میں (۵) سحر کے آخری حصہ میں طلوع فجر سے پہلے یہ پانچواں صرف قرأت قرآن، استغفار، مراقبہ اور عبرت کے حصول کے لئے ہے نماز کے لئے نہیں ہے اس لئے کہ یہ اندیشہ ہے کہیں نماز کے اندر فجر ہو جائے اور اس وقت نماز کی ممانعت ہے اسی لئے نماز شب دو دو رکعت کر کے پڑھے کہ اگر فجر کے طلوع کا اندیشہ ہو تو ایک رکعت پڑھ لی جائے اس رکعت کے ملنے سے پچھلی نماز وتر ہو جائے گی۔ ہاں اگر سونے کی وجہ سے نماز وتر، وظیفہ اور نماز تہجد سب کے سب فوت ہو گئے تو وتر کو صبح صادق میں پڑھ لے (اس کی تفصیل وتر کے بیان میں گزر چکی ہے)۔

دن کی عبادت کے پانچ اوقات

دن کی عبادت اور اوراد و وظائف کے بھی پانچ اوقات ہیں۔ (۱) طلوع فجر سے طلوع آفتاب تک، (۲) چاشت کی نماز زوال آفتاب تک، (۳) بعد زوال آفتاب چار رکعت نماز مگر ایک سلام کے ساتھ (اس کے لئے ثواب یہ ہے کہ آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں)۔ (۴) عصر و ظہر کے درمیان۔ (۵) عصر کے بعد مغرب تک۔

صبح صادق کی عبادت

دن کا پہلا وظیفہ

فجر کی نماز کے بعد سے سورج نکلنے کے وقت تک ذکر الٰہی کے لئے بیٹھنا مستحب ہے اس وقت میں تلاوت کرے یا ذکر الٰہی میں مصروف ہے، مراقبہ قلبی میں متوجہ ہو، کسی کو دینی تعلیم دے یا کسی عالم کی صحبت میں بیٹھے! اسی طرح کی مشغولیت نماز عصر کے بعد غروب آفتاب تک رکھنا چاہیے، اس لئے کہ ان دو اوقات میں نفل پڑھنے کی ممانعت ہے۔

شیخ ابو نصرؒ نے اپنے والد کی سند کے ساتھ ابو امامہ سے روایت کی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نماز فجر کے بعد طلوع آفتاب تک اگر میں لوگوں کے ساتھ بیٹھا تکبیر و تہلیل میں مصروف رہوں تو مجھے یہ عمل دو غلام آزاد کرانے سے زیادہ محبوب ہے اور نماز عصر کے بعد غروب آفتاب تک اگر میں ذکر و تہلیل کرتا رہوں تو اولاد اسماعیلؑ سے چار غلام آزاد کرنے سے زیادہ پسند ہے۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اپنے رزق کی طلب سے غفلت نہ برتو اور غافل رہو لوگوں نے حضرت انسؓ سے اس کی تشریح چاہی تو فرمایا کہ جب نماز فجر سے فارغ ہو جاؤ تو ۳۳ بار الحمد للہ اور سبحان اللہ لا الٰہ إلا اللہ واللہ اکبر پڑھا کرو، ایک دوسری حدیث میں اس طرح ہے کہ ۳۳ بار سبحان اللہ ۳۳ بار الحمد للہ اور ۳۳ بار اللہ اکبر اور آخر میں یہ کلمات کہے۔

لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ حَيٌّ لَا يَمُوْتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ؀	اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، اس کا کوئی شریک نہیں۔ ملک اسی کے لئے مخصوص ہے اسی کے لئے حمد ہے وہی زندہ کرتا ہے وہی مارتا ہے، وہ زندہ ہے اسے کبھی موت نہیں، سب نیکی اسی کے ہاتھ میں ہے وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

اسی طرح عصر کے بعد اور سوتے وقت پڑھنا چاہیئے۔

شیخ ابو نصرؒ نے اپنے والد سے بالاسناد عروہ بن زبیرؓ کا قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا میں نے خود سنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے کہ راہ خدا میں جہاد کے لئے صبح و شام کو نکلنا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے، ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ جس شخص میں جہاد کی قدرت اور استطاعت نہ ہو (وہ کیا کرے)؟ فرمایا مغرب کی نماز پڑھنے کے بعد وہیں بیٹھا اللہ کی یاد عشاء کی نماز تک کرتا رہے۔ (عشاء کی نماز اسی طرح پڑھ لے) اس کی یہ عبادت (مغرب سے عشاء تک) جہاد کے لئے شام کو نکلنے کی طرح ہے اور جو شخص فجر کی نماز پڑھ کر طلوع آفتاب تک بیٹھا خدا کا ذکر کرتا رہے تو اس کا یہ عمل جہاد کیلئے صبح کو نکلنے کی طرح ہوگا۔

شیخ ابو نصرؒ نے اپنے والد کی سند سے ابو امامہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا جو شخص فجر کی نماز کے بعد

دس مرتبہ یہ دعا، پڑھتا ہے تو اس تعالیٰ اس کے لئے دس نیکیاں لکھ دیتا ہے۔

لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ
الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِىْ وَيُمِيْتُ بِيَدِهِ
الْخَيْرُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

اس بندے کے دس درجے بلند کر دیتا ہے اور دس غلاموں کو آزاد کرانے کے برابر ثواب اس کو ملتا ہے اور شرک کے علاوہ اس روز کا کیا ہوا کوئی گناہ اس کو نقصان نہیں پہنچائے گا۔ جو بندہ اچھی طرح وضو کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق منہ دھوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے وہ تمام گناہ محو فرما دیتا ہے جن کو اس نے آنکھوں سے کیا یا زبان سے کیا: جو بندہ حکم خداوندی کے مطابق ہاتھوں کو دھوتا ہے تو اللہ اس کے ہاتھوں سے کئے ہوئے تمام گناہ معاف فرما دیتا ہے۔ پھر جب وہ اپنے کانوں اور سر پر مسح کرتا ہے تو اس کے وہ تمام گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں جو اس نے کانوں سے سُنے تھے۔ پھر جب وہ امر الٰہی کے مطابق دونوں پاؤں دھوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے وہ تمام گناہ معاف فرما دیتا ہے جن کی طرف وہ پاؤں سے چلا تھا، آخر کار وہ نماز کو کھڑا ہو جاتا ہے تو نماز اس کے لئے محض فضیلت کا باعث بن جاتی ہے (تمام ثواب وضو کے عوض اس کو مل جاتا ہے)۔

جو شخص وضو کی حالت میں یا اللہ کے ذکر کے دوران سو جاتا ہے تو بیداری پر وہ جو کچھ دعا کرتا ہے قبول ہو جاتی ہے، جو بندہ اللہ کی راہ میں ایک تیر پھینکتا ہے خواہ وہ نشانہ پر لگے یا نہ لگے، اس کا ثواب ایک غلام آزاد کرنے کے برابر اس کو ضرور دیا جاتا ہے اور جس بندے کے اللہ کی راہ میں بال سفید ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو نور عطا فرمائے گا اور جو غلام آزاد کرے گا تو اس کے ہر عضو کو دوزخ سے بچانے کے لئے اس کا فدیہ بن جائے گا۔

امام حسنؓ کا ارشاد شیخ ابونصرؒ نے اپنے والد سے بالاسناد حضرت امام حسنؓ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ میں نے خود سُنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے جو شخص فجر کی نماز مسجد میں پڑھ کر وہیں بیٹھا طلوع آفتاب تک اللہ کا ذکر کرتا رہے اور طلوع آفتاب کے بعد اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرکے دو رکعت نماز پڑھ لے تو ہر رکعت کے عوض اللہ تعالیٰ جنت کے اندر دس لاکھ قصر مرحمت فرمائے گا اور ہر قصر کے اندر دس لاکھ حوریں ہوں گی اور ہر حور کے دس لاکھ خادم ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کے حضور میں وہ اَوّابینؑ میں سے ہوگا۔

حضرت نافعؓ نے بروایت ابن عمرؓ بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز فجر ادا فرما کر اپنی جگہ سے نہیں اٹھتے تھے یہاں تک کہ اشراق کی نماز کا وقت ہو جاتا (سورج نکل آتا) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ جو شخص صبح کی نماز پڑھ کر اسی جگہ اس وقت تک بیٹھا رہے کہ اس کے لئے اشراق کا وقت ہو جائے تو اس کی فجر کی نماز ایسی ہو جائے گی جیسے کسی کا مقبول حج اور عمرہ!! یہی وجہ تھی کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نماز پڑھ کر طلوع آفتاب تک وہیں بیٹھے رہتے تھے۔ جب ان سے اس قیام کی وجہ دریافت کی گئی تو انھوں نے فرمایا میں سنت کی پیروی کرنا چاہتا ہوں۔

شیخ ابونصرؒ نے بالاسناد حضرت ابن عباسؓ کا قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص جماعت کے

لہ صلوٰۃ الاوابین اسس لئے کہا جاتا ہے کہ "یہ خدا کی طرف رجوع ہونے والوں کی نماز ہے۔

ساتھ فجر کی نماز پڑھ کر سورج نکلنے تک وہیں بیٹھا رہے پھر طلوع آفتاب کے بعد چار رکعتیں مسلسل پڑھے اور پہلی رکعت میں سورۃ فاتحہ اور تین بار آیۃ الکرسی، سات بار سورۂ اخلاص، دوسری رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد والشمس وضحٰہا ایک بار، تیسری رکعت میں سورہ فاتحہ اور والسماء والطارق ایک بار اور چوتھی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد ایک بار آیۃ الکرسی اور تین بار سورۂ اخلاص پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کے پاس ستر فرشتے بھیجے گا یعنی ہر آسمان سے دس فرشتے، ہر فرشتے کے پاس بہشتی خوان اور بہشتی رومال ہونگے یہ فرشتے ان خوانوں میں اس نماز کو رکھ کر رومال سے ڈھانپ کر اوپر لے جائیں گے یہ فرشتے فرشتوں کی جس جماعت کے قریب سے گزریں گے تو وہ فرشتے اس نمازی کے لئے مغفرت طلب کرینگے، جب اللہ تعالیٰ کے حضور میں یہ خوان رکھے جائیں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے میرے بندے! تونے میرے لئے نماز پڑھی اور میری عبادت کی اب تو از سر تو عمل کر تیرے پچھلے گناہ میں نے معاف فرمائے

نماز اشراق

یہی نماز اس روایت کی تشریح ہے جس میں رسول اللہ نے اللہ تعالیٰ کا یہ قول نقل فرمایا تھا: "اے بنی آدم میرے لئے شروع دن میں چار رکعت پڑھ جو آخر دن تک تیرے لئے کافی ہیں"

بعض علمائے کرام نے اس ارشاد کو نماز فجر کی سنت و فرض (کی چار رکعتوں) پر محمول کیا ہے، لیکن اس سے نماز اشراق ہی مراد ہے جس کے بارے میں لکھا جاچکا!

صلوٰۃ الاوابین

چاشت کی نماز کا نام صلوٰۃ الاوّابین بھی ہے اس کو ہمیشہ پڑھنا چاہیئے یا نہیں اس سلسلہ میں ہمارے علماء (علمائے حنبلی) کے دو قول ہیں ایک مثبت اور ایک منفی! اور اس کی اصل وہ حدیث ہے جس کو ابو نصر نے اپنے والد کی اسناد سے بروایت حضرت ابوہریرہؓ بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا چاشت کی نماز اوّابین کی نماز ہے (خدا کی طرف رجوع کرنے والوں کی) انہی اسناد کے ساتھ دوسری حدیث میں آیا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" چاشت کی نماز اکثر داؤد کی نماز ہوتی تھی یعنی حضرت داؤد اکثر چاشت کے وقت نماز پڑھا کرتے تھے۔

جنت کے ایک دروازے کا نام ضحیٰ ہے!

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ کا نام ضحیٰ ہے، جب قیامت کا دن ہوگا تو ایک منادی پکارے گا کہ وہ لوگ کہاں ہیں جو چاشت کی نماز پڑھا کرتے تھے! تاکہ وہ اللہ کی رحمت کے ساتھ اس دروازے سے جنت میں داخل ہوں: امیر المومنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اور امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہٗ کی خلافت کے زمانے میں لوگ نماز فجر کے بعد چاشت کی نماز کے انتظار میں بیٹھے رہا کرتے تھے اور پھر نماز (چاشت) پڑھ کر مسجد سے نکلا کرتے تھے۔ ضحاک بن قیس حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتے تھے ایک زمانہ ہم پر بھی ایسا گزرا ہے کہ آیت یُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْإِشْرَاقِ ۝ کا مطلب سمجھ میں نہیں آتا تھا یہاں تک کہ ہم نے لوگوں کو چاشت کی نماز پڑھتے دیکھ لیا۔ اس وقت سمجھ میں آیا کہ اشراق کی نماز یہی ہے۔

ابن ابی ملیکہؒ کی روایت ہے کہ حضرت عباسؓ سے چاشت کی نماز کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انھوں نے فرمایا اس کا ذکر تو کتاب اللہ میں موجود ہے، یہ فرما کر آپ نے یہ آیت پڑھی فِي بُيُوتٍ أَذِنَ اللَّهُ أَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ يُسَبِّحُ فِيهَا بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ ۝ (اللہ نے حکم دیا ہے کہ گھروں میں اللہ کو یاد کیا جائے اور اس کا نام بلند ہو، ان میں صبح و شام

اللہ کی تسبیح پڑھی جاتی ہے)۔

معلوم ہوا کہ اس آیت میں حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک تسبیح غدو سے مراد چاشت کی نماز ہے۔ حضرت ابن عباسؓ چاشت کی صرف دو رکعتیں پڑھتے تھے لیکن اس کی مداومت نہیں کرتے تھے بلکہ کبھی کبھی پڑھ لیا کرتے تھے۔ حضرت عکرمہؒ سے دریافت کیا گیا کہ حضرت ابن عباسؓ صلوٰۃ ضحیٰ (چاشت کی نماز) کیا روزانہ پڑھتے تھے تو انھوں نے کہا کہ وہ ایک دن پڑھتے تھے اور ایک دن چھوڑ دیتے تھے۔ حضرت نخعیؒ نے کہا کہ صحابہ کرامؓ نماز چاشت کی پابندی کو مکروہ جانتے تھے یعنی پڑھتے بھی تھے اور چھوڑ بھی دیتے تھے تاکہ وہ فرض نماز کی طرح نہ ہو جائے۔

نماز چاشت کی رکعتیں

نماز چاشت کم سے کم دو رکعتیں ہیں اور زیادہ سے زیادہ بارہ اوسطاً آٹھ ہیں، دو رکعتوں کے سلسلہ میں شیخ ابو نصرؒ نے اپنے والد کی اسناد سے حضرت بریدہؓ کا قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ انسان میں تین سو ساٹھ جوڑ (جسم کے اندر) ہیں اور ہر جوڑ کا روزانہ صدقہ دینا واجب ہے، یہ سن کر صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ کس کی طاقت ہے کہ اس قدر صدقہ دے سکے! حضورؐ نے فرمایا اگر کوئی شخص ناک کی ریزش مسجد میں دیکھے تو اس پر مٹی ڈال دے یا کسی تکلیف دہ چیز کو راستے سے ہٹا دے اگر ایسا ممکن نہ ہو تو چاشت کی دو رکعتیں پڑھ لینا اسکے لئے کافی ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ مجھے میرے محبوب سیدنا ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین باتوں کی وصیت فرمائی ہے اوّل یہ کہ سونے سے پہلے وتر پڑھ لیا کروں، دوم یہ کہ ہر مہینے کے تین دن روزے رکھا کروں اور سوم یہ کہ چاشت کی دو رکعتیں پڑھ لیا کروں۔ نماز چاشت کی چار رکعتیں بھی روایت میں آئی ہیں ایک روایت تو عکرمہؓ نے حضرت ابن عباسؓ سے مرفوعاً بیان کی ہے۔ دوسری حدیث حضرت معاذہؒ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاشت کی نماز کی چار رکعتیں پڑھیں اور پھر چھ پڑھیں۔

حمید الطویلؒ حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضورؐ چاشت کی چھ رکعتیں بھی پڑھتے تھے اور آٹھ بھی۔ عکرمہ بن خالد ام ہانی بنتِ ابی طالب سے روایت کرتے ہیں کہ حضورؐ فتح مکہ کے دن جب تشریف فرمائے مکہ ہوئے تو آپ نے اعلائے مکہ میں نزول فرما کر چاشت کی آٹھ رکعتیں پڑھیں، میں نے دریافت کیا یا رسول اللہ یہ کونسی نماز ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ چاشت کی نماز ہے۔ حضرت امام احمد حنبلؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے اور علماء کے نزدیک چاشت کی آٹھ رکعات ہی مختار ہیں۔ ابو سعید خدریؓ نے رسول اللہ سے اسی طرح نقل کیا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی چاشت کی آٹھ رکعتیں پڑھی ہیں۔ قاسم بن محمدؒ کی روایت ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا چاشت کی آٹھ رکعتیں پڑھا کرتی تھیں اور طویل پڑھتی تھیں جب آپ نماز چاشت پڑھتیں تو دروازہ بند رکھتی تھیں۔ اگر کوئی دس رکعتیں پڑھنا چاہے تو دس پڑھے۔ بارہ رکعت کی بھی روایت آئی ہے اور یہی افضل بھی ہے۔ شیخ

ابونصرؒ نے اپنے والد سے بالاسناد حضرت انسؓ بن مالک سے روایت کی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے سُنا کہ جو شخص چاشت کی بارہ رکعتیں پڑھے گا اللہ اس کے لئے جنت میں سونے کا محل بنائے گا، شیخ ابونصر نے اپنے والد کی اسناد ہی سے ایک اور روایت حضرت ام المومنین اُم حبیبہ سے کی ہے کہ انھوں نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص بارہ رکعتیں دن کی پڑھے گا اللہ تعالیٰ جنت میں اس کو محل عطا فرمائے گا

حضرت ابوذرؓ کا معمول شیخ ابونصرؒ ہی نے اپنے والد سے بالاسناد بروایت حضرت ابوذرؓ بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا" ابوذرؓ دن کے بارہ گھنٹے ہیں تم ہر گھنٹہ کے ایک رکوع اور دو سجدے ادا کرو یہ تمھارے دن بھر کے گناہوں کی تلافی کر دینگے، اے ابوذرؓ! جس نے دو رکعات پڑھیں اس کا شمار غافلوں میں نہ ہوگا، جس نے چار پڑھیں اس کا نام ذاکروں میں لکھا جائے گا. جس نے چھ رکعات پڑھیں اس کو شرک کے سوا کوئی گناہ نقصان نہیں پہنچائے گا. اور جس نے بارہ رکعتیں پڑھیں ان کے لئے جنت میں محل تیار کیا جائے گا. میں نے عرض کیا یا رسول اللہ (یہ بارہ رکعتیں) ایک سلام سے یا جدا جدا؟ آپ نے ارشاد فرمایا اگر ایک سلام سے کبھی پڑھیں تب بھی کوئی حرج نہیں ہے۔

چاشت کی نماز کا وقت

چاشت کی نماز کے دو اوقات ہیں۔ چاشت کی نماز کے اوقات دو ہیں ایک جائز دوسرا مستحب: جائز وقت طلوع آفتاب سے نماز ظہر تک ہے اور مستحب وقت دن کے گرم ہونے سے زوال تک ہے. مستحب ہونے کی دلیل یہ ہے کہ حضرت زید بن ارقمؓ نے مسجد قبا میں ایک جماعت کو چاشت پڑھتے دیکھا تو فرمایا کاش ان لوگوں کو معلوم ہوتا کہ یہ کچھ اور دیر کرکے نماز پڑھتے تو افضل تھا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ چاشت کا وقت اس وقت ہے جب اونٹ کے بچے کے پاؤں گرم ہونے لگیں. بعد زوال چاشت پڑھنا بھی جائز ہے. حضرت عوفؓ بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا کہ اوسط آسمان سے آفتاب کے ڈھل جانے پر چاشت (ساعت بسجہ) کا وقت ہے یہ نماز عاجزی کرنے والوں کی ہے اس کو سخت گرمی میں پڑھنا افضل ہے. اگر ظہر کی نماز تک چاشت کی نماز نہیں پڑھی ہے تو بعد نماز ظہر قضا کرنا مستحب ہے.

نماز چاشت کی قرأت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ نماز چاشت میں سورۂ وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا اور وَالضُّحٰی پڑھے عمرا بن شعیبؒ نے اپنے والد سے بالاسناد روایت کی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے چاشت کی بارہ رکعات پڑھیں اور ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد ایک بار آیۃ الکرسی، تین بار سورۂ اخلاص پڑھی تو ہر آسمان سے ستر ہزار فرشتے اترتے ہیں جن کے ہاتھ میں سفید کاغذ اور نور کے قلم ہوتے ہیں جو اس نماز کا ثواب تا قیام قیامت لکھتے رہیں گے قیامت کے دن فرشتے اس کی قبر پر آئیں گے ہر فرشتے کے پاس بہشتی لباس کا جوڑا اور تحفہ ہوگا: فرشتے کہیں گے، اے صاحب قبر! اللہ کے حکم سے اُٹھو کیونکہ تم ان میں سے ایک ہو جن کو اللہ نے عذاب سے امن عطا فرما دی ہے۔

نمازِ چاشت کے سلسلہ میں روایات ممنوعہ

بعض صحابہ کرامؓ نے نمازِ چاشت سے انکار کیا ہے، چنانچہ ابن المبارکؒ اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا میں جب سے اسلام لایا ہوں میں نے چاشت کی نماز نہیں پڑھی۔ صرف خانۂ کعبہ کے طواف کے دن پڑھی تھی، بلاشبہ یہ بدعت ہے لیکن بدعت حسنہ ہے، لوگوں کی ایجاد کردہ بدعتوں میں یہ سب سے اچھی بدعت ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ چاشت کی نماز کے بارے میں فرماتے تھے، اللہ کے بندے! لوگوں پر ایسا بوجھ نہ ڈالو جو اللہ نے ان پر نہیں ڈالا ہو اگر تم کو ایسا کرنا ہی ہے (نمازِ چاشت پڑھنا ہے) تو اپنے گھروں میں پڑھا کرو۔

اِن اقوال بالا سے (جن میں انکار کیا گیا ہے) نمازِ چاشت کے اُن فضائل کی تردید نہیں ہوتی جو اوپر بیان کئے جا چکے ہیں ان بزرگوں کا مقصد یہ تھا کہ چاشت کی نماز فرض نماز کی طرح نہ ہو جائے۔ اور لوگوں میں اس کے وجوب کا عقیدہ پیدا ہو جائے علاوہ ازیں تمام لوگ عبادت اور طاعت کے لئے چستی اور آمادگی میں برابر نہیں ہیں اس لئے اِن بزرگوں نے انکار کر کے عام لوگوں کا بوجھ ہلکا کر دیا اور طاعت کو آسان کر دینا چاہا۔ حضرت عتبان بن مالکؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (کاشانۂ نبوت کے اندر) نمازِ چاشت پڑھی اور صحابہ کرامؓ نے آپ کے پیچھے کھڑے ہو کر پڑھی (اس حجرۂ مقدس میں) پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جب چاشت کی نماز پڑھنا چاہتی تھیں تو وہ دروازہ بند کر لیتی تھیں، حضرت ابن عباسؓ نمازِ چاشت کو ایک دن پڑھتے اور دوسرے دن ترک کر دیتے (یہ اسی بنا پر تھا)۔

دن کا تیسرا وظیفہ

ظہر سے پہلے اور ظہر کے بعد کا وقت

تیسرے وظیفہ کا وقت ظہر سے پہلے اور ظہر کے بعد ہے۔ شیخ ابو نصرؒ نے اپنے والد سے بالاسناد حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی ہے کہ وہ فرماتی ہیں کہ جس نے ظہر کی نماز سے پہلے چار رکعتیں اور بعد نمازِ ظہر چار رکعتیں پڑھیں اللہ تعالیٰ اس کے گوشت پر آتشِ دوزخ کو قابو نہیں پانے دیتا۔ بعض بزرگوں کا قول ہے کہ زوال کے بعد ظہر کی نماز تک آسمان اور جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اسی بناء پر کہا گیا ہے کہ اس وقت دعائیں مقبول ہوتی ہیں اور یہی وجہ ہے کہ عبادت، دعا اور ذکرِ الٰہی اس وقت کرنا مستحب ہے۔

حضرت ابو ایوب انصاریؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نمازِ ظہر سے قبل چار رکعتیں ہمیشہ پڑھا کرتے تھے جب حضورؐ والا سے اس کی وجہ دریافت کی گئی تو ارشاد فرمایا کہ سورج ڈھلنے پر جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور ظہر کی نماز ہونے تک بند نہیں کئے جاتے اس لئے مجھے یہ نماز (چار رکعات) نمازِ ظہر سے قبل پڑھنا مجھے پسند ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کس نماز کی پابندی بہت زیادہ مرغوب تھی؟ انھوں نے فرمایا، نمازِ ظہر سے قبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چار رکعتیں پڑھتے تھے ان رکعتوں میں آپ طویل قیام اور رکوع و سجود خوب اچھی طرح کرتے تھے (اچھی طرح سے مراد طویل وقت ہے)۔

چوتھا وظیفہ

چوتھا وظیفہ ظہر اور عصر کے درمیان کی نماز ہے

دن کا چوتھا وظیفہ ظہر اور عصر کے درمیان کی نماز سے مراد ہے۔ شیخ ابو نصرؒ نے اپنے والد سے بالاسناد حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے ظہر اور عصر کے درمیانی وقت میں ذکر الٰہی کیا (زندہ رکھا) اللہ اس کے دل کو اس روز زندہ رکھے گا جس دن تمام دل مرجائیں گے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ ظہر و عصر کے درمیانی وقت کو ذکر و عبادت سے زندہ رکھتے تھے۔

حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ حضور والا مغرب عشا کے درمیان اور ظہر و عصر کے درمیانی زمانے کی عبادتوں کو رات کی عبادتوں کے مثل بتایا کرتے تھے اور حضورؐ کی اکثر عبادت گزاری کا طریقہ یہ تھا کہ تنہائی میں ظہر و عصر کے درمیان ذکر میں مصروف رہتے تھے۔ تمام مخلوق سے الگ ہو کر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جاتے تھے یہ وقت اللذت خلوت کا ہے، اس وقت کی نماز غفلت کو دور کرنے والی ہے۔ ذکر و نماز کے لئے ظہر و عصر کے درمیان مسجد میں بیٹھے رہنا مستحب ہے تاکہ اعتکاف بھی ہو جائے اور انتظار بھی (نماز عصر کا انتظار) بزرگانِ سلف کا بھی یہی معمول تھا، لیکن اگر کوئی شخص زوال سے پہلے نہ سویا ہو تو اس وقت میں سو جائے تاکہ آنے والی رات میں نماز پڑھنے کی سکت آجائے اس لئے کہ دوپہر سے پہلے کا سونا تو گزشتہ شب بیداری کی وجہ سے ہوتا ہے اور زوال کے بعد سونا آنے والی رات کے لئے ہے۔

کتنے گھنٹے سونا مستحب ہے

آٹھ گھنٹے سے زیادہ سونا مستحب نہیں ہے، اگر اس مدت سے کم سویا جائے گا تو نظام جسمانی میں خرابی پیدا ہو جائے گی، نیند سے بدن کو راحت اور قوت دونوں چیزیں حاصل ہوتی ہیں۔ ابو نصرؒ نے اپنے والد سے بالاسناد حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے یہ بارہ رکعتیں روزانہ ادا کیں اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں محل تیار کر کے دے گا، یعنی دو فجر کے فرض سے پہلے، ظہر سے پہلے چار رکعت، ظہر کے بعد دو رکعت، عصر سے پہلے دو رکعت اور مغرب کے بعد دو رکعت (کل بارہ رکعتیں ہوئیں) حضرت سعیدؓ بن مسیب رضی نے حضرت عائشہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو نمازی عصر سے پہلے چار چار رکعت پڑھتے رہیں گے ان کے لئے اللہ تعالیٰ اپنی بخشش کو لازم کر دے گا۔

اورادِ مذکورہ اور ایک جامع حدیث!

ابو نصرؒ نے اپنے والد سے بالاسناد حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے مغرب کی نماز کے بعد کسی سے بات کئے بغیر چار رکعت نماز ادا کی اس کا درجہ علیین میں بلند کیا جائے گا اور اس کو ایسا ثواب ملے گا جیسے اس نے شب قدر میں مسجد اقصیٰ کے اندر ذکر الٰہی کیا اور یہ آدھی رات کے قیام و عبادت سے بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، كَانُوا قَلِيلًا مِّنَ اللَّيْلِ مَا يَهْجَعُونَ (یہ لوگ رات میں بہت کم سویا کرتے تھے) اور فرمایا تَتَجَافَىٰ جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ (وہ اپنے پہلوؤں کو بستروں سے دور رکھتے ہیں) نیز ارشاد فرمایا، وَدَخَلَ الْمَدِينَةَ عَلَىٰ حِينِ غَفْلَةٍ مِّنْ أَهْلِهَا (وہ شہر میں اس وقت داخل ہوئے جب کہ شہر والے غافل تھے)[1]

---

[1] جب کہ نصف شب کے قیام و عبادت کی تعریف اللہ تعالیٰ نے اس طرح فرمائی ہے مذکورہ آیات نصف شب کے ذکر کی فضیلت کو ظاہر کرتی ہیں اور اوقات مذکورہ میں اوراد پنجگانہ کی ادائیگی اس نصف شب کے قیام سے بھی بہتر ہے۔

جس شخص نے عشا کی نماز کے بعد چار رکعتیں پڑھیں اس کا مرتبہ ایسا ہوگا جیسے کسی نے مسجد حرام میں شب قدر کو پالیا اور جو ظہر سے پہلے چار رکعتیں اور بعد چار رکعتیں پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے بدن کو آگ پر حرام کر دیتا ہے (دوزخ کی آگ اس کے بدن کو نہیں جلاتی) اور جو عصر سے پہلے چار رکعتیں پڑھتا ہے اس کے لئے دوزخ سے نجات دیدی جاتی ہے۔

حضرت نافع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا فجر کی دو رکعتیں مجھے دنیا اور کائنات دنیا سے زیادہ پسند ہیں۔ ابو نصر نے اپنے والد سے بالاسناد بیان کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نفل نمازوں کے بارے میں دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح نوافل ادا کرنے کی کس میں طاقت ہے، حضور اس وقت تک انتظار فرماتے تھے جب تک کہ سورج جتنا دائیں جانب تھا اتنا ہی بائیں جانب نہ ہو جاتا تو حضور عصر سے پہلے دو رکعتیں پڑھتے تھے اور سورج دائیں بائیں برابر ہوتا تو ظہر سے پہلے چار رکعتیں پڑھتے تھے اور اگر سورج ڈھلنے پر کچھ وقت ہوتا تو ظہر سے پہلے چار اور ظہر کے بعد دو اور عصر کے پہلے چار رکعتیں پڑھتے تھے۔

پانچواں وظیفہ

عصر کی نماز کے بعد سے غروب آفتاب تک

عصر کی نماز کے بعد سے آفتاب کے غروب ہونے تک تسبیح وتہلیل، استغفار، اللہ کی قدرت کاملہ کا بغور مطالعہ یعنی مراقبہ، قرآن پاک کی تلاوت اور ذکر الٰہی میں مصروف رہنا چاہیے اس وقت نفل نماز منع ہے۔ غروب آفتاب سے قبل سورہ والشمس وضحٰھا، واللیل اذا یغشٰی سورہ فلق اور سورۃ الناس اس طرح پڑھے کہ دن ختم ہو جائے۔

رحمت الٰہی

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی رحمت کے ذکر کے سلسلہ میں فرمایا "اے ابن آدم! فجر کی نماز کے بعد تھوڑی دیر اور عصر کی نماز کے بعد ایک ساعت میری یاد کر لیا کریں ان دونوں اوقات کے درمیان تجھے پیش آنے والے کاموں کو سرانجام دوں گا۔

باب ۱۸

نماز پنجگانہ کے اوقات

سنتیں اور ہر نماز کے فضائل

شب معراج میں پچاس نمازیں فرض ہوئیں

فرض نمازیں پانچ ہیں، فجر کی دو رکعتیں، ظہر کی چار رکعتیں، عصر کی چار رکعتیں، مغرب تین رکعتیں، عشاء کی چار رکعتیں یہ کل سترہ رکعتیں ہیں[1]۔ شب معراج میں پچاس وقت کی نماز فرض کی گئی تھی پھر تخفیف کی استدعا پر حکمت الٰہی کے تحت پانچ وقت کی کردی گئیں تاکہ امت محمدیؐ کے لئے تخفیف و آسانی ہو، اللہ تعالیٰ نے پینتالیس کو ساقط کرکے پانچ باقی رکھیں لیکن ان کا ثواب پچاس کے برابر رکھا یہ حکم ایسا ہے جیسا جہاد میں ایک مسلمان کا دس کافروں اور مشرکوں کے مقابلہ کا حکم تھا پھر اس کو ساقط کرکے ایک مسلمان کے لئے دو کا مقابلہ باقی رکھا یا جس طرح رمضان کی راتوں میں سوکر اٹھنے کے بعد کھانا پینا اور بیویوں سے قربت کرنا حرام تھا پھر اس حرمت کو ساقط کرکے ماہ رمضان کی تمام راتوں میں فجر صادق تک کھانے پینے (وغیرہ) کی اجازت عطا فرمادی ارشاد فرمایا وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْاَسْوَدِ (جب رات کی سیاہی سے جب تک سفید دھاگا ظاہر نہ ہو اس وقت تک کھاؤ پیو)۔

نماز کی فرضیت

اللہ تعالیٰ نے نماز کی فرضیت کے بارے میں حکم دیا یعنی نفس وجوب صلوٰۃ کی دلیل یہ حکم ہے وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ٥ (نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو)۔

اوقات صلوٰۃ

اوقات صلوٰۃ کے سلسلہ میں چند آیات اور احادیث موجود ہیں اس سلسلہ میں آیت یہ ہیں: سبحان اللہ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ وَلَهُ الْحَمْدُ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِيًّا وَّحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ ٥ (اللہ کی پاکی بیان کرو شام کے وقت اور صبح کے وقت اور اسی کے لئے زمین و آسمان پر حمد ہے اور عشاء کی نماز پڑھو اور جب ظہر کرو تو نماز پڑھو) دوسری آیت میں فرمایا اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ٥ (مسلمانوں پر نماز وقت مقررہ پر فرض ہے۔ ایک اور آیت میں فرمایا: اَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَىِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ ٥ (دن کے دونوں طرف (عصر) اور رات کے کچھ اوقات میں نماز قائم کرو۔ ایک اور آیت میں یہ حکم آیا ہے۔ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ (آفتاب غروب ہونے پر نماز قائم کرو، دلوک کا ترجمہ زوال بھی کیا گیا ہے یعنی زوال کے بعد نماز پڑھو) ایک اور آیت میں آیا ہے: فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ

---

[1] نماز جمعہ کی دو رکعتیں اس کے علاوہ ہیں۔

وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا وَمِنْ آنَاءِ اللَّيْلِ فَسَبِّحْ وَأَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰى ۔ یعنی اپنے رب کی تسبیح وتحمید سورج کے طلوع اور غروب سے پہلے کرو اور رات کے کچھ اوقات میں بھی تسبیح بیان کرو اور دن کے کناروں پر بھی تاکہ تم رضائے الٰہی حاصل کرو۔

حضرت قتادہؓ نے فرمایا ہے طلوع آفتاب سے پہلے فجر کی نماز ہے۔ غروب سے پہلے عصر کی اور اوقات شب میں مغرب اور عشا کی نمازیں ہیں اور دن کے کناروں پر ظہر کی نماز ہے۔ نماز کی فرضیت احادیث میں بھی موجود ہے۔

احادیث سے نماز کی فرضیت

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک بار جبرئیلؑ نے خانہ کعبہ کے پاس میری امامت کی اور زوال آفتاب کے فوراً بعد مجھے ظہر کی نماز اور دو مثل سایہ ہوجانے پر عصر کی نماز پڑھائی، اور پھر افطارِ روزہ کے وقت مغرب کی نماز پڑھائی، جب شفق غائب ہوگئی تو عشاء کی نماز پڑھائی اور اس وقت جب روزہ دار پر کھانا پینا حرام ہوجاتا ہے یعنی صبح صادق کے وقت مجھے فجر کی نماز پڑھائی۔ دوسرے دن پھر ظہر کی نماز اس وقت پڑھائی جب ہر چیز کا سایہ اس شے کے مثل ہوگیا اور عصر کی نماز اس وقت پڑھائی جب ہر شے کا سایہ اس کا دوگنا ہوگیا اور مغرب کی نماز اس وقت پڑھائی جب روزہ دار افطار کرتا ہے۔ عشاء کی نماز اس وقت پڑھائی جب ایک تہائی رات گزرگئی، پھر فجر کی نماز اس وقت پڑھائی جب اُجالا پھیل گیا اس کے بعد میری طرف مخاطب ہوکر کہا، محمدؐ! یہ اوقات نماز آپ سے پہلے پیغمبروں کے ہیں اور دونوں وقت کے درمیان نماز کا وقت ہے۔ یہ حدیث تعین اوقات کی اصل ہے، اس سلسلہ کی اور احادیث بھی ہیں جو اسی حدیث کے ہم معنی ہیں اسی لئے اُن احادیث کو ہم نے بیان نہیں کیا۔

ان اوقات میں سب سے پہلے نماز پڑھنے والے پیغمبر علیہم السلام

ہمارے نبی کریم سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل ان وقتوں میں سب سے پہلے جنھوں نے نماز ادا فرمائی ان کا ذکر احادیث شریفہ میں موجود ہے چنانچہ ایک انصاری نے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز فجر کے بارے میں دریافت کیا کہ سب سے پہلے کس نے ادا فرمائی۔ تو آپ نے فرمایا سب سے پہلے حضرت آدم نے اس نماز کو پڑھا ہے اور نماز ظہر کو سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پڑھا۔ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو نمرود کی آگ سے نجات بخشی، عصر کی نماز سب سے پہلے حضرت یعقوب علیہ السلام نے اس وقت پڑھی جب حضرت جبرئیل نے ان کو حضرت یوسفؑ کی خوشخبری سنائی۔ مغرب کی نماز حضرت داؤد علیہ السلام نے پڑھی جب ان کی توبہ قبول ہوئی اور سب سے پہلے عشاء کی نماز اس وقت حضرت یونس علیہ السلام نے پڑھی جب وہ مچھلی کے پیٹ سے باہر آئے۔ ان کی حالت ایسی تھی جیسے مرغی کا چوزہ بغیر بال و پر کے ہوتا ہے۔ جب حضرت یونسؑ بطن ماہی سے نکلے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آکر ان سے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ آپ پر سلام بھیجتا ہے اور وہ اپنی شان کے مطابق آپ سے حیا فرماتا ہے کہ دنیا میں آپ کو ایسا عذاب دیا اللہ فرماتا ہے کہ کیا اب تم مجھ سے راضی ہو؟ حضرت یونسؑ اسی وقت کھڑے ہوئے اور چار رکعت عشاء کی نماز ادا فرمائیں اور بارگاہ رب العزت میں عرض کیا یقیناً میں اپنے رب سے راضی ہوں! میں اپنے رب سے راضی ہوں!

رسول اللہ پر سب سے پہلے فرض ہونے والی نمازیں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سب سے پہلے فجر اور مغرب کی نماز واجب ہوئی تھی اور اسی کے بارے میں حکم ہوا تھا فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِیِّ وَالْإِبْكَارِ کا یہی مطلب ہے، یعنی آپ اپنے رب کی تسبیح صبح و شام کیا کیجئے! یہاں تک کہ آپ کو شب معراج میں

پانچ نمازوں کا تحفہ عطا ہوا۔ ان نمازوں میں سب سے پہلی نماز فجر کی ہے۔ اس کے بعد ظہر ہے لیکن علمائے ان نمازوں میں سب سے پہلے ظہر کی نماز کا تذکرہ کیا ہے اور وہ بر بنائے اتباع سنت ہے حضرت عباس رضی اللہ عنہ والی حدیث میں ہے کہ خانہ کعبہ کے پاس جبرئیل نے مجھے ظہر کی نماز پڑھائی" یہی وجہ ہے کہ علمائے ظہر کی نماز کا وقت پہلے بیان کیا ہے، اس کے یہ معنی نہیں کہ پہلے نماز ظہر فرض ہوگئی تھی، پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ فجر کی نماز سب سے پہلے حضرت آدم نے پڑھی تھی۔ اور آپ انسانوں میں سب سے پہلے نبی تھے جن کو زمین پر بھیجا گیا تھا، اس سے ظاہر و ثابت ہے کہ فجر کی نماز ہی سب سے پہلی نماز ہے جو فرض ہوئی۔

نماز فجر کا وقت

نماز فجر کا ابتدائی وقت طلوع صبح صادق ہے اس وقت مشرق سے صبح صادق کی پو پھٹ کر انتہائی مشرق میں پھیل جاتی ہے اور پھر اونچی ہو کر سارے افق پر چھا جاتی ہے اور پھر پہاڑوں کی چوٹیاں اور اونچے مکانات روشن ہو جاتے ہیں اور اس کا آخری وقت وہ اُجالا ہے کہ نماز کا سلام پھیرتے ہی سورج کا کنارہ افق سے نمودار ہو جائے ان دونوں حدود کے مابین فجر کا وقت ہے جو بہت وسیع ہے۔ اس نماز کو صبح کی نماز (فجر کی نماز) کہنا مستحب ہے اس کو نماز غداۃ نہ کہا جائے چونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے وَقُرْآنَ الْفَجْرِ (نماز فجر) اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ (نماز فجر) کَانَ مَشْهُوْدًا فرمایا ہے یعنی فجر کی نماز کے وقت رات اور دن کے فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔ اس لئے فجر کی نماز رات والے روزنامچوں میں بھی لکھ لی جاتی ہے اور دن والے فرشتوں کے دفتر میں بھی۔

نماز فجر کس وقت افضل ہے

بالکل ابتدائی وقت میں جب اندھیرا ہی ہو (تغلیس) نماز فجر پڑھنا افضل ہے اور ہمارے اس قول پر دلیل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا وہ قول ہے جس میں انھوں نے فرمایا ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ وسلم کے زمانے میں عورتیں حضور کے ساتھ نماز فجر آکر پڑھتی تھیں وہ چادروں میں لپٹی ہوئی واپس چلی جاتی تھیں اور صبح کے اندھیرے میں ان کو کوئی شناخت نہیں کر سکتا تھا۔

ہمارے امام احمد حنبل رحمہ سے ایک قول اور بھی منقول ہے وہ یہ کہ مقتدیوں کی حالت کو دیکھنا چاہیئے اگر مقتدی روشنی پھیلنے کے بعد آئے ہیں تو پھر خوب روشنی پھیلنے پر نماز افضل ہے تاکہ جماعت میں لوگ زیادہ ہو جائیں اور ثواب بڑھ جائے فجر اوّل (صبح کاذب) قابل اعتبار نہیں ہے وہ نہ روزہ دار پر کوئی چیز حرام کرتی ہے اور نہ نماز فجر واجب کرتی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی روایت کرتے ہیں کہ فجر دو ہیں: وہ فجر جس سے نماز واجب ہو جاتی ہے اور روزہ دار پر کھانا پینا حرام کرتی ہے وہ ہے جو پہاڑوں پر روشنی پھیلاتی ہے۔

بعض علمائے دونوں فجروں کے حدود اور احوال بیان کئے ہیں کہتے ہیں کہ پہلی فجر صبح کاذب، شعاع آفتاب کے غلبہ کی ابتدا ہوتی ہے یعنی آفتاب کی روشنی پانچویں زمین کے پیچھے سے نکل کر آسمان کے درمیان پھیل جانے یہ روشنی رات کے آخری تیسرے حصہ میں ظاہر ہوتی ہے اور پھر سیاہی لوٹ آتی ہے اس لئے آفتاب نیچے والے آسمان کے درمیان روپوش ہو جاتا ہے اور چھٹی زمین اس کے آگے پردہ بن جاتی ہے۔

فجر ثانی یعنی صبح صادق سورج کی شفق پھٹ کر نکلنے کو کہتے ہیں یہ وہ سفیدی ہے جس کے نیچے شفق کی سرخی ہو

جو شفق ثانی کہلاتی ہے یہی سرخی آخری رات کے وقت سورج کی کرنوں کا اولین پیش خیمہ ہوتی ہے یعنی وہیں سے کرنوں کے پھوٹنے کی ابتدا ہوتی ہے، اس کے بعد قرص خورشید نکلنا شروع ہوتی ہے، سورج جب اس مسکونہ زمین پر (اٹھ کر) پرتو فگن ہوتا ہے اور اس کی کرنیں نیچے والے آسمان کے دامن سے پھوٹ کر نکلنا شروع ہوتی ہیں تو پہاڑوں سمندروں اور ان ملکوں پر جو اونچے ہیں (یعنی مشرق بعید کے ملک ہیں) چھا جاتی ہیں۔ اولاً فجر کی شعاعیں طول میں پھیلتی ہیں اس کے بعد عرض میں پھیلنا شروع ہوتی ہیں اور پھر سارے افق پر منتشر ہو جاتی ہیں۔ شفق دو ہوتی ہیں ایک طلوع شمس کے وقت اور ایک غروب شمس کے وقت۔

ظہر کا وقت

ظہر کے وقت کی ابتدا | سورج ڈھلنے پر ظہر کا وقت شروع ہو جاتا ہے اور آخری وقت وہ ہے جب کہ سایہ ایک مثل نہ ہو جائے۔ ظہر اول وقت میں پڑھنا افضل ہے البتہ جماعت میں شرکت سے اگر تاخیر کرنا پڑے تو تاخیر درست ہے، گرمی یا ابر کے باعث بھی تاخیر کرنا درست ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ظہر کی نماز ٹھنڈک میں پڑھو! گرمی کی شدت جہنم کی لپٹ (شعلہ زنی) سے ہوتی ہے، ایک دوسری روایت حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے روی ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ میں نے ظہر کی نماز تیار ہونے کی اطلاع حضور کو دی۔ حضور نے فرمایا! بلال رضی اللہ عنہ خنکی ہونے دو کچھ دیر کے بعد میں نے پھر اطلاع دی کو حضور نے پھر فرمایا! خنکی ہونے دو، تیسری بار میں نے اطلاع دی تب بھی حضور نے یہی فرمایا یہاں تک کہ ٹیلوں کے سائے مجھے نظر آنے لگے، پھر حضور نے فرمایا گرمی کی شدت جہنم کی شعلہ زنی سے ہے گرمی سخت ہو تو (نماز ظہر کے لئے) ٹھنڈک ہونے دیا کرو۔

زوال کی پہچان

نصف النہار اور زوال | زوال سے قبل سورج ٹھہرا ہوا ہوتا ہے اگر ذرا بھی ڈھل جائے تو ظہر کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔ حدیث شریف میں وارد ہے کہ سورج تسمہ برابر بھی ڈھل جائے تو ظہر کے وقت کا آغاز ہو جاتا اور جب سایہ ہر چیز کا ایک مثل ہو جائے تو ظہر کا وقت ختم ہو کر عصر کا وقت شروع ہو جاتا ہے اگر اس کی شناخت چاہتے ہو تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ ایک لکڑی ہموار زمین پر سیدھی کھڑی کی جائے یا خود ہی سیدھے کسی ہموار اور ٹھیک زمین پر کھڑے ہو جاؤ جہاں تک سایہ پڑ رہا ہے اس کے ختم پر ایک نشان لگا دو یا کوئی لکیر کھینچ دو پھر سائے کے گھٹنے بڑھنے کو دیکھو اگر گھٹ رہا ہے تو سمجھ لو ابھی زوال کا وقت نہیں ہوا ہے اور اگر گھٹتا بڑھتا نہ ہو بلکہ ایک جگہ ٹھہرا اور قائم ہو تو وہ وقت نصف النہار ٹھیک دوپہر ہے اس وقت نماز درست نہیں ہے جب سایہ کچھ بڑھنے لگے تو سمجھ لو کہ سورج ڈھلنا شروع ہو گیا زوال کا وقت شروع ہو گیا، اب مقررہ نشان یا لکیر کو دیکھو اگر سایہ لکیر سے آگے ایک مثل بڑھ گیا ہے تو یہ ظہر کا آخری وقت ہے ذرا اگر ایک مثل سے کچھ آگے بڑھ جائے تو وہ عصر کا اول وقت ہوگا۔

اگر سایہ اصل کے دو مثل ہو جائے تو وہ عصر کا آخری وقت ہوگا، اس سے آگے صرف ضرورت اور مجبوری کا وقت [illegible] کے لئے ہے (یعنی اگر مجبوراً کسی کو نماز ادا کرنا ہے تو اس وقت میں ادا کرے۔ یہی طریقہ اپنے قد سے سایہ [illegible] قد کا سایہ اگر دیکھو کہ وہ گھٹ رہا ہے تو سمجھ لو کہ آفتاب کا ابھی زوال نہیں ہوا اگر سایہ ٹھہر گیا ہے تو [illegible] کا وقت ہے اگر سایہ بڑھ گیا ہے تو زوال ہو گیا ہے۔ سایۂ مثل کے پہچاننے کا طریقہ یہ ہے کہ اگر قد کی لمبائی سات قدم ہے تو سامنے کی طرف سے ناپ لو جس قدم پر کھڑے ہو اس کو شمار نہ کرو سایہ اصل کے سوا سات قدم ہو جائے تو سمجھ لینا چاہیئے کہ ظہر کا وقت ہے۔ اگر اس سے بڑھ جائے تو (فقہ حنبلی میں) عصر کا وقت ہو گیا۔

سایۂ اصل کی مزید تشریح

سایۂ اصل کے سلسلہ میں جو کچھ کہا گیا ہے تو اس کا اطلاق موسم سرما اور گرما دونوں پر یکساں نہیں ہے بلکہ موسم کے اعتبار سے کم و بیش ہوتا ہے موسم گرما کی بہ نسبت موسم سرما میں سایہ زیادہ طویل ہوتا ہے اس کا سبب یہ ہے کہ موسم سرما میں آفتاب عین سمت الراس سے ہو کر نہیں گزرتا بلکہ آسمان کے دامن کی طرف ہٹ کر گزرتا ہے اور موسم گرما میں سایہ کم ہوتا ہے کیونکہ اس موسم میں آفتاب عین سمت الراس (یعنی وسط آسمان) سے گزرتا ہے اس وقت اس کی شعاعیں انسان کے بالکل ٹھیک سر پر پڑتی ہیں۔

آفتاب جس وقت طلوع ہوتا ہے تو وہ آسمان کے افق پر دکھائی دیتا ہے اور اس کا سایہ بہت لمبا ہوتا ہے جوں جوں وہ چڑھتا جاتا ہے سایہ گھٹتا جاتا ہے اور جب وہ وسط آسمان پر پہنچ جاتا ہے تو پھر سایہ ٹھہر جاتا ہے یہی وقت توقف ہے لیکن سورج کی رفتار برابر جاری رہتی ہے اور سورج کا مغرب کی جانب جھکاؤ شروع ہو جاتا ہے اور اصل سایہ میں طول شروع ہو جاتا ہے سورج کے اس اُتار (نزول) کو زوال کہتے ہیں۔

جس طرح موسموں کے اعتبار سے سایہ میں کمی اور بیشی ہوتی رہتی ہے اسی طرح شہروں کے محل وقوع کے اعتبار سے بھی سایہ میں کمی و بیشی ہوتی ہے، جو شہر آسمان کے عین وسط میں آتے ہیں جیسے مکہ اور اس کے اطراف کی بستیاں ان [illegible] میں آفتاب کا سایہ کم پڑتا ہے یہاں تک کہ توقف کے وقت سایہ بالکل نہیں رہتا اور جو ممالک وسط آسمان سے دور ہیں جیسے [illegible] اطراف خراسان وغیرہ وہاں موسم سرما اور گرما دونوں میں سایہ طویل ہوتا ہے، اِن شہروں میں موسم گرما میں سورج کا [illegible] اتنا ہوتا ہے جتنا دوسرے شہروں میں موسم سرما کے اندر۔

مختلف مہینوں میں
زوال کے وقت سایہ

علمائے سلف کی تشریح

علم توقیت کے علمائے سلف نے کہا ہے کہ ماہ حزیران[1] [illegible] میں جب سایہ [illegible] ہے تو وہ زوال ہو جاتا ہے اور ماہ کانون [illegible] میں [illegible] جب [illegible] سایہ [illegible]

[1] حزیران، آب، ایلول، تشرین اول، تشرین آخر، کانون اول، کانون آخر، نیسان، ایار، تموز، شباط، [illegible]

ہوتا ہے' اور ماہ ایلول کنوار میں پانچ قدم سایہ پر زوال ہوتا ہے اور تشرین اوّل (کارتک) میں چھ قدم سایہ پر زوال ہوتا ہے اور تشرین ثانی (اگن) میں سات قدم پر اور کانون اوّل (پوس) میں آٹھ قدم پر اس مہینہ میں دن بہت ہی چھوٹا اور رات بہت ہی زیادہ طویل ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد سایہ گھٹنے اور دن بڑھنے لگتا ہے چنانچہ کانون ثانی (ماگھ) کے مہینے میں سات قدم پر زوال ہوتا ہے اور ماہ شباط (پھاگن) میں چھ قدم پر، ماہ اَدار (بیساکھ) میں پانچ قدم پر زوال ہوتا ہے اس ماہ میں کچھ دن کے لئے رات دن برابر ہوتے ہیں پھر ماہ نیار' چیت میں چار قدم پر زوال ہوتا ہے اور ماہ نیساں میں بھی چار قدم پر زوال ہوتا ہے اور ماہ تموز' جیٹھ میں تین قدم پر اور ماہِ آب (ساون) میں اسی طرح دو قدم پر زوال ہو جاتا ہے یہ زمانہ دن کے انتہائی طویل اور رات کے سب سے زیادہ چھوٹے ہونے کا ہوتا ہے اور کم سے کم اصل سایہ پر دن کا زوال ہوتا ہے' دن پندرہ گھنٹہ کا اور رات ۹ گھنٹے کی ہوتی ہے' ساون میں زوال تین قدم سایہ پر اور بھادوں میں چار قدم سایہ ہوتا ہے' کنوار کے مہینے میں زوال پانچ قدم سایہ پر ہوتا ہے اور اس زمانہ میں رات اور دن برابر ہوتے ہیں۔

حضرت ثفبان ثوریؒ سے مروی ہے کہ آفتاب کا زوال زیادہ سے زیادہ سات قدم پر اور کم سے کم ایک قدم پر ہے حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ظہر کی نماز اس وقت پڑھتے تھے جب سایہ تین قدم سے پانچ قدم تک ہوتا تھا اور سردی کے موسم میں پانچ قدم سایہ ہونے پر پڑھا کرتے تھے۔

بعض علماء کی تصریح زوال کے بارے میں

سایہ کے گھٹنے اور بڑھنے کی ایک صورت بعض علماء نے یہ بیان کی ہے کہ جیٹھ کی ۱۹ تاریخ کو ہر چیز کا سایہ اصلی تین قدم ہوتا ہے اور اسی پر زوال ہوتا ہے اس لئے اُس دن سورج کا زوال ہر چیز کے ۷ حصوں پر واقع ہوتا ہے اس کے بعد سایہ گھٹنے لگتا ہے' ہر ۲۶ دن گزرنے پر سایہ بقدر ایک قدم بڑھ جاتا ہے۔ کنوار کی ۱۹ تاریخ کو دن رات پھر برابر ہو جاتے ہیں اس دن زوال آفتاب تین قدم پر ہوتا ہے۔ چودھا دن کے بعد سایہ بقدر ایک قدم بڑھ جاتا ہے۔ پوہ یا پوس کی ۱۹ تاریخ کو رات کا بڑھنا اور دن کا گھٹنا انتہا کو پہنچ جاتا ہے اس دن سایۂ اصل ساڑھے سات قدم ہوتا ہے' یہ سایہ زوال کے وقت کے لئے سب سے زیادہ ہے' اس کے بعد چودہ دن گزرنے پر ایک قدم سایہ زیادہ ہو جاتا ہے' سایہ کا گھٹنا اور بڑھنا خزاں اور بہار کے موسم میں ہر چھتیس دن پر ایک قدم ہوتا ہے' موسم بہار میں ہر چودہ دن بعد ایک قدم بڑھتا ہے۔

زوال کی شناخت کا ایک اور طریقہ

ہمارے مشائخ (علمائے حنبلیؒ) نے شناخت زوال کا ایک اور طریقہ بیان کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ قدم انسان کے قد کا ⅐ ہوتا ہے چیت کے پورے مہینے میں تین قدم سایہ پر زوال ہوتا ہے اس مہینے میں عصر کا اوّل وقت ساڑھے نو (۹½) قدم سایہ پر ہوتا ہے (یعنی اصل اور بڑھا ہوا سایہ دونوں کو ملاکر ۹½ قدم) ساون کے پورے مہینے میں ظہر کا اوّل وقت ساڑھے گیارہ قدم ہوتا ہے۔ پورے کنوار میں ظہر کا اوّل وقت چھ قدم سایہ پر اور عصر کا وقت ساڑھے بارہ قدم پر شروع ہوتا ہے۔ ماگھ کے شروع مہینے میں سات قدم کے فاصلہ (سایہ) پر ظہر کا اور ساڑھے تیرہ (۱۳½) قدم پر عصر کا وقت شروع ہوتا ہے اور اس مہینے کے اخیر میں آٹھ قدم سایہ پر ظہر کا اور ساڑھے چودھا قدم سایہ پر عصر کا وقت شروع ہو جاتا ہے' پوس (پوہ) کے مہینے میں ساڑھے دس قدم پر ظہر اور ساڑھے سترہ قدم سایہ (اصل اور

زیادہ پرعصر کا وقت شروع ہوتا ہے۔ اگھن میں سات قدم سایہ پرظہر اور ساڑھے چودہ قدم پرعصر کا وقت شروع ہوجاتا ہے چیت کے مہینے میں چھ قدم پرظہر اور ساڑھے بارہ (۱۲½) قدم سایہ پرعصر کا وقت شروع ہوتا ہے۔ بیساکھ میں ساڑھے چار قدم پرظہر اور گیارہ قدم پرعصر کا وقت شروع ہوجاتا ہے، جیٹھ میں ساڑھے تین قدم پرظہر اور ساڑھے دس قدم پرعصر کا وقت شروع ہوتا ہے۔

سال کے بارہ مہینوں میں زوال آفتاب کا یہ ایک اندازہ ہے لیکن ہر بات کی اصل حقیقت اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے ہماری عقلیں اس کے ادراک سے قاصر و عاجز ہیں۔

ظن و یقین کے غلبہ پر عمل

بیانات و تصریحات مذکورہ بالا سے زوال کی شناخت اور اس کی حدبندی (بارہ مہینوں میں) کوئی آخری اور قطعی نہیں ہے یہ سب کچھ شناخت کا ایک ذریعہ ہے لیکن اس سے ہر شخص استفادہ نہیں کرسکتا بلکہ اس کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جس شخص کو زوال کا یقین اور اس پر گمان غالب ہوجائے اس پر اس وقت میں ظہر کی نماز ادا کرنا واجب ہوجاتا ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ زوال کی شناخت کرنے والے لوگ تین طرح کے ہوتے ہیں اوّل وہ لوگ جن پر ان اوقات کا یقینی علم فرض ہوتا ہے، وہ لوگ ہیں جو علم توقیت (گھنٹہ منٹ معین کرنے کا علم) اور ستاروں کی رفتار سے واقف ہوتے ہیں ان ذرائع سے ان کو اوقات کا یقینی علم ہوجاتا ہے، دوم وہ لوگ ہیں جن کا فرض اس سلسلہ میں کوشش کرنا اور اوقات کی شناخت اور اپنے کام کی مقدار یا دوسرے لوگوں کے کام کی مقدار سے نتیجہ حاصل کرنا ہے مثلاً نان بائی کی عادت یہ ہو کہ وہ ظہر کے وقت تک ایک مخصوص وزن کی روٹیاں پکالیتا ہو اور وہ اس مخصوص مقدار کو پکالے تو یہ رائے قائم کرلی جائے گی کہ ظہر کا وقت ہوگیا۔ یا ایک آٹا پیسنے والا ظہر تک ایک مخصوص پیمانہ تک غلّہ پیس لیتا ہے اور وہ ہر دن یہ مخصوص وزن اور پیمانہ غلّہ کا پیس لے تو یہ رائے قائم کرلی جائے گی کہ ظہر کا وقت ہوگیا۔ اس طرح طریقۂ کار کی مدد سے پیشہ ور وقت کی شناخت کرلیتا ہے اور نماز ادا کرلیتا ہے، اندازۂ کار سے وقت کے اندازے کی ضرورت اس لئے پیش آتی ہے کہ ابر کے دن سورج نہ ہونے کی وجہ سے وقت کم معلوم ہوتا ہے اور انسان وقت کی صحیح شناخت نہیں کرسکتا اسی طرح وقت کو پہچاننے والے مؤذن کی اذان یا ایسے شخص کی اذان جس نے کسی وقت شناس کی اجازت سے اذان دی ہو انسان وقت کا اندازہ کرلیتا ہے اور نماز کو کھڑا ہوجاتا ہے، سوم وہ شخص جس کا فرض صرف اپنی فکر و عقل سے اجتہاد کرنا ہے، یہ شخص اس وقت تک نماز کو مؤخر کرتا ہے یعنی اس وقت تک وقت ہوجانے کا حکم نہیں لگاتا جب تک وقت ہوجانے کا اس کو گمان غالب نہ ہوجائے مثلاً وہ لوگ جو کسی جگہ بند ہوں یا مقید ہوں جہاں نہ کوئی دلیل وقت پہچاننے کی ہو اور نہ کوئی اطلاع ملنے کی اُمید اور نہ اذان کی آواز آنے کی توقع تو ایسے لوگ محض اپنے گمان غالب سے نماز ادا کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے" میں جب تم کو کسی کام کرنے کا حکم دوں تو جتنا کرسکتے ہو کرو"۔

ل حضرت مصنف رضی اللہ عنہ کے زمانے میں سورج گھڑی تو موجود تھی لیکن مشینی گھڑیاں نہیں تھیں اسی وجہ سے حضرت مصنفؒ کو وقت کے تعین اور زوال کے اوقات پر اسقدر تفصیلی بحث کرنا پڑی۔ سورج گھڑی عام نہیں تھی کہ اس سے ہر فرد فائدہ اٹھا سکے۔

یقینی طور پر زوال کی شناخت یقینی طور پر زوال کے وقت کی پہچان مشکل بھی ہے اور دقیق بھی اس کا صحیح اندازہ کوئی نہیں کرسکتا؛ حدیث شریف میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ سلام سے دریافت کیا کہ کیا آفتاب ڈھل گیا؟ انھوں نے جواب دیا نہیں پھر فوراً ہی کہا ہاں: آپ نے دریافت کیا یہ کیا جواب تم نے دیا؟ انھوں نے کہا کہ جب میں نے نہیں کے بعد ہاں کہا اتنی دیر میں آفتاب نے اپنے مدار پر پچاس ہزار فرسخ مسافت طے کرلی؛ حضور کا جبرئیل سے زوال کے بارے میں سوال کرنا علم الٰہی کے بارے میں تھا۔

بہرحال اگر تم قبلہ رو کھڑے ہو اور گرمی کا زمانہ ہے، سورج تمھاری دائیں ابرو کے اوپر ہو تو سمجھ لو کہ زوال ہوگیا ظہر کی نماز پڑھ لو، اور جب ہر چیز کا سایہ ایک مثل ہوجائے تو سمجھ لو کہ عصر کا وقت ہوگیا اور اگر آفتاب بائیں ابرو پر ہو تو یقین کرلو کہ ابھی زوال نہیں ہوا اور اگر آفتاب دونوں ابرؤں کے وسط میں ہو تو یہ سمجھنا چاہیئے کہ آفتاب کے توقف اور قیام کا وقت ہے یعنی اس وقت آفتاب ٹھیک نصف النہار پر ہے، موسم سرما کی ابتدا میں جب کہ دن چھوٹا ہوتا ہے: یہ ممکن ہے کہ حالت مذکورہ میں زوال ہوگیا ہو (یعنی جب آفتاب دونوں ابروؤں کے درمیان ہو اور جاڑے کا موسم ہو) اگر موسم سرما کی ابتدا میں آفتاب بائیں ابرو پر ہو تو ہر موسم میں زوال کا وقت ہو جاتا ہے۔ (خواہ گرمی کا موسم ہو یا سردی کا) بس فرق اتنا ہوگا کہ اگر گرمی ہے تو اول وقت ظہر کا ہوگا اور موسم سرما میں ظہر کا آخری وقت:! اگر آفتاب بائیں ابرو پر ہو تو موسم سرما میں تو زوال کا وقت ممکن ہے لیکن گرما میں زوال کا وقت نہیں ہوسکتا کیونکہ دن بڑا ہوتا ہے، موسم سرما میں اگر آفتاب دونوں ابرؤں کے درمیان میں ہو تو زوال کا وقت یقینی ہے اور اگر دائیں ابرو کی طرف آفتاب مائل ہو تو ظہر کا آخری وقت ہوگا لیکن یہ وقت اہل خراسان و عراق کے لئے ہوگا یعنی ان لوگوں کے لئے جو رکن اسود اور بیت اللہ کے دروازے کی طرف رخ کرکے نماز ادا کرتے ہیں لیکن یمن اور اہل مغرب اور اس کے اطراف میں رہنے والے لوگوں کا وقت اس کے خلاف ہوگا اس لئے کہ وہ رکن یمانی اور کعبہ کی پشت کی طرف رخ کرکے نماز پڑھتے ہیں پس سایہ کا اندازہ وقت تبدیل ہوجاتا ہے۔

کعبہ کی شناخت زوال کی شناخت کے بعد اگر کعبہ کی سمت کی شناخت کرنا ہے تو اپنا سایہ اپنی بائیں طرف کرو اس وقت تمھارا منھ قبلہ رو ہوگا، اس موقع پر اتنا اور جان لو کہ زوال کے وقت کی شناخت مشکل اور بہت دقیق بات ہے یہی وجہ ہے کہ ہم نے اس کو اس قدر تفصیل سے بیان کیا، حضرت ابن مسعودؓ سے مروی حدیث میں زوال کے بارے میں شناخت کی تنبیہ آئی ہے (یعنی زوال کے وقت کے سلسلہ میں زیادہ کاوش نہ کی جائے۔

عصر کا وقت

عصر کے وقت کا آغاز نماز عصر کا وقت اس وقت ہوتا ہے کہ سایہ ایک مثل سے بڑھ جائے۔ اور اس کا آخری وقت رہ جاتا ہے کہ سایہ دو مثل ہوجائے اس کے بعد سے غروب آفتاب تک صرف وقت ضرورت ہے، عصر نماز اول وقت میں پڑھنا افضل ہے۔

مغرب کا وقت

مغرب کے اوقات آفتاب کے غروب ہوتے ہی مغرب کا وقت ہو جاتا ہے، ڈوبنے کے معنی یہ ہیں کہ قرصِ خورشید کا بالائی کنارا نیچے کو لٹک جائے اور نظروں سے غائب ہو جائے۔ مغرب کے دو وقت ہیں ایک ابتدائی دوسرا انتہائی۔ غروب آفتاب مغرب کا اوّل وقت ہے اور مغرب کا آخری وقت شفق کی سرخی غائب ہونے تک ہے۔ صحیح روایت یہی ہے۔

عشاء کا وقت

عشاء کا آغاز جب آسمان پر شفق کی سرخی (غروب کے بعد) بالکل غائب ہو جائے تو عشا کا وقت شروع ہو جاتا ہے اور وقت فضیلت ایک روایت کے اعتبار سے ایک تہائی رات تک اور دوسری روایت کے لحاظ سے نصف شب تک باقی رہتا ہے۔ البتہ عذر اور ضرورت کا وقت صبح صادق کے نمودار ہونے تک ہے، عشاء کے دو نام ہیں عتمہ اور عِشاً آخرہ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ دیہاتی اس نماز کا نام (عتمہ) رکھنے میں تم پر غالب آگئے تم اس بات میں ان کی مخالفت نہ کرو۔

تہائی رات کے اول یا نصف شب تک عشاء کی نماز میں تاخیر کرنا افضل ہے، عشاء کی نماز کا افضل وقت وہ ہے کہ مغرب کے افق کی سفیدی غائب ہو کر اس کی جگہ سیاہی نے لے لی ہو اس سفیدی کو جس پر تاریکی غالب آگئی دوسری شفق کہتے ہیں لہٰذا چوتھائی یا تہائی یا نصف شب تک تاخیر کرنا چاہیے لیکن یہ احکام (تاخیر) اس شخص کے لئے ہیں جو پڑھنے سے پہلے نہ سوئے (عشاء کی نماز پڑھے بغیر سونا مکروہ ہے) جس کو نیند آجانے کا ڈر ہو اس کے لئے نماز پڑھ کر سو جانا ہی افضل ہے خواہ وہ شروع شب ہی کیوں نہ ہو۔ امام شافعیؒ کے نزدیک اسی اعتبار سے اوّل شب میں عشاء پڑھنا افضل ہے، لیکن ہم (حنابلہ) تاخیر کی فضیلت کے قائل ہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ "عشاء کی نماز میں تاخیر کرو"۔

ایک شب حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم دیر سے نماز (عشاءٗ) کے لئے تشریف لائے تھے اور فرمایا تھا کہ اگر مجھے اُمت کی دشواری کا خیال نہ ہوتا تو میں ان کو ایسے ہی وقت عشاء پڑھنے کا حکم دیتا لہٰذا آپ نے نہ صرف تاخیر فرمائی بلکہ تاخیر کی رغبت بھی دلائی۔

نمازِ پنجگانہ اور سُنن مُؤکّدہ

پنجگانہ نماز میں تیرہ رکعتیں سنت مؤکدہ ہیں، ان کو سننِ راتبہ بھی کہتے ہیں:۔ دو رکعتیں نمازِ فجر سے قبل۔

دُو رکعتیں نماز ظہر سے قبل اور دُو اس کے بعد۔ دُو رکعتیں نماز مغرب کے بعد، دُو رکعتیں نماز عشاء کے بعد اور تین رکعت وتر۔ وتر میں اختیار ہے کہ چاہے تو مغرب کی نماز کی طرح ایک سلام سے پڑھے یا دو رکعت پر سلام پھیر کے فوراً اس کے بعد ایک رکعت ملالے اور یہ افضل[1] ہے۔ وتر کی پہلی رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد" سبح اسم ربک الاعلیٰ" اور دوسری رکعت میں قل یا ایھا الکافرون اور تیسری رکعت میں قل ھو اللہ احد پڑھے، فجر کی سنتوں میں پہلی رکعت میں قل یا ایھا الکافرون اور دوسری رکعت میں قل ھو اللہ احد پڑھے۔ فجر کی سنتیں گھر پر پڑھکر فرض کے لئے گھر سے نکلنا مستحب ہے۔ فجر کی سنتوں کے بعد ذکر الٰہی میں مشغول رہے اور کسی سے بات نہ کرے (سوائے ضروری بات کے) مغرب کی نماز کی سنتوں میں وہی قرأت کرے جو فجر کی سنتوں میں کی گئی ہے، حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیس سے زیادہ بار سنا ہے کہ آپ مغرب کی سنتوں میں قل یا ایھا الکافرون اور سورۂ اخلاص پڑھا کرتے تھے۔ حضرت طاؤسؒ پہلی رکعت میں قل اٰمن الرسول اور دوسری رکعت میں قل ھو اللہ احد پڑھتے تھے۔

مغرب کی سنتیں جلد پڑھنا

مغرب کی سنتیں جلد پڑھنا مستحب ہے، حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مغرب کی نماز کے بعد دو رکعتیں جلد پڑھ لیا کرو تاکہ فرض نماز کے ساتھ ملائکہ ان کو بھی اٹھا کر لیجائیں، پس دونوں رکعتیں مختصر پڑھنا مستحب ہیں، ایک اور حدیث میں آیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے بات کرنے سے پہلے مغرب کے بعد کی دو رکعتیں پڑھیں فرشتے اس شخص کی یہ نماز علیین میں لیجاتے ہیں۔

ایک ایسی بھی روایت آئی ہے جس سے ان دونوں رکعتوں کا طویل پڑھنا مستحب ثابت ہوتا ہے، حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مغرب کے بعد والی رکعتیں اس قدر طویل پڑھتے تھے کہ تمام اہل مسجد متفرق ہو جاتے تھے۔ (اپنے اپنے گھروں کو چلے جاتے تھے) حضرت حذیفہؓ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھی، مغرب کی نماز کے بعد عشا تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے رہے پھر گھر کو تشریف لے گئے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ مغرب کے بعد کی دو رکعتیں گھر میں پڑھنا مستحب ہیں۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مغرب کے بعد والی دو رکعتیں میرے گھر میں ادا فرماتے تھے۔ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے بھی ایسی ہی روایت آئی ہے۔ حضرت سہیل بن سعدؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا زمانہ پایا ہے، جب امیر المومنین مغرب کی نماز کا سلام پھیرتے تھے تو میں کسی کو بعد کی دونوں رکعتیں مسجد کے اندر پڑھتے نہیں دیکھتا تھا۔ سب لوگ جلد سے جلد مسجد کے دروازے کی طرف جاتے اور اپنے اپنے گھر میں پہنچکر یہ دُو رکعتیں ادا کرتے تھے۔

---

[1] فقہ حنبلی میں افضل ہے۔

نمازِ پنجگانہ کے فضائل

ایک تمثیل ابوسلمہؓ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ غور کرو! اگر تم میں سے کسی کے دروازے پر نہر جاری ہو اور وہ روزانہ اس میں پانچ بار غسل کرے تو کیا اس کے بدن پر کچھ میل باقی رہے گا، صحابہ کرامؓ نے عرض کیا: نہیں!! حضورؐ نے فرمایا نماز پنجگانہ کا بھی یہی حال ہے، اللہ ان کے ذریعہ گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔ ابو ثعلبہ قرظیؓ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عمر خطاب رضی اللہ عنہ سے سنا کہ آپ فرما رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگ رات بھر جلتے ہیں جب صبح کی نماز پڑھ لیتے ہیں تو نماز سے پہلے کے جلانے والے گناہوں کو وہ نماز دھو ڈالتی ہے پھر جب ظہر کی نماز پڑھتے ہیں تو یہ نماز اس وقت سے پہلے کے جلانے والے گناہوں کو دھو ڈالتی ہے اسی طرح جب عصر کی نماز پڑھتے ہیں تو یہ نماز اس سے پہلے کے گناہوں کو دھو ڈالتی ہے یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح پانچوں نمازوں کو بیان فرمایا۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ کے آزاد کردہ غلام حارث کا بیان ہے کہ ایک دن حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ نے مزید پانی وضو کیلئے طلب فرمایا اور وضو کیا اور ارشاد کیا کہ میں نے اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو فرماتے دیکھا تھا پھر فرمایا جس نے میرے وضو کی طرح وضو کیا اور کھڑے ہو کر ظہر کی نماز ادا کی اس کے فجر سے لیکر ظہر تک تمام گناہ معاف کر دیئے جائیں گے پھر جس نے مغرب کی نماز پڑھی اس کے عصر سے مغرب تک کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اس کے بعد جس نے عشاء کی نماز ادا کی اس کے مغرب سے عشا تک کے تمام گناہ معاف کر دیئے جائیں گے پھر ممکن ہے کہ وہ بستر پر تمام رات لیٹا رہے لیکن جب صبح کو اٹھ کر اس نے فجر کی نماز پڑھ لی تو عشاء سے فجر تک کے تمام گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ بیشک نیکیاں برائیوں کو دور کر دیتی ہیں۔ لوگوں نے عرض کیا یہ تو نیکیاں ہیں اور باقیات صالحات کس کو کہتے ہیں، آپ نے فرمایا سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔

نماز کے اوصاف امام جعفر بن محمدؒ نے بروایت اپنے جدِ محترم بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، نماز رب کی خوشنودی، ملائکہ کی محبت، انبیاء علیہم السلام کی سنت، معرفت کا نور، ایمان کی اصل اللہ اور بندے کے مابین شفیع، نمازی کی قبر کا چراغ، قبر میں اس کے پہلو کے لئے بستر، منکر نکیر کے سوال کا جواب اور قیامت تک کے لئے قبر کے اندر ایک غمگسار دوست کی مانند ہے۔

جب قیامت کا دن ہوگا تو نماز نمازی کے اوپر سایہ فگن ہوگی، اس کے سر کا تاج ہوگی، اس کے بدن کا لباس اور اس کو راہ دکھانے کے لئے نور بن جائے گی، یہ نور نمازی کے آگے آگے رواں دواں ہوگا، نماز نمازی اور دوزخ کے درمیان ایک آڑ بن جائے گی، اللہ تعالیٰ کے حضور میں مومنوں کے لئے حجت ہوگی، میزان کو بھاری کرے گی پل صراط سے گزرنے کا واسطہ بن جائے گی۔ جنت کی کلید ہوگی، اس لئے کہ نماز میں تسبیح بھی ہے اور تحمید بھی، تقدیس بھی ہے اور تعظیم بھی اس میں قرأت بھی ہے اور دعا بھی غرضکہ تمام اعمال سے افضل وقت پر ادا کی جانے والی نماز ہے۔

نماز دین کا ستون ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے خود سُنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرما رہے تھے "پانچوں نمازیں دین کا ستون ہیں۔ اللہ تعالیٰ بغیر نماز کے دین کو قبول نہیں فرماتا۔"

حضرت انسؓ بن مالکؓ نے فرمایا ایک شخص نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر کتنی نمازیں فرض کی ہیں؟ حضور نے فرمایا پانچ نمازیں! اس شخص نے عرض کیا، کیا ان سے اوّل یا بعد کو کچھ اور بھی ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر پانچ نمازیں فرض کی ہیں جن سے پہلے یا بعد کو اور کچھ نہیں ہے" اس شخص نے اللہ کی قسم کھا کر کہا کہ میں اس سے نہ کم کروں گا نہ زیادہ! آپ نے فرمایا اگر اس شخص نے سچ کہا ہے تو یہ جنت میں جائے گا۔

قیامت میں بندے سے سب سے پہلے نماز کا سوال ہوگا

حضرت تمیم داریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن بندے سے سب سے اوّل نمازوں کا سوال ہوگا، اگر اس کی نمازیں پوری ہوئیں تو پوری لکھی جائیں گی اگر پوری نہ ہوئیں تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرمائے گا میرے بندے کے نوافل دیکھو اگر وہ تم کو ملجائیں تو جو کچھ (فرض) اس نے کھوئے ہیں اس کو ان (نوافل) سے پورا کردو۔ حضرت انس بن حکم ضبّی سے روایت ہے کہ ان سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم جب اپنے گھر والوں کے پاس جاؤ تو ان سے کہہ دینا کہ ابوہریرہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا تھا کہ حضور والا فرما رہے تھے، قیامت کے دن بندے سے سب سے اوّل فرض نماز کا حساب ہوگا اگر اس نے پوری کرلی ہوگی تو فبہا ورنہ اگر اس کے پاس نوافل ہوں گے تو یہ کمی اُن سے پوری کی جائے گی اور تمام اعمال کا حساب اسی طرح کیا جائے گا!

حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا سب سے پہلے بندے کی نماز کا حساب ہوگا اور سب سے پہلے اس امت (محمدیؐ) پر اللہ تعالیٰ نے نماز ہی فرض کی ہے۔

مسجد کو جانا، نماز باجماعت ادا کرنا اور نماز میں خضوع و خشوع

مسجد میں جانے کی فضیلت اور جماعت

نافع نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جماعت کی نماز اور تنہا نماز میں ستائیس درجہ کا فرق ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب بندہ وضو کرکے مسجد کو جاتا ہے تو اس کے ہر ایک قدم پر اللہ تعالیٰ ایک نیکی لکھتا اور ایک گناہ مٹاتا ہے اور اس کا ایک درجہ بلند فرماتا ہے اور جس طرح مدت دراز کے سفر سے کوئی مسافر جب گھر واپس ہوتا ہے تو اس کے گھر والے خوش ہوتے ہیں اسی طرح اس کے مسجد میں آنے پر اللہ تعالیٰ

خوش ہوتا ہے۔

ابو عثمان مہدی سے مروی ہے کہ حضرت سلمانؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو شخص اپنے گھر میں اچھی طرح وضو کر کے میرے کسی گھر (مسجد) میں میری ملاقات کے لئے آتا ہے تو میں اس کی عزت یا اضافہ کرتا ہوں اس لئے کہ جب ملاقات کو کوئی آئے تو آنے والے کی خاطر کرنی واجب ہے

سالم بن عبداللہ نے بروایت حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ جبرئیل علیہ السلام رسول اللہ کے پاس آئے اور کہا جو لوگ رات کی تاریکی میں پیدل چل کر مسجد میں پہنچتے ہیں ان کو قیامت کے دن نورِ کامل کی بشارت دیدیجئے۔
حضرت ابو الدرداؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص رات کے اندھیرے میں پیدل چل کر مسجدوں میں آتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو نور عطا فرمائے گا۔

حضرت ابو سعید خدریؓ کا قول ہے کہ میں نے خود سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرما رہے تھے کہ باجماعت نماز کو تنہا نماز پر پچیس درجہ فضیلت حاصل ہے۔ نافع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ باجماعت نماز اور تنہا نماز میں ۲۷ درجہ کا فرق ہے (فضیلت میں)

حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا! اے عثمانؓ ابن مظعون جس نے صبح کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھی اس کے لئے یہ نماز قبول حج اور قبول عمرہ کے برابر ہو جاتی ہے۔ اے عثمانؓ جس نے ظہر کی نماز جماعت سے پڑھی اس کو پچیس نمازوں کا ثواب ہے اور اس کے ستر درجے جنت میں بلند ہوں گے۔ اے عثمانؓ جس نے عصر کی نماز باجماعت پڑھی پھر غروب آفتاب تک ذکر الٰہی میں مصروف رہا تو گویا اس نے اولاد اسمٰعیل سے بارہ ہزار غلاموں کو آزاد کیا اور جس نے مغرب کی باجماعت نماز پڑھی اس کے لئے پچیس نمازوں کا ثواب ہے اور اس کے ساتھ جنت عدن میں اس کے ستر درجے بلند ہوں گے۔ اور اے عثمان! جس نے عشاء کی نماز جماعت سے پڑھی گویا اس نے شب قدر میں عبادت کی؛

مسجد میں داخل ہونا مسجد میں آئے تو اللہ تعالیٰ سے خوف کھاتا اور ڈرتا ہوا خضوع و خشوع کے ساتھ آئے، یہ مستحب ہے، سنجیدگی اور بردباری نمایاں ہو، مسجد میں آنے سے پہلے دنیا کے جن جھمیلوں و بکھیڑوں میں الجھا تھا ان کو چھوڑ کر حضور خداوندی میں حاضری پر غور کرتا ہوا آئے اور ادب کے ساتھ آئے، ثواب کی رغبت پر عذاب کا خوف طاری ہو، عاجزی، انکساری اور فروتنی نمایاں ہو، خود پسندی، غرور اور تکبر نہ ہو، خود بینی اور خود آرائی موجود نہ ہو صرف خانۂ خدا کی طرف توجہ کرنے کی نسبت ہو وہ خانۂ خدا جس کی عظمت کو برقرار رکھنے اور وہاں ذکر خداوندی کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔

فِیْ بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰہُ اَنْ تُرْفَعَ وَ یُذْکَرَ فِیْھَا اسْمُہٗ یُسَبِّحُ لَہٗ فِیْھَا بِالْغُدُوِّ وَ الْاٰصَالِ o رِجَالٌ لَّا تُلْھِیْھِمْ تِجَارَۃٌ وَّلَا بَیْعٌ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ o

گھروں میں اللہ نے حکم دیا ہے کہ ان میں اللہ کو یاد کیا جائے اور اس کا نام بلند ہو جہاں کچھ ایسے لوگ صبح و شام اس کی پاکی بیان کرتے ہیں جن کو تجارت اور خرید و فروخت اللہ کی یاد سے غافل نہیں کر پاتے۔

پس جتنی نماز جماعت کے ساتھ مل جائے پڑھ لے اور جتنی فوت ہوگئی اس کو لوٹا لے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر نماز ہو رہی ہو اور کوئی آئے تو آہستگی سے آئے اور جتنی نماز با جماعت مل جائے پڑھ لے جتنی پہلے ہو چکی ہو اس کو لوٹا کر ادا کر لے۔ اسی حدیث کے دوسرے الفاظ ہیں اطمینان اور وقار سے چل کر آئے۔ بندے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ اپنی عبادت کی پابندی اور ہمیشہ ادا کرنے پر نہ اترائے۔ یہ خود بینی اللہ تعالیٰ کی نظروں سے گرا دیتی ہے اور قرب خداوندی سے محرومی کا باعث بنتی ہے اور انسان اپنی اصل حالت کے مشاہدہ سے محروم رہتا ہے، نور بصیرت زائل ہو جاتا ہے، عبادت سے جو لذت حاصل ہوتی ہے اس کا احساس مٹ جاتا ہے اور معرفت کی صفائی اس سے مکدر اور دھندلی پڑ جاتی ہے، اس کے باعث اللہ تعالیٰ بندے کے نامہ اعمال کو اسکے منہ پر مار دیتا ہے۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ تکبر کرنے والے جب تک توبہ نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ کے یہاں ان کے عمل قبول نہیں ہوتے۔

حضرت ابراہیمؑ کا ایک واقعہ

حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے ایک دفعہ تمام رات عبادت کی جب صبح ہوئی تو شب بیداری پر ان کو حیرت اور تعجب ہوا وہ خود بخود کہنے لگے کہ کتنا اچھا رب ہے اور ابراہیم بھی کتنا اچھا بندہ ہے (ان کو اپنی عبادت پر ناز و تبختر ہوا)۔ جب صبح ناشتے کا وقت آیا تو کوئی شخص شریک طعام ہونے کے لئے نہیں ملا۔ آپ بغیر مہمان کے کھانا نہیں کھاتے تھے مجبوراً وہ سر راہ بیٹھ گئے کہ کوئی راہگیر مل جائے اور ساتھ میں کھالے! اتنے میں دو فرشتے آسمان سے اُترے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف بڑھے آپ نے ان کو مسافر سمجھ کر کھانے کی دعوت دی، ان فرشتوں نے دعوت قبول کر لی آپ نے فرمایا اس قریب کے باغ میں چلو وہاں چشمہ بھی ہے ہم سب وہیں کھانا کھائیں گے چنانچہ سب کے سب باغ میں پہنچے، دیکھا تو چشمہ خشک پڑا ہے۔ حضرت ابراہیم کو یہ دیکھ کر بہت دکھ ہوا اور قول کیمطابق وہاں پانی نہ ہونے پر مسافروں سے شرمندگی ہوئی، فرشتوں نے کہا اے ابراہیمؑ اپنے رب سے دعا کیجئے کہ وہ دوبارہ چشمہ جاری کردے حضرت نے دعا کی لیکن کچھ جواب نہیں ملا آپ کو اس سے اور زیادہ تکلیف ہوئی۔ تب آپ نے فرشتوں سے کہا کہ تم دعا کرو چنانچہ ایک فرشتے نے دعا کی فوراً پانی کا چشمہ جاری ہوگیا پھر دوسرے نے دعا کی تو چشمہ کا پانی اُبل کر سامنے بہنے لگا۔ آخر کار انھوں نے بتایا کہ ہم اللہ کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں اور آپ کو جو شب بیداری اور رات کی عبادت پر کچھ غرور پیدا ہوگیا اس کی وجہ سے آپ کی دعا اللہ تعالیٰ نے قبول نہیں فرمائی۔" غور کرو کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل سے یہ معاملہ کیا تو... دوسروں کی کیا حقیقت ہے، پس بندہ کو یقین رکھنا چاہیئے کہ جو کچھ عبادت و طاعت وہ کر رہا ہے۔ سب کچھ توفیق الٰہی ہے، اس کا فضل و کرم اس کی مہربانی ہے۔

پس اللہ تعالیٰ کے حضور میں جب کھڑا ہو تو خضوع و خشوع، احترام و ادب اور عجز کے اظہار کے ساتھ کھڑا ہو، اس طرح کہ وہ اللہ تعالیٰ کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کی عبادت اس طرح کیا کرو گویا اسے تم دیکھ رہے ہو پھر اگر تم اس کو نہیں دیکھتے تو وہ تو تم کو دیکھ ہی رہا ہے۔"

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے خطاب

حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل فرمائی کہ اے عیسیٰ جب تم میرے سامنے قیام کرو تو اس طرح کرو کہ تم ڈرتے کانپتے اور اپنے

آپ کو ذلیل سمجھتے ہوئے ہو اور اپنے نفس کو برا کہتے ہوئے کہ نفس اس قابل ہے کہ اس کو خوار کیا جائے اور اگر تم مجھ سے دعا کرو تو اس حالت میں کرو تمھارے اعضا لرزش میں ہوں، تمھارا ہر عضو کانپ رہا ہو، اسی طرح ایک حدیث میں آیا ہے کہ ایسی ہی وحی اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل فرمائی تھی۔

بعض بزرگان سلف کی نمازیں!

ایک روایت میں ہے کہ ابن سیرینؒ جب نماز کو کھڑے ہوتے تو خشیتِ الٰہی سے اُن کے چہرے کا خون خشک ہو جاتا تھا۔ مسلم بن یسارؒ جب نماز شروع کرتے تھے تو پھر ان کی محویت کا یہ عالم ہوتا تھا اور خشیت الٰہی کا اس قدر غلبہ ہوتا تھا کہ کوئی آواز ان کے کانوں میں نہیں پہنچتی تھی۔ عامر بن قیسؒ کا بیان ہے کہ نماز کی حالت میں دنیا کے بارے میں کسی قسم کا خیال اور کسی معاملہ میں غور و فکر کرنے سے دونوں رانوں کے درمیان خنجر گھونپنا میرے خیال میں زیادہ بہتر ہے۔ حضرت سعدؓ بن معاذؓ نے فرمایا میں کبھی ایسی نماز نہیں پڑھتا جس کو ختم کرنے سے پہلے دنیا کا کوئی خیال میرے دل میں آیا ہو۔

شیخ مجاہدؒ فرماتے ہیں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو ایسے ہمہ تن محو ہو جاتے گویا لکڑی کا ایک ستون کھڑا ہے، وہبؒ بن منبہ جب نماز کو کھڑے ہوتے تو معلوم ہوتا کہ شاید وہ جہنم کو اپنی نظروں کے سامنے دیکھ رہے ہیں۔ عتبہؒ جو ایک غلام تھے جب نماز کو کھڑے ہوتے تو سردی کے موسم میں (خوف الٰہی سے) اُن کے جسم پر پسینہ آجاتا لوگوں نے وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ اللہ کے سامنے مجھے اپنے گناہوں پر شرم آتی ہے۔ ایک بار مسلم بن یسارؒ ایک حجرے میں نماز پڑھ رہے تھے اچانک مکان میں آگ لگ گئی۔ محلہ کے لوگ گھبرا کر اپنے اپنے گھروں سے نکل آئے اور آگ بجھا دی لیکن مسلم کو اس واقعہ کی مطلق خبر نہ ہوئی اور اس وقت آپ کو یہ تمام باتیں معلوم ہوئیں جب آپ نماز سے فارغ ہوئے، آپ ہی کا ایک واقعہ یہ ہے کہ ایک بار آپ مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے مسجد کا ایک ستون آپ پر گر پڑا، ستون گرنے کی ایسی آواز ہوئی کہ بازار کے لوگ گھبرا کر دوڑے آئے مگر آپ کو اس ہنگامہ کا احساس بھی نہ ہوا

عمارؓ بن زبیرؓ نماز میں مشغول تھے، آپ کی جوتیاں سامنے رکھی تھیں ان میں نیا تسمہ پڑا تھا، نماز میں آپ کی نظر اس نئے تسمہ پر پڑ گئی، نماز سے فارغ ہو کر جوتی کو پھینک دیا اور وہ پھر جب تک زندہ رہے جوتی نہیں پہنی۔ ربیعؒ بن خثیم نفل نماز پڑھ رہے تھے، ان کے سامنے ان کا بیس ہزار درہم قیمت کا گھوڑا بندھا تھا۔ کوئی چور آیا اور گھوڑا کھول کر لے گیا جب اس چوری کا حال لوگوں کو معلوم ہوا تو وہ اظہار ہمدردی کے لئے آپ کے پاس آئے۔ آپ نے فرمایا، میں نے چور کو گھوڑا کھولتے دیکھ لیا تھا لیکن میں تو اس وقت ایک ایسے کام میں مشغول تھا جو مجھے گھوڑے سے زیادہ عزیز تھا (اس لئے میں چور کی طرف مشغول نہیں ہوا)۔ کچھ دن کے بعد وہی گھوڑا خود بخود آپ کے پاس آگیا۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سرخ دھاری کی سیاہ چادر پہنے نماز ادا فرما رہے تھے۔ جب آپ نے سلام پھیرا تو فرمایا اس سرخ دھاری نے مجھے نماز کی طرف سے ہٹا کر دوسری طرف لگا دیا (میرا دھیان بٹا دیا)۔

خضوع و خشوع کرنے والوں کی تعریف

اللہ تعالیٰ نے ان بندوں کی جو نماز میں خضوع و خشوع کرتے ہیں اس طرح تعریف فرمائی ہے۔ اَلَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ ہ وہ لوگ جو اپنی نمازوں میں

خضوع خشوع کرتے ہیں)۔

زہریؒ فرماتے ہیں کہ خشوع کے معنی ہیں نماز میں دل کا قائم رکھنا۔ بعض نے اس کے معنی کہے ہیں "نماز میں انہماک و مشغولیت کی وجہ سے دائیں بائیں والوں سے بھی بے خبر ہونا۔ حضور والا کا ارشاد ہے کہ نماز تو حقیقت میں خود ایک اعلیٰ مشغلہ ہے"

نمازوں کی حفاظت اور مداومت

اوّل وقت میں نماز کی ادائیگی

اَعمشؒ نے بروایت شقیق بن سلمہؓ ابن مسعودؓ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اوّل وقت میں نماز ادا کر لیتا ہے خود اس کی نماز جگمگاتی ہوئی اور تاباں بن کر آسمان پر اٹھائی جاتی ہے اور عرش پر پہنچ جاتی ہے اور وہ قیامت تک نمازی کے لئے استغفار کرتی رہتی ہے اور اور کہتی ہے کہ جیسی حفاظت تو نے میری کی ہے اللہ تیری حفاظت بھی اسی طرح کرے، اور جب بندہ وقت کے خلاف نماز پڑھتا ہے تو اس کی نماز میں نور نہیں ہوتا جب وہ آسمان کی طرف بڑھتی ہے تو ایک پھٹے ہوئے کپڑے کی طرح لپیٹ کر اس کے منھ پر ماردی جاتی ہے اس وقت نماز کہتی ہے اللہ تعالیٰ تجھے بھی اسی طرح ضائع کرے جس طرح تو نے مجھے ضائع کیا ہے۔

حضرت عبادہ بن صامتؓ فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے عمدہ اور مکمل وضو کیا اور کامل قرآت، اور صحیح رکوع وسجود کیا تو نماز کہتی ہے اللہ تعالیٰ تیری حفاظت اسی طرح کرے جس طرح تو نے میری حفاظت کی اس کے بعد اس کو آسمان پر اٹھا لیا جاتا ہے اس میں نورانیت ہوتی ہے اور وہ روشن ہوتی ہے اس کے لئے آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور وہ بارگاہِ الٰہی تک پہنچ جاتی ہے اور اپنے نمازی کے لئے سفارش کرتی ہے اور اگر نمازی نے رکوع وسجود اچھی طرح ادا نہیں کئے تو نماز کہتی ہے جس طرح تو نے مجھے برباد کیا اللہ تعالیٰ تجھے بھی اسی طرح برباد کرے پھر جب اس کو اوپر لیجایا جاتا ہے، تو نور کے بجائے اس میں تاریکی ہوتی ہے اور جب وہ آسمان تک پہنچتی ہے تو آسمان کے دروازے اس کے لئے بند کردیئے جاتے ہیں اور پرانے کپڑے کی طرح لپیٹ کر نمازی کے منھ پر ماردی جاتی ہے۔

حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ کونسا عمل سب سے اچھا ہے فرمایا وقت پر نمازیں ادا کرنا، والدین کی اطاعت کرنا اور اللہ کی راہ میں جہاد۔ ابراہیمؒ بن ابی محذورؓ موذن نے اپنے والد سے اپنے دادا کا یہ قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "اول وقت نماز کی ادائیگی اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا ذریعہ ہے اور درمیانی وقت کی نماز اللہ تعالیٰ کے رحم کے حصول کا ذریعہ ہے اور آخر وقت کی نماز اللہ تعالیٰ کی طرف سے معافی کا ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :-

وقت ٹال کر نماز پڑھنا

فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ٥ (ان نمازیوں کے لئے بڑی خرابی ہے جو اپنی نمازوں سے غافل رہتے ہیں)۔

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا خدا کی قسم نمازیوں کی خرابی کی وجہ یہ ہے کہ انھوں نے اپنی نمازوں کو ان کے اوقات ٹال کر پڑھا اس سے مراد بالکل چھوڑ دینا نہیں ہے۔ حضرت سعدؓ نے فرمایا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ٥ کا مطلب پوچھا تو فرمایا "وہ وقت سے دیر کر کے نماز پڑھتے ہیں"۔

حضرت براء ابن عازب نے اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا میں لفظ غیاً کے بارے میں فرمایا کہ غیاً جہنم کی ایک وادی ہے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اس میں وہی لوگ جائیں گے جنھوں نے اپنی نمازوں کے اوقات کھو دیئے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ نے فرمایا کہ ایک روز رسول اللہ نے نماز کا ذکر فرمایا اور ارشاد کیا کہ جو نماز کی نگہداشت کرے گا اس کے لئے نماز، نور اور حجّت اور قیامت کے دن نجات کا ذریعہ ہوگی اور جو اس کی نگہداشت نہیں کریگا اس کے لئے نماز نہ نور ہوگی اور نہ حجّت، نہ دوزخ سے نجات کا ذریعہ ہوگی، وہ دوزخ کے اندر فرعون وہامان اور اُبی بن خلف کے ساتھ ہوگا۔

حارثؓ نے حضرت علیؓ بن ابی طالب کا قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص نماز کو حقیر سمجھے گا اللہ تعالیٰ اس کو پندرہ سزائیں دے گا۔ چھ قسم کے عذاب مرنے سے پہلے، تین مرتے وقت، تین قبر میں اور تین قبر سے نکلتے وقت!

چھ دنیاوی عذاب

چھ دنیاوی عذابوں میں پہلا عذاب یہ ہے۔ غافل نمازی کو صالحین کی فہرست سے خارج کر دیا جائے گا۔ (۲) اس سے زندگی کی برکت دور کر دی جائے گی۔ (۳) اس کے رزق سے برکت دور ہو جائے گی۔ (۴) اس کا کوئی نیک عمل قبول نہیں کیا جاتا۔ (۵) اس کی دعا قبول نہیں ہوتی۔ (۶) وہ نیکوں کی دعاؤں سے محروم کر دیا جاتا ہے۔

مرتے وقت کا عذاب

ایسے نمازی کو مرتے وقت جو تین عذاب ہوتے ہیں یہ ہیں۔ (۱) وہ پیاسا مرتا ہے اگرچہ اس کے حلق میں سات دریا الٹ دیئے جائیں۔ (۲) اس کی موت اچانک ہوتی، اتوبہ کی مہلت تک نہیں ملے گی۔ (۳) اس کے کاندھوں پر دنیاوی لوہے، لکڑی اور پتھروں کا بوجھ ڈالا جائے گا جس سے وہ بوجھل ہو جائے گا۔

قبر کے تین عذاب

قبر کے تین عذاب یہ ہیں (۱) قبر اس پر تنگ کر دی جائے گی۔ (۲) قبر میں زبردست اندھیرا ہوگا (۳) منکر نکیر کے سوالوں کا جواب نہیں دے سکے گا۔

قبر سے نکلنے پر تین عذاب

قبر سے نکلنے پر یہ تین عذاب ہوں گے۔ (۱) اللہ تعالیٰ اس پر غضبناک ہوگا (۲) اس سے حساب بہت زیادہ سخت ہوگا۔ (۳) اللہ تعالیٰ کے دربار سے اس کی واپسی دوزخ کی طرف ہوگی۔ (اگر اللہ معاف فرما دے تو خیر)۔

نماز کی عظمت اور شان

نماز کی بزرگی اور اس کی عظمت و شان بہت عظیم ہے، اس کے تمام احکام بھی عظمت والے ہیں، اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو خصوصیت کے ساتھ نماز ہی کا حکم دیا، نبوت کی پہلی وحی میں اس کا حکم دیا اس کے بعد ہر عمل سے پہلے نماز کے بارے میں حکم دیا اس سلسلہ میں بکثرت آیات ہیں، ایک آیت میں ارشاد فرمایا اُتْلُ مَا اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ ؕ (جو کتاب بذریعہ وحی آپ کے پاس بھیجی گئی ہے اس کی تلاوت کیجئے اور نماز قائم کیجئے)۔ دوسری آیت میں فرمایا، اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ ؕ بیشک نماز بےحیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے) ایک اور جگہ ارشاد فرمایا:۔

وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا ؕ لَا نَسْئَلُكَ رِزْقًا ؕ نَحْنُ نَرْزُقُكَ ؕ

اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دیجئے اور خود بھی نماز کی پابندی کیجئے۔ ہم تم سے رزق کے طالب نہیں، رزق تو ہم ہی تم کو دیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے تمام مسلمانوں کو مخاطب فرما کر تمام طاعتوں میں صبر اور صلوٰۃ سے مدد لینے کا حکم فرمایا ہے:۔
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۝ (مسلمانو! صبر اور نماز کے ذریعہ اللہ سے مدد مانگو، بلاشبہ اللہ کی مدد صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے)۔ ایک اور مقام پر اسطرح ارشاد فرمایا:۔

وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرٰتِ وَاِقَامَ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءَ الزَّكٰوةِ ۝

ہم نے وحی کے ذریعہ ان کو اچھائیاں کرنے، نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا۔

اس آیت میں اولاً اللہ تعالیٰ نے مجملاً لفظ "خیرات" فرمایا جس کے تحت تمام اچھائیاں اور نیکیاں کرنا اور گناہوں سے بچنا آجاتا ہے پھر سب سے الگ نماز قائم کرنے کا اور پڑھنے کا خصوصیت کے ساتھ ذکر کیا۔

نماز کی اوّلیت اور اہمیت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا سے تشریف لے جاتے وقت بھی اپنی اُمت کو نماز کی وصیت فرمائی تھی اور ارشاد کیا تھا، اللہ سے ڈرو، اللہ سے ڈرو! نماز کے معاملہ میں اور باندی غلاموں کے معاملہ میں! حدیث میں وارد ہے کہ یہ نبی کی آخری وصیت اور دنیا سے رخصت ہوتے وقت اپنی اُمت کو آخری حکم یہی ہو! تھا۔ پس رسول اللہ اور آپ کی اُمت پر بھی سب سے پہلا فرض ہے کہ سب سے آخری وصیت حضور والا کی یہی تھی، وہ اسلامی عمل جس کو بندہ ساتھ لے جائے گا یہی ہے اور قیامت کے دن جس عمل کی سب سے پہلے پرسش ہوگی وہ بھی یہی ہے۔ نماز اسلام کا ستون ہے اگر یہ ضائع ہوگئی تو نہ دین رہا نہ اسلام۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضور نے ارشاد فرمایا! تمہارے دین سے جو چیز سب سے پہلے گم ہوگی وہ امانت ہے اور دین کی آخری گم ہونے والی چیز نماز ہے۔ بلاشبہ لوگ نماز میں پڑھیں گے لیکن نماز میں ان کا کوئی حصہ نہیں ہوگا (ان کی نمازیں کامل نہیں ہوں گی)۔

نماز کی فرضیت کے منکر کا حکم

اگر کوئی شخص نماز کی فرضیت کا منکر ہے اور نماز ترک کرے تو کافر ہو جاتا ہے اور اس کا قتل واجب ہو جاتا ہے (امام احمدؒ کے مذہب میں) اگر فرضیت کا عقیدہ رکھتا ہے لیکن بے پروائی اور سستی کے باعث نماز چھوڑ دی ہے، نماز کے لئے اس کو بلایا گیا مگر اس نے نہیں پڑھی اور اس نماز کے بعد والی نماز کا وقت بھی تنگ ہو گیا اس وقت یہ شخص بھی کافر ہو جائے گا، اور دونوں صورتوں میں اس پر مرتد کا حکم ہوگا، تین روز تک اس سے توبہ کرائی جائے گی اگر وہ توبہ نہ کرے گا تو اس کو تلوار سے قتل کر دیا جائے گا اس کا مال ضبط کر کے بیت المال میں داخل کر دیا جائے گا اور اس کے جنازے کی نماز نہیں پڑھی جائے گی نہ مسلم قبرستان میں اس کو دفن کیا جائے گا۔

بے نمازی کا شرعی حکم

امام احمدؒ کی دوسری روایت میں ہے کہ بے نمازی کو جس نے سستی اور غفلت کی بنا پر نماز نہیں پڑھی فوراً قتل کرنا واجب نہیں ہے جب تک وہ تین نمازوں کو ترک کر کے چوتھی نماز کا وقت بھی اس نے تنگ کر دیا، تو ایسے شخص کو شادی شدہ زانی کی طرح حد شرعی میں قتل کر دیا جائے گا مگر اس کا حکم مسلمانوں کے مُردوں جیسا ہوگا یعنی اس کا مال اس کے وارثوں میں تقسیم کیا جائے گا۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس کو قتل نہیں بلکہ قید کیا جائے گا اور اس وقت تک قید میں رکھا جائے گا جب تک وہ توبہ کر کے نماز نہ پڑھے ورنہ تمام عمر قید میں رہے گا اور قید ہی میں مر جائے گا۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ وہ کافر نہ ہوگا مگر حد شرعی میں اس کو تلوار سے قتل کیا جائے گا۔ ایسے شخص کے کافر ہونے کا ثبوت ان آیات و احادیث سے ملتا ہے جو اوپر مذکور ہو چکی ہیں۔ یہاں مزید تائیدی روایات اور پیش کی جاتی ہیں۔

ترکِ صلوٰۃ کے سلسلہ میں مزید روایات

حضرت جابرؓ بن عبداللہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی کے اسلام اور کفر و شرک کے درمیان ترک صلوٰۃ کے سوا کوئی اور فرق نہیں ہے۔

عبداللہ بن زیدؓ نے اپنے والد کی روایت بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہمارے اور ان (کافروں) کے درمیان ترک صلوٰۃ (حد فاصل) ہے جس نے نماز ترک کی وہ کافر ہو گیا۔

امام جعفرؒ بن محمدؒ نے اپنے والد کی روایت بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "وہ سجدے میں ٹھونگیں مار رہا ہے یعنی سجدے میں پیشانی رکھ کر فوراً اٹھا لیتا ہے اور پھر سجدے میں سر رکھ دیتا ہے" (اس کا بیٹھنا اعتدال پر ہے اور نہ وہ قاعدہ سے سجدہ کرتا ہے) حضورؐ نے فرمایا اگر یہ اس حالت میں مر جائے تو محمدؐ کے دین پر نہیں مرے گا۔

عطیہ عوفی نے حضرت ابو سعید خدریؓ کا قول بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر کسی نے قصداً نماز ترک کی تو اس کا نام دوزخیوں کے ساتھ دوزخ کے دروازے پر لکھا جائے گا اور جو اس میں داخل ہوں گے۔

حضرت انسؓ بن مالکؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خبردار کوئی شخص عشاء کی نماز پڑھے بغیر نہ سوئے کیونکہ ایسے شخص سے (جو نماز پڑھے بغیر سو گیا) فرشتے کہتے ہیں تیری آنکھوں سے نیند کا خمار نہ جائے اور تیری آنکھوں کو ٹھنڈک نصیب ہو اللہ تجھے دوزخ اور جنت کے درمیان روک دے جیسا کہ تو نے ہم کو روکے رکھا ہے۔

باب ۱۹

نماز کے آداب، مستحبات، نماز کے مکروہات، امامت، امام کے اوصاف، مقتدی اور موذن

آدابِ نماز

پینتالیس مکروہ باتیں

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پینتالیس باتوں کو مکروہ جانتے تھے، ان میں سے کچھ فرض نمازوں سے متعلق ہیں جن کو قصداً بغیر ضرورت کرنا ممنوع و مکروہ ہے اور وہ یہ ہیں - (۱) قصداً کھنکھارنا۔ (۲) کسی طرف مشغول ہونا۔ (۳) قصداً چھینکنا۔ (۴) آسمان کی طرف منہ اٹھانا (حدیث شریف میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آسمان کی طرف نگاہ فرمایا کرتے تھے لیکن جب آیت کریمہ وَالَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلٰوتِهِمْ خَاشِعُوْنَ ٥ نازل ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سر اقدس جھکا لیا)۔ (۵) اپنی سجدہ گاہ سے نظروں کو ہٹانا۔ (۶) ٹھوڑی کو سینے سے ملانا۔ (۷) کپڑے ٹھیک کرنا۔ (۸) انگڑائی لینا۔ (۹) لمبے لمبے سانس لینا۔ (۱۰) آنکھیں بند کرنا۔ (۱۱) دائیں بائیں... کنکھیوں سے دیکھنا (حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے آیۃ کریمہ اَلَّذِیْنَ هُمْ عَلٰی صَلٰوتِهِمْ دَائِمُوْنَ) کی تفسیر میں فرمایا کہ دائمون سے مراد وہ لوگ ہیں جو نماز پڑھتے میں ادھر اُدھر نہیں دیکھتے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز کی حالت میں اِدھر اُدھر توجہ کرنے کے بارے میں دریافت کیا تو حضور نے فرمایا یہ شیطانی جھپٹ ہے جو آدمی کو نماز سے ہٹا کر دوسری طرف لے جاتی ہے۔ منقول ہے کہ ایک دن طلحہ بن مصرف عبدالجبار بن وائل کے پاس آئے اس وقت وہ مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے، طلحہ نے ان سے سرگوشی میں کچھ باتیں کہیں پھر چلے گئے تو عبدالجبار بن وائل نے کہا کہ تمھیں معلوم ہے کہ طلحہ بن مصرف نے کیا کہا؟ انھوں نے مجھ سے کہا کہ میں نے کل نماز میں تم کو اِدھر اُدھر توجہ کرتے دیکھا تھا یہ مکروہ ہے۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ رسولِ خدا نے فرمایا۔ بندہ جب نماز شروع کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف توجہ فرماتا ہے اور وہ بندہ سے اس وقت تک توجہ نہیں ہٹاتا جب تک بندہ خود اپنا منہ نہ پھیر لے یا دائیں بائیں جھانکے!! ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ بندہ جب تک نماز کی حالت میں رہتا ہے تین رحمتیں اس کے شامل حال رہتی ہیں ایک یہ کہ آسمان سے اس کے سر پر نیکیوں کی بوچھاڑ ہوتی رہتی ہے دوسرے یہ کہ فرشتے نمازی کے قدموں سے آسمان تک اسے گھیرے میں لیے رہتے ہیں، تیسرے یہ کہ منادی ندا کرتا ہے کہ اللہ اس کی نماز کی گواہی دیتا ہے۔ اگر نمازی کو یہ معلوم ہوتا کہ وہ کس کی بارگاہ میں مناجات کر رہا ہے تب وہ کسی اور طرف کبھی توجہ نہ کرتا۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ نماز کی حالت میں اِدھر اُدھر دیکھنا مکروہ ہے۔ بعض علما فرماتے ہیں کہ نماز میں کسی دوسری طرف توجہ کرنے سے نماز قطع ہوجاتی ہے کیونکہ اس طرح نماز کی بے حرمتی اور آداب کی پامالی ہوتی ہے۔

کتے کی طرح نماز میں بیٹھنا اور امام کی حرکات سے پہلے حرکات کرنا۔ سجدے میں دونوں بانہیں زمین پر بچھانا، سینہ زانو سے ملانا، سجدے میں بغلوں کو پہلوؤں سے ملانا بھی مکروہ ہے۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضور جب سجدہ فرماتے تھے تو دونوں بازوؤں کو خوب کشادہ رکھتے تھے اسی طرح سجدہ میں ہاتھ کی انگلیاں پھیلا کر الگ الگ رکھنا بھی منع ہے، ملا کر رکھنا چاہیے اسی طرح رکوع میں دونوں ہاتھوں کو گھٹنوں کے علاوہ کہیں اور رکھنا بھی منع ہے، پیر پر پیر رکھنا بھی ممنوع ہے۔ تہبند یا پائجامہ لٹکانا، دانتوں کو کریدنا، ایک یا دو دانہ کے برابر غذا کو نگل جانا بھی منع ہے، زبان سے کچھ نکالنا اور پھر نگل لینا، پھونک مارنا، تھوکنا بھی منع ہے، سجدے کے لئے کنکریوں کو ہموار کرنا بھی ممنوع ہے، عرض پر چلنا، تشہد کے اندر ساتھی سے بلند آواز سے کچھ کہنا۔ دائیں بائیں کھڑے ہوئے شخص کو پہچاننا، آنکھ یا ہاتھ سے اشارہ کرنا، ڈکار لینا، یا کوئی چیز حلق سے باہر آرہی ہو اس کو حلق کے اندر اتارنا کھانسنا، ناک سنکنا، کپڑوں کو دیکھنا، پیشانی سے مٹی صاف کرنا اور سجدے کے مقام کو جھاڑنا یہ تمام باتیں منع ہیں۔ اگر امام ہو تو سلام پھیرنے کے بعد محراب میں بائیں جانب رُخ بدلے بغیر بیٹھا رہنا بھی مکروہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اللہ تعالیٰ اس آدمی کی نماز کی طرف نظر بھی نہیں فرماتا جو بدن کے ساتھ اپنے دل کو حاضر نہ رکھے۔

نماز میں دوسری چیزوں سے شغف منع ہے۔

حضورؐ نے ایک شخص کو نماز کی حالت میں داڑھی سے کھیلتے دیکھا تو فرمایا اگر اس کے دل میں خشوع ہوتا تو اس کے اعضا میں بھی ہوتا۔ حسن بصریؒ نے ایک شخص کو دیکھا وہ کنکریوں سے کھیل رہا ہے اور کہتا جاتا تھا الٰہی! میرا نکاح حوروں سے کرادے، حسن بصریؒ نے کہا تو بہت بُرا خطاب کرنے والا ہے تو کھیلتا بھی جاتا ہے اور نکاح کا بھی خواستگار ہے۔ عبدالرحمٰنؒ بن عبداللہ نے حضرت عبداللہ کا قول بیان کیا ہے کہ جو لوگ نماز کی حالت میں نظریں اوپر اٹھاتے ہیں وہ اس سے باز آجائیں ورنہ ان کی بینائی چھین لی جائے گی۔ حضرت اوزاعیؒ فرماتے ہیں کہ دو شخص نماز میں مصروف ہوتے ہیں لیکن ان دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے، ایک دل کی گہرائیوں سے خدا کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور دوسرا کھیل اور غفلت میں مبتلا ہوتا ہے۔

نماز کا ثواب

صحیح حدیث میں وارد ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نمازی جسقدر نماز میں انہماک رکھتا ہے اسی کے مطابق نماز کا ثواب نصف حصہ سے دسویں حصہ تک اس کو دیتا ہے۔[1] ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ کسی نمازی کو چار سو گن، کسی کو دو سو گنا، کسی کو ڈیڑھ سو گن، کسی کو پچاس گنا، کسی کو ستائیس گنا، کسی کو دس گنا اور

---

[1] حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کے لئے چوتھائی کسی کے لئے اس سے بھی کم اور اسی طرح زیادہ ثواب کا ذکر فرمایا یہ مدارج حضور قلب کے مطابق بیان کرنے مقصود تھے۔

کسی کو ایک ہی نماز کا ثواب ملتا ہے۔ ایک دوسری حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ کسی نمازی کی چارسو نمازیں ہوتی ہیں کسی نمازی کی دوسو نمازیں، کسی کی ڈیڑھ سو نمازیں، کسی کی ستر نمازیں اور ایک نماز کے عوض پچیس نمازوں کا ثواب اور ایک نماز کے عوض ستائیس نمازوں کا ثواب اور ایک نماز کے بدلے دس نمازوں کا ثواب اور ایک نماز کے عوض صرف ایک نماز ہوتی ہے۔ جس کے لئے چارسو نمازیں رکھی گئی ہیں وہ شخص ہے جو کعبہ میں امام کے ساتھ جماعت کی نماز ادا کرتا ہے اور تکبیر اولیٰ بھی قضا نہیں ہوتی، وہ شخص جس کے لئے دوسو نمازیں رکھی گئی ہیں وہ شخص ہے جو نماز کے احکامات جاننے کے بعد لوگوں کی امامت کرتا ہے اور جو موذن ہے اس کے لئے ڈیڑھ سو نمازیں رکھی گئی ہیں۔ جو شخص مسواک کرتا ہے اور پورا وضو کرکے جامع مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز ادا کرتا ہے اور تکبیر تحریمہ بھی فوت نہیں ہونے دیتا اس کی ستائیس نمازیں رکھی گئی ہیں۔ جو شخص جماعت کے ساتھ بعد کو آکر ملتا ہے (لاحق ہوتا ہے) اور اس کی تکبیر تحریمہ فوت ہوجاتی ہے اس کے لئے دس نمازوں کا ثواب ہے اور جو شخص تنہا بغیر جماعت کے نماز پڑھتا ہے اس کی صرف ایک نماز لکھی جاتی ہے اور وہ جس کی نماز بالکل نہیں ہوتی وہ شخص ہے جو نماز پڑھتا ہے مگر مرغ کی طرح سجدے میں ٹھونگ مار لیتا ہے، رکوع و سجود پورا نہیں کرتا اس کی نماز اس کے منھ پر پرانے کپڑے کی طرح لپیٹ کر ماردی جاتی ہے اور اس سے کہا جاتا ہے کہ جس طرح تو نے نماز کی نگہداشت نہیں کی اسی طرح اللہ تیری نگہداشت نہ کرے۔

نماز کے اولین آداب

ہر نمازی پر واجب ہے کہ پہلے نماز کی نیت کرے اور قبلہ رو کھڑے ہوکر خانۂ کعبہ کا تصور کرے اور سجدے کی جگہ پر نظر رکھے اور یقین کرے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں کھڑا ہے اور اس میں شک و شبہ نہ کرے کہ اللہ تعالیٰ اس کو دیکھ رہا ہے۔ اللہ کا یہی ارشاد ہے:

وَالَّذِیْ یَرَاكَ حِیْنَ تَقُوْمُ وَ تَقَلُّبَكَ فِی السَّاجِدِیْنَ ۝	اور جب تم کھڑے ہوتے ہو اور سجدہ کرنے والوں کے ساتھ حرکت کرتے ہو تو اللہ تعالیٰ تم کو دیکھتا ہے۔

نماز کی ترکیب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ کی عبادت اس طرح کرو گویا اس کو دیکھ رہے ہو کیونکہ اگر تم اس کو نہیں دیکھتے تو وہ تو بلاشبہ تم کو دیکھتا ہے۔

فرض نماز کی نیت کرے، ادا یا قضا کا تعین کرنا اولیٰ ہے، کانوں کی لَو یا شانوں تک ہاتھ اٹھانا (اس کی تفصیل پہلے لکھی جاچکی ہے) ہاتھ اٹھاتے وقت اپنی انگلیوں کو کھلا ہوا رکھے (یہ دونوں روایتیں امام احمدؒ سے منقول ہیں) اس کے بعد تکبیر کہے گویا وہ پردہ اٹھادے جو اس کے اور اللہ کے درمیان پڑا تھا اور اس مقام پر پہنچ جائے جہاں دوسری طرف توجہ کرنا اور کسی دوسرے کام میں مشغول ہونا کسی طرح جائز نہیں کیونکہ اس وقت بندہ کو یقین ہوتا ہے میں اس معبود کے سامنے ہوں جو میری ہر ایک حرکت کو دیکھ رہا ہے اور جو خیال دل میں گزرتا ہے اس سے واقف ہے اور وہ اس راز سے بھی واقف ہے جو اندرونی پردے میں لپٹا ہوا ہے، پس اپنی سجدہ گاہ (سجدہ کرنے کی جگہ) پر نظر جمائے رہے دائیں بائیں نہ دیکھے اور اپنے سر کو آسمان کی طرف نہ اٹھائے۔

ثنا پڑھتے وقت حضورِ قلب

جب سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ وَتَبَارَکَ اسْمُکَ وَتَعَالٰی جَدُّکَ وَلَا اِلٰہَ غَیْرُکَ ۵ پڑھے تو اس وقت یہ سمجھے کہ میں الٰہی عظیم ہستی سے مخاطب ہوں جو سننے والا قبول کرنے والا، ہر شے کو دیکھنے والا ہے اور بال برابر شے بھی اس سے پوشیدہ نہیں ہے اور نہ کسی حصۂ جسم کی حرکت اس سے مخفی پوشیدہ ہے، اسی طرح جب اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ ۵ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ۵ (ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد کے طالب ہیں۔ الٰہی ہم کو سیدھا راستہ دکھادے) پڑھے تو سمجھے کہ کیا کہہ رہا ہے اور جانے کہ وہ کس سے خطاب کر رہا ہے خضوع و خشوع کے باوجود اس بات کا خیال رکھے کہ کہیں اس چیز میں سہو و نسیان نہ ہوجائے جس کے لئے کھڑا ہے اور جس کی طرف متوجہ ہے، سورہ فاتحہ میں گیارہ تشدیدوں کا خیال رکھے۔ الفاظ کی ایسی غلطی سے بچے جس سے معنی میں تبدیلی آجاتی ہے کیونکہ سورۂ فاتحہ کی قرأت فرض ہے اور یہ نماز کا ایک رکن ہے اس کے ترک سے نماز فاسد ہوجاتی ہے لفظی نگہداشت کے ساتھ یہ بھی سمجھتا رہے کہ میں پُل صراط پر کھڑا ہوں جس کے دہنی جانب جنت اپنے تمام صفات کے ساتھ موجود ہے اور بائیں طرف جہنم اپنی تمام ہولناکیوں کے ساتھ ہے۔ نمازی کو سمجھنا چاہیئے کہ نماز ہی کے ذریعے مجھے وہ ثواب ملنے والا ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے بشرطیکہ نماز درست ہو اور سمجھے کہ اسی کے ذریعے مجھے دوزخ کے اس عذاب سے پناہ ملے گی جس سے اللہ نے ڈرایا ہے، ان تمام باتوں پر دل سے یقین رکھے اور عقل کو حاضر رکھے، ان تمام باتوں کے ساتھ ساتھ اس بات کا بھی عقیدہ رکھے کہ یہ نماز رخصت کرنے والے کے مانند ہے اس میں کسی قسم کا شبہ اور شک نہ لائے کہ یہ نماز بارگاہ الٰہی میں پیش ہوتی ہے، صحیح نماز وہی ہوگی جو اللہ کے نزدیک صحیح ہوگی۔ سورہ فاتحہ کے بعد کوئی پوری سورت پڑھنا افضل ہے یوں کسی سورۃ کے آخر یا اوسط یا ابتدا سے جو کچھ یاد ہو وہ بھی پڑھ سکتا ہے لیکن جو کچھ پڑھے پوری طرح سمجھ کر پڑھے درست اور صحیح مخارج کے ساتھ قرأت کرے۔ نمازی اگر امام کے پیچھے ہے تو خاموشی سے اس کی قرأت سنے اور آیات میں نصیحتیں اور تنبیہیں ہیں ان سے اثر لے، احکام الٰہی پر چلنے اور ممنوعات سے باز رہنے کا پختہ ارادہ کرے یہاں تک کہ قرأت ختم ہوجائے۔ قرأت سے فارغ ہوکر رکوع سے پہلے دم لینے کے لئے (چند ثانیہ) خاموش کھڑا رہے تاکہ رکوع کی تکبیر اور قرأت باہم مل نہ جائے، پھر کانوں کی لَو یا مونڈھوں کے مقابل تک ہاتھ اٹھاکر تکبیر رکوع کہے تکبیر ختم ہوجائے تو ہاتھ نیچے گرادے اور رکوع میں چلا جائے۔ رکوع میں دونوں ہاتھوں کی انگلیاں کھلی رکھے۔ اور ہتھیلیوں میں گھٹنوں کو بھر لے (گھٹنوں کی چپنیاں ہتھیلیوں کی گرفت میں آجائیں) بغلوں اور کلائیوں پر زور دے۔ پیٹھ ہموار رکھے۔ سر کو جھکانے کی حد تک جھکائے اونچا نہ رکھے، حدیث شریف میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رکوع فرماتے تھے تو ایسا فرماتے کہ پشت مبارک پر اگر پانی کا ایک قطرہ بھی ہوتا تو وہ بھی اپنی جگہ قائم رہتا۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ اگر رکوع کی حالت میں پشت مبارک پر پانی سے بھرا ہوا پیالہ رکھ دیا جاتا تو وہ بھی اپنی جگہ سے حرکت نہیں کرتا۔ رکوع میں پہنچکر سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ کم سے کم تین بار کہے حضرت حسن بصری فرماتے ہیں سات بار پڑھنا مکمل تسبیح ہے پانچ بار پڑھنا متوسط اور تین بار پڑھنا ادنیٰ، اس تسبیح کے بعد سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ کہتا ہوا سر

۱؎ الٰہی تو پاک ہے، تمام تعریفیں تیرے لئے ہیں۔ تیرا نام برکت والا ہے، تیری شان بہت بلند ہے، اور تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے

کو اٹھائے اور ہاتھ چھوڑ کر سیدھا کھڑا ہو جائے، پھر سجدے کو جھکے۔ زمین پر پہلے گھٹنے، پھر ہاتھ پھر پیشانی اور ناک رکھے اور نہایت اطمینان کے ساتھ سجدہ بجالائے۔ بدن کے ہر حصے کو قبلہ رُخ رکھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مجھے سات ہڈیوں پر سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے، دوسری حدیث میں اس طرح آیا ہے کہ بندہ سات اعضا پر سجدہ کرتا ہے[۱]، سجدہ میں جس عضو کو بگاڑ دے گا وہی عضو اس نمازی کے لئے بددعا کرے گا، سجدے کی حالت میں جسم کو زیادہ نہیں پھیلانا چاہیئے بلکہ بہے، بانہوں کو نہیں بچھانا چاہیئے، دونوں ہاتھوں کی انگلیاں اور ہتھیلیاں زمین پر مونڈھوں کے مقابل بالکل اسی طرح رکھے جس طرح تکبیر قیام کے وقت رکھا تھا۔ ہاتھوں کو سر کے برابر رکھے، انگلیوں کو کشادہ نہ کرے اور ان کا رخ قبلہ کی طرف رکھے دونوں بازوؤں کو پہلو سے الگ رکھے، رانوں کو پنڈلیوں سے اور پیٹ کو زمین سے الگ رکھے پھر رکوع کی طرح سجدے میں تین بار سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی پڑھے اس کے بعد تکبیر کہتا ہوا سر اٹھائے، بائیں پاؤں پر بیٹھے اور داہنے پاؤں کو کھڑا اپنی گود کی طرف دیکھتا ہوا تین بار "رَبِّ اغْفِرْلِیْ" پڑھے پھر دوسرا سجدہ کرکے پھر تکبیر کہتا ہوا اوّل سر کو اٹھائے پھر ہاتھوں کو پھر زانوؤں کو، ہاتھوں کو گھٹنوں پر سہارا دے کر پاؤں کی انگلیوں کے بل پر کھڑا ہو جائے، ایک قدم کو دوسرے قدم سے آگے بڑھانا یہ مکروہ ہے۔ حضرت ابن عباسؓ کا قول ہے کہ اس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے، اسی طرح دوسری رکعت پوری کرے۔

جب پہلے تشہد کے لئے بیٹھے تو بائیں پاؤں پر بیٹھے داہنا پاؤں کھڑا رکھے لیکن اس کی انگلیوں کا رخ کعبہ کی طرف کرے، بایاں ہاتھ بائیں (ران) زانو پر اور داہنا ہاتھ دائیں زانو (ران) پر رکھے، انگشت شہادت سے اشارہ کرے، درمیانی انگلی اور انگوٹھے کا حلقہ بنا کر دونوں پچھلی انگلیوں کو بند رکھے (نہ پھیلائے)۔ تشہد پڑھنے میں آخر وقت تک انگلیوں پر نظر رکھے احادیث شریف میں آیا ہے کہ کوئی نمازی حالت نماز میں کسی چیز سے نہ کھیلے، اس لئے کہ وہ اپنے رب سے ہمکلام ہے۔ یہ انگلی شیطان کو بھگانے کا ہتھیار ہے۔ پھر تشہد میں یہ پڑھے۔

اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلٰوۃُ وَالطَّیِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ وَبَرَكَاتُه، اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ ۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُه وَرَسُوْلُه ؕ

اس کے بعد تکبیر کہتا ہوا کھڑا ہو جائے اور صرف سورہ فاتحہ پڑھے اور رکوع و سجدہ کرے پھر اسی طرح چوتھی رکعت پڑھ کر تشہد کے لئے بیٹھ جائے اور تشہد پڑھ کر (جس طرح بتایا گیا ہے) یہ درود شریف پڑھے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۔ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ، اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ[۲]

ہمارے امام حنبل سے ایک روایت آئی ہے کہ لفظ ابراہیم کے ساتھ آلِ ابراہیم بھی کہے یعنی اس طرح کہے:۔

---

[۱] دو ہاتھ۔ دو پاؤں۔ دو گھٹنے اور ایک پیشانی۔
[۲] احناف جو درود شریف پڑھتے ہیں اس میں "آل ابراہیم" کے الفاظ دوبارا استعمال ہوتے ہیں۔

كَمَا صَلَّيْتَ عَلَىٰ اِبْرَاهِيْمَ وَ عَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ ۔ اور دوسری جگہ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَ عَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ پڑھے۔ نمازی کے لئے مستحب ہے کہ چار چیزوں سے پناہ مانگے اور یوں کہے:۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ وَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ وَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَ الْمَمَاتِ ۔

یارب! میں تیری پناہ لیتا ہوں دوزخ کے عذاب سے، قبر کے عذاب سے دجّال مسیح کے فتنہ سے اور زندگی اور موت کی آزمائشوں سے۔

اور اس کے بعد یہ دعا مانگے:۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْاَلُكَ مِنَ الْخَيْرِ كُلِّهٖ مَا عَلِمْتُ مِنْهُ وَ مَا لَمْ اَعْلَمْ ۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْاَلُكَ مِنْ خَيْرِ مَا سَاَلَكَ عِبَادُكَ الصَّالِحُوْنَ وَ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا اسْتَعَاذَ مِنْهُ عِبَادُكَ الصَّالِحُوْنَ ۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْاَلُكَ الْجَنَّةَ وَ مَا قَرَّبَ اِلَيْهَا مِنْ قَوْلٍ وَ عَمَلٍ وَ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ النَّارِ وَ مَا قَرَّبَ اِلَيْهَا مِنْ قَوْلٍ وَ عَمَلٍ رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ ۔ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَ كَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَ تَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ۔ رَبَّنَا اٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ وَ لَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ۔

الٰہی، جن چیزوں سے میں آگاہ ہوں، ان تمام کی تجھ سے بھلائی چاہتا ہوں اور جن سے آگاہ نہیں اُن کی بھی، اور میں ان تمام برائیوں سے تیری پناہ حاصل کرتا ہوں جن کو میں جانتا ہوں یا نہیں جانتا۔ الٰہی تیرے نیک بندوں نے تجھ سے جو چیز طلب کی ہے میں تجھ سے اس کی بھلائی کی درخواست کرتا ہوں اور جس چیز سے تیرے نیک بندوں نے پناہ مانگی ہے میں اس سے بھی پناہ مانگتا ہوں، اے اللہ میں تجھ سے بہشت کا طالب ہوں اور وہ قول وعمل چاہتا ہوں جو مجھے بہشت سے قریب کر رہے ہیں دوزخ کے عذاب سے تیری پناہ مانگتا ہوں اس قول وعمل سے جو مجھے دوزخ سے قریب کردے، اے ہمارے پروردگار ہمیں دنیا اور آخرت میں بھلائی عطا کر اور دوزخ کے عذاب سے بچا، الٰہی ہمارے گناہ بخشدے اور ہماری برائیاں دور فرمادے ہم کو نیکوکار لوگوں سے ملادے، اے ہمارے رب تونے جو کچھ اپنے پیغمبروں کو عطا کرنے کا وعدہ فرمایا ہے وہ ہمیں عطا فرمادے، قیامت کے دن ہم کو ذلیل و خوار نہ فرمانا بیشک تو کبھی وعدہ خلافی نہیں کرتا۔

اس سے زیادہ بھی اگر دعا مانگے تو جائز ہے ہاں اگر امام ہو تو طویل دعا مقتدیوں کو گراں گزرے (ضعف، بیماری کے باعث) تو تالیف قلب اور دلدہی کی خاطر دعا میں اختصار کرنا مستحب ہے اس کے بعد سلام پھیردے، اپنے لئے، اپنے والدین کے لئے اور تمام مسلمانوں کے لئے دعا کرے، ان تمام کاموں اور باتوں میں اپنی نماز کے بارے میں ڈرتا رہے کہ وہ بارگاہ خداوندی پیش ہونے والی ہے، نماز کا حکم اور اس کی دعوت دینے والا اللہ تعالیٰ ہے نماز کا ثواب بھی وہی عطا کرنے والا ہے اور اگر نماز خراب ہوجائے (صحیح ادا نہ ہو) تو سزا دینے والا بھی وہی ہے۔

نماز سے فارغ ہوجانے کے بعد اپنے علم کے مطابق اس پر غور کرے اگر علم اس بات کی شہادت دے کہ نماز تمام خرابیوں سے پاک وصاف ہے تو اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کرے کہ اسی نے توفیق عطا فرمائی اور اگر علم شہادت دے کہ نماز میں کچھ خرابی واقع ہوگئی ہے تو توبہ واستغفار کرے اور بعد والی نماز میں اس غلطی و کوتاہی سے دور ہونے کی کوشش کرے۔

مقبول و مردود نماز کی نشانیاں

مقبول نماز کی بھی کھلی ہوئی نشانیاں ہیں اور مردود نماز کی بھی: مقبول نماز کی علامت یہ ہے کہ نماز نمازی کو تمام بیحیائیوں اور بدکاریوں سے روک دے اور نمازی خیر، نیکی اور کثرت طاعت کی طرف مائل ہوجائے اور درستی اعمال کی کوشش کرے ثواب کے کاموں کی طرف اس کی رغبت ہوجائے برائیوں سے باز آجائے، گناہوں اور خطاؤں کو برا سمجھنے لگے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْکَرِ (نماز برائیوں اور گناہوں سے روکتی ہے)۔ ہم نے جو کچھ بیان کیا اس میں امام منفرد اور مقتدی سب شریک ہیں۔ نماز کی شرائط اور واجبات و مسنونات کا ذکر ہم اولاً کرچکے ہیں۔

اِمَام
اور اس کی خصوصیات

امام کے اوصاف

جب تک یہ باتیں (اوصاف) امام میں موجود نہ ہوں اس شخص کا امام ہونا جائز نہیں ہے۔ (۱) اس شخص کو خود امامت کی خواہش نہ ہو لیکن اس صورت میں کہ دوسرا آدمی اس منصب کو انجام دینے والا موجود ہو (اگر موجود نہ ہو تو خواہش کرنا درست ہے)۔ (۲) جب اس سے افضل شخص امامت کے لئے موجود نہ ہو تو بھی خود آگے نہ بڑھے، (۳) حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضور نے ارشاد فرمایا" لوگوں کی امامت کوئی شخص کرے اور اس سے افضل شخص اس کے پیچھے موجود ہو تو ایسے لوگ ہمیشہ پستی میں رہیں گے"۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر میری گردن ماردی جائے تو میری نظر میں اس بات سے بہتر ہے کہ میں ایسی جماعت کی امامت کروں جس میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ موجود ہوں۔ (۴) امام قاری ہو دین کی باتیں سمجھتا ہو، سنت سے خوب آگاہ ہو، حدیث شریف میں آیا ہے کہ اپنا دینی معاملہ تم اپنے فقیہوں کے سپرد کردو اور قاریوں کو اپنا امام بناؤ۔ ایک دوسری حدیث اس سلسلہ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمھاری امامت وہ لوگ کریں جو تم میں بہتر ہوں وہ اللہ کی بارگاہ میں تمھارے نمایندے ہیں۔ حضورؐ نے یہ تخصیص اس لئے فرمائی ہے کہ دیندار امام اور علم وفضل رکھنے والے لوگ، اللہ کو جاننے اور اس سے ڈرنے والے ہوتے ہیں وہ اپنی نماز اور اپنے مقتدیوں کی نماز کو سمجھتے ہیں اور وہ نماز کو خراب کرنے والی باتوں سے گریز کرتے ہیں وہ خود اپنا اور اپنے مقتدیوں کا بار اٹھاتے ہیں۔ قاریٔ قرآن سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد بے عمل قاری نہیں ہیں بلکہ باعمل حافظ ہے۔ حدیث شریف میں وارد ہے کہ اس قرأت کا زیادہ حقدار وہ ہے جو اس پر عمل کرتا ہے اگر وہ اس کو پڑھتا نہ ہو یعنی

حافظ و قاری نہ ہو۔ جو قاری قرآن پر عمل نہیں کرتا اور حدود الہٰی کی پرواہ نہیں کرتا نہ اللہ تعالیٰ کے فرائض پر عمل کرتا ہے اور نہ اس کی ممنوعات سے بچتا ہے اللہ بھی اس کی کوئی پرواہ نہیں کرتا اور نہ ایسا شخص عزت و کرامت کا مستحق ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ جس نے قرآن کی حرام کردہ چیزوں کو حلال جانا وہ قرآن پر ایمان نہیں رکھتا لوگوں کو جائز نہیں کہ ایسے شخص کو امام بنائیں۔ امامت کے لائق وہی ہے جو سب سے زیادہ عالم ہونے کے ساتھ اس پر عمل بھی کرے اور اس کو خدا کا خوف بھی ہو،ہ، امام لوگوں کی عیب جوئی اور غیبت سے اپنی زبان کو روکے۔ دوسروں کو نیکی کا حکم دے اور خود بھی اس پر عمل کرے، دوسروں کو برائی سے منع کرے اور خود بھی باز رہے، نیکی اور نیک لوگوں سے محبت رکھے۔ بدی اور بدوں سے نفرت کرے، اوقات نماز سے واقف ہو اور ان کی پابندی کرے، اپنے حال کی اصلاح کرتا رہے، مشتبہ روزی سے بچتا ہو (پاکیزہ شکم ہو) حرام باتوں سے اجتناب کرتا ہو، فعل حرام سے اپنے ہاتھوں کو روکنے والا ہو۔ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے سوا دوسری چیزوں کی کم کوشش کرے۔ دنیا کی طلب اس میں نہ ہو، حلیم ہو، صابر اور شر سے چشم پوشی و اعراض کرنے والا ہو۔ لوگ اگر اس پر نکتہ چینی کریں تو صبر کرے اور خدا کا شکر ادا کرے، بُرے کاموں سے آنکھوں کو بند رکھے۔ ہر کام حلم اور بُردباری سے انجام دے۔ سَترِ عورت سے اپنی آنکھوں کو بچائے۔ اگر کوئی جاہل اس کے ساتھ برائی سے پیش آئے تو اس کی برائی کو برداشت کرے اور کہدے اَللّٰھُمَّ سَلٰمًا۔ لوگ اس کی طرف سے آرام پائیں (لوگوں کو اس سے تکلیف نہ پہنچتی ہو) لیکن وہ خود اپنے نفس کی طرف سے بےچین ہو، نفسانی خواہشات سے اپنی آزادی کا خواہاں ہو اور ان سے اپنے نفس کی رہائی کی کوشش کرتا ہو وہ ہمیشہ اس بات کو محسوس کرتا ہو کہ امامت جیسے عظیم کام کو اس کے سپرد کرکے اس کی آزمائش کی گئی ہے، امامت کا درجہ بہت بزرگ اور عظیم ہے۔ امام کے پیش نظر ہمیشہ امامت کی عظمت اور مرتبت رہنا چاہیے۔

امام کو لازم ہے کہ بیکار گفتگو نہ کرے، امام کی حالت دوسرے لوگوں کی حالت سے بالکل جداگانہ ہے، جب وہ محراب میں کھڑا ہو تو اس وقت اس کو سمجھنا چاہیئے کہ میں انبیاء اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ کے مقام پر کھڑا ہوں اور رب العالمین سے کلام کر رہا ہوں۔ نماز کے ارکان پورے پورے ادا کرنے کی دل سے کوشش کرے اور جن لوگوں نے امامت کی یہ رسّی اس کے گلے میں ڈالی ہے یعنی اس کو امام بنایا ہے اُن کی نماز کی تکمیل کی بھی کوشش کرے۔ نماز مختصر پڑھے اس غرض سے کہ تمام ارکان پورے ادا ہو جائیں۔ جو لوگ اس کے پیچھے کھڑے ہیں ان کا خیال کرے کہ ان میں کمزور اور ضعیف لوگ بھی شامل ہیں اس لئے اپنے آپ کو کمزور و ناتواں لوگوں میں محسوب کرے۔

اللہ تعالیٰ امام سے خود اس کے بارے میں اور دوسرے لوگوں (مقتدیوں) کے متعلق بازپرس فرمائے گا، اپنی اس امامت کی ذمہ داری پر تاسف کرے، سابقہ خطاؤں، گناہوں اور تلف کردہ اوقات پر ندامت کا اظہار کرے۔ اپنے آپ کو مقتدیوں سے برتر نہ سمجھے اور اسی طرح کم درجہ لوگوں سے اپنے کو برتر نہ گردانے، مگر کوئی شخص اس کی برائی کرے تو اُسے برا نہ سمجھے اگر اس کی غلطی ظاہر کرے تو نفسانی خواہش کے پیش نظر ہٹ دھرمی اور ضد نہ کرے۔ اس بات کو پسند نہ کرے کہ لوگ اس کی تعریف کریں۔ تعریف اور مذمت دونوں کو برابر سمجھے۔ امام کا لباس صاف ستھرا اور خوراک پاک ہو اس کے لباس سے تبختر اور

برائی ظاہر نہ ہوتی ہو، اس کی نشست میں غرور کی جھلک نہ ہو، کسی جرم کی سزا میں اس پر اسلامی حد جاری نہ کی گئی ہو (سزا یافتہ نہ ہو)۔ لوگوں کی نظر میں متہم نہ ہو۔ کسی بھائی کی حاکموں سے لگائی بجھائی نہ کرتا ہو، لوگوں کے رازوں کا تحفظ کرے۔ (پردہ دری نہ کرے) کسی بھائی سے کینہ نہ رکھے۔ امانت۔ تجارت اور مستعار چیزوں میں اس نے خیانت نہ کی ہو۔ خبیث کمائی والا امامت کا اہل نہیں ہے، جس کے دل میں حسد، کینہ اور بغض ہو اس کو بھی امام نہ بنایا جائے، وہ کسی کے عیب کی توہش میں ہو، اور اُمت محمدیہ کو فریب دینے والا، مغلوب الغضب، نفس پرست اور فتنہ پرور شخص کو بھی امام نہیں بنانا چاہیئے۔

اَمام کیلئے مزید شرطیں

امام کے لئے ضروری ہے کہ فتنہ پیدا کرنے کی کوشش نہ کرے نہ فتنہ کو تقویت پہنچائے بلکہ باطل پرستوں کے خلاف اہل حق کی مدد کرے ہاتھ سے ممکن نہ ہو تو زبان سے، اگر زبان سے بھی ممکن نہ ہو تو دل سے ان کی مدد کا خواہاں ہو، اللہ کے معاملہ میں کسی بُرا کہنے والے کے بُرا کہنے کا خیال نہ کرے۔ اپنی تعریف کو پسند نہ کرے نہ اپنی مذمت کا بُرا مانے، اپنے لئے دعا میں تخصیص نہ کرے بلکہ جب دعا کرے تو اپنے لئے اور تمام لوگوں کے لئے عام طور پر دُعا کرے۔ اگر تنہا اپنے لئے دعا کرے گا تو دوسروں کے ساتھ خیانت ہوگی۔

اہل علم کے سوا کسی کو کسی پر ترجیح نہ دے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے مجھ سے متصل دانشور اور ذی فہم لوگ کھڑے ہوں، اسی طرح امام کے پیچھے یعنی اگلی صف میں ایسے ہی لوگوں کو ہونا چاہیئے۔ دولت مند کو اپنے قریب اور غریب کو حقیر جان کر دُور کھڑا نہ کرے۔ ایسے لوگوں کی امامت نہ کرے جو اس کی امامت کو پسند نہیں کرتے، اگر مقتدیوں میں کچھ لوگ اس کی امامت کو پسند اور کچھ ناپسند کرتے ہیں تو ناپسند کرنے والوں کی تعداد اگر زیادہ ہے تو امام کو محراب چھوڑ دینا چاہیئے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ مقتدیوں کی ناگواری اور ناپسندیدگی کی وجہ حقانیت اور علم و آگہی پر ہو اگر ناگواری کا باعث جہالت، باطل پرستی، نادانی اور فرقہ وارانہ تعصب، نفسانی خواہش پر مبنی ہو تو پھر مقتدیوں کی ناگواری کی پرواہ نہ کرے اور ان کی وجہ سے نماز پڑھانا ترک نہ کرے، اگر قوم میں اس بنا پر فتنہ و فساد برپا ہونے کا اندیشہ ہو تو البتہ کنارہ کش ہو جائے اور محراب کو چھوڑ دے اور اس وقت تک محراب کے پاس نہ جائے جب تک لوگ آپس میں صلح نہ کرلیں اور اس کی امامت پر راضی نہ ہو جائیں۔

امام جھگڑنے والا، زیادہ قسمیں کھانے والا اور لعنت کرنے والا نہ ہو، اس کو برائی کی جگہ اور تہمت کے مقام پر جانا مناسب نہیں اس کو چاہیئے کہ صالحین کے علاوہ کسی سے میل ملاپ نہ رکھے، امام کو لازم ہے کہ فتنے اور فساد اٹھانے والوں سے گناہ اور گناہگاروں سے، سرداری اور سرداروں سے محبت نہ کرے، اگر لوگ اسے ایذا پہنچائیں تو اس پر صبر کرے اور اس کے عوض ان سے محبت کرے اور ان کی بھلائی کا طالب رہے اور خیر خواہی کی کوشش کرتا رہے۔

امامت کیلئے جھگڑا کرنا منع ہے!

امامت کے لئے جھگڑا نہیں کرنا چاہیئے اور اگر کوئی دوسرا شخص اس بار کو اس کی جگہ اٹھانا چاہتا ہے تو اس سے اس معاملے میں نہ جھگڑے، اکابرین ملت اور صالحین سلف کے بارے میں منقول ہے کہ انھوں نے امام بننے سے گریز کیا ہے اور اپنی بجائے انھوں نے امامت کے لئے ایسے لوگوں کو بڑھا دیا جو بزرگی اور تقوی میں ان کے برابر نہیں تھے، اس طرز عمل سے ان کا مُدعا یہ تھا کہ خود ان کا بوجھ ہلکا ہو جائے وہ اس بات سے ڈرتے تھے کہ کہیں امامت میں ان سے کوئی قصور و کوتاہی نہ ہو جائے۔

حاکمِ وقت کی اجازت ضروری ہے۔

اگر حاضرین میں حاکم وقت موجود ہو تو اس کی اجازت کے بغیر امامت کے لئے آگے نہ بڑھے اسی طرح جب کسی گاؤں میں یا قبیلہ میں پہنچے تو وہاں کے لوگوں کی اجازت سے بغیر امامت نہ کرے، اسی طرح کسی قافلہ یا سفر میں بہت سے لوگوں کے ساتھ ہو جانے کا اتفاق ہو تو ساتھیوں کی اجازت کے بغیر اُن کی امامت نہ کرے، نماز لمبی نہیں پڑھانا چاہیئے بلکہ مختصر پڑھانا چاہیئے مگر ارکان پورے ادا کرے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نے ارشاد فرمایا کہ "جب تم میں سے کوئی امام ہو تو نماز کو مختصر کرے کیونکہ اس کے پیچھے بچے بوڑھے اور کام کرنے والے لوگ بھی کھڑے ہوتے ہیں" ہاں اگر نماز تنہا پڑھے تو پھر جتنی چاہے لمبی پڑھے۔ حضرت ابوداؤد رض روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب لوگوں کو نماز پڑھاتے تو بہت ہی مختصر نماز ہوتی اور جب بہ نفسِ نفیس ادا فرماتے تو سب سے زیادہ لمبی نماز ہوتی۔

امام کا دل اور زبان سے نیت کرنا۔

امام کو چاہیئے کہ دل سے نیت کئے بغیر نہ نماز شروع کرے اور نہ تکبیر تحریمہ کہے اگر زبان سے بھی نیت کے الفاظ کہہ لے تو زیادہ اچھا ہے۔ امام کو چاہیئے کہ پہلے دائیں بائیں دیکھ کر صفیں درست کرائے اور مقتدیوں سے کہے سیدھے کھڑے ہو جاؤ، اللہ تم پر رحمت نازل فرمائے، ٹھیک کھڑے ہو جاؤ اللہ تم سے راضی ہو، درمیان کے خلا کو پُر کرنے کے لئے حکم دے کہ شانہ سے شانہ ملا کر کھڑے ہو جاؤ، صفوں کی کجی سے نماز میں نقص پیدا ہوتا ہے، شیطان لوگوں کے ساتھ صفوں میں گھس کر کھڑے ہو جاتے ہیں، حدیث شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ صفیں جوڑ لیا کرو، شانے سے شانہ ملا لیا کرو۔ اور درمیانی خلا کو پُر کر لیا کرو تاکہ بکری کے بچوں جیسے شیطان تمھارے درمیان گھس کر نہ کھڑے ہو جائیں"۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو سرکار والا تکبیر کہنے سے پہلے دائیں بائیں کے لوگوں کو شانے برابر رکھنے کا حکم دیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ کوئی شخص آگے پیچھے نہ ہو ورنہ دونوں میں پھوٹ پڑ جائے گی۔ حضور نے ایک روز نماز کے وقت دیکھا کہ ایک شخص کا سینہ صف سے باہر نکلا ہوا ہے حضور نے ارشاد فرمایا تم کو اپنے مونڈھے برابر کر لینا چاہیئے ورنہ اللہ تعالیٰ تمھارے دلوں میں پھوٹ ڈال دے گا۔

مسلم اور بخاری کی متفق علیہ روایت ہے کہ سالم بن جعد نے حضرت نعمان بن بشیر رض سے سنا کہ انھوں نے فرمایا رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ اپنی صفیں سیدھی رکھو ورنہ اللہ تعالیٰ تمھارے چہروں میں فرق پیدا کر دے گا۔ ایک دوسری حدیث میں حضرت قتادہ نے حضرت انس بن مالک سے روایت کی ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صفوں کو سیدھا رکھنا تکمیل نماز میں سے ہے (یعنی تکمیل صلوٰۃ کا ایک حصہ ہے)۔

حضرت امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو محض صفیں سیدھی کرنے پر مقرر کر رکھا تھا۔ جب تک وہ شخص صفوں کے ہموار ہونے کی اطلاع آپ کو نہیں دیتا تھا آپ تکبیر تحریمہ نہیں کہتے تھے حضرت عمر بن عبدالعزیز کا بھی یہی معمول تھا، ایک روایت میں ہے کہ حضرت بلال رض موذن رسول اللہ صفیں ہموار کراتے تھے اور ایڑیوں پر کوڑے مارتے تھے تاکہ لوگ ہموار کھڑے ہو جائیں بعض علماء نے فرمایا ہے کہ اس روایت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ یہ خدمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں اقامت کے وقت نماز شروع کرنے سے پہلے انجام دیا کرتے تھے اس لئے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے

حضور والا کے بعد کسی امام کے لئے کبھی اذان نہیں دی۔ صرف ایک دن حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جب کہ آپ ملک شام سے واپس آئے تھے تو حضرت صدیق اکبرؓ اور دوسرے صحابہؓ نے عہدِ نبوی کی یاد اور اشتیاق میں حضرت بلالؓ سے درخواست اذان کی تھی تو آپ نے اذان دی تھی، اذان میں جب آپ کلمہ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰہِ پر پہنچے تو رک گئے اور آگے کچھ نہ کہہ سکے، حضور والا کی محبت اور آپ کے عشق و محبت میں بیہوش ہوکر گر پڑے، مدینہ کے انصار و مہاجرین میں ایک کہرام پڑ گیا یہاں تک کہ محبت رسولؐ میں جوان عورتیں بھی پردے سے باہر نکل گئیں؛ اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا لوگوں کی ایڑیوں پر دُرّے مارنا رسول اللہؐ کے زمانۂ مبارکہ میں تھا۔

امام محراب میں بالکل اندر نہ کھڑا ہو

امام کو جائز نہیں ہے کہ محراب کے بالکل اندر گھس کر کھڑا ہو اور پیچھے والے لوگوں کی نظروں سے چھپ جائے بلکہ اس کو محراب سے قدرے باہر کھڑا ہونا چاہیئے، امام احمد سے دوسری روایت یہ ہے کہ طاقچہ (محراب امام) کے اندر کھڑا ہونا مستحب ہے، البتہ اس کو یہ جائز نہیں کہ وہ مقتدیوں سے اونچی جگہ کھڑا ہو اگر ایسا کرے گا تو ایک قول کے مطابق نماز باطل ہو جائے گی۔ امام کے لئے مناسب ہے کہ نماز سے سلام پھیرنے کے بعد زیادہ دیر تک محراب میں نہ ٹھہرے بلکہ باہر نکل کر سُنتوں کے لئے کھڑا ہو جائے یا محراب کے بائیں جانب کھڑے ہوکر سنتیں ادا کرے حضرت مغیرہ بن شعبہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ امام نے جس جگہ کھڑے ہوکر فرض نماز پڑھائی ہے، اس جگہ سنتیں اور نفل نہ پڑھے۔ البتہ مقتدی کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنی جگہ پر کھڑے ہوکر سنتیں اور نفل پڑھ لے چاہے تو اِدھر اُدھر ہٹ کر بھی پڑھ سکتا ہے۔

قرأت کے اوّل و بعد سکوت

امام کو دوبارہ وقفہ کرنا چاہیئے۔ ایک بار تو نماز کے شروع میں اور دوسری بار قرأت کے بعد رکوع سے پہلے۔ کہ اس وقفہ میں اس کو دم لینے کا موقع مل جائے گا اور قرأت سے جو جوش پیدا ہوا تھا وہ سکون سے بدل جائے، اور قرأت کا اتصال رکوع کی تکبیر سے بھی نہیں ہوگا، حضرت سمرہ بن جندبؓ سے مروی حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح منقول ہے۔

امام کو چاہیئے کہ اپنے سامنے سُترہ (اوٹ) رکھے لیکن سترہ اتنے فاصلہ پر نہیں رکھنا چاہیئے کہ اس کے درمیان سے کالا کتّا، گدھا یا عورت گزر سکے، ان کے گزرنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے، حضرت امام احمد رضی اللہ عنہ کا یہی مسلک ہے لیکن آپ ہی سے ایک دوسری روایت یہ ہے کہ عورت اور گدھا سامنے سے گزر جائے تو نماز میں نقصان واقع نہیں ہوتا۔

رکوع کی تسبیح

رکوع میں جائے تو تین بار وہ تسبیح پڑھے جس کا ہم ذکر کر چکے ہیں، تسبیح پڑھنے میں عجلت نہ کرے بلکہ بہت آہستگی اور جم کر الفاظ ادا کرے کیونکہ اگر امام اس تسبیح کو عجلت سے پڑھیگا تو مقتدی اس کو نہیں پا لیں گے اور اس صورت میں مقتدی امام سے سبقت لے جائیں گے اور اُن کی نماز فاسد ہو جائے گی (اور اس کا گناہ امام کی طرف لوٹے گا (امام پر ہوگا)۔ اسی طرح رکوع سے سر اٹھا کر سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ کہکر ٹھیک ٹھیک کھڑا ہو جائے اور بغیر عجلت کے رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ کہے تاکہ مقتدی بھی اتنی دیر میں کہہ لیں۔ اگر اس کے ساتھ مِلْأَ السَّمٰوٰتِ وَ مِلْأَ الْاَرْضِ وَ مِلْأَ مَا شِئْتَ مِنْ شَیْءٍ کہے تو بھی جائز ہے، اس سلسلہ میں ایک حدیث آئی ہے۔ حضرت انس بن مالکؓ نے فرمایا

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع سے سر مبارک اٹھا کر اتنی دیر تک اسجدے سے، توقف فرماتے کہ یہ خیال ہوتا تھا کہ آپ بھول گئے۔ اسی طرح سجدے میں اور دونوں سجدوں کے درمیان قعدہ میں وقفہ کرے اور اس شخص کے کہنے کا کچھ خیال نہ کرے جو یہ کہتا ہے کہ اس صورت میں مقتدی امام سے پہلے بعض ارکان ادا کرے گا۔ اور فعل مقدم کیا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ جب لوگ امام کے وقفہ کو دیکھیں گے اور سمجھ لیں گے کہ امام ہمیشہ یہ وقفہ کرتا ہے تو وہ سمجھ لیں گے کہ دونوں سجدوں کے درمیان وقفہ امام کی عادت ہے اس لئے پھر وہ بھی ٹھہرا کریں گے اور امام سے پہلے عمل نہیں کریں گے۔

نماز سے پہلے مقتدیوں کو تنبیہ کرنا

امام کو یہ حکم دیا کہ نماز شروع کرنے سے پہلے مقتدیوں کو خبردار کر دے کہ امام سے مسابقت بڑا گناہ ہے (اس کو مفصلاً ہم آئندہ اوراق میں بیان کریں گے) پس امام کے اس توقف اور سکون سے کوئی خرابی پیدا نہیں ہوگی بلکہ اس کے برعکس عام اصلاح ہو جائے گی اور نمازیں مکمل ہوں گی۔ حدیث شریف میں آیا ہے امام ہر اس نمازی پر نگراں ہے جو اس کے ساتھ نماز پڑھ رہا ہے اور اس سے اس کی رعیت (یعنی مقتدی) کے بارے میں سوال کیا جائے گا اس طرح بھی آیا ہے کہ امام مقتدی کی نماز کا محافظ و نگہبان ہے اس لئے امام پر مقتدیوں کی خیر خواہی اور بھلائی لازم ہے۔

مقتدی کا گناہ امام کا گناہ ہے

امام اپنی نماز کو مکمل، عمدہ اور محکم بنائے یہ اس پر فرض ہے تاکہ مقتدیوں کی نماز کا اس کو بھی ثواب ہے ورنہ اگر نماز میں خرابی اور کوتاہی کرتا رہے گا تو جیسا گناہ مقتدیوں کو ہوگا ویسا ہی اس کو بھی ہوگا۔

اِقتدا کے آداب

اِقتدا کی نیت

امام کی پیروی کے لئے نیت کرنا واجب ہے۔ مقتدی کو امام کے دائیں جانب کھڑا ہونا چاہیئے بشرطیکہ تنہا ہو، نہ امام کے آگے کھڑا ہو نہ بائیں ہاتھ کو، اگر مقتدیوں کی جماعت ہو یعنی چند افراد ہوں تو سب کو امام کے پیچھے کھڑا ہونا چاہیئے۔ اگر اکیلا مقتدی حسب شرط امام کے دائیں جانب کھڑا ہو کر تکبیر کہہ چکا تھا کہ دوسرا مقتدی بھی آ گیا تو وہ بھی اس کے ساتھ تکبیر میں شریک ہو جائے اور پھر دونوں امام کے پیچھے جا کر ایک صف میں کھڑے ہو جائیں ایسی صورت میں جب دوسرا آدمی تکبیر کہہ چکے تو امام اپنے ہاتھ سے دونوں کو اپنے پیچھے کر دے امام خود آگے نہ بڑھے ہاں اگر پیچھے جگہ نہ ہو تو بصورت مجبوری آگے بڑھ جائے۔

جماعت کا انکشاف پر کرنا

اگر جماعت کھڑی ہو اور بعد کو کوئی شخص آئے اور اس کو جماعت کے اندر کہیں رخنہ نظر آئے تو اس میں داخل ہو جائے ورنہ صف کے پیچھے امام کے دائیں رخ پر کھڑا ہو جائے اپنے ساتھ ملانے کے لئے کسی نمازی کو صف میں سے نہ کھینچے اس طرز عمل سے آپس میں بغض و عداوت پیدا ہوتی ہے علاوہ ازیں جس شخص کو صف بنانے کے لئے کھینچا گیا ہے اس کی نماز ہمارے نزدیک (حنبلی مذہب میں) فاسد ہو جاتی ہے اس لئے کوشش کر کے

صف میں داخل ہو جائے اور تکبیر تحریمہ کہہ کر نماز شروع کردے۔ اگر مقتدی ایسے وقت میں مسجد میں داخل ہوا ہے کہ امام رکوع میں ہے تو دو تکبیریں کہے ایک تکبیر تحریمہ اور دوسری تکبیر رکوع ! اگر ایک تکبیر کہی لیکن نیت دونوں تکبیروں کی کرلی تب بھی درست ہے، اگر مقتدی ایسے وقت پہنچا ہے کہ امام تشہد میں ہو تو نماز کی نیت کرکے تکبیر کہہ کر تشہد کے لئے بیٹھ جانا مستحب ہے تاکہ جماعت کی فضیلت سے محروم نہ رہے، جب امام سلام پھیرے تو اسی تکبیر کو بنا بناکر اپنی باقی نماز پوری کرے

امام سے سبقت نہ کرنا

مقتدی کے لئے لازم ہے کہ اپنے کسی فعل میں امام سے سبقت نہ کرے اور نہ تکبیر میں نہ رکوع میں نہ سجود میں اور نہ سر اٹھانے میں جہاں تک ممکن ہو ہر رکن امام کے بعد ادا کرے، اس سلسلے میں بہت سی احادیث آئی ہیں اور صحابہ کرامؓ کے بھی بہت سے اقوال ہیں۔

حضرت براءؓ بن عازب فرماتے ہیں کہ ہم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھتے تھے تو جب تک آپ جبین مبارک سجدے میں نہ رکھتے ہم اپنی کمروں کو نہ جھکاتے تھے (سجدے میں جانے کے لئے نہ جھکتے تھے) اور جب آپ رکوع کے بعد تکبیر کہہ کر اپنا سر مبارک زمین پر نہ رکھدیا کرتے تھے اس وقت تک ہم آپ کے پیچھے ہی قیام کی حالت میں کھڑے رہتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص امام سے پہلے سر اٹھاتا ہے کیا اس کو ڈر نہیں لگتا کہ کہیں اللہ اس کے سر کو گدھے کے سر میں تبدیل نہ کردے۔ دوسری حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ امام تم سے پہلے رکوع کرتا ہے اور تم سے پہلے سر اٹھاتا ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اقوال میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سیدھے کھڑے ہو جاتے تھے اور اس وقت تک ہم سجدے ہی میں ہوتے تھے۔ حضرت انسؓ بن مالکؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص امام سے پہلے اپنا سر سجدہ سے اٹھاتا ہے کیا اس کو ڈر نہیں لگتا کہ اللہ تعالیٰ اس کے سر کو گدھے کے سر سے بدل دے یا خنزیر کے سر کی طرح بنادے، حضرت ابوہریرہؓ سے جو روایت ہے اس میں خنزیر کا ذکر نہیں ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ نے ایک شخص کو امام سے پہلے ارکان ادا کرتے دیکھکر فرمایا تو نے نہ تنہا نماز پڑھی ہے نہ امام کی اقتدا کی ہے اور جس نے امام سے پہلے رکن ادا کئے وہ نہ تنہا نماز پڑھتا ہے نہ امام کے ساتھ ایسے ہی لوگوں کی نمازیں نہیں ہوتیں۔ اسی طرح حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے ایک روایت ہے کہ انھوں نے ایک شخص کو امام سے سبقت کرتے دیکھ کر فرمایا تو نے نہ تنہا نماز پڑھی اور نہ امام کے ساتھ، پھر اس کو دوبارہ نماز پڑھنے کا حکم دیا۔

امام متابعت کی غرض و غایت کے لئے مقرر کیا جاتا ہے

ابوصالحؒ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "امام کو اسی لئے مقرر کیا جاتا ہے کہ اس کی متابعت کی جائے لہذا جب تکبیر کہے تب تم بھی تکبیر کہو جب وہ رکوع کرے تب تم بھی رکوع کرو جب وہ سجدہ کرے اس وقت تم بھی سجدہ کرو، جب وہ سر اٹھائے تم بھی سر اٹھاؤ، جب سمع اللہ لمن حمدہ کہے تب تم ربنا لک الحمد کہو جب امام بیٹھے (جلسہ کرے) تب تم بھی بیٹھو"۔

حضرت ابو عبداللہ احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک رسالہ میں اپنی اسناد کے ساتھ حضرت ابو موسیٰ اشعری کی ایک روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو ہماری نماز سکھائی ہے اور نماز میں ہم جو کچھ پڑھتے ہیں وہ بھی ہم کو بتا دیا حضور نے فرمایا جب امام تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو، جب قرأت کرے تو خاموشی کے ساتھ متوجہ ہو کر سنو۔ جب امام غیر المغضوب علیہم ولا الضآلین کہے تو تم مقتدی آمین کہو اللہ تمھاری دعاؤں کو قبول فرمائے گا اور جب امام تکبیر کہے تو تم تکبیر کہو جب وہ رکوع سے سر اٹھا کر سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ کہے تو تم سر اٹھا کر اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ کہو اللہ تمھارا قول سنے گا! جب وہ تکبیر کہے اور سجدہ کرے تو تم تکبیر اور سجدہ کرو، جب وہ سجدے سے سر اٹھائے تو تم سر اٹھاؤ اور اس کے بعد تکبیر کہو، حضور نے اس مقام پر فرمایا بس! یہ تمھارے اعمال امام کے افعال کے ساتھ ہیں۔ اسی طرح جب امام قعدہ کرے تو تم اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلٰوۃُ وَالطَّیِّبَاتُ، پڑھو یہاں تک کہ نماز سے فارغ ہو جاؤ۔

ہمارے امام حضرت ابو عبداللہ احمد بن حنبل نے اس حدیث کی تشریح میں فرمایا ہے اللہ ہمارا خاتمہ اُن کے عقیدے پر کرے اور ان کے ساتھ ہم کو محشور فرمائے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب امام تکبیر کہے تو اس کے ساتھ تم بھی تکبیر کہو اس کے معنی اور اس سے مراد یہ ہے کہ جب امام تکبیر کہہ چکے اور اس کے الفاظ ختم ہو جائیں تو اس کے بعد تم تکبیر کہو عوام نماز کو ایک معمولی بات سمجھکر پرواہ نہیں کرتے، حدیث کو نہیں سمجھتے چنانچہ جب امام تکبیر شروع کرتا ہے تو وہ بھی تکبیر شروع کر دیتے ہیں اور یہ غلطی ہے۔ جب تک امام تکبیر سے فارغ نہ ہو جائے اور اس کی آواز ختم نہ ہو جائے اس وقت تک مقتدیوں کا تکبیر کہنا جائز نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی کا یہی مطلب ہے۔

امام کو تکبیر کہنے والا اسی وقت کہا جا سکتا ہے[1] جب وہ پوری تکبیر کہہ دے پس جب وہ اللہ اکبر کہہ چکے تو مقتدیوں کو تکبیر کہنا چاہیئے امام کے ساتھ ساتھ کہنا درست نہیں ہے اور یہ عمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی کے خلاف ہے مثلاً تم کہو کہ جب فلاں شخص نماز پڑھے گا تو میں اس سے کلام کروں گا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ میں اتنی دیر انتظار کروں گا کہ وہ نماز سے فارغ ہو جائے اس کا یہ مطلب تو نہیں ہو سکتا کہ وہ شخص نماز بھی پڑھتا رہے اور بات بھی ہوتی رہے۔ یہی اس فرمانِ نبوی کا کہ "جب امام تکبیر کہے تب تم بھی کہو"، مطلب ہے۔

بعض کم فہم امام تکبیر کو لمبا کر دیتے ہیں اور مقتدی کی تکبیر اس کے ساتھ یا بعد میں ختم ہوتی ہے تو اس صورت میں مقتدی امام کا تابع نہیں ہوگا اور جو شخص امام سے پہلے تکبیر کہہ لے اس کی نماز نہیں ہوتی پس اس شخص کی نماز بھی نہیں ہوگی، اس لئے کہ اس کے معنی یہ ہوئے کہ اس شخص نے امام سے پہلے نماز شروع کر دی۔

اسی طرح حضور کے فرمان کا کہ جب امام سر اٹھائے اور سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ کہے تو تم بھی سر اٹھاؤ اور اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ، کہو" مطلب یہ ہے کہ جب تک امام سر اٹھا کر سمع اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ نہ کہہ چکے اور اس کی آواز ختم نہ ہو جائے مقتدی سر کو نہ اٹھائیں۔ اور اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ نہ کہیں، اسی طرح اس ارشاد والا کے کہ "جب امام تکبیر کہے اور سجدہ کرے تو تم تکبیر کہو اور سجدہ کرو" معنی بھی یہی ہیں کہ مقتدی اس وقت تک کھڑے رہیں

---

[1] اِذَا کَبَّرَ الْاِمَامُ فَکَبِّرُوْا (حدیث شریف)

جب تک امام تکبیر کہتا ہوا سجدہ کو جھکے اور پیشانی زمین پر رکھدے (اس وقت یہ تکبیر کہیں اور سجدہ کریں، حضرت براء بن عازبؓ نے یہی تشریح کی ہے اور یہی تشریح، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد گرامی کے موافق ہے کہ "امام تم سے پہلے رکوع کرتا ہے اور تم سے پہلے سجدہ کرتا اور تم سے پہلے سر اٹھاتا ہے۔ اور اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا تھا کہ امام جب تکبیر کہے اور سر اٹھائے تو تم اپنے سر اٹھاؤ اور تکبیر کہو۔ اس کا بھی مطلب یہی ہے کہ مقتدی اس وقت تک سجدہ میں رہیں کہ امام سجدہ سے سر اٹھائے اور تکبیر کہہ چکے اور اس کی آواز ختم ہو جائے تو اس کی پیروی کریں اور سجدہ سے سر کو اٹھائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان فتلک بتلک (یہ مقتدی ان اماموں کے ساتھ ساتھ ہیں، یعنی قیام کی حالت میں تم اتنا انتظار کرو کہ امام تکبیر کہہ چکے اور رکوع میں پہنچ جائے اور رکوع کی حالت میں یہ انتظار کرو کہ امام رکوع سے سر اٹھالے اور سمع اللہ لمن حمدہٗ کہہ چکے اور اس کی آواز ختم ہو جائے تب تم اپنا سر رکوع سے اٹھاؤ اور ربّنا لک الحمد کہو۔" الغرض حضور کا فرمان مذکورہ ہر حرکت کو شامل ہے۔ تم پوری نماز امام کی اسی طرح پیروی کر کے مکمل کرو اور خوب سوچ سمجھ کر اس پر عمل کرو۔

امام سے مسابقت کے باعث نماز قبول نہیں ہوگی

قیامت کے دن بہت سے ایسے لوگ ہوں گے جن کی نمازیں قبول نہیں ہوئیں کیونکہ رکوع سجود اور قعود و قیام میں انھوں نے امام سے مسابقت کی ہوگی: حدیث شریف میں آیا ہے کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ لوگ نماز تو پڑھیں گے مگر حقیقت میں نماز نہیں پڑھیں گے ممکن ہے کہ وہ زمانہ یہی ہو کیونکہ اس زمانے میں بیشتر لوگ امام سے افعال نماز میں سبقت کرتے ہیں اور اس طرح وہ نماز کے ارکان و واجبات اور مسنونات کو ضائع کر دیتے ہیں۔

ترک واجبات و آداب نماز پر تنبیہ کرنا ضروری ہے

اگر کوئی شخص کسی شخص کو نماز کے واجبات و آداب میں کوتاہی کرتا ہوا دیکھے تو اس پر واجب ہے کہ اس کو بتائے اور سمجھائے تاکہ وہ آئندہ نماز درستی کے ساتھ ادا کرے اور ناقص ادا کردہ نمازوں کی تلافی کر کے استغفار کرے اور دیکھنے والا ایسا نہیں کرے گا تو کرنے والے کا شریک قرار دیا جائے گا اور اس کا بار اور گناہ اس پر بھی ہوگا۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "جاہل کی وجہ سے عالم کی تباہی ہوگی کیونکہ عالم جاہل کو نہیں سکھاتا۔" اس سے یہ لازم آتا ہے کہ نہ جاننے والے کو بتانا اور سکھانا عالم پر واجب ہے اسی لئے حضور نے ترک تعلیم پر اس کو تباہی سے ڈرایا ہے۔ جو واجب اور فرض کا ترک کرنے والا ہوتا ہے وہی وعید کا مستحق ہوتا ہے۔

خطا کار کی اصلاح

حضرت بلالؓ بن سعد سے حدیث مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "گناہ جب تک چھپا رہتا ہے اس وقت تک گناہ کرنے والے کے سوا کسی اور کو ضرر نہیں پہنچتا اور جب سامنے آ جائے یعنی ظاہر ہو جاتا ہے، اور اس کی اصلاح نہیں کی جاتی تو اس کا نقصان عام لوگوں کو پہنچتا ہے کیونکہ لوگوں پر یہ لازم ہے کہ جس سے گناہ سرزد ہو رہا ہے اس کو روکیں اور گناہ کی اصلاح کریں، لیکن وہ خاموش رہتے ہیں جس سے اس گناہ کی خرابی اور اس کا وبال بڑھ جاتا ہے۔ اور سب لوگ اس کی لپیٹ میں آجاتے ہیں۔ اور اس طرح بدکاروں کی بدکاری میں نیکوکار بھی شریک ہو جاتے ہیں۔ اگر انھوں نے روکا اور نصیحت کی تو یہ شرکت ختم ہو جاتی ہے۔

حضرت ابن مسعودؓ کا قول حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس نے کسی کو نماز میں غلطی اور کوتاہی کرتے دیکھا اور اس کو اس غلطی سے نہیں روکا تو وہ گناہ میں اس کا شریک ہوگا۔ دیکھنے والا اگر منع نہ کرے تو وہ شیطان لعین کی موافقت کرتا ہے اس لئے کہ شیطان بھی تو برائی سے منع نہیں کرتا بلکہ ترغیب دیتا ہے اور اس نیکی و تقویٰ سے روکتا ہے جس کا حکم اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ تَعَاوَنُوْا عَلَی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی (نیکی اور تقویٰ میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرو)۔

مسلمانوں کو نصیحت کرنا ہر ایک پر واجب ہے ہر مسلمان پر واجب ہے کہ دوسرے مسلمان کو نصیحت کرے کیونکہ شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ مسلمانوں کا دین کمزور ہو جائے اور اسلام دنیا سے مٹ جائے اور تمام مخلوق عصیاں میں مبتلا ہو جائے، پس کسی ذی فہم کے لئے یہ مناسب نہیں کہ وہ شیطان کے کہنے پر چلے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

یَا بَنِیْ اٰدَمَ لَا یَفْتِنَنَّکُمُ الشَّیْطَانُ کَمَا اَخْرَجَ اَبَوَیْکُمْ مِّنَ الْجَنَّۃِ ۔

اے اولاد آدم! کہیں ایسا نہ ہو کہ شیطان تم کو فتنے میں اسی طرح ڈال دے جس طرح تمھارے ماں باپ کو جنت سے نکلوایا تھا

دوسرا ارشاد ربانی ہے:۔ اِنَّ الشَّیْطَانَ لَکُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا اِنَّمَا یَدْعُوْا حِزْبَہٗ لِیَکُوْنُوْا مِنْ اَصْحَابِ السَّعِیْرِ ۔

یقیناً شیطان تمہارا دشمن ہے، تم اسے اپنا دشمن جانو شیطان اور اس کی ذریت تو تم کو اسی طرف بلاتی ہے کہ تم دوزخیوں میں سے ہو جاؤ۔

علماء کی خاموشی کا نتیجہ نماز، روزہ اور دیگر عبادات میں جو کمی اور کوتاہی پائی جاتی ہے یہ سب کچھ علماء اور فقہا کی خاموشی کا نتیجہ ہے چونکہ انھوں نے وعظ و پند کو ترک کر دیا ہے اور دین کی تعلیم دینا اور آداب سکھانا چھوڑ دیا اس کی وجہ سے عبادتوں میں جو نقص پیدا ہوتا ہے اولاً اس کی ابتدا جاہلوں سے ہوتی ہے اور اس کے بعد یہ عالموں اور فقیہوں میں بھی پھیل جاتی ہے اور پھر تمام برائیاں ان ہی کی طرف منسوب ہو جاتی ہیں اور سب لوگ یہی کہنے لگتے ہیں کہ یہ سب قصور علماء کا ہے۔ کس قدر تعجب کی بات ہے کہ ایک مرد مسلمان اگر کسی شخص کو ایک یہودی یا ایک مسلمان کا ایک حبہ یا ایک روٹی بھی چراتے دیکھتا ہے تو چیخ اٹھتا ہے اور چور چور پکارتا ہے اس کو برا کہتا ہے لیکن وہی شخص اگر کسی کو نماز پڑھتے وقت نماز کے ارکان و واجبات کو چوری کرتے یعنی ان کو چھوڑتے دیکھتا ہے اور اس کی نظروں کے سامنے مقتدی امام سے سبقت کرتا ہے تو خاموش رہتا ہے کچھ بھی نہیں کہتا، نہ اس کو روکتا ہے نہ اس کی اصلاح کرتا ہے بلکہ اس کے معاملے کو ناقابل توجہ سمجھ کر چھوڑ دیتا ہے۔

سب سے بڑا چور حدیث شریف میں آیا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص نماز میں سے کچھ چراتا ہے وہ بدترین چور ہے صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی نماز کی چوری کیسے کر سکتا ہے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا رکوع و سجود کو پورا ادا نہ کرنا نماز کی چوری ہے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں تم کو بتاؤں کہ لوگوں میں سب سے بدترین چور کون ہے! صحابہؓ نے عرض کیا ضرور ارشاد فرمائیے وہ کون ہے؟ حضورؐ نے فرمایا جو نہ رکوع

پورا کرتا ہے اور نہ سجدہ مکمل کرتا ہے!!

حضرت سلمان فارسیؓ فرماتے ہیں کہ نماز ایک پیمانہ ہے جو پورا ادا کرے گا اس کو پورا دیا جائے گا بدلہ، اور جو کم دیگا تو جانتے ہی ہو کہ کم دینے والوں کے حق میں اللہ تعالیٰ نے کیا فرمایا ہے! وَیْلٌ لِّلْمُطَفِّفِیْنَ فرمایا گیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن علی یا علی بن شیبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ان نمائندوں میں سے ایک تھا جو حضور کی خدمت گرامی میں اپنے قبیلے کی طرف سے حاضر ہوئے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس کی طرف التفات نہیں فرماتا جو رکوع و سجدہ میں اپنی کمر سیدھی نہیں رکھتا!

اعادہ نماز کا حکم

حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کے ایک گوشہ میں تشریف فرما تھے ایک شخص آیا اور نماز پڑھ کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوا اور سلام عرض کیا: حضور نے سلام کا جواب دینے کے بعد فرمایا لوٹ کر جاؤ اور نماز پڑھو کیونکہ تم نے حقیقت میں نماز نہیں پڑھی! اس شخص نے پھر اسی طرح نماز پڑھی جیسے پہلے پڑھی تھی: پھر حاضر خدمت ہو کر سلام عرض کیا۔ حضور نے پھر ارشاد فرمایا نماز پڑھ لو کیونکہ تم نے نماز نہیں پڑھی اس شخص نے تین بار ایسا ہی کیا اس کے بعد حضور سے عرض کیا کہ میں نماز کا علم اچھی طرح نہیں رکھتا آپ مجھے نماز سکھا دیجئے! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم نماز کے لئے کھڑے ہو تو اچھی طرح وضو کرلو! پھر قبلہ رو ہو کر تکبیر کہو پھر قرآن میں سے جو کچھ یاد ہو پڑھو پھر رکوع کرو جب ٹھیک طرح رکوع کرلو تو سر اٹھاؤ اور سیدھے کھڑے ہو جاؤ پھر سجدہ کرو۔ ٹھیک ٹھیک سجدہ کرنے کے بعد بیٹھ جاؤ جب نشست ٹھیک ہو جائے تو دوسرا سجدہ کرو اور ٹھہراؤ سے سجدہ کرنے کے بعد سر اٹھا کر ٹھیک طرح بیٹھ جاؤ اور اسی طرح نماز پوری کرو!

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ حضرت رفاعہؓ بن رافع نے فرمایا ہے ہم رسول اللہ کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک شخص آیا اور اس نے قبلہ رو ہو کر نماز پڑھی اس کے بعد وہ خدمت والا میں حاضر ہوا اور سلام پیش کیا۔ حضور نے اس سے فرمایا دوبارہ جا کر نماز پڑھو کیونکہ تم نے نماز نہیں پڑھی، حضور نے اس کو یہ حکم دو تین مرتبہ دیا آخر اس شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ۔ حتی الامکان تو میں نے نماز میں کوئی کمی نہیں کی! مجھے نہیں معلوم کہ آپ مجھ سے کس طرح نماز ادا کرانا چاہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا بغیر کامل وضو کے کسی کی نماز نہیں ہوتی جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ اپنے چہرے کو اور ہاتھوں کو کہنیوں تک دھوؤ، سر کا مسح کرو ٹخنوں تک پیر دھوؤ، اس کے بعد اللہ اکبر کہہ کر سبحانک اللّٰھم پڑھو پھر تکبیر کہہ کر رکوع میں جاؤ۔ دونوں ہتھیلیوں کو گھٹنے پر رکھو یہاں تک کہ اعضا اپنی حالت پر ٹھہر جائیں، پھر رکوع سے اٹھتے ہوئے سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ کہو اور سیدھے کھڑے ہو جاؤ یہاں تک کہ ریڑھ کی ہڈی سیدھی ہو جائے پھر تکبیر کہتے ہوئے سجدے میں جاؤ، اسی طرح آپ نے نماز کی چاروں رکعتیں ادا کرنے کی تشریحی حالت بیان فرمائی اس کے بعد فرمایا ایسا کئے بغیر تم میں سے کسی کی نماز پوری نہیں ہوگی۔

غور کیجئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز اور رکوع و سجود کو پورا کرنے کا حکم دیا اور ارشاد فرمادیا کہ اس کے بغیر نماز قبول نہیں ہوتی، علاوہ ازیں حضور والا نے ایک شخص کو ناقص نماز پڑھتے دیکھا تو آپ خاموش نہ رہے بلکہ اس کی اصلاح فرمادی پس اگر وقت ضرورت بیان حکم کی تاخیر جائز ہوتی اور ناواقف کی تردید اور اس کی تعلیم کا ترک درست ہوتا تو حضورؐ

خاموشی اور سکوت اختیار فرماتے اور اس سے قبل صحابہ کرامؓ کو مفصلاً جو کچھ بتا چکے تھے اسی پر اکتفا فرماتے اور ناقص نماز پڑھنے والے سے درگزر فرماتے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شدت کے ساتھ اس شخص سے نماز کا اعادہ کرایا اور صحیح نماز کی تعلیم دی اس سے صاف ظاہر ہے کہ جاہل کو بتانا (تعلیم دینا) واجب ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حاضرین مجلس کو بھی تاکید فرما دی کہ اگر وہ کسی کو اس طرح نماز پڑھتے دیکھیں تو اسی طرح اس کی اصلاح کریں اور اپنے ساتھیوں کو بھی بتا دیں اور سکھا دیں تاکہ احکام شرع کی تعلیم قیامت تک اسی طرح جاری و ساری رہے۔

موذن کے آداب

موذن پر واجب ہے کہ اذان میں دونوں شہادتوں کی ادائیگی میں اپنا تلفظ درست رکھے (شین کو سین نہ کہے)، اوقات کو پہچانتا ہو۔ فجر کی اذان کے سوا دوسری نمازوں کی اذان وقت سے پہلے نہ دے اذان دینے کی اُجرت نہ لے بلکہ صرف ثواب کے لئے اذان دے۔ اللہ اکبر اور اشہد ان لَا اِلٰہ الا اللہ اور اشہد ان محمد رسول اللہ کہتے وقت قبلہ کی طرف منہ رکھے اور حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح کہنے کے وقت دائیں بائیں منہ پھیرے، مغرب کی اذان دے تو اذان واقامت کے درمیان تھوڑی دیر کو بیٹھ جائے۔

جنابت کی حالت میں یا بے وضو رہ کر اذان دینی مکروہ ہے۔ اقامت کے بعد صفوں کو چیرتا ہوا پہلی صف میں جا کر کھڑا ہونا منع ہے، مناسب تو یہی ہے کہ جہاں اذان دی ہے اسی جگہ اقامت کہے لیکن اس میں اگر دشواری ہو مثلاً اذان منارہ پر چڑھ کر دی تھی۔ یا خارج مسجد کسی جگہ اذان دی تھی تو وہاں سے اُتر کر نماز کی جگہ پہنچ کر اقامت کہے۔

نماز میں خضوع وخشوع

خشوع وخضوع، عاجزی، انکساری، خوف وخشیت الٰہی اور رغبت وشوق سے نماز ادا کرنے پر اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی ہے۔ نماز میں نمازی کے پیش نظر اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ہو، مناجات، قیام، رکوع اور سجود کی حالت میں یہ جانے کہ اللہ کے سامنے کمربستہ رہنا ہے اس لئے اپنے دل کو دنیاوی تصورات سے خالی کرے اور ادائے فرض کی سرگرم کوشش کرے معلوم نہیں کہ اس نماز کے بعد بھی دوسری نماز پڑھ سکے گا یا نہیں یا دوسری نماز سے پہلے ہی اس کو موت کا پیام آجائے گا لہٰذا اپنے رب کے سامنے امید وبیم کی حالت میں غمگین وہیبت زدہ کھڑا ہو، نماز قبول ہونے کی امید لگائے رہے اور رَد کئے جانے سے ڈرتا رہے، نماز قبول ہوگئی تو سعادت حاصل ہوگئی اور اگر لوٹا دی گئی تو بدبختی اور بدنصیبی کا سامنا ہوگا۔

اے وہ مسلمان جو نماز میں اور دوسرے اعمال میں نور اسلام سے منور ہے تیرا اندیشہ بہت عظیم ہے، نماز ہو یا دوسرے فرائض خداوندی سب میں رنج وغم اور خوف وخطر تجھ سے بہت ہی قریب ہے اس لئے کہ تجھے نہیں معلوم کہ تیری کوئی نماز یا کوئی نیکی قبول بھی ہوئی یا نہیں تیرا کوئی گناہ معاف بھی ہوا یا نہیں پھر بھی تو ہنستا ہے، خوش ہوتا ہے تو غفلت میں پڑا ہے، دنیا کی چند روزہ زندگی کی خاطر اپنی دائمی اور ابدی زندگی سے غافل ہے۔ اس کائنات کو کچھ علم نہیں کہ تمہارا انجام کیا ہوگا۔ ایک سچے امین اور مخبر کے پاس سے یہ یقینی خبر آچکی ہے کہ تجھے دوزخ پر سے ضرور گزرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا تم میں سے کوئی ایسا نہیں جو دوزخ پر نہ اترے اور تجھے اس کا یقین نہیں جب تک اللہ تعالیٰ تیری طاعت قبول نہ کرلے اس وقت تک تجھ کو سب سے زیادہ ڈر رہے گا، اور غم میں مبتلا رہنا چاہئے۔ [illegible]

نہیں ہے کہ تیری شام کے بعد صبح بھی ہوگی یا نہیں اور تیری صبح کے بعد شام آئے گی یا نہیں اور تجھے جنت کی بشارت ملے گی یا دوزخ کی: تیری اس حالت کا اقتضا تو یہ تھا کہ تجھے نہ بیوی بچوں سے خوشی حاصل ہوگی اور نہ مال و منال سے۔

انسان بڑی بھول اور ایک عظیم غفلت میں ہے

تمھاری اس غفلت اور بھول پر بڑا تعجب ہے کہ دن اور رات کی ہر گھڑی تمھاری زندگی کم کر رہی ہے، تم کو موت کی طرف ہنکایا جا رہا ہے پس موت سے ڈر اور اس عظیم خطرے سے جو تجھ پر چھایا ہوا ہے غافل مت ہو، موت کا مزہ بالآخر تمھیں چکھنا ہے۔ تمھیں سب کچھ چھوڑ کر خالی ہاتھ اس دنیا سے جانا ہے، ممکن ہے صبح یا شام موت تیرے گھر پر ڈیرے ڈال دے اور اس کا رخ تیرے مکان کی جانب ہو جائے آخر سب کچھ چھین کر تجھے یہاں سے نکالا جانا ہی ہے۔ پھر تیرا رخ خواہ دوزخ کی طرف ہو یا جنت کی طرف، اس کی تجھے خبر نہیں دوزخ کی حقیقت اس کے عذاب کی مقدار اور طرح طرح کے عذابوں کا جاننا اور سمجھنا ناممکن ہے۔ وہ تحریر کے احاطے اور روایت کے دائرے میں نہیں آسکتے!

جنّت کا طلبگار اور دوزخ سے فراری

ایک نیک بندے کا قول ہے کہ میں حیران ہوں کہ دوزخ کے عذاب سے بھاگنے والا کس طرح سوتا ہے اور جنّت کے طلبگار کو نیند کس طرح آتی ہے۔ خدا کی قسم تو اگر دوزخ سے فرار اور جنّت کی آرزو دونوں سے خالی ہے تو پھر تو عذاب پانے والے بدنصیبوں کے ساتھ تباہی میں مبتلا ہوگا اور تیری بدبختی عظیم ترین بدبختی ہوگی اور تیرا غم اور تیری گریہ و زاری بہت طویل ہوگی اور اگر تجھے یہ دعویٰ ہے کہ تو دوزخ سے فرار چاہتا ہے اور جنت کا خواہاں ہے تو ہوشیار ہو کہ آرزوئیں تجھے فریب میں مبتلا نہ کر دیں۔

کوشش اور کاوش سے کام لے نفس اور شیطان سے ہمیشہ ڈرتا رہ، ان دونوں کے نفوذ کی جگہ بہت ہی باریک ہے۔ یہ زبردست لٹیرے ہیں اور ان کی مکاریوں میں خباثت ہی خباثت ہے، پس دنیا سے خبردار رہ کہیں یہ اپنی زیبائش سے تجھے نہ موہ لے، کہیں تجھے یہ اپنے بے مایہ سرو سامان سے، جھوٹ سے اور سرسبزی و شادابی سے فریب میں مبتلا نہ کر دے کہ

دُنیا دھوکا دیتی ہے اور ضرر پہنچاتی ہے

حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "دنیا دھوکا دیتی ہے، گزراں ہے اور مضرت رساں ہے"۔

اللہ جلّ وعلا کا ارشاد ہے فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا کہیں تجھے یہ دنیاوی زندگی فریب میں نہ ڈالے۔ کہیں وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ وہ فریب دینے والا شیطان تمھیں اللہ کے ساتھ فریب میں مبتلا نہ کر دے

پس اللہ سے ڈرو، اللہ سے ڈرو! اللہ سے ڈرو!! نماز اور دوسرے احکام کی اطاعت کرو، ممنوعات سے بچو، ظاہری اور باطنی گناہوں کو چھوڑ دو، اللہ نے قسمت میں جو کچھ لکھ دیا ہے اور جتنا رزق مقدر کر دیا ہے اس پر راضی اور شاکر رہو، اپنے رب کے اوامر و مناہی کے پابند رہو اور اس کے فرمانبردار بن جاؤ۔ جس کام کے ارتکاب سے منع کیا ہے اس حکم سے نہ بھاگو، ممنوعات سے بچو، تمھاری مرضی کے خلاف رزق کی جو تقسیم کی گئی ہے اور بہت سے ایسے کام ہیں جن کو تم پسند نہیں کرتے ان کے مصالح تم کو معلوم نہیں اور ان کا انجام تم سے پوشیدہ ہے، ان کا اجر تم پر ظاہر نہیں پس تم اللہ کی تدبیروں پر اعتراض کر کے اس کی ناخوشی کے سزاوار مت بنو، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَعَسٰٓی اَنْ تَکْرَهُوْا شَیْئًا وَّهُوَ خَیْرٌ لَّکُمْ وَعَسٰٓی اَنْ تُحِبُّوْا شَیْئًا وَّهُوَ شَرٌّ لَّکُمْ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝

بسا اوقات تم کسی چیز کو برا جانتے ہو حالانکہ وہ تمہارے لیے بہتر ہی ہے اور بسا اوقات تم کسی شے کو اچھا سمجھتے ہو حالانکہ وہ تمہارے لیے بری ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ سب حقائق کا عالم ہے اور تم نہیں جانتے

تم ہمیشہ اپنے مولا کے فرمانبردار اور اس کے فیصلے پر راضی اور اس کی بھیجی ہوئی مصیبت پر صابر اور اس کی نعمتوں کے شکر گزار رہو۔ اس کے نام سے اس کی نعمتوں اور اس کی قدرت کی نشانیوں کا ذکر کر کے اس سے دعا کرو اور اس کے فعل اور اس کی مشیت اور اس کے انتظام پر نکتہ چینی نہ کرو: اس وقت تک اس پر عمل پیرا رہو کہ موت آجائے! نیک لوگوں کے ساتھ مرنا اور انبیاء علیہم السلام کے ساتھ تمہارا حشر ہو، رب العالمین کی رحمت اور اس کے کرم سے تم کو بھی جنت میں داخل کیا جائے۔

خواص کی نماز

اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں کی نماز

اللہ تعالیٰ کے خاص بندے جو دل کو بیدار رکھتے اور خضوع و خشوع اور مراقبہ کرتے، دلوں کی محافظت کرتے اور خداوند تعالیٰ کے مقرب ہیں ان کی نماز کی حقیقت اور ہے، ایک روایت میں ہے کہ حضرت یوسف بن عصام خراسان کی کسی جامع مسجد میں پہنچے آپ نے دیکھا کہ وہاں ایک بہت بڑا مجمع حلقہ بنائے بیٹھا ہے۔ انھوں نے دریافت کیا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ کسی نے ان کو بتایا کہ یہ شیخ حاتم کا حلقہ ہے اور اس دن وہ زہد و تقویٰ اور بیم و امید کے موضوع پر باتیں کر رہے ہیں۔ یوسفؒ نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ چلو ان سے نماز کے بارے میں کچھ پوچھیں اگر انھوں نے ٹھیک جواب دیا تو ہم بھی وہاں بیٹھ کر ان کا وعظ سنیں گے ورنہ نہیں، چنانچہ یوسفؒ ان کے پاس پہنچے سلام کیا اور کہا اللہ تعالیٰ آپ پر رحمت فرمائے ہم کو چند مسائل دریافت کرنا ہیں، حاتمؒ نے کہا پوچھئے کیا پوچھنا ہے یوسف نے کہا کہ میں نماز کے بارے میں کچھ دریافت کرنا چاہتا ہوں۔ حاتمؒ نے فرمایا کہ معرفت نماز کے بارے میں دریافت کرنا چاہتے ہو یا آداب نماز کے بارے میں؟ یوسفؒ نے کہا کہ میرا سوال آداب نماز کے بارے میں ہے

آداب نماز

حاتمؒ نے فرمایا: آداب نماز یہ ہیں کہ حکم کے مطابق تم اٹھو، ثواب کی امید کر کے مسجد کو چلو، پھر نیت کر کے عظمت کے ساتھ تکبیر کہو، ترتیل کے ساتھ قرآن پاک پڑھو، خشوع کے ساتھ رکوع کرو، عاجزی کے ساتھ سجدہ کرو، اخلاص کے ساتھ تشہد پڑھو اور رحمت کے ساتھ سلام پھیرو!

معرفت نماز

یہ سن کر یوسفؒ کے احباب نے کہا کہ اب تو معرفت نماز کے بارے میں ان سے دریافت کرنا چاہیے چنانچہ یوسفؒ نے معرفت نماز کے بارے میں حاتمؒ سے دریافت کیا انھوں نے فرمایا کہ معرفت نماز یہ ہے کہ جنت کو اپنے دائیں جانب اور دوزخ کو اپنے پیچھے، پل صراط کو اپنے پیروں تلے اور میزان کو آنکھوں کے سامنے سمجھو اور یقین رکھو کہ خدا کو دیکھ رہے ہو۔ اگر یہ مرتبہ حاصل نہ ہو تو یہ سمجھو کہ اللہ تعالیٰ تم کو دیکھ رہا ہے۔ یوسفؒ نے ان سے دریافت کیا کہ آپ کتنے عرصہ سے اس طرح نماز ادا کر رہے ہیں؟ انھوں نے فرمایا تیس سال سے یہ سن کر یوسفؒ نے اپنے ساتھیوں سے

کہا کہ اٹھو! تاکہ ہم اپنی پچاس برس کی نمازوں کو دوبارہ ادا کریں۔ یوسفؒ نے حضرت حاتمؒ سے یہ بھی سوال کیا کہ آپ نے معرفت نماز کی یہ تعلیم کہاں سے حاصل کی انھوں نے فرمایا اُن کتابوں سے جو آپ نے ہمارے استفادہ کے لئے لکھی ہیں!

ابو حازمؒ کی وضاحت

اسی طرح کا ایک واقعہ ابو حازمؒ المرج کا ہے۔ ابو حازمؒ کا بیان ہے کہ میں سمندر کے ساحل پر تھا ایک صحابیؓ سے ملاقات ہوئی، صحابیؓ نے فرمایا ابو حازمؒ کیا تم اچھی طرح نماز پڑھنا جانتے ہو! میں نے کہا میں فرائض اور سنتوں کو اچھی طرح جانتا ہوں! اس کے علاوہ اچھی طرح نماز پڑھنے کے اور کیا معنی ہیں؟ صحابیؓ نے فرمایا: ابو حازمؒ بتاؤ ادائیگی فرض کے لئے کھڑے ہونے سے قبل کتنے فرائض ہیں؟ میں نے کہا چھ فرض ہیں؟ انھوں نے دریافت کیا کہ وہ کیا ہیں؟ میں نے کہا (۱) طہارت۔ (۲) ستر عورت استر پوشی، (۳) نماز کے لئے پاک جگہ کا انتخاب (۴) نماز کے لئے کھڑا ہونا۔ (۵) نیت کرنا (۶) اور قبلہ رو ہونا۔ انھوں نے دریافت کیا کہ کس نیت کے ساتھ گھر سے مسجد کی طرف جاتے ہو: میں نے کہا رب سے ملاقات کرنے کی نیت کے ساتھ، انھوں نے کہا کہ کس نیت کے ساتھ مسجد میں داخل ہوتے ہو؟ میں نے کہا عبادت و بندگی کی نیت سے، پھر دریافت کیا کہ کس نیت سے عبادت کے لئے کھڑے ہوتے ہو؟ میں نے کہا بندگی کی نیت سے! اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا اقرار کرتے ہوئے! صحابیؓ نے پھر دریافت کیا کہ ابو حازمؒ کن چیزوں کے ساتھ قبلہ کی طرف منھ کرتے ہو، میں نے کہا تین فرائض اور ایک سنت کے ساتھ! پوچھا وہ کیا ہیں؟ میں نے جواب دیا، قبلہ رو کھڑا ہونا فرض ہے، نیت فرض ہے اور تکبیر تحریمہ فرض ہے' یہ تین فرائض ہوئے، اور تکبیر تحریمہ میں دونوں ہاتھ اٹھانا سنت ہے۔ صحابیؓ نے پوچھا کتنی تکبیریں فرض ہیں اور کتنی سنت؟ میں نے کہا چورانوے (۹۴) تکبیریں ہیں اور اُن میں صرف پانچ تکبیریں فرض ہیں باقی سب سنت ہیں' انھوں نے دریافت کیا کہ نماز کس چیز سے شروع کرتے ہو! میں نے کہا تکبیر سے! انھوں نے پوچھا نماز کی برہان کیا ہے؟ میں نے کہا قرآت! پوچھا نماز کا جوہر کیا ہے؟ میں نے کہا اس کی تسبیحات! انھوں نے پوچھا نماز کی زندگی کیا ہے؟ میں نے کہا خضوع و خشوع! انھوں نے پوچھا خشوع کیا ہے؟ میں نے کہا سجدہ گاہ پر نظر جمائے رکھنا، انھوں نے دریافت کیا نماز کا وقار کیا ہے؟ میں نے کہا سکون و اطمینان انھوں نے پوچھا کہ وہ فعل کونسا ہے جس کی بنا پر نماز کے سوا ہر فعل منع ہو جاتا ہے؟ میں نے کہا تکبیر تحریمہ انھوں نے پوچھا نماز کو ختم کرنے والی کون سی چیز ہے؟ میں نے کہا سلام پھیرنا! انھوں نے دریافت کیا کہ اس کی خصوصی علامت کیا ہے؟ میں نے کہا نماز ختم کرنے کے بعد سبحان اللہ، الحمد للہ اور اللہ اکبر پڑھنا۔

صحابیؓ نے دریافت کیا ان سب کی کنجی کیا ہے؟ میں نے کہا نیت! انھوں نے کہا نیت کی کنجی کیا ہے؟ میں نے کہا یقین! انھوں نے کہا یقین کی کنجی کیا ہے؟ میں نے کہا توکل! انھوں نے کہا توکل کی کنجی کیا ہے؟ میں نے کہا خوفِ خدا! انھوں نے کہا خوفِ خدا کی کنجی کیا ہے؟ میں نے کہا امید! دریافت کیا کہ امید کی کنجی کیا ہے؟ میں نے کہا صبر! انھوں نے کہا صبر کی کنجی کیا ہے؟ میں نے کہا رضا، انھوں نے پوچھا رضا کی کنجی کیا ہے؟ میں نے کہا اطاعت' انھوں نے پوچھا اطاعت کی کنجی کیا ہے؟ میں نے کہا اقرار، انھوں نے پوچھا اقرار کی کنجی کیا ہے؟ میں نے کہا اللہ کی ربوبیت اور اس کی وحدانیت کا اقرار! انھوں نے دریافت کیا کہ یہ سب باتیں تم کو کہاں سے معلوم ہوئیں؟ میں نے کہا علم کے ذریعے سے! انھوں نے پوچھا علم کہاں سے حاصل کیا؟ میں نے کہا سیکھنے سے، انھوں نے کہا کہ سیکھنے کا ذریعہ کیا تھا؟ میں نے کہا عقل، انھوں نے پوچھا

عقل کہاں سے آئی؟ میں نے کہا عقل دو قسم کی ہے، ایک عقل وہ ہے جس کو صرف اللہ تعالیٰ پیدا کرتا ہے دوسری وہ جس کو انسان اپنی لیاقت سے حاصل کرتا ہے۔ جب دونوں جمع ہو جاتی ہیں تو دونوں ایک دوسرے کی مددگار بنتی ہیں، انھوں نے پوچھا یہ سب چیزیں تم کو کہاں سے حاصل ہوئیں؛ میں نے کہا اللہ تعالیٰ کی توفیق سے: اللہ تعالیٰ آپ کو اور ہم سب کو ایسی توفیق بخشے جس سے وہ راضی ہو۔

ان تمام سوالات و جوابات کے بعد صحابیؓ نے مجھ سے کہا خدا کی قسم: تم نے جنت کی کنجیاں تو مکمل کر لیں اب یہ بتاؤ کہ تمھارا فرض کیا ہے اور فرض کا فرض کیا ہے؟ اور وہ کونسا فرض ہے جو فرض کی طرف لے جاتا ہے؟ فرض میں سنت کیا ہے؛ وہ کونسی سنت ہے جس سے فرض پورا ہو جاتا ہے؟ میں نے جواب دیا کہ ہمارا فرض یہ ہے کہ ہم نماز پڑھیں۔ فرض کا فرض طہارت ہے، دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ کو ملا کر (چلو بنا کر) پانی لینا ایسا فرض ہے جو دوسرے فرض تک پہنچاتا ہے اور پانی سے انگلیوں کا خِلال کرنا ایسی سنت ہے جو فرض میں داخل ہے، اور وہ سنت جس سے فرض کی تکمیل ہو جائے ختنہ کرانا ہے۔ یہ سُن کر صحابی نے فرمایا ابو حازمؒ! تم نے اپنے اوپر حجّت تمام کر لی اب کچھ باقی نہیں ہے لیکن اتنا اور بتا دو کہ کھانا کھانے میں تم پر کیا فرض ہے اور کیا سنت ہے؟ میں نے اُن سے کہا کہ کیا کھانا کھانے میں بھی فرض و سنت ہوتے ہیں؟ انھوں نے کہا ہاں اس میں چار فرض ہیں چار سنتیں ہیں اور چار باتیں مستحب ہیں۔

کھانا کھانے میں فرائض وسُنن اور مستحبات

فرمایا فرض تو یہ باتیں ہیں: ابتدا (شروع کرتے وقت) بسم اللہ کہنا۔ (۲) اللہ کی حمد کرنا۔ (۳) شکر بجا لانا۔ (۴) پہچاننا کہ جو کھانا اللہ نے دیا ہے وہ حلال ہے یا حرام۔ بائیں ران پر زور دیکر بیٹھنا، ٹیک لگانا۔ تین انگلیوں سے کھانا، لقمہ خوب چبانا آخر میں انگلیاں چاٹنا۔ یہ چار سنتیں ہیں، پہلے دونوں ہاتھ دھونا۔ لقمہ چھوٹا لینا، اپنے سامنے سے کھانا اور اپنے ہم طعام کی طرف کم دیکھنا، یہ چاروں مستحبات یا تہذیبی امور ہیں۔

باب ۲۰

نمازِ جمعہ، نمازِ عیدین، نمازِ استسقا
نمازِ کسوف و خسوف، نمازِ خوف
نماز میں قصر، نمازِ جنازہ و دیگر مسائل

نمازِ جمعہ نمازِ جمعہ کی فرضیت کی دلیل باری تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:-

یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ وَ ذَرُوا الْبَیْعَ ؕ

اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن نماز کے لئے اذان دی جائے تو اللہ کی یاد (نماز) کے لئے چل جاؤ اور خرید و فروخت کو ترک کر دو۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جمعہ کے دن کی نماز فرض کی ہے' ایک دوسرا ارشاد گرامی ہے کہ جس نے بلا عذر تین جمعہ ترک کر دیئے اللہ اس کے دل پر مہر لگا دیتا ہے۔ جس شخص پر پانچوں نمازیں فرض ہیں اس پر جمعہ بھی فرض ہے بشرطیکہ وہ وطن میں ہو یا وہ ایسے شہر اور ایسی بستی میں مقیم ہو جہاں چالیس عاقل و بالغ اور آزاد افراد رہتے ہوں۔ اگر کوئی شخص ایسے گاؤں میں رہتا ہو جہاں چالیس مرد نہ ہوں لیکن اس گاؤں میں نمازِ جمعہ کی اذان کی آواز دوسری بستی یا شہر سے سنائی دیتی ہو یا شہر ایک فرسنگ (فرسخ) کے فاصلے پر ہو تو ایسی جگہ جمعہ ادا کرنا واجب ہے' بغیر عذر کے جمعہ چھوڑنا جائز نہیں! ہاں عذر کی صورت میں جمعہ کو ترک کرنے اور باقی دوسری نمازوں کی جماعت ترک کرنے میں معذور سمجھا جائے گا مثلاً کوئی شخص بیمار ہو یا شرکت جمعہ کی وجہ سے مال کے ضائع ہو جانے کا ڈر ہو یا کسی عزیز کی موت کا ڈر ہو کہ اس کی عدم موجودگی میں وہ مر جائے گا یا پیشاب یا پاخانہ کی سخت حاجت ہو یا کھانا موجود ہو اور سخت بھوکا ہو یا حاکم کی طرف سے گرفتاری کا اندیشہ ہو قرض خواہ کا ڈر ہو کہ وہ نہ چھوڑے گا یا یہ ڈر ہو کہ جمعہ کی نماز میں شریک ہونے پر جو مال مل سکتا ہے وہ نہ مل سکے گا یا نیند کا اس قدر غلبہ ہو کہ نمازِ جمعہ کا وقت گزر جائے، بارش، کیچڑ یا شدید طوفان مانع ہو۔ (یہ سب کی سب عذر شرعی کی صورتیں ہیں)

جمعہ کی رکعتیں جمعہ کی (فرض) دو رکعتیں ہیں جو خطبہ کے بعد امام کے ساتھ پڑھی جاتی ہیں، اگر جمعہ کی نماز نہ ملے تو چاہے تنہا چاہے جماعت کے ساتھ نمازِ ظہر (کی چار رکعتیں) پڑھ لے۔

جمعہ کی نماز کا وقت نماز کا وقت زوال سے اوّل وقت ہے جس میں نماز عید ادا کی جاتی ہے[1] لیکن بعض علماء کا قول ہے کہ جمعہ کی نماز دن کے پانچویں پہر میں ادا کرنا چاہیئے، (جمعہ کا وقت پانچویں ساعت ہے۔ انعقادِ جمعہ کی شرط یہ ہے کہ جماعت میں ایسے چالیس آدمی موجود ہوں جن پر جمعہ فرض ہے ایک روایت میں تین آدمی بھی آئے ہیں۔

قرأت مسنونہ سنت ہے کہ قرأت میں جہر کیا جائے اور سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ جمعہ اوّل رکعت میں اور سورہ منافقون دوسری رکعت میں پڑھی جائے۔ کیا جمعہ کی نماز کے لئے حاکم اسلام (خلیفہ وقت) کی اجازت کی ضرورت ہے اس کے جواب میں دو اقوال ہیں یعنی مثبت اور منفی۔ شرائط جمعہ میں دو خطبے بھی داخل ہیں۔ جمعہ سے پہلے کوئی سنت (ادا کرنا) لازم نہیں ہے لیکن نماز جمعہ کے بعد کم سے کم دو اور زیادہ سے زیادہ چھ رکعتیں سنت ہیں اس کو بعض صحابہ کرام رضؓ نے رسول خدا سے روایت کیا ہے۔ بعض علماؑ فرماتے ہیں کہ نماز جمعہ سے پہلے بارہ رکعت اور نماز جمعہ کے بعد چھ رکعت پڑھنا مستحب ہے۔

جب منبر کے پاس اذان ہو جائے تو خرید و فروخت بند کر دینا چاہیئے اس لئے کہ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ وَذَرُوا الْبَیْعَ ﴿اے ایمان والو! جب جمعہ کی نماز کے لئے تم کو (اذان سے) پکارا جائے تو اللہ کے ذکر کی جانب جلدی چلو اور خرید و فروخت چھوڑ دو﴾ یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں اذان تھی۔ (حنبلی مسلک میں) ہمارے نزدیک جمعہ کے دن یہ اذان واجب ہے اور دوسری نمازوں کے لئے فرض کفایہ ہے۔ منارہ پر چڑھ کر اذان دینے کا حکم حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد میں عام مصلحت کے پیش نظر نیز ان لوگوں کی اطلاع کے لئے جو شہروں سے دور آبادیوں سے باہر بستے تھے دیا تھا، لیکن یہ پہلی اذان خرید و فروخت کو باطل نہیں کرتی۔

چار رکعت مستحب مستحب ہے کہ مسجد میں داخل ہوتے ہی اگر وقت میں گنجائش ہو تو چار رکعت پڑھے، ہر رکعت میں پچاس پچاس مرتبہ سورۂ اخلاص، سورہ فاتحہ کے بعد پڑھے۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص یہ چار رکعت پڑھے گا اپنا گھر جنت میں اپنی زندگی میں ہی دیکھ لے گا۔ (اس کو زندگی ہی میں جنت میں اس کا مقام دکھا دیا جائے گا)۔

دو رکعت نماز مسجد میں داخل ہونے کے بعد دو رکعت نماز تحیۃ المسجد پڑھے، اس سے قبل نہ بیٹھے جیسا کہ ہم اس سے قبل فضائل جمعہ میں بیان کر چکے ہیں، جامع مسجد میں جانے اور دیگر متعلقات جمعہ اس سے پہلے بیان ہو چکے ہیں۔

---

[1] احناف کے یہاں اس کا وقت پانچویں پہر سے شروع ہوتا ہے یعنی زوال کے بعد۔

عیدین کی نماز

عیدین کی نماز فرض کفایہ ہے

عیدین (عید الفطر و عید الاضحیٰ) کی نماز فرض کفایہ ہے کسی بستی میں اگر کچھ لوگ پڑھیں اور کچھ نہ پڑھیں تو نہ پڑھنے والوں کے ذمہ سے ساقط ہو جاتی ہے لیکن اگر بستی کے تمام لوگ اس نماز کے ادا نہ کرنے پر متفق ہو جائیں تو اس صورت میں امام وقت کو ان سے جنگ کرنا چاہئے یہاں تک کہ سب توبہ کرلیں!

عید کی نماز کا وقت

عیدین کی نماز کا وقت اوّل وہ ہے جب آفتاب بلند ہو جائے اور زوال پر وقت نماز ختم ہو جاتا ہے۔ عید الضحیٰ کی نماز اوّل وقت پڑھنا مستحب ہے کہ لوگوں کو قربانی کا وقت مل جائے، ہاں عید الفطر کی نماز میں تاخیر کرنا مستحب ہے۔

عید کی نماز کے شرائط

عیدین کی نماز کے شرائط یہ ہیں کہ وطن میں ہو، نمازیوں کی مقررہ تعداد (تین یا چالیس یا پچیس) موجود ہو اور نماز جمعہ کی طرح اس نماز کے لئے بھی حاکم اسلام کی طرف سے اجازت ہو۔ امام احمدؒ سے ایک دوسری روایت اس طرح آئی ہے کہ اس سے ثابت ہوتا ہے، تمام شرطوں کا پایا جانا ضروری نہیں ہے۔ یہی مذہب امام شافعیؒ کا ہے۔

عید کی نماز میدان میں پڑھنا مستحب ہے، اولیٰ یہ ہے کہ نماز شہر سے باہر پڑھی جائے، جامع مسجد میں بے عذر پڑھنا مکروہ ہے، صبح سویرے ہی عید کی نماز کو جانا، عمدہ لباس زیب تن کرنا اور خوشبو لگانا مستحب ہے۔ عید کی نماز میں عورتوں کی شرکت بھی ممنوع نہیں ہے۔ عیدگاہ کو پیدل جانا اور دوسرے راستہ سے واپس آنا مستحب ہے، اس کی علت ہم عیدین کے فضائل میں بیان کرچکے ہیں۔ عید کی نماز کے لئے "الصلوٰۃ جامعۃ" کے ذریعہ یا یہ کہکر ندا کی جاسکتی ہے کہ "نماز تیار ہے"!

عید کی نماز کس طرح پڑھی جائے!

عید کی نماز کی دو رکعتیں ہیں پہلی رکعت میں سُبحانکَ اللّٰھُمَّ اور اعوذ باللہ کے درمیان سات تکبیریں (معہ تکبیر تحریمہ) اور دوسری رکعت میں قرأت سے پہلے پانچ تکبیریں کہی جائیں اور ہر تکبیر میں ہاتھ اٹھائے جائیں اور اللہ اکبر کبیراً والحمد للہ کثیراً و سبحان اللہ بکرۃً و اصیلاً کہا جائے[1]۔ پہلی رکعت میں جب تکبیروں سے فارغ ہو جائے تو اعوذ باللہ پڑھکر سورہ فاتحہ پڑھی جائے اور اس کے بعد "سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلیٰ" پڑھے اور دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد "ھَلْ اَتٰکَ حَدِیْثُ الْغَاشِیَۃِ" پڑھے، اگر پہلی رکعت میں سورہ "ق والقرآن المجید" تو دوسری رکعت میں "اِقْتَرَبَتِ السَّاعَۃُ" پڑھے، امام احمدؒ سے یہی منقول ہے۔ اگر ان سورتوں کے علاوہ اور دوسری سورتیں پڑھے تو وہ بھی جائز ہے۔

کیا تکبیروں کے بعد اعوذ کے ساتھ سبحانک پڑھے یا تکبیر تحریمہ کے بعد ہی مزید تکبیروں سے پہلے پڑھے؟ جواب ہے کہ یہ دونوں

---

[1] حنفی مذہب میں پہلی رکعت میں تعوذ سے پہلے صرف تین تکبیریں اور دوسری رکعت میں قرأت کے بعد رکوع سے پہلے تین تکبیریں ہیں۔ تکبیر میں صرف اللہ اکبر کہا جاتا ہے، اس سلسلہ میں اوپر جو کچھ بیان ہوا ہے وہ حنبلی مذہب کے اعتبار سے ہے۔

روایتیں آئی ہیں۔

عید کی نماز کے بعد نوافل عید کی نماز سے پہلے اور عید کی نماز کے بعد نوافل نہ پڑھے بلکہ نماز عید پڑھکر گھر لوٹ آئے اہل خانہ کی ضروریات کا انتظام کرے اور ان سے محبت و خلوص کے ساتھ پیش آئے، مصارف ونفقہ میں کشادگی کرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ عید کے ایام کھانے پینے اور اہل خانہ کے ساتھ خوشی اور مسرت کے اظہار کے دن ہیں۔ یہ حکم عید الفطر، عید اضحیٰ اور ایام تشریق کے لئے ہے۔

عید کی نماز مسجد میں اگر عید کی نماز مسجد میں پڑھیں تب بھی جائز ہے البتہ مسجد میں داخل ہونے پر دو رکعت "تحیۃ المسجد" پڑھے بغیر نہ بیٹھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ جب تم مسجد میں داخل ہو تو جب تک دو رکعت نہ پڑھ لو نہ بیٹھو، یہ حکم عمومی ہے اس میں دونوں عیدیں بھی شامل ہیں، امام احمدؒ نے جو نوافل نہ پڑھنے کی صراحت کی ہے وہ عیدگاہ کے لئے مخصوص ہے مسجد کے لئے نہیں ہے۔ چونکہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نہ تو نماز عید سے پہلے نوافل پڑھتے تھے اور نہ نماز عید کے بعد اور یہی قول حضرت عمر رضی اللہ عنہ، عبداللہ ابن عباس اور ابن عمر رضی اللہ عنہم کا ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم عید کی نماز میدان میں پڑھا کرتے تھے اگر آپ مسجد میں پڑھتے تو "تحیۃ المسجد" ترک نہ فرماتے۔

نماز عید کی قضا اگر کسی شخص کی نماز عید کسی وجہ سے فوت ہو جائے تو اس کے لئے قضا مستحب ہے، اور اس کو اختیار ہے کہ نماز چاشت کی مانند چار رکعت بغیر تکبیرات زائدہ کے پڑھ لے یا پھر نماز عید کی طرح دو رکعت مع تکبیرات زائدہ کے پڑھے! ایسے شخص کو چاہیئے کہ اپنے گھر والوں کو اور دوست احباب کو جمع کرکے پڑھے اس میں بڑا ثواب ہے۔

نماز استسقا

نماز استسقا کب پڑھی جاتی ہے استسقا کی نماز سنت ہے، بارش نہ ہو تو بارش کی دعا کے لئے یہ نماز پڑھی جاتی ہے۔ یہ نماز امام کے ساتھ اس طرح ادا کی جائے جیسے عید کی نماز میدان یا عیدگاہ میں چاشت کے وقت ادا کی جاتی ہے۔ نماز استسقا کے احکام و احوال اور صفات عید کی نماز کی طرح ہیں۔

مستحب ہے کہ اس نماز کے لئے غسل کرکے پاک و صاف ہو کر جائے صرف خوشبو لگانا مستحب نہیں ہے اس لئے کہ یہ عاجزی مسکینی اور طلب حاجت کا وقت ہوتا ہے اس لئے پرانے کپڑے پہن کر خشوع و خضوع زاری و مسکینی، شکستہ حالی کے ساتھ نماز کو جانا مستحب ہے، اس نماز میں بوڑھے، مرد اور عورتیں بچے اور مصیبت زدہ لوگ شریک ہوں۔ مظالم، گناہوں اور حقوق العباد کے اتلاف سے صدق دل سے توبہ کریں، لوگوں کے تمام حقوق ادا کریں، بیجا لی ہوئی چیزیں اور زکوٰۃ، امنتیں اور کفالے ادا کریں۔ خیرات زیادہ کریں، روزے بکثرت رکھیں از سرِ نو توبہ کریں اور مرتے دم تک توبہ پر قائم رہنے کا پختہ ارادہ کریں۔ صغیرہ و کبیرہ گناہوں سے اجتناب کریں، خلوت و جلوت میں خدا سے شرم کریں۔ زمین و آسمان کی کوئی چیز اللہ

سے پوشیدہ نہیں ہے وہ ہر ظاہر اور پوشیدہ چیز سے واقف ہے۔

زاہدوں، نیکوکاروں، عالموں، بزرگوں اور دینداروں کا وسیلہ اختیار کریں۔ روایت میں آیا ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ استسقا کی نماز کے لئے جب باہر میدان میں آئے تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر قبلہ رو ہو کر اس طرح دعا مانگی "الٰہی یہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے محترم چچا ہیں ہم ان کو وسیلہ میں پیش کرتے ہیں ان کے طفیل میں تو ہم کو سیراب فرما"۔ راوی کہتے ہیں کہ لوگ وہاں سے گھروں کو لوٹنے نہ پائے تھے کہ بارش سے جل تھل بھر گئے، وجہ اس کی یہ ہے کہ بارش نہ ہونا اور مینہ بند ہوجانا، اولاد آدم کی نحوست کا بدلہ اور ان کی سزا ہے اسی لئے روایت میں آیا ہے کہ "جب کافر کو قبر میں دفن کردیا جاتا ہے تو منکر نکیر آکر اس سے رب، نبی اور دین کے متعلق سوال کرتے ہیں اور جب اس سے جواب بن نہیں پڑتا تو گرزت اس کو مارتے ہیں۔ اس کی ضرب سے وہ چیختا ہے اس کی چیخ کو جن وانس کے سوا باقی تمام مخلوق سنتی ہے اور لعنت بھیجتی ہے حتیٰ کہ وہ بکری بھی اس پر لعنت بھیجتی ہے جو قصاب کی چھری کے نیچے ہوتی ہے، وہ کہتی ہے کہ ہم پر اس منحوس کے باعث بارش بند ہوگئی، اللہ تعالیٰ کے ارشاد:۔

اُولٰٓئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ ۝ ان لوگوں پر اللہ اور لعنت کرنے والوں کی لعنت ہے

کا یہی مطلب ہے، آدمی جب بگڑ جاتا ہے تو اس کا بگاڑ ہر جاندار تک اثر انداز ہوتا ہے اور اگر درست ہوتا ہے تو اس کی درستی کا اثر ہر چیز تک پہنچ جاتا ہے، انسان کا بگاڑ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور اس کی درستی اس کی طاعت و فرمانبرداری کے باعث ہوتی ہے۔

نماز استسقا کا امام کون ہو؟ خلیفہ یا خلیفہ کا نائب لوگوں کو نماز استسقا کی دو رکعتیں بغیر اذان کے پڑھائے پہلی رکعت میں تکبیر تحریمہ کے علاوہ چھ تکبیریں زائد کہی جائیں گی اور دوسری رکعت میں پانچ زائد تکبیریں کہی جائیں گی۔ یہ تکبیرات دونوں رکعت میں قیام کی تکبیر کے علاوہ ہیں۔ ہر دو تکبیروں کے درمیان اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے، نماز کے بعد امام خطبہ پڑھے، ایک روایت میں نماز سے قبل خطبہ پڑھنے کو بھی جائز کہا گیا ہے امام احمدؒ سے یہ بھی منقول ہے کہ خطبہ کی تقدیم و تاخیر میں امام مختار ہے۔ امام احمدؒ ہی سے ایک روایت میں آیا ہے کہ نماز استسقا کے لئے خطبہ مسنون نہیں ہے بلکہ نماز کے بعد بجائے خطبہ صرف دعا کرے۔ الغرض امام کو جس میں آسانی ہو وہی کرے

امام اگر خطبہ پڑھے تو خطبہ کا آغاز عید کے خطبہ کی طرح تکبیر سے کرے اور درود شریف کثرت سے پڑھے۔ ان آیات کو بھی خطبہ میں پڑھے:۔

فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ۝ (حضرت نوح نے ان سے کہا) اپنے رب سے تم استغفار کرو وہی بخشنے والا ہے۔

يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ۝ (وہ آسمان سے موسلا دھار بارش اتارتا ہے)

خطبہ سے فارغ ہونے کے بعد قبلہ رو ہو کر اپنی چادر الٹ دے، دائیں کاندھے والا حصہ بائیں کاندھے پر اور بائیں کاندھے والا حصہ دائیں کاندھے پر ڈال دے، بالائی کنارا نیچے اور نیچے کا کنارا اوپر کو ڈالے تمام لوگ بھی اسی طرح کریں۔ اور گھر واپس پہنچنے تک چادروں کی ہیئت اسی طرح رہنے دیں۔ گھر پہنچ کر بطور خوش فالی دوسرے کپڑوں کے ساتھ چادروں کو

بھی بدل لیں گویا رب نے بھیگا ہوا لباس بدل ڈالا یہ نیک شگون ہے اس سے خشک سالی اور امساک باراں دور ہو جاتا ہے حدیث شریف میں یہی طریقہ منقول ہے ۔ عباد بن تمیم اپنے چچا کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو لیکر نماز استسقاء کے لئے تشریف لے گئے اور جہری قرأت کے ساتھ دو رکعت نماز پڑھی ۔ ردائے مبارک کو پھیرا اور دعا فرمائی ، اللہ تعالیٰ سے بارش طلب فرمائی

امام کو چاہیے کہ قبلہ رو ہو کر دونوں ہاتھ اٹھا کر یہ دعا کرے ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی مانگی تھی ۔

اَللّٰھُمَّ اسْقِنَا غَیْثًا مُغِیْثًا مُرِیْئًا ھَنِیْئًا مُرِیْعًا غَدَقًا مُجَلَّلًا سَحًّا طَبَقًا مُجَلِّلًا عَامًّا طَبَقًا سَحًّا دَائِمًا ۔ اَللّٰھُمَّ اسْقِنَا الْغَیْثَ وَلَا تَجْعَلْنَا مِنَ الْقَانِطِیْنَ اَللّٰھُمَّ سُقْیَا رَحْمَۃٍ لَا سُقْیَا عَذَابٍ وَلَا مَحْقٍ وَلَا بَلَاءٍ وَلَا ھَدْمٍ وَلَا غَرَقٍ اَللّٰھُمَّ اِنَّ بِالْبِلَادِ وَالْعِبَادِ وَالْخَلْقِ مِنَ اللَّاْوَاءِ وَالْبَلَاءِ وَالْجَھْدِ وَالضَّنْکِ مَا لَا نَشْکُوْا اِلَّا اِلَیْکَ اَللّٰھُمَّ اَنْبِتْ لَنَا الزَّرْعَ وَاَدِرَّ لَنَا الضَّرْعَ وَاسْقِنَا مِنْ بَرَکَاتِ السَّمَاءِ وَاَنْبِتْ لَنَا مِنْ بَرَکَاتِ الْاَرْضِ ، اَللّٰھُمَّ ارْفَعْ عَنَّا الْجَھْدَ وَالْجُوْعَ وَالْعُرْیَ وَاکْشِفْ عَنَّا مِنَ الْبَلَاءِ مَا لَا یَکْشِفُہٗ غَیْرُکَ ۔ اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْتَغْفِرُکَ اِنَّکَ کُنْتَ غَفَّارًا فَاَرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَیْنَا مِدْرَارًا ۔ اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ اَمَرْتَنَا بِدُعَائِکَ وَوَعَدْتَنَا اِجَابَتَکَ فَقَدْ دَعَوْنَاکَ کَمَا اَمَرْتَنَا فَاسْتَجِبْ لَنَا کَمَا وَعَدْتَنَا ۔

الہٰی ! ہمارے لئے پانی بھیج جو مصیبت سے نجات دے اس کا نتیجہ اور انجام اچھا ہو ، خوشگوار ہو وہ سیراب کرنے والا اور زمین میں اثر کرنے والا ہو ، عام طور پر جاری ہونے والا اور کثرت سے جاری ہونے والا ہو ۔ الہٰی ہمارے پاس پانی بھیج ہمیں پانی سے نا امید ہونے والے لوگوں میں سے نہ بنا ۔ الہٰی ایسا پانی ہم کو عطا فرما جو عذاب ہو نہ وہ پانی جو ہماری کھیتیوں کو بہا لے جانے والا ہو اور نہ وہ مصیبت میں ڈالے نہ ہمارے گھروں کو گرائے نہ انھیں غرق کرے ۔ اے اللہ شہروں میں اور تیرے بندوں میں بڑی افسردگی اور بھوک پھیلی ہوئی ہے بہت تنگی اور مصیبت در پیش ہے ان باتوں کا گلہ تجھ ہی سے ہے اور ہم تیرے سوا کسی کے پاس گلہ نہیں کرتے ، الہٰی ہماری کھیتی کو سرسبز کر دے اور ہمارے جانوروں کا دودھ بڑھا دے اور ہم پر آسمان کی برکتیں نازل فرما اور زمین کی برکتوں سے ہماری فصلیں اگا دے ، جو نرم اور لہلہاتی نظر آتی ہوں ۔ الہٰی ! ہم کو بھوک پیاس کی مشقت اور سختی سے محفوظ کر تیرے سوا اور کوئی نہیں جو ہم کو اس مشقت سے بچائے الہٰی ہم تیری ہی بخشش چاہتے ہیں اس لئے کہ تو ہی بخشنے والا ہے الہٰی ہم پر برسنے والا ابر بھیج ، اے اللہ تو نے اپنے حضور میں ہم کو دعا کرنے کا حکم دیا ہے اور تو نے دعا قبول کرنے کا ہم سے وعدہ کیا ہے ، اس لئے تیرے ارشاد کے مطابق ہم نے تجھ سے دعا کی ہے ، پس اب تو اپنے وعدہ کے مطابق اس کو قبول فرما ۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ خطبہ کے دَوران قبلہ کی طرف رُخ کرے اور قبلہ رو رَہ کر خطبہ ختم کرے اس کے بعد دعا کرے لیکن بہتر یہی ہے جو اولاً ذکر کیا جا چکا ہے کہ خطبہ سے فارغ ہوکر قبلہ رخ ہوکر دعا کرے کیونکہ خطبہ میں موعظت و پند تنبیہہ اور خوف کا تاثر ہوتا ہے اور یہ مقصود اسی وقت حاصل ہوتا ہے جب کہ لوگوں کی طرف خطیب کا رخ ہو تاکہ اس کا وعظ کانوں سے لوگوں کے دلوں تک پہنچ سکے۔ قبلہ کی طرف منہ کرنے سے لوگوں کی طرف پشت ہو جاتی ہے جیسا کہ نماز میں امام کی پشت ہوتی ہے! اس طرح خطابت کا مقصود فوت ہو جاتا ہے)

سورج اور چاند گرہن
اور
نماز

نماز کسوف سنت مؤکدہ ہے

نماز کسوف یا سورج گرہن کی نماز سنتِ مؤکدہ ہے۔ گرہن شروع ہونے سے مکمل روشنی کی واپسی تک اس نماز کا وقت ہے یعنی سورج یا چاند جس وقت سے گہنا شروع ہوا یعنی دھندلے پن اور کرنوں کا گھٹاؤ کا آغاز ہو تب سے نماز کا وقت شروع ہو جاتا ہے اور جب تک حالت بالکل ختم نہ ہو جائے، وقت باقی رہتا ہے جب گرہن کا زوال ہو جاتا ہے اس نماز کا وقت ختم ہو جاتا ہے۔

نماز کا طریقہ

مسنون یہ ہے کہ نماز جامع مسجد میں ادا کی جائے اور امام دو رکعت نماز پڑھائے، پہلی رکعت میں تکبیر تحریمہ کے بعد ثنا اور تعوذ کے بعد سورہ فاتحہ پڑھ کر سورۂ بقرہ پڑھے پھر رکوع کرے، رکوع اتنا طویل ہو کہ سو آیتوں کے بقدر سبحان ربیّ العظیم کی تکرار کرتا رہے پھر سمع اللہ لمن حمدہ کہتا ہوا سیدھا کھڑا ہو جائے اور سورۂ فاتحہ پڑھے اسکے بعد سورۂ آلِ عمران پڑھ کر دوبارہ رکوع کرے جو پہلے سے طوالت میں کم ہو پھر سر اٹھائے اور سجدے میں جائے رکوع کی طرح سجدے بھی اتنے طویل کرے کہ ہر سجدے میں سو آیتوں کے بقدر سبحان ربی الاعلیٰ پڑھ لے پھر دوسری رکعت کے لئے کھڑا ہو جائے، دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ پڑھ کر سورۂ نساء پڑھے پھر پہلی رکعت کی طرح طویل رکوع کرے پھر سر اٹھائے اور سیدھا کھڑا ہو کر سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ مائدہ پڑھے۔ اگر یہ سورتیں اچھی طرح یاد نہ ہوں تو ان آیات کے بقدر قرآن مجید کی دوسری سورتیں پڑھے اگر کچھ بھی نہ پڑھ سکتا ہو تو سورۂ اخلاص ہی پڑھے لیکن اتنی مقدار میں کہ مذکورہ سورتوں کی تعداد کے برابر ہو۔

ہر بار کی قرأت کی مقدار

اوّل رکعت میں دوسرے قیام کے اندر قرأت اول قرأت سے ⅔ ہوگی اور تیسرے قیام میں (دوسری رکعت کے اندر) قرأت کی مقدار اول قیام کی قرأت سے ½ ہوگی۔ اور چوتھے قیام میں قرأت کی مقدار تیسرے قیام کی قرأت سے ⅔ ہوگی۔ اسی طرح ہر تسبیح (رکوع و سجود) کی مقدار ہر قیام

کی قرآت کی مقدار سے پہ (دو تہائی) کے برابر ہوئی، دوسری رکعت میں رکوع وسجود اور تشہد کے بعد سلام پھیر دے اس طرح اس نماز میں چار رکوع اور سجود کرے لینی ہر رکعت میں دو دو رکوع ہونگے، لوگ نماز پڑھنے میں مصروف ہوں اور گہن کھل جائے تو نماز میں تخفیف کر دینا مستحب ہے لیکن نماز کو منقطع نہیں کرنا چاہیئے۔ یہ نماز گھر میں بھی پڑھنا جائز ہے لیکن مسجد میں اس کو پڑھنا افضل ہے۔

نماز کسوف کی دلیل سورج گرہن کی نماز کی دلیل وہ حدیث ہے جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نقل فرمائی ہے: آپ فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ایک مرتبہ سورج گرہن ہوا، حضور اقدس عیدگاہ کو تشریف لے گئے۔ وہاں پہنچکر آپ نے تکبیر تحریمہ کہی لوگوں نے بھی اتباع کی پھر آپ نے جہری قرات فرمائی اور طویل قیام کے بعد رکوع کیا۔ پھر سر اقدس اٹھاکر سمع اللہ لمن حمدہ فرماکر پھر طویل قرأت فرمائی پھر رکوع فرمایا پھر کھڑے ہوئے پھر سجدہ فرمایا پھر سر اقدس اٹھایا اور پھر سجدہ کیا اور اس کے بعد کھڑے ہوگئے، حضور نے دوسری رکعت بھی اسی طرح ادا فرمائی۔ (اس طرح پوری نماز میں حضور نے چار رکوع اور چار سجدے ادا فرمائے)۔ نماز کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آفتاب ماہتاب اللہ تعالیٰ کی دو نشانیاں ہیں ان میں کسی کے جینے اور مرنے سے گہن نہیں لگتا۔ جب تم کبھی گہن دیکھو تو گھبراکر نماز پڑھنے لگا کرو۔

نمازِ خوف

نماز خوف کی شرطیں نماز خوف ان چار شرطوں کے ساتھ جائز ہے۔ (۱) ایک یہ کہ مقابل دشمن سے جنگ کرنا جائز ہو، دوم: دشمن سمت قبلہ کے سوا اور کسی دوسری سمت ہو۔ سوم: دشمن کے حملہ کر دینے کا خوف ہو، چہارم: لشکر میں اتنے آدمی ہوں کہ انھیں متفرق کیا جاسکے لینی کم سے کم چھ، ان آدمیوں کو دو گروہوں میں تقسیم کرکے ایک گروہ کو دشمن کے مقابل رکھتے اور دوسرے گروہ کو امام ایک رکعت پڑھائے جب امام پہلی رکعت سے فارغ ہوکر دوسری رکعت کے لئے اٹھے تو اقتدا کرنے والا گروہ دشمن کے مقابل میں چلا جائے اور امام سے جدائی کی نیت پر نماز تمام کرکے سلام پھیر دے اور اب دوسرا گروہ ان کی جگہ لیلے، اور تکبیر تحریمہ کے ساتھ امام کے پیچھے ایک رکعت نماز پڑھے پھر امام بیٹھ جائے کہ یہ اس کی دوسری رکعت ہوئی، اور مقتدی کھڑے ہوکر اپنی فوت شدہ رکعت پوری کرکے بیٹھ جائیں اب امام کے ساتھ سب سلام پھیریں۔ دوسری رکعت میں امام کو قرأت اتنی طویل کرنا چاہیئے کہ پہلا گروہ دوسری رکعت پڑھکر چلا جائے اور دوسرا گروہ آکر تکبیر تحریمہ کہکر امام کے ساتھ شریک ہوجائے اس دوسرے گروہ کے لئے امام تشہد کو اتنا طویل کردے کہ یہ گروہ اپنی دوسری رکعت پوری کرکے امام کو تشہد میں پالے اور امام کے ساتھ سلام پھیر سکے۔ اسی طرح اس دوسرے گروہ کو امام کے ساتھ سلام پھیرنے کی فضیلت حاصل ہوجائے گی جس طرح پہلے گروہ کو امام کے ساتھ تکبیر تحریمہ کہنے کی فضیلت حاصل ہوچکی تھی۔

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ ذات الرقاع[1] میں صلوٰۃ الخوف اسی طرح ادا فرمائی تھی۔

حضرت سہل رضی اللہ عنہ بن حزیمہ سے مروی حدیث میں ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ امام کے ساتھ ایک صف کھڑی ہو اور دوسری صف دشمن کے سامنے ہو۔ امام اوّل صف کو ایک رکعت دو سجدوں کے ساتھ پڑھائے پھر سیدھا کھڑا ہو جائے یہاں تک کہ مقتدی اپنی دوسری رکعت پوری کرلیں پھر اس صف کی جگہ دوسری صف آجائے اور یہ اس کی جگہ چلی جائے دوسری صف کو بھی امام ایک رکعت دو سجدوں کے ساتھ پڑھائے پھر امام قعود میں اتنی دیر کرے کہ یہ صف (آخر میں آنے والی) اپنی رکعت پوری کرے پھر امام اس صف کو ساتھ لیکر سلام پھیر دے۔

امام احمد حنبلؒ کا ارشاد ہمارے امام سے جو قول مروی ہے اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ گھمسان کی لڑائی اور سخت جنگ کی حالت میں نماز میں اتنی دیر کر دینا کہ جنگ کی یہ شدت جاتی رہے اور لڑائی کچھ ٹھنڈی پڑ جائے، جائز ہے۔

صلوٰۃ خوف کی مذکورہ بالا کیفیت کا تعلق نماز فجر اور ان نمازوں سے ہے جن میں قصر کیا جاتا ہے یعنی ظہر، عصر اور عشاء اگر مغرب کی نماز ہو تو پہلی دو رکعتیں پہلے گروہ کو پڑھائے اور آخری رکعت دوسرے گروہ کو، ان تینوں رکعتوں میں کمی نہ کی جائے کیونکہ نماز مغرب میں قصر نہیں ہے۔ مغرب کی نماز میں امام پہلی جماعت کو دو رکعت پڑھائے گا اور دوسرے گروہ کو آخری (یعنی تیسری) رکعت پڑھائے گا۔

پہلا گروہ اقتدائے امام کو کس وقت ترک کرے کیا اس وقت جب امام تشہد اوّل کے لئے بیٹھے یا اس وقت کرے جب امام تشہد اوّل سے فارغ ہو کر تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہو یہ دونوں قول آئے ہیں یعنی پہلی صورت بھی اور دوسری صورت بھی۔

اگر سفر نہ ہو بلکہ انسان حضر میں ہو اور صلوٰۃ خوف پڑھنا ہو تو امام دو دو رکعتیں ہر گروہ کو پڑھائے۔ (نماز میں قصر نہ ہوگا) ہر گروہ اپنی بقیہ دو رکعتیں خود بغیر اقتدا کے پوری کرے گا۔ اگر امام چار گروہ جماعت کے کرکے ہر گروہ کو ایک ایک رکعت پڑھائے گا تو امام کی نماز نہیں ہوگی اور نہ تیسرے اور چوتھے گروہ کی! پہلے اور دوسرے گروہ کی نماز ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں دو قول ہیں۔

نماز خوف کی ادائیگی کی یہ صورت اس وقت ہے جب کہ دشمن قبلہ کی طرف نہ ہو بلکہ مخالف سمت میں ہو یا قبلہ سے شمال یا جنوب کی طرف ہو لیکن اگر یہ صورت ہو کہ دشمن قبلہ کی سمت ہو اور ایک فریق دوسرے فریق کو دیکھ رہا ہو یعنی دشمن کا آمنا سامنا ہو اور دشمن کے گھات میں بیٹھ جانے کا اندیشہ نہ ہو تو ایسی صورت میں بھی صلوٰۃ خوف پڑھنا جائز ہے۔ افراد کی کثرت یا قلت کے اعتبار سے امام فوجیوں کی دو یا تین صفیں بنائے، سب لوگ تکبیر تحریمہ ساتھ ساتھ کہیں۔ امام سب کو پہلی رکعت پڑھائے (یعنی پہلی رکعت میں تمام لوگ شریک ہوں) جب امام سجدے میں جائے تو مقتدیوں کی پہلی صف حفاظت کے لئے کھڑی رہے (سجدے میں نہ جائے) جب باقی صفیں سجدے سے سر اٹھا کر کھڑی ہو جائیں تو پہلی صف سجدے کرے پھر سب صفیں قیام کی حالت میں آجائیں۔ جب دوسری رکعت کے بعد امام سجدہ کرے تو پہلی رکعت میں جس صف نے امام کے ساتھ سجدہ کیا تھا وہ سجدے

---

[1] غزوہ ذات الرقاع ۵ھ ہجری میں واقع ہوا تھا۔ (مترجم)

نہ کرے باقی سجدہ کریں اور یہ ان سب سجدہ کرنے والوں کی حفاظت کرے جب امام تشہد کے لئے بیٹھے تو اس وقت یہ حفاظت کرنے والی صف سجدہ کرے اور سجدہ کے بعد امام کے ساتھ تشہد میں شریک ہو جائے اور سب مل کر سلام پھیر دیں۔ غزوۂ عسفان میں حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح نماز ادا فرمائی تھی۔ بیان کردہ صورت میں اگر پہلی صف دوسری رکعت میں پیچھے ہٹ کر آجائے اور دوسری پہلی صف کی جگہ آجائے تو یہ بھی جائز ہے۔

گھمسان کی جنگ میں صلوٰۃ خوف

اگر گھمسان کی لڑائی جاری ہو تو اس وقت جس طرح بن پڑے نماز ادا کریں، جماعت بنا کر، منفرد طور پر، پیدل یا سواری پر جیسے بھی ممکن ہو خواہ رُخ کعبہ کی طرف ہو یا پشت ہو، اشارہ سے ادا کرے یا بغیر اشارہ کے۔ نماز شروع کرتے وقت کعبہ کی طرف منھ ہونا ضروری ہے یا نہیں اس سلسلہ میں دو اقوال منقول ہیں۔ جب امن یا دشمن کو شکست ہو جائے تو پچھلی نماز ادا کریں۔ سواریوں سے اتر آئیں اور کعبہ کی طرف منھ کر کے پڑھیں، ہاں اگر حالت سکون میں نماز شروع کی تھی پھر جنگ نے شدت پکڑ لی اور پہلی سی خوف کی حالت ہو گئی تو سواریوں پر سوار ہو جائیں اور صلوٰۃ خوف پوری کریں خواہ اس وقت شمشیر زنی کی ضرورت ہو یا نیزہ بازی کی یا دشمن کے دباؤ سے پیچھے ہٹنے کا موقع ہو۔

صلوٰۃ خوف دشمن سے ڈرنے والے کے لئے ہے خواہ وہ دشمن انسان ہو، سیلاب ہو یا کوئی درندہ ہو۔ اسی طرح اگر دشمن پر حملہ کرنا چاہتا ہے یا دشمن کو عنقریب شکست ہونے والی ہے اور یہ خطرہ ہے کہ نماز میں مشغول ہو جانے سے دشمن زد سے نکل جائے گا ہر صورت میں صلوٰۃ خوف پڑھی جائے گی۔ اس کے خلاف بھی ایک روایت ہے۔

نمازوں کا قصر

قصر کا حکم

چار رکعتوں والی نماز کو قصر کر کے صرف دو رکعتیں ان صورتوں میں پڑھنا جائز ہے (۱) کہ اپنی بستی کی آبادی یا اپنی قوم کے خیموں سے دور نکل جائے۔ (۲) سفر کی طوالت چار منزل ہو، ایک منزل ۴ فرسخ کی ہوتی ہے، ۱۶ فرسخ یا ۴۸ میل۔ اس صورت میں آمد و رفت دونوں حالتوں میں قصر کیا جائے گا۔

اگر کسی شہر یا قریہ میں داخل ہوا اور وہاں بائیس نمازوں تک اقامت کا ارادہ ہو تو وہ بجائے مسافر کے مقیم سمجھا جائے گا اور پوری نماز پڑھنا ہوگی اگر ۲۱ نمازوں تک ٹھہرنے کی نیت ہے تو قصر و عدم قصر کرنے کے سلسلے میں دو قول ہیں۔ البتہ اس سے کم مدت کے لئے قصر ہی کا حکم ہے۔ اگر کسی آبادی میں پہنچا اور یہ نہیں معلوم کہ کب تک ٹھہرنا ہوگا، کوئی نیت نہیں ہر روز جانے کا ارادہ رکھتا ہے لیکن جانا نہیں ہوتا تو قصر کرنا ہوگا۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ میں اٹھارہ دن ایک رات اور ایک روایت کے بموجب پندرہ دن قیام فرمایا لیکن اس مدت میں حضور نے نمازوں کو قصر ہی پڑھا۔

ؔ اس زمانہ کے ۷۵ء ۵ میل کے برابر ہیں۔

حضرت عمران بن حصین بیان کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے وقت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی تھا، آپ نے دو رکعت نماز پڑھی اور فرمایا کہ اے شہر والو! تم اپنی چار رکعت پوری کرو کیونکہ ہم مسافر ہیں، اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ تبوک میں بیس دن قیام فرمایا مگر نمازیں قصر ہی ادا فرمائیں۔ یہی صحابہ کرامؓ کا عمل تھا، حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ نے رام ہرمز میں سات ماہ قیام فرمایا لیکن نمازیں قصر ہی پڑھیں۔

ایک روایت ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے آذربائیجان میں چھ ماہ قیام فرمایا مگر نمازوں میں قصر فرماتے رہے۔

قصر کے مسائل

اگر کسی نے سفر کی حالت میں نماز شروع کی پھر وہ مقیم ہو گیا یا مقیم نے امام کے پیچھے نماز پڑھی یا ایسے شخص کی اقتدا کی جس کے بارے یہ شک تھا کہ وہ مقیم ہے یا مسافر، یا نماز شروع کرتے وقت قصر کی نیت نہیں کی تو ان تمام صورتوں میں وہ نماز پوری پڑھے گا اس کے لئے قصر جائز نہیں ہوگا۔

قضا نماز ادا کرنے والے کو بھی نماز میں قصر جائز نہیں کیونکہ پوری نماز قضا ہوئی ہے، سفر کا اثر صرف وقتی نماز کے ادا کرنے پر پڑے گا۔

اگر قصر کی نیت کے ساتھ نماز شروع ہو پھر دوران صلوٰۃ اقامت (مقیم ہونے) کی نیت کرلی تو نماز پوری پڑھے گا اسی طرح اگر بحالت اقامت نماز شروع کی تھی پھر سفر کی نیت کرلی تب بھی نماز پوری پڑھے گا۔ اسی طرح اگر سفر کسی کھیل یا تفریح کے لئے ہوگا تو نماز پوری پڑھنا ہوگی رخصت سفر سے فائدہ نہیں اٹھایا جاسکتا، رخصت سفر کا فائدہ اسی وقت اٹھایا جاسکتا ہے جب سفر کسی واجب کو ادا کرنے مثلاً حج، جہاد وغیرہ کے لئے ہو یا کسی امر مباح تجارت، طلب معاش، طلب مدیون وغیرہ کے لئے ہو۔ اگر ہم سفر معصیت میں مبتلا ہونے والے کو رخصت سفر کی اجازت دیدیں گے تو گناہ کرنے اور گناہ پر قائم رہنے اور طاعت کی اصلاح نہ کرنے پر اس کی مدد کرینگے، اس طرح اس کی حالت درست نہیں ہوگی اور وہ رب کی اطاعت کی طرف رجوع نہ ہوگا لہٰذا ہم اس صورت میں اس کی کسی طرح اعانت نہیں کرینگے اور نہ اس کی حوصلہ افزائی کریں گے، ایسے سفر سے اس کو باز رکھنے کی کوشش کریں گے اور اس کا حوصلہ توڑیں گے

امام احمدؒ کے نزدیک قصر کرنا پوری نماز پڑھنے سے افضل ہے ویسے پوری نماز بھی جائز ہے، جس طرح مسافر کے لئے دوران سفر روزہ اور افطار دونوں جائز ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ اجازت کے خلاف جرأت نہ کرنا اور اس کی مہربانیوں اور عنایتوں سے مستفید ہونا افضل ہے۔ اگر سفر میں پوری نماز پڑھنا اور روزہ رکھنا خود پسندی غرور نفس اور فخر و مباہات کے لئے نہ ہو یا قصر کرنے اور روزہ نہ رکھنے کا باعث فروتنی، اظہار عجز، اور تکمیل عبادت سے اپنا قصد و انکسار ہو تو قصر کرنے اور روزہ نہ رکھنے کو زیادہ افضل کہنا مناسب ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جب عرض کیا گیا کہ اب حالت امن ہے اب ہم کو قصر نہیں کرنا چاہیئے، تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ صدقہ اللہ نے اپنے بندوں کو دیا ہے اللہ کے دیئے ہوئے صدقہ کو قبول کرو، حضور والا نے یہ بھی فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ جس طرح فرائض خداوندی کی پابندی کو پسند فرماتا ہے اسی طرح خداداد رخصت واجازت کو اختیار کرنا بھی اس کو پسند ہے پس بڑا تعجب ہے اس شخص پر جو سفر میں پوری نماز پڑھتا اور روزہ رکھتا ہے اور خداداد رخصت کو ترک کرتا ہے! حالانکہ یوں وہ مختلف کبائر جیسے حرام خوری، مے نوشی، ریشم پوشی، زنا، لواطت اور اصولی بداعتقادیوں میں مبتلا ہے،

حالتِ سفر میں
دو نمازوں کو ملا کر پڑھنا

ظہر و عصر، مغرب اور عشاء کو ملا کر پڑھنا

سفر کی حالت میں دو نمازوں کو ایک وقت میں پڑھنا جائز ہے جیسے ظہر و عصر کو ملا کر یا مغرب و عشاء کو ملا کر پڑھنا لیکن اس کے لئے شرط یہ ہے کہ سفر طویل ہو یعنی ۱۶ فرسنگ یا ۴۸، ۵ میل سے زیادہ ہو اس سے کم سفر میں جمع کرنا جائز نہیں ہے۔ دو نمازوں کو جمع کرنے کی دو صورتیں ہیں اوّل یہ کہ نماز کو آخر وقت تک موخر کیا جائے اور آنے والی نماز کو اوّل نماز کے آخری وقت میں ایکساتھ پڑھا جائے، دوسری صورت یہ کہ اوّل نماز کو دوسری نماز کے شروع وقت میں پڑھا جائے، دونوں صورتوں میں پہلی صورت افضل ہے اگر کوئی دوسری صورت اختیار کرے تو اسے چاہیئے کہ پہلے اوّل نماز پڑھ لے پھر دوسری پڑھے۔

نیت کرنا ضروری ہے

اوّل نماز کی تکبیر تحریمہ کے وقت جمع بین الصلاتین (دو نمازوں کو جمع کرنا) کی نیت کرے۔ دونوں نمازوں میں اتنا فصل کرے کہ ان دونوں کے درمیان اقامت کہی جا سکتی ہو، اگر وضو ٹوٹ گیا ہو تو وضو کرے اگر کسی نے دونوں نمازوں کے درمیان سنتیں پڑھ لیں تو ایک روایت کے مطابق جمع کا حکم باطل ہو جائے گا۔ اولیٰ یہ ہے کہ سنتوں کو فرضوں سے فارغ ہونے تک موخر کرے (فرضوں سے فارغ ہو کر پڑھے) دونوں فرضوں کے درمیان کسی اور نماز سے فصل [illegible]

اگر دوسری نماز کے وقت میں پہلی نماز پڑھی ہو تو پہلی نماز میں جمع کی نیت کرنا کافی ہے دوسری نماز کے وقت [illegible] کرنا ضروری نہیں ہے، جمع کی نیت پہلی نماز کے اوّل وقت میں کرے خواہ اس وقت کرے جب نیت کرنے کے بقدر [illegible] ہے۔ (تنگ وقت میں) دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے اگر پہلی نماز کا وقت جمع کی نیت کئے بغیر نکل گیا تو پھر جمع کی نیت کرنا درست نہیں ہے۔

اگر دوسری نماز کے وقت میں پہلی نماز پڑھی تو اولاً پہلی نماز ادا کرے پھر دوسری پڑھے، یہی ترتیب اس وقت بھی پیش نظر رکھنا ہوگی جب اوّل نماز کے وقت میں دوسری نماز پڑھ رہا ہو اس وقت دونوں فرضوں کے درمیان سنتیں پڑھنا اور دونوں فرضوں میں فصل کر دینا جائز نہیں لیکن ایک روایت کے اعتبار سے جائز بھی ہے۔

ہمارے علمائے کرام میں ابوبکرؒ قائل ہیں کہ جمع اور قصر کے لئے نیت کی ضرورت نہیں ہے۔ بارش کی وجہ سے مغرب و عشاء کو تو جمع کرنا جائز ہے لیکن ظہر و عصر کو جمع کرنے کے بارے میں مثبت و منفی دو قول ہیں۔ اسی طرح اگر بارش نہ ہو صرف کیچڑ ہو یا سخت سرد ہوائیں چل رہی ہوں تو اس کے بارے میں بھی مثبت و منفی دو قول آئے ہیں۔

بارش کی بنا پر نمازوں کا جمع کرنا

اگر کسی نے بارش کی بنا پر دو نمازوں کو جمع کیا ہے تو اگر پہلی نماز کے وقت جمع کیا ہے تو پہلی نماز کو شروع اور اس کو ختم کرتے وقت اور دوسری نماز کے شروع کرتے وقت بارش ہونا شرط ہے اور دوسری نماز کے وقت میں جمع کیا ہے اور پہلی نماز کے وقت سے بارش کا سلسلہ جاری ہے تو دوسری

نماز کو ادا کرتے وقت بارش جاری ہو یا نہ ہو دونوں برابر ہیں کیونکہ تاخیر تو اول نماز ہی کی تھی اور اس وقت عذر بارش موجود تھا۔ اب اگر عذر جاتا رہا تو پہلی نماز کا وقت بھی جاتا رہا اور اس کی تلافی کرنا ممکن نہیں۔ ہاں دوسری نماز وہ اپنے وقت میں پڑھ رہا ہے اس وقت بارش ہو یا نہ ہو دونوں صورتیں یکساں ہیں۔

جمع کا یہ حکم لوگوں کی دشواری کے پیش نظر ہے کہ بارش کے باعث لوگوں کی آمد و رفت مشکل ہے اس کے ساتھ جوتوں اور کپڑوں کے زیاں کی بھی رعایت ملحوظ رکھی گئی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جب جوتے تر ہو جائیں تو نماز گھروں ہی پر پڑھ لو[1]۔

ہمارے نزدیک مسافر اور مریض کے لئے بھی جمع کا جواز اسی وجہ سے ہے، اللہ تعالیٰ نے اِن دونوں کا ذکر ایک ہی جگہ اور ایک ہی کلام میں فرمایا ہے۔ فَمَنْ کَانَ مِنْکُمْ مَرِیْضًا اَوْ عَلٰی سَفَرٍ فَعِدَّۃٌ مِّنْ اَیَّامٍ اُخَرَ (اگر تم میں سے کوئی بیمار ہو یا سفر میں ہو تو دوسرے دنوں میں روزوں کی قضا کرے۔

یہ اجازت (قضا) کمزوری کے باعث دی گئی ہے اور مریض کی کمزوری ظاہر ہے یہی حال مسافر کا ہے کہ کبھی آرام سے سواری پر سفر کرتا ہے اور کبھی نہیں۔ جب دولت مند مسافر کو بھی اللہ تعالیٰ نے آرام ملنے کے باوجود قصر و جمع کی اجازت دی تو مریض تو اس سے زیادہ حقدار ہے اور شرعی رخصتوں کا اس کو زیادہ حق پہنچتا ہے۔

نماز جنازہ

نماز جنازہ کے لئے کھڑے ہونے کا طریقہ مسلمان میت کی نماز جنازہ فرض کفایہ ہے۔ ہمارے نزدیک نماز جنازہ کی امامت کا سب سے زیادہ حقدار میت کا وصی ہے اس کے بعد حاکم اسلام پھر ترتیب وار میت کے عصبات (پدری رشتہ دار) سب سے پہلے سب سے زیادہ قریبی رشتہ رکھنے والا اس کے بعد بالترتیب بعد والے لوگ (عصبات سے)۔ امام میت اگر مرد کی ہو تو اس کے سینے کے مقابل اور اگر وہ عورت کی میت ہے تو اس کی کمر کے مقابل کھڑا ہو، مقتدیوں کی اگر ایک جماعت ہو تو سب کو برابر رکھے لیکن اگر طرح طرح کے لوگ موجود ہوں تو امام کی جانب وہ لوگ ہوں جو افضل ہیں، امام کی طرف سب سے آگے مردوں کو ہونا چاہیئے ان کے پیچھے عورتیں، عورتوں کے پیچھے غلام پھر خواجہ سرا اور ان کے پیچھے بچے، ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ بچے غلاموں سے آگے ہوں بہر حال اسی طرح ہر قسم کے لوگوں پر توجہ رکھنا چاہیئے اور امام کی جانب کھڑے ہوئے سب سے اوّل وہی لوگ ہوں جو علم میں دین میں اور تقویٰ میں افضل ہوں۔

کہا گیا ہے کہ اگر عورت اور مرد کا جنازہ ساتھ ساتھ ہو تو جنازوں کو اس طرح رکھنا چاہیئے کہ عورت کی کمر کے مقابل مرد کا سینہ ہو۔

نماز جنازہ نماز جنازہ کے لئے امام صفوں کو دوسری نمازوں کی طرح دائیں بائیں دیکھ کر سیدھا کرا دے۔ امام اول اپنے گناہوں سے استغفار کرے، اپنی قبر، آخرت اور موت کو یاد کرے کہ موت کا پیالہ ہر ایک کو پینا

---

[1] یہ حدیث صحیح ہے بخاری اور مسلم میں موجود ہے۔

ہے اور خیال کرے کہ مجھے بھی ایک دن موت آئے گی اس سے چھٹکارا ممکن نہیں ہے۔ اس کے بعد حضور قلب پیدا کرے اور خشوع و خضوع کے ساتھ نماز جنازہ پڑھے تاکہ دعا جلد قبول ہو۔ پھر چار تکبیریں کہے۔ پہلی تکبیر کے بعد ثنا پڑھے۔ حضرت ابن عباس رضی سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ میں سورۂ فاتحہ پڑھنے کا ہم کو حکم دیا تھا، پھر دوسری تکبیر کہہ کر درود شریف پڑھے، وہ درود جو تشہد میں پڑھا جاتا ہے۔ امام مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اصحاب کرامؓ سے جنازہ کی نماز کے بارے میں دریافت کیا ہر ایک نے یہی فرمایا کہ پہلے تکبیر کہو پھر سورۂ فاتحہ پڑھو، تکبیر کہو اور درود شریف پڑھو۔ پھر تیسری تکبیر کہہ کر میت کے لئے، اپنے لئے اور اپنے والدین اور تمام مسلمانوں کے لئے جو دعا تم کو محبوب اور پسند ہو اور جو تمہارے لئے آسان ہو پڑھو مگر یہ دعا پڑھنا مستحب ہے۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَمَيِّتِنَا وَشَاهِدِنَا
وَغَائِبِنَا وَصَغِيْرِنَا وَكَبِيْرِنَا
وَذَكَرِنَا وَاُنْثَانَا ۔
اَللّٰهُمَّ مَنْ اَحْيَيْتَهٗ مِنَّا فَاَحْيِهٖ
عَلَى الْاِسْلَامِ وَالسُّنَّةِ وَمَنْ تَوَفَّيْتَهٗ
مِنَّا فَتَوَفَّهٗ عَلَيْهِمَا اِنَّكَ تَعْلَمُ
مُنْقَلَبَنَا وَمَثْوَانَا وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ
شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۔ اَللّٰهُمَّ اِنَّهٗ عَبْدُكَ
وَابْنُ عَبْدِكَ وَابْنُ اَمَتِكَ نَزَلَ بِكَ
وَاَنْتَ خَيْرُ مَنْزُوْلٍ بِهٖ وَلَا نَعْلَمُ
اِلَّا خَيْرًا ۔ اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ مُحْسِنًا فَجَازِهٖ
بِاِحْسَانِهٖ وَاِنْ كَانَ مُسِيْئًا فَتَجَاوَزْ
عَنْهُ ۔ اَللّٰهُمَّ اِنَّا جِئْنَاكَ شُفَعَاءَ لَهٗ
فَشَفِّعْنَا فِيْهِ وَقِهٖ مِنْ فِتْنَةِ الْقَبْرِ
وَعَذَابِ النَّارِ وَاعْفُ عَنْهُ وَاَكْرِمْ
مَثْوَاهُ وَاَبْدِلْهُ دَارًا خَيْرًا مِّنْ
دَارِهٖ وَجِوَارًا خَيْرًا مِّنْ جِوَارِهٖ وَافْعَلْ ذٰلِكَ
بِنَا وَبِجَمِيْعِ الْمُسْلِمِيْنَ ۔ اَللّٰهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا
اَجْرَهٗ وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَهٗ ۔

الٰہی ہمارے زندوں اور مُردوں کو بخش دے، ہمارے ان لوگوں کو جو حاضر ہیں اور جو غائب ہیں بخش دے، ہمارے چھوٹوں کو اور بڑوں کو اور ہم میں سے مردوں کو اور عورتوں کو بخش دے اے اللہ! ہم میں سے جسے تو زندہ رکھے اس کو سنت رسولؐ اور اسلام پر زندہ رکھنا اور جس کو تو مارے (موت دے) اس کو بھی سنت اور اسلام پر مارنا (اس کو اسلام پر موت آئے)، تو جانتا ہے کہ ہماری بخشش اور آرام کی جگہ کون سی ہے اور تو ہر ایک چیز پر قادر ہے۔ الٰہی! تیرا یہ بندہ اور تیرے بندے کا بیٹا اور تیری بندی (کنیز) کا بیٹا، اب تیری بارگاہ میں حاضر ہو جائے۔ اور تو ان سب سے بہتر ہے جس کے پاس کوئی حاضر ہو۔ ہم اس کی نیکی کے سوا کسی چیز سے آگاہ نہیں ہیں، اے اللہ اگر یہ نیک ہے تو اس کو اچھی جزا دے اور اے اللہ اگر یہ خطا کار ہے تو اپنی رحمت سے اس کو بخش دے ہم تیری بارگاہ میں اس کی شفاعت کے لئے حاضر ہوئے ہیں اسکے حق میں ہماری سفارش قبول فرما اور اس کو قبر کے عذاب سے بچا، دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھ، اسکے سارے جرم معاف فرمادے اس کو اچھی جگہ آرام دے اور جو گھر اس نے چھوڑے ہیں اس سے بہتر گھر اسکو عطا فرما اور اس کو اچھا ہمسایہ عطا کر۔ اپنے عطا اور بخشش سے ہم کو اور تمام مسلمانوں کو سرفراز فرما ہم کو اس کے اجر سے محروم نہ رکھ اور ہمیں اس کے بعد فتنہ میں مبتلا نہ کر۔

یہ دُعا پڑھ کر چوتھی تکبیر کہے اور کہے :

اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّ فِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ○

اے ہمارے رب! ہمیں دنیا اور آخرت میں نیکی عطا اور دوزخ کے عذاب سے بچا!

ہمارے بعض علماءؒ کا قول ہے کہ چوتھی تکبیر کے بعد کچھ نہ کہے کچھ توقف کرکے پہلے سیدھی طرف کو سلام پھیرے دونوں طرف کو سلام پھیرنا بھی جائز ہے دونوں طرف سلام پھیرنا امام شافعیؒ کا مذہب ہے، امام احمدؒ (حنبل) کا مذہب یہی ہے کہ صرف دائیں طرف سلام پھیرے، امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ چند صحابہ کرامؓ یعنی حضرت علیؓ ابن ابی طالب، حضرت عبداللہ ابن عباسؓ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ۔ حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰؓ حضرت ابوہریرہؓ، حضرت واثلہ بن الاسقعؓ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کے بارے میں روایت ہے کہ ان تمام اصحاب نے جنازہ کی نماز میں ایک طرف (دائیں جانب) سلام پھیرا۔ ایک مرفوع روایت یہ بھی آئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جنازہ کی نماز میں صرف دائیں جانب سلام پھیرا۔

جو دعا اوپر لکھی جاچکی ہے اس کے علاوہ اگر چاہے تو یہ دُعا پڑھے :-

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَمَاتَ وَاَحْیٰی وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ یُحْیِی الْمَوْتٰی لَهُ الْعَظَمَةُ وَالْكِبْرِیَاءُ وَالْمُلْكُ وَالْقُدْرَةُ وَالثَّنَاءُ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ○ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّیْتَ وَتَرَحَّمْتَ وَبَارَكْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ○ اَللّٰهُمَّ اِنَّهٗ عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ وَابْنُ اَمَتِكَ اَنْتَ خَلَقْتَهٗ وَرَزَقْتَهٗ وَاَنْتَ اَمَتَّهٗ وَاَنْتَ تُحْیِیْهِ وَاَنْتَ تَعْلَمُ بِسِرِّهٖ جِئْنٰكَ شُفَعَاءُ لَهٗ فَشَفِّعْنَا فِیْهِ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْتَجِیْرُ بِحَبْلِ جِوَارِكَ لَهٗ اِنَّكَ ذُوْ وَفَاءٍ وَّذِمَّةٍ اَللّٰهُمَّ قِهٖ مِنْ فِتْنَةِ الْقَبْرِ وَمِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهٗ وَارْحَمْهُ وَ.... عَافِهٖ وَاعْفُ عَنْهُ وَاَكْرِمْ مَثْوَاهُ وَوَسِّعْ مَدْخَلَهٗ وَاغْسِلْهُ بِمَاءِ الثَّلْجِ وَالْبَرْدِ وَنَقِّهٖ مِنَ الْخَطَایَا كَمَا یُنَقَّی الثَّوْبُ الْاَبْیَضُ

تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو ہر ایک کو مارنے والا اور زندہ کرنے والا ہے، وہی ہے جو مُردوں کو زندہ کریگا بزرگی اور عظمت اُسی کے لئے ہے وہی ملک اور قدرت رکھتا ہے۔ اسی کے لئے تعریف ہے وہی ہر چیز پر قادر ہے الٰہی حضرت محمدؐ اور اُن کی آل پر درود بھیج جیسا کہ تو نے برکت پہنچائی اور رحمت فرمائی حضرت ابراہیم اور انکی آل پر بیشک تجھ ہی تعریف کیا گیا ہے تو ہی بزرگ ہے۔ الٰہی! یہ تیرا بندہ ہے اور تیرے بندے کا بیٹا اور تیری بندی کا بیٹا ہے۔ تو ہی نے اس کو پیدا کیا، اس کو رزق دیا، تو ہی مارنے اور زندہ کرنیوالا ہے۔ تو ہی اس کے بھید کو جاننے والا ہے۔ ہم تیری بارگاہ میں اس کی سفارش کرتے ہیں تو ہماری شفاعت قبول فرمالے۔ اے اللہ اب تو اس کو اپنے جوارِ رحمت میں قبول فرمالے؛ تو مالک ہے تو ذمہ دار ہے۔ الٰہی تو اس کو قبر کے فتنے دوزخ کے عذاب سے بچا، اس کو بخشدے اس پر رحم فرما، اسے اور اس کے بزرگوں کو معاف کر اور اس کی آرام گاہ کو بہتر بنا اور اس کی قبر کو فراخ اور کشادہ کردے، اس کو برف کے پانی اور ٹھنڈے پانی سے نہلا

مِنَ الدَّنَسِ وَ اَنْزِلْہُ دَاراً خَیْراً مِنْ دَارِہٖ وَ زَوْجَۃً خَیْراً مِنْ زَوْجَتِہٖ وَ اَھْلاً خَیْراً مِنْ اَھْلِہٖ وَاَدْخِلْہُ الْجَنَّۃَ وَنَجِّہٖ مِنَ النَّارِ۔ اَللّٰھُمَّ اِنْ کَانَ مُحْسِناً فَزِدْ فِیْ اِحْسَانِہٖ وَ جَازِہٖ بِاَحْسَانِہٖ وَاِنْ کَانَ مُسِیْئاً فَتَجَاوَزْ عَنْہُ اَللّٰھُمَّ اِنَّہٗ قَدْ نَزَلَ بِکَ وَاَنْتَ خَیْرُ مُنْزَلٍ بِہٖ وَھُوَ فَقِیْرٌ اِلٰی رَحْمَتِکَ وَاَنْتَ غَنِیٌّ عَنْ عَذَابِہٖ۔ اَللّٰھُمَّ ثَبِّتْ عِنْدَ مَسْئَلَتِہٖ مَنْطِقَہٗ وَلَا تَبْتَلِہٖ فِیْ قَبْرِہٖ بِمَالَا طَاقَۃَ لَہٗ بِہٖ اَللّٰھُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَہٗ وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَہٗ۔

دے اور اس کو اسکے گناہوں سے پاک کردے اس طرح پاک فرمادے جیسے پانی میلے کچیلے کپڑوں کو صاف کردیتا ہے اس کو اچھے گھر میں داخل فرمادے اس کو ایسی حور عنایت کر جو تمام حوروں سے بہتر ہو۔ اس کو بہشت میں جگہ دے دے اس کو دوزخ کی آگ سے بچا۔ الٰہی اگر تیرا یہ بندہ نیک ہے تو اس کی نیکیوں کو بڑھادے اور اس کو ان کا عوض عطا فرما اگر یہ بدکار ہے تو اس کو معاف فرمادے۔ الٰہی یہ تیری جناب میں حاضر ہوا ہے اور تو ان سب سے بہتر ہے جس کے پاس کوئی حاضر ہوتا ہے الٰہی یہ تیری رحمت کا محتاج ہے اور تو غنی ہے یہ مفلس محتاج ہے اور تو اس سے بے پرواہ ہے کہ اس کو عذاب دے۔ الٰہی جب منکر نکیر سوال کریں تو اس کی تو مدد فرمانا اس کو قبر کے عذاب میں گرفتار نہ کرنا یہ اس عذاب کی طاقت نہیں رکھتا۔ الٰہی ہم کو اس کے اجر سے محروم واپس نہ کر اور اس کے بعد ہم کو فتنہ میں نہ ڈال۔

اگر عورت ہو تو اس طرح آغاز کرے اَللّٰھُمَّ اَمَتُکَ وَابْنَۃُ عَبْدِکَ وَ اَمَتِکَ ٥ یہ پڑھ کر پھر پوری دعا پڑھے۔

جنازہ کی نماز پڑھانے کا ہمارے امام احمدؒ کے نزدیک سب سے زیادہ مستحق وہ شخص ہے جس کو میت نے وصیت کی ہے یعنی میت کا وصی ہو، پھر حاکم اسلام، پھر میت کے عصبات میں سے اصول یعنی باپ، دادا وغیرہ اس کے بعد بیٹا اور بیٹے کے نیچے جو عصبات میں سب سے زیادہ میت سے قریب ہو بھائی، بھتیجا، چچا، چچازاد بھائی وغیرہ عورت کے جنازے کی امامت کا حق شوہر کو پہلے ہے یا اس کے بیٹے کو یہ حق حاصل ہے اس بارے میں مثبت و منفی دونوں قول موجود ہیں۔

صحابہ کرامؓ کی وصیت

صحابہ کرامؓ نے اپنی میت کی نماز پڑھانے کی وصیت فرمائی ہے چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے وصیت فرمائی تھی کہ ان کے جنازے کی نماز حضرت عمر رضی اللہ عنہ پڑھائیں اور حضرت عمرؓ نے وصیت فرمائی کہ ان کے جنازہ کی نماز حضرت صہیبؓ پڑھائیں۔ حالانکہ اس وقت آپ کے صاحبزادے حضرت عبداللہؓ موجود تھے۔ جناب شریحؒ نے وصیت فرمائی تھی کہ ان کی نماز حضرت زید بن ارقم پڑھائیں۔ حضرت میسرہؒ نے اپنی نماز جنازہ کے لئے حضرت شریحؒ کو وصیت کی تھی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابوہریرہؓ کو اپنی نماز کے لئے وصی بنایا تھا اسی طرح حضرت ام سلمہؓ نے سعید بن جبیرؒ کو وصیت کی تھی کہ ان کے جنازے کی نماز پڑھائیں۔

میت اگر بچہ کی ہو تو دعا اس طرح پڑھیں۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّہٗ عَبْدُکَ وَابْنُ عَبْدِکَ وَابْنُ

الٰہی یہ تیرا ہی بندہ ہے اور تیرے بندہ کا بیٹا ہے اور

أَمَتِكَ، أَنْتَ خَلَقْتَهُ، وَرَزَقْتَهُ، وَأَنْتَ أَمَتَّهُ، وَأَنْتَ مُحْيِيهِ اللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ لِوَالِدَيْهِ سَلَفًا وَذُخْرًا وَفَرَطًا وَأَجْرًا وَثَقِّلْ بِهٖ مَوَازِيْنَهُمَا وَعَظِّمْ بِهٖ أُجُوْرَهُمَا وَلَا تَحْرِمْنَا وَإِيَّاهُمَا أَجْرَهُ، وَلَا تَفْتِنَّا وَإِيَّاهُمَا بَعْدَهُ، اللّٰهُمَّ أَلْحِقْهُ بِصَالِحِ سَلَفِ الْمُؤْمِنِيْنَ فِيْ كَفَالَةِ إِبْرَاهِيْمَ وَأَبْدِلْهُ دَارًا خَيْرًا مِنْ دَارِهٖ وَأَهْلًا خَيْرًا مِنْ أَهْلِهٖ وَعَافِهٖ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِأَفْرَاطِنَا وَأَسْلَافِنَا وَمَنْ سَبَقَنَا — بِالْإِيْمَانِ ۔ اللّٰهُمَّ مَنْ أَحْيَيْتَهُ مِنَّا فَأَحْيِهٖ عَلَى الْإِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّيْتَهُ مِنَّا فَتَوَفَّهُ عَلَى الْإِيْمَانِ وَاغْفِرْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ الْأَحْيَاءِ مِنْهُمْ وَالْأَمْوَاتِ ۝

تیری بندی (کنیز) کا بیٹا ہے، اسے تو نے ہی پیدا کیا۔ اس کو رزق عطا کیا، تو ہی مارتا ہے اور تو ہی زندہ کرتا ہے، الٰہی تو اس کے ماں باپ کے لئے اس کو پیش خیمہ بنا دے اور ان کے لیے اس کو اجر کی زیادتی کا باعث بنا دے یا ان کے میزان کے پلڑوں کے بھاری ہونے کا باعث بنا دے، اس کے باعث اس کے والدین کے اجر کو زیادہ فرما دے۔ ہمیں بھی اس کے اجر سے محروم نہ رکھ اور اس کے بعد ہم کو فتنہ میں نہ ڈال بلکہ اس سے محفوظ رکھ۔ الٰہی اس کو اپنے نیکوکار اور صالح بندوں میں شامل فرما لے۔ اس کو حضرت ابراہیم کی کفالت و ضمانت میں داخل فرما دے اس کو دنیا کے گھروں سے بہتر گھر عطا فرما اس کے اہل سے بہتر اس کو اہل عنایت کر، اس کو جہنم کے عذاب سے بچا؛ الٰہی ہماری اولاد کو، ہمارے بزرگوں کو جنہوں نے ایمان میں ہم سے پہلے پہل کی ان سب کو بخش دے الٰہی ہم میں سے جس کو تو زندہ رکھے اس کو اسلام پر زندہ رکھ اور جس کو تو موت دے اس کو اسلام پر موت دے (مسلمان ہونے کی حالت میں مرے) الٰہی تمام مسلمان مردوں اور عورتوں کو جو جیتے ہیں یا جو مر گئے ہیں ان سب کو بخش دے۔

جنین کی نماز جنازہ اگر نا تمام بچہ میں انسانی خدوخال نمایاں ہو گئے تو اس کو غسل بھی دیا جائے گا اور نماز بھی پڑھی جائے گی لیکن اگر وہ صرف مضغۂ گوشت ہے اور کوئی بناوٹ نمایاں نہیں ہے تو نہ اس کو غسل دیا جائے گا اور نہ اس کی نماز ہوگی صرف دفن کر دیا جائے گا؛ بچّہ کو غسل مرد دیں یا عورتیں دونوں جائز ہیں۔ حضرت ابراہیم فرزند رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات آٹھ ماہ کی عمر میں ہوئی اور ان کو عورتوں نے غسل دیا تھا۔

موت، تلقین، غسلِ میت
تکفین اور تدفین

موت پر یقین ہر مومن صاحب عقل و فراست کے لئے مستحب ہے کہ وہ موت پر یقین رکھے، اسے کثرت سے یاد کرے اور اس کی تیاری اور ساز و سامان مہیا کرنے کی کوشش کرے، ہر آن و ہر لحظہ توبہ کرتا رہے اپنے نفس کا مح

کرے اور تمام حقوق اور قرض سے سبکدوش رہے، وصیت نامہ تیار رکھے، ایسی یقینی بات سے غفلت نہ برتے جس کی حیثیت مخلوق کے لئے عمومی ہے لیکن موت کا آنا اور اس کا پیالہ پینا ضروری ہے. موت کی یاد کو مستحب کہنا اس وجہ سے ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ موت کی یاد بہت کیا کرو، اگر تم اس کو تو انگری کی حالت میں یاد رکھو گے تو عیش پرستی سے مکدر کردے گی اور مفلسی اور تنگدستی کی حالت میں یاد کروگے تو وہ تنگ دستی کو تمھارے لئے گوارا بنا دے گا۔

سب سے زیادہ دانشمند

یہ ارشاد گرامی بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے کہ "جانتے ہو کہ سب سے بڑا دانا اور ہوشمند شخص کون ہے؟ سب سے زیادہ دانا وہ ہے جو موت کو بہت یاد رکھے اور سب سے بڑا ہوشیار وہ ہے جو موت کی تیاری زیادہ کرے، یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس کی علامت اور پہچان کیا ہے؟ حضور نے ارشاد فرمایا اس فریب خانۂ دنیا، سے زیادہ دور رہنا اور ہمیشگی کے گھر کی طرف رجوع کرنا۔

حضرت لقمان کی نصیحت

حضرت لقمان نے اپنے بیٹے سے فرمایا تھا، اے فرزند! توبہ کو کل پر مت ٹالنا موت اچانک آجائے گی۔

فرمان مصطفوی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "جس کے پاس مال ہو اس کے لئے مناسب نہیں کہ دو راتیں بھی ایسی گزارے جس میں وصیت نامہ لکھا ہوا اس کے پاس موجود نہ ہو، ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ حساب کے لئے جانے سے پہلے تم اپنا محاسبہ کرلو، میزان عمل پر تولے جانے سے پہلے تم اپنے اعمال کا وزن کرلو، حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا ہے کہ دنیا میں ایسے عمل کرلو گویا تم کو ہمیشہ یہاں رہنا ہے اور آخرت کے لئے عمل کرتے وقت یہ نہ بھولو کہ موت سر پر کھڑی ہے، گویا تم کل ہی مرجاؤ گے۔

اس لئے دانشمند کو چاہیئے کہ وہ اپنی موت سے قبل ان حقوق سے عہدہ برآ ہوجائے جو اس پر لازم ہیں، گناہوں سے برأت حاصل کرے، قرض ادا کردے اگر ایسا نہ کرے گا تو قطعی طور پر جان لے اور اچھی طرح سمجھ لے کہ وہ ان حقوق میں گرو گرفتار رہے گا۔ ان حقوق کے عوض پکڑا جائے گا اور قبر کے عذاب میں مبتلا ہوگا۔ تمام قوتیں زائل ہوجائیں گی، تمام تدبیریں بیکار ہوجائیں گی حواس باختہ ہوگا گھر والے اور پڑوسی چھوڑ جائیں گے اور اس کا چھوڑا ہوا مال اس کے دشمنوں، مردوں، عورتوں اور بچوں کے قبضے میں چلا جائے گا اس بُرے انجام سے نجات دینے والی چیز صرف یہی ہے کہ حقوق کو دنیا میں ادا کردیا جائے اور ان کی ادائیگی سے عہدہ برآ ہوجائے توبہ کرے اور اطاعت میں مصروف رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کی مہربانیاں اس پر چھا جائیں۔ وہ سب سے بڑا رحم کرنے والا ہے جو کچھ چاہے گا بہشتِ جاوداں میں اس کو جزا عطا فرمادے گا۔

مقروض پر عذاب

حضرت سمرہ بن جندب فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، حضور والا نے ایک جنازہ کی نماز پڑھائی، سلام پھیرنے کے بعد حضور نے فرمایا کہ فلاں خاندان کا کوئی یہاں موجود ہے؟ ایک شخص نے عرض کیا حضور میں حاضر ہوں۔ حضور نے فرمایا فلاں شخص (یعنی میّت) قرض کی وجہ سے گرفتار ہے۔ حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے خود دیکھا کہ میّت کے گھر والے فوراً ہی قرض چکانے لگے اور پھر کوئی قرض خواہ باقی نہیں رہا۔

یہی حدیث شریف دوسرے الفاظ میں اس طرح ہے:۔

"فلاں شخص جنت کے دروازے پر قرضدار ہونے کی وجہ سے محبوس ہے"۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اہلِ صفہؓ میں سے ایک صاحبؓ کا انتقال ہوگیا۔ لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ اس نے ایک دینار اور ایک درہم ترکہ میں چھوڑا ہے! حضور نے فرمایا "یہ آگ کے دو داغ ہیں، تم اپنے ساتھی کی نماز پڑھو (میں اس میں شرکت نہیں کروں گا) اس شخص پر کچھ قرض تھا۔

ایک اور حدیث ہے کہ ایک انصاری کا جنازہ بارگاہِ نبوت میں لایا گیا آپؐ نے فرمایا کیا اس پر قرض ہے؟ عرض کیا گیا جی ہاں؟ یہ سن کر حضور واپس جانے لگے، اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اس کے قرض کا میں ضامن ہوں یہ سن کر حضورؐ واپس تشریف لے آئے اور اس کی نماز پڑھی اور ارشاد فرمایا اے علیؓ اللہ نے تمھاری گردن اس طرح آزاد کردی جس طرح تم نے اپنے مسلمان بھائی کی گردن آزاد کرائی، جو کسی کا قرض چھڑاتا ہے اللہ قیامت کے دن اس کو رہا کردے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، قیامت کے دن حقداروں کے حقوق ضرور دیئے جائیں گے یہاں تک کہ منڈی بکری کا حق سینگوں والی بکری سے لیا جائے گا، حضورؐ نے یہ بھی ارشاد فرمایا ظلم کرنے سے گریز کرو، قیامت کے دن ظلم اندھیریاں بن جائے گا، فحش سے پرہیز کرو، اللہ تعالیٰ بے حیائی کو پسند نہیں فرماتا۔ بخل سے بچو اسی بخل نے تم سے پہلے گزرنے والے لوگوں کو برباد کردیا، اسی بخل نے بخیلوں کو رشتہ داریاں منقطع کرنے کا حکم دیا اور انھوں نے (عزیزوں رشتہ داروں کے) حقوق تلف کئے۔

عیادت

عیادت مستحب ہے اگر کوئی مومن بیمار ہو تو اس کی بیمار پرسی کرنا مستحب ہے، مسلمان بھائی جب اس کی عیادت کو پہنچتا ہے اور اس کے حال کو دیکھتا ہے تو اگر اچھا ہوجانے کی امید ہوتی ہے تو اس کے لئے دعا کرکے لوٹتا ہے اور اگر مرنے کا اندیشہ ہوتا ہے تو اس کو توبہ کرنے کی ترغیب دیتا ہے اور اس کو آمادہ کرتا ہے کہ وہ اپنا تہائی ⅓ مال ان غریب رشتہ داروں کو دینے کی وصیت کرجائے جو اس کو شرعاً وارث نہیں ہیں، اگر اس کے اقربا میں کوئی محتاج نہیں ہوتا تو پھر ان لوگوں کے حق میں وصیت کرنے کی ترغیب دیتا ہے جو فقیر و مسکین ہوں، اہل علم ہوں، دیندار ہوں یا ایسے لوگ ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر نے ان کی روزی کے ذرائع مسدود کردیئے ہیں اور تقویٰ و پرہیزگاری کے باعث علائق دنیوی سے انھوں نے منھ موڑ لیا ہو۔

متقی اور متوکل حضرات متقی اور متوکل حضرات کے نزدیک چونکہ روزی کے اسباب ظاہری بھی شرکت کا باعث ہوتے ہیں اس لئے وہ سب سے کنارہ کش ہوکر خاص رب العزت کی عبادت میں مشغول رہتے ہیں۔

اور رزق کے لئے صرف اسی کی طرف رجوع ہوتے ہیں کیونکہ وہ ہر ظاہری سبب کو شرک سمجھتے ہیں۔ ان کا حال اللہ تعالیٰ سے اس تعلق کی بنا پر پختگی کے کمال پر پہنچتا ہے' ان کی توحید بے داغ ہوتی ہے اور مقدر کی جو روزی ہے وہ پاک صاف ہو کر ان کے پاس پہنچ جاتی ہے اس لئے نہ ان کو دنیا میں برے انجام کا اندیشہ ہوتا ہے۔ اور نہ آخرت کی سزا کا، مبارک ہیں وہ لوگ اور بشارت ہے ان لوگوں کے لئے جو ایسے متوکلین کی خدمت میں کچھ مال پیش کریں اور ان کے ساتھ مہربانیاں کر کے ان کے ساتھ میل جول رکھیں، کسی روز ان کی خدمت کریں' ان کی دعا پر آمین کہیں اور ان کے لئے کلمۂ خیر زبان سے نکالیں۔ لوگوں کو مبارک ہو کہ یہ متوکلین، اہل اللہ (اولیاء اللہ) ہیں، یہ اللہ کے خاص بندے ہیں۔ بادشاہ کے حضور میں بادشاہ کے عمائدین کے بغیر رسائی نہیں ہوتی! غور کرو کیا کسی شخص کو شاہی بخشش یا شاہی انعام بادشاہ کے ان مقربوں اور خادموں کے ذریعہ کے علاوہ کسی دوسرے ذریعہ سے مل سکتی ہے! پس اگر کوئی بادشاہ کے ان حاشیہ نشینوں سے اور خدمت گاروں سے مل لے اور ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے۔ ان کی خدمت کرے تو ہو سکتا ہے کہ ان میں سے کوئی بادشاہ کے حضور میں اس کو پیش کرے اور اس کی پسندیدہ عادتوں اور عمدہ خصائل کا ذکر کرے اور بادشاہ اس کے حسن و اخلاق سے خوش ہو کر اس بندہ کو اپنی نعمتوں اور بخششوں سے نوازے (یہ مثال اہل اللہ یعنی اولیائے کرامؒ کی ہے کہ وہ بارگاہ الٰہی میں گنہگاروں کو پیش کرتے ہیں)۔

تلقین اگر مریض میں موت کی علامات نمودار ہو جائیں تو گھر والوں کو چاہیئے' ان کے لئے مستحب ہے کہ جو شخص مریض کا سب سے بڑا رفیق ہو اور مریض کے طور طریقوں سے واقف ہو اور سب سے زیادہ متقی اور پرہیزگار ہو اس کو اس بات پر مقرر کریں کہ وہ مرنے والے کو خدا کی یاد دلائے اور طاعت الٰہی کی طرف اس کو راغب کرے اس کے حلق میں پانی یا شربت ٹپکائے اور بھیگی ہوئی روئی سے اس کے لبوں کو تر کرنے کی خدمت انجام دے اور لا الٰہ الا اللہ کی ایک بار تلقین کرے (زیادہ سے زیادہ تین بار تلقین کی جائے' اس سے زیادہ نہ کریں کہ مرنے والے کی تنگدلی کا باعث ہو' اور اس کو نفرت نہ پیدا ہو جائے اور اس ناگواری کے عالم میں جان نکل جائے)۔

اگر تلقین کے بعد کوئی اور بات کر لی ہو تو دوبارہ تلقین کرنا چاہیئے تاکہ آخری کلام کلمۂ توحید ہی ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ جس کا آخری کلام لا الٰہ الا اللہ ہوگا وہ جنت میں داخل کیا جائے گا' تلقین بڑی آہستگی، نرمی اور خوش اخلاقی سے کرنا چاہیئے مناسب ہے کہ سورۂ یٰسین اس کے پاس پڑھی جائے۔ تاکہ روح نکلنے میں آسانی ہو۔ جب اس کی روح نکل جائے تو اس کو چت لٹا کر میت کا منہ کعبہ کی طرف کر دیا جائے (اس طرح کہ اگر بٹھایا جاتا تو منہ کعبہ کی طرف ہوتا)۔ میت کی آنکھیں جلد ہی بند کر دینا چاہیئے۔

مردہ کے حق میں اچھا کلمہ کہو! حضرت شدادؓ بن اوس سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا' تم لوگ مردے کے پاس موجود ہو تو اس کی آنکھیں بند کر دو۔ کیونکہ نظر روح کی پرواز کا پیچھا کرتی ہے اور آنکھیں بے نور اور بدشکل ہو جاتی ہیں، مردے کے حق میں کلمۂ خیر کہنا چاہیئے اس لئے کہ گھر والے جو کچھ اس کے بارے میں کہتے ہیں اس پر آمین کہی جاتی ہے' پھر میت کے دونوں جبڑوں کو دباؤ دے کر بند کر دینا چاہیئے ایک روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہ) کا جب وقت (مرگ) قریب آپہنچا تو آپ نے اپنے فرزند حضرت عبداللہ

سے فرمایا کہ جب دیکھو کہ میری جان تالو تک آ پہنچی ہے تو تم داہنی ہتھیلی میری پیشانی پر اور بائیں ہتھیلی ٹھوڑی کے نیچے رکھ کر میرا منہ بند کر دینا۔ منہ بند کرنے کے بعد میت کے جوڑوں کو نرم کیا جائے یعنی کلائیوں کو اٹھا کر اس طرح موڑا جائے کہ وہ بازوؤں سے مل جائیں پھر ان کو کھول دیا جائے اس طرح ان میں نرمی پیدا ہو جائے گی؛ اسی طرح دونوں پنڈلیوں کو رانوں سے ملایا جائے اس کے بعد میت کے کپڑے اتار کر ایک چادر سے پوری میت کو ڈھانپ دیا جائے، اس لئے کہ موت کے باعث میت کا پورا بدن چھپانا، واجب ہو جاتا ہے (واجب الستر ہوتا ہے) اسی بنیاد پر اس کے سارے بدن کو کفن سے ڈھانپنا واجب ہے۔ میت کے پیٹ پر تلوار یا آئینہ رکھ دینا چاہیئے تاکہ پیٹ زیادہ نہ پھولے، اس عمل کے بعد میت کو غسل کے تخت پر رکھ دینا چاہیئے، تختہ پر میت کو ٹانگوں کی طرف نیچا رکھنا چاہیئے (تختہ سر کی طرف سے کچھ اونچا کر دینا چاہیئے) اس عمل کے بعد میت کے قرضوں کو ادا کرنا چاہیئے اور اس کی وصیتوں کو پورا کرنا چاہیئے تاکہ خداوند عالم کے حضور میں وہ تمام حقوق اور باردل سے بری ہو کر پہنچے۔

میّت کا غسل

اس سے فارغ ہونے کے بعد میّت کے غسل تجہیز و تکفین اور تدفین میں عجلت کرنا چاہیئے، اگر موت اچانک آگئی ہو تو کچھ توقف کرنے میں ہرج نہیں تاکہ موت کا یقین ہو جائے یعنی دونوں پہنچے لٹک جائیں، ٹانگیں ڈھیلی پڑ جائیں، ناک بہنے لگے، کنپٹیاں بیٹھ جائیں اس وقت غسل کی تیاری شروع کر دینا چاہیئے۔

میّت کا غسل سب سے پہلے غسّال میّت کے کپڑے اتار کر میت کے جسم کو ناف سے زانو تک ایک کپڑے میں چھپا دے اس ستر پوشں سے نہلانے میں جہاں تک ممکن ہو نہلانے والا مردے کے ستر کے مقام سے آنکھیں بند رکھیں۔ مردے کو ایک لمبا چوڑا کرتہ پہنا کر نہلانا اچھا ہے اگر قمیص تنگ ہو تو چاک کو اور کشادہ کر لیا جائے پھر آسانی اور نرمی کے ساتھ میت کے جوڑوں کو نرم کرے اگر زیادہ سخت ہوں تو ان کو ویسا ہی چھوڑ دے اس لئے کہ اکثر اس عمل سے ہڈیاں ٹوٹ جاتی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مردے کی ہڈی توڑنا ایسا ہے جیسے زندہ کی ہڈی توڑنا۔ اس کے بعد مردے کو بیٹھنے کے انداز تک جھکائے اور اس کے پیٹ کو آہستہ آہستہ سوتے، تاکہ اندر جو کچھ.. نجاست ہو خارج ہو جائے پھر ہاتھوں پر کپڑا لپیٹ لے تاکہ اس کے ستر پر ننگا ہاتھ نہ پڑے دوسرے یہ کہ کپڑے سے صفائی اچھی طرح ہو جاتی ہے اسی طرح بدن کے باقی حصہ کو بھی ہاتھوں پر کپڑا لپیٹ کر چھونا ہی مستحب ہے۔ اس دوران میں نہلانے والے کے ہاتھوں پر پانی برابر ڈالتے رہنا چاہیئے۔ جس کپڑے سے استنجا کر رہا تھا اس کو استنجا کے عمل سے فارغ ہونے کے بعد اتار کر دوسرا پاک کپڑا لپیٹ لینا چاہیئے۔ اس طرح تین مرتبہ کپڑا بدلنا اور ہاتھ دھونا چاہیئے پھر میّت کو نماز کے وضو کی طرح ترتیب کے ساتھ وضو کرائے خود نیت کرے بسم اللہ کر کے نہلانے والا اپنی دو انگلیوں کو پانی سے تر کر کے میت کے دانتوں کو ملے، اسی طرح ناک کے سوراخوں میں انگلیوں سے صفائی کرے پر ناک اور منہ پر پانی

ڈالے لیکن احتیاط رکھے کہ پانی ناک اور منہ کے اندر نہ جائے اس کے بعد وضو کو تمام کرے۔ وضو سے فارغ ہو کر بیری کے پتوں سے جوش دیئے پانی (آب سدرہ) سے سر اور داڑھی کو دھوئے لیکن بالوں میں کنگھی نہ کرے پھر سر سے پاؤں تک پانی ڈالے اس کے بعد پہلو بدل کر داہنی جانب کو دھوئے بائیں طرف کو کروٹ دے کر بائیں پہلو کو بھی دھوئے، اسی طرح ہر مرتبہ پانی اور بیری کے پتوں والے پانی سے غسل دینے کے بعد سادہ پانی سے غسل دیتا رہے۔ (بیری کے پانی سے غسل دینے کے بعد خالص پانی سے غسل دینا ضروری ہے) اگر میل دور کرنے کے لئے اشنان (گھاس) کی ضرورت ہو تو اس کو استعمال کیا جا سکتا ہے ناخنوں کے اندر کا میل نکالنے کے لئے خلال پر روئی لپیٹ کر ناخنوں کے اندر سے اور ناک کان کے سوراخوں سے میل صاف کرے پھر دوبارہ پیٹ کو قدرے اٹھائے اور پیٹ پر ہاتھ پھیر کر نجاست نکال دے اور دوبارہ وضو کرائے پھر آخری غسل آب کافور سے کرا کے کسی پاک کپڑے سے بدن پونچھ دے۔ کم سے کم غسل تین بار اور زیادہ سے زیادہ سات بار ہے اگر تین بار غسل دینے سے پوری پوری صفائی نہ ہوئی ہو تو سات بار تک غسل دیا جا سکتا ہے خیال رکھنا چاہئے کہ غسل کا خاتمہ طاق عدد پر کرے (جیسے تین، پانچ یا سات) اگر جسم سے نجاست نکلنا بند نہ ہو تو روئی یا پاک مٹی رکھ کر بند کر دیں۔ بعض علماء کا قول ہے کہ اس کو بند کرنے کی حاجت نہیں امام احمدؒ کے نزدیک ایسا عمل مکروہ ہے۔ بعض علماء کا قول ہے کہ غسل کے بعد اگر جسم سے کچھ خارج ہو جائے تو غسل کے اعادہ کی حاجت نہیں ہے صرف جائے خروج کو دھو دیا جائے اس کے بعد نماز کے مانند وضو کرا دیا جائے اور کفن پہنانے کے لئے تختۂ غسل سے نعش کو اٹھا لیا جائے، افضل یہ ہے کہ پہلی بار آب سدرہ (بیری کے پتوں کے جوش دیئے ہوئے پانی) سے غسل دیا جائے پھر خالص پانی سے اور آخر میں کافوری پانی سے۔

مرد کی تکفین

اگر میت مرد کی ہے تو تین کپڑے کفن میں دیئے جائیں، کپڑا سفید ہونا چاہیئے (رنگین نہ ہو) یہ تین کپڑے صرف چادریں ہوں، سلا ہوا تہبند، قمیص، پائجامہ نہ ہو، اگر کپڑے کا عرض کم ہو تو دو پارٹ کر کے سی دیا جائے (عرض میں سی دیا جائے) میت کے جسم سے کفن لپیٹنے سے قبل کپڑوں کو عود اور کافور کے بخارات سے معطر کر لینا چاہیئے، لپیٹ کی ہر دو چادروں کے درمیان خوشبو لگائی جائے۔ بعض علماء کا قول ہے کہ یہ تین کپڑے کفن میں (اگر مرد ہو تو) دیئے جائیں، بغیر سلی قمیص جس میں تکمہ نہ ہو، تہبند[1] اور لپیٹ کی چادر، تین کپڑوں کا کفن دینا افضل ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تین سفید سحولی کپڑوں کا کفن دیا گیا تھا جن میں نہ قمیص تھی نہ عمامہ۔ امام احمدؒ نے اس حدیث کو صحیح مانا ہے اور اپنے مذہب کی بنا اسی حدیث کو بنایا ہے۔

کفن کے کپڑوں سے خوشبو مل دے اور کافور روئی میں رکھ کر دونوں سرینوں کے درمیان رکھ دے اور اوپر سے کپڑے کا ٹکڑا رکھ دے، اعضائے سجدہ یعنی پیشانی، ناک، ہاتھ، زانو اور پیروں پر کافور لگا دے، اسی طرح دونوں کان، ران، بغل دانوں اور آنکھوں کے بیرونی حلقوں میں بھی کافور لگا دے، آنکھوں کے اندر کافور داخل نہ کرے۔ اگر ان سوراخوں سے کسی چیز کے نکل پڑنے کا ڈر ہو تو ناک کان کے سوراخوں کو روئی اور کافور ان پر رکھ کر بند کر دے۔ اگر سارے جسم پر کافور اور صندل کی خوشبو لگائی جائے تو افضل ہے۔ جناب نافعؒ کی روایت ہے کہ حضرت ابن عمرؓ میت کے جسم کا سوں (کنج ران) بغلوں اور

---

[1] تہبند اندرونی جانب سے یعنی جلد سے متصل ہونا چاہیئے۔

کہنیوں پر مشک لگایا کرتے تھے)۔ اس طرح کفنا کر میت کو لاکر بیٹ کی چادروں پر رکھ دیا جائے پہلے بائیں طرف سے دائیں طرف کو لپیٹا جائے پھر دائیں طرف سے بائیں طرف کو لپیٹ دیں۔ دوسری اور تیسری چادر کو بھی اسی طرح لپیٹا جائے لیکن سر کی جانب کا کنارہ زیادہ ہو اور ٹانگوں کی طرف کا کم چھوڑا جائے۔ اگر کنارہ کھل جانے کا اندیشہ ہو تو گرہ لگا کر باندھ دیا جائے قبر میں اتارنے کے بعد بندش کھول دی جائے لیکن کفن کو چاک نہ کیا جائے۔

عورت کا کفن

مرد کے خلاف عورت کو پانچ کپڑوں کا کفن دینا چاہیے۔ ایک تہ بند، اوڑھنی، کرتہ اور دو چادریں۔ لپیٹ کی۔ تہ بند پورے بدن پر لپٹا ہونا چاہیے، ہمارے بعض علماء کے نزدیک یہ بات مستحب ہے کہ پانچویں چادر سے میت کی رانیں لپیٹ دی جائیں اور ایک چادر لفافہ کے قائم مقام ہے۔ عورت کے سر کے بالوں کو تین لٹوں میں گوندھ کر پشت کی جانب ڈال دیا جائے۔ میت عورت کی ہو یا مرد کی اس کو دلہن کی طرح آراستہ کیا جائے، اگر کسی کو بقدر بالا مقدار میں کپڑا میسر نہ آئے تو بحالت مجبوری ایک کپڑا ہی کافی ہے یا جسقدر میسر آسکے۔

مُحرِم کا کفن

اگر کوئی حالت احرام میں فوت ہو جائے (حج یا عمرہ میں) تو اس پانی سے جس میں بیری کے پتے پڑے ہوں اس کو غسل دیا جائے، خوشبو اس کے پاس نہ لائی جائے اس کے سر اور پاؤں کو ڈھانپا نہ جائے۔ سلا ہوا کپڑا اس کو نہ پہنایا جائے اور صرف دو کپڑوں کا کفن دیا جائے۔ حضرت ابن عباس رضؓ سے مروی ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم عرفات میں توقف فرما تھے اچانک ایک شخص اونٹنی سے گر پڑا اس کی گردن ٹوٹ گئی اور مر گیا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس کو پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دو اور صرف دو کپڑوں کا کفن دو، اس کے سر کو نہ ڈھانکو، کیونکہ اللہ تعالیٰ قیامت میں اسے تلبیہ کہتا ہوا اٹھائے گا۔

مُردہ جنین کا غسل

ناتمام بچہ اگر چار ماہ سے زیادہ کا ہو تو اس کو غسل دیا جائے اور اس کی نماز بھی پڑھی جائے اور ایسا نام رکھا جائے جو مرد اور عورت دونوں پر صادق آئے۔ بچہ کو غسل مرد دے یا عورت دونوں میں کوئی فرق نہیں، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادہ حضرت ابراہیم کو عورتوں نے غسل دیا تھا۔ صاحبزادہ کی عمر آٹھ ماہ کی تھی اُمّ عطیہؓ کی بیان کردہ حدیث سے یہ ثابت ہے۔

مَرد کو مَرد اور عورت کو عورت غسل دے

مَرد کی میت کو مرد غسل دے اور عورت کی میت کو عورت غسل دے اگر بیوی اپنے شوہر کو غسل دے تو جائز ہے، شوہر اپنی بیوی کو غسل دے سکتا ہے یا نہیں اس کے بارے میں دو روایتیں ہیں ایک مثبت دوسری منفی، اُم ولد کا حکم بھی یوں ہی جیسا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی زوجہ محترمہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو غسل دیا تھا۔

مرد میت کا کفن ادائے قرض و تکمیل وصیت پر مقدم ہے، اگر میت کے پاس مال بالکل نہ ہو تو جو شخص اس کے خرچ کا کفیل ہو اس پر کفن دینا لازم ہے اگر ایسا شخص موجود نہ ہو تو اس کا کفن بیت المال سے دیا جائے گا۔ عورت کے کفن کا بھی یہی حکم ہے۔ شوہر پر اس کا کفن دینا واجب نہیں۔ میت کے دفن کی خدمت اس شخص کو ہی انجام دینا چاہیئے جس نے غسل دیا تھا۔ یہی اولیٰ ہے۔

قبر کا طول و عرض اور گہرائی

مُردوں کے لئے قبر بقدر متوسط قدِ آدم گہری کھودی جائے، قبر کا طول تین ہاتھ اور ایک بالشت ہو اور عرض ایک ہاتھ ایک بالشت جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ "اے عمرؓ تمھارا اس وقت کیا ہوگا جب تمھارے لئے تین ہاتھ ایک بالشت لمبی اور ایک ہاتھ ایک بالشت چوڑی زمین تیار کی جائے گی پھر تمھارے گھر والے تم کو غسل دینگے اور کفن پہنائیں گے اور خوشبو ملیں گے! اس کے بعد اٹھا کر لیجائیں گے اور زمین میں چھپا کر تم پر مٹی ڈال کر تنہا چھوڑ کر واپس آ جائیں گے۔

میّت کو قبر میں اُتارنا

مستحب ہے کہ مُردے کو سر کی جانب سے قبر میں اُتارا جائے، اگر ایسا کرنا دشوار ہو تو قبر کے پہلو سے یا جس طرف سے زیادہ آسان ہو اتارا جائے، امام احمدؒ سے اسی طرح منقول ہے، عورت کو دفن کرنے کی خدمت بھی عورتیں ہی انجام دیں جس طرح غسل کی خدمت انجام دی تھی، اگر یہ عورتوں کے لئے دشوار ہو میّت کے قریبی رشتہ دار یہ کام انجام دیں یہ بھی ممکن نہ ہو تو غیروں میں سے ضعیف اور بوڑھے لوگ یہ کام انجام دیں، عورت کی قبر کا (میّت کو اُتارتے وقت) پردہ کرنا مستحب ہے، مرد کا نہ کیا جائے۔ روایت ہے کہ حضرت علیؓ ایک جگہ سے گزرے وہ لوگ ایک مُردے کو دفن کر رہے تھے اور انھوں نے قبر پر پردہ تان رکھا تھا حضرت علیؓ نے پردہ کو کھینچ لیا اور فرمایا ایسا تو عورتوں کے لئے کیا جاتا ہے۔

جب مُردے کو قبر کے اندر پہنچا دیا جائے تو اس پر تین لپ (دونوں ہاتھ ملانے سے جو ظرف بنتا ہے اس کو لپ کہتے ہیں) مٹی ڈالی جائے حدیث شریف میں اسی طرح آیا ہے اس کے بعد باقی مٹی ڈال دی جائے، قبر کو ایک بالشت اونچا رکھا جائے اور مٹی پر پانی چھڑک دیا جائے، کچھ سنگریزے بھی رکھ دیئے جائیں، مٹی سے اس کو لیپ دینا بھی جائز ہے۔ قبر پر چونے سے سفیدی کرنا مکروہ ہے قبر کو ہان کی طرح بنانا مستحب ہے چپٹی قبر مسنون نہیں ہے۔ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا روضۂ مبارک اور آپ کے دونوں رفیقوں (حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ) کے مزارات کو دیکھا ہے وہ کوہان نما ہیں۔

تلقینِ میّت

مُردے کو دفن کرنے کے بعد تلقین کرنا مسنون ہے۔ حضرت ابو امامہؓ سے مروی حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا "تم میں سے جب کوئی مر جائے اور اسے قبر میں دفن کر کے مٹی ڈال دی جائے تو تم میں سے کوئی اس کے سرہانے کھڑے ہو کر کہے۔ "اے فلاں ابن فلانہ بیشک وہ سنتا ہے جواب نہیں دیتا، پھر کہے اے فلاں ابن فلاں، جب دوسری مرتبہ آواز دے گا تو مُردہ اٹھ کر بیٹھ جائے گا۔ پھر تیسری بار بھی اسی طرح مخاطب کرے!

اس وقت میّت کہتی ہے، اے خدا کے بندے! اللہ تم پر رحمت نازل فرمائے، ہمیں راہ راست دکھاؤ، لیکن تم سُن نہیں سکتے۔ پھر تلقین کہنے والا کہے، تو جس کلمہ پر دنیا سے نکلا تھا اس کو یاد کر، تو شہادت دیتا تھا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور محمدؐ اسکے بندے اور رسول ہیں، اور تو اللہ کے رب ہونے، اسلام کے دین ہونے، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے اور قرآن کے امام ہونے پر راضی تھا۔

اس وقت منکر نکیر کہتے ہیں کہ اس کو مدلل اور مکمل جواب بتا دیا گیا ہے ہم اس کے پاس بیٹھ کر کیا کریں۔

کسی شخص نے یہ سُنکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ اگر کسی شخص کی والدہ کا نام معلوم نہ ہو تو کس طرح اس کو پکاریں، حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اس کو حضرت حوّا کی طرف منسوب کر دے۔ تلقین کرنے والا شخص اگر چاہے تو یہ بھی اس میں اضافہ کر سکتا

ہے کہ" تو مسلمانوں کے بھائی ہونے اور کعبہ کے قبلہ ہونے پر راضی تھا (یعنی تو نے اس کا بھی اقرار کیا تھا)، تو اس اضافہ سے کوئی حرج نہیں اسی طرح اس تلقین میں دوسرے شعائر اسلام کا ذکر بھی کیا جا سکتا ہے۔

باب ۲۱

ہفتہ بھر کی نمازیں، اور ان کے فضائل

ہفتہ بھر میں دن میں پڑھی جانے والی نمازیں

حضرت ابو سلمہؓ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا جب تم گھر سے نکلو تو دو رکعت نماز پڑھ لیا کرو، یہ رکعتیں تم کو بیرونی اور خارجی آفات سے محفوظ رکھیں گی اور جب گھر میں داخل ہوا کرو تب بھی دو رکعتیں پڑھ لیا کرو، یہ رکعتیں تم کو داخلی اور اندرونی خرابی اور پریشانی سے مامون رکھیں گی۔

فجر کی نماز کے بارے میں ارشاد نبوی

حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ جو کوئی وضو کر کے مسجد کی طرف جاتا ہے اور وہاں پہنچکر نماز پڑھتا ہے تو اس کے ہر قدم پر اس کے لئے ایک نیکی تحریر کی جاتی ہے اور ایک گناہ محو کر دیا جاتا ہے، اس کو ہر نیکی کے عوض دس گنا دیا جاتا ہے پھر جب وہ نماز پڑھ کر اس وقت لوٹتا ہے جب سورج کے طلوع کا وقت ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے بدن کے ہر بال کے عوض اس کی ایک نیکی تحریر فرما دیتا ہے اور اس طرح وہ ایک حج مقبول کا ثواب لیکر واپس ہوتا ہے اور اگر دوسری نماز پڑھنے تک وہ وہیں مسجد میں مقیم رہے تو اس نشست کا بدلہ اللہ تعالیٰ اس کو دو لاکھ نیکیاں عطا فرماتا ہے اور جو مسلمان عشاء کی نماز پڑھتا ہے اس کو بھی یہی کچھ بدلہ عطا فرماتا ہے اور وہ ایک مقبول عمرہ کا ثواب لے کر لوٹتا ہے۔

حضرت عثمانؓ کا ارشاد

حضرت عثمانؓ ابن عفان فرماتے ہیں کہ میں نے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو شخص جماعت کے ساتھ عشا کی نماز پڑھتا ہے وہ گویا نصف شب تک نماز پڑھتا ہے اور جو شخص جماعت کے ساتھ فجر کی نماز پڑھتا ہے وہ گویا پوری رات نماز ادا کرتا ہے۔

منافقوں پر نماز فجر اور نماز عشا بھاری تھی

ابو صالح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی سند سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا منافقوں پر نماز فجر اور نماز عشاء سے بڑھ کر کوئی چیز بھاری نہیں تھی، اگر وہ جانتے کہ ان دونوں نمازوں کا کتنا اجر اور ثواب ہے تو یقیناً وہ سر کے بل گھسٹتے آتے

اور میرا ارادہ ہے کہ میں ایسے لوگوں کے گھروں کو آگ لگوا دوں جو ہمارے ساتھ نماز کے لئے گھروں سے نہیں نکلتے۔

زوال کے بعد نماز

عطا بن یسار نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص زوال کے بعد چار رکعتیں اچھی طرح قرأت و رکوع و سجود کے ساتھ پڑھتا ہے تو ہزار فرشتے اس کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں اور شام تک اس کے لئے مغفرت کی دعا کرتے رہتے ہیں۔

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم زوال کے بعد کی چار رکعتیں کبھی ترک نہیں فرماتے تھے، آپ ان رکعتوں کو طویل پڑھتے تھے اور فرماتے تھے اس وقت آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور میں پسند کرتا ہوں کہ میرا کوئی عمل اس وقت اٹھالیا جائے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ کیا یہ چار رکعتیں دو سلاموں سے پڑھی جائیں؟ آپ نے فرمایا نہیں (یعنی ایک سلام سے پڑھی جائیں)۔ نیز حضور والا نے ارشاد فرمایا "کہ اللہ تعالیٰ اس بندے پر رحم فرمائے جو عصر سے پہلے چار رکعتیں پڑھ لے"۔

یکشنبہ کی نماز

حج وعمرہ کا ثواب

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے اتوار کے روز چار رکعت نماز پڑھی اور ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد ایک بار "اٰمن الرّسول" پڑھا اللہ تعالیٰ اس کو ہر نصرانی مرد اور عورت کی نیکیوں کے برابر نیکیاں دیتا ہے، نبی کا ثواب مرحمت فرما کر ایک حج اور ایک عمرہ کا ثواب اس کے اعمال نامہ میں لکھ دیتا ہے، ہر رکعت کے بدلہ اس کو ہزار نمازوں کا ثواب عطا فرماتا ہے۔ علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ جنت میں ہر حرف کے عوض اس کو مشک اذفر سے تعمیر کیا ہوا ایک شہر عطا فرمائے گا۔

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اتوار کے دن نماز کی کثرت کرکے اللہ تعالیٰ کی توحید بیان کیا کرو کیونکہ وہ یکتا ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں۔

اگر اتوار کے دن ظہر کے فرض اور سنتوں کے بعد کوئی شخص چار رکعت اس طرح پڑھے کہ پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے ساتھ الم سجدہ اور دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ کے ساتھ تبارک الملک پڑھے اور تشہد پڑھ کر سلام پھیرے پھر کھڑا ہو کر دو رکعتیں اور پڑھے اور ان دونوں رکعتوں میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ جمعہ کی قرأت کرے گا اور پھر دعا مانگے گا تو اللہ تعالیٰ پر اس کا حق ہے کہ اس کی حاجت پوری فرمائے اور اس کو عیسائیوں کے دین سے محفوظ رکھے۔

دوشنبہ کی نماز

حضرت ابو الزبیرؓ حضرت جابرؓ بن عبداللہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے دوشنبہ (پیر) کے دن آفتاب بلند ہونے کے بعد دو رکعت نماز پڑھی اور ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد ایک بار آیۃ الکرسی

اور ایک بار سورہ اخلاص اور ایک ایک بار معوذتین پڑھ کر سلام پھیرا پھر دس مرتبہ" استغفر اللہ" اور دس بار درود شریف پڑھا تو اللہ تعالیٰ اس کے تمام گناہ بخش دے گا۔

ثابت بنانی حضرت انس بن مالکؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص پیر کے دن بارہ رکعت اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد ایک مرتبہ آیۃ الکرسی پڑھے، نماز سے فارغ ہونے کے بعد بارہ مرتبہ سورہ اخلاص اور بارہ مرتبہ استغفار پڑھے تو قیامت کے دن منادی پکارے گا کہ فلاں کا بیٹا فلاں کہاں ہے؟ وہ اٹھے اور اپنے ثواب اللہ تعالیٰ سے حاصل کرے! اس کو ثواب میں جو چیز پہلے عطا ہوگی وہ ایکہزار جوڑے اور تاج ہوگا، اس سے کہا جائے گا کہ جنت میں داخل ہو جاؤ، اس کے استقبال کے لئے ایک ہزار فرشتے موجود ہوں گے۔

سہ شنبہ کی نماز

یزید رقاشیؒ حضرت انس بن مالکؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص منگل کے دن دس رکعتیں نصف النہار (دوپہر) سے قبل پڑھے گا (ایک روایت میں ہے کہ دن چڑھے پڑھے گا) اور ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد ایک بار آیت الکرسی اور تین مرتبہ سورہ اخلاص پڑھے گا تو اس کے نامۂ اعمال میں ستر دن تک کوئی گناہ نہیں لکھا جائے گا اور اس دوران میں اگر وہ فوت ہو جائے گا تو اس کو شہادت کی موت نصیب ہوگی، اور اس کے ستر سال کے گناہ بخش دیئے جائیں گے؛

چہار شنبہ کی نماز

ابو ادریس خولانی، حضرت معاذ بن جبلؓ کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص چہارشنبہ کے دن چاشت کے وقت بارہ رکعتیں اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ، آیت الکرسی ایک ایک بار اور سورۃ اخلاص تین بار، معوذتین تین تین بار پڑھی جائے تو ایسے شخص کو ایک فرشتہ جو عرش کے قریب رہتا ہے پکار کر کہے گا: اے اللہ کے بندے، تیرے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیئے گئے اب از سر نو عمل شروع کر! اللہ تعالیٰ اس سے عذاب قبر، فشار قبر اور ظلمت قبر کو دور فرما دیتا ہے اور اس سے قیامت کی تمام مصیبتوں کو اٹھالے گا، اس بندہ کا اس دن کا عمل، نبی کے عمل کی حیثیت سے اٹھایا جائے گا۔

پنجشنبہ کی نماز

حضرت عکرمہؓ نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو بندہ جمعرات کے دن ظہر و عصر کے درمیان دو رکعتیں اس طرح پڑھے کہ پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد ایک سو مرتبہ آیۃ الکرسی اور دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سو مرتبہ سورہ اخلاص اور نماز کے بعد سو مرتبہ محمد پر درود و سلام بھیجے تو اللہ تعالیٰ اسے رجب،

شعبان اور رمضان کے روزوں کے برابر ثواب عطا فرمائے گا علاوہ ازیں اس کو ایک حج کا ثواب بھی ملے گا، اس کے نامۂ اعمال میں ان تمام لوگوں کے برابر نیکیاں لکھی جائیں گی جو اللہ پر ایمان لائے ہیں اور اس پر توکل کیا ہے۔

جمعہ کے دن کی نماز

تمام دن عبادت کرنا

علی بن حسینؓ نے اپنے والد سے اور انھوں نے اپنے دادا سے روایت کی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جمعہ کا پورا دن عبادت کا ہے جو شخص ایک دو نیزہ آفتاب بلند ہونے پر اچھی طرح وضو کر کے اللہ تعالیٰ کے لئے چاشت کی تسبیح کی دو رکعتیں ثواب کی نیت سے پڑھے تو اللہ تعالیٰ ایسے شخص کے لئے دو سو نیکیاں لکھ دیتا ہے اور اس کی دو سو برائیاں معاف فرما دیتا ہے اور جو بندہ چار رکعت پڑھے اللہ تعالیٰ جنت میں اس کے چار سو درجہ بلند فرما دیتا ہے جو آٹھ رکعتیں پڑھے اللہ تعالیٰ بہشت میں اسکے آٹھ سو درجے بلند فرما دیتا ہے۔ اور اس کے تمام گناہ معاف فرما دیئے جاتے ہیں۔

جو شخص بارہ رکعتیں پڑھے اللہ تعالیٰ اس کے لئے ایکہزار دو سو نیکیاں لکھ دیتا ہے اور اس کے ایک ہزار دو سو درجے بلند فرما دیتا ہے۔ حضرت ابو صالحؒ نے حضرت ابو ہریرہؓ کے حوالہ سے روایت کی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو جمعہ کے دن صبح کی نماز جماعت سے ادا کی، پھر طلوع آفتاب تک مسجد میں بیٹھا ذکر خدا کرتا رہا اس کو جنت الفردوس میں ستر درجے نصیب ہوں گے، ہر دو درجوں کا درمیانی فاصلہ تیز رَو گھوڑے کی ستر سالہ قطع مسافت کے برابر ہوگا اور جس نے جمعہ کی جماعت کے ساتھ ادا کی اس کو جنت الفردوس میں پانچسو منزلیں عطا ہوں گی۔ ہر دو منزلوں کا درمیانی فاصلہ تیز رَو گھوڑے پچاس سالہ مسافت کے بقدر ہوگا اور جس نے عصر کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھی گویا اس نے حضرت اسمٰعیلؑ کی اولاد سے آٹھ غلاموں کو آزاد کرنے کا ثواب حاصل کیا، اور جس نے مغرب کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کی اس نے گویا ایک مقبول حج اور عمرہ کا ثواب حاصل کیا"!

ظہر و عصر کے مابین دو رکعت پڑھنا

مجاہدؒ نے حضرت ابن عباسؓ کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص جمعہ کے دن ظہر و عصر کے درمیان دو رکعت نماز پڑھ لے اور اوّل رکعت میں سورۂ فاتحہ ایک بار، آیۃ الکرسی ایک بار اور قل اعوذ برب الفلق پچیس بار پڑھے اور دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ ایک بار، سورہ اخلاص ایک مرتبہ اور قل اعوذ برب الفلق بیس مرتبہ پڑھے، اس کے بعد سلام پھیر کر پچاس بار لا حول و لا قوۃ الا باللہ پڑھے تو ایسے شخص کو اس وقت تک موت نہیں آئے گی جب تک وہ جنت میں اپنا مقام نہیں دیکھ لیگا۔ اور اللہ تعالیٰ کا خواب میں دیدار نہیں کرلے گا۔

روایت ہے کہ ایک اعرابی نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کھڑے ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ، ہم شہر سے دور صحرا میں آباد ہیں اور جمعہ کو آپ کی خدمت میں حاضر نہیں ہو سکتے! لہٰذا آپ مجھے ایسا عمل بتا دیں کہ جب میں اپنی قوم

میں واپس جاؤں تو ان کو جمعہ کی قائم مقام کوئی چیز بتا سکوں، حضورؐ نے ارشاد فرمایا اے اعرابی! جمعہ کا دن ہو تو دن چڑھنے کے بعد تم دو رکعتیں اس طرح ادا کر لیا کرو کہ پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ اور قل اعوذ برب الفلق اور دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ اور قل اعوذ برب الناس پڑھو پھر نماز پوری کر کے سلام پھیر دو، اس کے بعد بیٹھے بیٹھے سات بار آیۃ الکرسی پڑھو، اس سے فارغ ہو کر پھر آٹھ رکعتیں، چار چار کر کے اس طرح ادا کرو کہ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے ساتھ سورہ نصر ایک ایک بار اور سورہ اخلاص پچیس مرتبہ پڑھو، پھر اپنی نماز پوری کر لو اس کے بعد ستر مرتبہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم پڑھو، اس کے بعد آپ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے جو کوئی مومن یا مومنہ اس نماز کو اس طریقہ پر پڑھ لیگا جو میں نے بتایا ہے میں جنت میں اس کا ضامن ہو جاؤں گا اور وہ اپنے مقام سے اٹھنے نہ پائے گا کہ اللہ تعالیٰ اس کو اور اس کے والدین کو بخش دیگا۔ (بشرطیکہ وہ مسلمان ہوں) اور عرش کے نیچے سے منادی ندا دے گا کہ اے خدا کے بندے! اب تو از سر نو عمل شروع کر دے (پچھلے تمام گناہ معاف کر دیئے گئے) اس نماز کی اور بہت سی فضیلتیں ہیں ان سب کا بیان طوالت کا موجب ہوگا۔ ہم نے مذکورہ نماز کے دوسرے مسائل بھی بیان کئے ہیں جو جمعہ کے دن بارہ مرتبہ سورہ اخلاص پڑھی جانے والی نماز میں مذکور ہیں جو چاہے اس نماز کو پڑھے!!

شنبہ کی نماز

حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت!

حضرت سعیدؒ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "جو کوئی ہفتہ کے دن چار رکعت نماز اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد تین بار قل یاایھا الکافرون پڑھے اور سلام پھیر کر آیۃ الکرسی پڑھے، اللہ تعالیٰ ہر حرف کے عوض ایک حج اور ایک عمرہ کا ثواب دیگا اور اس کے اعمال نامہ میں ایک سال کے روزوں اور رات کے قیام کا ثواب درج کیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ اس کو ہر حرف کے بدلے ایک شہید کا ثواب عطا فرمائے گا، وہ شخص عرش کے سایہ میں شہیدوں اور نبیوں کی صفوں میں موجود ہوگا۔

ہفتہ کی راتوں کی نمازیں

شب یکشنبہ کی نماز

حضرت انسؓ بن مالکؓ کی روایت

حضرت انسؓ بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ جو بندہ اتوار کی شب میں بیس رکعت نماز اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ ایک بار، سورہ اخلاص پچاس بار اور معوذتین ایک ایک بار، اور اللہ تعالیٰ سے سو بار استغفار کرے اپنے نفس اور والدین کے لئے سو بار استغفار کرے اور مجھ پر سو بار درود بھیجے اور اپنے عجز کا اظہار کرے اور اللہ تعالیٰ کی قوت و

قدرت کے سامنے جھک جائے اور یہ پڑھے:۔

اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ آدَمَ صَفْوَةُ اللّٰهِ وَ فِطْرَتُهٗ وَ ابْرَاهِيْمَ خَلِيْلُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ مُوْسٰى كَلِيْمُ اللّٰهِ تَعَالٰى وَ عِيْسٰى رُوْحُ اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ وَ مُحَمَّدٌ حَبِيْبُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ ہ

تو ایسے شخص کا حشر قیامت کے دن امن پانے والوں کے ساتھ ہوگا اور اللہ تعالیٰ کے کرم کے ذمہ ہوگا کہ وہ اس کو جنت میں انبیاء کے ساتھ داخل فرمائے۔

شب دوشنبہ کی نماز

نماز حاجت اعمش نے حضرت انسؓ کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ سلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص دوشنبہ کی شب میں چار رکعت نماز اس طرح ادا کرے کہ پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ ایک بار سورۂ اخلاص دس بار پڑھے اور دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ ایکبار اور سورۂ اخلاص بیس بار پڑھے تیسری رکعت میں سورۂ فاتحہ ایک بار اور سورۂ اخلاص تیس بار پڑھے اور چوتھی رکعت میں سورۂ فاتحہ ایک بار اور سورۂ اخلاص چالیس بار پڑھے پھر تشہد پڑھ کر سلام پھیر دے اور سلام کے بعد ۷۵ مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھے اور اللہ تعالیٰ سے اپنے اور اپنے والدین کے لئے ۷۵ بار استغفار کرے پھر مجھ پر ۷۵ بار درود بھیجے اور اس کے بعد اپنی حاجت طلب کرے تو حق ہو جاتا ہے کہ اس کا سوال پورا کرے، اس نماز کو نماز حاجت کہا جاتا ہے حضرت ابوامامہؓ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص شب دوشنبہ کو دو رکعت اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد پندرہ مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھے پھر نماز پوری کر کے سلام پھیرے اور اس کے بعد پندرہ مرتبہ آیۃ الکرسی اور پندرہ مرتبہ استغفار پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کا نام جنتی لوگوں میں مقرر فرما دیتا ہے خواہ وہ اہل دوزخ سے کیوں نہ ہو اور اس کے تمام ظاہری گناہ بخشدے گا اس کو ہر آیت کے بدلہ حج وغیرہ کا ثواب عطا فرمائے گا اور اگر دو دوشنبہ کے درمیان وہ فوت ہوگیا تو اس کو شہید کا درجہ ملے گا۔

شب سہ شنبہ کی نماز

حدیث شریف میں آیا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ سلم نے فرمایا کہ "جو کوئی سہ شنبہ کی شب میں دس رکعت نماز پڑھے اور رکعت میں سورۂ فاتحہ ایکبار اور سورۂ نصر پانچ بار پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں ایک ایسا گھر عطا فرمائے گا جو طول و عرض کے اعتبار سے دنیا سے سات گنا بڑا ہوگا۔

شب چہار شنبہ کی نماز

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بدھ کی رات میں دو رکعت نماز اس طرح پڑھو کہ سورۂ فاتحہ کے بعد دس بار سورۂ فلق پہلی رکعت میں اور دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد دس بار سورۃ الناس، تو ہر آسمان سے ستر ہزار فرشتے اتر کر آتے ہیں اور اس نمازی کے لئے قیامت تک ثواب لکھتے رہتے ہیں۔

شبِ پنجشنبہ کی نماز

ابو صالح رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو بندہ جمعرات کی رات میں مغرب و عشاء کے درمیان دو رکعتیں اس طرح ادا کرے کہ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد پانچ بار آیۃ الکرسی پانچ بار سورہ اخلاص اور معوذتین پڑھے پھر نماز سے فارغ ہو کر پندرہ بار استغفر اللہ پڑھ کر اس کا ثواب اپنے والدین کو پہنچائے تو گویا اس نے والدین کا حق ادا کر دیا۔ اگرچہ وہ اپنے والدین کا نافرمان اور عاق کردہ بیٹا ہی کیوں نہ ہو اللہ تعالیٰ اس کو صدیقین اور شہداء کا درجہ عطا فرمائے گا!

شبِ جمعہ کی نماز

حضرت جابرؓ کی روایت حضرت جابرؓ بن عبداللہ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے شب جمعہ میں مغرب و عشا کے درمیان بارہ رکعت اس طرح پڑھیں کہ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد دس مرتبہ سورہ اخلاص پڑھی گویا اس نے بارہ سال تک دن کے روزے رکھے اور رات کی عبادت کی۔

لیلۃ القدر کی عبادت کا ثواب کثیر بن سلمہؓ نے حضرت انسؓ بن مالک کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی عشا کی نماز جمعہ کی شب میں باجماعت ادا کرے اور اس کے بعد وہ شخص دو رکعت سنت ادا کرے اور اس کے بعد دس رکعت نفل پڑھے اور ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ ایکبار اور معوذتین اور سورۂ اخلاص ایک ایک بار پڑھے، پھر تین رکعت وتر ادا کر کے اپنی داہنی کروٹ پر سو جائے اور منہ قبلہ کی طرف رکھے تو اس کا اجر یہ ہے کہ گویا اس نے تمام شب قدر عبادت میں بسر کی۔

شبِ جمعہ میں درود کی کثرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بھی ارشاد ہے کہ جمعہ کی عظیم الشان رات اور تابناک دن میں مجھ پر کثرت سے درود بھیجا کرو!!

شبِ شنبہ کی نماز

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو بندہ ہفتہ کی شب میں مغرب اور عشاء کے مابین بارہ رکعت نماز نوافل ادا کرے تو اللہ تعالیٰ جنت میں اس کے لئے ایک قصر بنا دے گا (عطا فرما دے گا) گویا اس نے ہر مومن اور مومنہ کے حق میں صدقہ ادا کیا اور یہودیت سے بیزاری کا اظہار کیا اور پھر خداوند تعالیٰ کے کرم کے ذمہ ہے کہ اسے بخش دے۔

نفلوں کی ادائیگی

توبہ کے بیان میں ہم مفصلاً یہ کہہ چکے ہیں کہ فرائض اور سنن کی ادائیگی کے بعد نفل نمازوں، روزوں اور صدقات

ادا کرنے کی طرف توجہ کی جائے، فرائض وسنن کو ادا کئے بغیر ان عبادات نافلہ میں مشغول نہ ہو اگر ان فرائض کی تکمیل نہیں کرسکا ہے تو مذکورہ دن رات کے نوافل میں مختلف النوع فرائض ہی کی قضا کی نیت کرے تاکہ فرائض اس سے ساقط ہو جائیں (نفل فرائض کی کمی کو پورا کر دیتے ہیں) اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس کے لئے زیادہ سے زیادہ اجر جمع کر دے گا جب وہ ان تمام فرائض کی ادائیگی سے سبکدوش ہو جائے تو پھر مذکورہ اوقات میں نوافل کی نیت کی جائے۔

صلوٰۃ التسبیح اور اس کی فضیلت

صلوٰۃ التسبیح صغیرہ اور کبیرہ گناہوں کو معاف کرا دیتی ہے

ابو نصر نے بالاسناد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عم محترم حضرت عباسؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اے چچا! کیا میں تم کو ایسی دس باتیں بتا دوں کہ اگر تم ان پر عمل پیرا ہو جاؤ تو اللہ تعالیٰ تمھارے اگلے پچھلے، نئے پرانے سب گناہ خواہ وہ بالارادہ ہوں یا بغیر ارادہ، صغیرہ ہوں یا کبیرہ، پوشیدہ ہوں یا ظاہر سب کے سب معاف فرما دے، اور وہ دس باتیں یہ ہیں کہ تم چار رکعت نماز پڑھو، جس کی ہر رکعت میں سورہ فاتحہ اور جو سورۃ یاد ہو پڑھو، پہلی رکعت میں ثنا کے بعد ۱۵ بار اور قراءت کے بعد ۱۰ بار ... یہ پڑھو: سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ۔ پھر رکوع میں اسی تسبیح کو دس مرتبہ پڑھو پھر رکوع سے سر اٹھا کر اور قومہ میں اس تسبیح کو دس بار پڑھو پھر سجدے میں دس بار یہی تسبیح پڑھو پہلے سجدہ کے بعد جلسہ میں بیٹھو تو یہی تسبیح دس بار پڑھو! اس طرح ہر رکعت میں پچھتر دفعہ یہ تسبیح ہوگی اسی طرح تم چار رکعتوں میں یہ تسبیح پڑھو! اب اگر تم کو قدرت ہے تو یہ نماز روزانہ پڑھو، ورنہ ہر جمعہ کو پڑھ لیا کرو اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو سال میں ایک مرتبہ پڑھ لو اور یہ بھی نہ ہو سکے تو تمام عمر میں ایک بار پڑھ لو۔

دوسری حدیث میں ہے کہ پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ، اور اسکے ساتھ سورۃ اعلیٰ، دوسری رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد سورۂ زلزال پڑھیں، تیسری رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورۃ کافروں اور چوتھی رکعت میں سورۃ فاتحہ اور سورۂ اخلاص پڑھی جائے۔

امام ابو نصرؒ نے اپنے والد کی سند کے ساتھ ہم سے جو حدیث بیان کی ہے اس میں خطاب حضرت ابو جعفر بن ابو طالب سے فرمایا ہے اور اس طرح آخر تک بتایا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حدیث عمرو بن العاص سے مخاطب ہو کر فرمائی لیکن اس حدیث میں حالت قیام میں دس تسبیحیں مزید بتائی گئی ہیں (یعنی ۲۵ بار) اس کے علاوہ اور کسی ہیئت میں تسبیح پڑھنے کا ذکر نہیں ہے۔

تین سو تسبیحیں بعض روایتوں میں آیا ہے کہ یہ سب تین سو تسبیحیں ہیں یعنی چاروں رکعتوں کی تسبیحات تین سو ہیں۔ ایک روایت میں ان تمام تسبیحوں کی تعداد ایک ہزار دو سو ہے، اس تسبیح کے چار جملے ہیں سبحان اللہ۔ والحمد للہ، ولا الٰہ الا اللہ، واللہ اکبر، اگر ان چار کو تین سے ضرب دیں تو بارہ سو بنتے ہیں اس طرح تین سو بار پڑھنا ثابت ہوتا ہے۔

نماز کو جمعہ کے دن دو مرتبہ پڑھنا، ایک مرتبہ دن میں اور ایک مرتبہ رات میں مستحب ہے۔

نمازِ استخارہ
اور
اس کی دعائیں

استخارہ کی تعلیم محمد بن منکدر نے حضرت جابرؓ بن عبداللہ کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر کام کے لئے استخارہ کی تعلیم ہم کو اس طرح دی جس طرح آپ نے قرآن کی سورتوں کی تعلیم دی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب تمھیں کوئی کام درپیش ہو یا سفر کا ارادہ ہو تو دو رکعت نمازِ نفل پڑھ کر یہ دعا پڑھو:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُكَ بِعِلْمِكَ وَاَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ وَاَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِیْمِ فَاِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ ۔

اَللّٰھُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ ھٰذَا الْاَمْرَ (مطلب کا نام لیا جائے) خَیْرٌ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَدُنْیَایَ وَاٰخِرَتِیْ وَعَاقِبَۃِ وَعَاجِلِہٖ فَاقْدِرْہُ لِیْ وَیَسِّرْہُ لِیْ ثُمَّ بَارِكْ لِیْ فِیْہِ وَاِلَّا فَاصْرِفْہُ عَنِّیْ وَیَسِّرْ لِیَ الْخَیْرَ حَیْثُ كَانَ مَا كُنْتُ وَاَرْضِنِیْ بِقَضَائِكَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ ۔

الٰہی! میں تجھ سے تیرے علم کے ذریعہ خیر کی درخواست کرتا ہوں اور تیری قدرت سے تیری مدد اور تیری استقامت چاہتا ہوں، میں قادر نہیں ہوں صاحب قدرت تو ہے میں نادان ہوں اور تو دانا ہے۔ الٰہی! غیب کا علم تجھ ہی کو ہے۔ الٰہی! تو ہی جانتا ہے کہ یہ کام میرے دین، میری دنیا، میری آخرت اور میرے انجام میں بہتر ہے۔ جلدی یا دیر میں فائدہ دینے والی ہی جو چیز میرے حق میں بہتر ہو اور میرے لئے فائدہ بخش ہو وہ میرے لئے مقدر اور آسان کر اس میں مجھے برکت دے اور اگر ایسی نہ ہو تو مجھ سے دور رکھ اور جس جگہ میں ہوں وہاں میرے لئے نیکی اور آسان کر دے جب تک میں دنیا میں ہوں مجھے اپنے حکم سے خوشنود کر تو ارحم الراحمین ہے

سفر، تجارت، حج و زیارت کیلئے استخارہ اگر کوئی شخص کسی سفر یا کسی تجارت کے عزم یا حج و زیارت کا عزم رکھتا ہو تو اپنی دعائے استخارہ میں ان الفاظ کو اور بڑھائے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْخُرُوْجَ فِیْ وَجْهِیْ هٰذَا بِلَا ثِقَةٍ مِنِّیْ بِغَیْرِكَ وَلَا رَجَآءٍ اِلَّا بِكَ وَلَا قُوَّةٍ اَتَوَكَّلُ عَلَیْهَا وَلَا حِیْلَةٍ اَلْجَأُ اِلَیْهَا اِلَّا طَلَبَ فَضْلِكَ وَالتَّعَرُّضَ بِمَعْرُوْفِكَ وَرَحْمَتِكَ وَالسُّكُوْنَ اِلٰى حُسْنِ عِبَادَتِكَ وَاَنْتَ اَعْلَمُ قَدْ سَبَقَ لِیْ فِیْ وَجْهِیْ هٰذَا مِمَّا اُحِبُّ وَ اَكْرَهُ، اَللّٰهُمَّ فَاصْرِفْ عَنِّیْ بِقُدْرَتِكَ مَقَادِیْرَ كُلِّ بَلَاءٍ وَ نَفِّسْ عَنِّیْ كُلَّ كَرْبٍ وَّدَاءٍ وَابْسُطْ عَلَیَّ كَنَفًا مِنْ رَحْمَتِكَ وَ لُطْفًا مِنْ عَوْنِكَ وَ حِرْزًا مِنْ حِفْظِكَ وَجَمِیْعِ مُعَافَاتِكَ ٥

اے اللہ! میں اس طرف اپنے مقصد کے لئے جانا چاہتا ہوں تیرے سوا میرا اور کوئی سہارا نہیں، اور نہ تیری ذات کے سوا کسی اور سے امید ہے نہ ہی قوت ہے کہ اس پر توکل کروں اور نہ ہی تیرے سوا کوئی اور چارہ ہے کہ اس کی پناہ حاصل کروں مگر میں تیرے فضل کا طلبگار ہوں، تجھ سے تیری رحمت اور نیکیوں کا خواستگار ہوں، میں تیری عبادت پرسکون طریقے پر کرنا چاہتا ہوں، اے اللہ تو میرے اس راستے کی راحتوں اور کلفتوں کو پہلے سے خوب جانتا ہے، اے اللہ تو اپنی قدرت سے مجھ پر آئی ہوئی ہر بلا کو ٹال دے اور ہر سختی کو مجھ پر آسان کر دے اور بیماری کو دور فرما دے اور مجھے اپنی رحمت کی چادر سے ڈھانپ لے اور مجھ پر اپنی مدد سے کرم فرما، مجھ کو اپنی حفاظت اور پوری طرح سے عافیت میں رکھ۔

یہ دعا پڑھ کر سامان سفر اٹھائے، سفر شروع کر دے اور یہ پڑھے!

یَارَبِّ قَضَاؤُكَ عَلَیَّ حَقِیْقَةٌ اَحْسِنْ اَمَلِیْ وَادْفَعْ عَنِّیْ مَا اَحْذَرُ مِمَّا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّیْ وَاجْعَلْ ذٰلِكَ خَیْرًا لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَ اٰخِرَتِیْ اَسْئَلُكَ یَا رَبِّ اِنْ تَخْلُفَنِیْ فِیْمَا خَلَفْتُ وَرَائِیْ مِنْ اَهْلِیْ وَ وَلَدِیْ وَقَرَابَاتِیْ بِاَحْسَنِ مَا خَلَفْتَ بِهٖ غَائِبًا مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ فِیْ تَحْصِیْنِ كُلِّ عَوْرَةٍ وَحِفْظٍ مِنْ كُلِّ مُضَرَّةٍ وَ كِفَایَةِ كُلِّ مُهِمٍّ وَ صَرْفِ كُلِّ مَكْرُوْهٍ وَ كَمَالِ مَا تَجْمَعُ لِیْ بِهٖ مِنَ الرِّضَاءِ وَالسُّرُوْرِ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَارْزُقْنِیْ فِیْ ذٰلِكَ كُلِّهٖ شُكْرَكَ وَ ذِكْرَكَ وَ حُسْنَ عِبَادَتِكَ حَتّٰى تَرْضٰى عَنِّیْ وَ تُدْخِلَنِیْ جَنَّتَكَ بِرَحْمَتِكَ بَعْدَ الرِّضٰى یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ ٥

الٰہی! تیرا فیصلہ مجھ پر برحق ہے، میری امید کو نیک بنا اور جس چیز سے میں ڈرتا ہوں اس سے مجھے بچا جس کو تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے اور اس سفر کو میرے لئے دین اور آخرت کی بھلائی بنا دے۔ اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تو نگران بن جا میرے ان اہل و عیال کا اور ان عزیزوں کا جن کو میں پیچھے چھوڑ آیا ہوں جس طرح تو تمام مومنین کے گھروں کی حفاظت فرماتا ہے اور ان کو ہر مضرت سے بچاتا ہے، ان سے ہر تکلیف کو دور کرتا ہے ہر رنج و غم کو رفع کرتا ہے۔ دنیا اور آخرت میں اپنی رضا اور خوشنودی سے میری دلجوئی فرما اپنی یاد اور اپنا شکر نصیب کر مجھے توفیق عطا کر، اپنی عبادت اور نیکی سکھا، مجھ سے راضی ہو اور مجھے بہشت میں داخل کر، تو تمام رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔

مسافر کو دورانِ سفر میں یہ دعا بکثرت پڑھنا چاہیے اس لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس دعا کو بکثرت پڑھا کرتے تھے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَنِیْ وَلَمْ اَكُ شَیْئًا مَذْكُوْرًا ۝ اَللّٰهُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی اَهَاوِیْلِ الدُّنْیَا وَبَوَائِقِ الدُّهُوْرِ وَمَصَائِبِ اللَّیَالِیْ وَالْاَیَّامِ وَاكْفِنِیْ شَرَّ مَا یَعْمَلُ الظَّالِمُوْنَ ۝ اَللّٰهُمَّ فِیْ سَفَرِیْ فَاصْحَبْنِیْ وَفِیْ اَهْلِیْ فَاخْلُفْنِیْ وَفِیْمَا رَزَقْتَنِیْ فَبَارِكْ لِیْ وَفِیْ نَفْسِیْ فَذَلِّلْنِیْ وَفِیْ اَعْیُنِ النَّاسِ فَعَظِّمْنِیْ وَفِیْ خُلُقِیْ فَقَوِّمْنِیْ وَاِلَیْكَ یَا رَبِّ فَحَبِّبْنِیْ اَعُوْذُ بِوَجْهِكَ الْكَرِیْمِ الَّذِیْ اَشْرَقَتْ بِهِ السَّمٰوَاتُ وَكُشِفَتْ بِهِ الظُّلُمٰتُ وَصَلَحَ عَلَیْهِ اَمْرُ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ اَنْ تُحِلَّ عَلَیَّ غَضَبَكَ وَلَا تُنْزِلَ بِیْ سَخَطَكَ لَكَ الْعُتْبٰی فِیْمَا اسْتَطَعْتُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِكَ ۝ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ وَعْثَاءِ السَّفَرِ وَكَآبَةِ الْمُنْقَلَبِ وَمِنَ الْحَوْرِ بَعْدَ الْكَوْرِ وَدَعْوَةِ الْمَظْلُوْمِ ۝
اَللّٰهُمَّ اطْوِ لَنَا الْاَرْضَ وَهَوِّنْ عَلَیْنَا السَّفَرَ اَسْئَلُكَ بَلَاغًا یُبَلِّغُ خَیْرًا وَمَغْفِرَةً وَرِضْوَانًا اَسْئَلُكَ الْخَیْرَ كُلَّهٗ اِنَّكَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝

تمام تعریفیں اس خدا کے لئے ہیں جس نے مجھے پیدا کیا جب کہ میں کچھ بھی تو نہ تھا. اے اللہ دنیا کی پریشانیوں، زمانے کی صعوبتوں اور رات دن کی مشکلوں میں میری مدد فرما اور مجھکو ظالموں کے شر سے بچا، الٰہی تو سفر میں میرا ساتھ دے اور میرے گھر والوں کے لئے نگراں بن جا، میری روزی میں برکت عطا فرما مجھے اپنی آنکھوں میں تو ذلیل رکھ لیکن لوگوں کی نگاہوں میں عزت دے، مجھے صحتمند رکھ، میرے اعضا درست رکھ اور اے میرے رب مجھے اپنا دوست بنا، میں تیری اس شان والی ذات کی پناہ چاہتا ہوں جس نے تمام آسمان روشن کئے اور جس سے تمام تاریکیاں چھٹ گئی ہیں اور جس روشنی سے گزشتہ اور آئندہ آنے والوں کے کام سدھر گئے میں تجھ سے پناہ چاہتا ہوں کہ تو مجھ پر اپنا غضب نازل نہ فرمانا اور ناراضگی کا اظہار نہ فرمانا۔ الٰہی میں تیری جانب بقدر اپنی طاقت و استطاعت کے رجوع ہوتا ہوں۔ اور نہیں ہے کوئی طاقت اور قوت سوائے اللہ کے؛ الٰہی میں پناہ چاہتا ہوں تیرے ذریعہ سفر کی مشقت اور ناکام واپس آنے سے اور فراخی و آسودگی کے بعد تنگی سے اور مظلوم کی بد دعا سے، اے اللہ ہمیں راستہ طے کرا دے اور ہم پر اس سفر کو آسان فرما دے۔ میں تجھ سے بہتر بات کا خواہاں ہوں اور تجھ سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور تیری رضا کا طالب ہوں میں تجھ سے تمام بھلائیاں چاہتا ہوں بیشک تو تمام باتوں پر قدرت رکھنے والا ہے۔

گھر سے نکلتے وقت کی دعا

جب سفر کے لئے اپنے گھر سے نکلے تو پڑھے: بِسْمِ اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ عَلَی اللّٰهِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ۝ ایک حدیث میں اس طرح آیا ہے کہ (اس کے جواب میں) فرشتے کہتے ہیں۔ وُقِیْتَ وَكُفِیْتَ وَحُمِیْتَ (تیری حفاظت کی گئی، مجھے بچا لیا گیا، تیری حمایت کی گئی)۔

سوار ہوتے وقت کی دُعا

جب مسافر سوار ہو تو تین بار اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہے اس کے بعد یہ دُعا پڑھے۔

سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا ھٰذَا وَمَا کُنَّا لَہٗ مُقْرِنِیْنَ سُبْحَانَکَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْ لِیْ اِنَّہٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ ○

جس نے اس (سواری) کو میرا تابع کیا وہ ذات پاک ہے، یہ طاقت مجھ میں تو نہ تھی کہ میں اس کو قابو میں رکھ سکوں اے اللہ تیری ذات پاک ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں الٰہی! میں نے اپنی جان پر ظلم کیا ہے مجھے بخش دے تیرے سوا کوئی دوسرا بخشنے والا نہیں۔

یہ دعا مذکورہ بالا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح مروی ہے۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی حدیث میں اس طرح ہے کہ جب آپ سفر فرماتے اور سواری پر تشریف فرما ہوتے تو اس طرح فرماتے:۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ فِیْ سَفَرِیْ ھٰذَا التَّقْویٰ وَمِنَ الْعَمَلِ مَا تَرْضٰی۔ اَللّٰھُمَّ ھَوِّنْ عَلَیْنَا السَّفَرَ وَاطْوِلَنَا بُعْدَ الْاَرْضِ۔ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِیْ سَفَرِنَا وَالْخَلِیْفَۃُ فِیْ اَھْلِنَا ○

الٰہی! مجھے اس سفر میں پرہیزگاری عطا فرما! مجھے ایسے عمل کی توفیق دے جو تیری رضامندی کا موجب ہو، میرا سفر آسان فرما دے، زمین کی دوری اور درازی ہم پر آسان فرما دے تاکہ ہم اس کو آسانی سے طے کر لوں، اے اللہ! سفر میں تو ہی میرا مددگار ہے تو ہی ہمارے پیچھے ہمارے گھر والوں کا نگہبان ہے

اس دعا میں ابن صریح رحؒ کی روایت کے بموجب یہ الفاظ زائدہ ہیں۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ وَعْثَاءِ السَّفَرِ وَسُوْءِ الْمُنْقَلَبِ وَکَآبَۃِ الْمَنْظَرِ فِی الْاَھْلِ وَالْمَالِ ○

الٰہی! میں تیرے ہی ذریعہ پناہ چاہتا ہوں، سفر کی تکلیف سے اور ناکام لوٹنے سے اور اپنے گھر والوں اور اپنے مال کو تباہ حال و برباد دیکھنے سے

جب مسافر کسی گاؤں یا شہر میں داخل ہو تو جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے یہ پڑھے۔

اَللّٰھُمَّ رَبَّ السَّمٰوٰتِ وَمَا اَظْلَلْنَ وَرَبَّ الْاَرَضِیْنَ السَّبْعِ وَمَا اَقْلَلْنَ وَرَبَّ الشَّیَاطِیْنِ وَمَا اَضْلَلْنَ اَسْئَلُکَ مِنْ خَیْرِ ھٰذِہِ الْقَرْیَۃِ وَخَیْرِ اَھْلِھَا وَخَیْرِ مَا فِیْھَا وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّھَا وَشَرِّ اَھْلِھَا وَشَرِّ مَا فِیْھَا، اَسْئَلُکَ مَوَدَّۃَ خِیَارِھِمْ وَاَنْ تُجَنِّبَنِیْ مِنْ شَرِّ اَشْرَارِھِمْ ○

اے آسمان اور ان کے زیر سایہ تمام اشیاء کے مالک، اے ساتوں زمینوں کے اور ان چیزوں کے مالک جن کو یہ اپنے اوپر اٹھائے ہوئے ہیں۔ اے شیطانوں اور ان کی گمراہیوں کے مالک! میں تجھ سے اس قریہ کی اور اس کے باشندوں کی اور جو کچھ اس میں موجود ہے اس کی بھلائی کا خواہاں ہوں، میں اس بستی کے اس کے باشندوں کے اور اس کے ہر داخلی شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں میں تجھ سے اس بستی کے نیک لوگوں کی دوستی اور محبت اور یہاں کے اشرار سے حفاظت چاہتا ہوں۔

چور، ڈاکو اور درندوں سے محفوظ رہنے کی دعا

دوران سفر چور، ڈاکوؤں اور درندوں سے محفوظ رہنے کے لئے یہ دعا پڑھیے!

اَللّٰھُمَّ احْرُسْنَا بِعَیْنِكَ الَّتِیْ لَا تَنَامُ وَ اكْنُفْنَا بِرُكْنِكَ الَّذِیْ لَا یُرَامُ وَارْحَمْنَا بِقُدْرَتِكَ عَلَیْنَا لَا نَهْلِكُ وَ اَنْتَ رَجَاؤُنَا ۝

الٰہی! ہماری نگہبانی فرما اپنی اس آنکھ سے جو کبھی سوتی نہیں اور اپنی اس طاقت سے ہم کو پناہ دے جسکی مخالفت کا کوئی مقصد نہیں کرسکتا۔ تو ہم پر قادر ہے اسی قدرت سے ہم پر رحم فرما، تو ہماری امید ہے ہم ہلاک نہیں ہوں گے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے جس نے اپنے سفر کی پہلی رات میں تین مرتبہ یہ پڑھ لیا، اس کے پڑھنے والے کو صبح تک کوئی ناگہانی بلا (درندہ، ڈاکو وغیرہ، گزند نہیں پہنچائے گا (اس کو نہیں گھیرے گا)۔

حفاظت کی دُعا

بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِیْ لَا یَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَاءِ وَھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۝

اللہ کے نام سے شروع (کرتا ہوں)، جسے آسمان اور زمین کی کوئی چیز ضرر نہیں پہنچاتی، وہ ہر بات کو سنتا ہے اور ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔

ابوسعید کا واقعہ

ابو یوسف خراسانی نے ابوسعید بن ابی روحا کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے کہا "میں ایک رات مکہ کے سفر میں راستہ بھول گیا اچانک میں نے اپنے پیچھے آہٹ سنی تو بہت گھبرایا کہ کون ہے، جب میں نے غور سے سُنا تو معلوم ہوا کہ کوئی شخص قرآن پاک کی تلاوت کر رہا ہے، تھوڑی دیر کے بعد وہی صاحب میرے پاس آگئے اور کہنے لگے "میرا خیال ہے کہ تم راستہ بھول گئے ہو میں نے کہا جی ہاں ایسا ہی ہے" اس پر انھوں نے کہا کہ میں تم کو وہ چیز نہ بتلادوں کہ جب تم کبھی راستہ بھولنے کے بعد اس کو پڑھ لو تو تم کو فوراً راستہ مل جائے اور اگر ڈر محسوس ہو رہا ہو تو اس کے پڑھنے سے ڈر جاتا رہے، یا بے خوابی کی شکایت ہے تو وہ شکایت دور ہو جائے، میں نے کہا ضرور بتایئے، انھوں نے کہا پڑھو:

بِسْمِ اللّٰهِ ذِی الشَّانِ الْعَظِیْمِ الْبُرْھَانِ شَدِیْدِ السُّلْطَانِ كُلَّ یَوْمٍ ھُوَ فِیْ شَانٍ ۝ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطَانِ ۝ مَا شَاءَ اللّٰهُ كَانَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ۝

اس خدا کے نام سے شروع کرتا ہوں جو صاحب رتبہ ہے اس کی دلیل بہت عظیم ہے، اس کی قدرت بڑی سخت ہے ہر دن وہ نئی شان میں ہے۔ میں شیطان سے خدا کی پناہ چاہتا ہوں، وہی ہوتا ہے جو اللہ کو منظور ہوتا ہے کوئی توت نہیں اور کوئی قوت نہیں سوائے اللہ تعالیٰ کے۔

جب میں نے اس دعا کو پڑھا تو اچانک میں نے خود کو اپنے ہم سفروں میں پایا، اس وقت میں نے ان صاحب کو بہت تلاش کیا لیکن نہیں ملے، ابو ہلالؒ فرماتے ہیں کہ میں منیٰ میں اپنے ہمراہیوں سے بچھڑ گیا اس وقت میں نے یہ دعا پڑھی اچانک میرے ہمراہی مجھے مل گئے۔

یہ دعا غم والم رفع کرتی ہے

حضرت ابوالدرداؓ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص سات مرتبہ یہ دعا پڑھے:۔

اِنَّ وَلِیِّ اللّٰہُ الَّذِیْ نَزَّلَ الْکِتٰبَ وَھُوَ یَتَوَلَّی الصّٰلِحِیْنَ، حَسْبِیَ اللّٰہُ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا ھُوَ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَ ھُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ ۝

بیشک اللہ تعالیٰ ایسا مالک ہے کہ اس نے قرآن پاک نازل فرمایا اور جسقدر نیکوکار لوگ ہیں ان کا وہ والی ہے اور وہی اللہ کافی ہے، اس کے سوا کوئی اور معبود نہیں ہے میں نے اسی پر توکل کیا اور وہ عرش عظیم کا پروردگار ہے۔

اس کے تمام غم خواہ وہ واقعی ہوں یا غیر واقعی انشاء اللہ سب دور ہو جائیں گے! حدیث شریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، جس نے مصیبت کے وقت لَآ اِلٰـہَ اِلَّا ھُوَ اللّٰہُ الْعَلِیْمُ سُبْحَانَ اللّٰہِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ ۝ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ (خدا کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ہر بات جاننے والا ہے کریم ہے، پاک ہے اور وہ عرش عظیم کا مالک ہے، تمام حمد اسی کے لئے ہے وہ تمام عالم کا پالنے والا ہے) پڑھا۔ تو اللہ تعالیٰ اس کے غم اور اس کی مصیبت دور فرما دیتا ہے۔

نماز کفایت

وہ نماز جو طمانیت قلب کیلئے پڑھی جاتی ہے

نماز کفایت سے طمانیت قلب حاصل ہوتی ہے

اس نماز کی دو رکعتیں ہیں، اس نماز کو جس وقت چاہے پڑھے (وقت کی قید نہیں ہے) اس کی ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ ایک مرتبہ، سورۂ اخلاص دس مرتبہ اور سَیَکْفِیْکَھُمُ اللّٰہُ وَھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ پچاس بار پڑھے، پھر سلام پھیر کر ان الفاظ کے ساتھ دعا مانگے:

یَا اَللّٰہُ یَا رَحْمٰنُ یَا حَنَّانُ یَا مَنَّانُ یَا مُسْبِحًا بِکُلِّ لِسَانٍ یَا کَافِیَ مُحَمَّدِنِ الْاَحْزَابَ وَیَا کَافِیَ اِبْرَاھِیْمَ النِّیْرَانَ یَا کَافِیَ مُوْسٰی فِرْعَوْنَ یَا کَافِیَ عِیْسٰی الْجَبَابِرَ یَا کَافِیَ نُوْحًا الْغَرَقَ وَیَا کَافِیَ لُوْطًا

اے اللہ، اے رحمٰن، اے شفیق اے محسن! اے وہ ہستی جس کی پاکی ہر زبان سے بیان کی جاتی ہے، اے وہ ذات پاک جس کے دونوں ہاتھ بھلائی کے ساتھ کشادہ ہیں اے احزاب سے حضرت محمدؐ کو بچانے والے، اے حضرت ابراہیم کو آگ سے نجات بخشنے والے، اے حضرت موسیٰ کو فرعون سے نجات دینے والے، اے حضرت عیسیٰ کو ظالموں سے

تَخْشَ وَتُوْمِنِ بِهٖ يَا كَافِيَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ حَتّٰى لَا يَخَافَ وَلَا اَخْشٰى مَعَ اِسْمِكَ الْعَظِيْمِ ٥

نجات بخشنے والا اے حضرت نوح کو طوفان سے نکالنے والے اے حضرت لوط کو انکی قوم کی بدکاریوں سے دور رکھنے والے اے ہر چیز سے بچانے والے مجھے ہر مشکل سے بچا تاکہ نہ میں ڈروں اور نہ خوف کھاؤں، تیرے اس نام کی وجہ سے جو سب سے عظیم ہے۔

جو شخص اس نماز کو پڑھے گا اس کے غموں اور تباہ حالیوں اور شکستگی خاطر کو یہ نماز دور کر دے گی۔

اِزالۂ دشمنی کی نماز

نمازِ دفع خصومت

اس نماز کی چار رکعتیں ہیں یہ چاروں رکعتیں ایک ہی سلام کے ساتھ پڑھی جاتی ہیں، پہلی رکعت میں سورہٴ فاتحہ کے بعد سورہٴ اخلاص گیارہ مرتبہ اور دوسری رکعت میں سورہٴ فاتحہ کے بعد سورہٴ اخلاص دس بار اور سورہٴ کافرون تین بار پڑھے، تیسری رکعت میں سورہٴ فاتحہ کے ساتھ سورہٴ اخلاص دس مرتبہ اور سورہٴ تکاثر تین بار پڑھے، چوتھی رکعت میں سورہٴ فاتحہ کے بعد پندرہ بار سورہٴ اخلاص اور ایک مرتبہ آیۃ الکرسی پڑھے پھر اس کا ثواب اپنے دشمنوں کو بخشدے، انشاء اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ کافی ہوگا۔

نمازِ خصومت کے اوقات

یہ نماز ان سات اوقات میں پڑھی جاتی ہے۔ ماہِ رجب کی پہلی رات، شب نصف ماہ شعبان، ماہ رمضان کے آخری جمعہ کو۔ دونوں عیدوں کے دن، یوم عرفہ اور یوم عاشورہ پر۔

صَلٰوۃ عُتقَا

صَلٰوۃ عتقا شوال میں پڑھی جاتی ہے

شیخ ابو نصر نے اپنے والد کی اسناد کے ساتھ حضرت انس بن مالک رضؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو کوئی ماہ شوال کی کسی رات یا کسی دن میں اس نماز کی آٹھ رکعت کو اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں سورہٴ فاتحہ کے بعد پندرہ بار سورہٴ اخلاص پڑھی جائے، نماز سے فارغ ہونے کے بعد ۷۰ بار سبحان اللہ پڑھے پھر رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پر ستر مرتبہ درود و سلام بھیجے تو قسم ہے اس ذات کی جس نے نبی برحق مبعوث فرمایا کہ اس نماز کے پڑھنے والے کے دل میں اللہ تعالیٰ حکمت کے چشمے رواں فرمادیگا اور زبان کو نطق شیریں عطا فرمائے گا۔ دُنیا کے امراض اور اس کا علاج اس کو بتا دیگا اور قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے نبی برحق بنا کر مبعوث فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس نماز کے پڑھنے والے کو بخشدے گا قبل اس کے کہ وہ سجدے سے سر اٹھائے، اگر اس دوران اس کا انتقال ہوجائے تو اس کو شہید کا درجہ دیا جائے گا جس کے سارے گناہ بخشدیئے

گئے ہوں اور کوئی شخص ایسا نہیں کہ اس نے اتنا سفر نماز پڑھی ہو اور اس کا مقصود آسان نہ بنا دیا گیا ہو اگر اس نماز کا پڑھنے والا قرضدار ہے تو اس کا قرض ادا کرا دیتا ہے اور اگر وہ ضرورت مند ہے تو اس کی ضرورت پوری کر دیتا ہے اور قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے دین برحق دے کر بھیجا کہ جس نے یہ نماز پڑھی ہے اللہ تعالیٰ اس کو ہر حرف اور ہر آیت کے بدلہ جنت میں ایک مخرفہ عطا فرمائے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ حضور مخرفہ کیا ہے؟ حضور نے فرمایا کہ وہ جنت میں چند باغ ہیں اتنے طویل و عریض کہ اگر ایک سوار ایک سو سال تک اس کے درختوں کے سایہ میں قطع مسافت کرے تب بھی اس کو طے نہ کر سکے۔

عذابِ قبر دور کرنے والی نماز

نماز دافع عذاب قبر کی فضیلت!

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت حسنؓ سے اور انھوں نے حضرت عبداللہ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کوئی یہ دو رکعت نماز نفل اس طرح پڑھے کہ پہلی رکعت میں سورۂ فرقان کا آخری رکوع، اخیر سورۃ تک اور دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۃ مومنون کی ابتدا سے فَتَبَارَكَ اللّٰهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِين تک، تو ایسا شخص جنات اور انسانوں کے شر اور فریب سے محفوظ رہے گا اور اس کا اعمالنامہ حشر کے دن اس کے داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا۔

اس دعا کے فضائل و اوصاف

عذاب قبر اور عظیم اضطراب سے اس کو امن دے دیا جائے گا، اللہ تعالیٰ اس کو قرآن کا علم عطا فرمائے، خواہ وہ قرآن آموزی کی خواہش بھی نہ رکھتا ہو۔ اللہ تعالیٰ اس کی محتاجی اور غریبی کو دور فرمائے گا، شان و شوکت عطا فرمائے گا۔ اس کو قرآن فہمی کی بصیرت عطا ہوگی۔ قیامت کے دن حساب فہمی اور باز پرس کے وقت مدلل جواب بنا کر سکھا دیا جائے گا۔ اس کے دل میں نور پیدا کر دیا جائے گا۔ جب دوسرے لوگ غمگین ہوں گے تو اس کے لئے کوئی غم نہ ہوگا نہ اسے کوئی خوف ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اس کی آنکھوں میں روشنی پیدا کرے گا۔ اس کے دل سے دنیا کی محبت محو ہو جائے گی۔ اس کا نام اللہ تعالیٰ کے پاس صدیقین میں لکھا جائے گا۔

نمازِ حاجت

نمازِ حاجت کس طرح ادا کی جائے

نماز حاجت کے سلسلے میں ابو الہاشمؒ نے حضرت انسؓ بن مالک کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کو کوئی حاجت

کوئی حاجت طلب کرنا ہو یا اس کو کوئی سخت مشکل درپیش ہو تو اچھی طرح وضو کر کے یہ دو رکعت نماز (نفل) پڑھے، پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ اور اس کے ساتھ آیت الکرسی اور دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ، سے فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۝ تک پڑھے پھر تشہد و درود پڑھ کر سلام پھیرے اور اس کے بعد یہ دعا پڑھے!

اَللّٰھُمَّ يَا مُؤْنِسَ كُلِّ وَحِيْدٍ وَيَا صَاحِبَ كُلِّ فَرِيْدٍ وَيَا قَرِيْبًا غَيْرَ بَعِيْدٍ وَيَا شَاهِدًا غَيْرَ غَائِبًا وَيَا غَالِبًا غَيْرَ مَغْلُوْبٍ اَسْئَلُكَ بِاسْمِكَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ الَّذِىْ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ وَاَسْئَلُكَ بِاسْمِكَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ الْحَيِّ الْقَيُّوْمِ الَّذِىْ عَنَتْ لَهُ الْوُجُوْهُ وَخَشَعَتْ لَهُ الْاَصْوَاتُ وَوَجِلَتْ مِنْهُ الْقُلُوْبُ اَنْ تُصَلِّيَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ وَاَنْ تَجْعَلَ لِيْ مِنْ اَمْرِيْ فَرَجًا وَّمَخْرَجًا وَّتَقْضِيَ حَاجَتِيْ ۝

اے اللہ! ہر اکیلے کے غمگسار، ہر یگانہ کے یار و مددگار، اے وہ قریب کہ کسی سے دور نہیں، تو ہر وقت باخبر ہے، تو کبھی کسی سے دور نہیں ہوتا، تو غالب ہے کسی سے مغلوب نہیں ہوتا میں تجھ سے تیرے اس نام کی طاقت مانگتا ہوں۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، اے وہ کہ تجھے کبھی اونگھ اور نیند نہیں آتی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ تو ہمیشہ قائم ہے۔ سب کے منہ عاجزی اور لجاجت کے ساتھ تیری طرف لگے ہیں، سب آوازیں تیرے حضور عاجزی کر رہی ہیں۔ تمام دل تیرے خوف سے کانپ رہے ہیں۔ تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر درود و سلام بھیج میرے کام میں کشادگی پیدا کر دے اور میری حاجت پوری فرما۔

تو اس کے پڑھنے والے کی حاجت و مراد پوری ہو جائے گی۔

مصیبت اور ظلم سے نجات پانے کی دعا

رسول اللہؐ نے حضرت علی رضؓ اور حضرت فاطمہ کو یہ دعا سکھائی

حضرت جابرؓ بن عبداللہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو یہ دعا سکھائی تھی اور فرمایا تھا کہ جب تم پر کوئی مصیبت آئے یا کسی حاکم کے ظلم کا ڈر ہو یا تمھارا کوئی جانور گم ہو جائے تو ایسی صورت میں اچھی طرح وضو کر کے دو رکعت نماز (نفل) پڑھو پھر دونوں ہاتھ اوپر کی طرف پھیلا کر یہ پڑھو!!

يَا عَالِمَ الْغَيْبِ وَالسَّرَائِرِ يَا مُطَاعُ يَا عَزِيْزُ يَا عَلِيْمُ يَا اَللّٰهُ يَا اَللّٰهُ يَا اَللّٰهُ يَا هَازِمُ

اے غیب اور راز کی باتوں کے جاننے والے، ہر چیز کی ... بازگشت تیری ہی طرف ہے تو سب دلوں کے نزدیک عزیز ہے

الْاَحْزَابِ لِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَا كَائِدَ فِرْعَوْنَ لِمُوسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ
مِنْ يَتْرِ ظُلْمَةٍ يَا مُخَلِّصَ قَوْمِ نُوحٍ
مِنَ الْغَرَقِ يَا رَاحِمَ عَبْرَةِ يَعْقُوبَ
عَلَيْهِ السَّلَامُ يَا مُنْجِيَ ذِي النُّونِ
مِنَ الظُّلُمَاتِ الثَّلَاثِ ، يَا فَاعِلَ كُلِّ
خَيْرٍ يَا هَادِيَنَا اِلَى كُلِّ خَيْرٍ يَا
دَالُّ عَلَى كُلِّ خَيْرٍ وَيَا اَهْلَ الْخَيْرَاتِ
اَنْتَ اللهُ رَغِبْتُ اِلَيْكَ فِيْمَا قَدْ عَلِمْتَ
وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ اَسْئَلُكَ اَنْ
تُصَلِّيَ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى اٰلِ مُحَمَّدٍ ۝

اے اللہ اے اللہ اے اللہ، اپنے رسول (محمدؐ) کے دشمن گروہوں کو شکست دینے والا تو ہی ہے۔ حضرت موسیٰ کے لئے فرعون کو تو نے ہی سزا دی تھی، اے حضرت نوح کی قوم کو غرق ہونے سے بچانے والے۔ حضرت یعقوبؑ کی اشکباری پر تو نے ہی رحم کھایا تھا، حضرت یونسؑ کو تین راتوں کی تاریکی سے نجات تو نے ہی دی تھی۔ الٰہی تو ہی ہر نیکی کا پیدا کرنے والا ہے۔ تو ہی ہر نیکی کی طرف راستہ دکھانے والا ہے۔ تو ہی نیکی کا صاحب و مالک ہے تو ہی صاحب خیرات ہے۔ الٰہی جس چیز کو تو مفید جانتا ہو، میں اس کے لئے تجھ سے سوال کرتا ہوں۔ میں تجھی سے درخواست کرتا ہوں کہ تو آنحضرت اور ان کی آل پر درود بھیجے۔

یہ دعا پڑھنے کے بعد اپنی حاجت اور مراد طلب کرو، انشا اللہ ضرور قبول ہوگی۔

ظلم سے محفوظ ہونے کی دوسری دُعا

دشمنوں کے شر اور ظلم سے محفوظ رہنے کے لئے دوسری دعا وہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ احزاب کے روز کی تھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ دُعا یہ ہے :-

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ وَبِنُوْرِ قُدْسِكَ
وَعَظَمَةِ طَهَارَتِكَ وَبَرَكَاتِ جَلَالِكَ
مِنْ كُلِّ اٰفَةٍ وَعَاهَةٍ وَطَارِقِ الْجِنِّ
وَالْاِنْسِ اِلَّا طَارِقًا يَطْرُقُ مِنْكَ
بِخَيْرٍ اَنْتَ اَنْتَ عِيَاذِيْ فَبِكَ اَعُوْذُ
وَاَنْتَ مَلَاذِيْ فَبِكَ اَلُوْذُ وَيَا مَنْ ...
ذَلَّتْ لَهٗ رِقَابُ الْجَبَابِرَةِ وَجَمَعَتْ
لَهٗ مَقَالِيْدُ الْفَرَاعِنَةِ اَعُوْذُ
بِجَلَالِ وَجْهِكَ وَكَرَمِ
جَلَالِكَ مِنْ خِزْيِكَ وَكَشْفِ
سِتْرِكَ وَنِسْيَانِ ذِكْرِكَ
وَالْاِنْصِرَافِ عَنْ شُكْرِكَ اَنَا

الٰہی! میں تیرے حضور امن کی درخواست کرتا ہوں، تیرے پاک نور اور تیری بزرگی اور تیرے جلال کی برکتوں کے ذریعے سے ہر آفت اور ہر رنج اور جنوں اور انسانوں کی بلاؤں سے امن چاہتا ہوں، میں اس پر راضی ہوں جو کچھ تیری طرف سے مجھے پہنچے، میری پناہ تو ہی ہے میں تجھ ہی سے پناہ مانگتا ہوں میری امن کی جگہ (مامن) تو ہی ہے، سب گردن کشوں کی گردنیں تیرے حضور میں خم ہیں اور وہ تیرے سامنے ذلیل و خوار ہیں۔ اپنی مخلوق کی حفاظت اور ان کی نگہبانی کی چابیاں تیرے ہی خزانے میں موجود ہیں۔ میں تیری ذات کے جلال کے صدقہ میں تجھ ہی سے امن چاہتا ہوں اور تیرے حضور رسوا ہونے سے محفوظ ہونے کی درخواست کرتا ہوں۔ الٰہی میری پردہ دری نہ کی جائے میں تیری یاد

فِی کَنَفِکَ فِی لَیْلِی وَ نَهَارِیْ وَ نَوْمِیْ وَ قَرَارِیْ وَ ظَعْنِیْ وَ اَسْفَارِیْ ذِکْرُکَ شِعَارِیْ وَ ثَنَاؤُکَ دِثَارِیْ لَا اِلٰهَ اَنْتَ تَنْزِیْهًا لِاِسْمِکَ وَ تَکْرِیْمًا لِسُبُحَاتِ وَجْهِکَ اَجِرْنِیْ مِنْ خِزْیِکَ وَ مِنْ شَرِّ عَذَابِکَ وَ عِبَادِکَ وَ اضْرِبْ عَلَیَّ سُرَادِقَاتِ حِفْظِکَ وَ اَدْخِلْنِیْ فِیْ عِنَایَتِکَ وَقِنِیْ سَیِّاٰتِ عَذَابِکَ وَ اَغْنِنِیْ بِخَیْرٍ مِنْکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ ۝

سے فراموشی اختیار نہ کروں اور تیرا شکر ادا کرنے سے باز نہ آؤں، رات کے وقت، دن کے وقت، سوتے میں جاگتے میں آرام میں سفر میں، وطن میں تیری پناہ میں رہنے کی درخواست کرتا ہوں۔ تیرا ہی ذکر میرا شعار ہو اور تیری ہی تعریف میرا دثار (لباس) ہو تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے تو پاک ہے میں تیرے نام کو بالکل پاک جانتا ہوں، مجھے رسوائی سے محفوظ رکھ، عذاب اور اپنے بندوں کی بُرائی سے مجھے بچا، میرے لئے نگہبانی اور اپنی حفاظت کے خیمے کھڑے کردے اور اپنی رحمت کے دروازے کھول کر مجھے غنی فرمادے۔ اور گناہوں کے عذاب سے مجھے بچا، نیکی سے مجھے مالامال فرمادے توسب سے زیادہ رحیم ہے۔

ازالۂ رنج و الم
اور
ادائے قرض کی دعا

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کو کوئی رنج و غم لاحق ہو تو اس کو چاہیئے کہ وہ یہ دُعا پڑھے۔

اَللّٰهُمَّ اَنَا عَبْدُکَ وَابْنُ عَبْدِکَ نَاصِیَتِیْ بِیَدِکَ مَاضٍ فِیَّ حُکْمُکَ عَدْلٌ فِیَّ قَضَاءُکَ ۝ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ بِکُلِّ اِسْمٍ هُوَ لَکَ سَمَّیْتَ بِهٖ نَفْسَکَ اَوْ اَنْزَلْتَهٗ فِیْ کِتَابِکَ اَوْ عَلَّمْتَهٗ لِاَحَدٍ مِنْ خَلْقِکَ اَوِ اسْتَاْثَرْتَ بِهٖ فِیْ عِلْمِ الْغَیْبِ عِنْدَکَ اَنْ تَجْعَلَ الْقُرْاٰنَ الْکَرِیْمَ رَبِیْعَ قَلْبِیْ وَ نُوْرَ صَدْرِیْ وَجِلَاءَ حُزْنِیْ وَ ذِهَابَ

الٰہی! میں تیرا بندہ ہوں، تیرے بندے کا بیٹا ہوں، میری پیشانی تیرے ہاتھ میں ہے، مجھ میں تیرا حکم جاری ہے تو میرے لئے عادلانہ حکم جاری کرتا ہے، اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ اپنے تمام اسمائے طفیل جو تونے اپنے لئے مقرر کئے ہیں اور اپنی کتاب قرآن میں لکھے ہیں یا مخلوق میں سے کسی کو سکھائے ہیں اور علم غیب میں اس کو برگزیدہ بنالیا ہے کہ میرے سینے کو روشن فرمادے تاکہ غم و الم دور ہوجائیں اور اس کی محبت دل کو عطا کر تو اس سے انسان کا رنج و غم ضرور دور کردیگا اور خوشی سے سینہ

غَمِّیْ وَھَمِّیْ ۝

کشادہ فرمادے گا۔

حاضرین میں سے کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ شخص جو ان الفاظ کو بھول گیا دیوالیہ ہوا وہ بڑے خسارہ میں ہے حضور نے فرمایا ہاں۔ تم ان الفاظ کو یاد کرو اور دوسروں کو بھی سکھاؤ جو شخص ان الفاظ کے ساتھ اللہ کو پکارے گا (دعا کرے گا) اللہ تعالیٰ اس کے غم دور کردے گا اور بہت زیادہ مسرت و شادمانی عطا فرمائے گا ۝

حضرت عائشہ رضؓ سے حضرت صدیق رضؓ کا ارشاد

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ میرے پاس تشریف لائے اور مجھ سے دریافت فرمایا کہ تم نے وہ دعا سنی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو سکھایا کرتے تھے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی اپنے حواریوں کو سکھائی تھی؟ حضور فرماتے تھے "اگر تم میں سے کسی شخص کے ذمہ کوہِ اُحد کے برابر بھی قرض ہو تو وہ قرض اس دعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ ادا کرا دیتا ہے"

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب میں ارشاد کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا فرمایا کرتے تھے :!

اَللّٰھُمَّ یَا فَارِجَ الْھَمِّ، کَاشِفَ الْغَمِّ مُجِیْبَ دَعْوَۃِ الْمُضْطَرِّیْنَ رَحْمٰنَ الدُّنْیَا وَرَحِیْمَ الْاٰخِرَۃِ اَسْئَلُکَ اَنْ تَرْحَمَنِیْ بِرَحْمَۃٍ مِّنْ عِنْدِکَ تُغْنِیْنِیْ بِھَا عَنْ رَحْمَۃِ مَنْ سِوَاکَ ۝

اے اللہ! گرہوں کا کھولنے والا اور رنج والم کا دور کرنے والا تو ہی ہے، تو بیقرار دل کی دعا قبول کرنے والا ہے، تو دنیا میں رحمان ہے اور آخرت میں رحیم ہے میں تجھ سے درخواست کرتا ہوں کہ مجھ پر اپنی رحمت فرما اور اپنی رحمت کے طفیل مجھے دوسرے سے بے نیاز بنا دے۔

حضرت حسن بصری رضؓ کے دوست کا واقعہ

ادائے قرض کے لئے ایک اور دعا ہے جو حضرت حسن بصریؒ سے منقول ہے۔ روایت ہے کہ حضرت حسن بصریؒ کے پاس اُن کے ایک عزیز اور دوست آئے اور کہا ابو سعیدؓ! (حضرت حسن بصریؒ کی کنیت) میں قرضدار ہوں، میری خواہش ہے کہ آپ مجھے اللہ کا اسم اعظم سکھا دیں (تاکہ قرض ادا ہو جائے) حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا اگر تم اسم اعظم سیکھنا چاہتے ہو تو اٹھو اور وضو کرو! یہ سن کر وہ دوست اٹھے اور انھوں نے وضو کیا حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا پڑھو! یَا اَللّٰہُ، یَا اَللّٰہُ، اَنْتَ اللّٰہُ، اَنْتَ اللّٰہُ بَلٰی وَاللّٰہِ اَنْتَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ اللّٰہُ، اللّٰہُ، اللّٰہُ وَاللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ اِقْضِ عَنِّیْ الدَّیْنَ وَارْزُقْنِیْ بَعْدَ الدَّیْنِ ۝ اِن کے دوست نے یہ کلمات پڑھے (اور چلے گئے) جب صبح ہوئی تو ان بزرگ نے اپنے سامنے بہت سی تھیلیاں رکھی ہوئی پائیں ان تھیلیوں میں ایک لاکھ درہم تھے، تھیلیوں کے منہ پر لکھا تھا اگر تو اس سے زیادہ مانگتا تب وہ بھی دیتے، تو نے جنت کیوں نہیں مانگی۔ یہ بزرگ حضرت حسن بصریؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس واقعہ کی اطلاع دی آپ ان کے ساتھ ان کے گھر تشریف لے گئے اور ان درہموں کو بچشم خود ملاحظہ فرمایا ان کے دوست نے کہا مجھے پشیمانی ہے کہ میں نے جنت کیوں نہیں مانگی۔ حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا سکھانے والے نے تمھاری بھلائی ہی کے لئے تم کو اسم اعظم سکھایا ہے تم اس بات کو پوشیدہ رکھنا کہیں حجاج بن یوسف ثقفی نہ سن پائے اگر اس نے یہ دعا سن لی تو پھر کوئی شخص بھی اس کے شر سے

سے نہیں بچ سکے گا۔

حضرت جبرئیلؑ کی سکھائی ہوئی دعا

ایک اور دعا ادائے قرض اور کشائش رزق کے لئے ہے۔ یہ دعا جبرئیل علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت سکھائی تھی جب آپ قریش کی چیرہ دستیوں سے پریشان ہوکر اور کشائش رزق کے لئے مکہ معظمہ سے غار حرا کی طرف تشریف لئے جا رہے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ جبرئیل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ نے آپ کو سلام فرمایا ہے اور مجھے یہ دعا سکھائی ہے کہ میں آپ کو سکھا دوں، اب آپ اس دعا کو پڑھئے، اللہ تعالیٰ آپ کے اور قریش کے درمیان ایک پردہ حائل فرما دیگا (آپ قریش کی چیرہ دستیوں سے محفوظ رہیں گے)۔ حضور نے فرمایا ہاں اے جبرئیل مجھے وہ دعا بتائیے، حضرت جبرئیل نے کہا پڑھئے۔

يَا كَبِيْرُ كُلِّ كَبِيْرٍ يَا سَمِيْعُ يَا بَصِيْرُ يَا مَنْ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَلَا وَزِيْرَ۔ يَا خَالِقَ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ الْمُنِيْرِ يَا عِصْمَةَ الْبَائِسِ الْخَائِفِ الْمُسْتَجِيْرِ يَا رَازِقَ الطِّفْلِ .... الصَّغِيْرِ يَا جَابِرَ الْعَظْمِ الْكَسِيْرِ يَا قَاهِرَ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ أَسْئَلُكَ وَأَدْعُوْكَ دُعَاءَ الْبَائِسِ الْفَقِيْرِ دُعَاءَ الْمُضْطَرِّ الضَّرِيْرِ أَسْئَلُكَ بِمَعَاقِدِ الْعِزِّ مِنْ عَرْشِكَ وَمَفَاتِيْحِ الرَّحْمَةِ مِنْ كِتَابِكَ وَبِالْاَسْمَاءِ الثَّمَانِيَةِ ... الْمَكْتُوْبَةِ عَلٰى قَرْنِ الشَّمْسِ اَنْ تَفْعَلَ لِيْ۔

اے سب بزرگوں کے بزرگ! تو ہر ایک کی آواز سنتا ہے اور ہر ایک کو دیکھتا ہے، تیرا کوئی شریک نہیں ہے نہ ہی تیرا کوئی وزیر ہے۔ چمکنے والے سورج کو تو نے ہی پیدا کیا ہے اور روشن چاند کو تو ہی نے روشنی بخشی ہے تو خوف زدہ آدمی کی حفاظت کرنے والا ہے تو امن کے طالب کو امن دیتا ہے۔ شیر خوار بچے کو تو ہی روزی دیتا ہے۔ ٹوٹی ہوئی ہڈیوں کا درست کرنے والا تو ہی ہے۔ تو ہی ظالموں کو ہلاک کرتا ہے، دشمنوں کو تو ہی مارتا ہے۔ میں تیرے حضور میں فقیروں اور بے قرار لوگوں کی طرح سوال کرتا ہوں کہ اپنے عرش کی عزت اور رحمت کی کنجیوں کے طفیل اور اپنے ان آٹھ ناموں کے طفیل جن کو تو نے آفتاب کے اوپر لکھا ہے اور جو تیرے جلال کے ظاہر کرنے والے ہیں، میرے مقصد کو پورا فرما دے۔

اس کے بعد اپنی حاجت کا نام لیا جائے۔

باب ۲۲

فرض نمازوں اور ختم قرآن

کے بعد پڑھی جانے والی دعائیں

فجر اور عصر کے بعد پڑھی جانے والی دعا

فجر اور عصر کی فرض نمازوں کے بعد پڑھی جانے والی دعا یہ ہے:

اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ شُكْرًا وَلَكَ الْمَنُّ فَضْلًا بِنِعْمَتِكَ تَتِمُّ الصَّالِحَاتُ نَسْئَلُكَ اَللّٰهُمَّ فَرَجًا قَرِيبًا فَاِنَّكَ لَمْ تَزَلْ مُجِيبًا وَصَبْرًا جَمِيلًا وَعَافِيَةً مِنْ جَمِيعِ الْبَلَايَا وَالسَّلَامَةَ مِنْ طَرِيقِ الرَّزَايَا بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ ۝ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ اِجْتِمَاعَنَا اِجْتِمَاعًا مَرْحُومًا وَتَفَرُّقَنَا تَفَرُّقًا مَعْصُومًا وَلَا تَجْعَلْ فِينَا شَقِيًّا وَلَا مَحْرُومًا وَلَا تَرُدَّنَا بِالْفَاقَةِ اِلٰى غَيْرِكَ وَلَا تَحْرِمْنَا سَعَةَ خَيْرِكَ وَحَقِيقَةَ التَّوَكُّلِ عَلَيْكَ وَخَالِصَ الرَّغْبَةِ فِيمَا لَدَيْكَ وَامْلَأْ قُلُوبَنَا مِنْكَ اُلْفًا وَاكْسُ وُجُوهَنَا مِنْكَ الْحَيَاءَ وَارْزُقْنَا خَيْرَ الْاٰخِرَةِ وَالدُّنْيَا بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ ۝ يَا رَبِّ اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا خَيْرَ الصَّبَاحِ وَخَيْرَ الْمَسَاءِ وَخَيْرَ الْقَضَاءِ وَخَيْرَ الْقَدَرِ فَاصْرِفْ عَنَّا شَرَّ الصَّبَاحِ وَشَرَّ الْمَسَاءِ وَشَرَّ الْقَضَاءِ وَشَرَّ الْقَدَرِ اَللّٰهُمَّ وَمَا اَنْزَلْتَ فِي هٰذَا الْيَوْمِ مِنْ خَيْرٍ وَعَافِيَةٍ وَسَلَامَةٍ وَغَنِيمَةٍ وَسَعَةِ رِزْقٍ فَاجْعَلْ لَنَا

اے اللہ! تمام حمد و شکر خاص تیرے ہی لئے ہے، فضل اور عظمت و بزرگی تیرے ہی لئے ہے، تمام نیکیاں تیری ہی نعمت سے تمام ہوتی ہیں۔ اے اللہ میں تجھ سے سوالی ہوں کہ میری روزی کشادہ فرما دے، کیونکہ تو ہی دعائیں قبول فرماتا ہے۔ توکل اور صبر جمیل تو ہی عطا فرماتا ہے تو اپنی رحمت کاملہ کے طفیل ہر مصیبت سے رہائی بخشتا ہے اور تو ہی سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ الٰہی! ہمیں بد گناہوں سے بچا، بدبختی اور بدنصیبی سے دور رکھ، ہماری حاجتیں پوری فرما، ہمیں اپنی بارگاہ سے بدنصیب اور محروم نہ رکھ، اپنے سوا کسی غیر کے آگے نہ جھکا، اپنی نعمتوں سے ہم کو مالا مال کر دے اپنے سامنے شرمندہ ہونے کا ہم کو موقع نہ دے، اپنی رحمت سے دنیا اور آخرت کی نیکی عطا فرما، تو ہی سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحیم ہے، الٰہی! ہم کو صبح و شام نیکی عطا کر، قضا و قدر کی نیکی بخش دے۔ اور ہم سے صبح و شام کے شر کو اور قضا و قدر کے شر کو دور فرما دے، اے اللہ! اس دن جس قدر نیکی اور سلامتی، بھلائی اور بہتری، رزق کی کشادگی تو نے اتاری ہے اس سے زیادہ حصہ ہم کو عطا فرما اور جس قدر بدی اور برائی، فتنہ و شر تو نے آج کے دن نازل کیا اس سے مجھے، سب مسلمان

نِيهِ أَوْفَرَ الحَظِّ وَالنَّصِيبِ ۔ اَللّٰهُمَّ وَمَا أَنْزَلْتَ مِنْ سُوْءٍ وَبَلَاءٍ وَشَرٍّ وَدَاءٍ وَفِتْنَةٍ فَاصْرِفْهُ عَنَّا وَعَنْ جَمِيعِ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ ۝

مردوں اور مسلمان عورتوں کو محفوظ رکھ تو سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحیم ہے۔

ایک اور دعا اسی سلسلہ میں ایک اور دعائے ماثورہ یہ ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا وَأَحْصَى كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ أَهْلُ الْكِبْرِيَاءِ وَالْعَظَمَةِ وَمُنْتَهَى الْجَبَرُوتِ وَالْعِزَّةِ وَوَلِيُّ الْغَيْثِ وَالرَّحْمَةِ مَالِكُ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ عَظِيمُ الْمَلَكُوتِ شَدِيدُ الْجَبَرُوتِ لَطِيفٌ لِمَا يَشَاءُ فَعَّالٌ لِمَا يُرِيدُ أَوَّلُ كُلِّ شَيْءٍ وَخَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَرَازِقُهُ سُبْحٰنَهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ ۝ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ مُسْنَا صَبَاحًا صَالِحًا لَا مُخْزِيًا وَلَا فَاضِحًا ۔ اَللّٰهُمَّ اكْفِنَا شَرَّ نَوَائِبِ الزَّمَانِ وَمَكْرُوهَهُ وَمَصَارِعَ السُّوْءِ مَصَائِدَ الشَّيْطَانِ وَمَوَارِدَ صَوْلَةِ السُّلْطَانِ وَوَفِّقْنَا فِي يَوْمِنَا هٰذَا وَفِي سَائِرِ الْاَيَّامِ لِاسْتِعْمَالِ الْخَيْرَاتِ وَهِجْرَانِ السَّيِّاٰتِ ۝ اَللّٰهُمَّ أَصْلِحْنَا وَأَصْلِحْ أَخْلَاقَنَا وَأَصْلِحْ أَفْعَالَنَا وَأَصْلِحْ اٰبَاءَنَا وَأَبْنَاءَنَا وَأَجْدَادَنَا وَجَدَّاتِنَا وَدُنْيَانَا وَاٰخِرَتَنَا ۔ اَللّٰهُمَّ كَمَا أَمْضَيْتَ اللَّيْلَةَ بِالسَّلَامَةِ وَالْعَافِيَةِ فَامْضِ عَلَيْنَا النَّهَارَ بِالسَّلَامَةِ وَالْعَافِيَةِ بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ ۝ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً

تمام تعریفیں اُس خدائے بزرگ و برتر کے لئے ہیں جس نے اپنے علم سے سب چیزوں کو احاطہ کرلیا ہے اور وہ سب چیزوں کا شمار جانتا ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، وہی بزرگی اور عظمت والا ہے، عزت وجبروت کی انتہا اسی کے لئے ہے، وہی باراں اور رحمت کا مالک ہے وہی دنیا اور آخرت کا والی ہے، وہی غیب کا جاننے والا ہے اس کی طاقت اور قہر شدید ہے وہ جو چاہے کرے وہ ہر شے سے اوّل ہے اور تمام چیزوں کا خالق ہے اور اُن کا رزاق ہے وہ پاک ہے اور اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اے اللہ ہماری صبح بخیر کر اور ہمیں رسوا نہ کر، ہمیں زمانہ کی سختیوں سے محفوظ رکھ، زمانہ کے مکروہات کو ہم سے دور رکھ۔ بدی اور شیطان کی برائیوں سے ہم کو محفوظ رکھ آج اور دوسرے دنوں میں بھی ہم کو نیکی عطا فرما۔ ہم کو برائیوں سے دور رکھ، الٰہی ہم کو نیک بنادے! ہمارے اعمال وافعال کو نیک بنا، ہمارے اخلاق کو سنوار دے، ہمارے آباد اجداد سب کو نیک بنادے۔
الٰہی جس طرح تونے ہماری رات گزاری ہے اور عافیت بخشی ہے اسی طرح ہمارے دن کو بھی بسر کرادے عافیت اور سلامتی کے ساتھ، ہم پر رحم کر تو سب رحم کرنے والوں میں بڑا رحم کرنیوالا ہے۔ الٰہی! ہم کو دنیا اور آخرت کی نیکی عطا فرما اپنی رحمت سے دوزخ کے عذاب سے بچا

وقنا عذاب النار برحمتك يا ارحم الرّاحمين
امين اللّهمّ امين ○ يا اللّٰه يا ربّ العالمين ○

اسی سلسلہ کی ایک دعا یہ بھی ہے :-

تیسری دعا | الحمد لله الّذى خلق السّموات
والارض لا اله الّا هو عليه توكّلت
وهو ربّ العرش العظيم ○ سبحانه وتعالى
عمّا يشركون ○ اللّهمّ اغفر لنا ذنوبنا ما
اظهرنا وما اسررنا وما اخفينا وما
اعلنّا وما انت اعلم به منّا ○ اللّهمّ
اعطنا رضاءك فى الدّنيا والاخرة واختم
لنا بالسّعادة والشّهادة والمغفرة اللّهمّ
اجعل اخر اعمارنا خيرا وخواتيم اعمالنا
خيرا وخير ايّامنا يوم نلقاك ○ اللّهمّ
انّا نعوذ بك من زوال نعمتك ومن
فجاءة نقمتك ومن تحوّل عافيتك
اللّهمّ انّا نعوذ بك من درك الشّقاء
وجهد البلاء وشماتة الاعداء و
تغيّر النّعماء وسوء القضاء نعوذ بك
من جميع المكاره والاسوء ونسئلك
اللّهمّ خير العطاء اللّهمّ انّا نسئلك ان
تكشف سقيمنا وتبرئ مرضانا و
ترحم موتانا وتفتح ابداننا وتخلصها لك
اللّهمّ اخلص اديانَنا وان تحفظ
عيالنا وتشرح صدورنا و
تيسّر امورنا وتجبر اولادنا
وتستر جرمنا وتردّ غيّنا بنا و
ان تثبّتنا على ديننا ونسئلك

تو سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے (آمین،
اے دو جہانوں کے پالنے والے (آمین)

تمام تعریفیں اسی اللہ کے لئے ہیں جو زمین اور آسمان کا پیدا
کرنے والا ہے، سوائے اس وحدہٗ لاشریک کے کوئی دوسرا معبود
نہیں ہے، اسی پر میرا توکل ہے جو عرش کا پروردگار ہے، وہ
پاک ہے شرک سے اور بلند ہے، الٰہی! ہمارے گناہ ظاہری
ہوں یا باطنی سب بخشدے، تو ہماری ساری خطاؤں کو جانتا
ہے، سب خطاؤں کو بخشدے، الٰہی ہم کو اپنی رضا عطا فرما
دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اور کلمۂ شہادت و مغفرت پر
ہمارا خاتمہ فرما، ہماری اخیر عمروں کو اچھا بنادے، ہمارے
اعمال کا خاتمہ نیکی پر کردے، ہمارے لئے سب سے اچھا دن
اور نیک دن وہی ہوگا جب ہم تیرا دیدار کریں گے! الٰہی ہم
تجھ سے تیری عطا کی ہوئی نصرت کے زوال سے پناہ چاہتے
ہیں ہم تیری آفت اور دشمنی سے پناہ چاہتے ہیں، ہماری
درخواست ہے کہ ہم کو اپنی عافیت سے دور نہ رکھ، الٰہی میں
بدبختی اور ہر آفت و بلا سے اور مصیبتوں سے اور دشمنوں
کی طعنہ زنی سے پناہ چاہتا ہوں۔ نعمتوں کے تغیر اور قضاء و
قدر کی بدی سے اور تمام برائیوں سے تیری پناہ چاہتا ہوں
اور میں تمام برائیوں اور رنج و الم سے تیری پناہ چاہتا ہوں
الٰہی! ہمارے بیماروں کو شفا عنایت کر اور ہمارے مردوں
پر رحم فرما ہمارے جسموں کو صحت عطا فرما اور ہمارے لئے
اپنے دین کو خالص فرما!
الٰہی ہمارے سینوں کو کھول دے، ہمارے سارے کاموں کا اچھا
بندوبست کردے اور ہمارے بچوں کی پرورش کا بندوبست
فرمادے ہمارے جرموں کو ڈھانپ دے ہمارے بھٹکے ہوئے
لوگوں کو ہم سے ملادے، ہمارے دین پر ہم کو ثابت قدم رکھ

خَيْرًا وَّرُشْدًا وَّاَنْ تَتَوَفَّانَا مُسْلِمِيْنَ بِرَحْمَتِكَ وَاَنْ تُؤْتِيَنَا حَسَنَةً فِى الدُّنْيَا وَحَسَنَةً فِى الْاٰخِرَةِ وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ وَعَذَابَ الْقَبْرِ يَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ يَا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ

الٰہی! میں تجھ سے نیکی اور راہِ راست کی رہنمائی چاہتا ہوں ہم کو اسلام پر موت دے اپنی رحمت سے ہمیں دُنیا اور آخرت میں نیکی عطا فرما، نارِ دوزخ اور قبر کے عذاب سے بچا تو ہی سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے تو ہی سب جہانوں کا پالنے والا ہے۔

دُعائے ختمِ قرآن

ختم قرآن مجید کی دعا یہ ہے۔

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ الَّذِىْ خَلَقَ الْخَلْقَ فَابْتَدَعَهٗ وَسَنَّ الدِّيْنَ وَشَرَعَهٗ وَنَوَّرَ النُّوْرَ وَشَعْشَعَهٗ وَقَدَّرَ الرِّزْقَ وَوَسَّعَهٗ وَخَيَّرَ خَلْقَهٗ وَنَفَعَهٗ وَاَجْرَى الْمَاءَ وَاَنْبَعَهٗ وَجَعَلَ السَّمَاءَ سَقْفًا مَّحْفُوْظًا مَّرْفُوْعًا رَفَعَهٗ وَالْاَرْضَ بِسَاطًا وَّضَعَهٗ وَيَسَّرَ الْقَمَرَ فَاَطْلَعَهٗ سُبْحَانَهٗ مَا اَعْلٰى مَكَانَهٗ وَاَرْفَعَهٗ وَاَعَزَّ سُلْطَانَهٗ وَاَبْدَعَهٗ لَا رَادَّ لِمَا صَنَعَهٗ وَلَا مُغَيِّرَ لِمَا اخْتَرَعَهٗ وَلَا مُذِلَّ لِمَنْ رَفَعَهٗ وَلَا مُعِزَّ لِمَنْ وَضَعَهٗ وَلَا مُفَرِّقَ لِمَا جَمَعَهٗ وَلَا شَرِيْكَ لَهٗ وَلَا شَرِيْكَ لَهٗ وَلَا اِلٰهَ مَعَهٗ ۝

وہ عظمت والا اللہ سچا ہے جس نے مخلوق کو پیدا کیا بغیر کسی نمونے کے اور دین کے قوانین بنائے اور اس کو جاری کیا اور نور کو روشنی اور چمک عطا فرمائی اور روزی میں تنگی اور فراخی رکھی اور اپنی مخلوق کو نقصان اور نفع بخش اور پانی کو جاری کیا اور اس کے سوتے پیدا کئے اور آسمان کو مضبوط چھت بنایا اور اس کو بلند کیا، زمین کو فرش بنایا اور اس کے نیچے بچھایا اور چاند کو گردش دی (چلایا) اور اس کو نمودار کیا۔ وہ اللہ پاک ہے اس کا مرتبہ بہت اونچا اور بڑا بلند ہے اس کا تسلط بہت مضبوط اور نادر ہے اس کی صنعت کو کوئی روکنے والا نہیں ہے اور نہ اس کی ایجاد کو کوئی تغیر دینے والا ہے اور جس کو اس نے عزت دی، اس کو کوئی ذلیل کرنے والا نہیں ہے اور جس کو اس نے نیچا کیا اس کو کوئی عزت دینے والا نہیں ہے جس کو اس نے جمع کیا اس کو کوئی منتشر کرنے والا نہیں! اس کا کوئی شریک نہیں اور اس کے ساتھ کوئی دوسرا معبود نہیں!

صَدَقَ اللّٰهُ الَّذِىْ دَبَّرَ الدُّهُوْرَ وَقَدَّرَ الْمَقْدُوْرَ وَصَرَّفَ الْاُمُوْرَ وَعَلِمَ هَوَاجِسَ الصُّدُوْرِ وَتَعَاقُبَ الدَّيْجُوْرِ وَسَهَّلَ الْمَعْسُوْرَ وَعَسَّرَ الْمَيْسُوْرَ وَسَخَّرَ

اس خدا نے سچ فرمایا جس نے زمانوں کا انتظام کیا اور جس نے تقدیر کو مقدر فرمایا اور تمام اُمور میں تصرف کیا وہ دلوں کے خیالات سے آگاہ ہے اور تاریکیوں کی مسلسل رفتار

الْبَحْرَ الْمَسْجُوْرَ وَاَنْزَلَ الْفُرْقَانَ وَالنُّوْرَ
وَالتَّوْرَاةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَالزَّبُوْرَ وَاَقْسَمَ
بِالْفُرْقَانِ وَالطُّوْرِ وَالْكِتَابِ الْمَسْطُوْرِ فِيْ
الرَّقِّ الْمَنْشُوْرِ وَالْبَيْتِ الْمَعْمُوْرِ وَالْبَعْثِ
وَالنُّشُوْرِ وَجَاعِلِ الظُّلُمَاتِ وَالنُّوْرِ
الْوِلْدَانِ وَالْحُوْرِ وَالْجِنَانِ وَالْقُصُوْرِ.
اِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَآءُ وَمَا اَنْتَ بِمُسْمِعٍ
مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ الَّذِيْ
عَزَّ فَارْتَفَعَ وَعَلَا فَامْتَنَعَ وَذَلَّ كُلُّ
شَيْءٍ لِعَظَمَتِهٖ وَخَضَعَ وَسَمَكَ السَّمَآءَ وَرَفَعَ
وَفَرَشَ الْاَرْضَ وَاَوْسَعَ فَجَّرَ الْاَنْهَارَ....
فَاَنْبَعَ وَمَرَجَ الْبِحَارَ فَاَتْرَعَ وَسَخَّرَ النُّجُوْمَ
فَاَطْلَعَ وَاَرْسَلَ السَّحَابَ فَارْتَفَعَ وَ
نَوَّرَ النُّوْرَ فَلَمَعَ وَاَنْزَلَ الْغَيْثَ فَهَمَعَ وَكَلَّمَ
مُوْسٰى وَتَجَلّٰى لِلْجَبَلِ فَقَطَعَ وَوَهَبَ وَنَزَعَ
وَضَرَّ وَنَفَعَ وَاَعْطٰى وَمَنَعَ وَسَنَّ وَشَرَعَ وَ
فَرَّقَ وَجَمَعَ وَاَنْشَاَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ
فَمُسْتَقَرٌّ وَّمُسْتَوْدَعٌ. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ
التَّوَّابُ الْغَفُوْرُ الْوَهَّابُ الَّذِيْ
خَضَعَتْ لِعَظَمَتِهِ الرِّقَابُ وَذَلَّتْ
لِجَبَرُوْتِهِ الصِّعَابُ وَلَانَتْ لَهُ
الشِّدَادُ وَاسْتَدَلَّتْ بِصَنْعَتِهِ الْاَلْبَابُ
وَيُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ السَّحَابُ وَ
الْبَرْقُ وَالتُّرَابُ وَالشَّجَرُ
وَالدَّوَابُّ رَبُّ الْاَرْبَابِ وَمُسَبِّبُ
الْاَسْبَابِ وَمُنْزِلُ الْكِتَابِ وَخَالِقُ
خَلْقِهِ مِنَ التُّرَابِ غَافِرُ الذَّنْبِ قَابِلُ

سے واقف ہے، وہ آسان کو مشکل بناتا ہے، تمام سمندر اس
کے مسخر ہیں اسی نے قرآن مجید، نور، تورات، انجیل اور زبور
نازل فرمائی اور اس نے قرآن مجید کی قسم کھائی اور کوہ طور کی
اور اس تحریر کی جو پھیلی ہوئی جھلی پر لکھی جاتی ہے، وہی تاریکیوں
اور روشنی کو پیدا کرنے والا ہے، اسی نے حور و غلمان اور جنت کے
محلات بنائے حقیقت میں اللہ ہی جس کو چاہتا ہے سناتا ہے
تم قبر کے مُردوں کو سنانے والے نہیں، عظمت والے خدا نے سچ فرمایا
جو عزت والا اور مرتبہ والا ہے جو بزرگ اور طاقتور ہے، جس کی
عظمت کے سامنے ہر چیز ذلیل اور تابع فرمان ہے اور اسی نے
آسمان کو بلند اور اونچا کیا اور زمین کو بچھایا، اور کشادگی دی
اسی نے دریا بہائے اور چشمے نکالے، اسی نے سمندر کو ملایا اور لبریز کیا.
اسی نے ستاروں کو اپنے حکم کے نیچے رکھا اور اسی نے بادلوں کو بھیجا
اور اسی کے حکم سے ابر اٹھا اور اسی نے نور کو روشنی عطا فرمائی جس
کی وجہ سے وہ چمکا. اسی نے بارش کی اور وہ برسی. اسی نے موسیٰ
(علیہ السلام) سے کلام کیا اور ان کو (کلام) سنایا اور پہاڑ (طور)
پر جلوہ افروز ہوا جس کے باعث وہ پارہ پارہ ہوگیا! وہی بخشتا
ہے وہی چھینتا ہے، وہی نفع و نقصان پہنچاتا ہے، وہی دیتا ہے
وہی روکتا ہے، اسی نے شریعت اجرا فرمایا، اسی نے منتشر کیا اور
یکجا کیا. تم کو ایک نفس واحد سے پیدا کیا پس ایک ہی (میت کی)
قرارگاہ ہے اور ایک ہی سپردگی کا مقام (قبر) ہے. عظمت والا
اللہ سچا ہے وہ توبہ کو قبول کرنے والا، بخشنے والا اور عطا فرمانے
والا ہے وہ جس کی عظمت کے سامنے گردنیں جھکی ہوئی ہیں اور جس
کے دبدبہ کے سامنے سرکش عاجز و سرنگوں ہیں جس کے سامنے سخت
خو نرم پڑ گئے اور اس کی صنعت میں دانش و عقل سے استدلال
کیا، بادل، بجلی، مٹی، درخت اور چوپائے سب اس کی پاکی بیان
کرتے ہیں وہ حاکموں کا حاکم اور اسباب بنانے والا ہے او
کتاب (قرآن مجید) نازل کرنے والا ہے اور اپنی مخلوق (عنصری)

التَّوبِ شَدِيدُ العِقَابِ لَا اِلٰهَ اِلَّا
هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَ اِلَيْهِ مَتَابِ
صَدَقَ اللّٰهُ الَّذِىْ لَمْ يَزَلْ جَلِيْلًا دَلِيْلًا
صَدَقَ مَنْ حَسْبِىْ بِهٖ كَفِيْلًا صَدَقَ
مَنِ اتَّخَذْتُهٗ وَكِيْلًا صَدَقَ اللّٰهُ الْهَادِىْ
اِلَيْهِ سَبِيْلًا صَدَقَ اللّٰهُ وَ مَنْ
اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا صَدَقَ اللّٰهُ
وَصَدَقَ اَنْبِيَاءُهٗ صَدَقَ اللّٰهُ وَصَدَقَتْ
اَنْبِيَائُهٗ وَصَدَقَ لَهٗ وَجَنَّتْ آلَائُهٗ
صَدَقَ اللّٰهُ وَصَدَقَتْ اَرْضُهٗ وَسَمَائُهٗ
صَدَقَ الْوَاحِدُ الْقَدِيْمُ اَلْمَاجِدُ
الْكَرِيْمُ الشَّاهِدُ الْعَلِيْمُ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ
اَلشَّكُوْرُ الْحَلِيْمُ قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ فَاتَّبِعُوا
مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ
الَّذِىْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ۔
اَلْحَىُّ الْعَلِيْمُ الْحَىُّ الْكَرِيْمُ۔ اَلْحَىُّ الْبَاقِىْ
الْحَىُّ الَّذِىْ لَا يَمُوْتُ اَبَدًا ذُو الْجَلَالِ
وَالْجَمَالِ وَالْاِكْرَامِ وَالْاَسْمَاءِ الْعَظَامِ
وَالْمِنَنِ الْعِظَامِ وَبَعَثْتِ الرُّسُلُ الْكِرَامُ
بِالْحَقِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى سَيِّدِنَا وَسَلَّمَ
وَعَلَيْهِمُ السَّلَامُ وَنَحْنُ عَلٰى مَا قَالَ
رَبُّنَا وَسَيِّدُنَا وَمَوْلَانَا مِنَ الشَّاهِدِيْنَ
وَلِمَا اَلْزَمَ وَاَوْجَبَ غَيْرَ جَاحِدِيْنَ وَالْحَمْدُ
لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَصَلٰوتُهٗ عَلٰى
سَيِّدِنَا وَسَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ خَاتِمِ النَّبِيِّيْنَ
وَعَلٰى اَبَوَيْهِ الْمُكَرَّمَيْنِ سَيِّدِنَا اٰدَمَ وَالْخَلِيْلِ
اِبْرٰهِيْمَ وَعَلٰى جَمِيْعِ اِخْوَتِهٖ مِنَ النَّبِيِّيْنَ

کونٹی سے پیدا کرنے والا ہے، گناہ کو معاف کرنے والا اور
توبہ قبول کرنے والا ہے سخت عذاب دینے والا ہے، اس کے
سوا کوئی معبود نہیں اسی پر میرا توکل ہے اور اسکی طرف
میری واپسی ہے۔ سچ فرمایا اس اللہ نے جو ہمیشہ سے بزرگ و
برتر ہے اور رہنما ہے وہ جو میری کفایت کے لئے کافی ہے
سچا ہے، وہ سچا ہے جس کو میں نے اپنا کارساز سمجھ رکھا ہے
وہ اللہ سچا ہے جو اپنے پاس پہنچنے کا راستہ خود بتانے والا
ہے، اللہ سچا ہے اور اس کے پیغمبر سچے ہیں، اللہ سچا ہے
اور اس کی نعمتیں بڑی ہیں اور اللہ سے بڑھکر سچ بات
کہنے والا اور کون ہو سکتا ہے، اللہ سچا ہے اس کی دی ہوئی
خبریں سچی ہیں، اللہ سچا ہے اور اس کے زمین و آسمان بھی شہادت
دیتے ہیں، وہ اللہ جو پاک ہمیشگی والا اور بزرگی والا بینا، کریم، دانا
معاف کرنے والا مہربان قدردان، بردبار ہے سچا ہے
کہدو کہ اللہ نے سچ فرمایا ہے تم دین ابراہیم پر چلو، حکمت والا
اللہ سچا ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ رحمٰن و رحیم ہے
وہ زندہ ہے علم والا ہے صاحب حیات ہے کریم ہے مردہ
نہیں غیر فانی ہے، ایسا زندہ جس کو کبھی بھی موت نہیں آئے گی،
بزرگی اور جلال و جمال والا، عظمت والے ناموں اور عظیم احسانوں والا
ہے، اس کے عزت والے پیغمبروں نے اس کا پیام ٹھیک ٹھیک
پہنچا دیا، اللہ کی رحمت اور سلامتی ہو ہمارے آقا پر اور دوسرے
پیغمبروں پر ہم اپنے مالک و مولا کے قول کے گواہ ہیں اور جو
کچھ اس نے فرض و واجب کیا ہے اس کے انکار کرنیوالے
نہیں ہیں، حمد ہے اس خدا کو جو جہانوں کا مالک ہے
اور اس کی رحمت و سلام ہو ہمارے آقا ہمارے پشت پناہ
حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جو خاتم الانبیاء ہیں اور آپ کے
دو محترم داداؤں پر یعنی حضرت آدم و حضرت ابراہیم
علیہما السلام پر اور ان کے تمام پیغمبر بھائیوں پر اور پاک

وَعَلٰى أَهْلِ بَيْتِهِ الطَّاهِرِيْنَ وَعَلٰى
أَصْحَابِهِ الْمُنْتَخَبِيْنَ وَعَلٰى أَزْوَاجِهِ الطَّاهِرَاتِ
أُمَّهَاتِ الْمُسْلِمِيْنَ وَعَلَى التَّابِعِيْنَ لَهُمْ
بِإِحْسَانٍ إِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ وَعَلَيْنَا مَعَهُمْ
بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ صَدَقَ
اللّٰهُ ذُوالْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ وَالْعَظَمَةِ وَ
السُّلْطَانِ جَبَّارٌ لَا يُرَامُ عَزِيْزٌ لَا يُضَامُ
قَيُّوْمٌ لَا يَنَامُ لَهُ الْأَفْعَالُ الْكِرَامُ وَالْمَوَاهِبُ
الْعِظَامُ وَالْأَيَادِي الْجِسَامُ وَالْإِنْعَامُ
وَالْكَمَالُ وَالتَّمَامُ يُسَبِّحُ لَهُ الْمَلَائِكَةُ الْكِرَامُ
وَالْبَهَائِمُ وَالْهَوَامُ وَالرِّيَاحُ وَالْغَمَامُ
وَالضِّيَاءُ وَالظَّلَامُ وَهُوَ اللّٰهُ الْمَلِكُ
الْقُدُّوْسُ السَّلَامُ وَنَحْنُ عَلٰى مَا قَالَ
اللّٰهُ رَبُّنَا جَلَّ ثَنَاؤُهُ وَتَقَدَّسَتْ
أَسْمَاؤُهُ وَجَلَّتْ آلَاؤُهُ وَشَهِدَتْ أَرْضُهُ
وَسَمَاؤُهُ وَنَطَقَتْ بِهِ رُسُلُهُ وَأَنْبِيَاؤُهُ
شَاهِدُوْنَ شَهِدَ اللّٰهُ أَنَّهُ لَا إِلٰهَ
إِلَّا هُوَ وَالْمَلَائِكَةُ وَأُولُوا الْعِلْمِ قَائِمًا
بِالْقِسْطِ لَا إِلٰهَ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ، إِنَّ الدِّيْنَ
عِنْدَ اللّٰهِ الْإِسْلَامُ وَنَحْنُ بِمَا شَهِدَ اللّٰهُ
رَبُّنَا وَالْمَلَائِكَةُ وَأُولُوا الْعِلْمِ مِنْ خَلْقِهِ
مِنَ الشَّاهِدِيْنَ شَهَادَةً شَهِدَ بِهَا
الْعَزِيْزُ الْحَمِيْدُ وَدَانَ بِهَا الْمُؤْمِنُ
الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ وَأَخْلَصَ بِالشَّهَادَةِ الَّذِي
الْعَرْشِ الْمَجِيْدِ يَرْفَعُهَا بِالْعَمَلِ الصَّالِحِ
الرَّشِيْدِ يُعْطِيْ قَائِلَهَا الْخُلُوْدَ فِيْ
جَنَّاتٍ ذَاتِ سِدْرٍ مَخْضُوْدٍ وَطَلْحٍ

اہل بیت پر اور اُن کے برگزیدہ اصحاب پر اور آپ کی پاک
بیویوں پر جو مسلمانوں کی مائیں تھیں اور اچھے طریقے پر صحابہ
کرام کی پیروی کرنے والوں پر روزِ قیامت تک اور ان کے
ساتھ ہم پر بھی، اے رب سے زیادہ رحم فرمانے والے اپنی رحمت
فرما: سچا ہے اللہ، بزرگی، عزت، عظمت اور حکومت والا
وہ ایسا طاقتور ہے کہ اس کو زیر کرنے کا ارادہ نہیں کیا جا سکتا
ایسا غالب ہے کہ اس پر حکم نہیں چلایا جا سکتا، سارے جہاں
کا انتظام کرنے والا ہے، جو کبھی نہیں سوتا، بزرگی والے
کام اسی کے لئے مخصوص ہیں، بڑی بڑی بخششیں اور زبردست
احسان اور انعام کمال اور تکملہ اسی کے ساتھ مخصوص ہے،
اسی کی پاکی بیان کرتے ہیں تمام معزز فرشتے اور چوپائے
کیڑے مکوڑے، ہوائیں اور بادل اور روشنی اور تاریکی بھی
اس کی پاکی بیان کرتے ہیں، وہی اللہ ہے حاکم اعلیٰ ہے ہر
عیب سے پاک ہے ہر نقص سے سالم اللہ ہمارا رب ہے، اس
کی تعریف بڑی ہے اس کے پاک نام ہیں اور اس کے احسان
عظیم ہیں اور ہم اس کے قول کی شہادت دیتے ہیں زمین و
آسمان بھی اس کے شاہد ہیں اور پیغمبروں اور نبیوں نے
بھی اس کی شہادت دی ہے، فرشتے اور اہل علم شاہد ہیں کہ اللہ
کے سوا کوئی معبود نہیں وہ عدل پر قائم ہے وہی غالب
حکمت والا ہے، اللہ کے نزدیک پسندیدہ دین صرف اسلام ہے
ہمارے رب نے اور ملائکہ نے اور اہل علم نے جو کچھ شہادت دی ہے
ہم بھی وہی شہادت دیتے ہیں یہ شہادت اللہ نے خود دی
ہے اور اسی شہادت کے سبب مومن معاف کرنے والے
مہربان اللہ کی اطاعت کرتا ہے اور وہ عرش کے مالک برتر
خدا کے لئے اس شہادت کو خلوص سے ادا کرتا ہے، اللہ اس
شہادت کو اچھے اور ہدایت والے اعمال کی وجہ سے بلند مرتبہ
کر دیتا ہے اور اس کے قائل کو بہشت میں بقاء و دوام عطا

مَنْضُوْدٍ وَظِلٍّ مَمْدُوْدٍ وَمَاءٍ مَسْكُوْبٍ
يُرَافِقُ فِيْهَا النَّبِيِّيْنَ الشُّهُوْدَ وَالرُّكَّعَ
السُّجُوْدَ وَبَاذِلِيْنَ فِيْ طَاعَتِهٖ غَايَةَ
الْمَجْهُوْدِ ۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا بِهٰذَا التَّصْدِيْقِ
صَادِقِيْنَ وَبِهٰذَا التَّصْدِيْقِ شَاهِدِيْنَ
وَبِهٰذِهِ الشَّهَادَةِ مُؤْمِنِيْنَ وَبِهٰذَا الْاِيْمَانِ
مُوَحِّدِيْنَ وَبِهٰذَا التَّوْحِيْدِ مُخْلِصِيْنَ
وَبِهٰذَا الْاِخْلَاصِ مُوْقِنِيْنَ وَبِهٰذَا الْاِيْقَانِ
عَارِفِيْنَ وَبِهٰذِهِ الْمَعْرِفَةِ مُعْتَرِفِيْنَ
وَبِهٰذَا الْاِعْتِرَافِ مُنِيْبِيْنَ وَبِهٰذِهِ الْاِنَابَةِ
فَائِزِيْنَ وَفِيْمَا لَدُنْكَ رَاغِبِيْنَ وَلِمَا عِنْدَكَ
طَالِبِيْنَ وَبَاهِ بِنَا الْمَلٰٓئِكَةَ الْكِرَامَ الْكَاتِبِيْنَ
وَاحْشُرْنَا مَعَ النَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ
وَالصَّالِحِيْنَ وَلَا تَجْعَلْنَا مِمَّنِ اسْتَهْوَتْهُ
الشَّيَاطِيْنُ فَشَغَلَتْهُ بِالدُّنْيَا عَنِ الدِّيْنِ
فَاَصْبَحَ مِنَ النَّادِمِيْنَ وَفِي الْاٰخِرَةِ
مِنَ الْخَاسِرِيْنَ وَاَوْجِبْ لَنَا الْخُلُوْدَ
فِيْ جَنَّاتِ النَّعِيْمِ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ
الرَّاحِمِيْنَ ۔ اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ وَاَنْتَ
لِلْحَمْدِ اَهْلٌ وَاَنْتَ الْحَقِيْقُ بِالْمِنَّةِ
ثُمَّ الْفَضْلِ لَكَ الْحَمْدُ عَلٰى تَتَابُعِ
اِحْسَانِكَ وَلَكَ الْحَمْدُ عَلٰى تَوَاتُرِ
اِنْعَامِكَ وَلَكَ الْحَمْدُ عَلٰى تَرَادُفِ
اِمْتِنَانِكَ ۔ اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَطَفْتَ عَلَيْنَا
قُلُوْبَ الْاٰبَاءِ وَالْاُمَّهَاتِ صِغَارًا وَضَا
عَفْتَ عَلَيْنَا نِعَمَكَ كِبَارًا وَاٰتَيْتَ
اِلَيْنَا بِبِرِّكَ مِدْرَارًا وَجَهِلْنَا وَمَا

فرماتا ہے، وہ بہشت جہاں کی بیریاں بے خار ہیں اور کیلے
تہ بہ تہ، سایہ وسیع اور پانی بہاؤ ہے، مومن اس بہشت
میں اُن انبیا کے ساتھ رہے گا جو شہادت دینے والے اور
رکوع و سجود کرنیوالے اور طاعت الٰہی میں انتہائی کوشش
کرنے والے ہیں۔ الٰہی ہم کو تصدیق کی بنا پر صادق بنا دے
اور اس سچائی کا گواہ کر دے اور اس شہادت پر ایمان لانے
والا بنا دے اور اس ایمان کے ذریعے ہم کو موحد بنا دے اور
اس توحید میں ہم کو مخلص کر دے اور اخلاص کی وجہ سے اہلِ
یقین سے بنا دے اور اس یقین کے باعث عارفوں میں سے
کر دے، اس معرفت کے باعث اپنا شناسا بنا دے اور اس
اعتراف کے باعث اپنی طرف رجوع ہونے والا بنا دے اور
اس توبہ کی وجہ سے ہم کو کامیاب اور اپنے ثواب کی طرف
راغب و جزا کا طالب بنا دے اور عزت والے اعمال لکھنے والے
فرشتوں پر ہم کو بطور فخر پیش کر اور ہم کو پیغمبروں، صدیقوں،
شہیدوں اور صالح اعمال رکھنے والوں کے ساتھ اٹھا اور ان
لوگوں میں سے ہمارا شمار نہ فرما جن کو شیاطین نے اپنی طرف
مائل کر لیا ہے اور دنیا کے عوض دین سے روک دیا ہے جس کے
نتیجہ میں وہ پشیمان اور آخرت میں خسارہ یاب ہو گئے۔ اے
ارحم الراحمین! اپنی رحمت سے راحت کی جنتوں کو ہمارے لئے
دوامی کر دے، الٰہی تمام ستائش تیرے ہی لئے ہے اور تو
ہی تعریف کا مستحق ہے اور احسان و فضل کرنے کا بھی اہل
ہے، تیرے ہی لئے حمد ہے، تیرے مسلسل احسانات پر اور
تیرے لئے حمد ہے تیرے پیہم انعام پر اور تیرے لئے حمد ہے
تیرے متواتر فضل پر، الٰہی تو نے ہی ہمارے ایام طفلی میں ماں
باپ کے دلوں کو ہم پر مہربان بنایا، اور بڑے ہونے کے زمانے
میں تو نے ہم کو گوناگوں نعمتیں عطا فرمائیں اور ہم پر اپنے
خیر کی مسلسل بارش کی، ہم بارہا تیرے ناآشنا تب لیکن تو نے

عَاجَلْنَا مِرَارًا فَلَكَ الْحَمْدُ إِذْ أَلْهَمْتَنَا
مِنَ الْخَطَاءِ اسْتِغْفَارًا وَلَكَ الْحَمْدُ فَارْ
زُقْنَا جَنَّةً وَاحْجُبْ عَنَّا لِعَفْوِكَ
نَارًا اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَحْمَدُكَ سِرًّا وَجِهَارًا
وَنَشْكُرُكَ مَحَبَّةً وَاخْتِيَارًا فَلَا تَهْتِكَنَّ
يَوْمَ الْبَعْثِ فَتَجْعَلَنَا بَيْنَ الْمَلَا شِرْ
عَارًا وَلَا تَفْضَحْنَا بِسُوْءِ أَفْعَالِنَا يَوْمَ
لِقَاءِكَ فَتُلْبِسَنَا ذِلَّةً وَانْكِسَارًا بِرَحْمَتِكَ
يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ ۔ اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ كَمَا
هَدَيْتَنَا لِلْإِسْلَامِ وَعَلَّمْتَنَا الْحِكْمَةَ
وَالْقُرْاٰنَ اَللّٰهُمَّ أَنْتَ عَلَّمْتَنَا قَبْلَ رَغْبَتِنَا
فِيْ تَعْلِيْمِهٖ وَمَنَنْتَ بِهٖ عَلَيْنَا بِمَعْرِفَتِهٖ
وَخَصَصْتَنَا بِهٖ قَبْلَ مَعْرِفَتِنَا بِفَضْلِهٖ اَللّٰهُمَّ
فَإِذَا كَانَ ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِكَ لُطْفًا بِنَا وَ
إِمْتِنَانًا عَلَيْنَا مِنْ غَيْرِ حِيْلَتِنَا وَلَا
قُوَّتِنَا فَهَبْ لَنَا اَللّٰهُمَّ رِعَايَةَ حَقِّهٖ
وَحِفْظَ اٰيَاتِهٖ وَعَمَلًا بِمُحْكَمِهٖ وَإِيْمَانًا
مُتَشَابِهٖ وَهُدًى فِيْ تَدَبُّرِهٖ وَتَفَكُّرًا
فِيْ أَمْثَالِهٖ وَمُعْجِزَاتِهٖ وَتَبْصِرَةً فِيْ
نُوْرِهٖ وَحِكْمِهٖ لَا تُعَارِضُنَا الشُّكُوْكُ
فِيْ تَصْدِيْقِهٖ وَلَا تَخْتَلِجُنَا الزَّيْغُ فِيْ
قَصْدِ طَرِيْقِهٖ ۔ اَللّٰهُمَّ انْفَعْنَا بِالْقُرْاٰنِ
الْعَظِيْمِ وَبَارِكْ لَنَا فِي الْاٰيَاتِ وَ
الذِّكْرِ الْحَكِيْمِ وَتَقَبَّلْ مِنَّا أَنْتَ السَّمِيْعُ
الْعَلِيْمُ وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ
الرَّحِيْمُ بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ
الرَّاحِمِيْنَ ۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلِ الْقُرْاٰنَ

ہماری گرفت فوری نہیں کی۔ پس تیرے ہی لئے حمد ہے کہ
تونے گناہ سے استغفار کرنے کا ہمارے دِل میں جذبہ ڈالا
تیرے ہی لئے حمد ہے، ہم کو جنت نصیب فرمادے، اور اپنے
عفو سے دوزخ کو ہم سے چھپادے، الٰہی ہم تیری حمد کرتے
ہیں ظاہر میں بھی اور باطن میں بھی، اور دِلی رغبت اور ارادہ
سے تیرا شکر ادا کرتے ہیں، پس ہمارا پردہ فاش کرکے حشر
کے دِن اقوام کے سامنے ہم کو رسوا نہ فرمانا اور اپنی پیشی کے روز
ہم کو بداعمالی کی وجہ سے رسوا کرکے ذلت و خواری کا باس
نہ پہنانا، اے ارحم الراحمین! اپنی رحمت سے اس دعا کو قبول فرما
الٰہی تیرے لئے حمد ہے کہ تونے ہم کو اسلام کا راستہ دکھایا
اور حکمت و قرآن کی تعلیم دی، الٰہی تونے ہم کو قرآن سکھایا جبکہ
ہم کو اس کے سیکھنے کی رغبت نہ تھی، اور تونے قرآن سکھا کر
ہم پر احسان کیا کہ ہم کو اس کی معرفت کا بالکل علم نہ تھا...
تونے خصوصیت کے ساتھ ہم کو قرآن عطا کیا جب کہ ہم اس
کے فضل سے واقف بھی نہ تھے الٰہی جب کہ یہ سب کچھ ہماری
قوت کے بغیر تونے ہم پر احسان کیا ہے تو پھر اس کے حق کی
نگہداشت عطا فرما اور اس کی آیتوں کے حفظ کرنے کی
قوت دے اور اس کے حکم پر عمل اور متشابہ پر ایمان اور اس
پر غور کرنے کا صحیح راستہ اور اس کی امثال اور معجزے پر غور
اور اس کے نور اور حکم کو دیکھنے کی نگاہ عطا فرما! اس کی
تصدیق میں ہم کو شبہات لاحق و عارض نہ ہوں اور اسکے
سیدھے راستوں میں ہمارے دلوں کے اندر کجی کا خیال
نہ آنے پائے الٰہی ہم کو قرآن عظیم سے نفع عطا فرما
ہم کو اس کی آیات اور پرحکمت نصیحتوں میں برکت عطا فرما
اور اس کو ہم سے قبول فرما تو بڑا سننے والا اور جاننے والا ہے
اور ہماری طرف رحمت رجوع فرما کہ تو ہی توبہ قبول کرنے والا
رحیم ہے، اے ارحم الراحمین اپنی رحمت سے ایسا کردے کہ

رَبِيعَ قُلُوبِنَا وَشِفَاءَ صُدُورِنَا
وَجِلَاءَ أَحْزَانِنَا وَذَهَابَ هُمُومِنَا
وَغُمُومِنَا وَسَائِقَنَا وَقَائِدَنَا وَ
دَلِيلَنَا إِلَيْكَ وَإِلَىٰ جَنَّاتِكَ جَنَّاتِ النَّعِيمِ
بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ۔ اَللّٰهُمَّ
اجْعَلِ الْقُرْاٰنَ لِقُلُوبِنَا ضِيَاءً وَ
لِأَبْصَارِنَا جِلَاءً وَلِأَسْقَامِنَا دَوَاءً
وَلِذُنُوبِنَا مُمَحِّصًا وَمِنَ النَّارِ مُخَلِّصًا
اَللّٰهُمَّ اكْسُنَا بِهِ الْحُلَلَ وَأَسْكِنَّا بِهِ الظُّلَلَ
وَأَسْبِغْ عَلَيْنَا النِّعَمَ وَادْفَعْ بِهِ عَنَّا
النِّقَمَ وَاجْعَلْنَا بِهِ عِنْدَ الْجَزَاءِ مِنَ
الْفَائِزِينَ وَعِنْدَ النَّعْمَاءِ مِنَ الشّٰكِرِينَ
وَعِنْدَ الْبَلَاءِ مِنَ الصّٰبِرِينَ وَلَا
تَجْعَلْنَا مِمَّنِ اسْتَهْوَتْهُ الشَّيٰطِينُ —
فَشَغَلَتْهُ بِالدُّنْيَا عَنِ الدِّينِ فَأَصْبَحَ
مِنَ الْخٰسِرِينَ بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ الرّٰحِمِينَ۔
اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلِ الْقُرْاٰنَ بِنَا مَاحِلًا وَلَا
الصِّرَاطَ بِنَا زَائِلًا وَلَا نَبِيَّنَا وَسَيِّدَنَا
وَسَنَدَنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ
سَلَّمَ فِي الْقِيَامَةِ عَنَّا مُعْرِضًا وَلَا
مُوَلِّيًا اِجْعَلْهُ يَا رَبَّنَا يَا خَالِقَنَا يَا
رَازِقَنَا، لَنَا شَافِعًا مُشَفَّعًا وَأَوْرِدْنَا
حَوْضَهُ كَوْثَرَ وَاسْقِنَا مَشْرَبًا رَوِيًّا
سَائِغًا هَنِيئًا لَا نَظْمَأُ بَعْدَهُ أَبَدًا
غَيْرَ خَزَايَا وَلَا نَاكِثِينَ وَلَا
جَاحِدِينَ وَلَا مَغْضُوبٍ عَلَيْنَا
وَلَا الضَّآلِّينَ بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ

قرآن ہمارے دلوں کی بہار بنجائے، ہمارے سینوں کو شفا دینے والا، ہمارے غموں کو زائل کرنے والا، ہمارے اندوہ و افکار کو دور کرنے والا اور ہم کو تیری رحمت کی طرف اور تیری راحت والی جنتوں کی طرف بچانے والا، کھینچنے والا اور راستہ بتانے والا بنا دے، اے سب سے زیادہ رحم کرنے والے اپنی رحمت سے ایسا کر دے! الٰہی قرآن پاک کو ہمارے دلوں کے لئے ضیا اور ہماری آنکھوں کے لئے جلا، ہماری بیماریوں کے لئے شفا بنا دے، ہم کو گناہوں سے چھڑانے والا اور دوزخ سے نجات دلانے والا بنا دے، الٰہی! اس کے ذریعہ سے ہم کو بہشتی جوڑے پہنا، ہم کو قیامت کے دن سایہ میں رکھنا: ہم کو پوری پوری نعمتیں عطا فرما اور ہم سے عذاب کو دفع کر، بدلہ دیتے وقت ہم کو کامیاب ہونے والوں میں شامل فرما! راحتوں اور نعمتوں کے وقت ہم کو شکر کرنے والوں اور مصیبت کے وقت صبر کرنے والوں میں سے بنا۔ الٰہی ہم کو ان لوگوں میں سے نہ کر دینا جن کو شیطان نے اپنی طرف مائل کر لیا ہے دین سے الگ کر کے دنیا میں لگا دیا ہے جس کے باعث وہ نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگئے ہیں، اے ارحم الراحمین یہ دعا قبول فرما لے۔ الٰہی! قرآن کو ہمارے حق میں برائی نہ بنا نہ پل صراط کو ہمارا پھسلا دینے والا اور ہمارے نبی ہمارے سردار اور ہمارے وسیلہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کے دن ہم سے اعراض کرنے والا اور منہ موڑنے والا نہ بنا بلکہ اے ہمارے رب اے ہمارے خالق اے ہمارے رازق اُن کو ہمارے لئے ایسا سفارش کرنے والا بنا دے جن کی سفارش قبول کی جائے اور ہم کو اُن کے حوض کوثر پر حاضر کر اور انہی کے جام سے ہم کو سیراب فرما وہ ہم کو خوشگوار اور مبارک شربت پلائیں جس کے بعد ہم کبھی پیاسے نہ ہوں اور نہ خوار ہوں نہ ذلیل ہوں نہ انکار کرنے والے ہوں نہ ہم مستحق غضب ہوں اور نہ گمراہ ہوں، اے ارحم الراحمین اپنی

الرَّاحِمِيْنَ ۔ اَللّٰهُمَّ انْفَعْنَا بِالْقُرْاٰنِ الَّذِيْ
رَفَعْتَ مَكَانَهٗ وَثَبَّتَّ اَرْكَانَهٗ وَاَيَّدْتَ
سُلْطَانَهٗ وَبَيَّنْتَ بَرَكَاتِهٖ وَ
جَعَلْتَ اللُّغَةَ الْعَرَبِيَّةَ الْفَصِيْحَةَ
لِسَانَهٗ وَقُلْتَ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ
فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ
وَهُوَ اَحْسَنُ كُتُبِكَ نَظْمًا وَاَوْضَحُهَا
كَلَامًا وَاَبْيَنُهَا حَلَالًا وَحَرَامًا، مُحْكَمُ
الْبَيَانِ ظَاهِرُ الْبُرْهَانِ مَحْرُوْسٌ مِنَ
الزِّيَادِ وَالنُّقْصَانِ فِيْهِ وَعْدٌ وَ
وَعِيْدٌ وَتَخْوِيْفٌ وَتَهْدِيْدٌ لَا
يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ
وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ
حَمِيْدٍ ۔ اَللّٰهُمَّ فَاَوْجِبْ لَنَا بِهِ الشَّرَفَ
وَالْمَزِيْدَ وَالْحِقْنَا بِكُلِّ سَعِيْدٍ وَاسْتَعْمِلْنَا
فِي الْعَمَلِ الصَّالِحِ الرَّشِيْدِ اِنَّكَ
اَنْتَ الْقَرِيْبُ الْمُجِيْبُ بِرَحْمَتِكَ يَا
اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ ۔ اَللّٰهُمَّ فَكَمَا جَعَلْتَنَا
بِهٖ مُتَصَدِّقِيْنَ وَفِيْهِ مُحَقِّقِيْنَ
فَاجْعَلْنَا بِتِلَاوَتِهٖ مُنْتَفِعِيْنَ وَذِيْ
لَذَّةِ خِطَابِهٖ مُسْتَمِعِيْنَ وَبِمَا فِيْهِ
مُعْتَبِرِيْنَ وَلِاَحْكَامِهٖ جَامِعِيْنَ وَلِاَ
وَامِرِهٖ وَنَوَاهِيْهِ خَاضِعِيْنَ وَعِنْدَ
خَتْمِهٖ مِنَ الْفَائِزِيْنَ وَثَوَابِهٖ حَائِزِيْنَ
وَلَكَ فِيْ جَمِيْعِ شُهُوْرِنَا ذَاكِرِيْنَ
وَاِلَيْكَ فِيْ جَمِيْعِ اُمُوْرِنَا رَاجِعِيْنَ
وَاغْفِرْ لَنَا فِيْ لَيْلَتِنَا هٰذِهٖ اَجْمَعِيْنَ

رحمت سے یہ سب چیزیں عنایت فرما!! الٰہی! اس
قرآن کے ذریعہ ہم کو فائدہ پہنچا، جس کا تو نے مرتبہ بلند
کیا، جس کے فرائض قائم کیے جس کی دلیل مضبوط بنائی، جس
کی برکتیں ظاہر فرمائیں اور فصیح عربی لغت زبان، مخصوص
کی، اور تو نے فرمایا کہ جب ہم اس کو پڑھیں تو اے محمدؐ آپ
اس کی پیروی کریں۔ اس کا بیان ہمارا ذمہ ہے اور قرآن
کی ترتیب تیری سب کتابوں سے اچھی ہے اور کلام سب سے
زیادہ واضح ہے اور حلال و حرام کو سب سے زیادہ کھول کر
بیان کرنے والا ہے، بیان کے اعتبار سے محکم ہے اس کی دلیل
ظاہر ہے اور وہ کمی و بیشی سے محفوظ ہے، اس کے اندر وعدے
اور وعیدیں ہیں، اور ڈراوے اور دھمکیاں ہیں اس میں
کسی طرف سے بھی آکر جھوٹ شامل نہیں ہوا ہے، وہ خدا
کی طرف سے اتاری ہوئی کتاب ہے! الٰہی! تو اس کے ذریعہ
ہمارے لئے شرف اور زیادتی ثواب کا ذریعہ بنادے! اور ہم
کو خوش نصیب لوگوں میں شامل فرمادے اور ہم سے اچھے
اور نیک کام لینا، بیشک تو نزدیک ہے، قبول کرنے والا
ہے۔ اپنی رحمت سے اس دعا کو قبول فرما! الٰہی جیسا کہ تو نے
ہم کو قرآن کی تصدیق کرنے والوں میں سے بنایا ہے اور جو
کچھ اس میں ہے اس کو حق سمجھنے والا بنایا ہے اسی طرح اس کی
تلاوت سے ہم کو نفع اٹھانے والا بنادے اور اس کے خوش
آئند خطاب کو سننے والا کردے، اور جو کچھ اس میں ہے اس سے
نصیحت حاصل کرنے والا بنادے اور ان احکام پر عمل کرنیوالا
بنادے اور اس کے اوامر و نہی کے سامنے جھکنے والا بنادے۔
اس کے ختم کے بعد ہم کو بامراد کر اور ہم کو اس کے ثواب کے حاصل
کرنے والا بنادے، ہم کو تمام مہینوں میں اپنا ذکر کرنے والا
اپنی ہی جانب تمام معاملوں میں رجوع کرنے والا بنادے، ہم
سب کی اس رات مغفرت فرمادے اے ارحم الراحمین اپنی

بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ ۝
اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِنَ الَّذِيْنَ حَفِظُوْا
لِلْقُرْاٰنِ حُرْمَتَهٗ كَمَا حَفِظُوْهُ
وَعَظَّمُوْا مَنْزِلَتَهٗ لَمَّا سَمِعُوْهُ وَ
تَأَدَّبُوْا بِاٰدَابِهٖ لَمَّا حَضَرُوْهُ وَالْتَزَمُوْا
حُكْمَهٗ لَمَّا فَارَقُوْهُ وَاَحْسَنُوْا جِوَارَهٗ
لَمَّا جَاوَرُوْهُ وَاَرَادُوْا ابْتِلَاوَتِهٖ
وَجْهَكَ الْكَرِيْمَ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَوَصَلُوْا
بِهٖ اِلَى الْمَقَامَاتِ الْفَاخِرَةِ وَجَعَلْنَا
بِهٖ مِمَّنْ فِيْ دَرَجِ الْجِنَانِ يَرْتَقِيْ وَبِنَبِيِّهٖ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ رَاضٍ
عَنْهُ يَلْتَقِيْ فَالْمُتَشَفِّعُ بِالْقُرْاٰنِ غَيْرُ
شَقِيٍّ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ ۝
اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا خَتْمَةً مُّبَارَكَةً عَلٰى
مَنْ قَرَءَا وَحَضَرَهَا وَسَمِعَهَا وَ
اَمَّنَ عَلٰى دُعَاءِهَا وَاَنْزِلِ اللّٰهُمَّ مِنْ
بَرَكَاتِهَا عَلٰى اَهْلِ الدُّوْرِ فِيْ دُوْرِهِمْ
وَعَلٰى اَهْلِ الْقُصُوْرِ فِيْ قُصُوْرِهِمْ
وَعَلٰى اَهْلِ الثُّغُوْرِ فِيْ ثُغُوْرِهِمْ وَعَلٰى
اَهْلِ الْحَرَمَيْنِ فِيْ حَرَمَيْهِمْ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ
اَللّٰهُمَّ وَاَهْلُ الْقُبُوْرِ مِنْ اَهْلِ مِلَّتِنَا
اَنْزِلْ عَلَيْهِمْ فِيْ قُبُوْرِهِمُ الضِّيَاءَ
وَالْفُسْحَةَ وَجَازِهِمْ بِالْاِحْسَانِ اِحْسَانًا
بِالسَّيِّئَاتِ غُفْرَانًا وَارْحَمْنَا اِذَا
صِرْنَا اِلٰى مَا صَارُوْا اِلَيْهِ بِرَحْمَتِكَ
يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ ۝ اَللّٰهُمَّ يَا سَابِقَ الْفَوْتِ
وَيَا سَامِعَ الصَّوْتِ وَيَا كَاسِيَ الْعِظَامِ

رحمت کے ذریعہ معاف فرمادے!
اے اللہ ہم کو ان لوگوں میں شامل کردے جنھوں نے قرآن کی عزت کی اس کو حفظ کرنے کے بعد اور اس کو سننے کے بعد اس کی تعظیم کی اور جب اس کے سامنے آئے تو اس کے آداب کو ملحوظ رکھا اور جب جدا ہوئے تو اس کے احکام کو مضبوطی سے تھاما۔ اور اس کا حق رفاقت ادا کیا اور جب انھوں نے اس کو ساتھ لیا تو اس کے پڑھنے سے تیری رضا چاہی اور آخرت کو طلب کیا! پس وہ اس قرآن کے ذریعہ اعلیٰ مقامات کو پہنچے اور اسی قرآن کے ذریعہ جنت کے درجوں پر چڑھنے والوں میں شامل کردے اور ان لوگوں میں شامل کردے جن سے خوشنودی کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ملاقات فرمائیں گے۔ قرآن کی شفاعت ڈھونڈھنے والا بدنصیب نہیں ہوتا۔ اے ارحم الراحمین اس دعا کو قبول فرمالے، الٰہی اس کو برکت والا ختم بنادے اس کے پڑھنے والوں کے لئے اور اس وقت حاضر ہونے والوں کے لئے اور ان کے لئے جنھوں نے اس کو سنا اور اس کی دعا پر آمین کہا! اے اللہ اس قرآن کی برکتیں گھر والوں پر اُن کے گھروں میں اور محلات والوں کے محلات میں نازل فرما۔ الٰہی سرحد پر جہاد کرنے والوں پر اور حرمین شریفین میں رہنے والے مومنوں پر اس کی برکتیں نازل فرما! الٰہی! ہماری ملت کے مردوں کی قبروں میں اس کی برکت سے روشنی اور کشادگی نازل فرمادے، اور ان کی نیکیوں کی اچھی جزا عطا فرما اور اُن کے گناہوں کو بخشدے، اے ارحم الراحمین اپنی رحمت سے، رحم فرما جب کہ ہم چلے جائیں! اے وہ ذات جو ہر سابق سے سابق ہے، اے آواز کے سننے والے!

بَعْدَ مَوْتٍ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَلَا تَدَعْ لَنَا فِیْ هٰذِهِ اللَّيْلَةِ الشَّرِيْفَةِ الْمُبَارَكَةِ ذَنْبًا اِلَّا غَفَرْتَهٗ وَلَا هَمًّا اِلَّا فَرَّجْتَهٗ وَلَا كَرْبًا اِلَّا نَفَّسْتَهٗ وَلَا غَمًّا اِلَّا كَشَفْتَهٗ وَلَا سُوْٓءً اِلَّا صَرَفْتَهٗ وَلَا مَرِيْضًا اِلَّا شَفَيْتَهٗ وَلَا مُبْتَلًی اِلَّا عَافَيْتَهٗ وَلَا ذَا اِسَاءَةٍ اِلَّا اَقَلْتَهٗ وَلَا حَقًّا اِلَّا اَسْتَخْرَجْتَهٗ وَلَا غَائِبًا اِلَّا رَدَدْتَهٗ وَلَا عَاصِيًا اِلَّا هَدَيْتَهٗ وَلَا حَاجَةً مِّنْ حَوَائِجِ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ لَكَ فِيْهَا رِضَاءٌ وَلَنَا فِيْهَا صَلَاحٌ اِلَّا اَعَنْتَنَا عَلٰی قَضَاءِهَا بِيُسْرٍ مِّنْكَ وَعَافِيَةٍ مَّعَ الْمَغْفِرَةِ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ ۝ اَللّٰهُمَّ عَافِنَا وَاعْفُ عَنَّا بِعَفْوِكَ الْعَظِيْمِ وَسِتْرِكَ الْجَمِيْلِ وَاِحْسَانِكَ الْقَدِيْمِ يَا دَائِمَ الْخَيْرِ يَا كَثِيْرَ الْمَعْرُوْفِ وَصَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَسَنَدِنَا مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَسَلِّمْ تَسْلِيْمًا۔ رَبَّنَا اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّهَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا وَّوَفِّقْنَا لِعَمَلٍ صَالِحٍ يُرْضِيْكَ عَنَّا بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ ۝ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ كَمَا هَدَيْتَنَا بِهٖ مِنَ الضَّلَالَةِ ۝ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ كَمَا اسْتَنْقَذْتَنَا بِهٖ مِنَ الْجَهَالَةِ ۝ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ كَمَا بَلَّغَ الرِّسَالَةَ ۝ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ

اے وہ ذات جو مرنے کے بعد ہڈیوں کو گوشت کا لباس پہنانے والی ہے، رحمت بھیج حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اور ان کی اولاد پر اور اس مبارک رات میں ہمارا کوئی گناہ ایسا نہ چھوڑ جس کو تو نے نہ بخش دیا ہو اور نہ کوئی ایسا غم ہو جس کو تو نے دور نہ کر دیا ہو اور نہ کوئی ایسی سختی جس کو تو نے ہٹا نہ دیا ہو اور نہ کوئی ایسا رنج جس کو تو نے دور نہ کر دیا ہو اور نہ کوئی ایسی برائی جس کو تو نے پھیر نہ دیا ہو اور نہ کوئی ایسا مریض جس کو تو نے شفا نہ بخشی ہو اور نہ کوئی ایسا گنہگار جس کو تو نے معاف نہ کر دیا ہو ہدایت یاب کئے بغیر چھوڑا ہو، اور نہ کسی بچے کو صالح بنائے بغیر اور نہ کسی مُردے کو رحمت کے بغیر، اور دنیا اور آخرت کی کوئی ایسی حاجت پوری کئے بغیر نہ چھوڑ جس میں تیری رضا ہو اور وہ ہمارے لئے بھی مفید ہو، الٰہی تو اس کو ہمارے لئے آسان، فائدہ رساں اور بخشش کا باعث بنا دے۔ اے ارحم الراحمین! ہماری یہ دُعا اپنی رحمت سے قبول فرما الٰہی! ہم کو عافیت عطا فرما اور اپنے عفو عظیم سے ہم کو معاف فرما دے اپنی جمیل پردہ پوشی سے اور اپنے قدیم احسان کے طفیل اے بہت ہی بھلائی اور نیکی کرنے والے رحمت نازل فرما، ہمارے آقا اور سردار حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور ان کے تمام پیغمبر بھائیوں، ان کی اولاد اور ملائکہ پر اور ان سب پر اپنی سلامتی نازل کر۔ اے ہمارے رب ہم پر اپنی طرف سے رحمت فرما اور ہم کو ہمارے کاموں میں درستی عنایت کر دے اور ہم کو اس نیک عمل کی توفیق عطا کر جس سے تو راضی ہو! اے ارحم الراحمین! اپنی رحمت سے اس دعا کو قبول کر! الٰہی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی رحمت نازل فرما جس طرح انھوں نے رسالت کا فرض ادا کیا ہے! اے اللہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر

شَمْسِ الْبِلَادِ وَقَمَرِ الْمِهَادِ وَ زَيْنِ الْوِرَادِ
وَشَفِيْعِ الْمُذْنِبِيْنَ يَوْمَ التَّنَادِ ه اَللّٰهُمَّ صَلِّ
عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى ذُرِّيَّتِهٖ وَجَمِيْعِ صَحَابَتِهٖ
الَّذِيْنَ قَامُوْا بِنُصْرَتِهٖ وَجَبَرُوْا اَعْلٰى
سُنَّتِهٖ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ ه
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدِنِ الَّذِيْ بِالْحَقِّ بَعَثْتَهٗ
وَبِالصِّدْقِ نَعَتَّهٗ وَبِالْحِلْمِ
بِاَحْمَدَ سَمَّيْتَهٗ وَفِي الْقِيَامَةِ
فِيْ اُمَّتِهٖ شَفَّعْتَهٗ ، اَللّٰهُمَّ صَلِّ
عَلٰى مُحَمَّدٍ مَا زَهَرَتِ النُّجُوْمُ وَ
صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ مَا مَلَاحَتِ الْغُيُوْمُ
وَصَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ مَا ذَكَرَهُ الْاَبْرَارُ ه
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ مَا اخْتَلَفَ اللَّيْلُ
وَالنَّهَارُ وَصَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَ
عَلٰى مُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ بِرَحْمَتِكَ
يَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ ه

جو شہروں کے آفتاب، زمین کے مہتاب، قیامت کی زینت اور
روز محشر میں گنہگاروں کی شفاعت کرنیوالے ہیں ان پر
رحمت نازل فرما، الٰہی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
پر ان کی اولاد پر اور ان کے تمام صحابہؓ پر جنھوں نے دین کی مدد
فرمائی اور سب کے سب رسول کے پیرو ہیں اپنی رحمت نازل فرما
الٰہی رحمت نازل فرما حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر
جن کو تو نے سچا دین دے کر بھیجا اور تو نے ان کی سچی تعریف
کی اور بردباری ان کی علامت بنائی اور احمدؐ ان کا مبارک
نام رکھا اور قیامت کے دن اُمّت کے بارے میں تو انکی
سفارش قبول فرمائے گا۔ الٰہی حضرت محمد مصطفیٰ پر رحمت نازل
فرما جب تک ستارے روشن ہیں اور ان پر رحمت بھیج جب تک
بادل جمع ہوتے رہیں اور ان پر رحمت نازل فرما اے حیّ
اے قیوم۔ الٰہی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر رحمت نازل
فرما جب تک نیک لوگ ان کا ذکر کرتے رہیں۔ اے اللہ حضرت
محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم پر رحمت نازل فرما جب تک رات
دن کی آمد و رفت کا سلسلہ قائم ہے، اے اللہ اپنی رحمت
نازل فرما حضرت محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم اور مہاجرین و انصار پر

ایک وصیت

صاحب خیر و برکت ماہ رمضان کی آخری شب

اللہ کے بندو! اللہ تم پر رحمت نازل فرمائے، یہ رخصت ہونے والے مہینے کی آخری شب ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے مشرف کیا اور اس کی عظمت بڑھائی اس کے رتبہ کو بلند کیا، دن کے روزوں، رات کی نمازوں اور قرآن پاک کی تلاوت اللہ کی رحمت اور اس کی خوشنودی کے نزول کے باعث اللہ تعالیٰ نے اس کو کرامت بخشی! اس مہینے میں تم پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے رحمت وسعادت نازل ہوئی ہے، اللہ تعالیٰ نے اس مہینے کو سال کے چراغ اور موتیوں کے ہار کا درمیانی موتی (واسطۃ العقد) بنایا، نماز و روزہ کے لوز کی وجہ سے اس کو ارکان اسلام میں بہت زیادہ مکرم بنایا اسی مہینے میں

اس نے اپنی کتاب نازل فرمائی اور توبہ کرنے والوں کے لئے قبولیت کے دروازے کھول دیئے۔ اس ماہ میں ہر دعا قبول ہوتی ہے اور ہر نیکی جمع ہو جاتی ہے، ہر ضرر اس مہینہ میں اٹھا دیا جاتا ہے۔ کامیاب اور قابل مبارک باد وہی ہے جس نے اس مہینے کے اوقات کو غنیمت سمجھا اور نقصان اٹھانے والا اور گھاٹے میں رہنے والا وہی ہے جس نے اس کو ضائع کردیا اور اس کو ہاتھ سے کھودیا۔

یہ مہینہ گناہوں کا کفارہ ہے!

اللہ تعالیٰ نے اس مہینے کو تمھارے لئے گناہوں کے لئے طہارت کا ذریعہ اور تمھاری برائیوں کے لئے کفارہ بنایا ہے، تم میں سے جس کسی نے اس کو اچھی طرح بسر کیا اس کے لئے وہ آخرت کا ذخیرہ اور توشہ بن گیا اور جس نے اس مہینے کے تقاضے پورے کئے اور اس ماہ کے حقوق ادا کردیئے اس کے لئے یہ مہینہ خوشی و راحت کا مہینہ بنا دیا گیا یہ مہینہ ایسا ہے کہ اس مہینہ میں فاسق و فاجر بھی سدھر جاتے ہیں، اور نیک بندوں کی توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف بڑھ جاتی ہے، یہ ایسا مہینہ ہے جو دلوں کو آباد کرتا ہے، گناہوں کا کفارہ بنجاتا ہے اور یہ مہینہ مسجدوں کو پُر کرنے والا ہے، اس مہینہ میں فرشتے آزادی اور رہائی کے پروانے لیکر نازل ہوتے ہیں، اس مہینے میں مسجدیں آباد ہو جاتی ہیں، چراغ روشن ہوتے ہیں، آیات قرآنی کی تلاوت کی جاتی ہے، دلوں کی درستی ہوتی ہے، گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

یہ مہینہ وہ ہے جس میں مسجدیں انوار الٰہی سے چمک اٹھتی ہیں اور ملائکہ روزہ داروں کے لئے کثرت سے استغفار کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس مہینے کی ہر رات کو افطار کے وقت چھ لاکھ افراد کو دوزخ کی آگ سے نجات دیتا ہے، اس ماہ میں برکتوں کا نزول ہوتا ہے۔ لوگ اس ماہ میں زیادہ صدقات کرتے ہیں، اس ماہ میں برکتوں کا نزول ہوتا ہے لغزشیں معاف کردی جاتی ہیں، لوگوں کی گریہ و زاری پر رحم فرماتا ہے اور وہ کم ہو جاتی ہے۔ اس ماہ میں جنت کی حسین حوریں آواز دیتی ہیں، اے روزہ دار مرد اور عورتو! اور عبادت کرنے والے مرد اور عورتو! تم کو وہ رحمتیں اور بھلائیاں مبارک ہوں جو اللہ نے تمھارے لئے تیار کر رکھی ہیں۔ یقیناً تم کو برکتوں نے ڈھانک لیا ہے اور زمین و آسمان کے تمام رہنے والے تم سے خوش ہیں۔

اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحمت فرمائے۔ جس نے مرنے سے پہلے اپنے نفس کے لئے تیاری کی اور ماضی و مستقبل کی فکر سے آزاد ہوکر امروز (حال) میں مشغول! (حال کو کامیاب بنایا) اور اپنے بچے کھچے سامان سے زادراہ فراہم کرنے میں مصروف ہوا جو اس کی عمر ختم ہونے تک پورا ہو جائے گا، اور وہ نیک بندہ اس مہینے کی جدائی سے غمگین ہوا اور سلام کرکے اس کو اس طرح رخصت کیا:

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا شَہْرَ رَمَضَانَ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا شَہْرَ الصِّیَامِ وَالْقِیَامِ وَتِلَاوَتِ الْقُرْآنِ "اے درگذر اور معافی کے مہینے تجھ پر سلام ہو، اے برکت اور بھلائی کے مہینے تجھ پر سلام ہو، اے تحفوں اور رضا مندی کے مہینے تجھ پر سلام ہو، اے عبادت اور قربانی (نفس) کے مہینے تجھ پر سلام ہو، اے روزوں اور تہجد کی عبادت والے

مہینے تجھ پر سلام ہو، اے تراویح کے مہینے تجھ پر سلام ہو، اے نور اور چراغاں
کے مہینے تجھ پر سلام ہو، اے عارفوں کی مسرت تجھ پر سلام ہو، اے خوبیوں والے
لوگوں کے باعث افتخار مہینے تجھ پر سلام ہو، اے عبادت گزاروں کے باغ تجھ پر
سلام ہو،

اے ہمارے مہینے ہم نے تجھے رخصت کیا حالانکہ ہم تجھے رخصت کرنا نہیں چاہتے تھے ہم تجھ سے جدا ہو گئے حالانکہ تو ہمارا دشمن نہیں تھا، اے ماہ رمضان، تیرا سراپا صدقہ اور روزہ تھا، تیری ذات سراپا قرآن کی تلاوت اور قیام تھی تجھ پر ہماری جانب سے سلامتی ہو، تجھے ہم مبارکباد پیش کرتے ہیں، خدا جانے ہم کو آئندہ تو میسّر ہوگا یا نہیں، ممکن ہے کہ ہم موت سے ہم آغوش ہو جائیں اور تو ہم تک نہ آئے! اے ماہ رمضان تجھ سے ہماری مسجدوں کے چراغ روشن رہتے تھے اور وہ آباد رہتی تھیں، اب جب کہ تو جا رہا ہے وہ چراغ بجھ جائیں گے اور تراویح ختم ہو جائیں گی اور ہم پھر اس حالت پر لوٹ آئیں گے اور تجھ جیسے عبادت والے مہینے سے جدا ہو جائیں گے۔

اے کاش میں جانتا کہ ہم میں سے (اس ماہ کے) کس کے اعمال قبول ہوئے ہم اس کو اس کے ایسے اچھے اعمال پر مبارکباد پیش کرتے ہیں، اے کاش کہ میں جانتا، ہم میں سے کس کے اعمال نامقبول ہوئے ہم اس کی بداعمالی پر تعزیت کرتے۔

اے مقبول اعمال والے! تجھے اللہ کا ثواب اس کی خوشی، مبارک ہو، تجھے اللہ کی رحمت، اس کی مقبولیت اور اس کی مغفرت مبارک ہو، تجھے اللہ کا انعام، گناہوں کی معافی، اس کی نعمتوں کی ارزانی مبارک ہو تجھے اللہ کی جنت میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے داخلہ مبارک ہو۔

اے نامقبول اعمال والے: تیرے اصرار، سرکشی، ظلم و تعدی، غفلت و نسیان، نقصان اور مسلسل گناہ کرنے کا باعث اللہ تعالیٰ کا غضب اور اس کی ناراضگی تجھ پر بہت بڑا غضب بن کر ٹوٹی ہے، اے بندے تیری اشک ریز آنکھیں کہاں ہیں۔ تیرے بہنے والے آنسو کہاں گئے، تیری فریاد کہاں گئی! تو نے توبہ کو تاخیر میں کس دن کے لئے ڈال رکھا ہے: اور کس سال کے لئے تو نے اپنے خزانے کو جمع کر رکھا ہے (اس کو کب خرچ کرے گا) کیا آئندہ سال کے لئے! یا موجودہ سال گذر جانے کے وقت تک! خبردار ایسا نہ کرنا، عمروں کی مدت تیرے علم میں نہیں ہے، تجھے کیا معلوم موت کب آئے گی، اور نہ تو مقدروں کے پہچاننے پر قادر ہے۔

ذرا غور کر! کتنے امیدوں سے بھرپور دل گزرے ہیں جن کو امید برآری کی توقع تھی لیکن ان کی امید بر نہیں آئی اور کتنے امیدوں کے چاہت والے تھے جو اس تک نہیں پہنچ سکے! بہت سے ایسے لوگ تھے جو عید کی خوشیاں منانے کی تیاری میں مصروف تھے اور وہ قبر میں پہنچا دیئے گئے۔ اور ان کا آراستہ لباس ان کا کفن ثابت ہوا، بہت سے ایسے تھے جو صدقۂ فطر ادا کرنے کی تیاری میں مشغول تھے لیکن وہ خود ہی قبر میں رہن رکھ دیئے گئے

بہت سے ایسے لوگ ہیں جو روزہ نہیں رکھیں گے اور اللہ کے سوا دوسرے مشغلوں میں لگے رہیں گے، پس اے خدا کے بندو! خدا کی حمد کرو کہ اس نے ماہِ خیر کو اخیر تک پہنچا دیا اور اللہ تعالیٰ سے اس ماہ کے روزوں اور عبادت کی..

قبولیت کی دعا مانگو اس ماہ کے جو حقوق ہیں ان کی ادائیگی کی طرف متوجہ ہو جاؤ اٹھو اور اس کی توفیق کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو۔

اے لوگو! اللہ تم پر رحمت نازل فرمائے: تم کو سمجھ لینا چاہیے کہ تم ایک بہت ہی برگزیدہ اور معزز مہینے سے جدا ہو رہے ہو: پس وہ روزہ دار اور عبادت کرنے والے کہاں ہیں جو پچھلے برسوں میں تمہارے ساتھ تھے؟ اور وہ لوگ کہاں ہیں جو تمہارے ساتھ رمضان کی راتوں میں شریک عبادت تھے، اور تمہارے والدین، بہن اور بھائی، ہمسائے اور قرابت دار کہاں ہیں جو خدا کا ہر حق ادا کیا کرتے تھے، خدا کی قسم ان کو موت آ گئی وہ موت جو تمام لذتوں کو ڈھانے والی اور برباد کرنے والی ہے، تمام ارمانوں کو کاٹنے والی ہے اور جمعیتوں میں تفرقہ ڈالنے والی ہے، ان سے مجلسیں خالی ہو گئیں۔ مسجدیں ان سے سنسان ہو گئیں اب تو تم ان کو۔۔ قبروں کی مٹی میں پڑا ہوا دیکھ رہے ہو، ان پر جو حالت طاری ہے اس کو وہ ٹال نہیں سکتے۔ اب ان کو اپنے نفوس کے نفع و نقصان پر قدرت حاصل نہیں ہے، وہ اس دن کے منتظر ہیں جس دن لوگ اپنے رب کی طرف بلائے جائیں گے (روز حشر) اور ساری مخلوق میدان میں جمع کر دی جائے گی۔ وہ اس دن ہر طرف دوڑتے پھریں گے، اس دن کی ہولناکی (ہیبت) سے کانپتے ہونگے اور اس دن کے حساب کے خوف سے ان کے دل پھٹے پڑے ہوں گے: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "اور صور پھونکا جائے گا تو ہم ان سب کو اکٹھا کریں گے۔"

اے اللہ کے بندو۔ پس جس نے ماہ رمضان میں حرام سے اپنے آپ کو باز رکھا تو اُسے چاہیے کہ اسی طرح وہ تمام مہینوں میں اور سالوں میں بھی اپنے نفس کو اسی طرح حرام سے بچائے رکھے کیونکہ ماہ رمضان اور غیر ماہ رمضان یعنی دوسرے مہینے کا مالک ایک ہے اور وہ ان دونوں زمانوں سے اچھی طرح واقف ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم کو اور تم کو اس مہینے کی جدائی کے بعد جزا دے اور اپنی رحمت عام سے ہم کو اور تم کو صلہ عطا فرمائے اور باقی امور میں ہمارے اور تمہارے لئے برکت عطا فرمائے، اپنے فضل، رحمت اور احسان سے ہمیں ہدایت کے راستے پر چلائے: آمین

الٰہی: تو نے اس رات میں اپنی بخشش، آزادی، رحمت، رضا، عفو و درگذر، احسان و اکرام، دوزخ سے نجات اور ہمیشہ کے لئے جنت میں داخلے فرما دیا ہے: اے العالمین! ہم کو سب سے زیادہ اس سے حصہ عنایت فرما (آمین)

الٰہی: جس طرح تو نے ماہ صیام ہم کو عطا فرمایا اسی طرح اس ماہ کے حال کو برکتوں سے بھر دے اور اسکے ایام کو بہت زیادہ مبارک بنا دے اور ہم سے اس کو قبول فرمالے یعنی وہ اعمال جو اس ماہ میں ہم نے بحیثیت روزہ اور عبادت کئے ہیں، وہ قبول فرمالے اور ہمارے اُن گناہوں کو بخش دے جو اس ماہ میں ہم سے سرزد ہوئے ہیں۔ ہم کو مخلوق کے حقوق سے اس دن نجات عطا فرما دے جس دن تیرے سوا کوئی امیدگاہ نہیں ہوگی اے سب سے زیادہ جاننے والے، اے سب سے زیادہ رحم کرنے والے اس دعا کو قبول فرمالے۔

الٰہی: اس میں کچھ شک نہیں کہ ہم سے اس ماہ کے روزوں اور قیام (عبادت) میں کوتاہی ہوئی اور ہم تیری عبادت کا کچھ حق ہی ادا نہیں کر سکے، اس قصور کے پیش نظر ہم تیرے در پر سوالی بنکر جھکتے ہیں اور تیری رضا اور رحمت کے طالب بنکر سر کو جھکاتے ہیں۔ الٰہی: ہم نامراد واپس نہ کر اور نہ اپنی رحمت سے مایوس فرما، ہم تیرے محتاج ہیں تیرے سامنے ایک بندے کی طرح ہیں: پس ہم تو تیری ہی جانب رجوع ہوتے ہیں اور تجھ ہی سے خیر کے طالب ہیں۔ ہم تیرے ہی دروازے کو کھٹکھٹاتے

ہیں اور صرف تیری ہی رحمت سے سوال کرتے ہیں، تو ہم پر رحم فرما اور ہمارے دلوں کو سنوار دے اور ہمارے عیبوں کو چھپا لے۔ ہمارے گناہوں کو معاف فرما دے اور قیامت کے دن ہماری آنکھوں کو خنکی مرحمت فرما اور ہم کو اپنی عظیم و گراں بہا توجہ سے محروم نہ کر! ہمارے عمل کو قبول فرما اور ہماری کوششوں کو پذیرائی عطا کر اور اس رات سے ہم کو زیادہ سے زیادہ حصہ عطا فرما۔

الٰہی! اگر تیرے لازوال علم میں آئندہ سال اس ماہ میں ہمارا مقدر ہے تو اس میں ہمیں برکت عطا فرما اور اگر ہماری عمر پوری ہو چکی ہے اور موت ہمارے درمیان حائل ہونے والی ہے تو ہمارے اخلاف (بیٹے پوتوں وغیرہ) کو نیک بنا دے اور ہمارے اگلوں پر اپنی رحمت کو کشادہ کر دے اور ہم سب کو اپنی عام رحمت و بخشش سے نواز! انبیاء، صدیقین شہدا اور صالحین کی رفاقت دے، الٰہی! ہماری اس دعا کو قبولیت کا شرف عطا فرما!

الٰہی! اہل قبور ایسے گناہوں کی پاداش میں گروی ہیں کہ ان سے چھٹکارا نہیں پا سکتے اور ایسی تنہائی کی قید میں گرفتار ہیں کہ اس سے آزاد نہیں ہو سکتے اور ایسے مسافر ہیں جن کو مہلت نہیں دی جا سکتی: ان کے چہرے کی خوبصورتی کو موت نے مسخ کر دیا اور زہریلے کیڑے قبروں میں ان کے ہمسائے بن گئے ہیں وہ اس طرح خاموش ہیں کہ بات نہیں کر سکتے اور ایک دوسرے کے ایسے پڑوسی ہیں کہ آپس میں مل جل نہیں سکتے اور وہ اپنی اپنی قبروں میں قیامت تک اس طرح سونے والے ہیں کہ کہیں اور منتقل نہیں ہو سکتے۔ ان میں نیک بھی ہیں اور بد بھی، پیچھے رہ جانے والے بھی ہیں اور آگے بڑھ جانے والے بھی!

الٰہی! جو لوگ ان میں خوش ہونے والے ہیں ان کی خوشی اور مسرت کو اور بڑھا دے اور جو ان میں غمگین ہیں ان کا غم خوشی اور مسرت میں بدل دے! الٰہی تمام مومن مُردوں پر اپنی رحمت نازل فرما، اے ارحم الراحمین اس دعا کو شرف قبول عطا فرما!!

الٰہی ان مُردوں کی قبروں کو ان کے لئے راحت گاہ اور اپنی بخشش، مغفرت، معافی اور احسان کی منزل بنا دے تاکہ وہ اپنی اپنی قبروں میں مطمئن ہو جائیں! اور تیرے جود و کرم پر یقین کرنے والے اور اعلیٰ درجوں پر پہنچنے والے بن جائیں۔ الٰہی ان تمام نعمتوں کے ساتھ ان کے باپ، بیٹوں، بھائیوں اور رشتہ داروں کو بھی اپنے کرم سے نواز قبل اس کے کہ یہ دنیا تباہ ہو جائے اور تیرگی صفا پر غالب آ جائے اور زندگی کے ہاتھ سے امید کا دامن نکل جائے اور مکانات مٹی میں دب کر برباد ہو جائیں اور یہ سب کچھ اس سے پہلے ہو کہ ہمدردی دشمنی سے بدل جائے، قطرہ سیلاب کی شکل اختیار کرے، صبح رت کا روپ دھارے اور زمین و آسمان کے رہنے والوں پر سکوت مرگ طاری ہو جائے اور یہ سب نعمتیں ہم کو اس سے پہلے حاصل ہوں کہ ضعیف اپنی پیرانہ سالی پر اور ادھیڑ عمر والا اپنی ادھیڑ عمر پر تاسف کرے! گنہگار کف افسوس ملیں اور نوجوان واحسرتا! واحسرتا!! پکاریں۔ یہ سب نعمتیں اس سے قبل عطا فرما دے کہ ندامت و شرمندگی ان کو غرق کرے اور وہ اس طرح مہر بہ لب ہو جائیں کہ بول نہ سکیں اور اپنے اعمال سے آگاہ ہو کر ندامت سے سروں کو جھکائیں اور عذاب سے خوفزدہ ہو کر وہ یہ خواہش کرنے لگیں کہ کاش ہم پیدا نہ ہوئے ہوتے۔

اے روزی دینے والے! آواز کو سننے والے! مرنے کے بعد زندہ کرنے والے! حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور ان کی آل و اولاد پر اپنی رحمت نازل فرما، الٰہی! اس مبارک اور شرف رکھنے والی رات میں ہمارا کوئی ایسا گناہ معاف کئے

بغیر بخشے نہ چھوڑ اور نہ کوئی ایسا غم موجود ہو جسے تونے دور نہ فرما دیا ہو، اور نہ کوئی ایسا مصیبت زدہ باقی رہے جس کو تونے عافیت نہ عطا کردی ہو، بُروں کو بھی نظر انداز نہ فرما: اُن کے گناہ بھی معاف فرما دے! نہ کوئی ایسا قرضدار باقی رہے جس کو تونے قرض سے نجات عطا نہ فرمادی ہو اگر کوئی گم گشتہ ہو تو تو اس کو راہ بتادے: کوئی ایسا گنہگار باقی نہ رہے جس کے گناہ تونے نہ بخشدیئے ہوں اور نہ کوئی ایسا مردہ باقی رہے جس پر تونے اپنی رحمت نازل نہ فرمائی ہو۔

ہماری دین و دنیا کی کوئی بھی ضرورت جس میں تیری رضا بھی شامل ہے اور کس میں ہماری بھلائی بھی اس کو ہمارے لئے آسان بنادے اور اپنی بخشش کے ساتھ پورا فرمادے، اے ارحم الراحمین اس دعا کو اپنی قبولیت کا شرف عطا فرما۔ الٰہی ہمارے آباؤ اجداد، ہماری ماؤں، بھائیوں، بیٹوں، عزیزوں، شاگردوں، استادوں، ہمارے لئے دُعا کرنے والوں اور ہم سے دعا کے طلبگار دل کے گناہ بخش دے: الٰہی ان کے بھی گناہ معاف فرمادے جن سے ہمیں تیری خاطر غیبت اور نفرت ہے جن کو ہم نے تیری خاطر چھوڑ لیا ہے خواہ ان میں سے کوئی زندہ ہے یا مردہ۔ ان سب کے بھی گناہ بخش دے: الٰہی ہماری اس دعا کو اپنی رحمت سے قبولیت کا شرف عطا فرما!!

اے معبود برحق! تمام چھپی باتوں کے جاننے والے! اے بلاؤں کے دُور کرنے والے، دعا کو قبولیت عطا کرنے والے، غموں کو دور کرنے والے: حضرت محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی رحمت نازل فرما جو ساری مخلوق سے بہتر ہیں، ہم کو اپنی کتاب (قرآن مجید) کی آیات سے نفع پہنچا اور اس کی ترتیل و تلاوت کے واسطے سے ہماری گناہوں کو دھو ڈال اور رمضان کے روزوں اور عبادت کے ذریعے ہمارے درجے اپنی قربت میں بلند فرما: اے پوشیدہ باتوں کے جاننے والے ہمارے حضور محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی آل پر رحمت نازل فرما اور قرآن کے ذریعہ ہماری خطائیں معاف فرما اور اس کے توسط سے ہم پر زیادہ عنایت کر اس کے ذریعہ ہمارے بیماروں کو اچھا کردے، ہم میں سے جو مر گئے ہیں اُن پر رحم فرما، ہمارے دینی و دنیوی معاملات بہتر فرمادے اور اس کے ذریعے ہمارے عصیاں کے بوجھ اُتار دے اور ہم کو توفیق عطا فرما کہ ہم نیکوں کے خصائل اختیار کریں۔ ہماری تمام خطائیں اور لغزشیں اور غلطیاں معاف فرمادے، ہمارے دل اور ہمارے باطن کو پاک فرمادے اور قرآن کی برکت سے اذکار کو بہتر بنادے اور اس کے ذریعے ہمارے خیالات کو پاکی عطا فرما۔ ہم کو گرانی سے نجات عطا کردے، ہم سے اشرار کی برائیوں اور فاجروں کے مکر کو دور فرمادے، ہم کو صحابہ کرام (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کی محبت پر زندہ رکھ! ہم کو دوزخ سے نجات عطا فرما اور دنیا و آخرت میں بھلائی عطا کر، دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھ،

تمام تعریف خدا کے لئے ہے! خدا کی تمام رحمتیں حضور اکرم خاتم الانبیا محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم پر ان کی اولاد پر، صحابہ کرامؓ پر اور ازواج مطہرات پر نازل ہوں۔ اے اللہ ان سب پر کثرت سے سلام بھیج۔

باب ۲۴

آداب المریدین

وہ فقرائے حقیقی جو ان صوفیائے کرامؒ کے راستے اور طریقے پر چلنے والے ہیں، جو نفسانی خواہشوں اور گمراہ کرنے والی آرزوؤں سے پاک اور عادات رذیلہ سے محفوظ ہیں، وہ سب لوگ ابدال اور اولیاء اللہ کے گروہ میں داخل ہیں، ان کے دل میں جو خدا کا خوف اور ڈر ہے اس کے باعث یہ حضرات بہت کم مدت میں شرفیاب ہو جاتے ہیں۔

اِرادت، مُرید و مُراد

اِرادت کی تعریف اپنی عادات کو ترک کر دینا ارادت ہے تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ دل کو اللہ تعالیٰ کی طلب میں ترک ماسوا کے لئے مستعد بنا لینا ارادت ہے جب انسان ان عادتوں کو چھوڑ دے گا جو دنیا اور آخرت کی لذتیں کہلاتی ہیں تو اس کی ارادت، ارادت کامل ہوگی، ہر معاملہ میں یہی ارادت سب سے مقدم ہے، اس کے بعد قصد کا نمبر ہے اور پھر عمل کا بس ارادتِ سالک حق کی ابتدا ہے اور اس کی پہلی منزل کا نام ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد فرمایا:۔

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ بِالْغَدٰوۃِ وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْھَہٗ:

تم ان لوگوں کو جو صبح و شام اپنے رب کو پکارتے ہیں اور اس کی رضا کے طالب ہیں نہ دھتکارو!

مقام فکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے لوگوں کے دھتکارنے اور اپنے سے دور رکھنے سے منع فرمایا ہے، دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے:۔

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ بِالْغَدٰوۃِ وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْھَہٗ وَلَا تَعْدُ عَیْنَاکَ عَنْھُمْ تُرِیْدُ زِیْنَۃَ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا ہ

اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے نفس کو صبر کی عادت ڈالئے ان لوگوں کے ساتھ جو اپنے رب کو صبح و شام پکارتے ہیں تاکہ اس کی رضا حاصل کریں اور آپ ان سے اپنی آنکھیں نہ پھیرئے اس نیت سے کہ آپ ان سے دنیوی زندگی کی رونق چاہیں

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیبؐ کو ان کے ساتھ رابطہ رکھنے اور صبر کرنے کا حکم دیا اور صحابہ کرامؓ کی تعریف ان الفاظ میں فرمائی کہ "یہ لوگ خداوند تعالیٰ کی رضا کے طالب ہیں اس کے بعد فرمایا گیا کہ آپ ان سے دنیوی زندگی کی آسائش چاہتے ہوئے اغماض واعراض نہ فرمائیں" اس سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی کہ طریقت کی حقیقت خداوند تعالیٰ کی رضا طلبی ہے اور دنیا و آخرت کی زینت کے مقابلے میں اللہ کی رضا بہت کافی و وافی ہے۔

مرید کسے کہتے ہیں

مرید یعنی خداوند تعالیٰ کی رضا کا طالب وہ ہے جس میں یہ سب اوصاف تمام و کمال موجود ہوں یعنی وہ اس وصف سے بہرہ مند ہو کہ ہمیشہ خداوند تعالیٰ اور اس کی اطاعت کی جانب متوجہ رہے، ماسوا اللہ سے اس کو بیزاری ہو۔ وہ اللہ کے سوا کسی اور چیز کے قبول کرنے سے نفرت کرے۔ وہ اپنے رب کی سنتا ہو اور کتاب و سنت کے احکام پر عمل پیرا ہو، غیر اللہ کی جانب سے وہ بہرا ہو جائے (کسی بات پر کان نہ دھرے) وہ خدا کے نور کے ذریعہ سے دیکھتا ہو اور خدا اپنی ذات میں اور اپنے سے سوا تمام مخلوق میں اللہ کا فعل ہی مشاہدہ کرتا ہو، غیر اللہ کی طرف سے اندھا ہو جائے، اور کسی اور کو سوائے اللہ عزوجل کے، فاعل حقیقی نہ سمجھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد!

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: تیری محبت تجھے کسی چیز سے اندھا اور بہرا بنا دیتی ہے یعنی محبوب کے ماسوا سے تجھے اندھا اور بہرا کر دیتی ہے اس لئے تو محبوب ہی میں کھویا رہتا ہے، آدمی اس وقت تک محبت نہیں کرتا جب تک وہ ارادہ نہ کرے اور وہ اس وقت تک ارادہ نہیں کر سکتا جب تک ارادہ میں خلوص موجود نہ ہو اور ارادہ میں خلوص اس وقت پیدا ہوتا ہے جب اس کے دل میں مشیت الٰہی کی چنگاری شعلہ زن ہو جاتی ہے اور یہی چنگاری ماسوا اللہ کو جلا ڈالتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔ اِنَّ الْمُلُوْکَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْیَةً اَفْسَدُوْھَا وَجَعَلُوْا اَعِزَّةَ اَھْلِھَا اَذِلَّةً

بیشک بادشاہ جب کسی بستی (قریہ) میں داخل ہوتے ہیں تو اس کو ویران کر دیتے ہیں اور اس بستی کے ذی عزت لوگوں کو ذلیل بنا دیتے ہیں۔

گویا دل ایک بستی ہے اور مشیت الٰہی کی چنگاری اس بستی کی ہر چیز آرزو اور خواہش کو جلا ڈالتی ہے۔

محبت الٰہی کا خواستگار

محبت ایک ایسی آرزو اور ایک ایسی خواہش ہے جو ہر مصیبت کو آسان بنا دیتی ہے، ایسے شخص کی نیند، نیند کے انتہائی غلبہ کے وقت ہوتی ہے (آرام کے لئے نہیں) اس کا کھانا فاقہ کے وقت اور کلام ضرورت کے تحت ہوتا ہے اس لئے کہ وہ ہمیشہ اپنے نفس سے نفرت کرتا رہتا ہے (اس کو آرام پہنچانے کے لئے اس کا سونا کھانا اور بولنا نہیں ہوتا) اور وہ ہمیشہ محبوب حقیقی کی طرف راغب ہوتا ہے وہ صرف اللہ کے بندوں کی خیر خواہی کرتا ہے لیکن اپنے لئے گوشۂ تنہائی پسند کرتا ہے، وہ گناہوں سے بچتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہتا ہے اور اس کے احکام کی اطاعت و بجا آوری میں مصروف رہتا ہے، امر خداوندی کو پسند کرتا ہے اور خدا کی نظر سے شرم کرتا ہے (ایسا کام نہیں کرتا جو اللہ کو ناپسند ہو) اس کی تمام کوششیں اللہ کی محبت میں صرف ہوتی ہیں۔ وہ ہمیشہ ایسے کام کرتا ہے جو اس کو خدا تک پہنچائیں وہ گمنامی اور خلوت نشینی پر قانع رہتا ہے، مخلوق کی مدح و ستائش اس کو پسند نہیں آتی۔

معرفت

وہ خاص خدا کے لئے کثرت سے نوافل پڑھتا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ تک رسائی کا ذریعہ بن سکیں یہاں تک کہ وہ خدا تک پہنچ جاتا ہے پھر وہ اولیاء اللہ اور سالکین حق کے گروہ میں داخل ہو جاتا ہے اس وقت اس مرید کو مراد کہیں گے، اس وقت اس سے وہ تمام گراں باریاں لے لی جاتی ہیں جو اس کو لاحق تھیں اور اس کو خداوند تعالیٰ کی ... مہربانی اور شفقت سے غسل دیا جاتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ کے قرب میں اس کے لئے منزل بنا دی جاتی ہے اور اس کو طرح

طرح کی خلعتیں پہنائی جاتی ہیں، اسی کا نام معرفت ہے۔ یہی خدا کی محبت ہے اسی سے اس کو سکون حاصل ہوتا ہے اس کو طمانیت کلی حاصل ہوجاتی ہے۔

ایسا شخص جو کلام کرتا ہے وہ حکمت الٰہی اور علم الٰہی سے کرتا ہے، اس کا نام اللہ کے دوستوں میں پکارا جاتا ہے وہ خدا کے خاص بندوں میں داخل کرلیا جاتا ہے اور وہ ایسے کئی ناموں سے موسوم ہوجاتا ہے جن کا علم خدا کے سوا کسی اور کو نہیں اس وقت وہ ایسے رازوں سے مطلع ہوجاتا ہے جو اسی کے ساتھ مخصوص ہوتے ہیں وہ ان رازوں کو ماسوا اللہ پر ظاہر نہیں کرتا، وہ اللہ سے سنتا ہے وہ اسی کے ذریعہ دیکھتا ہے، اسی کی مدد سے کام کرتا ہے اور اسی کی قوت سے قوت حاصل کرتا ہے وہ اسی کی طاعت پر چلتا ہے اور اللہ ہی سے سکون حاصل کرتا ہے اور اللہ کی طاعت اور یاد کے ساتھ اسی کی نگہبانی اور حفاظت میں وہ سوجاتا ہے پھر وہ خدا کی راہ میں مرنے والوں اور شہید ہونے والوں میں سے بن جاتا ہے وہ اللہ کی زمین کے اوتاد میں سے ہوجاتا ہے وہ اللہ کے شہروں اور اللہ کے دوستوں کا نگہبان بن جاتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث قدسی میں بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "میرا مومن بندہ ہمیشہ نوافل کے ذریعہ میرا قرب حاصل کرتا ہے یہاں تک کہ میں اس کو اپنا دوست بنالیتا ہوں اور میں اس کے کان، آنکھیں، زبان، ہاتھ پاؤں اور دل بن جاتا ہوں پس وہ میرے ہی ذریعہ سنتا ہے اور میری ہی مدد سے دیکھنے لگتا ہے، میرے ہی ذریعہ بولتا ہے اور میرے ہی ذہن سے سوچنے لگتا ہے اور مجھ ہی سے قوت حاصل کرتا ہے"۔

یہ وہ بندہ ہے جس نے ایک بڑی عقل کا بار اٹھا رکھا ہے، جس کی نفسانی خواہشات فنا ہوچکی ہیں، چونکہ اس پر خداوند جل وعلا کا قبضہ ہوگیا ہے اس لئے اس کا دل خزانہ الٰہی بن جاتا ہے۔ اے خدا کے بندے! اگر تیرا ارادہ ہے کہ تو معرفت الٰہی حاصل کرے تو پھر منزل خداوندی یہی ہے!! (ان باتوں پر عمل کر اور خود کو ویسا بنالے)۔

مراد اور مرید کا فرق

بزرگان سلف میں سے کسی بزرگ کا ارشاد ہے کہ مرید اور مقصود کے اصل معنی یہی ہیں اگر اللہ تعالیٰ کو اسے مرید بنانا مقصود نہ ہوتا تو وہ ہرگز مرید نہ ہوتا۔ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے اس لئے جب وہ کسی کو کوئی بھی خصوصیت عطا کرنا چاہتا ہے تو اس کو ارادت کی توفیق عطا فرمادیتا ہے۔ بعض دوسرے بزرگوں کا ارشاد ہے کہ مرید ابتدا کرنے والا ہوتا ہے اور مراد و مقصود منتہی ہے۔ سالک یعنی مرید وہ ہے جو مصائب اور مشقتوں میں پھینک دیا جاتا ہے۔ اور مراد وہ ہے جو منزل مقصود تک پہنچ گیا ہو اور رنج و مشقت سے آزاد ہوچکا ہو۔ مرید کو رنج دیا جاتا ہے۔ اور سنت الٰہی یہی ہے کہ وہ سالکین حق کو مجاہدات کی تکلیف دیتا ہے پھر اُن کو خود تک پہنچا دیتا ہے اور ان سے بوجھ اتار دیتا ہے۔ نوافل کی ادائیگی اور ترک خواہشات کے سلسلہ میں ان کو آسانی فراہم کردیتا ہے، فرائض و سنن کی ادائیگی کے علاوہ دیگر عبادات کی ادائیگی میں رعایت فرمادیتا ہے پھر اللہ تعالیٰ ان کو حکم دیتا ہے کہ وہ اپنے دلوں کی حفاظت کریں، حدود الٰہی کی محافظت میں مشغول ہوں اور ماسوا اللہ سے اپنے دلوں کو منقطع کرلیں، اس وقت ان لوگوں کا ظاہر تو مخلوق خدا کے ساتھ ہوتا ہے لیکن ان کا باطن اللہ کے ساتھ مشغول ہوتا ہے، ان کی زبانیں اللہ کے حکم اور ان کے دل علم خداوندی کے ساتھ ہوتے ہیں۔ انکی زبانیں بندگانِ الٰہی کو نصیحت کرنے کے لئے مخصوص ہوجاتی ہیں اور ان کے باطن الٰہی امانتوں کی حفاظت کے لئے وقف ہوجاتے ہیں پس

جب تک بندے اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف مشغول ہیں اور اس کے حقوق اور حدود کی حفاظت پر قائم ہیں ان سب بندوں پر اللہ تعالیٰ کا سلام اور اس کی برکتیں نازل ہوں۔

مرید و مراد کے سلسلے میں حضرت جنیدؒ کی تشریح

حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا گیا کہ مرید اور مراد کے کیا معنی ہیں۔ آپ نے فرمایا مرید وہ ہے جس کی سرپرست تدبیر علمی ہوتی ہے اور مراد کی سرپرست رعایت خداوندی ہوتی ہے، مرید تو چلتا ہے لیکن مراد اڑتا ہے، ظاہر ہے کہ چلنے والا اور اڑنے والا برابر نہیں ہوسکتے۔

حضرت موسیٰؑ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مثال

یہ فرق حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مثال سے بخوبی واضح ہوسکتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام صرف مرید تھے کہ ان کا منتہائے سیر کوہِ طور تھا اور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی سیر کی حد عرش و لوح محفوظ تک تھی پس مرید طالب ہے اور مراد مطلوب ہے، مرید کی عبادت مجاہدہ ہے اور مراد کی عبادت بخشش و موہبت ہے، مرید موجود ہے اور مراد فانی باحق ہے، مرید جزا کے لئے عمل کرتا ہے لیکن مراد عمل کی طرف توجہ نہیں کرتا بلکہ توفیق و احسان خداوندی کی طرف اس کی نظر ہوتی ہے، مرید سلوک کی منزل طے کرتا ہے اور مراد سلوک کے تمام راستوں کے مقامِ اتصال پر کھڑا ہے، مرید تو نظر خداوندی کے نور سے دیکھتا ہے اور مراد خود اللہ کے ذریعہ دیکھتا ہے، مرید اپنی خواہشات کی مخالفت کرتا ہے اور مرید اپنے ارادہ اور خواہش نفس ہی سے بیزار ہوتا ہے (اس کے اندر اپنا ارادہ اور اپنی خواہش جنم نہیں لیتی) مرید تقرب حاصل کرتا ہے اور مراد کو تقرب دیا جاتا ہے، مرید کو پرہیز کرایا جاتا ہے اور مراد کی رہنمائی کی جاتی ہے اس کو ناز نعم سے نوازا جاتا ہے اور کھلایا جاتا ہے، مرید محفوظ ہوتا ہے اور مراد کے ذریعہ (دوسروں کی) حفاظت کرائی جاتی ہے، مرید حالت صعود (اوپر چڑھنا) میں ہوتا ہے۔ اور مراد اپنے اس رب تک پہنچ چکا ہوتا ہے جس کے پاس ہر عمدہ اور نفیس نعمت موجود ہے اس لئے مراد ہر عابد، متقرب، پرہیزگار اور نیکوکار سے بڑھ جاتا ہے۔

متصوف اور صوفی کا فرق

متصوف کون ہے

متصوف وہ ہے جو صوفی بننے کیلئے ریاض کرتا ہے اور اپنی کوشش کرتا ہے کہ وہ آخرکار صوفی بن جاتا ہے، پس جب وہ مشقتیں اٹھا سکتا ہے اور اس قوم کے طریقہ کو اپنا شعار بنا لیتا ہے اور ان لوگوں کی راہ اختیار کرلیتا ہے تو وہ متصوف کہلاتا ہے جس طرح قمیص پہننے والے اور زرہ باندھنے والے کو کہا جاتا ہے کہ اس نے قمیص پہنی اور زرہ باندھی اور اس کو صاحب قمیص اور صاحب زرہ کہہ کر پکارتے ہیں اسی طرح زہد اختیار کرنے والے کو تزہد کہتے ہیں اور جب وہ اپنے زہد میں اس کمال پر پہنچ جاتا ہے کہ تمام اشیاء کو ہیچ سمجھنے لگتا ہے تو اس وقت اس کو زاہد کہا جاتا ہے اس وقت اس کے سامنے ایسی بہت سی باتیں آتی ہیں جن کو نہ وہ چاہتا ہے اور نہ ان سے نفرت کرتا ہے وہ ان تمام باتوں میں احکام الٰہی کی پابندی کرتا ہے اور فعل الٰہی کا منتظر رہتا ہے

اسی مثال پر متصوّف اور صوفی کو قیاس کر لینا چاہئے۔ صوفی میں جب یہ وصف پیدا ہو جائے گا تو اس کو صوفی کہینگے لفظ صوفی فوعِل کے وزن پر ہے اور مصافات سے مشتق ہے اس اعتبار سے صوفی کے معنی ہوں گے وہ ایک بندہ جس کو اللہ تعالیٰ نے صفائے قلب عطا فرمائی۔ صوفی وہ ہے جو نفس کی آفتوں اور اس کی برائیوں سے خالی، خدا کے نیک راستے پر چلنے والا، حقائق کو گرفت میں لینے والا اور اپنے دل کو مخلوق کے درمیان غیر متحرک محسوس کرنے والا ہو۔

تصوّف کے معنی

تصوّف کے معنی کے بارے میں کہا گیا ہے کہ اللہ کے ساتھ صدق اور اس کے بندوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آنا تصوّف ہے۔

متصوّف اور صوفی کا فرق

صوفی اور متصوّف کے درمیان فرق یہ ہے کہ متصوف مبتدی ہے اور صوفی منتہی، متصوف راہِ سلوک کا راہرو ہے اور صوفی وہ ہے جو اس راہ کو طے کر چکا ہے اور مقصودِ حقیقی کو پا چکا ہے، متصوف بار کا برداشت کرنے والا ہے اور صوفی تمام بار برداشت کر چکا ہے، متصوف پر ہلکی اور بھاری چیزیں اس لئے بار کی جاتی ہیں تاکہ اس کا نفس شکستہ ہو جائے اور اس کی خواہشات زائل اور اس کی تمام آرزوئیں اور تمنائیں نابود ہو جائیں اس طرح وہ صاف ہو جاتا ہے اور صوفی کہلاتا ہے۔ جو بندہ یہ بوجھ اٹھا لیتا ہے پس وہ امانت خداوندی کا اٹھانے والا، مشیت الٰہی کا کرہ اور خداوند تعالیٰ کا تربیت یافتہ اور اس کے علوم و احکام کا سرچشمہ بن جاتا ہے، وہ امن و کامرانی کا گھر، اولیا اللہ کا نگراں، ان کا مامن اور ان کی پناہ گاہ بن جاتا ہے، تمام اولیا اللہ اور اوتاد کا مرجع، ان کی قیام گاہ اور راحت و مسرت کے حصول کا منبع ہو جاتا ہے، بار اور تاج کا موتی اور خدا نما بن جاتا ہے۔ مرید متصوف اپنے نفس اپنی خواہش اور اپنے شیطان سے بیزار ہو کر تمام مخلوق اور اپنی دنیا و آخرت سے بے نیاز بن جاتا ہے، وہ تمام دنیا اور اس کے اعمال و افعال سے کٹ کر خدا کی عبادت میں مشغول ہو جاتا ہے اپنے نفس کو مجاہدہ اور ریاضت میں لگا دیتا ہے، اپنے شیطان کے خلاف چلتا ہے اور اپنی دنیا کو ترک کر دیتا ہے۔ تمام خویش و اقارب سے کنارہ کشی اختیار کر لیتا ہے، یہ سب کچھ وہ حکم خداوندی سے کرتا ہے اور آخرت کی غرض سے کرتا ہے۔ اس کے بعد وہ بحکم الٰہی اپنے نفس اور خواہش سے جہاد کرتا ہے اور اس جہاد میں ترقی کر کے اپنے رب کی محبت میں طلب آخرت اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے آخرت میں اپنے دوستوں کے لئے نعمتیں تیار کر رکھی ہیں ان سب کو چھوڑ دیتا ہے اس مرحلہ پر پہنچکر وہ موجودات کے احاطہ سے نکل جاتا ہے اور تمام آلائشوں سے پاک ہو جاتا ہے اور تمام جہانوں کا مالک بن جاتا ہے اس وقت اس سے تمام دنیوی علائق و اسباب اور اہل و عیال کے تعلقات ختم ہو جاتے ہیں، ساری جہات اس پر بند ہو جاتی ہے اور اس کے روبرو ساری جہات کی چھت اور تمام دروازوں کا ایک دروازہ کھل جاتا ہے جس کو رضائے الٰہی کہتے ہیں یعنی اس اللہ کی رضامندی جو تمام ملکوں کا مالک اور ہر ماضی، مستقبل کا پہلے سے جاننے والا ہے جو تمام رازوں اور پوشیدہ باتوں سے واقف اور جو کچھ ہمارے اعضا کرتے ہیں اور جو کچھ ہمارے دل اور ہماری نیتیں سوچتی ہیں ان کا اچھی طرح جاننے والا ہے۔

پھر اس دروازے کے سامنے ایک اور دروازہ کھلتا ہے یہ قرب خداوندی کا دروازہ ہے، اس دروازے سے

صوفی کو محبت کی محفلوں کی جانب اٹھا لیا جاتا ہے، پھر وہ وحدانیت کے راز کی دنیا میں پہنچ جاتا ہے اور اس پر عظمت جلال الٰہی منکشف ہوتے ہیں جب اس کی نظر جلال و عظمت پر پڑتی ہے تو وہ اپنی ہستی بطور نذرانہ پیش کرتا ہے اور اپنے نفیس حسنات، غلبۂ و اقتدار، قوت عمل، ارادہ اور خواہش، دنیا اور آخرت سب کو چھوڑ جاتا ہے۔ اور اس وقت وہ ایک ایسے بلوری ظرف کی طرح ہو جاتا ہے جو لبالب پانی سے بھرا ہو اور اس میں جلوہ باریاں ہوتی ہوں پھر اس پر تقدیر کے سوا کوئی اور حکم نہیں کیا جاتا وہ خود اپنی ذات اور اپنی لذتوں سے گذر جاتا ہے اور اس وقت وہ اس بچہ کی مانند بن جاتا ہے جس کو جب تک کھلایا نہیں جاتا وہ نہیں کھاتا اور جب تک پہنایا نہیں جاتا نہیں پہنتا۔ اس مرتبہ پر پہنچکر وہ آزاد ہو جاتا ہے اور اپنی ذات کو اللہ کے سپرد کر دیتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اصحاب کہف کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ "ہم ان کو دائیں بائیں کروٹیں بدلواتے رہتے ہیں۔"[1]

سالک کا مخلوق میں موجود ہونا اگرچہ سالک حق مخلوق میں موجود ہوتا ہے لیکن افعال و اعمال باطنی، ظاہری حالات خیالات اور اپنی نیتوں میں اُن سب سے جدا ہوتا ہے اس وقت وہ صوفی کہلاتا ہے اور اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ وہ مخلوق کی کدورت سے صاف ہو گیا اور اپنے نفس کو اور اس رب کے پہچاننے والا بنجاتا ہے جو مُردوں کو جلاتا ہے اور جو اپنے دوستوں کو نفوس اور طبائع کی خواہشات اور ان کی گمراہیوں کی ظلمتوں سے نکال کر معارف علوم، اسرار، انوار قربت اور اپنے نور کی وادی کی طرف لیجاتا ہے اور خود ذمہ دار ہے اللہ تعالیٰ نے ان کو لوگوں کے دل خیالات اور نیتوں سے واقف کر دیا ہے، میرے رب نے ان کو دلوں کا بھیدی اور پوشیدہ باتوں کا امین بنا دیا ہے اور خلوت و جلوت میں اللہ تعالیٰ نے ان کو ہر مصیبت سے محفوظ کر دیا ہے، اس منزل پر ایسا کوئی شیطان نہیں جو ان کو بہکا سکے اور نہ کوئی ان کے پیچھے لگی ہوئی گمراہی ان کو کسی لغزش کی طرف مائل کر سکتی ہے اللہ تعالیٰ نے شیطان سے مخاطب ہو کر فرمایا "میرے بندوں پر تیرا کوئی غلبہ نہیں ہو سکا"، نہ ان کو کوئی گمراہ کرنے والا ہے اور نہ ان کے ساتھ کوئی ایسی نفسانی خواہش ہوگی جو ان کو اہلسنت والجماعت کے طریقے سے نکال دے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے "یہ اس لئے ہوگا کہ ہم اس سے برائی اور بے حیائی دور کر دیں وہ تو ہمارے مخلص بندوں میں سے ہے"، پس میرے رب نے ان (صوفیا) کی حفاظت کی اور ان کے نفوس کی رعونتیں اور کبر و نخوت کو اپنے غلبہ اور زور سے ختم کر دیا اور ان کو مقامات سلوک میں ثابت قدم رکھا اور ان کو ایفائے عہد کی توفیق عطا فرمائی۔ ان کو یہ توفیق اس وقت عطا ہوئی جب انھوں نے اللہ کی راہ میں راستی سے کام لیا اور اپنی ذات کے مخلوق سے علیحدہ ہونے پر اور اپنی پریشانیوں پر صبر سے کام لیا، اپنے فرائض ادا کیے، حدود شرعیہ اور احکام الٰہی کی حفاظت کی اور سلوک کے مقامات پر سختی سے قائم رہے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ثابت قدم کر دیا اور ان کو آراستہ کیا اور صفائے قلب سے نوازا انھوں نے خود کو با ادب بنایا اور پاک و صاف رکھا۔ فراخی کو دل میں جگہ دی خود کو پاکیزہ بنایا اور جسارت و دلیری سے کام لیا۔ اور ان تمام باتوں کے عادی اور خوگر ہو گئے، پس ان کو اللہ کی کامل ولایت اور سرپرستی حاصل ہو گئی۔

---

[1] وَ نُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِينِ وَ ذَاتَ الشِّمَالِ ۝

اللہ تعالیٰ مومنین کا دوست ہوتا ہے، ارشاد فرماتا ہے "اللہ صالحین کا کارساز ہے"۔ اس منزل سے پھر صوفی کے درجات بڑھا کر خدا کے نزدیک کر دیئے جاتے ہیں جس مقام پر یہ پہنچتے ہیں وہ خدا کے روبرو ہے، اس منزل پر پہنچ کر ان کی مناجات وہ مناجات بن جاتی ہے جو ان کے باطن اور قلوب میں پیدا ہوتی ہے، وہ سب کچھ چھوڑ کر خدا کی طرف مشغول ہو جاتے ہیں ان کے نفوس کو ہر شے سے روک دیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے جو ہر چیز کا رب اور مولیٰ ہے ان کو اپنے قبضے میں کر لیا اور ان کو ان کی عقول کے ساتھ مقید کر دیا اور پھر وہ اسی کے قبضہ اور حفاظت میں ہو جاتے ہیں، قرب الٰہی کی وہ خوشبو سونگھتے ہیں اور توحید و رحمت کی سیرگاہ میں زندگی بسر کرتے ہیں اور اس کی اجازت کے بغیر کسی کام میں مشغول نہیں ہوتے تاکہ شیطان اور نفس امارہ اور اس کی خواہشات ان کو ضرر نہ پہنچا سکیں اس صورت میں ان کے اعمال میں نہ شیاطین کا کوئی دخل باقی رہتا ہے نہ نفسانی عیوب کا جیسے ریا، نفاق، غضب، خود پسندی، طلب معاوضہ، شرک اور کسی مخلوق کی طاقت اور قوت پر اعتماد کا دخل باقی نہیں رہتا۔ وہ اپنے اعمال کو اللہ کی مہربانی اور تخلیق خداوندی اور اسی کی دی ہوئی عملی توفیق سمجھتے ہیں۔

مری طلب بھی تو تیرے کرم کا صدقہ ہے   قدم یہ اٹھتے نہیں ہیں اٹھائے جاتے ہیں

ان کا یہ عقیدہ اس وجہ سے راسخ ہو جاتا ہے کہ کہیں وہ ہدایت الٰہیہ کی راہ سے نہ بھٹک جائیں۔ جب وہ احکام کی ادائیگی اور اعمال کی تکمیل سے فارغ ہو جاتے ہیں تو ان کو پھر انہی مراتب کی طرف لوٹا دیا جاتا ہے جن کو انھوں نے اپنے لئے لازم کر لیا تھا، کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ان کو امین بنا دیا جاتا ہے اور ان میں سے ہر ایک سے اس کی حیثیت اور حالت کے مطابق خطاب کیا جاتا ہے اور ارشاد ہوتا ہے اِنَّکَ الْیَوْمَ لَدَیْنَا مَکِیْنٌ اَمِیْنٌ[1] یہ مرتبہ جب انھیں حاصل ہو جاتا ہے تو اس کے بعد یہ کسی حکم کے محتاج نہیں رہتے بلکہ اُن کو مختار بنا دیا جاتا ہے ان کا کام ان ہی کے سپرد ہو جاتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث صحیح اس کی تائید کرتی ہے کہ " اللہ تعالیٰ نے بذریعہ جبرئیل علیہ السلام اپنے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس فرمان بھیجا تھا اور فرمایا تھا کہ بندہ کو مجھ سے قریب کرنے والی چیز ادائے فرض سے زیادہ اور کوئی نہیں ہے۔ بندہ نوافل کے ذریعہ میرا قرب حاصل کرتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں اور جب میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں تو میں اس کے کان، آنکھیں، زبان، ہاتھ، پاؤں اور دل بن جاتا ہوں وہ میرے ہی کانوں کے ذریعہ سنتا ہے اور میری ہی آنکھوں کے ذریعہ سے دیکھتا ہے اور میری زبان سے بولتا ہے، میرے ہی قلب سے سمجھتا ہے اور میرے ہی ہاتھوں سے پکڑتا ہے، اس حدیث قدسی کو اس کتاب میں ہم نے کئی جگہ بیان کیا ہے کیونکہ یہی حدیث صوفیاء کرام کے اس مقام کی حامل ہے۔

الغرض اس بندہ کا دل اللہ کی محبت، نور اور علم (معرفت) سے پُر ہو جاتا ہے پھر اس کے علاوہ اس کے اندر کسی اور چیز کی گنجائش نہیں رہتی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جو شخص اللہ سے قلبی محبت کرنے والے کو دیکھنا چاہتا ہے وہ ابو حذیفہؓ کے آزاد کردہ غلام (حضرت) سالمؓ کو دیکھ لے جس کا ظاہر فعل الٰہی سے متحرک اور باطن اللہ کی محبت سے پُر ہے۔

---

[1] تم آج سے ہمارے امین ہو چکے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کیا تھا کہ اے پروردگار میں تجھے کہاں ڈھونڈوں! اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا "اے موسیٰ کیا کسی گھر میں میری رسائی ہوسکتی ہے اور کونسی جگہ ہے جو مجھے برداشت کرسکتی ہے (میرا احاطہ کرسکتی ہے) اگر تم جاننا ہی چاہتے ہو کہ میں کہاں رہتا ہوں تو میرا مقام ہے ترک، وَدَاع اور تنیت کا دل، تارک وہ ہے جو کوشش اور تکلیف کے ساتھ دنیا کو چھوڑتا ہے لیکن پھر بھی اس میں شائبہ باقی رہتا ہے۔ پھر اللہ اس پر احسان فرماتا ہے تو وہ دنیا کی طرف سے مردہ ہوجاتا ہے اور ساری دنیا کو ترک کردیتا ہے (وداع) اس کے بعد وہ تنیف بن جاتا ہے یعنی اپنے مولا کے سوا کسی اور کی طرف توجہ ہی نہیں کرتا۔

اگر کوئی یہ سوال کرے کہ انسان جب ترک دنیا کرلیتا ہے تو پھر اس پر مزید احسان الٰہی کیا ہوتا ہے؟ تو اس کے جواب کی تفصیل یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ بندہ کو ایک مرتبہ پر قائم کرتا ہے تو شرط یہ ہوتی ہے کہ بندہ اس پر قائم رہے اور اپنے قدم جمائے رکھے۔ پس بندہ اگر اس شرط کو پورا کرلیتا ہے تو پھر اس مرتبہ سے آگے اللہ اس کو عالم جبروت میں داخل فرما دیتا ہے، عالم جبروت کا حاکم اس کے نفس کی نگہداشت کرتا اور خواہشات سے اس کی باز داشت کرتا ہے جس کی وجہ سے اس کے نفس میں مسکنت اور خشوع پیدا ہوجاتا ہے اس کے بعد اس کو بادشاہ عالم جبروت کے حضور میں پیش کیا جاتا ہے اور شاہ جبروت اس کو مہذب (آراستہ) کردیتا ہے اس کے بعد عالم جلال میں لے جاکر اس کو ادب سکھاتا ہے پھر عالم جمال میں لیجاکر اس کے میل کچیل (کثافت نفس) کو صاف کرتا ہے پھر ملک عظمت میں لے جاکر اس کو پاک کرتا ہے اور ملک تجلی میں غسل کرکے اس کو نکھار دیتا ہے پھر ملک بہجت میں پہنچا کر اس کو وسعت عطا فرماتا ہے اس کے بعد ملک ہیبت میں اس کی تربیت فرماتا ہے وہاں سے ملکِ رحمت میں پہنچا کر تازگی قوت اور شجاعت عطا کرتا ہے پھر ملکِ فردیت میں پہنچا کر اس کو سب سے یگانہ و یکتا بنا دیتا ہے اس مرتبہ پر لطف الٰہی سے اس کو غذا پہنچتی ہے اور شفقت الٰہیہ اس کو جمعیت عطا کرتی ہے اور اس کا احاطہ کرلیتی ہے، محبت اس کو قوت پہنچاتی ہے، شوق قرب عطا کرتا ہے اور مشیت (الٰہی) قربِ خداوندی تک پہنچا دیتی ہے اور اللہ تعالیٰ اس کا رُخ پلٹ کر اس کو قرب عطا فرماتا ہے اس منزل پر پہنچ کر وہ ٹھہر جاتا ہے پھر اس کو ادب سکھایا جاتا ہے، اس سے راز کہے جاتے ہیں اپنے کرم سے اللہ تعالیٰ اس کو بسط عنایت کرتا ہے پھر اس پر قبض طاری فرما دیتا ہے، اس منزل پر پہنچ کر وہ جہاں جاتا ہے اور جس خلوت میں بھی ہوتا ہے، اپنے رب سے قریب اور اسی کے قبضہ میں ہوتا ہے۔ اس وقت وہ اللہ کے اسرار اور ان احکام و تصرفات کا امین بن جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مخلوق کو پہنچتے ہیں اس مرتبہ پر پہنچکر اس کی صفات ختم ہوجاتی ہیں، کلام اور تعبیر قطع ہوجاتی ہے، یہی مقام قلب و عقل کی رسائی کا منتہیٰ اور اولیاء اللہ کی غایت (منزل آخری) ہے یہیں تک اولیاء اللہ کے احوال کی پہنچ ہے اس سے آگے کے مقامات انبیاء اور رسولوں کے لئے مخصوص ہیں اس لئے کہ ولی کی انتہا نبی کی ابتدا ہوتی ہے

نبوّت اور ولایت کا فرق

نبوّت اور ولایت میں فرق یہ ہے کہ نبوّت اللہ کی طرف سے ایک کلام ہے اور جبرئیل (علیہ السلام) کی معرفت اللہ کی طرف سے ایک وحی ہے، حضرت جبرئیل (علیہ السلام) وحی کو ادا کرتے ہیں اور اللہ کی طرف سے اس پر قبولیت کی مہر لگ جاتی ہے اس کی تصدیق لازم ہے اور اس کا منکر کافر ہے

اس لئے کہ نبوت کا منکر حقیقت میں کلام الٰہی کا منکر ہے۔

ولایت یہ ہے کہ اللہ اپنے دوست کو اپنی بات بطور الہام پہنچا دیتا ہے، یہ الہام اللہ ہی کی طرف سے ہوتا ہے اور اللہ کی طرف سے سچی زبان پر جاری ہوتا ہے اس الہام میں ایک ٹھہراؤ اور سکون ہوتا ہے مجذوب کا دل اس کو قبول کرلیتا ہے اور اس سے سکون حاصل کرتا ہے، مختصراً یہ کہ کلام (وحی) خداوندی انبیاء کے لئے مخصوص ہے اور الہام اولیاء اللہ کے لئے ہے اوّل کا رد کرنے اور نہ ماننے والا کافر ہے اس لئے وہ حقیقت میں کلام الٰہی کو رد کرنے والا ہے اور دوسرے کا منکر کافر نہیں بلکہ ناکام ہے۔ اس کا انکار وبال کا باعث بن جاتا ہے۔ الہام حقیقت میں اس چیز کو کہتے ہیں؟ مشیت خداوندی علم الٰہی سے کسی کے دل میں ایک راز کی طرح پیدا ہو اللہ جس بندہ سے محبت کرتا ہے اس کی محبت اس چیز کو واقعیت کے ساتھ بندہ کے دل تک پہنچا دیتی ہے اور محب کا دل سکون کے ساتھ اس کو قبول کرلیتا ہے۔

باب ۲۴
راہِ سلوک میں مبتدی کے واجبات

مبتدی کے واجبات

صحیح اعتقاد ہی اس کی بنیاد ہے اور سلف صالحینؒ اور قدمائے اہل سنت کے عقیدے پر ہونا ضروری ہے۔ انبیائے مرسلین، صحابہ کرام، تابعینؒ اور صدیقینؒ کے طریقے پر قائم رہنا ضروری ہے (اس کی تفصیل اس کتاب میں پہلے پیش کی جاچکی ہے۔)

قرآن مجید اور حدیث پاک کی پابندی

اوامر و مناہی، اصول اور فروع دونوں میں قرآن مجید اور حدیث پاک کی پابندی ضروری ہے اللہ تک اڑ کر پہنچنے کے لئے ان ہی کو دو بازو بنا لینا چاہیئے اس کے بعد صدق اور سعی کی ضرورت ہے کیونکہ راہِ سلوک میں توقف اور کاہلی ہر آدمی کی سرشت میں داخل ہے، ہوا و ہوس گمراہ کرنے والی چیزیں ہیں، نفس بڑا عیبی ہے، لذتیں اور خواہشیں ہر وقت ہیجان میں رہتی ہیں ان سے ظلمت، درماندگی اور تکان حاصل ہوتی ہے اگر اس درماندگی اور ظلمت میں مرید سعی و کوشش سے کام لے تو اس کو ہدایت، ارشاد، رہبری کرنے والا، ناموس بنانے والا مونس اور ایک راحت آفریں راحت بنا مل جائے گا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا (جو لوگ ہماری راہ میں کوشش کرتے ہیں ہم اپنے راستے ان کو خود بتا دیتے ہیں)۔ ایک بزرگ دانشمند کا قول ہے کہ جو شخص طلب اور سعی کرتا ہے وہ اپنے مقصد کو پالیتا ہے پس اعتقاد (صحیح) کی بدولت علم حقیقت حاصل ہوتا ہے اور سعی و کوشش سے راہِ حقیقت کا طے کرنا میسر آتا ہے۔

مرید کو سچے دل سے عہد کرنا چاہیے کہ جب تک بارگاہِ خداوندی تک وہ نہیں پہنچ جاتا [illegible] قدم حق تعالیٰ کی رضا کے بغیر نہ اٹھائے گا اور نہ کہیں رکھے گا۔ دل سلوک میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت [illegible] واپس نہیں ہونا چاہیے۔ اس لئے کہ جو اہل صدق ہیں ان کا قدم کبھی پیچھے نہیں ہٹتا ہے [illegible] میں کہیں توقف نہیں کرنا چاہیے۔ کرامت کو اللہ کے رستے میں اپنے جہد و سعی کا صلہ نہیں سمجھنا چاہئے [illegible] تو اللہ تک رسائی میں خود ایک حجاب ہے جو اس تک پہنچنے سے روکتی ہے البتہ وصول حق کے بعد [illegible]
کرامت خداوند تعالیٰ کی عطا کردہ قدرت کا نمونہ اور بارگاہ الٰہی تک رسائی کا ثمرہ ہوتی ہے اس وقت صاحب کرامت [illegible] کی زمین پر اللہ کی قدرت اور ایک خرقِ عادت ہوتا ہے، پہلے وہ نادان تھا ناواقف تھا۔ گونگا تھا اب اس کا کلام حکمت [illegible] بن جاتا ہے اس کے حرکات و سکنات اور زندگی کی رفتار اولو الابصار کے لئے درس عبرت بن جاتی ہے اور اسکے اوپر [illegible] دل میں ایسے افعال الٰہی کا ظہور ہوتا ہے جو دانش و فہم کو حیرانی میں ڈال دیتے ہیں

معجزہ اور کرامت

ولایت کی شرط ہے کہ کرامات کو پوشیدہ رکھے اور نبوت و رسالت میں شرط ہے کہ معجزات [illegible] کیا جائے تاکہ نبوت اور ولایت کا فرق ظاہر ہو جائے اس لئے مبتدی مرید کو لازم ہے [illegible] کی پابندی کرے۔

مرید کا میل ملاپ کن لوگوں سے منع ہے

مرید کے لئے جائز ہے کہ وہ مقامات تقصیر میں نہ ٹھہرے یعنی تقصیر و کوتاہی سے بچے ان لوگوں کے ساتھ میل ملاپ نہ رکھے جو اسلام و ایمان کے تو داعی ہیں لیکن عمل میں کوتاہی کرتے ہیں [illegible] ہیں محض باتیں بناتے ہیں ایمان و احکام کے مخالف ہیں ایسے ہی لوگوں کے حق میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ كَبُرَ مَقْتًا عِندَ اللَّهِ أَن تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ ٥

اے لوگو اگر تم ایمان والے ہو تو وہ بات جو تم خود نہیں کرتے اس کے لئے دوسروں کو کیوں کہتے ہو کیونکہ یہ خدا کے نزدیک بڑا گناہ ہے کہ جو بات تم خود نہ کرو دوسروں کو اس کی دعوت دو

ایک اور آیت میں ارشاد فرمایا:

أَتَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنسَوْنَ أَنفُسَكُمْ وَأَنتُمْ تَتْلُونَ الْكِتَابَ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ٥

کیا تم دوسروں کو نیکی کا مشورہ دیتے ہو اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو حالانکہ تم اللہ کی کتاب پڑھتے ہو کیا تم [illegible] نہیں سمجھتے کہ دوسروں کو نیکی کا حکم دینا اور خود نہ کرنا برا ہے۔

مرید کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ جو کچھ میسر آئے راہ خدا میں خرچ کر دے اور اس کے پاس جو کچھ ہے اس کے دینے میں اس لئے بخل نہ کرے کہ اگر میں خرچ کروں گا تو افطار و سحر کے وقت کیا کھاؤں گا۔ اپنے دل میں اس کو یقین کرنا چاہیے کہ زمانہ سابق میں کوئی ولی ایسا پیدا نہیں ہوا جو میسر ہونے والی چیز کے خرچ کرنے میں بخل کرتا ہو۔

عجز و انکسار

مرید کے لئے ضروری ہے کہ ہمیشہ عاجزی کو اپنائے رہے، جھوٹ و نمائش کو ناپسند کرے اور لوگ اگر اسکی مذمت کریں تو اس پر خوش ہو [illegible] اس لئے معاصرین [illegible] مشائخ و علماء کی مجالس

میں قرب کے لحاظ سے اس پر ترجیح دی جائے تو رنج نہ کرے بلکہ اس پر راضی رہے، خود بھوکا رہے اور دوسروں کا پیٹ بھرتا رہے، سب کی عزت ہونے دے اور خود ذلت پر راضی رہے خود بھی سب کی عزت کرے اور اپنے لئے ذلت کو پسند کرے اگر کوئی مریدان امور پر راضی نہ ہوگا اور اپنے نفس کو ان حالات میں مطمئن نہیں رکھے گا تو اس پر اسرار معرفت کا کھلنا ممکن نہیں ہے اور وہ اس راہ میں کچھ بھی نہیں کرسکے گا اس کی مکمل فلاح اور کامیابی اس میں مضمر ہے جس کا ہم نے ابھی ذکر کیا'

مرید اور رضائے الٰہی مرید کے لئے ضروری ہے کہ اپنے گزشتہ گناہوں کی مغفرت طلب کرے اور آئندہ گناہوں سے حفاظت الٰہی کا خواستگار ہو' اللہ تعالیٰ کی پسند کے موافق طاعت الٰہی اور اللہ تعالیٰ کو پہچاننے والی عبادت کو توفیق کے سوا کسی اور مقصد کے پورا ہونے کا منتظر نہ رہے وہ اپنی تمام حرکات و سکنات میں راضی برضا رہے، مشائخ و اولیاءؒ اور ابدالؒ کی نظروں میں محبوب و مقبول ہوجانے کو پسند کرے اس لئے کہ ذی عقل' ذی فہم دوستوں کے گروہ میں داخل ہونے کا یہی ذریعہ ہے' اہل فرد وہی ہیں جو اللہ کی جانب سے فہم رکھتے ہیں۔ یہ جو کچھ ہم نے بیان کیا سب مرید کے احوال سے متعلق تھا جب تک مرید کا دل تمام خواہشات اور اغراض سے خالی نہیں ہوگا اور صرف مذکورہ بالا مقصد کے حصول کے علاوہ دوسرے مطالب و مقاصد کے حصول کی آرزو سے پاک صاف نہیں ہوجائے گا وہ مرید کہلانے کا مستحق نہیں رہے۔

شیخ طریقت کے ساتھ مرید کے آداب

شیخ کی مخالفت نہ کرنا مرید پر واجب ہے کہ ظاہری عمل میں پیر (شیخ) کی مخالفت نہ کرے اور نہ دل میں اس پر اعتراض کرے، ظاہر میں شیخ کی نافرمانی کرنے والا گستاخ و بے ادب ہے اور باطن میں اس پر معترض ہونے والا خود اپنی تباہی اور ہلاکت کا خواستگار ہے، مرید کو چاہیئے کہ شیخ طریقت کی طرفداری میں اپنے نفس کو مصروف رکھے اور ظاہر و باطن میں شیخ کی مخالفت سے اپنے نفس کو باز رکھے اور اس کی اس خواہش پر اس کو ملامت کرے اور اس آیت کی تلاوت کثرت سے کرے۔

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝

اے اللہ ہم کو بخش دے، ہم سے پہلے جو مومن بھائی دنیا سے رخصت ہوچکے ہیں ان کو بھی بخش دے ہمارے دلوں کو مومنوں کی طرف سے نہ ہٹا اے پروردگار بیشک تو ہی مہربان اور رحمت کرنے والا ہے۔

اگر پیر طریقت سے خلاف شرع کوئی عمل سرزد ہو تو اشارہ اور کنایہ میں اس کی وجہ دریافت کرے صراحت کے

ساتھ وجہ نہ پوچھے اس صورت میں شیخ کو اپنے مرید سے نفرت ہوجائے گی۔ اگر شیخ میں کوئی عیب نظر آئے تو اس کی پردہ پوشی کرے اور اس کی کوئی شرعی تاویل نکالے اور اس بارے میں اپنے نفس کو غلط فہم سمجھے یعنی یہ خیال کرے کہ میں نے شیخ کے بارے میں جو کچھ سمجھا ہے غلط سمجھا ہے۔ اگر اس فعل کا کوئی شرعی عذر بن ہی نہ سکتا ہو تو شیخ کے لئے استغفار کرے اور اللہ سے دعا کرے کہ اللہ اس کو توفیق، علم، بیداری اور تقویٰ عطا فرمائے۔ مرید کو چاہیئے کہ پیر کے معصوم ہونے کا عقیدہ نہ رکھے، اس کے عیب کی کسی دوسرے کو خبر نہ کرے، جب مرید دوسری مرتبہ شیخ کی خدمت میں جائے تو یہ خیال لے کر جائے کہ شیخ کا پچھلا عیب زائل ہوچکا ہوگا اور شیخ پچھلے درجہ سے ترقی کر کے دوسرے بلند مرتبہ تک پہنچ چکا ہوگا اور شیخ سے جو گناہ سرزد ہوچکا ہے وہ کسی سہو کی بنا پر سرزد ہوا ہے اور وہ شیخ کے دونوں مرتبوں کے درمیان حد فاصل بن گیا تھا جہاں ایک حالت کی انتہا اور دوسری حالت کی ابتدا ہوتی ہے یعنی ولایت کے ایک درجہ سے دوسرے درجہ کی طرف انتقال ہوتا ہے اور ایک ادنیٰ لباس کو اتار کر دوسرا اعلیٰ اور افضل لباس اور خلعت اس کو پہنایا جاتا ہے اس لئے کہ اولیاء اللہ کا قرب روزانہ بڑھتا ہے۔

شیخ طریقت اگر ناراض ہوجائے یا چیں بر جبیں ہو یا کسی قسم کی بے التفاتی اس سے ظاہر ہو تو مرید اس سے کنارہ کش نہ ہو بلکہ اپنی حالت کا جائزہ لے اور دیکھے کہ کہیں شیخ کے حق میں اس سے کوئی گستاخی اور بے ادبی تو سرزد نہیں ہوگئی ہے، یا حق کی ادائیگی میں اس سے کچھ کوتاہی تو نہیں ہوئی ہے اگر حقوق اللہ میں کچھ قصور ہوا ہے تو پہلے اللہ تعالیٰ سے توبہ استغفار کرے اور دوبارہ اس کا اعادہ نہ کرنے کا عہد کرے پھر اپنے شیخ سے معذرت چاہے اس کے سامنے انکسار کا اظہار کرے اور آئندہ شیخ کے حکم کے خلاف نہ کرنے کا عہد کرے اور شیخ کی نگاہ التفات کے حصول کی کوشش کرے۔ شیخ کے حکم کی ہمیشہ اطاعت کرے اور شیخ کو خدا تک پہنچنے کا وسیلہ اور ذریعہ، راستہ اور سبب سمجھے، اس کو اس مثال سے سمجھنا چاہیئے کہ اگر کوئی بادشاہ کے حضور میں پہنچنا چاہے اور بادشاہ اس کو پہچانتا نہ ہو تو لامحالہ اس کو کسی درباری یا شاہی خدمت گار یا بادشاہ کے مقرب کا وسیلہ ڈھونڈنا ہوگا تاکہ شاہی آداب اور حضوری کے طور طریقوں سے واقف ہوجائے، پیشی اور خطاب کے آداب معلوم ہوجائیں اور اس کو آگاہی ہوجائے کہ کون کون سے تحفے اور میوے ایسے ہیں جو بادشاہ کے حضور میں پیش کرنے کے لائق ہیں اور وہ کون کون سی چیزیں ہیں جن کی افزائش بادشاہ کو پسند ہے اس لئے سب سے پہلے اس کو اسی طریقہ کو اختیار کرنا ضروری ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ اس وسیلہ اور آگاہی کے بغیر داخل ہوجائے اور اس کو ذلت و خواری کا منہ دیکھنا پڑے اور بادشاہ سے جو غرض و مطلب وابستہ تھا وہ حاصل نہ ہوسکے؛ ہر نئے داخل ہونے والے پر ایک ہیبت اور دہشت طاری ہوتی ہے اس کو ایک ایسے شخص کی ضرورت ہوتی ہے جو آداب کی یاد دہانی کراتا رہے اور از راہ مہربانی اس کو اس کے مرتبہ کے لائق جگہ پر کھڑا کردے یا بٹھادے یا اشارے سے اس کے مناسب حال مقام کو بتادے تاکہ وہ بدتہذیبی اور بے وقوفی کا نشانہ نہ بنے۔

حضرت آدم کی تربیت

مرید کو اس بات کا یقین رکھنا چاہیئے کہ عادت الٰہی اسی طرح جاری ہے کہ اس زمین پر ایک پیر ہو ایک مرید، ایک مقتدر ہو دوسرا مصاحب، ایک پیشوا ہو دوسرا پیرو؛ یہ عادت الٰہی

حضرت آدم علیہ السلام کے وقت سے جاری ہے اور قیامت تک جاری رہے گی۔ حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کرنے کے بعد تمام اسماء اللہ نے ان کو سکھا دیئے اور ان ہی سے کائنات کی ابتدا کی گویا ان کو اس طرح بتا دیا جیسا استاد شاگرد کو بتا دیتا ہے (سکھاتا پڑھاتا ہے) یا پیر مرید کو بتاتا ہے پھر تعلیم و تہذیب سے آراستہ کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کو معلم، استاد اور شیخ حکم بنا دیا طرح طرح کے لباس اور زیور پہنائے، زبان کو قوت گویائی عطا فرمائی جنت کے اندر کرسی نشین بنایا اور ملائکہ کو ان کے گرداگرد قطار اندر قطار کھڑا کیا اور فرشتوں سے سوال کیا، تمام فرشتوں نے لاجواب ہو کر کہا:

سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ۭ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ۝

الٰہی، تو پاک ہے، تو نے جو کچھ ہم کو نہیں سکھایا اس کا ہم کو علم نہیں بیشک تو جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

جب حضرت آدم علیہ السلام سے ارشاد ہوا کہ آپ ان تمام چیزوں کے نام بتا دیں، حضرت آدم نے تمام اشیاء کے نام بتا دیئے اس سے فرشتوں پر آدم کی فضیلت نمایاں ہو گئی، آدم سب کے شیخ اور فرشتے ان کے شاگرد ہو گئے۔ اللہ کی نظر میں اور فرشتوں کی نظر میں بھی وہ فرشتوں سے افضل اور اشرف قرار پائے چنانچہ آدمؑ پیشوا ہوئے اور فرشتے ان کے تابع اور پیرو!!

حضرت آدم کا جنت سے خروج

اس کے بعد حضرت آدم کو شجر ممنوعہ کو کھانے، جنت سے نکلنے اور ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف منتقل ہونے کا حادثہ پیش آیا اور آدم علیہ السلام وہاں پہنچے جس کا نہ آپ کو علم تھا نہ آپ وہاں کبھی رہے تھے نہ آپ کے دل میں اس جگہ کا کبھی خیال آیا تھا، جب آپ زمین پر پہنچے اِدھر اُدھر گھومے تو آپ کو سخت اضطراب لاحق ہوا اور وہاں آپ کو ایسی چیزوں سے سابقہ پڑا جن کو اس سے قبل آپ نے کبھی محسوس نہیں کیا تھا یعنی بھوک پیاس، باطنی سوزش اور علمی قبض کی کیفیت کہ اس سے پہلے آپ کا ان چیزوں سے واسطہ نہیں پڑا تھا اس وقت لامحالہ آپ کو کسی معلم، مرشد، استاذ، رہنما اور ادب آموز کی ضرورت محسوس ہوئی۔ اس ضرورت کو رفع کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو آپ کے پاس بھیجا حضرت جبرئیل نے آپ کے پاس آکر اس وحشت کو دور کیا اور اس منزل اور فرودگاہ کے تمام عقدے آپ پر کھول دیئے اور گیہوں بونے کا حکم دیا آلات فراہم کر دیئے، گیہوں بونا، کھیتی کاٹنا، صاف کرنا اور پیسنا سکھایا، ان تمام امور کی انجام دہی کے بعد روٹی پکانا سکھائی آدمؑ نے روٹی پکالی پھر حضرت جبرئیل نے روٹی کھانے کا حکم دیا، غذا نے ہضم ہو کر باہر نکلنا چاہا، اس کی تعلیم بھی حضرت جبرئیل نے دی ان کو استنجا کرنا سکھایا، ان کاموں میں مشغول رہ کر حضرت آدم کے جسم کی چمک ماند اور سفیدی سیاہی سے بدل گئی تھی، حضرت جبرئیل نے ان کو ایام بیض کے روزے رکھنے کی تعلیم دی، ان روزوں کے رکھنے سے آپ کے جسم کا گورا پن پھر آگیا، اس کے علاوہ دنیا کے دوسرے علوم اور آداب زندگی آپ کو سکھائے اس طرح حضرت آدم جبرئیل کے شاگرد بن گئے اور حضرت جبرئیلؑ آپ کے استاد اور شیخ قرار پائے۔

[illegible] وقت سے حضرت آدم علیہ السلام، حضرت جبرئیل اور تمام ملائکہ کے مقتدا اور شیخ تھے اور سب [illegible] دو عالم

تھے' اس تبدیلی کا باعث' تغیر حال اور ایک مقام سے دوسرے مقام کی طرف انتقال تھا۔ اسی طرح حضرت شیث ابن آدم نے اپنے باپ آدم سے آداب زندگی اور تمام علوم سیکھے اور ان سے ان کی اولاد نے' اسی طرح حضرت نوح نے جو کچھ باپ سے سیکھا اس کی تعلیم اپنی اولاد کو دی' اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اولاد کو یہ تعلیم دی' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ۔ ۔ وصیٰ ابراھیمَ بَنِیہِ ویعقوب ۔ (یعنی ابراہیم نے اپنی اولاد کو حکم دیا اور تعلیم دی اور یعقوب نے اپنی اولاد یعنی بنی اسرائیل کو تعلیم دی) حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں کو' اور آخر میں حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ہمارے پیغمبر محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو اور نماز کی تعلیم دی اور مسواک کرنے کا بھی حکم دیا چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ "مجھے جبرئیل نے مسواک کرنے کی تاکید فرمائی"' ایک اور حدیث میں اس طرح آیا ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نے مجھے مسواک کرنے کی ایسی سخت نصیحت کی کہ قریب تھا کہ وہ مجھے پرندا بنا دیں اور انھوں نے مجھے کعبہ کے پاس دو مرتبہ نماز پڑھائی' ظہر کی نماز سورج ڈھلتے پڑھائی تھی' اس حدیث کو اس سے قبل ہم بیان کر چکے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ کرام نے ان سے تابعین حضرات نے' ان سے تبع تابعین نے اپنے اپنے دور اور اپنے اپنے زمانہ میں تعلیم حاصل کی ہر ایک نبی کا کوئی نہ کوئی صحابی ضرور ایسا ہوا ہے جس نے اس کی رہنمائی/تعلیم کے مطابق زندگی کا راستہ طے کیا اور وہ پیغمبر کا جانشین اور قائم مقام بنا جیسے حضرت موسیٰ کے جانشین اُن کے خادم خاص ان کے بھانجے یوشع بن نون گزرے ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری جانشین ہوئے ہیں' اور ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر (رضی اللہ عنہما) خلیفہ اور جانشین ہوئے اور انہی کی طرح حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما اور دوسرے صحابہ کرام جانشین اور شاگرد ہوئے۔

اولیا اللہ اور ابدال تمام اولیا اللہ اور ابدال اور صدیقین کا سلسلہ بھی اسی طرح چلتا آیا ہے کوئی استاد ہوا کوئی شاگرد حضرت حسن بصری کے شاگرد عقبہ غلام تھے۔ حضرت سری سقطی کے شاگرد اُن کے بھانجے اور خادم حضرت ابوالقاسم جنید تھے۔ یہ مشائخ ہی اللہ تک پہنچنے کا ذریعہ اور راستہ ہیں' یہی خدا کا راستہ دکھانے والے ہیں' اسی دروازے سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں راستہ ملتا ہے (شاذ اس سے مستثنیٰ ہے) ورنہ ہر مرید کے لئے شیخ کی ضرورت ہے یہ دوسری بات ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے کا خود انتخاب فرمائے اور اس کی تربیت فرمائے اور شیطان و ہوا و ہوس سے خود ہی اس کی حفاظت فرمائے جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت اویس قرنی کے ساتھ اس نے کیا ہم اس کے منکر نہیں (لیکن یہ صورتیں شاذ ہیں) لیکن اکثر اور عام طریقہ وہی ہے جس کو ہم نے بیان کیا' یہی طریقہ زیادہ سلامتی اور بہتری کا ہے۔

شیخ سے منقطع ہونا شیخ سے منقطع ہوجانا اس وقت تک کسی مرید کے لئے درست اور جائز نہیں ہے جب تک وہ خدا رسیدہ ہو کر مستغنی نہ ہو جائے اور خدا تک پہنچ جائے اور اللہ تعالیٰ خود اس کی تربیت و تہذیب کا متولی اور ذمہ دار ہو جائے' اور ان چیزوں سے مرید کو آگاہ فرما دے جو شیخ کو بھی معلوم نہیں تھیں اور خود اپنی مشیت کے مطابق اس سے عمل کرائے' روکے یا حکم دے' تنگی اور فراخی عطا فرمائے' غنی بنائے یا فقیر کردے اس

صورت میں وہ اپنے ربانی تعلق کی وجہ سے اللہ کے سوا باقی دوسروں سے مستغنی ہو جاتا ہے دوسروں کی طرف متوجہ ہونے کی اس کو فرصت ہی نہیں ملتی، اللہ کی تعظیم و تکریم اور خدمت کی پابندی کے سوا اور کسی بات کی گنجائش ہی باقی نہیں رہتی اس مرتبہ اور حال میں وہ شیخ سے قطعاً منقطع ہو جاتا ہے اس حال میں شیخ اور مرید کے راستے الگ الگ ہو جاتے ہیں شیخ مرید کو ایک راستہ پر لے جائے گا اور مرید دوسرے راستہ پر چلے گا اس لئے صحبت و اجتماع کا حصول ممکن نہیں رہے گا۔ اللہ کی رحمتیں نازل ہوں اس شیخ پر اور اس مرید پر کہ جب اللہ تعالیٰ اس کو اس حالت استغنا پر پہنچا دے تو وہ اپنے رب کے لئے اپنے شیخ سے بھی مستغنی ہو جائے۔

مزید آداب

مرید کے لئے جو آداب ضروری ہیں منجملہ ان کے ایک یہ بھی ہے کہ بے ضرورت شیخ کے سامنے بات نہ کرے اور نہ شیخ کے سامنے اپنی کوئی خوبی بیان کرے نماز کے سوا کسی اور وقت شیخ کے آگے اپنا مصلّیٰ نہ بچھائے جب نماز سے فارغ ہو جائے تو اپنا مصلّیٰ لپیٹ دے، اپنے شیخ نیز ان لوگوں کی خدمت کے لئے بھی مستعد رہے جو شیخ کے ساتھ اس کے سجادہ پر متمکن ہیں۔ شیخ کے سجادہ کے برابر اور شیخ کے اصحاب کے سجادہ کے برابر یا اس سے اوپر اپنا سجادہ نہ بچھائے یہ مشائخ کی نظر میں سوئے ادب ہے البتہ شیخ اگر حکم دے تو تعمیل حکم میں ایسا کر سکتا ہے۔

شیخ کے سامنے اگر کوئی مسئلہ آجائے اور مرید کو اس مسئلہ کا صحیح اور تفصیلی جواب معلوم ہو جب بھی خاموش رہے اور شیخ کی زبان سے اس مسئلہ کا جواب سنے اور اس کو غنیمت سمجھے اس کے فیصلہ کو مان لے اور اس پر عمل کرے اگر شیخ کے جواب میں کوئی کوتاہی نظر آئے تو اس کی علی الاعلان تردید نہ کرے بلکہ اللہ کا شکر ادا کرے کہ اللہ نے اس کو فضل اور علم سے نوازا ہے لیکن ان باتوں کو پوشیدہ رکھے اور شیخ کی غلطی کو ظاہر نہ کرے۔

سماع کے وقت کے آداب

سماع کے وقت شیخ کے سامنے کوئی حرکت نہ کرے البتہ اگر شیخ کی توجہ اس کی جانب ہو اور اس کی توجہ سے اس میں کوئی کیفیت پیدا ہو تو وجد میں آسکتا ہے البتہ اس حالت کو اپنی طرف سے پیدا شدہ خیال نہ کرے اگر اس صورت میں مغلوب الحال ہو جائے تو اس مغلوبیت کے بقدر اجازت ہے لیکن وجد کا جوش ختم ہوتے ہی فوراً سکون، ادب اور سنجیدگی کی طرف واپس آجائے اور جس راز کا انکشاف اللہ نے اس حال میں اس پر کیا ہے اس کو پوشیدہ رکھے۔

سماع کے بارے میں ہمارا نقطۂ نظر

سماع، قوالی، مزامیر اور رقص کو ہم جائز نہیں سمجھتے اور اس کی کراہت ہم پہلے بیان کر چکے ہیں لیکن ہمارے زمانہ میں لوگ اپنی خانقاہوں اور مجلسوں میں اس راہ کو اختیار کئے ہوئے ہیں (ان کی مجلسوں میں قوالی رقص و مزامیر کا سلسلہ جاری ہے) اور ممکن ہے کہ اس راہ پر چلنے والے سچے ہوں اس لئے ان کے مسلک کے مطابق ہم اس موضوع پر قلم اٹھا رہے ہیں۔ ممکن ہے کہ سماع میں کلام کے معنی سامع کے جذبہ محبت و صداقت کی آگ کو بھڑکا دیں اور وہ اس آگ سے بھڑک اٹھے اور خودی اس سے غائب ہو جائے اور اس کے اعضا میں بیساختہ حرکت پیدا ہو جائے لیکن اس شخص کی حالت کا اس شخص کی حالت سے کوئی تعلق نہیں جن کو سماع سے لطف طبع اور لذت ہوس حاصل ہوتی ہے۔ کبھی فوت شدہ محبوب اور بچھڑے ہوئے معشوق کی یاد

ان کے دل میں تازہ ہو جاتی ہے اور ظاہری محبت کی آگ بھڑک اٹھتی ہے۔

چونکہ مرید سے اس کے دل کی آگ تو بجھتی ہی نہیں اس کا شعلۂ عشق تو کبھی فسرو نہیں ہوتا، اس کا محبوب غائب نہیں ہوتا اور نہ اس کا دوست اس کو کسی وقت چھوڑتا ہے بلکہ اس کے لئے محبوب کا قرب لذت و کیفیت میں اضافہ کا باعث ہوتا ہے اس کے حال کو محبوب حقیقی (خداوند تعالیٰ) کے کلام اور گفتگو کے سوا نہ کوئی چیز بدل سکتی ہے اور نہ اس کی حالت کو برانگیختہ کر سکتی ہے اس لئے نہ اس کو اشعار سننے کی ضرورت ہوتی ہے نہ گانے کی آواز سے حظ حاصل ہوتا ہے اور نہ چیخنے چلانے والوں کے شور شر سے (جو شیطانوں کے شریک نفسانی خواہشات پر سوار ہوتے) اُسے کچھ لذت حاصل ہوتی ہے۔

سماع میں مرید کے آداب

مرید کو چاہیئے کہ سماع کی حالت میں نہ کسی سے مزاحمت کرے اور نہ تعرض، نہ گانے والوں سے یہ فرمائش کرے کہ ایسے اشعار گا دو جو دنیا سے بے تعلقی پیدا کرنیوالے، رقت آفریں ہوں نہ یہ فرمائش کرے کہ ایسا کلام پیش کرو جس سے جنت کی، جنت کی حوروں کی اور دیدار الٰہی کی رغبت پیدا ہو، دنیا سے بیزاری، دنیا والوں سے گریز کی تعلیم حاصل ہو، دنیا کے دکھ درد اور مصائب کو برداشت کرنے کی جرأت پیدا ہو اور آخرت کے طالبوں سے دنیا جو اپنا رُخ پھیرتی ہے اس پر صبر حاصل ہو، الغرض کسی مخصوص مضمون کی فرمائش نہ کرے) یہ کام شیخ کا ہے، سب کو اس کے سپرد رہنا چاہیئے، شیخ جو محفل میں موجود ہے اس وقت تمام محفل کے لوگوں کی باگ ڈور اسی کے ہاتھ میں ہے البتہ اگر سامع اہل حال ہے اور آداب ظاہری سے واقف ہے اور تصنع سے عاری ہے تو اللہ خود ایسے ایسے اسباب پیدا کر دے گا کہ قوال خود ایسے اشعار پیش کرے گا جس کا یہ خواستگار ہے یا اگر سامع کسی مصرعہ کی تکرار چاہتا ہے تو گانے والا خود بخود اس کی تکرار کرے گا اور اس طرح اس سچے سامع کی خواہش خود بخود پوری ہو جاتے گی۔ سماع کے سلسلہ میں آداب مرید کی بحث کو ختم کرتے ہوئے مرید کے لئے چند اور آداب ذکر کئے جاتے ہیں۔

شیخ کی اہمیت

مرید اگر شیخ سے کچھ سیکھنا چاہتا ہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ اس کو شیخ پر یقین راسخ اور پختہ اعتقاد ہو کہ اس ملک میں میرے شیخ سے بزرگ تر کوئی شیخ نہیں اس اعتقاد سے اس کو اپنے اصل مقصد میں فائدہ حاصل ہوگا اللہ کے حضور میں اس کو قبولیت حاصل ہوگی اور جو کچھ وہ پیر کی خدمت انجام دے رہا ہے اس کو آفات سے محفوظ رکھے گا اور جو معاہدۂ ارادت ہے اس کو خطرات سے بچائے گا، پیر کی زبان سے بھی وہی بات نکلے گی جو اس کے لئے مناسب ہوگی۔ مرید کو چاہیئے کہ شیخ کی مخالفت کسی حال میں نہ کرے مشائخ کی مخالفت مریدوں کے حق میں زہر قاتل ہے اس لئے نہ صراحتاً مخالفت کرے اور نہ کسی تاویل کے ساتھ، مرید کو لازم ہے کوشش کرے کہ شیخ سے اپنا کوئی راز اور اپنی کوئی حالت پوشیدہ نہ رکھے نہ شیخ کے حکم کی کسی کو اطلاع دے۔

مرید کے لئے کسی حال میں بھی یہ جائز نہیں کہ امر ممنوعہ کی رخصت (اجازت) کا شیخ سے طلبگار ہو اور اللہ کی جس نافرمانی کو ترک کر چکا ہے اس کی طرف دوبارہ واپس آئے یہ کبیرہ گناہ ہے، اہل طریقت کی نظر میں مریدی کی شکست ہے، ارادت شیخ اس ارادہ سے فسخ ہو جاتی ہے۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ "ہبہ کی کوئی چیز کو دوبارہ واپس لینے والا

اس کتے کے مانند ہے جو منہ سے نذا الٹ کر دوبارہ اس کو کھالے؛
مرید پر لازم ہے کہ اس کا شیخ اس کی ادب آموزی کے لئے جو کچھ حکم دے اس کو بجالائے اگر اس سے اس بارے میں کوتاہی ہو تو شیخ کو اس سے آگاہ کردے تاکہ وہ اس سلسلہ میں غور و خوض کرے اور مرید کے حق میں توفیق عمل کی دعا فرمائے

مرید کی تادیب و تربیت

کس طرح کی جائے؟

تادیب مرید میں شیخ کا طرزِ عمل

شیخ طریقت کے لئے ضروری ہے کہ وہ محض اللہ کے لئے (اپنی کسی غرض کے بغیر) مرید کو قبول کرے مرید کے ساتھ اٹھے بیٹھے اور محبت کی آنکھ سے اس کو دیکھے اگر مرید سے ریاضت برداشت نہ ہو تو نرمی کے ساتھ پیش آئے اور اس کی تربیت اس طرح کرے جیسے ماں اپنے بچے کی یا دانشمند باپ اپنے بیٹے یا غلام کی تربیت کرتا ہے، اولاً اس پر آسان گرفت کرے اور ناقابل برداشت بار اس پر نہ ڈالے۔
اولاً اس کو حکم دے کہ دل کی تمام خواہشات کو ترک کرے اور شرع نے جس امور کی اجازت دی ہے ان کو بجالائے تاکہ وہ اپنے نفس اور طبیعت کی قید سے آزاد ہو کر شرع کی قید اور گرفت میں آجائے اس کے بعد اس کو رخصت شرعیہ سے عزیمت کی طرف لے جائے۔ اگر ابتدائے کار ہی میں شیخ طریقت کو مرید میں مجاہدہ کا صدق اور عزم کی پختگی نظر آئے اور وہ اپنی خداداد فراست و فہم اور اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ مکاشفہ سے یہ معلوم کرے کہ مرید میں عزیمت موجود ہے تو ایسی حالت میں مرید کے لئے درگزر سے کام نہ لے بلکہ ایسی سخت ریاضتوں کے ساتھ اس کو مشغول کرے کہ اس کی قوت ارادی میں قصور پیدا نہ ہونے پائے اس کے لئے آسانی پیدا کر کے اس کے حق میں خیانت نہ کرے، مرید سے فائدہ اٹھانا شیخ کے لئے جائز نہیں ہے نہ مال سے نہ اس کی خدمت سے، اس ادب آموزی اور تربیت کے صلہ کی اللہ تعالیٰ سے بھی تمنا نہ کرے بلکہ اس کو محض حکم خداوندی کی تعمیل اور ایک انعام الٰہی سمجھ کر قبول کرے، اس لئے شیخ کی خدمت میں مریدوں کا حاضر ہونا نہ شیخ کے اختیار میں ہے اور نہ اس میں اس کی کوشش کو کچھ دخل ہے صرف اللہ تعالیٰ کی رہنمائی اور تقدیر الٰہی پر اس کا مدار ہے اللہ ہی نے اس کو بھیجا ہے گویا وہ اللہ کا بھیجا ہوا ایک تحفہ ہے پس اس تحفہ کے حسن قبول کی یہی ایک صورت ہے کہ مرید کے ساتھ بھلائی سے پیش آئے اس کو آداب سکھائے اور اس کی روحانی و اخلاقی تربیت کرے اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مرید کے مال اور خدمت سے غرض نہیں رکھنا چاہیئے یہاں صرف ایک صورت میں اس کا جواز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شیخ کو اس کا حکم دے دیا ہو اور اس کی مالی پیشکش کے قبول کرنے کی اس کو خبر دے دی ہو اور مرید کی بھلائی اور اس کی نجات اس امر سے وابستہ کردی ہو اس صورت میں اس سے بچنے اور اس کے مال کو واپس لوٹا دینا درست نہیں۔

مرید کس کو بنایا جائے

مرید کے انتخاب کے سلسلہ میں شیخ کو احتیاط رکھنا چاہیئے ایسا نہ کرے کہ جو بھی ملے اس کو

مرید بنائے بلکہ اس امر میں بھی اللہ کے حکم اور تقدیر کا منتظر ہے اور اللہ تعالیٰ جس کی رہنمائی فرما کر اس کو شیخ کی خدمت میں بھیجے اور شیخ کے کمالات یا ظاہری حالت کو اس میں دخل نہ ہو اس کو مرید بنائے اور اس کی تربیت کرے، اس صورت میں اس کی تربیت اور ادب آموزی کی توفیق اللہ کی طرف سے عطا ہوگی ورنہ نہیں !!

شیخ پر لازم ہے کہ حتی المقدور مرید کی تربیت میں قصور نہ کرے اگر مرید سے اطاعت الٰہی میں سستی یا قصور ہو جائے تو تنہائی کے وقت اس سے توبہ کرائے اور خود بھی اس کے لئے معافی طلب کرے، مریدوں کے راز کی نگہداشت شیخ کیلئے ضروری ہے کہ یہ مرید کی امانت ہے۔

اگر کوئی مرید مکروہات شرعیہ میں سے کسی مکروہ کا مرتکب ہو تو تنہائی میں اس کو نصیحت کرے اور اس کو اسکے اعادہ سے باز رکھے خواہ وہ امر مکروہ جس کا ارتکاب کیا ہے اصولی ہو یا فروعی، مرید کو کبھی ایسا دعویٰ نہ کرنے دے جس کا وہ اہل نہیں ہے، مرید کو تاکید کرے کہ وہ اپنے عمل پر غرور و تکبر نہ کرے، خود پسندی سے بچے، شیخ کو چاہیے کہ مرید کے احوال و اعمال کو اس کی نظر میں حقیر و بے مایہ دکھائے تاکہ وہ بیچارہ عُجب و غرور میں مبتلا ہو کر تباہ نہ ہو جائے، خود پسندی بندہ کو اللہ تعالیٰ کی نظروں سے گرا دیتی ہے۔

اگر تربیت اجتماعی مقصود ہو انفرادی مطلوب نہ ہو تو سب مریدوں کو جمع کر کے بلا تعین و تخصیص کہے کہ تم میں سے بعض لوگ مدعی ہیں یا یہ بات کہتے ہیں یا ایسا کرتے ہیں غرض اس سلسلے کے تمام مفاسد اور برائیوں کو بیان کر کے ان کو نصیحت کرے اور برائیوں سے بچنے کی تلقین کرے مگر کسی فرد کی تخصیص و تعین نہ کرے اس طرز عمل سے اصلاح بھی ہو جائے گی اور کسی کے دل میں نفرت بھی پیدا نہیں ہوگی، اگر بد خلقی سے کام لیگا، زجر و توبیخ کرے گا یا ان کے اسرار کو فاش کرے گا یا ان پر کھلم کھلا نکتہ چینی کرے گا اور ان کی برائیوں کا تذکرہ دوسروں سے کرے گا تو اس طرز عمل سے شیخ کی محبت سے ان کے دلوں میں نفرت پیدا ہوگی اہل طریقت کے مسلک میں یہ عمل مریدوں پر تہمت تراشی کہلاتا ہے اور اولیا اللہ کی محبت کا جو بیج مریدوں کے دل میں بویا جاتا ہے اس عمل سے اس کی نشوونما نہیں ہوتی لہٰذا پیر طریقت کو اس سلسلہ میں پوری احتیاط رکھنا چاہیئے اگر ایسی صورت پیش آئے کہ شیخ مغلوب الحال ہو جائے اور اس کا تدارک اسکے بس کی بات نہ ہو تو پھر شیخ کو مرتبہ ارشاد اور مسند طریقت سے الگ ہو جانا چاہیے اور الگ ہو کر اپنے نفس کو مجاہدہ اور ریاضت میں مشغول کرے اور خود کسی شیخ کی جستجو کرے تاکہ وہ اس کو مودب، مہذب اور صحیح الحال بنا دے ایسے خطرات جب اس کے پاس ہوں تو وہ شیخ بننے کا اہل نہیں ہے اس لئے مریدوں کی راہ میں اس کو رکاوٹ نہیں بننا چاہیئے۔

باب ۲۵

عوام الناس، اغنیاء اور فقراء کے ساتھ طرزِ معاشرت

دوستوں کے ساتھ صوفی کی روش

راہِ طریقت کے راہرو کے لئے ضروری ہے کہ دوستوں کی مصاحبت میں ایثار، جوانمردی، درگذر اور خدمت گزاری سے کام لے، اپنا حق کسی پر نہ سمجھے اور نہ کسی سے اپنے حق کا مطالبہ کرے، بلکہ اس کے برعکس یہ سمجھے کہ ہر شخص کا اس پر حق ہے اور اس کے ادا کرنے میں کوتاہی نہ کرے۔ دوستی اور مصاحبت کے حقوق میں سے یہ بھی ہے کہ دوستوں کی ہر بات اور فعل سے موافقت کا اظہار کرے (بشرطیکہ وہ شریعت کے خلاف نہ ہو) خواہ اس کا اپنا نقصان ہو مگر ہمیشہ ان کا ساتھ دے اگر ان سے کوئی غلطی ہو جائے تو ان کی خاطر اس کی توجیہہ کرے اور ان کی طرف سے عذر خواہی کرے، ان کے ساتھ نفرت، تشدد اور جنگ کا خیال بھی نہ کرے، ان کے عیوب کی طرف سے آنکھیں بند کر لے۔

ہمیشہ دوستوں کے دلوں کی پاسداری کرے جو بات دوست کو پسند نہ ہو اس سے اجتناب کرے خواہ اس میں اس کی بھلائی ہی کیوں نہ ہو، کسی دوست کی طرف سے دل میں کینہ رکھے اگر کسی کے دل میں اس کی طرف سے ناگواری اور ناخوشی پیدا ہو جائے تو اس کے ساتھ اس طرح پیش آئے کہ اس کے دل سے شکایت دور ہو جائے، اگر کوئی دوست اس کی غیبت کرے اور اس غیبت سے اس کے دل میں ناگواری کا احساس ہو تو اپنی طرف سے اس کبیدگی کا اظہار نہ ہونے پائے بلکہ اپنا برتاؤ پہلے جیسا ہی رکھے۔

غیروں کے ساتھ برتاؤ

غیروں کے ساتھ برتاؤ اور معاشرتی تعلق کا تقاضہ یہ ہے کہ ان سے اپنا راز چھپائے، ان کے ساتھ شفقت اور مہربانی سے پیش آئے، ان کا مال بطور امانت اگر ہو تو ان کے سپرد کر دے طریقت و معرفت کے احکام ان سے پوشیدہ رکھے، ان کی بداخلاقی پر صبر کرے ان پر اپنی برتری کا خیال بھی دل میں نہ لائے بلکہ کہے کہ اللہ ان سے درگزر فرمائے گا اے میرے نفس تجھ سے ہر چھوٹی بڑی بات کی پرسش ہوگی اور ہر شے کی تجھ سے حساب فہمی ہوگی، اللہ تعالیٰ ناواقف کی ان باتوں سے درگزر فرمائے گا کہ وہ ان باتوں کے جاننے والے نہیں ہیں۔ لیکن جاننے والوں سے حساب فہمی ہوگی پس عوام کی تو پروا بھی نہیں کی جاتی البتہ خواص ایک بڑے خطرے میں ہیں۔

اُمراء کے ساتھ صحبت

اغنیا اور دولت مندوں کے خلاف حجت پیش کرے ان سے تعلق منقطع کرے ان کی دولت کا لالچ نہ کرے، تمام باتوں کو دل سے نکال دے اور محض ان کے اکرام و انعام سے فائدہ اٹھانے کے لئے ان کے سامنے ذلیل ہونے سے اپنے دین کو محفوظ رکھے حدیث شریف میں آیا ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

مالدار کے سامنے جس نے اس کے مال کی وجہ سے اپنی ذلت کا اظہار کیا اس کا دو تہائی دین تباہ ہو گیا۔

ہم اللہ تعالیٰ سے ایسی حرکت سے جس سے دین کو نقصان پہنچے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔ اور ایسے لوگوں کی محبت سے بھی پناہ چاہتے ہیں جس کی وجہ سے اس میں رخنہ اور خرابی پیدا اور جس سے دین کا قبضہ ٹوٹ جائے اور لوگ کا نور ایمان کی شعاع کو دنیا کے مال کی چمک دمک بجھادے، ہاں اگر سیر و سفر یا مسجد یا سرا وغیرہ میں اس سے محبت کا اتفاق ہو جائے (کہ ایسے مواقع پر ملنا جلنا بہت ممکن ہے) تو ان کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آنا چاہیئے یہ عمومی حکم ہے اس میں اغنیا اور فقرا دونوں شامل ہیں فقرا کی صحبت کے وقت تمھارے دل میں یہ خیال نہیں آنا چاہیئے کہ تم ان سے برتر اور بڑھ کر ہو بلکہ یہ یقین رکھو کہ تمام مخلوق تم سے بہتر ہے تم سب سے کمتر ہو اس عقیدہ کی بدولت تم کو غرور سے نجات مل جائے گی حتیٰ کہ فضیلت فقر کی خواہش بھی دل میں نہیں پیدا ہونا چاہیئے تم اپنے فقر کو نہ دنیا میں کوئی فضیلت سمجھو نہ آخرت میں اور نہ اس کا کوئی وزن جانو۔ ایک مشہور مقولہ ہے کہ جس نے اپنے نفس کی بڑائی محسوس کی اس کی کوئی بڑائی نہیں اور جس نے اپنے نفس کو گراں بار سمجھا تو اس کا بھی کوئی وزن اور گراں مایگی نہیں!!

ہر چند کہ مالدار کے لئے یہ زیبا ہے کہ فقیر کے ساتھ بھلائی سے پیش آئے، مال اپنی ہتھیلی سے نکال کر فقیر کو نذر کرے اور خود خالی ہو جائے، اپنے آپ کو صرف گزشتہ مالداروں (اغنیا) کا جانشین متصور کرے خود کو اس مال کا مالک متصور نہ کرے لیکن فقیر کا ادب نفس وہی ہے کہ مالدار کا خیال اپنے دل سے نکال دے اور مالدار سے اس کے مال سے اور بلکہ دنیا سے فارغ بال ہو جائے کسی چیز کو دل میں جگہ نہ دے صرف اپنے رب کے خیال سے خالی دل کو پر رکھے اس کی نظر میں خدا کی ہستی کے سوا کسی اور کی طاقت، توانائی اور ہستی کا تصور نہ آئے اس وقت بغیر کسی رنج و الم کے اللہ کا فضل اس کو میسر آجائے گا۔

فقرا کی مصاحبت امراء کے لئے!

فقیروں سے مصاحبت کا تقاضہ یہ ہے کہ اکل و شرب و لباس میں اور ہر اچھی چیز میں ان کو اپنی ذات پر ترجیح دے اپنی جان کو ان سے کم مرتبہ سمجھے اور کبھی کسی حال میں فقیروں پر برتری کا خیال دل میں نہ لائے۔

حضرت ابو سعید بن احمد بن عیسیٰؒ فرماتے ہیں کہ میں فقیروں کے ساتھ تیس سال تک رہا لیکن میرے اور ان کے درمیان کبھی کوئی ایسی بات نہیں ہوئی جس سے ان کو دکھ پہنچتا، نہ میری طرف سے کوئی نفرت آفریں سلوک ہوا جس سے ان کو وحشت ہو جاتی۔ لوگوں نے اس برتاؤ کی جب کیفیت دریافت کی تو انھوں نے فرمایا کہ میں ان کے ساتھ ہمیشہ اپنے نفس کے خلاف رہا۔

جب تم فقرا کے پاس پہنچو تو مسرت اور خوش اخلاقی کے ساتھ جاؤ اور خوش اخلاقی کو تحفہ بناؤ لیکن یہ خیال رہے کہ اس خوش اخلاقی کے باعث تمھارے دل میں ان سے برتری کا خیال پیدا نہ ہو، ان کے احسان کو اپنی گردن کا طوق سمجھو اور اس خیال سے بھی بچتے رہو کہ تم ان پر احسان کر رہے ہو بلکہ اللہ کا شکر بجالاؤ کہ اس نے تم کو حسن خلق کی توفیق عطا فرمائی اور تم کو اپنے اولیا، اپنے خاص بندوں اور اللہ والوں کی خدمت کا موقع عنایت فرمایا کیونکہ فقرا صالحین اہل اللہ اور اس کے خاص بندے ہوتے ہیں، رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:-

"قرآن والے ہی اہل اللہ اور اس کے خاص بندے ہیں"

قرآن والے وہ ہیں جو قرآن پر عمل کرتے ہیں، جو قرآن کی تلاوت تو کرتے ہیں لیکن اس پر عمل نہیں کرتے وہ اہل قرآن نہیں ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "جو قرآن کے ممنوعات کو حلال سمجھتا ہو وہ قرآن پر ایمان نہیں لایا"۔

مصاحبت فقراء کے تحفۂ ادب میں سے یہ بھی ہے کہ تم فقرا کو ایسا موقع ہی نہ دو کہ ان کو تم سے سوال کرنا پڑے اگر اتفاقاً کوئی فقیر تم سے قرض مانگے تو اس کو بظاہر تو قرض دو لیکن دل میں اس کو اس قرض سے سبکدوش قرار دیدو اور جلد ہی اس کو سبکدوشی سے مطلع بھی کردو تاکہ بارِ احسان مزید برداشت کرنے کی اس کو تکلیف نہ ہو۔

فقیر سے حسنِ سلوک

فقیر کے ساتھ حسنِ سلوک کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ اس کی مراد جلد پوری کر کے اس کے دل کو مطمئن کردے انتظار (وعدہ) سے اس کے دل کو دکھ نہیں پہنچانا چاہئے، فقیر کے پاس مستقبل کے انتظار کا وقت نہیں ہے اگر تم کو علم ہو کہ فقیر صاحب عیال ہے تو آداب فقرا کا تقاضا یہ ہے کہ اس کے ساتھ ایسا سلوک کیا جائے جو اس کے اور اس کے وابستگان کے لئے کافی ہو، فقیر اپنا جو کچھ حال بیان کرے اس کو صبر کے ساتھ سننا چاہئے اور اس کے ساتھ کج ادائی، ترش روئی اور سخت کلامی سے پیش نہ آئے، اس کو قطعی ناامید کر کے اس کو دل شکستہ نہ کیا جائے اُسکے دل میں نفرت پیدا نہ کی جائے اور اس نے اپنا راز جو تم سے منکشف کیا ہے اس کی شرمندگی اور نامرادی اس کی شکستگی کا باعث نہ بن جائے ایسی صورت میں فقیر بے قابو ہو جاتا ہے، نفسانیت کا اس پر غلبہ ہو جاتا ہے اور پھر وہ آپے میں نہیں رہتا، اور وہ پھر غضبناک ہو جاتا ہے اور مقدر کا شکوہ کرنے لگتا ہے اس کا دل اندھا ہو جاتا ہے اور نورِ ایمان کی شمع بجھنے لگتی ہے چونکہ اس کے غیظ و ہیجان کا باعث تم ہوئے ہو اس لئے تم اس گناہ میں پکڑے جاؤ گے۔

فقر پر صبر کی خوبی

فقیر کے سوال کے اندر جو مصالح پوشیدہ ہیں، اور جو ثواب اس میں مخفی ہے اور جو معرفت علوم اس کے اندر ہے، وہ مخلوق کی نظر سے پوشیدہ ہیں اگر فقیر پر فقر و فاقہ کی یہ خوبیاں ظاہر ہو جائیں تو پھر سوال کی نوبت ہی نہ آئے فقیر کا دل بھی غنی ہو جائے[1] اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان اور اس کے انعام کے لشکر اس کے مسائل حال ہو جائیں اس کی رحمت، مہربانی اور اس کی حفاظت اس کی نگہبان بن جائے اور وہ وھو یتولی الصالحین کا مصداق بن جائے، اور وہ تمام چیزوں سے بے پروا بن جائے اور سوائے رب کی لگن کے کوئی اور آرزو اس کو باقی نہ رہے۔ سب چیزیں خود اس کے پاس آئیں اس کو کسی چیز کی طلب کے لئے کسی کے پاس نہ جانا پڑے، لوگ اس کو اپنا مقصود و مطلوب بنا لیں اس کے انوار و اسرار کے حصول میں کوشاں ہوں صرف مولیٰ سے اس کو لو لگی ہو اور کسی کی طرف توجہ نہ کرے اس کا جذبہ اس کو کھینچ کر اسکے رب کی طرف لیجائے، مخلوق کے ساتھ تعلق خاطر کی ظلمت، نفس کی موافقت و مطابقت خواہشات کی پیروی اور دنیا و آخرت میں کسی چیز کی طلب ان تمام چیزوں سے اس کو آزادی مل جائے۔

سپردگی کا صلہ

ان لوگوں نے جب اپنی جانیں اور اپنے اموال اللہ کے ہاتھ بیچ ڈالے تو اللہ نے بھی ان کی جان و مال کو بہشت کے بدلہ میں خرید لیا۔

---

[1] تیرے کرم نے دل سے طلب کو مٹا دیا   باقی رہی سکت نہ زبانِ سوال میں (شمس)

اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَہُمْ وَاَمْوَالَہُمْ بِاَنَّ لَہُمُ الْجَنَّۃَ ۝ — بیشک ہم نے مومنین سے ان کے جان و مال کو خرید یہ اور اس کے عوض اُن کو بہشت عطا فرما دی۔

انھوں نے دنیا میں افلاس پر صبر کیا، اپنے جان و مال اور اولاد کا پورا پورا اختیار خداوند تعالیٰ کو دے دیا اور سب کچھ اسی کے سپرد کر دیا، اس کے احکام کی پابندی کی اور ممنوعات سے خود کو بچایا اور اپنے مقدر کو تقدیر الٰہی کے حوالہ کر دیا مخلوق سے الگ ہو گئے ارادوں، آرزوؤں سے پاک ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان کو جنت میں داخل فرما دیا اور ایسی نعمتوں میں ان کو مشغول کر دیا جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے ان کو سُنا نہ کسی انسان کے دل میں ان کا خیال گزرا اور خود ہی ارشاد فرمایا:-

اِنَّ اَصْحٰبَ الْجَنَّۃِ الْیَوْمَ فِیْ شُغُلٍ فٰکِھُوْنَ ۝ — تحقیق اہل بہشت اس دن اپنے شغل میں خوشحال ہیں۔

فقیر جب اس منزل سے گزر جاتا ہے تو اس کے لئے جنت کا حصول یقینی ہو جاتا ہے تو اس وقت وہ جنت کے عوض اپنے رب کو لے لیتا ہے اور مکان سے پہلے ہمسایہ کی طلب کرتا ہے جیسا کہ رابعہ عدویہ نے ارشاد کیا تھا کہ مکان سے پہلے ہمسایہ کو دیکھو اللہ تعالیٰ کا بھی ارشاد ہے یُرِیْدُوْنَ وَجْھَہٗ وہ اللہ کی ذات کے طالب ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ نے کسی سابق آسمانی کتاب میں بھی ارشاد فرمایا ہے "مجھے دوستوں میں سب سے زیادہ پیارا بندہ وہ ہے جو بخشش کی آرزو کے بغیر میری عبادت محض حقِ ربوبیت کو ادا کرنے کے لئے کرتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "اگر اللہ تعالیٰ جنت و دوزخ کو پیدا نہ کرتا تو کوئی اس کی عبادت نہ کرتا۔ حضرت علی مرتضیٰؓ کا ارشاد ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ جنت و دوزخ کو پیدا نہ کرتا تو اُسے کوئی نہ پوچھتا۔

جب فقیر ان صفات سے متصف ہو جاتا ہے اور اللہ کے سوا ہر چیز سے وہ بے تعلق ہو جاتا ہے اور ہر چیز کی وابستگی سے اس کا دل پاک ہو جاتا ہے تو وہ اس امر کا مستحق بن جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ خود اس کی کارسازی فرمائے اس کی رہنمائی کرے اور جب تک زندہ ہے دنیا میں بھی اس کو اپنی نعمتوں سے نوازے اور مرنے کے بعد بھی اس پر مزید نوازشیں فرمائے، نئی نئی خلعتیں، نور، راحت، پاکیزہ زندگی اور اپنا قرب عطا کرے اور ان تمام چیزوں سے نوازے جو اس نے اپنے اولیاء اور دوستوں کے لئے تیار رکھی ہیں اور جس کی خود اس طرح خبر دی ہے:

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِیَ لَھُمْ مِّنْ قُرَّۃِ اَعْیُنٍ جَزَآءً بِمَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ۝ — کسی نفس کو معلوم نہیں کہ اس کے لئے کیا کیا چیز پوشیدہ رکھی گئی ہے۔

رسول اللہ کی حدیث

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے وہ چیزیں تیار رکھی ہیں جو نہ کسی آنکھ نے دیکھیں نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی شخص کے خیال میں آئیں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث نقل فرماتے ہوئے فرمایا اگر تم اس کی تصدیق میں حکم ربانی چاہتے ہو تو پڑھو فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِیَ لَھُمْ مِّنْ قُرَّۃِ اَعْیُنٍ ۝

اگر تم ایسے شخص کو خالی ہاتھ واپس کر دو گے جو ہاتھ اور دل کا غنی ہے لیکن حکم مولیٰ کی تعمیل میں اپنے لئے اور اپنے

اہل وعیال کے لئے تم سے کچھ طلب کرتا ہے اور ترک سوال اس لئے نہیں کرتا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اس سوال کا مکلف بنایا ہے اور فقر میں مبتلا کر دیا ہے جیسا کہ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

وَجَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً أَتَصْبِرُوْنَ ۝ (ہم نے تمہارے بعض کیلئے آزمائش کی ہے، آیا تم صبر کرتے ہو یا نہیں!!)

یاد رکھو کہ فقیری ہمیشہ قائم رہنے والی نہیں ہے، جلد دور ہو جاتی ہے اور جلد تونگری میں بدل جاتی ہے اور اس کے مقدر میں جو دولت اور مولیٰ کی قربت کے باعث دوامی عزت لکھ دی گئی ہے وہ عنقریب اس کو میسر آجائے گی۔ تو اس صورت میں اے ہاتھ کے سخی اور دل کے فقیر! اپنے نفس اور اپنے رب کی قدرت سے ناواقف اور اپنے آغاز وانجام سے بےخبر تجھے اس کی سزا دی جائے گی اور دولت تیرے ہاتھ سے چھین لی جائے گی اور جس طرح تو دل کا فقیر تھا اسی طرح تو ہاتھ کا فقیر ہو جائے گا۔ تمام چیزوں کی حرص وطلب تجھے رہے گی اور ان کے حصول کے لئے تجھے دکھ جھیلنا ہوں گے جو تیرے مقدر میں نہیں ہیں جیسا کہ کہا گیا ہے کہ جو چیز مقسوم میں نہ ہو اس کی طلب سخت ترین عذاب ہے ہاں اگر اللہ تعالیٰ اپنی آغوشِ رحمت میں لے لے اور اللہ تمہاری توبہ قبول فرمائے اور تم کو بخش دے تو اس صورت میں تم عذاب سے محفوظ رہ سکتے ہو، پس اللہ سے توبہ کرو وہ ارحم الراحمین اور غفور الرحیم ہے۔

فقر کے آداب

فقر سے محبت

فقیر کو چاہیے کہ وہ اپنے فقر سے ایسی محبت کرے جیسے دولت مند اپنی دولت سے محبت کرتا ہے اور وہ ہمیشہ اسی امر میں کوشاں رہتا ہے کہ اس کی دولت کو زوال نہ ہو اسی طرح فقیر کو چاہیے کہ وہ بھی ایسی ہی کوشش کرے (کہ اس کے فقر کو زوال نہ ہو) اور اللہ سے دعا کرے کہ اس کا فقر زوال پذیر نہ ہو اپنے نفس کو احتیاج اور تنگی کے وقت اور بھی ضعیف بنالے غنی بننے کے لئے اسباب معیشت کی فراہمی اور کمائی کے گوناگوں ذرائع سے تعلق نہ رکھے نہ اپنے نفس کے لئے اور نہ اپنے عیال کے لئے۔

فقر کی شرط

فقر کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ قدر کفایت پر قناعت کرے کسی حال میں بھی قدر کفایت سے تجاوز نہ کرے (قدر کفایت سے زیادہ مال نہ لے) اور بقدر کفایت مال کا قبول کرنا بھی صرف اللہ کے حکم کی تعمیل اور قتل نفس سے باز رہنے کے لئے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَلَا تَقْتُلُوْا أَنْفُسَكُمْ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ۝ (تم اپنی جانوں کو مت مارو، خدا تم پر اپنی رحمت کرنیوالا ہے)

پس اپنے نفس کے حق (جائز) کو روکنا حرام ہے اور نفس کا حق ہے کہ وقت بسر کرنے کے بقدر کھانا پینا تاکہ جسمانی قوت قائم رہے اور بقدر ستر لباس پہننا کہ نماز کے ارکان و واجبات اور شرائط ادا ہو سکیں۔

ترکِ حظ نفس

فقیر کو چاہیے کہ حظ نفس کو ترک کر دے، پس کبھی لذت کے حصول کے درپے نہ ہو البتہ اگر بیمار ہو اور اس کی صحت کے لئے ایسی چیز تجویز کی جائے جو لذیذ ہو تو اس کا استعمال درست ہے اس وقت

لذیذ چیز کا حکم وہی ہوگا جو حالت صحت میں روزی (قوت لایموت) کا ہے۔ فقیر کو اپنی فقیری میں وہی لذت محسوس کرنا چاہئے جیسی لذت دولت مند اپنی دولت میں محسوس کرتا ہے۔ اپنی ذلت وخواری اور گمنامی کو لوگوں میں مقبولیت کا ذریعہ نہ بننے دے لوگوں کے ہجوم کو اپنے پاس پسند نہ کرے۔

مال کی کمی حسرتِ دل کا موجب ہے

فقر کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ جب خالی ہاتھ ہو تو اپنے مال کی صفا سے قوت حاصل کرے، جس قدر مال میں کمی ہوگی اسی قدر مسرت خاطر میں اضافہ ہوگا۔ دل کی قوت اور قلب کی روشنی میں اضافہ ہوگا لیکن اگر فقیر کی ناداری اس کے دل کو تاریک اور طبیعت کو متزلزل کردے اور اللہ سے شکایت کا پہلو نکل آئے تو اس وقت فقیر کو سمجھ لینا چاہئے کہ اس کو آزمائش میں ڈال دیا گیا ہے یا فقر کی حالت میں اس سے کوئی گناہ عظیم سرزد ہوگیا ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ سے توبہ استغفار کرے اور اپنے قصور اور لغزش کا پتہ چلانے کی کوشش کرے اور اپنے نفس کی ملامت کرے۔

فقیر کے لئے سزاوار ہے کہ اس کی اولاد جس قدر زیادہ ہو اسی قدر رزق کے معاملہ میں اس کا دل پرسکون ہو، اللہ تعالیٰ پر کامل اعتماد رکھے اور بہ تعمیل حکم الٰہی ظاہری حالت میں ان کے لئے کی ہے لیکن باطن میں اللہ کے وعدہ پر کامل اعتماد رکھے اور پختہ یقین رکھے کہ ان کا رزق اللہ کے پاس موجود ہے، اس نے رزق کا وعدہ کیا ہے اور مقدر کردیا ہے ہر حال میں وہ اسکے یا کسی اور ذریعہ سے بچوں تک ضرور پہنچے گا پس اس کو اپنی سعی (اور کوشش کو وسیلہ رزق نہ سمجھے اور خالق کو مخلوق کے درمیان دخیل بننے رزق میں کمی اور فاقہ کشی کی تہمت رازق مطلق پر نہ رکھے اور اس کے وعدہ میں شک نہ کرے نہ کسی اور سے اس کمی کا شکوہ کرے، اس کا شکوہ اسی سے کرے اور اسی سے حاجت روائی کی دعا کرے۔ فقیر پر اللہ تعالیٰ نے عیال کے نفقہ کی جو ذمہ داری ڈالی ہے اس پر ثابت قدم رہنے کی دعا کرے اور دعا کرے کہ الٰہی ان کے رزق کو سہل اور آسان بنائے، اللہ اپنے بندے کو مصیبت میں اس لئے مبتلا کرتا ہے کہ بندہ اس کی طرف رجوع ہوکر زاری کے ساتھ مانگنے والے اس کو پسند ہیں۔ یہ سوال ہی تو ہے جس کے باعث بندہ اور مولیٰ غنی اور فقیر کا فرق واضح ہوجاتا ہے سوال ہی کی بدولت بندہ کبر، نخوت غرور اور تبختر سے نکل کر عاجزی، مسکنت اور احتیاج کی طرف آتا ہے اس صورت میں اس کو جلد قبولیت حاصل ہوتی ہے اور اس کے لئے آخرت میں ثواب بھی جمع ہوتا ہے۔

فقیر کو مستقبل کی فکر نہیں کرنا چاہئے

فقیر کو لازم ہے کہ مستقبل کی فکر نہ کرے حال پر نظر رکھے اس کے حدود سے تجاوز نہ کرے شرائط حال اور آداب حال کو ملحوظ رکھے، اپنے حال سے بلند حال کی طرف نہ دیکھے، کسی دوسرے کی حالت کا حریص نہ بنے کہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ حالت صاحب حال کے لئے وجہ سلامتی ہے مگر حریص کے لئے ہلاکت آفریں بنجاتی ہے اس کی مثال غذا کی طرح ہے کہ بعض غذائیں بعض لوگوں کے لئے صحت افزا ہوتی ہیں لیکن بعض کے لئے مضر صحت بن جاتی ہیں۔ فقیر کو چاہئے کہ خود اپنے انتخاب سے کسی حالت کو پسند نہ کرے جب تک کہ خدا کی طرف سے اس کو اس حالت میں داخل نہ کردیا جائے اگر خود اپنے نفس کو کسی حالت میں داخل کرے گا تو وہ اپنے نفس کی ضلالت و ہلاکت کا باعث خود بنے گا خود بخود کسی حالت میں داخل نہ ہو جب تک خدا کا حکم نہ آجائے کہ

اسی کے قبضہ میں موت و زندگی ہے اور کسی حالت سے اس وقت تک نہ نکلے جب تک تصرف الٰہی ہی اس کو اس حالت سے نہ نکالے۔ جو فقیر و غنی بناتا ہے، ہنساتا اور رلاتا ہے، اللہ تعالیٰ کا قرب بڑھانے والا عمل یہی ہے، علمائے سلف اور ارباب طریقت کا یہی عمل تھا اسی کی پیروی لازم ہے۔

موت کا انتظار فقیر کے لئے ضروری ہے کہ ہر وقت موت کا منتظر اور اس کے لئے تیار رہے، نازل شدہ مصائب اور حالت فقر پر راضی برضا رہنے میں اس طریقہ کو اپنانے سے مدد ملے گی اس لئے کہ موت کی یاد سے امیدیں کوتاہ ہو جاتی ہیں نفس پر شکستگی پیدا ہوتی ہے اور خواہشات نفسانی کا جوش ٹھنڈا پڑ جاتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "لذتوں کی عمارت کو ڈھا دینے والی موت کی یاد زیادہ کیا کرو"۔

منجملہ آداب فقر یہ بھی ہے کہ مخلوق کی یاد دل سے نکال دے۔ آداب فقر سے یہ بھی ہے کہ فقیر کو جو کچھ میسّر آئے (میں ہو یا کھانا) اگر کوئی غنی اس کے یہاں آئے تو خوش خلقی سے اس کے سامنے پیش کرے، ایثار میں فقیر کو غنی سے زیادہ ہونا چاہیئے اگر عسرت کی حالت ہو تب غنی پر خرچ کر کے اپنے عیال کو تنگی میں نہ ڈالے ہاں اگر عیال اس کے ایثار پر راضی اور اس سے خوش ہوں تو خرچ کرنے میں مضائقہ نہ کرے۔

فقیر کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ تنگدستی اور عسرت کی حالت میں اپنے تقویٰ کی احتیاط و نگہداشت رکھے، عسرت و ناداری کے باعث خلاف شریعت کام نہ کر بیٹھے اور عزیمت چھوڑ کر رفعت کی طرف قدم نہ بڑھائے، خوب اچھی طرح سمجھ لے کہ تقویٰ پر دین کا مدار ہے اور طمع دین کی بربادی ہے، مشتبہ چیزوں کے قبول کرنے میں دین کی خرابی ہے جیسا کہ ایک بزرگ کا قول ہے کہ "جس فقیر کے فقر میں تقویٰ نہیں اس کا کھانا حرام ہے" اس لئے ضروری ہے کہ عسرت کی حالت میں دینی تاویلوں کی طرف مائل نہ ہو بلکہ عزیمت کی طرف قدم بڑھائے۔ عزیمت اگرچہ دشوار ہے مگر احتیاط کی چیز ہے۔

فقیر کا سوال

فقیر کب سوال کرے فقر کے آداب میں یہ بھی ہے کہ جب تک فقیر کے پاس بقدر کفایت چیز موجود ہے مخلوق سے سوال نہ کرے، اگر حاجت اور ضرورت اس کو بہت ہی مجبور کر دے تو بقدر حاجت طلب کر لے، اس کی حاجت ہی سوال کا کفارہ بن جائے گی۔ فقیر کو سوال کرنا اسی وقت واجب ہے کہ جب وہ ہر طرح سے مجبور ہو جائے اور کسی طرح اس کا بس نہ چلے! پھر بھی اپنے نفس کے لئے سوال نہ کرنا ہی بہتر ہے صرف عیال کے لئے طلب کرے۔ اگر فقیر کے پاس ایک دام ہے تو جب تک وہ خرچ نہ ہو جائے سوال نہ کرے کیونکہ جب تک اس کے پاس کچھ مال ہے اس وقت تک غیب سے اس کو کچھ مدد نہیں مل سکتی۔

سوال کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ مخلوق پر اس کی نظر نہ ہو بلکہ خدا پر ہو وہی اس کی حاجت پوری کرنے والا ہے اس لئے سوالیہ اشارہ خدا ہی کی طرف ہو، مخلوق کو صرف وکیل اور اللہ کا کارندہ سمجھے، کسی بندے کو رب نہ سمجھے مخلوق

سے سوال کرنے کا مطلب یہ ہے کہ مسئول کو اپنا اور اپنے بچوں (کے فقر و فاقہ) کا حال بتا دے لیکن اس میں اللہ کا شکوہ نہ ہو سوال کرے تو استفہامیہ صورت میں کرے مثلاً اس طرح کہے کیا ہمارے لئے آپ کو کچھ دیا گیا ہے؟ کیا آپ پر ہمارا کچھ بار ڈالا گیا ہے؟ اے اللہ کے مملوک! اے اللہ کے در کے فقیر! آپ اور میں اپنے اپنے مقبوضہ مال میں یکساں حیثیت رکھتے ہیں ہم میں سے کوئی بھی اس مال کا مالک نہیں ہے مالک تو کوئی اور ہے جس کے ہم سب محتاج ہیں! اگر ان الفاظ کے ساتھ سوال کرے تو سوال کرنا اس کے لئے حلال ہے ورنہ حرام! ایسے فقیہ کی کوئی عزت نہیں جو مخلوق کو کارساز سمجھ کر سوال کرے وہ مشرک ہے، فریبی ہے ریاکار ہے، اہل طریقت سے خارج ہے، دروغ گو، دو غلا اور بے دین ہے۔

فقیر کو اگر کوئی کچھ دیدے تو شکر کرے نہ دے تو صبر کرے سچے فقیہ کے یہی اوصاف ہوتے ہیں، اگر فقیر کا سوال رد کر دیا جائے تو غمگین نہ ہو اپنے حال کو نہ بگاڑے، نہ غصہ کرے اور نہ معترض ہو نہ سوال رد کرنے والے کو برا بھلا کہے۔ اگر وہ ایسا کرے گا تو اس کے ساتھ ظلم کرے گا۔ یعنی مسئول تو اللہ کی طرف سے مامور اور وکیل ہے وکیل موکل کے حکم کے مطابق ہی کرتا ہے، دینے والا تو اصل میں موکل ہے اور وہ اللہ عزوجل ہے۔ پس ایسی حالت میں اللہ ہی کی طرف رجوع کرے اور اسی سے فراخی و آسانی اور یسر کی درخواست کرے تاکہ اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں کو اس کی طرف مائل فرمادے اور اس کی مشکلات آسان ہو جائیں، رزق جاری ہو جائے اور جو کچھ مقسوم ہے وہ اس کو پہنچ جائے، ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف سے لوگوں کے ہاتھ اس لئے روک دیئے ہوں کہ اس کا اپنی طرف رجوع کرانا مقصود ہو اس لئے فقیہ کو چاہیے کہ اللہ کے دروازے سے لپٹ جائے اور دعا و زاری کرے اس کے در کے حجاب کو دور کر دے کہ اصل میں دینے والا تو اللہ تعالیٰ ہے کوئی بندہ دینے والا نہیں!!

فقراء کے آداب معاشرت

دوستوں کے ساتھ سلوک فقیر کو دوستوں کے ساتھ اچھا سلوک روا رکھنا چاہیے، ان کے ساتھ شگفتہ روی سے پیش آئے۔ چیں بہ جبیں نہ ہو جو کچھ وہ چاہتے ہیں اگر وہ خلاف شرع نہیں ہے تو اس کی مخالفت نہ کرے یا اس کا ارتکاب گناہ کا موجب، شریعت کی مخالفت اور نہی الٰہی سے تجاوز کا باعث نہ ہو، اسی طرح دوستوں سے جھگڑا نہ کرے اور نہ ان سے خصومت رکھے بلکہ اس کے برعکس ہمیشہ دوستوں کا ممد و معاون رہے لیکن اسی شرط کے ساتھ جو ہم نے ابھی اوپر بیان کی ہے۔

دوست اگر مخالفت کریں تو ان کی مخالفت کو برداشت کرے اور ان کی طرف سے پہنچنے والے رنج پر صبر سے کام لے ان سے کینہ و دشمنی نہ رکھے۔ کسی دوست کے لئے اپنے دل میں برائی، نفرت اور فریب کو جگہ نہ دے، اگر وہ موجود نہیں ہے تو اس کی غیبت نہ کرے نہ سامنے اس کو برا کہے۔ دوست کی غیر حاضری میں اگر کوئی اس پر الزام تراشی کرے یا اس کی برائی کرے تو ان الزامات کو رفع کرے جہاں تک ممکن ہو دوست کے عیوب دوسرے دوستوں سے پوشیدہ رکھے اگر کوئی دوست بیمار ہو جائے تو اسکی عیادت کرے اگر کسی سبب سے عیادت نہ کر سکے تو اس کی صحت کے بعد

اس کو صحت کی مبارکباد دے اگر خود بیمار ہو جائے اور کوئی دوست عیادت کے لئے نہ آئے تو اُن کو معذور سمجھے اور آئندہ اس سے بدلہ لینے کی دل میں نہ ٹھانے (کہ وہ بیمار پڑے گا تو میں بیمار پرسی اور عیادت نہیں کروں گا) یعنی جو یہ رشتہ توڑے اس سے فقیر کو چاہیئے کہ یہ رشتہ جوڑے، اپنی عطا یعنی عیادت سے اس کو محروم نہ رکھے، اس کو عطا کرے جو اس پر ظلم کرے اس کو معاف کرے جو اس کے ساتھ برائی سے پیش آئے، اس کو اس خطا اور قصور پر معذور سمجھے۔

دوسروں کی چیزوں کا استعمال دوسروں کی چیزیں ان کی اجازت کے بغیر استعمال نہ کرے لیکن اپنی چیزیں دوستوں کے لئے ممنوع قرار نہ دے (ان کو اختیار دیدے کہ چاہیں تو استعمال کریں) اپنی تمام حرکات وسکنات میں پرہیزگاری سے غافل نہ رہے (کوئی امر تقویٰ کے خلاف سرزد نہ ہو) اگر کوئی دوست بربنائے یگانگت اور بے تکلفی اس کے کسی مال یا کسی چیز کا خواستگار ہو تو شگفتہ روی اور خندہ پیشانی کے ساتھ اس کا شکر ادا کرتے ہوئے اس کی خواہش کو پورا کردے اس کا شکر گذار اور ممنت پذیر ہو کہ اس نے اس کو اس قابل سمجھا اور اپنی حاجت روائی کا اہل قرار دیا۔ حتی الوسع کسی سے استعمال کی کوئی چیز مستعار نہ لے ہاں اگر دوسرا مستعار لے لے تو اس سے واپسی کا مطالبہ نہ کرے، مستعار دی ہوئی چیز کا واپس مانگنا شانِ جوانمردی کے خلاف ہے جس طرح شرع میں ہدیہ کا اور ہبہ کی ہوئی چیز کا واپس لینا روا نہیں ہے اسی طرح مستعار چیز کو واپس نہ لے اور اگر طلب سے خود کو نہ روک سکے تو واپس لیکر پھر اس کو لوٹا دے یعنی اس کو استعمال کے لئے پھر مستعار دیدے خواہ اس کو یہ زحمت روزانہ ہی کیوں نہ اٹھانی پڑے! اپنا مال لیکر لوگوں سے الگ تھلگ ہو جانا شانِ فقیری نہیں ہے فقیر تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس مال کا امین ہے جو شخص کسی چیز کا مالک ہوتا ہے حقیقت میں وہ چیز اس کی مالک ہوتی ہے کیونکہ اس کی محبت اس کے دل پر غالب ہو جاتی ہے پس دل مغلوب ہوا اور شے غالب جس کے ہاتھ میں انسان کی باگ ڈور ہو حقیقت میں وہ اس کا بندہ ہے بلکہ ہمارے پاس جو چیزیں ہیں سب کا مالک اللہ ہی کو جاننا چاہیئے اور بندوں کی تمام چیزیں اللہ کی مِلک میں برابر اور یکساں ہیں۔

جو چیز کسی دوسرے کے قبضہ میں ہو اس کے استعمال میں شریعت کے احکام، تقویٰ اور اللہ تعالیٰ کی قائم کردہ پابندیوں کو ملحوظ رکھے تاکہ اس گروہ میں شامل نہ ہو جائے جو ہر چیز کو مباح سمجھنے والا بے دین لوگوں کا گروہ ہے، اگر کسی تکلیف یا فاقہ میں مبتلا ہو جائے تو جہاں تک ممکن ہو اپنے دوستوں سے اس کو چھپائے تاکہ اس کی پریشانی سے وہ لوگ بھی پریشان نہ ہوں۔ اسی طرح غم و اندوہ کی صورت میں بھی دوستوں سے اس کا اظہار نہ کرے ورنہ ان کی مسرتیں اور ان کی شگفتگی میں خنہ پڑ جائیگا اگر کوئی دوست حالت رنج و غم میں بظاہر خوشی اور مسرت کا اظہار کرے تو فقیر کو چاہیئے کہ وہ اُن کی ظاہری حالت میں شریک ہو۔ رنج اور غم کو جان لینے کے باوجود اس کو دل میں پوشیدہ رکھے اور کوئی ایسی بات اُن کے سامنے نہ کہے جو ان کی دل شکستگی کا باعث ہو۔ اگر دوست کی بات سے کبیدہ خاطر ہو جائے تو حسنِ اخلاق کا تقاضہ ہے کہ اس سے اس طرح کی گفتگو کرے کہ اس کی اداسی دور ہو جائے۔

حسب حیثیت برتاؤ ہر شخص سے اس کی حیثیت کے مطابق برتاؤ کرے اور اس کو حد سے زیادہ تکلیف نہ دے اور جب

تک کوئی خلاف شرع بات ظہور میں نہ آئے یا پیروی کرنے سے شریعت کی خلاف ورزی نہ ہو رہی ہو اس وقت تک اس کی پیروی کریں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہمارے انبیاء کے گروہ کو حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے ان کی سمجھ کے مطابق گفتگو کریں جو لوگ ان سے کم مرتبہ ہیں ان سے شفقت کے ساتھ اور جو ان سے معاشرت میں بلند ہیں ان سے تعظیم کے ساتھ اور برابر والوں کے ساتھ مہربانی بھلائی اور ایثار سے پیش آئیں۔

آدابِ طعام

فقیر کو کس طرح کھانا چاہیئے

فقیر کو حرص اور بے نیازی کے ساتھ نہیں کھانا چاہیئے بلکہ کھانا کھاتے وقت اللہ کی یاد دل میں رکھنا چاہیئے، بزرگوں سے پہلے کھانے کی طرف ہاتھ نہ بڑھائے کھانا شروع نہ کرے، نہ دوسرے سے کھانے کو کہے نہ اپنے سامنے سے کوئی کھانا اٹھا کر کسی دوسرے کے سامنے رکھے نہ اسے خوش خلقی سمجھے اور نہ تواضع۔ البتہ یہ بات میزبان کے لئے جائز ہے یہ میزبان ہی کی طرف سے ایک گونہ خدمت ہے، کھانے والا اپنی طرف سے میزبان سے یہ نہ کہے کہ آپ بھی ہمارے ساتھ کھائیے۔ جس شخص کو جس جگہ بٹھا دیا جائے بیٹھ جائے خود دوسری جگہ بیٹھنے کے لئے پسند نہ کرے۔ جب تک ساتھ والے کھانے سے فارغ نہ ہو جائیں خود اپنا ہاتھ کھانے سے نہ کھینچے اگر وہ ایسا کرے گا (یعنی ہاتھ کھانے سے کھینچ لے گا) تو دوسرے کو جھجک اور شرم محسوس ہوگی اور وہ شکم سیر ہونے کے باوجود رک جائے گا۔ جب تک دوسرا شخص کھا رہا ہو اس کے سامنے سے کھانا نہ اٹھایا جائے، کھانے پر دوسرے ساتھیوں کا ساتھ دے کہ باہم مخالفت نہ ہو اگرچہ اس کو اشتہا نہ ہو۔ دستر خوان پر کسی دوسرے شخص کو لقمے بنا بنا کر نہ دے۔ اگر پانی پیش کیا جائے تو تمام پانی پی لے۔ میزبان اگر خدمت کے لئے کھڑا ہو تو اس کو منع نہ کرے اگر وہ ہاتھ دھلانا چاہے تو اس کو نہ روکے۔

اغنیا اور فقرا کے ساتھ کھانا کھانا

اگر اغنیا، اور متمول حضرات کے ساتھ کھانے کا اتفاق ہو تو خودداری کے ساتھ کھائے ہاں فقرا اور احباب کے ساتھ ایثار اور بے تکلفی کے ساتھ کھانے میں مضائقہ نہیں! کھانے کے سلسلہ میں نادیدہ پن نہ دکھائے یعنی جب تک کھانا سامنے نہ آجائے دل میں کھانے کا خیال بھی نہ کرے، سامنے آجائے تو کھائے۔ کھانے کی خواہش میں نفس کا شریک نہ بنے ممکن ہے وہ کھانا مقدر اور مقسوم ہی میں نہ ہو اور وہ خواہش کبھی پوری نہ ہو سکے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس خواہش میں مبتلا ہو کر نگرانی حال سے غافل ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت سے محجوب و محروم رہے۔

پس کھانا اگر سامنے آجائے تو اس کی خواہش کرے اور کھا کر اللہ کا شکر ادا کرے، کھانے کو اصل مقصود نہ بنائے اور دل کو اس سے وابستہ نہ کرے اور نہ بار بار اس کا ذکر کر کے اپنے ندیدہ پن کو ظاہر کردے بلکہ اس سے محفوظ رہنے کے لئے دل کو اعتبار دلائے کہ وہ بیمار ہے اور صحتیاب ہونے تک کھانے پینے سے پرہیز ضروری ہے۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ نفس کی آرزو اور خواہش بیماری ہے اور اللہ تعالیٰ اس کا طبیب اور معالج ہے۔ جب طبیب اپنے کسی غلام (بندہ) کے ہاتھ

اس کے لئے کھانے پینے کا کچھ سامان بھیج دے تو سمجھ لے کہ اس کے نفس بیمار کے لئے دوا ہے چونکہ طبیب کی طرف سے آئی ہے پس اپنے حال کی نگہداشت اور حفاظت میں مشغول ہو جائے۔ درویش کو چاہیئے کہ کبھی کسی آرزو اور خواہش کو مرکز خاطر اور مطمح نظر نہ بنائے اسی طرح اپنی تمام حرکات و سکنات میں کسی چیز کو طمانیت قلب کا موجب سمجھے۔

فقراء کے مابین آدابِ معاشرت

اپنے ساتھیوں کے ساتھ سلوک

فقیر کو چاہیئے کہ اپنی کسی چیز کو ساتھیوں سے الگ تھلگ نہ رکھے جیسے کپڑے، مصلیٰ، اپنے پیالے گردش وغیرہ اپنے ساتھیوں سے بچا کر نہ رکھے (اگر وہ استعمال کرنا چاہیں تو ان کو استعمال کے لئے دیدے)۔ اگر کوئی دوسرا شخص اس کی جانماز پر قدم رکھے تو اس سے رنجیدہ نہ ہو اور جواباً اپنا قدم دوسرے کے مصلے پر نہ رکھے۔ اپنا مصلیٰ اپنے سے بلند مرتبت شخص کے مصلے سے بلند جگہ اور اوپر نہ بچھائے کسی سے اپنی خدمت نہ لے بلکہ خود دوسروں کی خدمت کرے فقیروں اور درویشوں کے پاؤں دابے لیکن خود کسی سے اپنے پاؤں نہ دبوائے، اگر درویش حمام میں جائے تو حمامی سے مالش اور مساج نہ کرائے آپس میں ایک درویش دوسرے درویش کی اگر مالش کرنا چاہے تو کوئی مضائقہ نہیں۔

اگر کوئی درویش کسی دوسرے درویش کی کوئی چیز جیسے خرقہ مصلیٰ وغیرہ پسندیدگی کی نظر سے دیکھے تو اسی وقت وہ چیز اس درویش کی خدمت میں پیش کر دے جو اس کا خواستگار ہے اور اپنی ذات پر اس کو ترجیح دے۔

کھانے کے وقت [illegible] وقت دوسرے فقراء کو اپنے انتظار کی تکلیف میں مبتلا نہ کرے اس لئے کہ منتظر کو انتظار کا بار [illegible] درویش کھانا بھیجتا ہے تو اس کو انتظار میں روکے نہ رکھے، شوربہ کا انتظار بڑی ذلت کی بات ہے۔

درویش کو لازم ہے کہ بقدر امکان کسی چیز کو ذخیرہ بنا کر نہ رکھے اگر کھانا زیادہ نہیں ہے تو جب تک دوسرں کے صرف سے بچ نہ جائے، خود نہ کھائے اس امر کی کوشش کرے کہ درویشوں کو جو کھانا پیش کیا ہے وہ بہت ہی پاکیزہ اور ان کی طبائع کے مطابق ہے۔ اگر جماعت کے ساتھ ہے تو کسی چیز کے قبول کرنے یا کھانے میں اپنی انفرادیت کو نمایاں نہ کرے اگر کھانے کا آغاز اسی کی ذات سے کیا جا رہا ہے یا تحفہ اسی کے سپرد کیا گیا ہے تو مناسب ہے کہ اس چیز کو وسط میں رکھ دے اگر بیمار ہے اور کسی مخصوص غذا وغیرہ کی ضرورت ہے تو اپنے جماعت سے اجازت لیکر اس کو استعمال کرے۔

اجازت ضروری ہے

اگر کسی مہمان خانے میں فروکش ہے یا مدرسہ میں مقیم ہے تو وہاں کے مہتمم (شیخ) یا خادم کی اجازت یا مشورہ کے بغیر کوئی کام نہ کرے، اگر جماعت کے ساتھ ہے تو افراد جماعت جس کام میں مشغول ہوں خود بھی اسی کام میں لگ جائے۔ ان سے الگ تھلگ نہ رہے، درویشوں کے ساتھ ہو تو تسبیح اور ذکر بلند آواز سے نہ کرے بلکہ آہستہ آہستہ پڑھے اور ذکر کرے بلکہ اس سے بہتر ہے کہ عبادت باطنی یعنی تفکر اور حصول عبرت کی

طرف متوجہ ہو جائے ہاں اگر ساتھی خواص میں سے ہے تو پھر مضائقہ نہیں۔ ہر کام کی درستی اور اسباب کی فراہمی اس کا رب خود فرمائے گا۔ وہی حکم دے گا وہی منع فرمائے گا، جماعت کے دلوں کو وہی معبود برحق اس کا تابع اور مطیع بنائے گا اور اس کی محبت سے اُن کے دلوں کو بھر دے گا اور ان کے دلوں میں اس کی ہیبت اور تعظیم پیدا فرما دیگا۔ ذکر الٰہی کے علاوہ اور کوئی بات بلند آواز سے نہیں کہنا چاہیئے۔

جماعت کی ہمراہی کی حالت میں سرگوشی نہ کرے اور جہاں تک ممکن ہو دنیا کے مضمونوں اور کھانے پینے کی باتیں نہ کرے درویشوں کی صحبت میں (آداب و اصول طریقت وغیرہ) لکھنے سے باز رہے بلکہ جو کچھ لکھا ہوا ہے اس پر عمل پیرا ہو اور اس شغل کے بجائے باطنی شغل (ذکر) اور اپنی حالت کی نگہداشت میں بسر کرے، درویشوں کے سامنے زیادہ نوافل بھی نہ پڑھے۔ اگر درویشوں کی جماعت (نفلی) روزہ رکھے تو خود بھی روزہ رکھے ان کی موافقت کرے تنہا روزہ نہ رکھے۔

درویش اگر بیدار ہوں تو خود بھی بیدار رہے سو نہ جائے بدرجہ مجبوری اگر نیند کا بہت ہی غلبہ ہو تو کچھ دیر تنہا سو سکتا ہے تاکہ نیند کا غلبہ اور جوش سرد پڑ جائے۔

پیشقدمی اور پہل کرنا

کسی چیز کی خواہش اور اس کے اختیار کرنے میں پیشقدمی اور پہل نہ کرے اور حتی الوسع اس سے بچے اگر کوئی درویش اس سے کچھ طلب کرے تو اس کی خواہش اور طلب کو رد نہ کرے، تھوڑی ہی چیز دے کر اس کا سوال پورا کر دے اور اس صورت میں بھی اس کو انتظار کی زحمت میں نہ ڈالے اور اس کے دل کو نہ دکھائے!

اگر کوئی اس سے مشورہ طلب کرے تو پورے غور و خوض سے جواب دے۔ جواب دینے میں جلدی نہ کرے بلکہ مشورہ طلب کرنے والے کو اتنی مہلت دے کہ وہ اطمینان کے ساتھ اپنی بات پوری کرے، جہاں تک ممکن ہو رد اور انکار میں جواب نہ دے اگر اس کا سوال درست نہ ہو تو پھر پوری موافقت نہ کرے بلکہ کچھ موافقت کرے اور پھر نرمی کے ساتھ وہ بات بتا دے جو اس کی رائے سے زیادہ صحیح اور درست ہو لیکن صحیح رائے ہونے میں سختی اور درشتی سے کام نہ لے۔

اہل و عیال کے ساتھ
طرز معاشرت

نفقہ کی ادائیگی ادب درویش ہے

خوش اخلاقی اور دستور کے مطابق حتی الوسع و بقدر امکان اہل و عیال کا نفقہ ادا کرنا ادب درویش ہے، اگر درویش کو آج اور صرف آج کی ضرورت کے لائق کوئی چیز میسر آئے تو وقتی ضرورت کو نظر انداز کر کے کل کے لئے جمع نہیں رکھنا چاہیئے البتہ اگر وقتی ضرورت سے کچھ بچ رہے تو کل کے لئے رکھ لے لیکن یہ بھی اپنے لئے نہیں بلکہ اہل و عیال کے لئے اگر وہ اس میں سے اپنی ذات پر بھی کچھ خرچ کر لے تو صرف اس شکل میں کہ وہ عیال کا خادم اور ان کا وکیل ہے جس طرح غلام اپنے آقا کے طفیل میں کھاتا ہے،

یہ یقین رکھنا چاہئے کہ اہل و عیال کی خدمت کرنا اور ان کی روزی کے لئے مشقت کرنا اور تکلیف برداشت کرنا حکم الٰہی کی تعمیل اور اس کی اطاعت ہے' اس سلسلہ میں اپنے نفس کی خواہش پوری کرنے سے گریز کرے' اہل و عیال کو اپنے نفس پر ہمیشہ ترجیح دے اگر کچھ کھائے تو ان کی اشتہا اور بھوک کی موافقت میں کھائے اپنی اشتہا کی موافقت و مناسبت پر ان کو آمادہ نہ کرے۔

اگر موسم گرما میں کوئی ایسی چیز اس کو مل جائے جس کی ضرورت موسم سرما میں ہوگی تو اس کو فروخت کر کے بشرط ضرورت اس کی قیمت اپنی ضرورت میں صرف کر لے اگر آج کی ضرورت پوری ہونے کے لائق اس کو کچھ مل جائے اور مزید کمائی سے کل کے مصارف کے لئے کچھ جمع ہوسکتا ہے تو مزید کمائی اور کسب میں مشغول نہ ہو بلکہ صرف آج کی ضرورت کے بقدر کفایت پر قناعت کرنا واجب ہے۔ کل کی روزی کی تدبیر کل پر چھوڑ دے اگر خود درویش کے اندر توکل اور بھوک پر صبر کرنے کی طاقت تو ہے لیکن بال بچوں میں یہ طاقت نہیں ہے تو ان کو اپنی حالت پر لانے کی کوشش کرے یعنی ان کو تکلیف اور مصیبت برداشت کرنے کا عادی بنائے۔

اگر بال بچوں میں اللہ کی اطاعت' حسن سیرت اور عبادت الٰہی کا ذوق و شوق دیکھے تو ان کو مباح چیز کسب حلال سے کھلانا واجب ہے تاکہ اس سے اللہ کی اطاعت اور نیکی کے نتائج مرتب ہوں' ان کو حرام نہ کھلائے' حرام کھلانے سے ان میں نافرمانی اور گناہ کی جرأت پیدا ہوگی' خود درویش کے لئے بھی ضروری ہے کہ اپنے عمل کی درستی' قول کی سچائی اور دل کی نفاست حاصل کرنے کی کوشش کرے تاکہ اللہ تعالیٰ اس کے اور اس کے اہل و عیال کے معاملات میں درستی پیدا کرے اور وہ صبر و شکر کا راستہ اختیار کریں اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت بوجہ کمال کر سکیں خود اس کی موافقت سے روگردانی نہ کریں اور درویش کی ذاتی اصلاح احوال کی برکت اہل و عیال کو بھی حاصل ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو خدا سے اپنے معاملات درست کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ بندوں سے اس کے معاملات درست کرا دیتا ہے (بیوی بچے بھی اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں اس طرح بندہ کے معاملات اس سے بھی درست ہو جائیں گے)۔

مہمان کے کھانے میں بچوں کو بھی شریک کرے

اگر اللہ تعالیٰ فراخ دستی عطا فرمائے اور گھر مہمان آئیں اور ان کے لئے عمدہ عمدہ کھانے تیار کرائے تو بقدر امکان اہل و عیال کو بھی مہمان کے کھانے میں شریک کرے اور اس قدر کھانا تیار کرائے کہ جو سب کے لئے کافی ہو جائے۔ اگر نادار ہے اور اپنی تنگدستی اور فقر و فاقہ کے باعث سمجھتا ہے کہ مہمان کی مہمانداری میں بیوی بچے خود ایثار سے کام لیں گے تو تیار کیا ہوا کھانا مہمان کو کھلا دے ہاں اگر مہمان سے کچھ بچ رہے تو گھر والے بھی کھالیں کچھ مضائقہ نہیں ہے اس طرح یہ امر اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا موجب ہوگا اور اللہ تعالیٰ ان کے رزق میں برکت عطا فرمائے گا۔ مہمان اپنا رزق اپنے ساتھ خود لاتا ہے اور اس کے طفیل میں گھر والوں (میزبان) کے گناہ کم ہو جاتے ہیں۔ حدیث شریف میں اسی طرح وارد ہے۔

خود دعوت میں شریک ہونا مناسب نہیں ہے

اگر درویش کی کہیں دعوت ہے لیکن بچوں کی ضروریات پوری کرنے

کے لئے اس کے پاس کچھ موجود نہیں تو بچوں کو تباہ حال چھوڑ دینا اور خود دعوت میں پہنچ کر خوب کھانا پینا اور بچوں کو فاقہ سے رکھنا انسانیت کے خلاف ہے اور دعوت میں شریک ہوکر گنہگار رہنا کسی طرح بھی جائز نہیں اس لئے ایسی صورت میں دعوت میں ہرگز نہ جائے بلکہ بال بچوں کے ساتھ فاقہ پر قناعت اور صبر کرے ہاں اگر دعوت دینے والا مخلص اور باخبر انسان ہے اور اس کو معلوم ہے کہ درویش کے بال بچے گرفتار فلاکت اور مبتلائے فاقہ ہیں تو تنہا درویش کو نہیں بلانا چاہیئے بلکہ اس کے اہل و عیال کی ضرورت کے مطابق اس کے گھر کھانا بھیج دینا ضروری ہے اور اپنے اس ارادہ کی خبر درویش کو بھی دے دینا چاہیئے تاکہ اس کے دل سے بچوں کی فکر کا بار اتر جائے۔

علومِ شریعت کی تعلیم اہل و عیال کو دینا ضروری ہے

فقیر پر لازم ہے کہ اپنے بیوی بچوں کو علوم ظاہری اور شریعت کی پابندی کی تعلیم دے تاکہ وہ کسی بات میں (خواہ معمولی ہو یا اہم) شریعت کی مخالفت نہ کریں ان کا ہر عمل شریعت کی تعلیم کے مطابق ہو، اپنی اولاد کو بازاری لوگوں کے سپرد نہ کرے کہ وہ ان کو تجارت کے اور حرفت کے گر سکھائیں بلکہ ان کو دینی تعلیم اور احکام مذہب سکھائے اور طلب دنیا کے ترک پر آمادہ کرے ہاں اگر ناداری، بیکسی اور فضیحت و رسوائی کا اندیشہ ہو تو روزی کی طلب کے لئے مخلوق کی طرف رجوع کرے اور ایسے نازک وقت میں بال بچوں کو کمائی میں لگا دے اور خود بھی اس میں لگ جائے لیکن احتیاط رکھے کہ حدود شریعت سے تجاوز نہ ہو۔ حدودِ شرعیہ کے تحفظ کے ساتھ کسب میں مشغول ہو جانا افضل وانسب ہے۔

اولاد کو یہ تعلیم بھی دے کہ والدین کی نافرمانی سے اجتناب کریں، بیوی کو تعلیم دے کہ وہ اللہ کے حقوق ادا کرے شوہر کے حقوق ادا کرے، شوہر کی فرمانبرداری کرے اور اس کو اپنی ناداری اور بے سروسامانی پر صبر کی تعلیم دے، (جیسا کہ آداب نکاح کے سلسلہ میں حقوق زوجہ کے بارے میں لکھا جا چکا ہے)۔

آدابِ سفر

مومن کے سفر کی غرض و غایت

مومن کے سفر کی غرض و غایت یہ ہونا چاہیئے کہ وہ برے خصائل کو چھوڑ کر صفات پسندیدہ کے حصول کی جانب مائل ہے (صفات پسندیدہ کو کسب کرنا چاہتا ہے) اس لئے درویش کو لازم ہے کہ پرہیزگاری اور تقویٰ کی صحت کے ساتھ ساتھ رضائے الٰہی کی طلب میں اپنی نفسانی خواہشات کو ترک کر دے۔

درویش اس مقصد سے اگر اپنے شہر سے سفر کرنا چاہتا ہو تو سب سے پہلے ان لوگوں کی رضا جوئی کرے جن سے اس کے تعلقات بگڑے ہوئے تھے؛ اپنے ماں باپ سے اور اگر وہ نہ ہوں تو ان لوگوں سے جو ان کے قائم مقام ہو سکتے ہیں جیسے چچا، ماموں دادا، دادی وغیرہ سے اجازت طلب کرنا ضروری ہے، جب ان کی رضا حاصل ہو جائے تو سفر کے لئے روانہ ہو اگر درویش صاحب عیال ہے اور ان کے چھوڑ جانے میں ان کو ضرر پہنچنے یا ان کے تباہ و برباد ہو جانے کا اندیشہ ہو تو ان کا بندوبست کئے بغیر سفر کرنا جائز نہیں یا ان سب لواحقین کو بھی اپنے ساتھ لیجائے، حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی

ہے کہ "آدمی جس کا رزق فراہم کرتا ہے اس کو ضائع کردینا بڑا گناہ ہے"، پس درویش چونکہ اہل و عیال کے نفقہ کا کفیل و ضامن ہے اس لئے ان کو ضائع ہونے سے بچائے۔

سفر کی ایک شرط

درویش کے سفر کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ سفر میں اس کو ہر ہر قدم پر حضوری قلب حاصل ہو گزشتہ علائق اور دل بستگیوں کی طرف اس کی توجہ نہ ہو نہ مستقبل کی مسجدوں کے خیال میں ہو بلکہ اس کا دل ماضی و مستقبل کے علائق و افکار سے بے نیاز ہو، ہر چیز سے اس کا دل خالی ہو جہاں ہو حضور قلب اس کو حاصل ہو۔ جناب ابراہیم بن روحہؒ نے فرمایا ہے کہ میں ابراہیم بن شیبہؒ کے ساتھ ایک مرتبہ سفر میں گیا، ابن شیبہؒ نے مجھ سے کہا جو کچھ تمہارے پاس ہے سب پھینک دو میں نے امتثال امر کے طور پر ہر ایک چیز پھینک دی مگر ایک دینار اپنے پاس رہنے دیا، ابن شیبہؒ نے فرمایا تم میرے باطن کو دوسرے مشغلہ میں کیوں لگائے ہوئے ہو، جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ پھینک دو میں نے وہ دینار بھی پھینک دیا، ابن شیبہؒ نے پھر فرمایا ہر وہ چیز پھینک دو جس سے تمہاری طبع کو وابستگی ہے یہ سنکر مجھے جوتے کے وہ تسمے یاد آئے جو میرے پاس رکھے ہوئے تھے میں نے وہ تسمے بھی پھینک دیئے، خدا کی قسم مجھے جہاں بھی اس سفر میں جوتے کے تسمہ کی ضرورت پیش آئی مجھے وہ سامنے پڑا مل گیا: ابن شیبہؒ نے فرمایا "جو شخص اللہ کے ساتھ صدق کا معاملہ رکھتا ہے اس کا حال ایسا ہی ہو جاتا ہے (اس کی ہر ضرورت آپ پوری ہو جاتی ہے)۔

اوراد و وظائف سفر

درویش حضر کی حالت میں جو اوراد و وظائف پڑھتا تھا سفر کی حالت میں بھی ان کو پڑھے ان میں کمی نہ کرے، اس لئے کہ سفر سے تو حالت میں افزونی ہوتی ہے نہ کہ کمی، پس سفر کی وجہ سے اعمال و احوال میں کسی قسم کا اختلال نہ پیدا ہونے دے، رخصت کا حکم اور اس کا جواز تو صرف عوام اور کمزور لوگوں کے لئے ہے خواص اور طاقتور لوگوں کے لئے نہیں ہے ان کے لئے تو ہمیشہ ہر حال میں عزیمت ضروری اور لازمی ہے، توفیق الٰہی ان شامل حال ہوتی ہے اور رحمتِ الٰہی کا ان پر نزول ہوتا ہے، اللہ کے نگہبان ان کے ساتھ نگہبانی کے لئے ہوتے ہیں، محبوب حقیقی ان کا ہم نشین ہوتا ہے اور اس کی محبت کے طفیل ہر چیز سے بے نیازی حاصل ہو جاتی ہے، غیب سے ایسی امداد پیہم اور مسلسل نازل ہوتی ہے، محبوب خواص کی اعانت میں ہر وقت سرگرم رہتا ہے غیبی لشکر اس کی اعانت کے لئے حلقہ بہ حلقہ مامور ہوتے ہیں اس لئے سفر ان کے لئے مزید تقویت کا باعث ہوتا ہے اس لئے سفر سے زیادہ ان کے لئے اور کوئی چیز بہتر نہیں۔

سفر میں درویش سے وہ تمام خواہشات اور تمنائیں گریزاں ہو جاتی ہیں جو حضر میں اس کا مقصود بنے رہتے ہیں اور مخلوق سے دوری ہو جاتی ہے جو بتوں کی حیثیت رکھتے ہیں، یہ معبود اس کے لئے گمراہی میں صلیب سے زیادہ اور شیطان سے بڑھکر اغوا اور گمراہ کرنے والی چیزیں ہیں۔

آغاز سفر ہی سے دل کی نگرانی کرنا

فقیر کے لئے مناسب ہے کہ آغاز سفر ہی سے دل کی نگرانی کرے غفلت کی حالت میں سفر کا آغاز نہ کرے، یہی کوشش کرتا رہے کہ سفر میں خدا دل سے کسی حال میں فراموش نہ ہو، یہ سفر کسی دنیاوی غرض پر مبنی نہیں ہونا چاہیئے اس کا مقصود حج، مقدس مقامات کی زیارت

یا شیخ کی ملاقات ہو۔

ایک جگہ پر قیام اثنائے سفر میں درویش کو اگر کسی جگہ پر صفائے قلب و دل کی زندگی میسر آجائے تو وہاں مقیم ہو جائے اس جگہ کو نہ چھوڑے صرف اس صورت میں اس جگہ کو چھوڑے جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے قطعی حکم مل جائے یا بزور تقدیر ایسا کرنا پڑے اس صورت میں جہاں جانے کا حکم ہوا ہے وہاں چلا جائے، لیکن یہ حکم اس درویش کے لئے ہے جو ان لوگوں میں شامل ہو جو راضی برضائے الٰہی اور تقدیر کے اشاروں پر چلتے ہیں اور اپنی خواہشات اور ارادوں سے آزاد مرادیت اور محبوبیت کے درجہ پر فائز ہوں۔

مقبولیت وجہ حجاب ہے اگر کسی مقام پر فقیر کو عزت اور قبول عوام حاصل ہو جائے تو اس کو اپنے لئے موجب پریشانی سمجھے اور اس مقام کو فوراً چھوڑ دے تاکہ یہ مقبولیت اس کے لئے حجاب اور خدا سے دوری کا موجب نہ بن جائے لیکن فقیر کے لئے یہ حکم اس وقت ہے جب کہ اس کی خواہشات نفسانی باقی ہوں اگر نفسانی خواہشات فنا ہو چکی ہیں تو اس وقت درویش کی نظر میں نہ مخلوق کی کوئی ہستی باقی ہوتی ہے اور نہ ان کی قبولیت اس کے لئے وجہ لغزش بنتی ہے یہ نشان اس کے دل سے محو ہو چکا ہوتا ہے، درویش اور مخلوق کے درمیان حجابات حائل ہو جاتے ہیں اور ان کے نگراں دل اس امر کی نگرانی کرتے ہیں کہ مخلوق ان کے اندر داخل نہ ہونے پائے ورنہ شرک پیدا ہو جائے گا اور توحید کی منزل متزلزل ہو جائے گی۔

سفر میں رفیقوں کے ساتھ رہنے کا طریقہ سفر میں رفیقان سفر کے ساتھ رہنے سہنے کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے ہم سفروں سے خوش اخلاق سے پیش آئے تمام باتوں میں ان کے ساتھ صلح و آشتی کو قائم رکھے ان سے مخالفت یا جھگڑا نہ کرے ان کی خدمت میں مشغول رہے لیکن خود ان سے کسی قسم کی خدمت نہ لے۔

سفر میں ہمیشہ پاک رہے اگر پانی میسر نہ آسکے تو تیمم کرے جس طرح حضر میں پاک رہنا مستحب ہے، سفر میں بھی مستحب ہے، وضو مومن کا ہتھیار ہے حدیث شریف میں آیا ہے "مومن کے لئے وضو تمام شیاطین اور موذیوں سے بچنے کے لئے ایک امان ہے۔"

سفر میں امردوں کے ساتھ نہ رہے درویش کے لئے ضروری ہے کہ خصوصیت کے ساتھ امردوں کے ساتھ سفر نہ کرے امردوں کی صحبت اور ان کا قرب شیطانوں کی دوستی سے بھی زیادہ خطرناک ہے ان کا قرب ہوس پرستی، فتنہ انگیزی، نفسانی عیوب اور تہمت کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ ان کی صحبت اور قرب میں سخت خطرہ ہے ہاں اگر درویش شیخ وقت ہو یا عارف باللہ، ابدال، معصوم الدل، نیکی کی تعلیم دینے والا، مخلوق کا ادب آموز، عذاب الٰہی سے ڈرانے والا، مخلوق کو عیبوں سے پاک بنانے والا، اللہ اور مخلوق کے درمیان واسطہ، حق و ناحق کو پرکھنے والا تو ایسی صورت میں ان کے قرب کی پرواہ نہ کرے اس کی نظر میں نوجوان اور بوڑھے سب برابر ھیں۔

خدمتِ شیخ اگر کسی شہر میں پہنچنے پر معلوم ہو کہ وہاں کوئی شیخ موجود ہے تو سب سے پہلے اس کی خدمت میں پہنچے اس کو سلام کرے اس کی خدمت میں مصروف ہو جائے۔ غرور، تبختر، پندار اور خود پسندی کی نگاہ سے اس کو نہ دیکھے تاکہ اس کی خدمت سے جو فوائد حاصل ہوتے ان سے محروم نہ رہے اگر اس شہر کا شیخ اس کو کچھ عطا کرے تو اپنے دوسرے رفقائے سفر کو بھی اس میں شریک کرے صرف اپنی ذات کے لئے اس کو مخصوص نہ کرے!

اگر رفقائے سفر میں سے کسی کو کوئی عذر سفر پیش آئے تو اس کو چھوڑ کر نہ چل دے بلکہ خود بھی ٹھہر جائے تاکہ وہ رفیق سفر اس کے ہاتھ سے نہ جائے۔ اللہ تعالیٰ ہی سب کو نیکیوں کی توفیق دینے والا ہے۔

سماع کے آداب

سماع کے آداب سماع کی محفل میں شریک ہو تو سماع میں تصنع اور بناوٹ کا اظہار نہ کرے اور اپنے اختیار سے سماع کا استقبال نہ کریں (خود بخود سماع کی محفل میں شریک ہونے کی کوشش نہ کریں) اگر اتفاق سے سماع کا موقع مل جائے تو سننے والے پر لازم ہے کہ مہذب ہو کر بیٹھے، دل کو اللہ کی یاد میں مصروف رکھے اور کوشش کرے کہ غفلت و نسیان کے وسوسوں سے دل کی بیداری نہ جاتی رہے، جب کانوں میں کوئی آواز آئے تو قاری کے بارے میں ایسا خیال کرے کہ وہ اللہ کی طرف سے ان وارداتِ غیبی کا اظہار کر رہا ہے یعنی ان مضامین کو ادا کر رہا ہے جو جنت کی طلب، دوزخ کا ڈر، محبت اور شیفتگی، اللہ کی ناخوشی کا ڈر اور مہارت کا ذوق بڑھانے والے ہیں ایسے وقت میں واردات دل کی طرف بڑھے اور اشارۂ غیبی کا فوراً استقبال کرے، اگر سماع ایسا ہو کہ قاری کی زبان اس کی اپنی زبان بن جائے اور قاری کی زبان سے یہ خود اللہ تعالیٰ سے خطاب کر رہا ہے لیکن یہ یاد رکھنا چاہئے کہ سماع کا کوئی وجدان، اور قلبی اقتضاءِ عبدیت اور آدابِ شریعت کے خلاف نہ ہو۔

محفلِ سماع میں شیخ کی موجودگی اگر سماع کی محفل میں شیخ کی موجودگی ہو تو حتی الوسع درویش کو پرسکون رہنا چاہئے اور شیخ طریقت کے وقار کو ملحوظ رکھنا چاہئے اگر کیف سے مغلوب ہو جائے تو بقدر غلبۂ کیف و وجد (حرکت) کرنا درست ہے اور جب غلبہ ختم ہو جائے تو فوراً پرسکون ہو جائے اور وقار شیخ کا لحاظ رکھے۔

قاری یا قوال سے درویش کا یہ تقاضا کرنا کہ قرأت کو چھوڑ کر شعر خوانی شروع کر دے درست نہیں جب کہ ہمارے زمانے میں رواج ہو گیا ہے، اگر یہ اہلِ سماع اپنے ارادے، تخیل کی یکسوئی اور روحانی تصرف میں سچے اور صادق ہیں تو کلامِ الٰہی کے سننے سے ان کے دلوں میں اور ان کے اعضا میں تاثر پیدا ہو جانا چاہئے نہ کہ دوسروں کا کلام سننے سے ان کو جھرجھری آجائے، قرآن پاک تو ان کے محبوب کا کلام ہے اسی کا بیان ہے، اس میں محبوب حقیقی کا ذکر، اولیائے سابقین کا ذکر ہے۔ عاشق و معشوق، مرید و مراد کا ذکر ہے، جھوٹی محبت کے دعویداروں پر عتاب اور ان کی مذمت موجود ہے۔ پس جب ان کی صداقت اور ارادت میں خلل واقع ہے اور ان کا دعویٰ بلا ثبوت ہے تو ثابت ہو گیا کہ یہ نہ

ان کا باطنی جذبہ ہے اور نہ اندرونی صدق ہے، نہ اس کا نام معرفت ہے نہ کشف، نہ ان کا مقصود علوم عجوبہ کا حصول ہے۔ نہ اندرونی اسرار پر اطلاع نہ قربِ انس کے مقام تک رسائی ہے اور نہ اس طرح محبوب تک پہنچ ہوسکتی ہے اور نہ حقیقی سماع کا اُن کے قلوب پر ورود ہوسکتا ہے، ان کا (حالت وجد میں) کھڑا ہوجانا محض رسماً اور عادتاً ہے۔ حقیقی سماع تو ایک الہام ہے اور اس حال میں اللہ تعالیٰ اپنے جاننے والوں، خاص اولیاً اور ابدال سے اپنا مخصوص طریقہ سے کلام کرتا ہے لیکن یہ مدعی اس سے بالکل بے بہرہ ہوتے ہیں۔ یہ تو ان اشعار کو سنکر کھڑے ہوجاتے ہیں جو مادی قوتوں کو ہیجان میں لانے والے اور عاشقوں کی قوت شہوانی کی آگ کو بھڑکانے والے ہوتے ہیں۔ یہ اشعار قلبی اور روحانی جذبات کو نہیں بھڑکاتے۔ بس تمام شعرا کو چاہیئے خواہ فقیر حق ہوں یا فقیر خلق، فقیرِ حقیقت ہوں یا فقیر صورت، فقیر دنیا ہوں یا فقیر آخرت، کہ قاری اور قوال سے کسی شعر کی تکرار کی خواہش نہ کریں بلکہ اس آرزو کو خدا کے سپرد کریں اگر اس کی مشیت ہوگی اور سننے والا فقیر سچا ہوگا اور تکرار میں اس کی فوز و فلاح اور روحانی مرض کا علاج ہوگا تو اللہ تعالیٰ اس کے بجائے کسی دوسرے شخص کو اس بات پر مقرر فرمادے گا اور اس کی طرف سے تکرار کی خواہش پیدا ہوگی یا خود قوال کے دل میں تکرار کی خواہش پیدا ہوجائے گی اور وہ ان اشعار کی تکرار کرے گا۔

وَجد میں مَدد لینا

وجد کی حالت میں کسی دوسرے سے مدد چاہنا فقیر کو زیبا نہیں ہاں اگر دوسرے درویش اس سے مدد لینا چاہیں تو ان کی مدد میں مضائقہ نہیں، دوسرے سے مدد لینا وجد کی کمزوری کی دلیل ہے۔

اگر درویش کوئی آیت یا شعر سن کر وجد میں آئے تو کسی شخص کو اس کی مزاحمت نہیں کرنا چاہیئے (جیسا کہ عام طور پر پکڑ لیا جاتا ہے یا لوگ اِدھر اُدھر سے تھام لیتے ہیں) بلکہ اس کی اس حالت کو اسی کے سپرد کردینا چاہیئے اگر احیاناً کوئی تھام لے تو وجد والے کو چاہیئے کہ تھامنے والے کے روکنے سے رک جائے اگر درویش کسی آیت یا شعر کی وجہ سے وَجد یا کیف میں آجائے تو اس کو آزاد چھوڑ دینا ہی بہتر ہے اگر کسی شخص کو اس میں بناوٹ اور تصنع نظر آئے تو برداشت کرے اس کی پردہ پوشی ضروری ہے، اگر یہ ضروری ہو کہ اس کو تنبیہہ کی جائے تو اس کو نرمی اور محبت کے ساتھ سمجھا دیا جائے یا صرف اس بات کو دل میں رکھ لے زبان سے کچھ نہ کہے، حال حقیقی ہے یا تصنع ہے اس کی شناخت کے لئے قوت حال صفائے باطن، تبحر علمی، اسرار و رموز سے آگہی ہونا ضروری ہے۔

درویش کا عطائے خرقہ

اگر درویش وجد میں آکر اپنا خرقہ اتار دے تو دوسروں کو اس کے عطا کرنے کی چند صورتیں ہیں، اگر صاحب خرقہ اپنا خرقہ قوال کو دینا چاہتا ہے تو قوال کو دینا چاہیئے وہ قوال کا حق اور حصہ ہے اگر مجمع کے وسط میں اس کو پھینک دیا ہے تو اس کا اختیار صاحب خرقہ ہی کو ہے اس سے دریافت کرنا چاہیئے کہ پھینکتے وقت کس کو عطا کرنے کا ارادہ تھا اگر جواب میں بتایا جائے کہ درویشوں کو دینے کا ارادہ تھا تو پھر اس کی طرف سے درویشوں کے لئے عطیہ ہوگا اور درویشوں کے لئے وہ فتوح اور نذرانہ میں شامل ہوگا جیسا وہ چاہیں کریں اور اگر درویش یہ جواب دے کہ چونکہ میرے شیخ نے خرقہ اتار کر پھینکا تھا اس کی تقلید اور پیروی میں میں نے بھی ایسا ہی

کیا تو ایسا درویش بڑا ضعیف الحال ہے اور وجد اس کے لئے اپنا نہیں ہے خرقہ اتارنے میں شیخ کی موافقت تو اس شخص کے لئے زیبا ہے جو وجد اور حال میں بھی شیخ کی تقلید و موافقت کر رہا ہو۔

آجکل درویشوں میں طریقہ رائج ہو گیا ہے اور ایک رسم سی بن گئی ہے کہ دوسرے کی دیکھا دیکھی اپنا خرقہ اتار پھینکتے ہیں بڑی ناروا سی بات ہے اس کی کچھ اصل نہیں ہے اور بایں ہمہ جس درویش نے اپنے صفت وجد کے باوصف خرقہ اتار کر پھینک دیا تو باقتضائے رسم خرقہ کا اختیار اس شیخ کو حاصل ہے جس کی تقلید میں یہ خرقہ پھینکا گیا تھا اگر خرقہ پھینکنے والا درویش یہ کہے کہ میں نے یہ فعل حاضرین کی اتباع میں کرنا چاہا تھا تو ایسا درویش اس پہلے درویش سے بھی زیادہ ضعیف الحال ہے کیونکہ جب حال اور وجد میں موافقت قوم کے ساتھ کی گئی تھی تو فعل عطا میں بھی موافقت کرنا ضروری تھا اور اب اتفاق بہت کم ہوتا ہے کہ تمام قوم مشرب اور حال میں ایک جیسی ہو جائے بہر نوع درویش کے اس فعل کو قوم کی طرف رجوع کیا جائے گا جو قوم کے دوسرے رختوں کا حکم ہوگا وہی حکم اس درویش کے خرقہ پر لگایا جائے گا۔

اگر درویش کہے کہ خرقہ پھینکتے وقت میرا کوئی ارادہ اور قصد ہی نہ تھا کہ میں کسی کو یہ عطا کروں گا تو اس سے مطالبہ کیا جائے گا کہ اب وہ اپنے اختیار سے کام لے اور کسی کو عطا کر دے (حاضرین میں سے کسی کو اس کا اختیار نہیں ہوگا)۔ شیخ کو بھی یہ اختیار نہیں ہوگا اگر درویش کہے کہ یقینی طور پر میرا کچھ ارادہ نہیں تھا بلکہ میں نے یہ کام اشارہ غیبی کی بنیاد پر کیا ہے تو درویش کا یہ قول جاندار ہے اور اس کی طریقت میں اصل ہے گویا اللہ تعالیٰ نے اس کو حکم دیا کہ اپنا خرقہ اتار کر نور قربت اور لطف و راحت کا جو خلعت اس کو مرحمت ہوا ہے اس کو پہن لے اس صورت میں عطائے خرقہ کا اختیار شیخ کو ہے مرید کو نہیں، اگر شیخ وہاں موجود نہ ہو تو درویشوں کو اختیار ہے کہ وہ اس خرقہ کو قوال کو عطا کر دیں۔ کچھ دنیادار حاضرین مجلس اس خرقہ کو خرید لیتے ہیں اور ان کی اس خریداری کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ خرید کر مالک خرقہ کو واپس کر دیں (اس سے درویش کی خوشنودی حاصل ہو جائے گی) لیکن طریقت میں یہ فعل اچھا اور پسندیدہ نہیں ہے البتہ اگر خریدنے والے میں جوانمردی اور درویش سے کمال عقیدت ہو تو دوسری بات ہے فقیر کے لئے ایسا فعل برا ہے اسلئے کہ اس نے خرقہ پھینک کر اپنے وجد کی سچائی اور حال کی صداقت ظاہر کی ہے اب اگر اس کو واپس لیتا ہے تو خود ہی فعل حسن کی تکذیب کر رہا ہے البتہ اگر یہ بات شیخ کے اشارے سے ہو جو شیخ کے حکم کی تعمیل میں اس کو لیلے اور بعد کو اتار کر کسی اور کو بخشدے۔

اگر مجلس کے وسط میں کوئی چیز کسی نے ڈال دی ہے تو اس میں سب کا برابر کا حق ہے اگر شیخ موجود ہو تو مناسب ہے کہ چند لوگوں یا کسی ایک کو عطا فرما دے شیخ کی اس رائے کو بے چون و چرا مان لینا چاہیئے اگر شیخ کی موجودگی میں دوسرے درویش اپنا اپنا خرقہ واپس بھی لے لیں تب بھی اس درویش کو وہ خرقہ واپس نہیں لینا چاہیئے اگر شیخ موجود نہ ہو اور اکیلا ہو تو اس کو دوسرے درویشوں کی مطابقت میں مضائقہ نہیں ہے تاکہ دوسروں کو اسکے انفرادی عمل سے خجالت نہ ہو اور ان میں ناراضگی پیدا نہ ہو۔ اگر خرقہ واپس لینے کے بعد (شیخ کی عدم موجودگی میں) پھر کسی کو دیدیا تو زیادہ بہتر ہے اگر کسی ایسے شخص کے لئے مخصوص کر دے جو اس وقت محفل میں موجود نہیں تب بھی جائز ہے۔

تقاضائے وقت اور گنجائش حال کے یہ چند امور بطور خلاصہ ہم نے لکھدیئے ہیں اور آداب فقرا تحریر کر دیئے ہیں اب ہم اس مبحث کو ختم کرتے ہیں۔ مسافر خانوں، سبیلوں میں داخل ہونے سے تعلق رکھنے والے، جوتا پہننے وغیرہ کے آداب جو درویشوں نے ایجاد کئے ہیں اور ان کو رسم بنا لیا ہے ان کی تعلیم درویشوں کی صحبت سے حاصل ہو سکتی ہے اس قسم کے اکثر مباحث چونکہ ہم بحث "الادب فی شرع" میں لکھ چکے ہیں اس لئے یہاں ان کا اعادہ نہیں کرتے، اب ہم ایک در باب ان چیزوں کے بیان میں شروع کرتے ہیں جو طریقت کی بنیاد ہیں

اور یہ سات چیزیں ہیں یعنی مجاہدہ، توکل، حسنِ اخلاق، شکر، صبر، رضا، و صدق۔

باب ۲۶
ارکانِ طریقت
مجاہدہ

مجاہدہ کی اصل مجاہدہ کی اصل اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا ؕ جو لوگ ہماری راہ میں سعی و کوشش کرتے ہیں ہم اپنے راستے ان کو خود بتا دیتے ہیں۔ حضرت ابو سعید خدریؓ سے ابو نضرؒ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لوگوں نے دریافت کیا کہ افضل جہاد کون سی چیز ہے؟ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ظالم بادشاہ کے سامنے حق بات کہنا افضل جہاد ہے۔" یہ حدیث بیان فرماتے وقت حضرت ابو سعیدؓ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

حضرت ابو علی دقاق نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے اپنے ظاہر کو مجاہدہ کے ذریعہ آراستہ کیا اللہ تعالیٰ اس کے باطن کو مشاہدہ کے ذریعہ آراستہ فرما دیگا جیسا کہ ارشاد فرمایا ہے وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا ؕ جو سالک ابتدا میں صاحب مجاہدہ نہیں ہوتا اس کو طریقت کی ہوا بھی نہیں لگتی۔

ابو عثمان مغربی نے فرمایا کہ اگر مجاہدہ کے بغیر کوئی شخص یہ خیال کرے کہ طریقت میں اس پر کوئی بات کھول دی جائے گی یا اس کو کسی بات کا کشف ہو جائے گا وہ غلطی پر ہے اس کے لئے ایسا ناممکن ہے۔ ابو علی دقاقؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص شروع میں مجاہدہ نہ کرے اس کے لئے آخر میں آرام نہیں ہے اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ حرکت میں برکت ہے ظاہری اعمال باطن کی برکتوں کو لانے والے ہیں۔ حسن بن علویہؒ نے ابو یزیدؒ کے بارے میں بتایا کہ ان کا ارشاد ہے "میں اپنے نفس کے بارے میں بارہ برس تک سویا رہا اور پانچ سال تک اپنے دل کا آئینہ رہا اور ایک سال تک آئینہ کے اندر کی چیزوں کا مشاہدہ کرتا رہا پھر میں نے دیکھا کہ میرے اندر ظاہری آثار موجود ہیں اس کو دور کرنے کے لئے میں نے مزید بارہ سال تک مجاہدہ کیا پھر نظر کی تو وہ زنار موجود تھا میں نے اس کو توڑنے کے لئے مزید ۵ سال تک عمل کیا کہ کسی طرح یہ ختم ہو جائے اس وقت مجھے کشف ہوا اسکے بعد میں نے مخلوق کی طرف دیکھا تو ان کو مردہ پایا اس وقت میں نے جنازہ کی چار تکبیریں ان پر پڑھ دیں۔

حضرت جنیدؒ نے ارشاد فرمایا کہ میں حضرت سری سقطی کو خود یہ فرماتے سُنا کہ اے نوجوانو! اس سے قبل کہ تم میری حالت کو پہنچو اسکی کوشش کرو، ورنہ آخر عمر میں تم کمزور ہو جاؤ گے اور اس طرح قاصر رہو گے جیسے میں قاصر رہا: حضرت سری سقطی نے جس زمانے میں یہ بات فرمائی وہ عبادت کے اس درجہ پر تھے کہ جوان وہاں تک نہیں پہنچ سکتے۔ حضرت حسن قزازؒ

رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ مجاہدہ کی بنیاد تین چیزوں پر رکھی گئی ہے یعنی فاقہ کے بغیر نہ کھائے، نیند سے مغلوب ہو جانے کے بغیر نہ سوئے، بے ضرورت نہ بولے!

حضرت ابراہیم بن ادہم کا ارشاد ہے کہ جب تک آدمی ان چھ دشوار منزلوں (گھاٹیوں) کو طے نہیں کر لیتا صالحین کے مرتبہ کو نہیں پہنچتا، پہلی گھاٹی یہ ہے کہ اپنے اوپر عیش و نعم کا دروازہ بند کر لے، اور سختی کا دروازہ کھول لے۔ دوسری گھاٹی یہ ہے کہ اپنے لئے عزت کا دروازہ بند کرے اور ذلت کا دروازہ کھول لے سوم نیند کا دروازہ بند کر دے اور بیداری کا دروازہ کھول دے، چہارم آرام کا دروازہ بند کر دے اور تکلیف کا دروازہ کھول لے۔ پنجم دولت کا دروازہ بند کر دے فقر کا دروازہ کھولے، ششم امید کا دروازہ بند کر دے اور موت کی تیاری کا دروازہ کھول لے!

حضرت ابن عمر بن نجیبؒ فرماتے ہیں کہ جس شخص کو نفس عزیز ہوتا ہے اس کی نظر میں اس کا دین خوار ہوتا ہے، ابو علی رودباریؒ نے فرمایا کہ اگر صوفی پانچ دن ہی کے بعد یہ کہنے لگے کہ میں بھوکا ہوں تو اس کو بازار کا راستہ بتاؤ اور اس کو کھانے کا حکم دو (وہ مجاہدہ کے قابل نہیں ہے) حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بندے کو اس سے بڑھکر اور کوئی عزت نہیں دی کہ وہ اپنی ذلت نفس کو پہچانے، اور اس سے بڑھ کر اس کو کوئی ذلت نہیں دی کہ وہ اپنی ذاتِ نفس پر پردہ ڈال دے، حضرت ابراہیم خواصؒ فرماتے ہیں کہ مجھے جس چیز نے ڈرایا میں نے اس پر قبضہ کر لیا، محمد بن فضلؒ نے فرمایا، نفس کی خواہشوں سے چھٹکارے کا نام راحت ہے۔

آفت آنے کے اسباب

حضرت منصور بن عبداللہ کا ارشاد ہے کہ میں نے ابو علیؒ رودباری کو فرماتے سُنا کہ آفت تین وجوہ سے آتی ہے، طبیعت کی خرابی سے، عادت کے جڑ پکڑنے سے اور صحبت کی خرابی سے، میں نے دریافت کیا کہ طبیعت کی خرابی کیا ہے؟ فرمایا "حرام کھانا"، میں نے عرض کیا کہ عادت کے جڑ پکڑ لینے سے کیا مراد ہے فرمایا بری نظر، حرام سے فائدہ اٹھانا اور دوسروں کو پیٹھ پیچھے برا کہنا، پھر میں نے عرض کیا کہ صحبت کی خرابی کیا ہے؟ فرمایا جب نفس میں کوئی خواہش پیدا ہو تو اس کی پیروی کرنا۔ حضرت النصر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ تیرا نفس بڑا قید خانہ ہے جب تو اس سے نکل آئے گا تو راحتِ ابدی تجھ کو میسر آجائے گی۔ حضرت ابوالحسن وراقؒ کا ارشاد ہے کہ ہمارے ابتدائی مجاہدہ کے زمانے میں جب ہم مسجد ابو عثمان میں مقیم تھے تو ہمارے فرائض یہ تھے کہ ہم کو جو کچھ فتوح حاصل ہو ہم دوسروں کو دیدیں اور رات کو کوئی سکہ ہمارے پاس باقی نہ بچے جو شخص ہمارے ساتھ برائی سے پیش آئے ہم محض اپنے نفس کی خاطر بدلہ نہ لیں بلکہ اس سے معافی مانگ لیں اور اس کے مقابلے میں عاجزی اختیار کریں اور جب کبھی ہمارے دلوں میں کسی کے بارے میں حقارت احساس پیدا ہو تو ہم اس کی خدمت کے لئے مستعد ہو جائیں،

خواص اور عوام کا مجاہدہ

عام لوگوں کا مجاہدہ یہ ہے کہ اعمال کو پوری طرح انجام دیں اور خواص کا مجاہدہ یہ ہے کہ اپنے احوال کا تصفیہ کریں، بھوک اور پیاس کا برداشت کرنا اور شب بیداری آسان ہے لیکن برے اخلاق کا علاج دشوار اور مشکل ہوتا ہے۔

آفاتِ نفس

آفاتِ نفس کیا ہیں

دوسرے لوگوں کی زبان سے اپنی تعریف سننا اور مدح سرائی سے نفس کا لذت اندوز ہونا نفس کے لئے آفت ہے، نفس کبھی کبھی عبادات کا بار اٹھاتا ہے اور پھر اس پر ریا اور نفاق غالب آجاتا ہے اور اس کی علامت یہ ہے کہ جب لوگوں کی جانب سے اس کی تعریف کا سلسلہ ٹوٹ جاتا ہے اور برعکس وہ اس کی برائی کرنے لگتے ہیں تو نفس عبادات میں سستی اور کاہلی کی طرف مائل ہوجاتے ہیں، نفس کی خرابیوں کے شروع ہونے اور اس کی دروغ گوئی کا پردہ اس وقت اُٹھ جاتا ہے جب دعویٰ (مجاہدہ) کو ریاضت کے معیار پر پرکھا جاتا ہے اور جب تک اس کے تقویٰ کا امتحان نہ لیا جائے وہ متقی لوگوں جیسی باتیں کرتا ہے لیکن جب تم اس کے تقویٰ کے خواستگار یا ضرورت مند ہوگے تو اس وقت وہ تم کو مشرک ریاکار اور خود پندار معلوم ہوگا اور جب تم اس سے عنایت کے طالب ہوگے تو اس کا دعویٰ غلط ثابت ہوگا وہ اخلاص کی آزمائش سے پہلے اہل یقین کے ہونے کا مدعی ہوگا اور اپنا متواضع ہونا ظاہر کرے گا بشرطیکہ غضب کے وقت اس کے خلاف خواہش کی کوئی چیز پیدا نہ ہو۔

اَخلاق حمیدہ کی حقیقت

یہی حال اسکے دعویٰ سخاوت، کرم، ایثار بخشش، بے نیازی اور جوانمردی جیسے اخلاق حمیدہ کا ہے یہ اخلاق اولیاء اللہ اور ابدال کے ہیں ان کا دعویٰ کرنے والا محض اپنی باطل آرزو، سفاہت اور حماقت کے تحت دعویٰ کرتا ہے لیکن جب تم ان سے ان فضائل اخلاق کا مطالبہ کروگے اور اس کو امتحان کی کسوٹی پر کسوگے تو ان کے اس دعوے کی حقیقت سراب سے زیادہ نہ ہوگی جس کو دُور سے پیاسا شخص پانی سمجھتا ہے لیکن پاس جانے پر اس کو کچھ نہیں ملتا، اگر ان کے پاس کچھ بھی صدق واخلاص ہوتا تو وہ اس مخلوق کے سامنے اس تصنع اور بناوٹ سے کام نہ لیتے، جو نہ ان کے نفع کی مالک ہے اور نہ نقصان کی نہ ان کو نفع پہنچا سکتی ہے نہ نقصان۔

نفس کی حقیقت

حضرت ابوحفصؒ فرماتے ہیں کہ نفس سراسر ظلمت ہے اس کا چراغ یعنی روشنی کرنے والا اس کا اخلاص ہے، اس کے چراغ اخلاص کا نور توفیق الٰہی ہے، پس جس کے باطن کو توفیق الٰہی حاصل نہ ہو تو وہ سراسر تاریک ہے گا۔ ابوعثمانؒ کا ارشاد ہے کہ جس شخص کو اپنے نفس کی کوئی بات کبھی اچھی لگتی ہے تو وہ شخص اپنے نفس کا عیب نہیں دیکھ سکتا: نفس کا عیب تو اسی شخص کو نظر آتا ہے جو ہر حالت میں اپنے نفس کو مشتبہ سمجھتا ہے۔

اَعمالِ نفس کو پسند کرنا

حضرت ابوحفصؒ کا ارشاد ہے کہ لوگوں میں سب سے جلد وہ شخص ہلاک ہونے والا ہے جو اپنے عیب کو نہیں پہچانتا، معاصی تو کفر کے قاصد ہوتے ہیں۔ حضرت ابو سفیانؒ نے فرمایا کہ میں نے اپنے نفس کے کسی عمل کو پسندیدگی کی نظر سے نہیں دیکھا کہ جس سے مجھے ثواب کی امید ہوتی یعنی میں نے اپنے نفس کے کسی عمل سے ثواب کی اُمید نہیں رکھی، حضرت سری سقطیؒ کا ارشاد ہے امراء کے پڑوس بازاری قاریوں اور درباری عالموں کے قرب سے بچتے رہو، حضرت ذوالنون مصریؒ نے فرمایا: مخلوق میں چھ چیزوں کی وجہ سے فساد ہوا ہے (۱) عمل آخرت کے سلسلہ میں ان کی نیت کی خفت (۲) ان کے جسم کا خواہشات کے لئے وقف ہو جانا (۳) موت قریب ہونے [illegible]

لمبی امیدیں باندھنا، (۴) مخلوق کی رضامندی کو خالق کی رضامندی سے مقدم سمجھنا، (۵) سنّتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو نظرانداز کرکے ذاتی خواہشات پر عمل کرنا، (۶) بزرگانِ سلف کی معمولی خطاؤں اور لغزشوں کو اپنی ہوس پرستی کے لئے حیلہ بنالینا اور ان اکابر کے اعمالِ حسنہ کو نظرانداز کردینا۔

مُجاہدہ کی اصل مجاہدہ کی اصل یہ ہے کہ خواہشاتِ نفس کی خلاف ورزی کی جائے اس لئے چاہیئے کہ اپنے نفس کو خواہشوں اور لذتوں سے دور رکھے، نفس عموماً جس چیز کا خواہاں رہتا ہے اس کے خلاف کرنے کی کوشش کرے اگر نفس خواہشات کے درپے ہو تو خوفِ الٰہی اور تقویٰ سے اس کی باز داشت کرے اگر وہ پھر بھی مائل سرکشی ہو اور اطاعت و تعمیل میں اس سے توقف سرزد ہو تو خوفِ عذاب کا مرتکب ہو اور اجتناب و احتراز پر کاربند ہو کر اس کو باز رکھے (خواہشات کے گھوڑے پر اجتناب و احتراز کے کوڑے لگائے تاکہ وہ اس طرف کا قصد نہ کرے)۔

مُراقبہ

مُراقبہ کی اہمیت مجاہدہ بغیر مراقبہ کے مکمل نہیں ہوتا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشادِ گرامی میں اسی طرف اشارہ ہے، حضور نے فرمایا کہ جب جبرئیل علیہ السلام نے آپ سے احسان کی حقیقت دریافت فرمائی تو حضور نے ارشاد فرمایا "احسان یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرو کہ گویا تم اس کو دیکھ رہے ہو اور اگر تم اسے نہیں دیکھتے تو بلاشبہ وہ تم کو دیکھ رہا ہے"، لہٰذا مراقبہ یہ ہے کہ بندہ یہ جان لے کہ اللہ تعالیٰ اس پر مطلع ہے اور اسی احساس کے ہمیشہ قائم رکھنے کا نام مراقبہ ہے۔

یہ مراقبہ تمام خوبیوں اور بھلائیوں کی اصل ہے اس درجہ تک سالک کی رسائی ان چیزوں کے بغیر نہیں ہوتی، اعمال کا محاسبہ، جلد از جلد اصلاحِ حال، راہِ حق پر ثابت قدمی، اللہ تعالیٰ سے دلی لگاؤ کی نگہداشت، کسی سانس کو بیکار اور یونہی ضائع نہ کرنا ہے یہ پاس انفاس ہے، پس سمجھ لینا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ سالک کا نگراں ہے اس کے دل کے قریب ہے اور اس کے تمام احوال سے واقف ہے، اس کی تمام باتیں سنتا ہے۔

مجاہدہ کی تکمیل ان اوصاف کے بغیر مجاہدہ کی تکمیل نہیں ہوتی، اللہ تعالیٰ کی معرفت، (۲) اللہ کے دشمن ابلیس لعین کو پہچاننا، (۳) اپنے نفس امارہ کی برائی کو پہچاننا، اللہ تعالیٰ کے لئے جو عمل کیا ہے اس کو پہچاننا، اگر کوئی شخص کوشش کے ساتھ تمام عمر عبادت کرتا ہے اور وہ ان امور سے آگاہ نہیں اور اس نے ان کے موافق عمل نہیں کیا تو اس عبادت سے اس کو کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا، وہ ہمیشہ نادانی میں بسر کرے گا اور مآل کار اس کا ٹھکانہ جہنم ہوگا۔ ہاں اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے نوازے تو اور بات ہے۔

مَعرفتِ خداوندی معرفتِ خداوندی کی اساس یہ ہے کہ بندہ دل میں یہ یقین واثق رکھے کہ اللہ تعالیٰ اس کے قریب ہے، اس کا کارساز ہے، اس پر قادر ہے اس کو دیکھ رہا ہے، اس کے حال سے آگاہ ہے، اس کا نگراں اور محافظ

ہے، وہی ہر چیز کا پلنے والا ہے، اس کی حکومت میں کوئی اس کا شریک نہیں، وہ صادق الوعدہ ہے، وہ اپنے کئے ہوئے وعدہ کو پورا کرے گا، وہ اپنی ذمہ داری کو پورا کرنے والا ہے وہ لوگوں کو اپنی طرف بلاتا اور پکارتا ہے اگرچہ وہ اس سے مستغنی ہے، اس کی وعید اور دھمکی سچی ہے جس کو وہ ضرور پورا کرے گا۔ اس کی ہستی ساری مخلوق کا مرجع ہے وہ ایسا سرچشمہ ہے کہ تمام احکام وہیں سے جاری ہوتے ہیں اسی کو ثواب اور عذاب دینے کا اختیار ہے، اس کا کوئی مثل نہیں وہ بے مانند و مشابہ ہے، وہ کافی ہے، مہربان ہے محبت کرنے والا ہے، سمیع و علیم ہے، ہر دن وہ ایک نئے حال میں ہے اس کو کوئی حال دوسرے حال سے مانع نہیں ہو سکتا وہ ہر خفی سے خفی ترین بات سے آگاہ ہے، دل میں پیدا ہونے والے خیالات اور وسوسوں سے آگاہ ہے، ارادوں، نیتوں کو جانتا ہے، ہر حرکت سے واقف ہے، آنکھ جھپکنے، آنکھ اور ہاتھ کے اشارے اس سے بھی زیادہ اور کم سے کم خواہ کتنی ہی باریک چیز جس کو ہم شناخت نہیں کر سکتے وہ اس کو جانتا ہے خواہ وہ چیز اتنی عظیم ہو کہ اس کا بیان نہ ہو سکے اس سے وہ واقف ہے وہ گزشتہ اور آئندہ سے آگاہ ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ غلبہ اور حکمت والا ہے (ہم معرفت الٰہی کے ضمن میں تفصیل سے اس موضوع پر لکھ چکے ہیں)

پس جب بندہ یقین راسخ کے ساتھ اس معرفت کو دل میں جما لے گا اور اس کے جسم کا ہر حصہ، ہر عضو، ہر جوڑ، ہر ہڈی، عصب و ریشہ، کھال اور بال اس پر کاربند ہو جائے گا اور اس کو یقین ہو جائے گا کہ اللہ تعالیٰ مجھ پر شاہد ہے، مجھ سے واقف ہے اور اس کا علم مجھے محیط ہے اور اس کے علم سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے اسی نے مجھے بنایا ہے اور خوب بنایا ہے اور اسی نے مجھے یہ اچھی صورت عطا کی ہے، یہ تمام باتیں جب بندے کے دل میں راسخ ہو جائیں گی اور اس کا عزم صحیح اور عقل کامل ہو جائے گی اس وقت اس کو محاسبہ کا مرتبہ مل جائے گا اور اللہ کی معرفت حاصل ہو جائے گی، اور بارگاہِ الٰہی سے اس کو ایک مقامِ عظیم حاصل ہو جائے گا۔ ایسی صورت میں ہر عمل میں اللہ کا خوف اس کے ساتھ رہے گا اور اللہ کی طرف سے اس کے دل کی نگرانی کی جائے گی اور تمام لاحاصل مشاغل اس سے منقطع کر دیئے جائیں گے۔ صرف اس کے وہ مشاغل باقی رہ جائیں گے جو اس کی دانشوری میں ممد و معاون ہوں گے بایں ہمہ اس کو اندیشہ لگا رہے گا کہ کہیں اس کے دل کی گرفت نہ ہو جائے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اس کے گزشتہ اور آئندہ کے اعمال پر گرفت کی قدرت رکھنے والا ہے اور چونکہ اس کو قرب خداوندی بھی حاصل ہے اس لئے اس کو اللہ کی شرم بھی دامن گیر ہوگی اس لئے کہ اس کے کسی مقصد و ارادہ کا زوال اللہ کے علم کے بغیر نہیں ہوگا۔ چنانچہ بندہ اس فعل پر مرتکب ہوگا جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہوگا اور اس سے باز رہے گا جو اللہ کو ناپسند ہوگا اور اس کا کوئی وسوسہ، کوئی ارادہ، اس کی کوئی بیرونی یا اندرونی حرکت ایسی نہ ہوگی جس سے اللہ تعالیٰ کی آگہی کا خیال پہلے سے اس کے دل میں موجود نہ ہو۔

یہ مقام ان علمائے ربانی کو حاصل ہوتا ہے جو عارف، متقی، زاہد اور خدا سے ڈرنے والے ہیں۔

ابلیس کی شناخت اور معرفت

شیطان سے جہاد | اللہ تعالیٰ نے ظاہر و باطن، اطاعت اور معصیت ہر حالت میں ابلیس سے جو عدو اللہ ہے لڑنے کا

حکم دیا ہے اور اس نے اپنے بندوں کو بتادیا ہے کہ ابلیس اللہ عزّ وجل کا، اس کے بندوں کا، اس کے نبیوں کا اور اس کے دوستوں کا اور اس کے خلیفہ علی الارض (حضرت آدم علیہ السلام) کا دشمن ہے اس نے حضرت آدم کی اولاد کو نقصان پہنچایا ہے۔ جب آدمی سوتا ہے تو وہ نہیں سوتا۔ انسان سے تو بھول چوک ہو جاتی ہے لیکن ابلیس سے بھول چوک نہیں ہوتی نہ وہ غافل ہوتا ہے اور نہ بولتا ہے آدمی سوتا ہو یا جاگتا ابلیس ہر حال میں اس کو تباہ و برباد کرنے کی کوشش کرتا رہتا ہے اور اس سلسلہ میں وہ کوئی حیلہ، مکر اور فریب اٹھا نہیں رکھتا۔ اس کے وہ جال جو آدمی کو پھانسنے کے لئے وہ عبادت یا نافرمانی کی حالت میں لگائے رکھتا ہے بڑے ہی دلفریب اور لذت آگیں ہوتے ہیں، اس جال سے بہت سے عابد جو فریب میں آنے والے اور دھوکا کھانے والے ہیں غافل اور ناواقف ہوتے ہیں۔

ابلیس کی یہ خواہش نہیں ہے کہ وہ ابن آدم کو ریاکاری، نافرمانی اور خود پسندی میں مبتلا کردے بلکہ اس کی خواہش یہ ہوتی ہے کہ وہ ابنِ آدم کو اپنے ساتھ اپنے ٹھکانے یعنی جہنم میں لے جائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔
اِنَّمَا یَدْعُوْا حِزْبَہٗ لِیَکُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِیْرِ وہ اپنے گروہ کو بلاتا ہے کہ وہ دوزخ میں چلیں (اصحاب جہنم بن جائیں)

جو شخص شیطان کو ان اوصاف کے ساتھ شناخت کر چکا ہے اس پر لازم ہے کہ بھول چوک کے بغیر یہ حق و باطل میں اس کی شناخت کو دل سے نہ مٹنے دے اور اس سے سخت جنگ اور جہاد کرے خواہ وہ جنگ باطن میں ہو یا ظاہر میں، اس میں ذرا بھی کوتاہی نہ کرے، بندہ کو چاہئے کہ اپنی تمام مساعی شیطان کی اس دعوتِ شر کے خلاف جنگ و جہاد میں صرف کردے اور اللہ تعالیٰ سے عاجزانہ دعا، التجا اور امداد کی طلب کو ترک نہ کرے تاکہ خداوند جل و علا شیطان کے مقابلہ میں اس کی امداد فرمائے اور اپنے نفس اللہ تعالیٰ کے حضور میں حاجتمندانہ اور عاجزانہ طریقے پر پیش کرے اس لئے کہ اللہ کے سوا کسی کی تدبیر تدبیر اور قوت قوت نہیں ہے۔ بندہ کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ سے عاجزی اور زاری کے ساتھ فریاد کرے۔ اور شب و روز ظاہر و باطن، جلوت و خلوت میں عاجزانہ طریقے پر شیطان کے خلاف (جہاد میں) مدد کی درخواست کرے، تاکہ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اس کو اپنی وہ کوشش حقیر نظر آئے جو اس نے معرفت الٰہی میں کی ہے۔

شیطان اللہ کا دشمن ہے

حقیقت میں شیطان اللہ کا دشمن ہے، تمام مخلوق سے پہلے اسی نے خدا کی نافرمانی کی، اور خدا کی مخلوق میں اولین مردہ یعنی نافرمان وہی ہے خدا کا ہر نافرمان مردہ ہوتا ہے جیسا کہ حدیث قدسی میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا سب سے پہلے میری مخلوق میں جو مرا وہ ابلیس ہے، ابلیس ہی نے تمام انبیا، صدیقین اولیا اللہ اور ہر بندۂ الٰہی سے دشمنی کی پس بندہ کو چاہیے کہ وہ ابلیس کی دشمنی میں یقین کرے کہ میں جہاد عظیم میں مصروف ہوں اور اللہ تعالیٰ کا قرب مجھے حاصل ہے اور یہ قرب الٰہی ایسا مقام ہے جس کی عظمت کا بیان ناممکن ہے، پس اس عداوت ابلیس میں اس کو ثابت قدم رہنا چاہئے اور کبھی پیچھے نہ ہٹے، اس لئے کہ اگر وہ پیچھے ہٹا یا اس جہاد سے اکتایا۔ نافرمان ہوگا اور دوزخ میں جا گرے گا، اللہ کا غضب اس پر نازل ہوگا کہ ایسی صورت میں اس نے گویا اپنی اُمیدیں اسی دشمن خدا سے وابستہ کرلی ہیں اور اس کو اپنے اوپر غلبہ دے چکا ہے، بندہ

سے شیطان کی انتہائی خواہش اور غایت آرزو بس یہی ہے کہ بندہ اللہ کی توحید کا انکار کرے کیونکہ ابلیس بندہ کو ایک حال کی طرف سے دوسرے حال کی طرف پلٹتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس پر خدا کا غضب نازل ہوتا ہے اس وقت اللہ تعالیٰ بندہ کو اس کے حال پر چھوڑ دیتا ہے اور پھر وہ ہلاک ہو جاتا ہے اور جہنم میں شیطان کے ساتھ کر جاتا ہے۔ پس ظاہر ہے کہ بندے کے حق میں شیطان سے زیادہ خطرناک کوئی اور مخلوق نہیں ہے لہٰذا اس سے بچتے رہو، اس سے دو صورتیں ہی ہیں یا ہلاکت یا رحمت الٰہی کے طفیل میں نجات ان دونوں میں سے ایک کا حصول ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اور تمام مسلمانوں کو شیطان اور اس کے لشکریوں کے شر سے پناہ میں رکھے خداوند بزرگ و برتر ہی کی مدد سے غلبہ و قوت میسر آتی ہے)۔

نفسِ امّارہ کی شناخت

نفسِ امّارہ کی پہچان

برائی پر آمادہ کرنے والے نفس یعنی نفس امّارہ کی معرفت یہ ہے کہ اس کو اسی مقام پر رکھے جس پر خداوند تعالیٰ نے اس کو رکھا ہے اور اس کی وہی حالت سمجھے جو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہے اور اس کی ایسی ہی نگرانی کرے جیسا خدا نے حکم دیا ہے نفس بندے کے حق میں ابلیس سے زیادہ دشمن ہے ابلیس اسی کے ذریعے سے بندے پر غلبہ پاتا ہے کہ نفس شیطانی حکم کو قبول کر کے عمل کرتا ہے لہٰذا تم اس کی شرارت کے جوہر اور اس فطرت کو پہچان لو۔ نفس کی فطرت ضعیف ہے لیکن اس کی طمع اور حرص قوی ہے یہ مدعی ہے خدا کی اطاعت سرکشی کرنے والا ہے، تسلط جمانے والا اور امیدیں باندھنے والا ہے، اس کا سچ جھوٹ ہے، اس کا دعویٰ باطل ہے اس کی ہر چیز دھوکا ہے، اس کا کوئی فعل نہ محمود پسندیدہ ہے اور نہ کوئی دعویٰ سچا ہے، پس بندے کو اپنے نفس کے بھی بیان پر فریب میں نہیں آنا چاہیئے نہ اس کی کسی خواہش کا امیدوار رہے۔ اگر اس کو قید سے آزاد کر دیا جائے تو یہ آوارہ ہو جاتا ہے اور اگر اس کی بندش کھول دی جاتی ہے تو یہ سرکش ہو جاتا ہے اگر اس کی خواہشیں پوری کی جاتی رہیں تو بندہ ہلاک ہو جاتا ہے اگر اس کے محاسبہ میں غفلت برتی جائے تو یہ بدحال ہو جاتا ہے، اگر اس کی مخالفت میں ذرا سی بھی کمی ہو جاتی ہے تو یہ بالکل غرق ہو جاتا ہے (ہلاک ہو جاتا ہے) اگر اس کی خواہشوں پر چلا جائے تو وہ رُخ پھیر کر دوزخ میں گر پڑتا ہے، اس کا حق اور خیر کی طرف بالکل میلان نہیں ہوتا۔ یہ تمام بلاؤں کی جڑ، رسوائی کی اصل اور ابلیس کا خزانہ ہے اس کو سوائے اس کے خالق (خدائے عزّ و جل) کے کوئی نہیں پہچان سکتا۔

نفس کی شناخت اللہ تعالیٰ نے بتا دی ہے!

اس کی پہچان اور شناخت وہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے بیان فرما دی ہے، جب کبھی وہ خوف کا اظہار کرے تو سمجھ لو کہ امن و امان ہے اور جب وہ صدق کا دعویٰ کرے تو جھوٹا ہے، جب نفس اخلاص کا اظہار کرے تو خود پسندی اور ریاکاری ہے چنانچہ حالات و واقعات کی کسوٹی پر اس کا جھوٹ سچ ظاہر ہو جاتا ہے اور اس کو پہچان لیا جاتا ہے آزمائش کے موقع پر اس کے دعویٰ کی

قلعی کھل جاتی ہے، ہر عظیم مصیبت و سانحہ انسان پر اسی کی وجہ سے آتا ہے؛

پس بندہ پر لازم ہے کہ اس کا احتساب کرے، اس کی نگرانی کرے اور اس کی مخالفت کرے اور جس چیز کی یہ دعوت دے یا جس کام میں یہ دخیل ہو اس کے خلاف جہاد کرے یقین رکھے کہ اس کا کوئی دعویٰ سچا نہیں ہے نفس ہر وقت خود اپنی ہی بربادی اور تباہی میں کوشاں اور ساعی رہتا ہے اس کی جو کچھ بھی برائی بیان کی جائے وہ اس سے بھی زیادہ برا ہے نفس شیطان کا فرزند اور دوست ہے۔ جو شخص اس کی علامات کو جان لیتا ہے وہ اس کو پہچان لیتا ہے اور پھر اس کی نظر میں اس کا نفس ذلیل و خوار ہو جاتا ہے اور وہ تائید الٰہی سے اس پر غالب آ جاتا ہے۔

جب بندہ کو یہ تینوں اوصاف (معرفت نفس، ذلت نفس اور غلبہ بر نفس) حاصل ہو جائے تو وہ خدا سے مدد چاہے کہ یہ معرفت اور غلبہ اس کو حاصل رہے، اپنے نفس کی جانب سے غفلت نہ برتے، اس کی اطاعت نہ کرے اور اللہ عزوجل کی امداد کے بھروسہ پر پختہ عزم کے ساتھ قدم بڑھائے اور ان تمام امور میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور طرف رجوع نہ کرے، اگر وہ غیر اللہ کی طرف رجوع کرے گا تو نیکی اور بھلائی کی توفیق سے محروم ہو جائے گا اور اللہ تعالیٰ اس کو اس کے نفس کے حوالے کر دیگا۔ پس لازم ہے کہ بندہ ان تمام امور میں اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرے اور تمام اوامر و نواہی میں اللہ تعالیٰ کی مرضیات کی پیروی کرے اور کسی طرح ماسوا اللہ کا خیال دل میں نہ لائے، جب بندہ اس پر عامل ہو جائے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو توفیق و ہدایت عطا فرمائے گا اور اس سے محبت فرمائے گا۔ اور ناپسندیدہ باتوں سے اس کو محفوظ رکھے گا اور اپنی رحمت کے پردے اس پر ڈال دے گا۔

طاعت و معصیت

اللہ کیلئے عمل کرنے کی شناخت

خالصاً اللہ کے لئے عمل کرنے کی شناخت کیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندہ کو کچھ باتوں کا حکم دیا ہے (کام کرنے کا) اور کاموں سے روکا ہے جس کام کا اس کو حکم دیا ہے اس کو بجا لانا طاعت ہے اور جس کام سے روکا ہے اس کو کرنا معصیت ہے؛

طاعت ہو یا گناہ سے اجتناب دونوں میں اخلاص کا حکم دیا گیا ہے اور قرآن و حدیث کے بتائے ہوئے طریقے پر چلنے کا حکم فرمایا ہے اسی کے ساتھ یہ بھی حکم دیا ہے کہ اس عمل کے وقت اس کے دل میں اللہ کے سوا کسی کی رضا طلبی دکھاوٹ کا خیال دل میں نہ ہو ورنہ وہ ان لوگوں کے گروہ میں شامل ہو جائے گا جو ظاہری گناہ تو چھوڑ دیتے ہیں اور ان باطنی گناہوں کو نہیں چھوڑتے جو معاصی کی بنیاد اور اساس ہیں، اللہ تعالیٰ نے ایسی ترک معصیت پر مغفرت کا وعدہ نہیں فرمایا ہے، دار آخرت میں اس کو جزا ملے گی۔ لہٰذا فاسد نیت اور مضمحل ارادے کے ساتھ بندہ صرف ظاہری عبادت کی کوشش نہ کرے ورنہ اس کی تمام طاعتیں معصیت میں بدل جائیں گی۔ اور جسمانی تکان، لذتوں اور خواہشوں کے ترک

کر دینے کے باوجود دونوں جہان کا عذاب اس پر نازل ہوگا اور دارین کی ناکامی اس کے حصہ میں آئے گی۔

عبادت میں خلوص ہونا چاہیئے

بندہ کو چاہیئے کہ اپنی عبادت کو خلوص تقوی اور پرہیزگاری سے آراستہ کرے، نیت میں سچائی رکھے، ارادہ کی نگرانی کرے اور اس کا محاسبہ کرتا رہے اس کا عزم صدق نیت پر مبنی ہو، اپنے تمام اقوال، اعمال اور احوال میں خلوص کا عزم رکھتا ہو، عبادت میں اسی طرح مشغول ہو اور معصیت کو ترک کرے، اس کے ساتھ اس کا بھی لحاظ رکھے کہ کہیں شیطان مردود اس کو اپنی مکاریوں سے فریب میں مبتلا نہ کر دے اور اپنی کمین گاہ میں نہ گرا دے، کہیں اپنے جالوں میں نہ پھانس لے اور کہیں اپنی فریب کاریوں و دغابازیوں سے اس کو ہلاکت میں نہ ڈال دے، اس لئے کہ اس کے جال دلوں پر لگے ہوئے ہیں، اس کے فریب بہت دل پسند اور کیف آگیں ہوتے ہیں کہ ان کو بظاہر نور ایمان سمجھا جاتا ہے لیکن وہ حقیقت میں اس طرح شک و ظلمت کے ایسے سینکڑوں دروازے کھول دیتا ہے کہ بندے کو کسی دروازے میں داخل کر کے اس کی ادنیٰ سی لغزش میں پھنسا کر اس کے تمام اعمال کو ضائع کر دے، پس اس کے فریب سے بچو اور ڈرو! بچو اور ڈرو!! اگر ممکن ہو تو قرآن سیکھنے کی طرح شیطان کے فریب سے بھی واقفیت حاصل کرے۔

پس بندے کو اپنی عبادت میں اس سے ایسا ہی بچنا چاہیئے جس طرح معاصی سے بچتا ہے، اگر اس کے دل میں کوئی خیال آئے اور اس کا نفس اس جانب رجوع ہو یا اس کو اس طرف بلائے تو سمجھے بوجھے بغیر اس طرف جانے میں جلدی نہ کرے اور سوچ سمجھ کر قدم اٹھائے۔

نفس کی ان شرارتوں سے بچنے کے لئے آدمی کو چاہیئے کہ احکام الہٰی کے عارفوں کی صحبت میں بیٹھے تاکہ وہ اس کو اللہ کا راستہ دکھائیں اور بتائیں، امراض سے بھی آگاہ کریں اور اس کا علاج بھی بتائیں، جیسا کہ ہم اس سے قبل بحث توبہ میں بیان کر چکے ہیں۔ بندے کے لئے مناسب نہیں کہ اپنے عمل سے واقفیت کلی کے بغیر اپنے زہد و اتقا طول قیام شدت قیام و نوافل سے دھوکا نہ کھائے، جب وہ دیکھ لے کہ اس کا عمل، معرفت نفس، معرفت رب کے ساتھ ساتھ انجام پذیر ہو رہا ہے تو اس کا فعل اس وقت صحیح ہوگا، اس وقت اسے علم اور دین کی واقفیت عطا ہوگی پس جو کچھ بھی علم ظاہری اور باطنی سے پیش آئے اس پر غور کرے اگر واقعی وہ خالصتہً للہ ہے تو وہ اس کو قبول فرما کر ثواب بخشیگا اور اگر ایسا نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو رد فرما دے گا۔

ان تمام امور پر آگاہی حاصل ہو جانے کے بعد بھی اپنے نفس پر اعتماد نہ کرے نہ اپنی ذات پر اور نہ دین کے معاملہ میں طبیعت کے میلان اور رجحان پر بھروسہ کرے نہ ابلیس لعین سے مطمئن ہو کر بیٹھ رہے اور اسی کے ساتھ ساتھ اپنی خود شناسی پر بھی نفس کا اعتبار نہ کرے۔

اہل مجاہدہ و محاسبہ کے دس خصائل

اہل مجاہدہ کے دس خصائل

اہل مجاہدہ و محاسبہ ارباب طریقت اور اولوالعزم حضرات نے اپنے ان دس خصلتوں کا انتخاب کیا ہے اور ان کو اپنایا ہے جب بحکم الٰہی وہ سختی کے ساتھ ان خصلتوں سے کاربند ہو گئے تو ان کو بڑے بڑے مرتبے حاصل ہوئے۔ وہ دس خصلتیں یہ ہیں۔

پہلی خصلت

اوّل خدا کی قسم نہ کھائے خواہ وہ سچ ہو یا جھوٹ، عمداً ہو یا بھول سے اس لئے کہ جب وہ اس بات کا عادی ہو جائے گا اور ترک قسم کی عادت راسخ ہو جائے گی تو پھر اس کی زبان سے بھول کر بھی [illegible] ہو گی اور ترک قسم کا وہ عادی ہو جائے گا اس وقت اللہ تعالیٰ اس کے دل پر اپنے انوار کے دروازے [illegible] وقت وہ ترک قسم کا فائدہ محسوس کرے گا۔ اس کو اپنے بدن میں قوت محسوس ہوگی۔ درجہ میں بلند [illegible] احباب میں اس کی تعریف ہوگی اور پڑوسیوں میں اس کی عزت ہوگی پھر ہر شناسا اس کا حکم [illegible] اور ہر دیکھنے والا اس کی تعظیم کرے گا۔

دوسری خصلت

دوم جھوٹ سے پرہیز کرے مزاحاً بھی جھوٹ نہ بولے سنجیدگی تو بڑی بات ہے، جب بندہ کا نفس جھوٹ سے بچنے کا عادی ہو جائے گا اور زبان سے اس کی عادت ترک ہو جائے گی تو اللہ تعالیٰ اس کو شرح صدر عطا فرمائے گا اور علم کی صفا سے اس کو نوازے گا اس وقت وہ ایسا ہو جائے گا جیسا کہ وہ جھوٹ کو جانتا ہی نہیں اسی طرح جب کسی دوسرے سے جھوٹ بات سنے تو اس کو ٹوکے اور اپنے دل میں اس کی دروغ گوئی سے نفرت و عار محسوس کرے، اگر وہ دوسرے سے جھوٹ کی عادت چھڑانے کی دعا کرے گا تو اس کا بھی اس کو ثواب ملے گا۔

تیسری خصلت

سوم جہاں تک ممکن ہو کسی سے وعدہ کر کے بغیر کسی عذر خاص کے وعدہ خلافی نہ کرے اگر خلف عہد نہ کرنے کا عادی ہو جائے گا تو پھر اس صورت میں وعدہ کرنے کی عادت ہی یکسر چھوٹ جائے گی یہ لا یعنی [illegible] کا بڑا قوی ذریعہ اور [illegible] خلف عہد جھوٹ ہی کا ایک شعبہ ہے جب [illegible] بندہ عادی ہو جائے گا تو اس پر سخاوت کا دروازہ کھل جائے گا اور حیا کا زینہ وا ہو جائے گا۔ [illegible] دلوں میں اس کی محبت پیدا ہوگی اور اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کو عظیم مرتبہ حاصل ہوگا۔

چوتھی خصلت

[illegible] مخلوق پر لعنت نہ کرے ذرہ سے کم حیثیت مخلوق کو بھی گزند نہ پہنچائے یہ نیک اور راست باز لوگوں کا خلق ہے اس کا نتیجہ یہ ہے دنیا میں بھی امن سے رہے گا اور آخرت میں بھی وہ مراتب عالیہ پر فائز ہو گا اللہ تعالیٰ اس کو ہلاکت کے مقامات سے مامون و محفوظ رکھے گا اور وہ مخلوق کے شر سے بھی امن میں رہے گا بندوں کی شفقت اس کو حاصل اور قرب الٰہی میسر ہو گا۔

پانچویں خصلت

پنجم کسی کے لئے بد دعا نہ کرے خواہ کسی نے اس پر ظلم ہی کیوں نہ کیا ہو، نہ اس کو زبان سے برا کہے اور نہ کے ظلم کا اپنے کسی عمل سے بدلہ لے بلکہ اس کا بدلہ خدا پر چھوڑ دے، غرضیکہ اپنے قول و فعل سے بد

نہ لے اگر بندہ میں یہ وصف پیدا ہو جائے تو یہ وصف اس کو بلند مرتبہ پر پہنچا دے گا اور دارین میں انعام تقسیم اس کو حاصل ہوگا دُور و نزدیک کی مخلوق کے دلوں میں اس کو اپنی محبت ملے گی اور لوگ اس سے شفقت سے پیش آئیں گے۔ اس کی دعا قبول ہوئی اور اہل ایمان کے دلوں میں اس کی عزت پیدا ہوگی۔

چھٹی خصلت

ششم: اہل قبلہ میں سے کسی کے کفر اور نفاق پر قطعی شہادت نہ دے یہ عمل اس کو رحمت خداوندی سے بہت قریب کرنے کا بلند مرتبہ حاصل ہوگا، یہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ علم الٰہی میں نیل بننے سے بندہ کو محفوظ رکھتی ہے اور اللہ کے غضب میں گرفتار ہونے سے بندہ محفوظ رہتا ہے۔ اللہ کی رحمت اور خوشنودی سے یہ عمل بہت قریب ہے یہ خصلت اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا ایک معزز دروازہ ہے اور دوسرے مخلوق پر رحم کرنے کا جذبہ اللہ تعالیٰ بندہ میں پیدا کر دیتا ہے۔

ساتویں خصلت

ہفتم: ظاہری اور باطنی گناہ کی طرف نظر کرنے اور اس کا ارادہ کرنے سے بھی پرہیز کرے، گناہ اور دل سے اپنے اعضا کو روکے رکھے، اس فعل کا ثواب دنیا میں اس کے دل کو اور دوسرے اعضا کو بہت جلد حاصل ہو جائے گا اور ساتھ ہی ساتھ آخرت میں اللہ اس کے لئے بھلائی کا ذخیرہ جمع فرمائے گا۔

آٹھویں خصلت

ہشتم: اپنا بار کسی مخلوق پر نہ ڈالے خواہ وہ بار گراں ہو یا بار سبک! بلکہ دوسروں کا بار خود اٹھائے خواہ کسی مخلوق کی طرف سے اس کی خواہش ہو یا نہ ہو، بلاشبہ یہی عبادت گزاروں اور برگزیدہ ہستیوں کی بزرگی اور عظمت کا کمال یہی ہے اور اسی وصف کے باعث بندہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر قائم رہے گا۔ اور پھر تمام مخلوق حق کے معاملہ میں برابر ہو جائے گا۔ جب بندہ اس وصف سے متصف ہو جائے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو بے نیازی، یقین کامل اور توکل کا مقام مرحمت فرمائے گا، یقین رکھنا چاہیئے کہ یہ وصف مومنین کی عزت اور متقین کی بزرگی کے حصول کا دروازہ ہے اور قریب ترین باب اخلاص یہی ہے۔

نویں خصلت

نہم: لوگوں سے اور ان کے مال و متاع سے قطع امید کرے یہی سب سے بڑی عزت ہے، یہی خالص تونگری عظیم حکومت، عظیم فخر اور شفا بخش صحیح توکل ہے۔ اس خصلت کے باعث اللہ پر بھروسہ ہوتا ہے اور دنیا سے بے رغبتی پیدا ہوتی ہے اسی سے تقویٰ کا حصول اور عبادت کا تکملہ ہوتا ہے یہ خصلت تمام دنیا سے کٹ کر اللہ سے رشتہ جوڑنے والوں کی علامت ہے۔

دسویں خصلت

دہم: تواضع: تواضع سے مرتبہ کی عظمت میں استقامت اور پختگی پیدا ہوتی ہے، درجہ بلند ہوتا ہے اللہ عزوجل اور مخلوق کی نظر میں عزت اور رفعت کامل ہوتی ہے دنیا اور آخرت دونوں کے ہر کام پر بندہ قادر ہو جاتا ہے یہ خصلت تمام خصائل کی اصل ہے اور یہی اصل کمال ہے، اس خصلت کے ذریعہ بندہ ان نیک لوگوں کا مرتبہ پاتا ہے جو خدا سے ہر حال میں خواہ راحت ہو یا تکلیف راضی رہتے ہیں اور ان کا تقویٰ کامل ہو جاتا ہے۔

تواضع کی تعریف

تواضع کسے کہتے ہیں؟ تواضع یہ ہے کہ بندہ جس سے بھی ملے اس کو اپنے مقابلہ میں افضل سمجھے اور یہ خیال کرے کہ ممکن ہے کہ یہ شخص اللہ کے نزدیک مجھ سے ہزار درجہ بلند اور بہتر ہو' اپنے چھوٹوں کے بارے میں خیال کرے کہ انھوں نے خدا کی نافرمانی نہیں کی ہے اور میں (باعتبار سن و سال) کافی کرچکا ہوں' اس لئے وہ مجھ سے بہتر ہیں اور جب بڑوں سے ملے تو خیال کرے کہ انھوں نے مجھ سے زیادہ عبادت کی ہے اس لئے کہ وہ عمر میں مجھ سے بڑے ہیں اس لئے یقیناً وہ مجھ سے بہتر ہیں کہ ان کو عبادت کا زیادہ وقت ملا ہے۔ جب کسی عالم سے ملے تو خیال کرے اس عالم کو وہ چیز بخشی گئی ہے جو مجھے نہیں ملی ہے' وہ جانتا ہے اور میں نہیں جانتا! اور وہ اپنے علم کے مطابق عمل بھی کرتا ہے۔ جاہل سے ملاقات ہو تو یہ سمجھے کہ اس نے نادانی میں خدا کی نافرمانی کی اور میں علم رکھتے ہوئے نافرمان ہوا نہیں معلوم کہ اس کا خاتمہ کس طرح ہو اور میرا کس طرح!! اگر کافر سے ملاقات ہو تو یہ خیال کرے کہ ممکن ہے کہ یہ ایمان لے آئے اور اس کی وجہ سے اس کا خاتمہ بخیر ہو اور ممکن ہے کہ میں کفر میں مبتلا ہو جاؤں اور اس کفر کے باعث میرا خاتمہ بُرا ہو' تواضع اللہ سے ڈرنے کا دروازہ ہے: ساتھ رکھنے کے قابل اوصاف و فضائل میں اس کو اولیت کا درجہ حاصل ہے اور باقی رہنے والے اوصاف میں یہ آخری وصف ہے۔ بندہ جب تواضع اختیار کرلیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو تمام تباہیوں سے محفوظ کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کو اُن مراتب تک پہنچا دیتا ہے جو محض اللہ کے لئے خیر طلبی کرنے کے مراتب ہیں' بندہ اللہ کے منتخب اور محب بندوں میں شامل ہو جاتا ہے اور اس کا شمار ابلیس کے دشمنوں میں ہونے لگتا ہے'

تواضع رحمت کا دروازہ ہے' تکبر کی راہ کو قطع کرنے اور خود پسندیوں کی رسیوں کو کاٹنے کا ذریعہ ہے' دارین میں اپنے آپ کو سب سے برتر اور افضل سمجھنے کے یقین کو باطل کرنے کا سبب ہے' یہی عبادت کا فخر ہے اور یہی اہل دل کا شرف ہے' یہ عابدوں کی نشانی ہے کوئی شے اور کوئی وصف اس سے افضل نہیں ہے' بندہ جب اس وصف کو اپنالے تو مخلوق کے تذکرے سے اپنی زبان روک لے اگر ایسا نہیں کرے گا تو اس کا عمل مکمل نہیں ہوگا! بندہ کو چاہیئے کہ تمام احوال میں اپنے دل سے کینہ' جذبۂ برتری اور تکبر کو نکال دے' بندہ کی زبان' اس کا کلام اور اس کا ارادہ ظاہر' باطن یکساں ہو' وہ تمام مخلوق کا یکساں خیر خواہ ہو اگر وہ کسی کا ذکر بُرائی کے ساتھ کرے گا یا کسی کو اس کے کسی فعل پر شرمندہ کرے گا یا اس بات کو پسند کرے گا کہ اس کے سامنے کسی کی بُرائی کی جائے تو کسی کی برائی ہوتے وقت اگر اس کا دل خوش ہوتا ہے تو اس صورت میں اس کا شمار خیر خواہوں میں نہیں ہوگا! یہ برائیاں عابدوں کے لئے آفت اور عبادت گزاروں کے لئے تباہی کا موجب اور ذریعہ ہیں اس تباہی سے وہی بچ سکتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمتِ کاملہ سے دل اور زبان کی حفاظت کی توفیق عطا فرمائے۔

ہم اللہ تعالیٰ سے اس امر کے سائل ہیں کہ وہ ہم سب کو ان فضائل پر عامل بنا کر احسان مند بنائے اور ہمارے دلوں سے خواہشوں کو نکال دے (آمین)

توکل

توکل کی اصل توکل کی اصل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد گرامی ہے وَمَن يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ (جس نے اللہ پر بھروسہ کیا اللہ اس کے لئے کافی ہے)۔ ایک دوسری آیت ہے وَعَلَى اللَّهِ فَتَوَكَّلُوا إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ (اگر تم ایمان والے ہو تو اللہ ہی پر توکل کرو)۔

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کا ارشاد حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زمانہ حج میں بہت سے رویائے صادقہ مجھے دکھائے گئے، میں نے اپنی امت کو دیکھا کہ اس سے میدان اور پہاڑ بھرے پڑے ہیں مجھے ان کی یہ وضع اور ان کی یہ کثرت پسند آئی۔ مجھ سے کہا گیا کہ کیا آپ اس پر راضی ہیں؟ میں نے جواب دیا کہ جی ہاں! پھر مجھ سے کہا کہ ان کے ساتھ ستر ہزار ایسے بھی ہیں جو بغیر کسی حساب کے جنت میں داخل ہوں گے یہ لوگ وہ ہیں داغ نہیں لگواتے۔ شگون نہیں لیتے، منتر نہیں کراتے بلکہ خدا ہی پر توکل کرتے ہیں یہ سنکر عکاشہ بن محصن وری کھڑے ہوئے اور بارگاہِ رسالت میں عرض کیا یارسول اللہ آپ اللہ سے دعا فرمائیں کہ مجھے ان لوگوں میں سے کردے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی اے اللہ ان کو ان لوگوں میں سے کردے! اس کے بعد ایک دوسرے صاحب کھڑے ہوئے اور انھوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! اللہ سے دعا فرمائیے کہ مجھے بھی ان لوگوں میں سے کردے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا کہ عکاشہ تم سے اس معاملہ میں سبقت لے گئے۔

توکل کی تعریف توکل کی حقیقت یہ ہے کہ تمام امور کو اللہ کے سپرد کردینا۔ تدبیر و اختیار کی تاریکیوں سے پاک ہونا اور تقدیر الٰہی کے بعد ان کی جانب قدم بڑھانا، بندہ جب یہ یقین کرلیتا ہے کہ قسمت میں کوئی تبدیلی نہیں ہوسکتی اور جو کچھ اس کے مقدر میں ہے وہ اس سے نہیں لیا جائے گا اور جو مقدر میں نہیں ہے وہ کسی صورت حاصل نہیں ہوگا تو اس کے دل کو سکون ہوجاتا ہے اور وہ اپنے رب کے وعدہ پر مطمئن ہوجاتا ہے اور اسی سے وہ قسمت کی چیز کو حاصل کرتا ہے۔

توکل کے درجے توکل کے تین درجے ہیں اول کا نام توکل دوسرے کا نام تسلیم اور تیسرے کا تفویض ہے متوکل اپنے رب کے وعدہ سے مطمئن ہوکر سکون حاصل کرلیتا ہے، صاحب تسلیم اللہ کے علم کو اپنے لئے کافی سمجھتا ہے اور صاحب تفویض اللہ کے حکم پر، ہر صورت میں خوش ہوتا ہے۔

بعض اکابر کا خیال ہے کہ توکل ابتدا ہے تسلیم اس کا درمیانی درجہ اور تفویض اس کی انتہا ہے۔ بعض علماء کا خیال ہے کہ توکل تو عام مومنین کا وصف ہے، تسلیم اولیائے کرام کی صفت ہے اور تفویض توحید پرستوں کا وصف ہے، بعض اصحاب فرماتے ہیں کہ توکل عوام کی تسلیم خواص کی اور تفویض خاصانِ خاص کا وصف ہے اس سلسلہ میں بعض دوسرے اکابرین فرماتے ہیں کہ توکل عام انبیائے کرام کی صفت ہے، تسلیم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے مخصوص

ہے اور تفویض ہمارے سیدالانبیاء محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت ہے۔

توکل حقیقی باعتبار کمال حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس وقت حاصل ہوا جس وقت آپ نے جبرئیل علیہ السلام سے (ان کی امداد کی پیشکش کے جواب میں) فرمایا تھا: مجھے تمہاری حاجت نہیں ہے کیونکہ اس وقت ان کی خودی ختم ہو چکی تھی یہی سبب تھا کہ آپ نے سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی اور کو اس وقت نہیں دیکھا (اسی کی ذات پر توکل کیا)۔

متوکل کی تعریف

حضرت سہلؒ بن عبداللہ نے ارشاد فرمایا کہ توکل پہلا مقام یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کے سامنے ایسا ہو جائے جس طرح مردہ غسال کے سامنے ہوتا ہے کہ غسل دینے والا جدھر چاہتا ہے ادھر اس کو الٹ پلٹ کرتا ہے (پھیر دیتا ہے)، اور خود اس کو اپنے کسی عمل پر اختیار اور تدبیر پر زور اور قابو نہیں ہوتا۔ جو متوکل علی اللہ ہے وہ نہ کسی سے سوال کرتا ہے نہ ارادہ کرتا ہے نہ رد کرتا ہے نہ روکتا ہے (بالکل بے اختیار ہوتا ہے)۔

بعض اکابر کا خیال ہے کہ توکل خود کو چھوڑ دینے کا نام ہے۔ حضرت حمدونؒ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دامن کو مضبوطی سے پکڑ لینے کا نام توکل ہے، حضرت ابراہیم خواصؒ نے ارشاد فرمایا کہ غیر اللہ سے امید و بیم کے تعلق کو منقطع کر دینے کا نام توکل ہے، بعض صوفیائے کرام کا قول ہے کہ ایک ہی زندگی پر اکتفا کرنا اور کل کا غم ترک کر دینے کا نام توکل ہے۔

توکل کی تین اہم باتیں

حضرت علیؒ رودباری نے فرمایا کہ توکل میں تین باتیں قابل لحاظ ہیں اول یہ کہ ملے تو شکر ادا کرے نہ ملے تو صبر کرے، دوم یہ کہ حصول و عدم حصول دونوں اس کی نظر میں یکساں ہوں، سوم یہ کہ نہ ملنے پر اس وجہ سے شکر کرے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے یہی پسند کیا ہے اور اس کو یہی پسند ہے تو مجھے بھی یہ بات کیوں نہ پسند ہو۔ حضرت جعفر سے مروی ہے کہ حضرت ابراہیم خواصؒ نے ارشاد فرمایا کہ میں مکہ کے سفر پر تھا اثنائے راہ میں مجھے ایک وحشی صورت نظر آئی میں نے اس سے کہا کہ تو انسان ہے یا جن! اس نے کہا کہ میں انسان نہیں جن ہوں، میں نے کہا کہاں جا رہے ہو اس نے کہا مکہ جانے کا قصد ہے! میں نے کہا کہ بغیر زاد اور سواری کے! اس نے کہا کہ ہاں ہم میں سے بعض ایسے ہیں جو توکل پر سفر کرتے ہیں میں نے کہا کہ توکل کیا ہے؟ اس نے جواب دیا، اللہ سے لینا توکل ہے۔

حضرت سہلؒ نے فرمایا کہ کل مخلوق کو رزق پہنچانے والے کی معرفت کا نام توکل ہے اس اعتبار سے کسی کا توکل اس وقت تک کامل نہیں ہے جب تک اس کی نظر میں آسمان تانبے کی طرح اور لوہے کی طرح نہ ہو جائے، آسمان سے پانی نہ برسے اور زمین سے سبزہ نہ اُگے اُسے کوئی غرض نہیں وہ یقین کرے کہ ان دونوں کے درمیان میں جو مخلوق ہے ان کے رزق کا جو ضامن ہے وہی مجھے بھی رزق پہنچائے گا اور مجھے فراموش نہیں کرے گا۔

بعض اصحاب کا کہنا ہے کہ توکل یہ ہے کہ تو رزق کی خاطر خدا کی نافرمانی نہ کرے۔ بعض حضرات کہتے ہیں کہ بندہ کے لئے یہی توکل کافی ہے کہ وہ اللہ کے سوا اپنے لئے کوئی اور مددگار اور اپنے رزق کے لئے کوئی دوسرا خازن اور اپنے اعمال کے لئے کوئی دوسرا دیکھنے والا پسند نہ کرے۔

حضرت جنیدؒ کا ارشاد توکّل کے سلسلہ میں

توکل کے بارے حضرت جنیدؒ کا ارشاد ہے کہ توکل یہ ہے کہ اپنی تدبیر کو خدا کی راہ میں فنا کر دے اور اللہ تعالیٰ سے جو تیرا ضامن اور مددگار ہے راضی رہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَکَفٰی بِاللّٰہِ وَکِیْلًا اور اللہ کارسازی کے لئے کافی ہے۔ بعض حضرات کا ارشاد ہے کہ بندہ حقیر کو خداوند عظیم کو اپنے لئے کافی سمجھنا توکل ہے جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کو اپنے لئے کافی سمجھا تھا اور حضرت جبرئیل کی امداد کی پیشکش پر نظر ڈالنا بھی گوارا نہیں کی: بعض کہتے ہیں کہ خالق دو جہاں پر بھروسہ کرکے جدوجہد سے باز رہنے کا نام توکل ہے۔ حضرت بہلولؒ مجنون سے دریافت کیا گیا کہ بندہ کو متوکل کس وقت کہنا چاہیئے انھوں نے فرمایا کہ جب اس کا نفس مخلوق میں ہوتے ہوئے بھی مخلوق سے اجنبی اور بیگانہ رہے اور اس کا دل خدا کے ساتھ ہو!

حضرت اصمؒ سے دریافت کیا گیا کہ آپ کو توکل کا یہ مقام کس طرح حاصل ہوا؟ آپ نے فرمایا چار باتوں کی وجہ سے اوّل یہ کہ مجھے اس بات کا یقین ہوگیا کہ میرا رزق کوئی دوسرا نہیں کھائے گا لہٰذا میں اس کی تلاش میں مشغول نہیں ہوا اور دوسرے میں نے جان لیا کہ میرا عمل کوئی دوسرا انجام نہیں دیگا پس میں اس میں مشغول ہوگیا۔ تیسرے میں نے یقین کرلیا کہ موت اچانک آتی ہے لہٰذا میں اس کے پانے کی جلدی کرتا ہوں۔ چہارم: میں نے جان لیا کہ میں ہر حال میں خدا کے سامنے موجود ہوں پس میں نے اس سے حیا کی۔

ابوموسیٰؒ دبیلی فرماتے ہیں کہ میں نے عبدالرحمٰن بن یحییٰؒ سے توکل کے بارے میں دریافت کیا تو انھوں نے فرمایا کہ توکل یہ ہے کہ تو اژدہے کے منہ میں بھی ہاتھ ڈال دے تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہونے کی وجہ سے تجھے کسی قسم کا گزند نہ پہنچنے کا یقین ہو اور تجھے اس سے کچھ خوف نہ آئے، اس کے بعد ابوموسیٰ نے کہا کہ میں ــ یہی سوال حضرت بایزید بسطامیؒ سے کرنے کے لئے نکلا چنانچہ شہر بسطام میں داخل ہوا اور ان کا دروازہ کھٹکھٹایا، اندر سے ان کی آواز آئی: ابوموسیٰ! کیا تمھارے لئے عبدالرحمٰن کا جواب کافی نہیں ہے جو توکل کی حقیقت دریافت کرنے یہاں آئے ہو اور مجھ سے پوچھ رہے ہو! میں نے عرض کیا، اے آقا دروازہ کھول دیجئے! اندر سے جواب آیا اگر تم ملاقاتی کی حیثیت سے تم میرے پاس آتے تو میں ضرور دروازہ کھول دیتا (تم سے ملتا) تم دروازہ ہی پر جواب سن لو اور لوٹ جاؤ: سنو: توکل یہ ہے کہ اگر وہ سانپ جو عرش کے گرد حلقہ زن ہے اگر تمھاری طرف بڑھے تو تم اس بنا پر ذرا بھی نہ ڈرو کہ خدا تمھارے ساتھ ہے؛ ابوموسیٰ کہتے ہیں کہ میں یہ سن کر اپنے وطن دبیل لوٹ آیا اور ایک سال تک مقیم رہا پھر میں حضرت بایزیدؒ کی ملاقات کے ارادہ سے وہاں سے روانہ ہوکر بسطام پہنچا، جب میں ان کے پاس پہنچا تو انھوں نے مجھے "خوش آمدید" کہا اور فرمایا، آؤ. اب تم میرے پاس ملاقاتی کی حیثیت سے آتے ہو؛ میں ان کے پاس تقریباً ایک ماہ ٹھہرا رہا اور اس عرصے میں جب میں نے اُن سے کوئی بات دریافت کرنا چاہی تو میرے سوال سے پہلے انھوں نے اس کا جواب دے دیا! ایک ماہ بعد میں نے ان سے رخصت طلب کی اور عرض کیا کہ مجھے آپ سے کچھ بھی فائدہ حاصل ہونا چاہیئے، انھوں نے فرمایا جان لو مخلوق کا فائدہ کوئی فائدہ نہیں ہے لہٰذا جاؤ! میں نے اسی قول کو فائدہ سمجھ لیا اور وہاں سے لوٹ آیا۔

ابن طاؤس نے اپنے والد حضرت طاؤسؒ کا قول نقل کیا ہے کہ ایک اعرابی نے اپنی سواری کا اونٹ ایک جگہ بٹھا کر

باندھ دیا پھر آسمان کی طرف منھ اٹھا کر کہا کہ الٰہی! یہ سواری کا اونٹ مع تمام سامان کے جب تک یہ لوگوں میں ہے تیری ضمانت میں ہے!! یہ کہکر وہ مسجد الحرام میں چلا گیا، تھوڑی دیر بعد وہاں سے نکل کر اس جگہ پہنچا جہاں اونٹ باندھ دیا تھا دیکھا کہ اونٹ اور سامان سب کچھ غائب ہے اس نے آسمان کی طرف منھ اٹھا کر کہا کہ الٰہی! میری کوئی چیز تو چوری نہیں گئی جو کچھ چوری گیا ہے وہ تیرا ہی تھا۔ تیری ہی چیزیں چوری کی گئی ہیں۔ طاؤسؒ کہتے ہیں کہ ہم یہ حال دیکھ ہی رہے تھے کہ اچانک کوہِ ابوقبیس کی چوٹی سے ہم نے ایک شخص کو اترتے دیکھا جو بائیں ہاتھ سے اونٹ کی مہار پکڑے اس کو کھینچ کر لا رہا تھا اور اس کا دایاں ہاتھ کٹا ہوا اس کے گلے میں جھول رہا تھا۔ وہ شخص اعرابی کے پاس آیا کہ لو اپنی سواری اور سامان! میں نے اعرابی سے کیفیت دریافت کی اس نے کہا کہ میں اس اونٹ اور سامان کو لیکر جب ابوقبیس پر پہنچا تو ایک سوار آیا اور مجھ سے کہا کہ اے چور! اپنا داہنا ہاتھ نکال، میں نے داہنا ہاتھ بڑھا دیا اس نے میرا داہنا ہاتھ پتھر پر رکھ کر کاٹ دیا اور میری گردن میں لٹکا دیا اور مجھ سے کہا کہ نیچے اتر اور یہ سواری اور سامان جس اعرابی کا ہے اس کو واپس کردے!!

حضرت عمرؓ کا ارشاد

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" اگر تم لوگ اللہ تعالیٰ پر پورا پورا توکل رکھوگے تو اللہ تعالیٰ تم کو ضرور رزق دے گا جس طرح پرندوں کو دیتا ہے کہ وہ صبح کو بھوکے جاتے ہیں اور شام کو شکم سیر ہو کر لوٹتے ہیں۔ محمدؒ بن کعب نے حضرت ابن عباس کے حوالہ سے روایت کی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص یہ بات پسند کرتا ہے کہ وہ لوگوں میں بزرگ شمار ہو تو اس کو چاہیئے کہ اللہ سے ڈرے اور جس کو یہ بات پسند ہو کہ وہ لوگوں میں سب سے زیادہ بے نیاز ہو تو اسے چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ کی چیز پر اپنے ہاتھ کی چیز کے مقابلہ میں زیادہ بھروسہ کرے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس سلسلہ میں دو اشعار پڑھا کرتے تھے (جو یہ ہیں)

هَوِّنْ عَلَيْكَ فَاِنَّ الْاُمُوْرَ	بِاَمْرِ اللّٰهِ مَقَادِيْرُهَا
کر آسان کام خود پر۔ جان لے یہ سارے کاموں میں	ہیں حکم ایزدی سے سارے اندازے ہی وابستہ
فَلَيْسَ يَاْتِيْكَ مَصْرُوْفُهَا	وَلَا هَارِبٌ عَنْكَ مَقْدُوْرُهَا
نہ آئینگی تمھارے پاس، وہ پلٹی ہوئی چیزیں	مقدر میں جو ہے اسکو فراری کا نہیں رستہ

حضرت یحییٰ بن معاذؒ سے پوچھا گیا کہ آدمی کو متوکل کب کہا جاتا ہے؟ فرمایا جب اللہ تعالیٰ کی کارسازی پر خوش ہو؛ حضرت بشر رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ ہر ایک یہ کہتا ہے کہ میرا خدا پر توکل ہے، حالانکہ خدا کی قسم وہ جھوٹا ہے کیونکہ اگر خدا پر اس کو توکل ہوتا تو وہ اس پر راضی رہتا جو اللہ تعالیٰ اس کے حق میں کرتا ہے۔ حضرت ابوتراب نخشبیؒ کہتے ہیں کہ بدن کو عبودیت میں لگا دینا، اپنے دل کو ربوبیت سے وابستہ کردینا اور اپنے کاموں کی درستی کی طرف سے مطمئن ہوجانا توکل ہے، پس اگر اس کو کچھ مل جائے تو شکر ادا کرے نہ ملے تو صبر کرے۔

حضرت ذوالنونؒ مصری کا ارشاد ہے کہ نفس کی تدبیر کا ترک اور اپنی قوت اور غلبہ کا سہارا چھوڑ دینا توکل ہے آپ سے ایک شخص نے توکل کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا؛ اربابِ دنیا کو چھوڑ دینا ذرائع کو ترک کردینا توکل

ہے! سائل نے عرض کیا کہ اس سلسلہ میں کچھ مزید فرمائیے تو آپ نے فرمایا نفس کا بندگی میں لگو دینا اور اربابِ دنیا سے اس کا نکال لینا توکل ہے! حضرت ذوالنون مصری نے توکل کی یہ تعریف بھی کی ہے کہ توکل حرص و ہوا کو توڑ دینا ہے لیکن ظاہری کوشش تو وہ کسب ہے اور کسب سنت ثابت ہے یہ قلبی توکل کو مانع نہیں ہے، جبکہ بندہ اپنے دل میں یہ بات راسخ کرلے کہ بلاشبہ تقدیر اللہ ہی کی طرف سے ہے اس لئے توکل کا مقام قلب ہی ہے ایمان کو دل میں جما لینا ہی توکل ہے جس نے کسب کا انکار کیا گویا اس نے سنت سے انکار کیا اور جس نے توکل کا انکار کیا اس نے گویا ایمان کا انکار کیا، پس جب اسباب سے کوئی چیز مشکل ہو جائے تو سمجھ لے کہ اس کا تعلق تقدیر الٰہی سے ہے اور اگر کوئی چیز سہل ہو جائے تب بھی یہی سمجھے کہ وہ خدا ہی کے سہل کرنے سے سہل ہوئی ہے لہٰذا تمام اعضا اور ظاہری قوی کو کسی سبب کے مکمل کرنے میں اختیار کرنے میں کوشاں ہو کہ یہی حکم الٰہی ہے، ہاں باطن کو اللہ کے وعدہ سے مطمئن رکھے۔

حضرت انسؓ بن مالکؓ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ ایک شخص ایک اونٹنی پر سوار آیا اور حضور رسالت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں اس اونٹنی کو چھوڑے دیتا ہوں اور اس کی حفاظت کے لئے اللہ پر توکل کرتا ہوں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو باندھ دو اور پھر خدا پر توکل کرو۔

صلحاؔ اور عرفاؔ نے کہا ہے کہ توکل اس شیر خوار بچہ کی طرح ہے جو سوائے اپنی ماں کی چھاتی کے اور کوئی ٹھکانا نہیں جانتا اسی طرح متوکل بھی سوائے خدا کے اور کسی سہارے کو نہیں جانتا! بعض حضرات نے توکل کی تعریف اس طرح کی ہے کہ توکل اپنے شکوک کو رفع کرنا اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنا ہے، بعض حضرات کہتے ہیں کہ خدائے عزوجل کی قدرت پر اعتماد کرنا اور دوسرے لوگوں کی قدرت اور اختیار سے ناامید ہو جانا توکل ہے۔

حُسنِ اَخلاق

حُسنِ اَخلاق کی اصل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے جو اس نے اپنے محبوب برگزیدہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان میں قرآن میں نازل فرمایا ہے یعنی اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ بلاشبہ آپ عظیم اخلاق پر فائز ہیں۔ حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا یا رسول اللہ! کس مومن کا ایمان افضل ہے، آپ نے فرمایا جس کا اخلاق سب سے اچھا ہے۔

حُسنِ اخلاق کی افضلیت

حُسنِ اخلاق بندے کی تمام صنعتوں میں افضل ہے، اس سے جوانمردوں کے جوہر نمایاں ہوتے ہیں انسان اپنی جسمانی بناوٹ کے لحاظ سے پوشیدہ ہے لیکن اپنے اخلاق کے لحاظ سے ظاہر و نمایاں ہے، بعض محققین نے کہا ہے کہ اللہ عزوجل نے اپنے رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو معجزے کرامتیں اور بہت سے فضائل خاص طور پر عطا فرمائے لیکن ان فضائل میں سے کسی ایک کی ایسی تعریف نہیں کی جیسی کہ آپ کے اخلاق کی فرمائی یعنی ارشاد فرمایا وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ۔ بعض محققین کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے خلق

کی تعریف اس لئے فرمائی کہ آپ نے دونوں جہان بخش دیئے اور خدا پر ہی اکتفا کیا یہ بھی کہا گیا ہے کہ خلق عظیم یہ ہے کہ کمال معرفتِ الٰہی کی بنا، پر کسی سے جھگڑا نہ کیا جائے نہ کوئی اس سے جھگڑا کرے یعنی نہ کسی سے اپنا حق مانگے کہ اس کے باعث جھگڑا کرنا پڑے اور نہ کسی کی حق تلفی کرے کہ اس کے باعث دوسرا اس سے جھگڑے۔ بعض حضرات نے خلق عظیم کی تعریف یہ کی ہے کہ حق کی معرفت کے بعد دوسرے لوگوں کے بُرے اخلاق اس پر اثر انداز نہ ہوں۔ حضرت ابو سعید خراز نے فرمایا کہ حسنِ خلق یہ ہے کہ آدمی کے ارادہ کے سامنے اللہ کے سوا کوئی نہ ہو (اس کا ارادہ اللہ کی رضا کے تحت ہو) حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے حارث محاسبیؒ کو کہتے سُنا ہے کہ ہم نے تین چیزوں کو کھو دیا ہے اول کشادہ روئی و حفظ آبرو، دوم بغیر خیانت کے خوش کلامی، سوم وفائے عہد کے ساتھ دوستی کا نبھانا۔ بعض حضرات کا قول ہے کہ خلق حسن یہ ہے کہ تم سے جو چیز دوسروں کو پہنچے اس کو تم حقیر سمجھو اور دوسروں سے جو کچھ تم کو ملے اس کو عظیم سمجھو! بعض کہتے ہیں کہ حسنِ خلق یہ ہے کہ تم اپنی طرف سے دوسروں کو ایذا نہ دو اور دوسروں کی طرف سے پہنچنے والے دکھ کو برداشت کرو۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ سے ارشاد فرمایا "تمھارے مال میں سب لوگوں کے خرچ کی یقیناً گنجائش نہیں ہوگی لیکن خندہ پیشانی اور حسن خلق میں تو ان کی سمائی کرلو:

اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن خلق یہ ہے کہ تم اس کے اوامر کو بجالاؤ اور ممنوعات کو ترک کردو اور عام حالت میں بغیر کسی استحقاق ثواب کے اس کی اطاعت کرو اور بغیر تردد کے اپنے تمام مقدرات کو اسی کے سپرد کردو اور بغیر کسی شرک کے اس کو ایک تسلیم کرو اور بغیر کسی شک کے اس کو وعدہ میں سچا جانو"

حضرت ذوالنون مصریؒ سے کسی نے دریافت کیا کہ سب سے زیادہ اندوہناک حالت کس شخص کی ہے؟ فرمایا اس کی جو سب سے بدخلق ہو۔ حضرت حسن بصریؒ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ (اپنے کپڑوں کو پاک رکھئے) کی تفسیر کرتے ہوئے کہا یعنی اپنے خُلق کو اچھا (پاکیزہ) کرلو!

بعض لوگوں نے آیت وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً (اور اللہ تعالیٰ نے تم کو ظاہری اور باطنی دونوں قسم کی نعمتیں پوری پوری عطا کی ہیں) کی تفسیر میں بیان کیا ہے کہ ظاہری نعمت تو اعضائے جسمانی کی صحت و تندرستی ہے اور باطنی نعمت اخلاق کی پاکیزگی ہے۔

حضرت ابراہیم ادہمؒ کا ارشاد

حضرت ابراہیم ادہمؒ سے دریافت کیا گیا کہ کیا آپ دنیا میں کبھی خوش بھی ہوئے؟ فرمایا ہاں دو مرتبہ ایسا ہوا پہلی مرتبہ تو اس وقت جب کہ میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک کتا آیا اور مجھ پر پیشاب کردیا، دوسری بار اس وقت جب میں بیٹھا تھا تو ایک آدمی آیا اور اس نے میرے طمانچہ مارا۔

روایت ہے کہ حضرت اویس قرنیؒ کو جب لڑکے دیکھتے تو آپ کو اینٹیں مارتے، آپ ان سے کہتے اگر پتھر مارتے ہی ہو تو چھوٹے چھوٹے پتھر مارو تاکہ میری پنڈلیاں (ان بڑے پتھروں اور اینٹوں سے) لہولہان نہ ہوجائیں اور میں نماز نہ پڑھ سکوں۔ ایک روایت ہے کہ ایک شخص احنفؒ بن قیس کے پیچھے پیچھے ان کو گالیاں دیتا جاتا تھا، جب حضرت اپنے

قبیلہ کے قریب پہنچ گئے تو ٹھہر گئے اور فرمایا اے شخص! اگر تیرے دل میں کچھ اور باقی رہ گیا ہو تو اسے بھی کہہ ڈال ایسا نہ ہو کہ بڑھ کر کوئی نادان شخص تیری گالیاں سنے اور تجھے گالیاں دینے لگے (تو اس وقت تجھے افسوس ہوگا)

حضرت حاتم أصمؒ سے کہا گیا کہ انسان ہر ایک کی بات برداشت کرلیتا ہے آپ نے فرمایا ہاں مگر اپنے نفس کے سوا! روایت ہے کہ امیرالمومنین حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اپنے غلام کو آواز دی اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ آپ نے دوسری پھر تیسری بار آواز دی تب بھی اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ آپ اس کے پاس گئے تو اس کو لیٹے ہوئے دیکھا آپ نے فرمایا اے غلام کیا تو سن نہیں رہا ہے اس نے کہا ہاں میں سن رہا ہوں، آپ نے فرمایا پھر تو نے جواب کیوں نہیں دیا، اس نے فرمایا مجھے آپ کی سزا کا تو کوئی ڈر ہی نہیں تھا اس لئے میں نے جواب دینے میں سستی کی! آپ نے فرمایا جا تو اللہ کے لئے آزاد ہے!

بعض حضرات کا قول ہے کہ حسنِ خلق یہ ہے کہ تم لوگوں کے ساتھ رہتے ہوئے بھی ان سے بیگانہ رہو۔ بعض کا خیال ہے کہ حسنِ خلق یہ ہے کہ مخلوق کی طرف سے جو ظلم تم پر کیا جائے اس کو برداشت کرلو اور ان کا حق بغیر تنگدلی اور ناگواری کے ادا کرتے رہو۔ انجیل میں موجود ہے: میرے بندے مجھے یاد رکھ، جب تو غصہ میں ہو، میں تجھے اپنے غضب کے وقت اپنی رحمت کے ساتھ یاد رکھوں گا۔

مالک بن دینارؒ سے کسی عورت نے کہا! اے ریاکار! آپ نے اس کو جواب دیا کہ تم نے میرا وہ نام پالیا جسے اہل بصرہ بھول چکے تھے۔ حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے سے فرمایا! اے میرے پیارے بیٹے تین قسم کے لوگ ان تین موقعوں پر پہچانے جاتے ہیں۔ (۱) حلیم و بردبار غصہ کے وقت، (۲) بہادر جنگ کے موقع پر اور (۳) دوست حاجت و ضرورت کے وقت۔

حضرتِ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا الٰہی! میری تجھ سے یہ درخواست ہے کہ میرے بارے میں وہ کچھ نہ کہا جائے جو مجھ میں موجود نہیں ہے۔ (یعنی مجھ پر بہتان تراشی نہ ہو) جواب آیا کہ یہ ہم نے اپنے لئے جب نہیں کیا تو تیرے لئے کیسے کروں!!

شکر

شکر کی اصل

شکر کی اصل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ (اگر تم شکر کروگے تو میں تمہارے لئے نعمتیں ضرور اور زیادہ کروں گا)۔ یہ حدیث بھی شکر کی حقیقت پر روشنی ڈالتی ہے جس کو حضرت عطاؒ نے نقل کیا ہے، حضرتِ عطاؒ کا بیان ہے کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا اُمّ المؤمنین آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے عمدہ اور اعلیٰ وہ بات بتائیں جو آپ نے کبھی دیکھی ہو۔ یہ سن کر آپ اشکبار ہوئیں فرمایا آپ کی کونسی بات ایسی نہ تھی جو عمدہ اور اعلیٰ نہ ہو، ایک مرتبہ رات میں آپ میرے پاس تشریف لائے اور میرے ساتھ لیٹ گئے، آپ کو مجھ سے اس قدر قرب تھا کہ میری جلد آپ کی جلد سے مس ہو رہی تھی۔ آپ نے فرمایا اے ابوبکرؓ کی بیٹی تم مجھے اپنے رب کی عبادت کرنے دو! میں نے عرض کیا ہر چند کہ آپ کا قرب مجھے پسند ہے لیکن میں آپ کی خواہش کو

ترجیح دیتی ہوں، میں نے آپ کو اجازت دے دی! حضور والا اٹھ کر مشک کے پاس تشریف لے گئے اور وضو میں کافی پانی صرف کیا پھر کھڑے ہو کر نماز میں مشغول ہو گئے۔ آپ قیام کی حالت میں اس قدر روئے کہ آپ کے آنسو آپ کے نورانی سینے تک پہنچنے لگے پھر آپ نے رکوع فرمایا اور پھر اشکباری کی، پھر سجدہ کیا اور روتے رہے پھر سر مبارک اٹھایا اس دوران میں بھی آپ اشکبار رہے یہاں تک کہ حضرت بلالؓ آئے اور نماز فجر کی اطلاع دی۔ اس وقت میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اس قدر رونے کا موجب کیا ہے جب کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے تمام اگلے پچھلے گناہ بخشدیئے ہیں۔ آپ نے یہ سنکر فرمایا کیا میں خدا کا شکر گزار بندہ نہ بنوں اور کیوں کر ایسا نہ کروں جب کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر یہ آیت نازل فرمائی ہے:

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الخ آسمانوں اور زمین کے مابین نشانیاں ہیں۔ (آخر آیت تک)

اہل تحقیق نے شکر کی حقیقت میں کہا کہ یہ عاجزانہ طور پر منعم کی نعمت کا اعتراف کرنا ہے اور اسی معنی میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے لئے لفظ شکور مجازاً فرمایا ہے جس کے معنی ہیں کہ وہ بندوں کو ان کی شکر گذاری کا بدلہ دیتا ہے، شکر کے بدلہ کو بھی شکر کہا گیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں ہے:

وَجَزَآءُ سَیِّئَۃٍ سَیِّئَۃٌ مِّثْلُھَا یعنی برائی کے بدلہ برائی کو مجازاً فرمایا ہے ورنہ حقیقت میں اُس کا بدلہ برائی نہیں ہے)۔ بعض اہل تحقیق کہتے ہیں کہ شکر کی حقیقت ہے کسی محسن کے احسان کو یاد کر کے اس کی تعریف کرنا، لہٰذا بندہ کی طرف سے خداوند تعالیٰ کے شکر ادا کرنے کے معنی ہی خدا کی تعریف اس کے احسان کی یاد کے ساتھ! اور خدا کی طرف سے بندہ کا شکر ادا کرنے کے ہیں کہ خداوند تعالیٰ کی طرف سے بندہ کی شکر گذاری پر اس کی تعریف کرنا! بندہ کا احسان (حسن کردار) خداوند تعالیٰ کی اطاعت کرنا ہے اور حق تعالیٰ کا احسان اپنے بندہ پر انعام و اکرام فرمانا ہے۔ بندہ کی طرف سے اللہ کا شکر ادا کرنا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے انعام کا زبان سے ذکر اور دل سے اس کا اقرار کرے۔

شکر کی قسمیں شکر کی کئی قسمیں ہیں اوّل زبان کا شکر! زبان کا شکر یہ ہے کہ عاجزانہ طریقے پر اللہ کی تعریف کے ساتھ ساتھ اللہ کی نعمت کا اعتراف و اقرار! دوم: بدن اور اعضا کے ساتھ شکر، وفاداری اور خدمت کے ساتھ شکر گذاری ہے۔ سوم: دل کا شکر، یہ حدودِ الٰہی کی پابندی کے ساتھ حاضری کے فرشتہ پر یکسوئی کے ساتھ کھڑا ہو جانا۔ چہارم: آنکھوں اور کانوں کا شکر، آنکھوں کا شکر یہ ہے کہ اپنے ساتھی کے عیب کو دیکھ کر اس سے اغماض اور پردہ پوشی کرے، کانوں کا شکر یہ ہے کہ ساتھی کے اندر کسی عیب کی خبر سنکر اس کو چھپالے! تمام مباحث کا حاصل یہ ہے کہ شکر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہوتے ہوئے اس کی نافرمانی نہ کرنا۔

کہا گیا ہے کہ عالموں کا شکر قولی (قول سے) ہوتا ہے اور عابدوں کا عملی اور عارفوں کا شکر یہ ہے کہ اللہ کے حکم پر ہر حال میں قائم رہیں اور یقین رکھیں کہ ہم سے جو نیکی ہو رہی ہے اور جس طاعت و عبدیت اور ذکر خداوندی کا جو ظہور ہم سے ہوا ہے وہ سب کچھ اللہ کی توفیق، اس کی مدد، قوت، طاقت اور اس کے انعام کی بدولت ہوا ہے[1]

---

[1] قدم یہ اٹھتے نہیں ہیں اٹھائے جاتے ہیں۔

بندہ کو چاہئے کہ شکر میں اپنے احوال سے الگ تھلگ ہو کر اللہ کی ذات وصفات اور نور میں فنا ہو جائے، اپنی عاجزی، نادانی کوتاہی کا اقرار کرے اور ہر حال میں اپنا مرکز سکون اسی کی ذات کو جانے۔

شکر کی تعریف میں مختلف اقوال:

ابوبکر وراق کا ارشاد ہے کہ حدودِ الٰہی کی حفاظت رکھنا اور احسانِ الٰہی کا مشاہدہ کرنا شکر نعمت ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اپنے نفس کو طفیلی سمجھنا بھی شکر نعمت ہے۔ ادائے شکر میں حضرت ابوعثمانؒ نے فرمایا ادائے شکر سے قاصر رہنے کی معرفت کا نام شکر ہے یہ بھی کہا گیا ہے کہ شکر کا شکر ادا کرنا ہی کامل شکر ہے (یعنی اس بات کا شکر ادا کرنا کہ اللہ تعالیٰ نے شکر کی توفیق عطا فرمائی کامل شکر ہے) کہ توفیق شکر بھی ایک بڑی نعمت ہے لہٰذا بندہ کو چاہئے کہ پہلے شکر ادا کرے پھر شکر کی توفیق کا شکر ادا کرے پھر توفیق شکر پر شکر ادا کرنے کا شکر ادا کرے اس طرح شکر ادا کرنے کا ایک غیر محدود سلسلہ جاری رکھا جائے!

بعض اہل تحقیق نے کہا کہ نعمت کو منعم کی طرف عاجزانہ انداز بیان کے ساتھ منسوب کرنا شکر ہے۔ حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں کہ شکر یہ ہے کہ تم خود کو اللہ کی نعمت کا اہل نہ سمجھو! بعض نے کہا ہے کہ شاکر وہ ہے جو نعمت موجودہ پر شکر ادا کرے اور مشکور (بہت شکر گذار) وہ ہے جو اس نعمت پر شکر ادا کرے جو اس کو ابھی نہیں ملی ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے شاکر وہ ہے جو ملنے پر شکر کرے اور مشکور وہ ہے جو نہ ملنے پر شکر کرے اور مشکور وہ ہے جو نہ ملنے پر شکر کرے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ شاکر وہ ہے جو انعام وبخشش پر شکر ادا کرے اور مشکور وہ ہے جو مصیبت پر شکر کرے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ شاکر وہ ہے جو کسی نعمت کے ملنے پر شکر ادا کرے اور مشکور وہ ہے جو نعمت کے عدم حصول پر بھی شکر کرے۔

حضرت شبلیؒ نے فرمایا کہ شکر منعم کا دیدار ہے نہ کہ نعمت کا، بعض اہل تحقیق کہتے ہیں کہ شکر نعمت موجودہ کو قید کرتا ہے اور نعمت غائب کو شکار کرتا ہے۔ ابوعثمانؒ کا ارشاد ہے کہ عوام کا شکر تو ماکولات، مشروبات اور ملبوسات پر ہوتا ہے اور خواص کا شکر اُن کی واردات قلبی پر ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے" میرے بندوں میں تھوڑے ہی شکر گذار بندے ہیں"[1]

حضرت داؤد علیہ السلام نے عرض کیا: الٰہی میں تیرا کس طرح شکر ادا کروں تیرا شکر ادا کرنا بھی تو تیری ایک نعمت ہے، پس اللہ تعالیٰ نے ان پر وحی نازل فرمائی کہ تو نے میرا شکر اب ادا کیا: بعض کا قول ہے کہ جب اے انسان تیرا ہاتھ بدلہ چکانے سے قاصر ہے تو چاہیئے کہ تیری زبان شکر میں دراز ہو۔

روایت ہے کہ جب حضرت ادریس علیہ السلام کو مغفرت کی خوشخبری دی گئی تو انھوں نے کچھ زندگی مانگی اُن سے پوچھا گیا کہ مزید زندگی کیوں چاہتے ہو عرض کیا اس لئے کہ تیری نعمت کا شکر ادا کر سکوں [illegible] تو میں مغفرت کے لئے مصروف عمل رہتا تھا یہ سن کر فرشتے نے اپنے بازو پھیلائے اور ان کو اوپر اٹھا لیا گیا۔

روایت ہے کہ کسی نبی کا ایک چھوٹے پتھر کے پاس سے گزر ہوا اس پتھر سے بڑی مقدار میں پانی جاری [illegible] یہ بات دیکھکر ان کو بہت تعجب ہوا اللہ تعالیٰ نے پتھر کو گویائی کی قوت عطا کردی۔ نبی اللہ نے اس سے پانی نکلنے کی وجہ دریافت کی پتھر نے جواب دیا کہ جب سے اللہ تعالیٰ نے آیت وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ (جس کا ایندھن آدمی اور پتھر) دوزخ کا

---

[1] وَقَلِیْلٌ مِّنْ عِبَادِیَ الشَّکُوْرُ ہ

ایندھن ہوں گے) نازل فرمائی ہے میں خوف کے باعث روتا رہتا ہوں (یہ پانی میرے آنسو ہیں)۔ نبی اللہ نے دعا کی کہ الٰہی اس پتھر کو دوزخ سے محفوظ رکھ، وحی نازل ہوئی کہ ہم نے اس کو نجات دے دی، نبی اللہ وہاں سے رخصت ہو گئے جب واپس ہوئے تو پہلے سے زیادہ پانی اس پتھر سے نکلتے دیکھا یہ دیکھ کر ان کو تعجب ہوا اللہ نے پتھر کو پھر قوت گویائی عطا فرمادی اور نبی اللہ نے پتھر سے اس طرح رونے کی وجہ دریافت کی اور فرمایا کہ میں نے تیری بخشش کے لئے دعا کی تھی (اور وہ قبول ہو گئی ہے) پتھر نے عرض کیا کہ پہلا رونا تو غم اور خوف کا رونا تھا اور یہ رونا شکر اور مسرت کا رونا ہے۔

بعض اصحاب کا ارشاد ہے کہ شاکر کو مزید نعمتیں حاصل ہوتی ہیں کیونکہ اس کو نعمتوں کا مشاہدہ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اگر تم شکر نعمت بجالاؤ گے تو میں تم کو مزید نعمتوں سے نوازونگا۔

مصیبت پر صبر کرنے والا اللہ کی پناہ لیتا ہے کیونکہ وہ مشاہدہ مصیبت میں ہوتا ہے اس پر انعام یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمادیا کہ میں یقیناً صبر کرنے والوں کے ساتھ ہوں۔ بعض حضرات کا ارشاد ہے کہ اپنی سانسوں پر حمد کرنا اور حواس کی نعمتوں پر شکر کرنا ہی شکر ہے، حدیث صحیح میں آیا ہے کہ جنت کی طرف سب سے پہلے حمد کرنے والے بلائے جائیں گے، بعض کا قول ہے اللہ نے جو مصیبت دفع فرمادی ہے اس پر حمد ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے جو احسان فرمایا ہے اس پر شکر ہوتا ہے منقول ہے کہ ایک شخص کا اثنائے سفر ایک بڑے بوڑھے کے پاس گزر ہوا مسافر نے اس سال خوردہ سے اس کا حال دریافت کیا اس نے کہا کہ میں ابتدائے جوانی میں اپنی چچازاد بہن سے محبت کرتا تھا اور وہ بھی مجھے اسی طرح چاہتی تھی۔ حسن اتفاق کہ میرا اس سے نکاح ہو گیا، جب شب زفاف ہوئی تو میں نے اپنی بیوی سے کہا کہ آؤ! آج رات ہم دونوں اللہ کی عبادت اس شکر میں کریں کہ اس نے ہم دونوں کو ملادیا چنانچہ (قربت کے بجائے) وہ پوری رات ہم نے عبادت میں گزار دی! اس وقت سے آج تک ستر اسی سال ہم کو اسی حالت میں ہو گئے ہیں، ہر رات یہی کیفیت ہوتی ہے، اس وقت جب یہ باتیں ہورہی تھیں اس کی بیوی بھی اس کے ساتھ تھی، ان بزرگ نے اپنی بیوی سے اس بات کی جب تصدیق چاہی تو بیوی نے کہا ایسا ہی ہے۔

صبر

اللہ تعالیٰ کا یہ قول صبر کے سلسلے میں اصل ہے:۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَصَابِرُوا وَرَابِطُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝

اے ایمان والو! صبر کرو، اور صبر کراؤ اور ڈرو، شاید اس سے تم کو رستگاری حاصل ہو جائے۔

اسی سلسلہ میں ایک دوسری آیت ہے:۔

وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِاللَّهِ ۝

تم صبر کرو! صبر اللہ تعالیٰ کی مدد کے ساتھ ہے۔

اسی سلسلہ میں وہ حدیث شریف ہے جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے ارشاد فرمایا صبر وہی ہے جو پہلی ہی مصیبت پر ہو" ایک روایت میں آیا ہے ایک شخص نے خدمت نبوی میں عرض کیا یا رسول میرا مال جاتا رہا اور میری صحت ختم ہوگئی (جسم بیمار ہوگیا) حضور نے ارشاد فرمایا" اس بندے میں کوئی بھلائی نہیں ہے جس کا مال چوری نہ جائے اور جسم بیمار نہ ہو"

اللہ تعالیٰ جب کسی بندہ سے محبت فرماتا ہے تو اس کی آزمائش کرتا ہے اور جب اس کو آزمائش میں ڈالتا ہے تو اس کو صبر بھی عطا فرماتا ہے ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا کے یہاں بندہ کے لئے نور ایک ایسا درجہ ہوتا ہے کہ اس درجہ تک وہ اپنے عمل کے ذریعہ نہیں پہنچ پاتا یہاں تک کہ وہ کسی جسمانی تکلیف (مرض) میں مبتلا ہو جاتا ہے اور پھر وہ اس ذریعہ سے اس درجہ تک پہنچ جاتا ہے' ایک اور حدیث میں اس طرح ہے کہ جب آیت مَن يَعْمَلْ سُوءًا يُجْزَ بِهِ نازل ہوئی تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے خدمت نبوی میں عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)، اب اس آیت کے نزول کے بعد فلاح کس طرح میسّر ہوگی؟ حضور نے فرمایا" ابوبکرؓ خدا تمہاری مغفرت فرمائے کیا تم علیل نہیں ہوتے؟ کیا تم پر کوئی مصیبت نازل نہیں ہوتی، کیا تم صبر نہیں کرتے؟ کیا تم غمزدہ نہیں ہوتے؟ بس یہی تمہارے گناہ کا بدلہ ہو جاتا ہے' یعنی جو کچھ دکھ تم پر آتے ہیں وہ تمہارے گناہوں کا کفّارہ ہو جاتے ہیں۔

صبر کی قسمیں

صبر کی کئی قسمیں ہیں اوّل اللہ کے لئے صبر کرنا یعنی حکم الٰہی کی بجا آوری اور ممانعت کی اطاعت میں جو کچھ تکلیف پہنچے اس پر صبر کرنا۔ دوم' اللہ تعالیٰ کی مشیت پر صبر کرنا یعنی اللہ تعالیٰ کا جو کچھ فیصلہ اور احکام جاری ہوں اور اُن سے تم پر کچھ مصیبت آئے یا افتاد پڑے اس پر صبر کرنا۔ سوم اللہ کے وعدوں پر صبر کرنا، یعنی رزق کی کشاکش' مالی ضروریات کی تکمیل' ضرورت کا روا ہونا، اور آخرت میں ثواب کا جو وعدہ کیا ہے اس وعدہ پر صبر کرنا۔

بعض اہل تحقیق نے صبر کی دو قسمیں بیان کی ہیں اوّل یہ کہ ان چیزوں کے کرنے یا نہ کرنے پر صبر کرنا جن کے کرنے پر بندے کو اختیار ہے دوم ان باتوں پر صبر کرنا جن پر بندہ کو اختیار نہیں ہے۔ پہلے قسم کے صبر کی دو صورتیں ہیں اول اوامر الٰہی کی تعمیل پر صبر دوم نواہی کی اطاعت پر صبر' دوسری قسم کا صبر یہ ہے کہ ان امور پر صبر کرے جو بندے کے اختیار میں نہیں ہیں یعنی انسان کے لئے جسمانی، دلی یا روحانی تکلیف کا جو حکم الٰہی ہے اور مشیت خداوندی ہے اس پر صبر کرنا (مایوسی اور نافرمانی نہ کرنا)۔

بعض اصحاب کا قول ہے کہ صبر کرنے والے تین طرح کے ہوتے ہیں اوّل وہ تکلّف اور جبر کے ساتھ صبر کرے۔ دوم عام صبر کرنے والا سوم بہت زیادہ صبر کرنے والا۔

روایت ہے کہ ایک شخص نے حضرت شبلیؒ سے کہا کہ کون سا صبر صابر کے لئے سب سے زیادہ سخت ہے آپ نے فرمایا اللہ کی راہ میں صبر کرنا اس شخص نے کہا نہیں' آپ نے فرمایا صبر للّٰہ (اللہ کے واسطے صبر کرنا) اس نے کہا نہیں یہ بھی نہیں ہے آپ نے فرمایا صبر مع اللہ (اللہ کی معیت کا مشاہدہ کرنے میں صابر رہنا)، اس شخص نے کہا نہیں آپ نے اس سے فرمایا پھر کونسا صبر ہے اس شخص نے جواب دیا صبر عَنِ اللہ (اللہ کو دیکھتے ہوئے صبر کرنا) یہ سنتے ہی حضرت شبلیؒ نے ایک چیخ ماری یہ معلوم ہوتا تھا کہ ان کی روح نکل جائے گی۔

حضرت جنیدؒ کا ارشاد حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ دنیا سے آخرت کی طرف جانا مومن کے لئے آسان اور سہل ہے لیکن خدا کی راہ میں مخلوق کو چھوڑ دینا مشکل ہے اور نفس کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا مشکل تر ہے اور صبر مع اللہ مشکل ترین صبر ہے۔ ایک بار جب صبر کے بارے میں آپ سے دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ منھ بگاڑے بغیر کسی کڑوی چیز کا ایک ایک گھونٹ کر کے پینا صبر ہے۔

حضرت علیؓ کا ارشاد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا صبر ایمان سے اسی طرح وابستہ ہے جس طرح سر بدن سے لگا ہوتا ہے۔ حضرت ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں کہ صبر اللہ کی ناپسند چیزوں سے دور رہنے اور مصائب کے غموں کا گھونٹ گھونٹ پینا اور معاش کی تنگی کے باوجود بے نیازی کا اظہار کرنا صبر ہے۔ بعض کا قول ہے کہ ہر مصیبت کو خندہ پیشانی سے برداشت کرنے کا نام صبر ہے یہ بھی کہا گیا ہے کہ صبر کے معنی ہیں مصائب میں اظہار شکوہ شکایت کے بغیر فنا ہو جانا، بعض کہتے ہیں کہ جس طرح عافیت' آسودگی کی موجودگی میں دل کو ایک گونہ سکون ہوتا ہے اسی طرح مصیبت کی حالت میں دل کے ٹھہراؤ اور سکون کا نام صبر ہے۔ اس سلسلہ میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ عبادت کی بہترین جزا صبر کی جزا ہے اس سے بڑھکر کوئی جزا نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

اِنَّمَا یُوَفَّی الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَھُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ	صبر کرنے والوں کو ان کا اجر بے حساب پورا پورا دیا جاتا ہے

اللہ تعالیٰ نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے:۔

وَلَنَجْزِیَنَّ الَّذِیْنَ صَبَرُوْٓا اَجْرَھُمْ بِاَحْسَنِ مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ٥	جن لوگوں نے صبر کیا ہم ضرور انھیں زیادہ نیک چیزوں کے ساتھ اجر دینگے جیسا کہ وہ صبر کرتے ہیں۔

بعض حضرات کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی معیّت میں ثابت قدم رہنا اور اس کی فرستادہ مصیبت کے دکھوں کا کشادہ دلی سے استقبال کرنا صبر ہے۔ حضرت خواصؒ نے فرمایا کہ صبر مع اللہ کے معنی ہیں قرآن اور سنت ارسول اللہ کے احکام پر ثابت قدم رہنا۔ یحییٰ بن معاذ رازیؒ نے کہا کہ عاشقوں کا صبر زاہدوں کے صبر سے زیادہ سخت ہے۔

اَلصَّبْرُ یُجْمَلُ فِی الْمَوَاطِنِ کُلِّھَا	اِلَّا عَلَیْکَ فَاِنَّہٗ لَا یُجْمَلُ
صبر کرتے ہیں ہم بہر صورت	بس ترے واسطے نہیں ہوتا

بعض حضرات کا ارشاد ہے کہ صبر شکایت کا ترک کرنا ہے' بعض نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حضور عاجزی اختیار کرنا اور اس کی پناہ بپاہنا صبر ہے' بعض کہتے ہیں کہ صبر کے معنی ہیں صرف خدا سے مدد مانگنا بعض کہتے ہیں کہ صبر اللہ کے اسم کی طرح ہے۔ کہا گیا ہے کہ صبر یہ ہے کہ نعمت و مصیبت میں فرق نہ کرے اور دونوں صورتوں میں دلجمعی رکھے۔

رضا

رضا کی تعریف رضا کی اصل تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ اللہ ان مسلمانوں سے راضی ہوا اور وہ

اس سے راضی ہوئے۔ ایک دوسری آیت ہے: يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُم بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ ٥ ان کا رب ان کو اپنی رحمت اور رضامندی کی بشارت دیتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "اس شخص نے ایمان کا مزہ چکھ لیا جو اپنے رب کی ربوبیت سے راضی ہوا، روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب نے حضرت ابو موسیٰ اشعری کو لکھا تھا اُحمد و صلوٰۃ کے بعد، کُل بھلائی اللہ کے علم پر راضی برضا ہونے میں ہے پس اگر تم راضی رہ سکو تو بہتر ہے ورنہ صبر کرو۔

اس ارشاد الٰہی وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُم بِالْأُنثَىٰ ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدًّا ٥ (جب ان میں سے کسی کو خبر ہوتی ہے کہ تمھارے گھر میں لڑکی پیدا ہوئی ہے تو غم سے اس کا منہ سیاہ پڑ جاتا ہے)۔ کی تشریح و تفسیر میں حضرت قتادہؓ نے فرمایا یہ مشرکوں کا طریقہ تھا، اللہ تعالیٰ نے ان کے اس خبیث عمل کی اس آیت میں خبر دی ہے۔ پس مومن کے شایانِ شان ہے کہ جو اللہ تعالیٰ نے اس کو مقسوم کر دیا ہے اس پر راضی رہے، اللہ کا فیصلہ خود اپنے فیصلہ سے کہیں بہتر ہے۔

اے ابن آدم! جو کچھ خدا نے تیرے لئے مقرر فرما دیا ہے اور جس کو تو ناگوار محسوس کر رہا ہے وہ تیرے لئے اس سے بہتر ہے کہ خداوند تعالیٰ تیرے لئے تیری پسندیدہ چیز مقرر کرتا۔ خدا سے ڈر اور اس کی قضا پر راضی رہ:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔ وَعَسَىٰ أَن تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَعَسَىٰ أَن تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ٥ اور جس چیز کو تم ناگوار سمجھتے ہو ہو سکتا ہے کہ وہ تمھارے لئے بہتر ہو اور جس چیز کو تم پسند کرتے ہو شاید وہ تمھارے لئے بُری ہو اللہ واقف ہے تم ناواقف ہو۔ (تمھاری دینی و دنیوی مصلحت سے اللہ ہی واقف ہے)۔

پس اللہ تعالیٰ نے مخلوق سے اُن کی مصلحتیں پوشیدہ رکھی ہیں اور ان کو اپنی بندگی کے لئے مکلف بنایا ہے جس سے مراد اوامر کا پورا کرنا اور ممنوعات (نواہی) سے رُکنا، مقدر کے آگے سر جھکانا اور قضائے الٰہی پر اپنے منافع اور نقصانات میں راضی برضا رہنا، اللہ تعالیٰ نے انجام اور مصلحتوں کو اپنے اختیار میں رکھا ہے۔ پس بندے کو چاہئے کہ ہمیشہ اپنے آقا و مولا کی اطاعت میں لگا رہے اور اس سے راضی رہے جو کچھ خدا نے اس کے لئے مقسوم کر دیا ہے اس پر تہمت نہ دے، یہ بات اچھی طرح جان لو کہ آدمی اپنے مقسوم کے لئے جس قدر تقدیر کے مقابلہ میں کشمکش کرے گا، اور جتنا بھی اپنی خواہش کے درپے ہوگا اور جس قدر رضا اور قضا کو ترک کرے گا اسی قدر تکلیف میں رہے گا، جو شخص تقدیر کے حکم پر راضی رہتا ہے وہ آرام سے رہتا ہے۔ اور جو تقدیر خداوندی سے ناراض رہتا ہے اس کا رنج و الم بڑھ جاتا ہے حالانکہ دنیا میں وہی کچھ ملتا ہے جو مقسوم میں ہوتا ہے۔ جب تک نفسانی خواہش انسان پر حکمراں اور اس کی پیشوا رہتی ہے اور بندہ حکم قضا پر راضی نہیں ہوتا وہ نتیجہ میں دکھ پر دکھ سہتا ہے اور اس کی تکلیف میں اضافہ ہوتا رہتا ہے، راحت کا حصول تو نفس کی مخالفت میں ہے اس لئے کہ اس صورت میں لامحالہ راضی بقضا ہونا ہوتا ہے اور نفس کی موافقت کا نتیجہ تکلیف اور مشقت، پس اس لئے کہ اس صورت میں بندہ کو حق سے کشاکش کرنا پڑتی ہے، خدا کرے کہ خواہش نفس باقی نہ رہے اور وہ ہو تو ہمارا بھلا باقی نہ ہو!

رضا حال یا مقام

صاحبانِ طریقت کے مابین اس تعین میں اختلاف ہے کہ رضا حال ہے یا مقام! اہل عراق نے اس کو حال کہا ہے بندہ کے اختیار کو اس میں دخل ہے یہ بھی منجانب دل ہی پیدا ہونے والی ایک حالت ہے اور غیر مستقل ہے اس کے بعد دوسری حالت آجاتی ہے

صوفیائے خراسان فرماتے ہیں کہ رضا ایک مقام ہے اور توکل کی آخری حد ہے' اس حد تک بندہ اپنی ریاضت سے پہنچ سکتا ہے: دونوں قولوں میں مطابقت اس طرح ہوسکتی ہے کہ ابتدائی رضا بندہ کو ریاضت سے حاصل ہوسکتی ہے یہ رضا (کسب عبد) کا ایک مقام ہے اور انتہائے رضا ایک حال ہے جو قابلِ کسب نہیں ہے' پس صاحب رضا وہ بندہ ہے جو تقدیرِ خداوندی پر اعتراض نہ کرے۔ ابو علی دقاق فرماتے ہیں رضا یہ نہیں ہے کہ تکلیف کا احساس ہی بندہ نہ کرے بلکہ رضا یہ ہے کہ تو تقدیر خداوندی پر اعتراض نہ کرے۔ کچھ اور مشائخ نے فرمایا ہے کہ تقدیر خداوندی پر رضا اختیار کرنا خدا رسی کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔ اور دنیا کی جنت ہے یعنی جس بندہ کو رضا سے نوازا گیا اس کو کامل فراخی حاصل ہوگئی اور قربِ اعلیٰ سے سرفراز کیا گیا!

روایت ہے کہ ایک شاگرد نے اپنے استاد سے دریافت کیا کہ کیا بندہ یہ جان سکتا ہے کہ خدا اس سے راضی ہے؟ استاد نے جواب دیا! نہیں جان سکتا! غور کرو کہ کس طرح جان سکتا ہے جب کہ رضائے الٰہی پوشیدہ ہے۔ شاگرد نے کہا کہ بندہ رضائے الٰہی جان لیتا ہے! استاد نے کہا کس طرح! شاگرد نے جواب دیا کہ جب میں اپنے قلب کو خدا سے راضی پاتا ہوں تو جان لیتا ہوں کہ وہ مجھ سے راضی ہے، استاد نے کہا کہ اے شاگرد تو نے خوب بات کہی! بندہ اسی وقت خدا سے راضی ہوتا ہے جب کہ خدا اس سے راضی ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ (اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا وہ خدا سے راضی ہوئے) یعنی خدا کی خوشنودی کے باعث وہ لوگ خوش ہوئے' بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا مانگی: الٰہی مجھے ایسا کوئی عمل بتا دے جس کے کرنے سے تو راضی ہو' اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ تجھ میں اس کی طاقت نہیں! حضرت موسیٰ علیہ السلام سجدے میں گر پڑے' اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ اے عمران کے بیٹے! میری رضا اس میں ہے کہ تو میری قضا پر راضی رہے!

کہا گیا ہے کہ جو کوئی مقام رضا پر پہنچنا چاہے اس کو چاہیئے کہ اس عمل کو اختیار کرے جس میں خدا نے اپنی خوشی رکھی ہے۔ رضا کی دو قسمیں ہیں ایک خدا پر راضی رہنا دوسرے خدا سے راضی رہنا، خدا پر راضی رہنے کا مطلب یہ ہے کہ بندہ اس کو صاحب تدبیر مانے اور خدا سے راضی رہنے کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ حاکم اور صاحب فیصلہ ہونے کے اعتبار سے جو فیصلہ کرتا ہے ان فیصلوں سے راضی رہے اور بعض نے کہا کہ رضا یہ ہے کہ اگر دوزخ اس کی داہنی جانب ہو جائے تو اس کو بائیں جانب کرنے کا خیال دل میں نہ لائے۔ کہا گیا ہے کہ رضا قلب سے ناگواری کو نکال دینے کا نام ہے دل میں صرف فرحت اور مسرت ہی باقی رہے۔ جناب رابعہ عدویہ سے دریافت کیا گیا کہ بندہ تقدیر پر کب راضی ہوتا ہے: جواب دیا وہ مصیبت پر اس طرح خوش ہونے لگے جس طرح نعمت پر خوش ہوتا ہے۔

روایت ہے کہ حضرت شبلی نے حضرت جنید بغدادی کے سامنے لاحول ولا قوۃ الا باللہ پڑھا، حضرت جنید نے فرمایا آیت پڑھنا سینے کی تنگی کی وجہ سے ہے (یعنی مصیبت کو مصیبت سمجھے اور اس سے ناخوش ہونے کی وجہ سے) اور سینے کی تنگی رضائے الٰہی کے ترک کی وجہ سے ہے۔ حضرت ابوسفیانؒ نے فرمایا رضا یہ ہے کہ نہ تو خدا سے جنت کی آرزو کرے اور نہ دوزخ سے پناہ مانگے۔ حضرت ذوالنون مصری نے کہا کہ تین باتیں رضا کی علامتوں میں سے ہیں، قضا سے پہلے اختیار کو ترک کر دینا۔ اور قضا کے بعد تلخی کو ختم کر دینا اور مصیبت کے دوران محبت کا جوش پیدا ہونا۔ آپ ہی سے یہ بھی منقول ہے کہ رضا تقدیر کی تلخی پر دل کا خوش ہونا ہے اور ابوعثمانؒ سے حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کا مطلب دریافت کیا گیا اَسْئَلُكَ الرِّضَا بَعْدَ الْقَضَاءِ الٰہی میں تجھ سے قضا کے بعد رضا کا طالب ہوں۔ حضرت ابوعثمانؒ نے کہا رضا قضائے الٰہی سے پہلے کے معنی ہیں رضا کا عزم کرنا اور قضا کے بعد رضا کے معنی ہیں قضا پر راضی ہونا۔ ایک اور روایت میں آیا ہے کہ حضرت حسین بن امیرالمومنین علی رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ ابوذرؓ فرماتے ہیں کہ فقر میرے نزدیک غنا ہے، بیماری مجھے صحت سے اور موت حیات سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ آپ نے جواب دیا اللہ تعالیٰ ابوذرؓ پر رحم فرمائے میں کہتا ہوں کہ جو اللہ تعالیٰ کی پسندیدگی پر بھروسہ کرے وہ خدا کی پسندیدگی کے سوا کسی چیز کی تمنا نہیں کرے گا۔

حضرت فضیلؒ بن عیاض کا ارشاد

حضرت فضیل بن عیاضؒ نے بشر حافیؒ سے ارشاد فرمایا کہ دنیا میں رضا زہد سے افضل ہے، سبب اس کا یہ ہے کہ صاحبِ رضا اپنے مرتبہ سے بلند مرتبہ کی تمنا نہیں کرتا۔ حضرت فضیل کا یہ فرمانا بجا ہے اس لئے کہ اس قول میں رضا بالحال ہے اور رضا بالحال میں تمام خوبیاں جمع ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے ارشاد فرمایا:۔

"میں نے اپنے کلام اور پیام سے سرفراز کرنے میں تم کو دوسرے لوگوں پر ترجیح دی پس جو کچھ میں نے تم کو دیا اس کو لے لو اور شکر ادا کرنے والوں میں سے ہو جاؤ"

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے سیدنا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا:۔

"مختلف لوگوں کو ہم نے جو رونقِ دنیوی بطور امتحان عطا کی ہے تم اس کی طرف نظر نہ اٹھاؤ"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو ادب کی تعلیم دی ہے اور آیت وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى میں حال پر ثابت قدم رہنے، راضی برضا رہنے اور قضا پر قانع رہنے کی تعلیم ہے مطلب یہ ہے کہ ہم نے جو آپ کو نبوت، قناعت، صبر، ولایت اور قدرت عطا کی ہے وہ ان چیزوں سے کہیں بہتر اور اولیٰ ہے جو دوسروں کو عطا کیا ہے۔

پس ثابت ہوا کہ ساری خیر حال کی حفاظت اور اس پر راضی رہنے اور مرضی مولیٰ کے سوا ہر چیز کو ترک کر دینے میں ہے اس لئے کہ بندہ کے مطلوب کی ان تین صورتوں میں سے ایک صورت ضرور ہوگی یا تو وہ اس کا مقسوم ہوگا یا

کسی دوسرے کا مقسوم ہوگا، یا پھر کسی کے لئے بھی نہ ہوگا بلکہ آزمائش کے لئے اس کی تخلیق کی گئی ہوگی، بس اگر اے بندہ وہ تیرا مقسوم ہے تو تجھ تک ضرور پہنچے گا خواہ تو چاہے یا نہ چاہے اس لئے یہ کس طرح مناسب ہے کہ ایسی چیز کی طلب میں تجھ سے بیقراری اور حرص کا اظہار ہو عقل و علم کا فیصلہ اس کو بجا اور اچھا قرار نہیں دیتا۔ اور اگر وہ کسی دوسرے کا مقسوم ہے تو پھر اس کی طلب میں کیوں محنت او صعوبت برداشت کر رہا ہے وہ تجھے ملنے والی نہیں ہے وہ تجھ تک نہیں پہنچے گی اور اگر وہ کسی کا بھی مقسوم نہیں بلکہ آزمائش ہے تو پھر اس کے لئے اپنے آپ کو آزمائش میں ڈالنا کونسی دانشوری ہے عقلمند اس پر کس طرح خوش ہوگا۔ اس لئے دانشمند تو اس کی طلب ہی نہیں کرے گا۔

ایک جماعت نے کہا ہے کہ قضا پر راضی رہنا یہ ہے کہ اللہ کا حکم تجھ کو پسند ہو یا ناپسند ہو، تیری نظر میں دونوں برابر ہوں۔ بعض نے کہا ہے کہ قضا کی تلخی (ناگواری) پر صبر کرنا رضا ہے ایک اور قول ہے کہ خدا کے حضور میں اپنے اختیار کو ساقط کر دینا رضا ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ مدبر حقیقی کے سامنے اپنے اختیار کو ترک کر دینا رضا ہے کسی نے یہ بھی تعریف کی ہے کہ رضا ترک اختیار کا نام ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اہل رضا وہ ہیں جنہوں نے اپنے دلوں کو اختیار سے خالی کر دیا ہے (اختیار کی جڑ ہی کاٹ دی ہے)، وہ نہ اس چیز کو اختیار کرتے ہیں جس کو ان کا دل چاہتا ہے اور نہ ایسی چیز کو اختیار کرتے ہیں جس میں طلب کا پہلو ہو، وہ نزول حکم سے پہلے حکم کے منتظر نہیں رہتے بلکہ جب حکم آجاتا ہے جس کے نہ وہ منتظر تھے نہ شائق تو اس حکم پر راضی ہو جاتے ہیں۔ اس کو پسند کرتے ہیں اور اس پر خوش ہوتے ہیں انہی صاحب کا یہ قول بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیسے بہت سے بندے ہیں کہ جب ان پر کوئی مصیبت کا وقت آجاتا ہے تو وہ اس کو اپنے لئے نعمت خداوندی سمجھتے ہیں شکر ادا کرتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں اس خوشی سے وہ اندازہ کر لیتے ہیں کہ بلاشبہ نعمتوں میں مشغول رہ کر منعم کی طرف سے غافل ہونا مضرت رساں ہے اس لئے ان کے دل نعمت کی جانب سے ہٹ کر منعم کی طرف رجوع ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح مصیبتیں ان پر نازل ہوتی رہتی ہیں اور ان کے دل مصائب کی طرف سے بے حس ہو جاتے ہیں جب اس مقام پر پہنچکر ان کو قرار حاصل ہو جاتا ہے تو ان کا رب ان کا مرتبہ اس درجہ سے بھی اونچا کر دیتا ہے اللہ تعالیٰ کی بخششیں اور نعمتیں لامحدود اور بے انتہا ہیں!!

رضا کا ادنیٰ درجہ رضا کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ ماسوا اللہ سے بندہ کی امید منقطع ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے سوا بندوں سے آس لگانے کی مذمت فرمائی ہے، ایک روایت میں آیا ہے کہ یحییٰ بن کثیرؒ نے کہا کہ "میں نے توراۃ میں پڑھا ہے کہ وہ ملعون ہے جس کا اعتماد اپنی ہی جیسی مخلوق پر ہو۔"

حدیث قدسی حدیث قدسی میں آیا ہے کہ "اپنی عزت و جلال اور سخاوت و بزرگی کی قسم میں ہر امیدوار کی امید کو ناامیدی سے منقطع کر دوں گا جس نے میرے سوا غیر سے آس لگائی۔ بس ضرور اس شخص کو لوگوں کے درمیان ذلیل کروں گا اور اپنے قرب سے دور کر دوں گا۔ اور اس سے اپنا رشتہ منقطع کر دوں گا۔ کیا وہ مصیبتوں میں غیر سے امید باندھے بیٹھا ہے حالانکہ مصائب میرے ہاتھ میں ہیں تو پھر وہ میرے غیر سے آس لگاتا ہے اور غور و فکر کے بعد دوسروں کے دروازے کھٹکھٹاتا ہے حالانکہ وہ دروازے بند ہیں اور ان کی کنجیاں میرے قبضہ میں ہیں، جو بندہ مخلوق کو چھوڑ کر مجھے پکڑتا

ہے کہ اس کے اس ارادے کو میں اس کے دل اور اس کی نیت سے معلوم کرلیتا ہوں اور تمام آسمان اور زمین اور ساری کائنات بھی اگر میرے ایسے بندے پر اپنا داؤں چلانے ہیں تو میں اس کو اس داؤں سے نکلنے کا راستہ دے دیتا ہوں اور اس کو پناہ دیتا ہوں اور جو شخص مجھے چھوڑ کر مخلوق کا دامن تھامتا ہے تو میں آسمان سے اس کی رسّیاں کاٹ دیتا ہوں اور اس کے نیچے سے زمین کو کھینچ دیتا ہوں اور پھر دنیا میں اس کو دکھی بنا دیتا ہوں اور وہ تباہ ہو جاتا ہے"۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ایک صحابی نے فرمایا کہ میں نے سُنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے تھے کہ جو شخص لوگوں کے ذریعہ عزّت چاہتا ہے وہ ذلیل ہوتا ہے۔ ایک قول ہے کہ جو اپنے جیسی مخلوق پر بھروسہ اور تکیہ کرتا ہے ذلیل ہوتا ہے، ایسی چیز کی خواہش کرنا جو اِدھر اُدھر جھانکنے اور ارادوں کے پریشان ہونے اور ذلت و خواری سے حاصل ہوتی ہے اس کی پاداش یہی کافی ہے کہ ایسے آدمی کے اندر وہ تمام خرابیاں جمع ہو جاتی ہیں جو دنیا میں خواری اور خدا سے دوری کا باعث ہوتی ہیں ایسے آدمی کے رزق میں ذرہ برابر بھی اضافہ نہیں ہوتا۔

طمع شرک ہے ایک شخص نے کہا کہ میں مریدوں اور طالبانِ حق کے لئے ضرر رساں، دلوں کو ویران کرنے والی، مقصد سے دُور رکھنے والی، ارادوں کو منتشر رکھنے والی طمع سے زیادہ کسی چیز کو نہیں جانتا اس کا سبب یہ ہے کہ مرید خواہ کسی درجہ پر ہو طمع اس کے لئے شرک ہے، جس شخص نے اپنی ہی جیسی ہستی سے طمع وابستہ کی جو نہ نقصان پہنچانے پر قادر ہے اور نہ فائدہ پہنچانے پر نہ روکنے پر، تو اس نے بادشاہ کی حکومت گویا غلام کے سپرد کردی اس لئے وہ مشرک ہوگیا۔ ایسی صورت میں تقویٰ کا ثبوت اس وقت مل سکتا ہے جب چیزوں کو اس کے اصل مالک کی طرف منسوب کیا جائے اسی سے مانگے دوسرے سے طلب نہ کرے، بعض کا قول ہے کہ طمع درخت کی جڑ کی طرح ہے اور اس کی شاخیں ریاکاری، شہرت پسندی، تصنع اور جاہ پسندی ہے۔

حواریوں سے حضرت عیسیٰ کا ارشاد حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں سے فرمایا تھا کہ طمع سفّاک، قاتل اور بخیل بنانے والی ہے، ایک بزرگ کا ارشاد ہے کہ میں نے ایک بار کسی دنیاوی چیز کی طمع کی تو ہاتف نے پکار کر کہا کہ اے شخص بندوں کی طرف دل کو مائل کرنا آزاد مرید کو زیب نہیں دیتا بلکہ وہ اپنی ہر مراد اللہ سے پا سکتا ہے۔ کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو اللہ کے بندوں سے ان چیزوں کی طمع پوشیدہ طور پر رکھتے ہیں جو ان کے قبضہ میں ہوتی ہیں لیکن ان کو برکت وہاں سے ملتی ہے جہاں سے ان کو طمع نہیں ہوتی، یعنی منعم حقیقی کے یہاں سے، اور وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ طمع احوال کی خامی کا سبب ہے یہ متوکل عارفوں کا سب سے ادنیٰ درجہ ہے۔

کسی مرید کے دل میں طمع اسی وقت پیدا ہوتی ہے اور دل میں جاگزیں ہوتی ہے جب اس کو اللہ تعالیٰ سے انتہائی دوری ہو جاتی ہے، کیونکہ اس کو معلوم ہے کہ اس کا مولیٰ اس کو دیکھ رہا ہے پھر بھی وہ اپنی جیسی مخلوق سے طمع کرتا ہے اور خلاف الٰہی اس کو (طمع سے) نہیں روکتا۔

صِدق

صِدق کی اصل صِدق کی اصل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ o اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو!۔

حضور اکرمؐ کا ارشاد حضرت عبداللہؓ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "بندہ سچ بولتا رہتا ہے اور سچ بولنے کا قصد کرتا رہتا ہے یہاں تک بارگاہ الٰہی میں اس کو صدیق لکھ لیا جاتا ہے اور بندہ جھوٹ بولتا ہے اور جھوٹ بولنے کا ارادہ کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ کے یہاں اس کو کذّاب لکھ لیا جاتا ہے۔

بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس وحی بھیجی کہ اے داؤد جو مجھے اپنے باطن (دل) میں سچا جانے گا میں اس کو مخلوق کے اندر سچا کروں گا۔ سمجھ لینا چاہیئے کہ صدق ہر کام کا ستون ہے، ہر کام کی درستی اور تکمیل سچائی ہی سے ہوتی ہے، صِدق نبوّت سے دوسرے درجہ پر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ o

جو لوگ راستباز اچھے ہیں وہ پیغمبروں، صدیقوں شہیدوں اور نیکوکاروں کے ساتھ ہیں۔

صادق لفظ صِدق سے اسم فاعل ہے، صِدّیق اس سے اسم مبالغہ کا صیغہ ہے یعنی بہت ہی سچا، صِدّیق وہ ہے جس سے بار بار سچائی ظاہر ہوتی ہو یہاں تک کہ سچائی اس کی عادت اور ملکہ بنجائے، صدق اس پر محیط ہوگیا ہو گویا صِدق نام ہے ظاہر و باطن کی یکسانیت کا، صادق وہ ہے جو قول میں سچا ہو اور صِدّیق وہ ہے جو اقوال اعمال اور کل احوال میں سچا ہو، کہا گیا ہے کہ جو شخص یہ خواہش رکھتا ہو کہ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ رہے تو اس کو چاہیئے کہ وہ سچائی کو اپنائے رہے کیونکہ اللہ سچوں کے ساتھ ہوتا ہے۔

حضرت جنیدؒ کا ارشاد حضرت جنیدؒ کا ارشاد ہے کہ صادق ایک دن میں چالیس بار بدلتا ہے (اور ہر بار سچ بولتا ہے) اور ریاکار چالیس برس تک ایک حالت (ریاکاری) میں رہتا ہے۔ بعض کا قول ہے کہ سچائی ہلاکت کے مقام پر بھی کلمۂ حق زبان سے نکالنے کا نام ہے، بعض نے کہا کہ باطن کے موافق زبان سے ادا کرنا صدق ہے، ایک قول یہ ہے کہ ناجائز بات کی ادائیگی سے منھ کو روک لینا صدق ہے، کسی نے کہا کہ اللہ کے لئے تکمیل عمل صدق ہے۔ سہل بن عبداللہ نے کہا جو شخص اپنے نفس یا کسی دوسرے شخص کے بارے میں یاوہ گوئی کرتا ہے وہ صِدق کی بو بھی نہیں سونگھ سکتا!

حضرت ابوسعیدؒ قرشی کا ارشاد حضرت ابوسعیدؒ قرشی نے کہا کہ صادق موت کے لئے تیار رہتا ہے اور اندرونی حالتوں کے ظاہر ہوجانے سے نہیں جھجکتا! اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ o اگر تم راست گفتار ہو تو موت کی آرزو کرو!

ایک قول ہے کہ بالارادہ توحید کی صحت، صدق ہے۔ فرمایا اصل صدق یہ ہے کہ جہاں جھوٹ بولنے سے چھٹکارا ہوسکے وہاں بھی سچ بولے، صادق میں تین خصلتیں ہوتی ہیں جن میں سے ذو خطا نہیں کرتیں: اوّل یہ کہ صادق کی عبادت میں حلاوت

ہوتی ہے دوم یہ کہ مخلوق اس سے خوف کھاتی ہے سوم یہ کہ اس کی گفتگو میں تمکنت ہوتی ہے۔

حضرت ذوالنون مصریؒ کی صراحت!

حضرت ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں، راستی اور سچائی خدا کی تلوار ہے جس سے وار کیا جاتا ہے اور وہ رسّی کو دو ٹکڑوں میں کاٹ دیتی ہے۔ لوگوں نے شیخ موصلی سے صدق کے بارے میں دریافت کیا۔ آپ نے لوہار کی بھٹی میں جس میں آگ دہک رہی تھی۔ ہاتھ ڈال کر آگ کی طرح دہکتا ہوا لوہا ہاتھ میں اٹھا لیا اور اتنی دیر تک ہاتھ میں لئے رہے کہ وہ ٹھنڈا ہو گیا۔ اس وقت آپ نے فرمایا یہ صدق ہے۔

حارث محاسبیؒ کا ارشاد

حارث محاسبیؒ سے صدق کی نشانی دریافت کی گئی تو انھوں نے فرمایا، صادق وہ ہے کہ اگر لوگوں کے دلوں سے اس کی قدر و منزلت بالکل جاتی رہے تو اصلاحِ قلب کے باعث وہ اس کی بالکل پرواہ نہ کرے اور چیونٹی برابر اپنے حسنِ عمل کی خبر لوگوں کو ہو جانا پسند نہ کرے اور اگر اس کے اعمالِ بد کی خبر لوگوں کو ہو جائے تو اس کو گراں نہ گزرے، اگر وہ ناگواری محسوس کرے گا تو یہ اس امر کا ثبوت ہوگا کہ وہ لوگوں کی نظر میں اپنے اعمال سے زیادہ کچھ بننا چاہتا ہے، یہ صدیقین کا خلق نہیں ہے۔ ایک شخص نے کہا جو شخص دوامی فرض ادا نہیں کرتا اس کا وقتی فرض بھی قبول نہیں کیا جاتا۔ ان صاحب سے دریافت کیا گیا کہ دوامی فرض کیا ہے؟ انھوں نے جواب دیا صدق!! فرمایا کہ جب تو اللہ تعالیٰ سے صدق کے ساتھ طلب کرے گا تو اللہ تجھ کو ایک آئینہ عنایت کرے گا جس کے اندر دنیا و آخرت کے تمام عجائبات تجھ پر ظاہر ہو جائیں گے۔

تمّت بالخیر

یکم شوال المعظم ۱۳۹۱ھ
مطابق ۲۱ نومبر ۱۹۷۱ء از قلم
ہیچمداں و ہیچمیرز شمس صدیقی بریلوی "الغنیۃ لطالبی
طریق الحق مطبوعہ مطبع مصطفی البابی الحلبی و اولادہ بمصر
طبع ۱۹۵۶ء سے یہ ترجمہ تمام ہوا۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔